

شجرہ نسب حضرت خلیفۃ المسیح
مردی حکیم نور الدین صاحب
حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ ثانی فاروق
اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد
میں سے ہیں آپ کا شجرہ نسب حاصل
کرنے تک واقفیت عامہ کے واسطے
درج اجلا کرتے ہیں۔ آج سے تیرہ صدیاں
قبل حضرت عمر خلافت نبوی نے
ماتک ہوئے تھے۔ آج ان کے
ایک بیٹے کو حضرت ایک بی بی کا
خلیفہ اول بنایا ہے واللہ اعلم بالصواب
ایڈیٹر

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ

حضرت سلطان النبی شیخ علیہ السلام

حضرت لقیہ الدین

حضرت سلطان ابراہیم

حضرت شیخ زکریا

حضرت شیخ فتح محمد خان

حضرت وکیل الدین

حضرت شیخ بدر الدین

حضرت شیخ بہاؤ الدین خزن اسرار

حضرت شیخ سیدھا

حضرت شیخ جمال الدین

حضرت شعیب

حضرت احمد

حضرت شیخ یوسف

حضرت شیخ محمد

حضرت شیخ ہشتاب الدین

حضرت شیخ احمد المحدث حافظ محمود

حضرت شیخ فرخ شاہ عالمی مدرس سرہ الریز

حضرت لقیہ الدین

شیخ محمود

حضرت عبد السامح

حضرت شیخ مسعود

حضرت بلالہ

حضرت واعظ الصوفی

حضرت شریعت پناہ قاضی عبدالرحمن

حافظ عبدالغنی

حافظ عبد الباقی

حافظ نصر الدین

حقائق قیام حافظ عبدالکریم مغفور

معارف و تنقہ حافظ یار محمد

کمالیت و تنقہ حافظ عبد الرب

خصیصیت پناہ حافظ محمد زین

حافظ محمد الدین

معارف پناہ حافظ غلام محمد

حفاظت پناہ حافظ غلام رسول

امیر المومنین خلیفۃ المسیح نور الدین

عبدالحی عبد السلام عبد الوہاب عبد المنان امام حفصہ

ایڈیٹر

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

سورۃ الفاتحہ

(مورخہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ علی صاحبہا التحیۃ والسلام)

تمہید

اس سورۃ شریف کی بہت سی تفاسیر لوگوں نے لکھی ہیں مگر گھر میں اس سورۃ کی ایک قلمی تفسیر باریک لکھی ہوئی ساٹھ جزدی تھی حضرت صاحب دسج موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (۱۲) تین بسوط تفسیریں اس سورۃ شریف پر لکھی ہیں جن میں سے ایک اُردو میں ہے اور کتاب براہین احمدیہ میں اردو و عربی زبان میں ایک کا نام کرامات الصادقین ہے اور دوسری کا نام عجائز ہے وہ بڑا خوش قسمت ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ وہ کم از کم ان تفاسیر کا مطالعہ کرے میں اس امر کی طرف تم کو خاص توجہ دلانا ہوں جو عربی نہیں جانتے وہ کم از کم اردو کو پڑھیں عیدہ مصری نے بھی ایک کتاب سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں لکھی ہے اور ایک ضخیم کتاب سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں صدر الدین قنوی نے لکھی ہے۔

بچپن سے لیکر اس بڑے تک جو کچھ میں نے تحقیقات کی ہیں اس نماز میں ضروری یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے خواہ انسان الگ نماز پڑھتا ہو خواہ جماعت کے ساتھ کسی امام کے پیچھے پڑھ رہا ہو ہر دو صلوٰۃ میں سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی عمل رہا تھا اٹھارہ چونکہ سورۃ فاتحہ کا ہر رکعت میں پڑھنا ضروری ہے اس واسطے ایک مسلمان دن رات میں سورۃ فاتحہ عموماً ۸۰ بار پڑھتا ہو یا کم از کم ۴۰ بار کیونکہ رکعت کی تفصیل یہ ہے

فجر - سنت ۲ - فرض ۲	۴
ظہر - سنت ۴ - فرض ۴ - سنت ۴	۱۲
عصر - سنت ۴ - فرض ۴	۸
مغرب - فرض ۳ - سنت ۲ - نفل ۲	۷
عشاء - فرض ۴ - سنت ۴ - وتر ۳ - نفل ۳	۱۳
میزان پانچ نماز	۴۴
اشراق ۲ - ضعیفی ۸	۱۰
تہجد ۸	۸
میزان کل	۶۲

زوال ۴ - تحیۃ الوضو ۶ - نیچۃ المسجد ۱

اگر اشراق اور اذان کے فاصلے انسان نہ پڑھ سکے اور ایسا ہی ظہر اور مغرب اور عشاء

کے فاصلے بھی نہ پڑھ سکے اور ظہر اور عصر اور عشاء کی سنتیں بچائے نہ سکے دو پڑھے نہ تہجد ملا کر پھر بھی ۴۰ رکعتیں ہو جائیں۔

سنتوں کی تاکید بڑے بڑے تجربہ کار علما کا قائل ہے کہ جو لوگ سنت کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں وہ رفتہ رفتہ سنتوں کے تارک ہو جاتے ہیں اور جو لوگ سنتوں کے تارک ہوتے ہیں وہ رفتہ رفتہ فرائض سے غافل ہو جاتے ہیں اور فرائض سے غافل ہو کر یوں اے کیوں اسلئے قوت سے سخت سیم۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ حضرت صاحب دسج موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت تھی کہ آپ فرض پڑھنے کے بعد فوراً اندرون خانہ چلے جاتے تھے اور ایسا ہی اکثر میں بھی کرتا ہوں۔ اس سے بعض نادان بچوں کو بھی غائبانہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ وہ فرض پڑھنے کے بعد فوراً مسجد سے چلے جاتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ پھر وہ سنتوں کی دائمی سے محروم رہ جاتے ہیں اور ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت صاحب دسج موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے سنتیں پڑھتے تھے اور ایسا ہی میں بھی کرتا ہوں۔ کوئی ہے جو حضرت صاحب کے اس عمل اور آمد کے متعلق گویا دے سکے۔ اس پر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جو حسب العادت مجلس درس میں تشریف فرما تھے کھڑے ہوئے اور بآواز بلند کہا کہ بیشک حضرت صاحب کی ہمیشہ عادت تھی کہ آپ مسجد جانے سے پہلے گھر میں سنتیں پڑھ لیا کرتے تھے اور پھر مسجد میں فرض ادا کر کے گھر میں آتے تو فوراً سنتیں پڑھنے کھڑے ہوتے اور نماز سنت پڑھ کر پھر ادا کوئی کام کرتے ان کے بعد صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب بھی یہی شہادت دی اور ان کے بعد حضرت میرزا ناصر نواب صاحب نے اور ان کے بعد صاحبزادہ میرزا محمد اسحق صاحب نے اور پھر حضرت مرحوم کے پرانے خادم حافظ عالمی صاحب نے بھی اپنی عینی شہادت کا اظہار کیا۔ (ایڈیٹر)

وتر میں بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے کہ وہ صرف ایک رکعت پڑھ لیتے ہیں۔ حضرت صاحب کا یہ طریق نہ تھا بلکہ آپ دو رکعت پڑھ کر اور سلام پھیر کر پھر ایک رکعت پڑھتے تھے۔

الحمد من کتاب ہے شیخ محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں کہ میں نے جتنی دفعہ الحمد شریف پڑھا ہے ہر دفعہ اس کے نئے نئے معنی میری سمجھ میں آتے ہیں۔ میں اگرچہ ایسا دعویٰ تو نہیں کر سکتا مگر میں نے بغور دیکھا ہے اور سیرا اعتقاد ہے کہ سارا قرآن مجید الحمد شریف کے اندر ہے۔ الحمد من ہے اور قرآن شریف اسکی شرح ہے۔

الحمد میں شفا ہے صحابہ کے زمانہ میں ایک شخص کو جو کسی گائے کا نمبر دیا تھا سانپ نے ڈسا تھا۔ صحابہ نے الحمد شریف پڑھ کر اس کا عمل کر لیا تھا اور اسے شفا ہو گئی تھی۔ ایسا ہی ابن قیم نے لکھا ہے

کہ جب میں مکہ معظمہ میں تھا اور طبیب کی تلاش میرے واسطے مشکل تھی تو میں اکثر الحمد کے ذریعہ اپنی بیماریوں کا علاج کر لیا کرتا تھا۔ ابن قیم کا میں بہ سبب اس کے علم کے معتقد ہوں اور اسے ایسا آدمی جانتا ہوں جو لوگوں میں ایک ہوتا ہے۔
میرا اپنا بھی تجربہ ہے کہ میں نے بہت سے بیماروں پر الحمد کو پڑھا اور انہیں شفا ہوئی۔
میں چاہتا ہوں کہ لوگ سوچ سوچ کر الحمد کو نماز میں پڑھا کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

آیت ۱۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ب۔ استعانت کی ہے۔ اللہ کی مدد سے۔ بعض لوگوں نے غلطی کو مائی ہے کہ کہلے کہ جس شے سے استعانت کی جاتی ہے وہ ہتھیار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو مہتیار بنانا بے ادبی میں داخل ہے مگر ایسا خیال درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ اللہ المستعان اور ایسا سورہ الحمد میں آیات المستعین آتا ہے۔ غرض استعانت جائز ہے۔

تمام کتب آئینہ بیا سے شروع ہوتی ہیں۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے بھی ایسا لکھا ہے۔ دگریت شریف ہی بیا سے شروع ہوتی ہے اس کا پہلا لفظ ہے برے شیٹ۔ اگر انجیل کسی کتاب کا نام ہے اور اس کا اصل مل جائے تو وہ بھی ضرورت سے شروع ہوتی ہوگی۔ مگر اس وقت کوئی انجیل سچی یا جیوٹی بلکہ نقلی اور جعلی ہی ایسی نہیں جو حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب ہو سکے اور نازل ہوئی تھی نہ عیسائیوں کے پاس کوئی ہے نہ کسی غیر قوم کے پاس۔ ایڈیٹر ب۔ کے معنی میں ساتھ۔ اور اس کا فعل خود قرآن شریف میں آیا ہے کیونکہ ب سے پہلی آیت جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تھی وہ یہ ہے

اقرا باسم ربک

اسم۔ سَمُو کے معنی میں عظمت۔ بلندی۔ بزرگی۔

اللہ۔ رب خوبیوں کا جامع۔ سب دینوں سے منزہ۔ معبود حقیقی۔

عربی کے سوائے کسی دوسری زبان میں خدا تعالیٰ کے نام کو واسطے کوئی ایسا مفرد لفظ نہیں ہے جو خاص اسی کے واسطے ہو اور کسی دوسرے پر اس کا اطلاق پاسکے۔ انگریزی کا لفظ گاڈ۔ دیوی۔ دیوتا۔ سب پر بولا جاتا ہے اور لفظ لارڈ تو بہت ہی عام ہے۔ سنگرت لفظ اوم ہی مرکب ہے۔ غالباً اوم سے نکلا ہے۔ کیونکہ یہ عبادت میں اوم سے دعائیں مانگتے ہیں۔ عبرانی کا ایل۔ الہ سے نکلا ہے اور یہود اسے یا ہو سے نکلا ہے۔

یورپ کے صرف ہندو کہنا یا ہو ہو کر نا کوئی وظیفہ نہیں ہے۔ وظیفہ اور دھم کے واسطے جملہ چلتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ۔ سبحان ربی الاعلیٰ۔۔۔۔۔
الرحمن۔ فضل کنندہ بلا مبادلہ۔ بلا محنت دینے والا۔

الرحیم۔ کنے پر اپنے رحم سے پہل دینے والا۔

آیت ۲۔ الْحَمْد۔ ال کے معنی میں۔ خاص۔ سب۔ وہ (اعلیٰ شے)

سب قسم کی حمد۔

دبت۔ پیدا کر نیوالا۔ ترقی دینے والا۔ تدریج کمال تک پہنچا نیوالا۔

عالمین۔ سب جہان۔

آیت ۴۔ یوم۔ وقت۔

دین۔ جزا سزا۔ اسلام

جزا سزا کے وقت کا مالک خدا ہے اسی کے حکم سے کسی کو جزا یا سزا مل سکتی ہے۔ اب بھی اور آئندہ بھی ہے۔

اسلام کے وقت کا مالک خدا ہے وہ اسکی آپ حفاظت اور نصرت کریگا۔

آیت ۵۔ واؤ عالیہ ہے۔ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اس حال میں کہ تجھ سے مدد چاہتے ہیں کیونکہ تیرے فضل کے سوائے عبادت کی توفیق ہی حاصل نہیں ہو سکتی
آیت ۶۔ اھدنا۔ چلا ہم کو۔

جمع کا صیغہ ہے۔ مومن کو چاہیے کہ صرف اپنے واسطے دعا نہ کرے بلکہ دوسروں کو بھی ساتھ شامل کرے۔

براہت عموماً چار ذرائع سے ہے۔

(۱) قوت دینا۔ فطری توئے نبشتا۔ (۲) ایک نیکی کے بعد دوسری نیکی کی توفیق دینا۔ (۳) اس مقصد پر پہنچانا جو نیکی کے واسطے مقدر ہو۔ (۴) راستہ بتلانا مستقیم۔ اقرب راہ۔ جو سب سے زیادہ نزدیک ہو۔

آیت ۷۔ انعمت علیہم۔ جن پر انعام ہوا۔ وہ نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالحین۔

مغضوب۔ پیور۔ جن میں بے جا عداوت ہے اور علم پر چڑھ کر عمل نہیں کرتے۔
ضالین۔ بھکے ہوئے۔ نصاریٰ۔ جنہوں نے اپنے نبی سے بے جا محبت کی اور علوم الہی کو سیکھنے کی بجائے اپنی رائے کے تابع ہوئے۔

۲۱۔ جنوری ۱۹۰۹ء
الحمد۔ مقطعات کی نسبت اس زمانہ میں اعراس

اللہ تعالیٰ نے تمام متمدن قوموں (جو انتظام مائن کو خوب کر سکیں) میں ان کا رواج سے کراہتیں ملزم کر دیا۔ یورپ امریکہ کے لوگوں کے لئے تو یہ مسئلہ صاف ہے کیونکہ وہ اپنی قلموں۔ دوا قون۔ پنسلوں اور چپٹروں سے ہونے پڑوں کو مقطعات نام سے وابستہ کرتے ہیں۔

الف۔ اے۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے کو توب لوگ جانتے ہیں۔ ریلوں کے این ڈبلیو۔ آر کو بھی اکثر سمجھتے ہوں گے۔ اور بعض خطابات اور قومی دکانوں کے مقطعات کو ذرا غور سے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر مخفی نہیں۔

عرب میں بھی ان مقطعات کا رواج تھا۔ چنانچہ بالام ایک مشہور شاعر گذرا ہے ائم۔ کی تشریح وہ عظیم الشان بزرگوں نے کی ہے۔ جنہیں قرآن دانی میں کسی نے برا نہیں کہا۔ وہ عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن مسعود تھے۔ انہوں نے

بالا اتفاق ایک معنی کہتے ہیں۔ صحابہ نے ان معنوں کا انکار نہیں کیا اور نہ یہ کہا ہے کہ یہ احتیاط کے خلاف کرتے ہیں۔ اس لئے میں ان معنوں کو اپنے فہم کے مطابق صحیح سمجھتا ہوں پھر ان کے بعد ہمارے زمانہ میں آٹام نے یہی ہی معنی کہتے ہیں اور سچے یقین ہے کہ آپ ابن عباس وابن مسعود کی تقلید سے یہ معنی نہیں کہتے بلکہ اپنے ذوق سے بیان کئے۔ وہ معنی یہ ہیں۔ کہ انا اللہ اعلم۔ میں اللہ بہت جاہل بننے والا ہوں۔ انا کا پتلا حرف لے لیا۔ اللہ کا درمیانی حرف اور اتم کا آخری۔

مجموعی حیثیت سے لوگوں نے طبع آزمایاں کی ہیں اور دوسرے معانی بھی اپنے اپنے ذوق کے مطابق بیان کئے ہیں چنانچہ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اس سورۃ میں آدم - بنی اسرائیل اور ابراہیم کا قصہ آئے گا۔

ذلل الکتاب لاریب فیہ - یہ وہ لکھی ہوئی چیز ہے - کبھی ہوئی اس لئے فرمایا کہ جب آیت نازل ہوئی - تو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اہتمام سے اپنے سامنے لکھا لیتے - دوسری وجہ یہ کہ کتبہ لشکر کو کہتے ہیں - اور جیسے لشکر بہت سے افراد کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے اسی طرح یہ کتاب بہت سے مضامین کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور جیسے لشکروں سے دشمن بہا گئے ہیں اب سے ہی شہادت انسانیہ اس کتاب کے لشکر سے ہوا جاتے ہیں - اسی لئے فرمایا۔

کلا دیب - یعنی یہ ایک ایسی عظیم الشان کتاب ہے جس کے عظیم الشان ہونے میں کچھ بھی شک نہیں۔ یا جس میں کسی قسم کی کوئی شبہ والی بات نہیں۔ پھر ذلک الکتاب میں جو فرمایا ہے ایک کتاب کو اس سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ نے اور کوئی ایسی کتاب نہیں دیکھی جس کو "کتاب" کہا جاسکے۔ آپ کے زمانہ میں یہی ایک کتاب تھی جو حقیقی معنوں میں کتاب کہلا سکے

ہدایٰ للمتقین ۔ انتم علیہم ۔ میں دعا کرتا ہوں کہ تمہیں راہ ہدایت ملے
یہاں منعم علیہم ... گروہ کا دوسرا نام متقی رکھ کر فرمایا کہ یہ کتاب ان دعا مانگنے والوں
کے لئے موجب ہدایت ہے۔ جو انتم کے مورد بننا چاہتے ہیں یا بن چکے یا آئندہ بنکر
سب کے لئے رہنمائی کا قانون ہے۔ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے انسان خواہ کیسا
متقی ہو جائے۔ قرآن مجید میں اس کی آئندہ ترقی کے لئے سامان موجود ہے۔

الذین یؤمنون بالغیب۔ متقی کون لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں غیب تو اس کی ذات ہے۔ پھر مابعد الموت کے حالات پھر ملائکہ۔ رسول اور اس کی کتابیں اسی میں شامل ہیں۔ رسول بحیثیت انسان ہونے کے اس کی ذات غیب میں داخل ہے۔

وَلِیَقِیْمُوا الصَّلَاةَ وَهُمْ رَاقِدٌ لِّمَن یُفْقُوۡنَ۔ وہ اپنی نمازوں (و عبادت) کو سنوارے اور کرتے ہیں اور پہر جو کچھ ہم نے دیا۔ اس سے خرچ بھی کرتے رہتے ہیں۔ بہت دنوں سے یہ بات میرے دل میں قاعدہ کی طرح جم گئی ہے کہ جو کبھی کچھ بھی خدا کی راہ میں نہیں دیتا۔ نہ دعا مانگتا ہے وہ ہدایت محروم رہ جاتا ہے۔

والَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا
أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ

بھی وہ یقین کرتے ہیں۔

اولئک علی ہدیٰ من ربہم
و اولئک ہم المفلحون

اللہ نے دنیا میں مظفر و منصور ہونے کا رُکھ بتا دیا۔ وہ رُکھ جس کی حقیقت دوسری
وہ منعم علیہم کے بعد معنوب علیہم ہو جاتے ہیں۔

یہ غضب کفر سے پیدا ہوتا ہے پس فرماتا ہے ان الذین کفروا۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ بطور جملہ مقررہ اس کی وجہ بیان فرمائی۔
جملہ مقررہ مبتداء و خبر کے درمیان میں کئی وجوہات کے آتے ہیں۔ ایک وجہ بیان کرنے کے لئے چنانچہ یہاں اسی لئے فرمایا۔ سواۃ علیہم اعدائہم ام لم تنذہم لایؤمنون کہ برابر ہو گیا ہے ان پر تیرا ڈرانا یا نہ ڈرانا۔ یعنی وہ کافر تیرے انذار و عدم انذار کو مساوی سمجھتے ہیں۔ جب کسی کی نصیحت کا عدم وجود برابر سمجھ لیا گیا۔

تو چھ کچھ پر واہ نہ رہی۔ اس نامعاقبت اندیشی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایمان نصیب نہیں ہوتا
تین مریضین میں۔

سب سے پہلے تو وہ جو بات کو سنتا ہی نہیں پہلے ہی سے انکار کر دیا (۲) دوسرا وہ جس نے سنا۔ مگر اس کا سننا نہ سننے کے برابر ہے (۳) تیسرا وہ جو نگاہ سے کام نہیں لیتا۔ کہ نہ سامنے والوں کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ کوئی بات ہو۔ اس کو خود سے من لینا۔ پھر فکر کرنا بہتر ہے۔ کہ یہ میرے لئے برکت کا موجب ہے، یا نقصان کا۔ پھر دیکھے۔ کہ اس کے ماننے والے آرام میں ہیں یا نہیں اور اس کے نہ ماننے والوں کا انجام کیا ہو رہا ہے۔

ختم الله على قلوبهم وعلى ابصارهم
عشاوة ولهم عذاب عظيم

شیرین کو قابو کیا۔ ہاتھیوں پر اپنا

کہ یہ بھی ایک شہر زوری کا ہوتا ہے۔ مگر مگر کہا افسس یسعی کما علی وجہ اھدی امریشی
سویا علیہ اھل المسقیم۔

غرض بعض انسان اپنی دہن کو بدی و انکار کی طرف لیجاتے ہیں اور اس میں
استقرار نہیں کرتے جو خدا سے انسان تک پہنچتی ہے۔

جب انسان پہلا ایک گند کو قبول کرتا ہے تو دوسرے گند پھر اس پر پڑنے شروع ہوتے ہیں جنہیں قبول
کرنا پڑتا ہے۔

آشد اما الذین فی قلوبہم مرض فزادتهم رجسا الی رجسہم و ما زادہم کافرون
اور الذین علی الذین کالیقون۔ تمام حواس ظاہری کا مرجع دل غی اور
حواس باطنی کا مرکز قلب ہے۔ اچھا آدمی وہ ہو جو اپنے دل کے خراب نہ ہونے دیوے اگر وہ ایسا ہو
دیگا تو پھر اپنی قلوب اپنا کام کرے گا جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ طبع اللہ علیہا بکفر ہم انہم
نہ تم لگائی ان کے کفر اختیار کرنے کے سبب یہاں بھی قلوب ہم میں ہم کا مرجع وہ کفر اختیار
کر لیا ہے۔ میں خدا کا قانون ہے کہ جب انسان کفر کرے تو اس پر مہر لگ جاتی ہے جو جب
کفر چھوڑے تو یہ مہر بھی ٹوٹ جاتی ہے بعض لوگ اسے ظلم سمجھتے ہیں۔ مگر یہ اون کی
غلطی ہے یہ تو زمین انسان انصاف ہے۔ دیکھو ایک شخص کو مدرس بنایا جاوے جتنی تنخواہ
وہ ملے وہ بھی دیکھائے مگر ساتھ وقت پر پڑنے کی قید ہو اب وہ مدرس وقت پر
حاضر نہیں تو مدرس کی نگرانی کرنے والوں کا فرض ہے کہ اسے مروت کر دیں اور یہ
انصاف کا ظلم نہیں۔

اسی طرح انسان جب کفر پر کمر باندھ دیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ایمانی طاقتوں کو سبک کر
دیتا ہے مثلاً دیکھو بعض لوگ اپنے ہاتھ پیر کہہ رکھتے کہ کھادینے میں جس کا یہ اثر ہوتا ہے
کہ وہ ہاتھ بالکل بیکار ہو جاتا ہے اسی طریق پر جو ایمانی طاقتوں سے کام نہیں لیتا۔ تو وہ
طاقتیں جو جنسوں کے رنگ میں دیگی ہیں چھین لی جاتی ہے۔ کافروں سے کہا گیا کہ
سنو اور غور کرو۔ مگر انہوں نے اول تو سننے سے انکار کیا پھر کہا کہ تمہارا نصیحت کرنا یا
نہ کرنا ہمارا نزدیک کسان ہے۔ چونکہ انہوں نے کافروں سے کام نہیں لیا اسی لئے اللہ
نے ان کے کافروں کو ایسا کر دیا کہ وہ حق کے شواہد نہ رہے۔

ایک ماہر ہنر ہے کہ قلب میں جو تحریک ہو اس کے مطابق عمل کرے
پھر کافروں کے ذریعہ نیکی کو سنے۔ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو کم از کم یہ تو کرے کہ یہ بات
دیکھ کر میرے شہر میں جو مختلف لوگ آباد ہیں فلاں شخص کی بات سن کر نیکی میں ترقی کر
رہے ہیں یا بدی میں۔ وہ کس کس کی بات سنتے ہیں پھر ان کی بات پر عمل کر کے ان کا انجام
کیا ہوتا ہے جو آدمی اتنا ہی نہیں کرتا اس کی آنکھ پر پھر ٹپی بندھ جاتی ہے اور حق کو
نہیں دیکھ سکتا۔ قادیان میں آریہ بھی موجود ہیں سکھ بھی۔ ساتھی بھی۔ عام مسلمان بھی
احمدی بھی۔ سب کو دیکھ لو کہ یہ کس کس کی باتیں سنتے رہے اور کس قوم نے نیکی راہ میں
پر قدم مارا اور کس کا انجام اچھا ہو رہا ہے اور کس لوگوں کی زندگی دکھوں کی زندگی ہو
رہی ہے بعض لوگ اپنی طرف سے بعض باتیں گھر لیتے ہیں مثلاً ایک شخص نے کہا کہ
دلی کی پہچان یہ ہے کہ اس کی پیٹھ پیچھے دو دھڑکتی ہیں۔ تو وہ موبہ موبہ ہیں
ہے۔ میں نے اسے کہا وہ امام مسلوٰۃ بن سکتا ہے یا نہیں کہا کیوں نہیں؟

اس پر میں نے اسے نام کیا کہ وہ جب سب آگے ہوگا پچھلے درود پر میں گو۔ تو
امام کیوں کہ بن سکے گا۔ (گور ع ۵۰)

غرض اس طرح انسان جب راہ حق چھوڑ دیتا ہے تو ٹھوکرین کھاتا ہے۔

ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ پھر بہت لوگ ایسے ہیں جو کہہ کر دیتے ہیں
وہ بالیوم والاخرہ و ما ہم بمؤمنین کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے
مگر وہ ذرا بھی مومن نہیں ہوتے۔

ایمان کے سبق کا شروع اللہ پر ایمان لانے سے ہے اور اس سبق کا انتہا آخرت
کے ماننے پر ہے اس لئے اس کے اندرونی حصوں کا ذکر نہیں آیا۔ وہ سب ان دونوں کو
لے کر لیا گیا۔ اللہ پر ایمان چہی مکمل و مسلم ہو سکتا ہے۔ جب اس کے ملائکہ۔ کتب و رسولوں
پر ایمان لایا جاوے۔ ماننے کے معنی صرف زبان سے کہنا نہیں بلکہ تصدیق قلب
اور عملوں کے ذریعہ اپنے ایمان کا ثبوت ضروری ہے۔

یخادعون اللہ و الذین اٰمنوا و ما یخادعون الا انفسہم بما یشعرون
وہ اللہ کو چھوڑتے ہیں اور ان کو جو ایمان لائے
حالانکہ وہ تو اپنے نفسوں ہی کو (دراصل)
مخدوم کرتے ہیں اور اپنے نفع و نقصان کا
کچھ شعور نہیں رکھتے۔

یخادعون۔ کا ترجمہ دہو کہ دیتے ہیں۔ کریں تو اس میں بہت سے مشکلات ہیں
اس لئے میرے نزدیک اس کے معنی ترک کرتے ہیں۔ صحیح میں ان لوگوں نے اللہ کو
چھوڑا۔ تو اس کا خمیازہ یہ اٹھایا کہ اپنے آپ کو محروم کر لیا۔

عبداللہ بن ابی ابن سلول ایک شخص تھا وہ بھی انہی میں سے تھا نبی کریم
ایک مجلس میں وعظ کرنے لگے اس روز بہت جھگڑا تھا۔ سواری میں غبار جوا تھا تو اس نے
رو مال اپنے موہنہ پر رکھ لیا اور کہا کہ باتیں تو اچھی ہیں اگر گھر ہی سناتے۔ تو
اچھا تھا۔ یہاں ہم کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اس پر صحابہ میں بہت گفتگو ہوئی
ایک صحابی نے عرض کیا اس سے درگزر کر دیں۔ پہلے ہمارا ارادہ تھا کہ اسے
اپنا پوشا بنالین۔ متوجہ و محصور۔

یعنی تاج شاہی اس کے سر پر رکھ دیں اور نمبر داری کی پگڑی اسے بندھا دیں مگر
اب کہل گیا کہ یہ شخص اس قابل نہیں اس نے اپنی تین ذیل کر لیا۔ دیکھو وہ پھر کیسا تباہ
ہوا۔ مومن کے سامنے ہلاک ہوا اللہ اس نے کوئی شرف نہ پایا۔

منافق اپنے تین بڑا پوشا بھرتا ہے اور اسے یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ میں بڑا
دانا ہوں۔ کہ وہ دونوں طرفوں کو گمانھ رکھا ہے۔ لیکن وہ حقیقت منافق بڑا کمزور
ہوتا ہے اس میں نہ قوت فیما ہوتی ہے نہ تاب مقابلہ۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی محمد الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

سورہ البقرہ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

فی قلوبہم مرضاً فخر ادم اللہ مرصفاً کہ ان کے دلوں میں ایک مرض ہے
ولہم عذاب الیم بما كانوا یکتذبون تو اللہ نے ان کے اس مرض کو بڑھتے
دیا اور ان کے لئے دکھ دینے والا

عذاب ہم پر سبب اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ مرض کا بڑھنا اس لئے فرمایا کہ جب تھوڑے
سے مسکون میں اس کی کمزوری کا یہ حال ہے کہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تو پھر جب میسکو
بہت بڑھ جائیں گے تو یہ کمزوری اور بھی بڑھے گی پس یہ مرض روز افزوں ہو اسی طرح
جب جھوٹی سی جماعت کے سامنے حق بات نہیں کہہ سکتا۔ تو بڑی جماعت کے سامنے تو اور
بھی جھوٹ بولے گا اور یہی باتیں اس کیلئے دکھ دینے والی ہو جائیں گی۔ آخرت کا عذاب
تو ہے ہی۔ مگر منافق کے لئے دنیا میں بھی یہ کم عذاب نہیں
ذادھم اللہ۔ پر مغربین نے بہت اختلاف کیا ہے مگر جب یہ امر واقعہ ہے تو
اس پر اختلاف کیا۔ یہ سب کچھ نتیجہ ہے جھوٹ بولنے کا۔

واذا قیل لہم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون۔ الا انہم۔ هم المفسدون ولكن لا یعلمون
جہان سے کہا جاتا ہے کہ میں مصلح ہوں۔ مگر میں مفسد ہوں۔ لیکن ان کو نہیں پتا کہ میں مفسد ہوں۔
میں ہم تو ظہن میں اصلاح کرنے والے ہیں۔ سنو۔ بیشک یہی لوگ مفسد ہیں۔ مگر وہ
سمجھتے نہیں۔

واذا قیل لہم امنوا کما امن الناس قالوا انؤمن کما امن السفہاء الا انہم هم السفہاء ولكن لا یعلمون
جہان سے کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے کہ
عام لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کیا ہم
ایمان لائیں جیسے یہ کم عقل لوگ ایمان
لا رہے ہیں۔ سنو! یہی بے عقل ہیں
لیکن یہ علم انہیں کہان کہ اپنی بے عقلی کو سمجھیں۔

واذا قالوا للذین امنوا قالوا انما نؤمن بما وعدنا من اللہ ورسولہ انہم یستخفون
اللہ یستخفی بہم ویمدھم فی طغیانہم یعمھون
اذلک الذین اشتروا الضلالة بالہدی
فما بدت تجارتہم وما كانوا مهتدین
جب وہ ایمان والوں سے
ملنے میں تو کہتے ہیں ہم
ایمان لائے اور جب اپنے
سرواں کے پاس تہا ہوتے
میں تو کہتے ہیں ہم تمہارے
ساتھ ہیں۔ ہم تو انہیں خفیہ

بنایا ہے میں۔ ہنر ۱۰ کے معنوں میں کسی کو خفیہ بنانا اور یہ ٹھٹھے کا لازمہ ہے۔ اللہ انہیں
ذیل کرے گا اور ان کو ڈھیل دیتا ہے وہ انہی بندوں سے گذر کر اندھنی میں رہے ہیں۔
یستخفی بہم کا جواب دینے کی ضرورت نہیں چونکہ اس لکے کوک علی سے نا بلند
ہیں اس لئے انہیں یہ سمجھانا کہ مشاکلتہ کے لئے ہر فضول ہے سید جواب ہی ہے
جو ہم نے معنوں میں ظاہر کیا۔ یہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے ضلالت کو ہر اس کے بدلے
خرید لیا تو ان کی تجارت کے نفع نہ دیا۔ اور وہ ہر اس کے پاس ہوتے۔

۱۲ اشتروا الضلالة بالہدی۔ پر اعتراض ہے کہ جب ان کے پاس ہر اس
نہیں تو یہ خرید و فروخت کیسی۔

اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ انہی ہر اس کے پاس ہوتے ہی پر انہوں نے نہ لی۔ دوم یہ
انسان کی فطرت میں ہر اس کا مادہ ہے۔ مگر انہوں نے اس کے بدلے گمراہی کو لیا۔

۲۵۔ جنوری ۱۹۰۹ء

مثلم کثل الذی استود قد نادا۔ حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قاعدہ
تھا کہ جہان کوئی میلا ہوتا یا کوئی مجلس تو آپ ضرور پہنچتے اور توحید کا دھندلے فرماتے اس کے
لئے رب عہدہ و اعلیٰ موقعہ ج تھا۔ جس میں آپ ایک ایک قبیلے کے جتنے میں و عطف فرما
بڑے بڑے واقعات آپ کو پیش آئے ایک شخص شہور عاقبت اندیش تھا اس نے کہا
اگر ایک آدمی میرے قابو میں آجائے تو میں اس کے ذریعہ ساری دنیا کو فتح کر سکتا ہوں
وہ نبی کریم کے پاس آیا اور کہا کہ اگر میری ساری قوم تمہیں مان لے تو مجھے کیا دو گے
آپ نے فرمایا میں کسی کو کیا دے سکتا ہوں میرے بعد خدا جائے کیا ہو۔ اس پر وہ ناراض ہو
کر چلا گیا اپنی قوم سے کہنے لگا۔ ہے تو ایسا ہی نبی میں نے کہا تھا۔ مگر میں اس پر ایمان
لانے کا تمہیں مشورہ نہیں دیتا۔

آپ انہی ج کے ایام میں ہر ایک مقام ہے وہاں و عطف فرما رہے تھے۔ چھ آدمیوں نے جو
مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے اشارہ کیا۔ کہ ہم آپ کے علیحدہ کچھ گفتگو کرنا چاہتے
ہیں۔ چنانچہ آپ منا کے پاس پہاڑیوں کا ایک سلسلہ ہے جو چکر کوٹا ہوا جاتا ہے اس
کے اندر ایک ٹیلہ ہے وہاں چوڑے پر جا بیٹھے اور ان کو دین اسلام کی تلقین کی انہوں
نے بیعت کی اور کہا کہ ابھی ہمارا نام نہ نہیں ہم جا کر مشورہ کریں گے اور آئندہ سال
انشار اللہ تعالیٰ اپنے بہت سے دوستوں کو بھیجیں گے چنانچہ آئندہ سال بارہ آدمی بھیجے

اور قیسرے سال ۲ آدمی حاضر ہوئے اور حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے
عرض کیا کہ ان چھ آدمیوں کی کوشش اور بارہ دوستوں کی کمر بستگی سے مدینہ میں کوئی گھر
نہیں رہا جس میں آپ کا تذکرہ نہ ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے شہر میں چلیں۔ مہاس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ گو وہ بظاہر مسلمان نہ تھے۔ مگر حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے سہارہ تھے۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو ان کو لے جانے میں تم کو بہت
سخت مشکلات ہیں۔ یہاں تمام منافق و دشمنی آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر وہاں یہ بات

نہیں۔ اس پر انہوں نے بڑا بھاری معاہدہ کیا اور اس معاہدہ میں رسول اللہ نے ان قسین میں سے اپنے فرمایا میرے مدینہ میں بیٹے کے یہ معنی ہیں کہ سارے جہان سے لڑائی کے لئے تم تیار رہو۔ مکہ میں قریش میں ہیں۔ پھر نجد۔ غطفان۔ مصر کو ساتھ لائیں گے پھر عراق و شام کے راستے کی قومیں ان کے ساتھ ہیں۔ اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔ اگر یہ سب کچھ برداشت کر سکتے ہو تو بے چلو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم حاضر ہیں۔

عرب میں بہت سے آئین جلاتے تھے ایک آگ نارالحوب کہلاتی ہے چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ کَلِمًا اَوْ قَدْ جَانَا دَالْحَبِّ اَلْطَّعَاءُ اللّٰهُ دِیْعُونَ فِی الْاَرْضِ خَسَادًا۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا لڑائی آگ سے شروع ہوتی ہے چنانچہ پہلے دل میں ایک آگ اٹھتی ہے۔ پھر وہی آگ تمام گھر میں پھیلتی ہے پھر وہ لوگوں کے ساتھ ملانے کے لئے ان کی دعوتوں کے لئے آگ جلائی پڑتی ہے۔ پھر ہمارے پر آگ جلا کر اس ہمائی کو وسیع کیا جاتا ہے پھر بارود کی آگ، پٹاس کی آگ، توپ کی آگ، ڈائنامیٹ کی آگ، پھر رسول سے جنگ کرنے والوں کا اخیر انجام دوزخ ہے کہ وہ بھی آگ ہے۔

اس قدر تمہید کے بعد میں اس آیت کے معنی کرتا ہوں نہیں جب آپ تشریف لائے تو اس وقت جو قوم تھی ان میں عبداللہ بن ابی بن سلول ایک شخص تھا لوگوں نے ارادہ کیا کہ سب داری کی گڈڑی اسے بندائیں جن دونوں میں جلسہ بند داری کا ارادہ تھا نبی کریم آگے اور اس کی بات بگڑ گئی اسے بہت رنج پیدا ہوا اور وہ اکثر موقعوں پر سب کو نکالتا رہا۔ لیکن کھل کر مخالفت نہ کر سکتا تھا۔ اس طرز کے آدمی منافق کہلاتے ہیں یہ اندر ہی اندر کڑھتے رہتے ہیں۔

پس

ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے جلانا چاہا ہے آگ کو۔ گویا نبی کریم کو بلوا کر سارے جہان سے جنگ کی ٹھانی۔ جب جنگ کی آگ ارد گرد بھی بھڑک اٹھی تو ان لوگوں کا نور معرفت جاتا رہا جب نار میں سے نور نکل جائے تو پیچھے اوس کی پیش و حضور ان اور تکلیف نہ جاتی ہے اسی طرح ان لوگوں کا حال ہے جب ادن کا وہ نور جو حق ہے ایمان اور معرفت کا اور اللہ کو راضی کرنے کا۔ جاتا رہا تو وہ اندھیرے میں پڑ جاتے ہیں اندھیرا بھی ایک نہیں بلکہ کئی اندھیرے۔ جیسے کچھ رات کا اندھیرا پھر کچھ معاشروں کی گم ہو جانے سے جو اندھیرا ہو جاتا ہے وہ پھر بادلوں کا اندھیرا پس وہ کچھ دیکھتے نہیں اور کچھ سوچائی نہیں دیتا اور دکھائی کس طرح دے جبکہ تمیز باقی نہیں۔ دل کمزور ہے اس لئے حق کے شنو نہیں ہوتے پھر حق کو گویا نہیں ہوتے۔ حق کے گویا بننے

میں بڑے فائدے ہیں جب انسان دوسروں کو نیکی سمجھاتا ہے تو آخر اپنی حالت پر ہی شرم آتی ہے کہ میں جو آدمیوں کو نصیحت کرتا ہوں اور میری حالت کیا ہے؟ چنانچہ اصلاح نہیں کرتا تو دوسروں کو اصلاح کے لئے کیا کہہ سکتا ہوں اس لئے میرا حق اعتقاد ہے کہ انسان و حفظ سے اور غلط کرے کہ اس سے ہی راہ حق ملتی ہے لیکن اس شخص کی حالت قابلِ رحم ہے جو نہ تو آئینہ رکھتا ہے جس سے رستہ میں ہلاکت کی چیز کو دیکھ کر بچ سکے اور نہ کلن میں کہ کسی شہر کی آواز سن کر بچ جائے جو اسے بندھے کہ دیکھو اس

رستے نہ آؤ اور نہ زبان بھڑکے چلا کر کسی سے پوچھ لے کہ میان فلان مقام پر پہنچاؤ۔ اور وہ اسے پہنچا دے پس وہ جو نہ حق کا شنو ہے نہ حق کا گویا نہ حق کا مینا ہلاکت کی طرف سے مرکز نکلتے پر نہیں آسکتا۔

صیب۔ مینہ کو کہتے ہیں۔ صیب کہتے ہیں نیچے اترنے اور جھلکنے کو۔ مینہ کا پانی چونکہ نیچے کو گرتا ہے اس لئے اس کا نام صیب ہے۔

من السماء۔ یعنی اس مینہ کی طرح جو بادلوں سے گر رہا ہو۔ پھر وہ مینہ کس وقت کا ہو جبکہ سورج بھی نہیں۔ چاند بھی نہیں ستارے بھی نہیں اس پر بادلوں کا اندھیرا۔ اس میں رعد ہے یعنی بجلی کی کڑک اور برق یعنی بجلی ناوہن انسان اپنی انگلیاں کانوں میں کر لیتے ہیں۔ موت سے بچنے کے لئے مگر ایسے لوگ واقعی کم عقل ہیں کیونکہ سانس ان جلتے ہیں کہ بجلی بہت تیز ہے وہ روشنی سے بھی پہلے پہنچتی ہے اور آواز اس کے بعد آتی ہے چنانچہ چمادنیوں میں جہاں توپ دھتی ہے وہ جلتے ہیں کہ چمک پہلے پہنچتی ہے اور آواز اس کے پیچھے۔ اسی طرح بجلی کی آواز کا حال ہے آواز پہنچنے پر انگلیاں کانوں میں کرنے اور چھپ جانے والا موقوف ہے کیونکہ جو مار بجلی تے کرنی ہوتی ہے وہ تو اس سے پہلے کھلتی ہے۔ منافق کی طبیعت کا حال بارش کی مثال سے کہلاتا ہے جب بارش آتی ہے تو جو لوگ ندیوں کے کنارے پر ہیں یا جن کے دکان کچے ہیں اور پانی ٹپک نہیں یا جنہوں نے نہک خرید رکھا ہے اون کو بہت خطرہ ہوتا ہے اور بعض ایسے ہیں جو اس بارش کو اپنے لئے رحمت سمجھتے ہیں۔ انہوں نے بجلی کی روک کے لئے سلاخیں اور تانبے کے تار کنوئیں میں ڈال رکھے ہوتے ہیں وہ بہر حال خوشحال ہوتے ہیں۔

اسی طرح کمزور انسان زمانے کے حوادث کی تاب نہ لا کر ایمان سے دور چلے جاتے ہیں بعض وقت غریبی کے سبب خدا کو کہتے ہیں۔ لڑکا مر جاتا ہے تو خدا کو گالیاں دیتے ہیں ایسے نابکار بھی ہیں نے دیکھے ہیں جو خدا کی خدائی پر الزام دیتے ہیں اور تھوڑی سی مصیبت کو برداشت نہیں کر سکتے ایک شاعر کا ذکر کرتے ہیں کہ اوس نے شعر کہا جو اس کی نظر میں تھا طور سے قابلِ انعام تھا اور اس نے سنا تھا کہ سعدی نے ایسا ایک شعر کہا تھا تو اس شخص طور سے انعام آگئی ہے تھے پس اس امید پر اس نے آسمان کی طرف سو نہ اٹھایا اتفاق سے ایک چیل کی بیٹ منہ میں پڑ گئی اس پر وہ بول اٹھا۔ کہ شعر تمہی عالم بالا معلوم شد غرض ایسے ایسے نادان لوگ ہوتے ہیں بعض خدا کا ادب کرتے تو گردش دار اور زمانہ کو کہتے ہیں مگر اس کو سننے کا فائدہ کیا ہے؟

اللہ جل شانہ نے یہ بات فرمائی کہ مینہ پڑتا ہے اس میں کڑک بھی ہوتی ہے بجلی بھی ہوتی ہے۔ اندھیرے بھی ہوتے ہیں اس پر نادان تو غر محمل وغیرہ موقع پر اپنے بچاؤ کے سامان کرتے ہیں مگر وہی بارش بہتوں کے لئے مفید ہوتی ہے اسی طرح احکام شرع اور دنیا کی مصیبتیں جب نازل ہوں تو بہت سے لوگ ایمان لاتے ہیں اور مشکلات میں گھبراتے ہیں۔ ایک جذامی کا حال مجھے معلوم ہے کہ میں نے اس سے کہا کہ آپ کے علاج کا جو میں ایک جوش پیدا ہو گیا ہے اوس نے کہا کہ رہنے دیجئے۔ میں تو جس حال میں ہوں خوش ہوں تنہائی جو لوگ کم آتے ہیں دعاؤں کا موقع ملتا رہتا ہے اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گھبرا جاتے ہیں اور خدا کو کہتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ ہم خدا کا کیا بگاڑ سکتے ہیں وہ

ہے اور جو منکرین وہ کہتے ہیں اس مثال سے اللہ نے کیا ارادہ کیا۔ بہت سے گمراہ جو اللہ سے بدانت پائے ہیں۔ گمراہ کون ہوتے ہیں وہی جو بدعت میں اپنے حمد کا پاس نہیں رکھتے جن سے اللہ نے قطع تعلق کرنے کے لئے فرمایا ان سے تعلق جوڑتے ہیں اور جن سے تعلق جوڑنے کے لئے کہا ان سے قطع تعلق کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ مگر شرارت کا پہل سواٹوٹا پانے کے کچھ نہیں۔ وہ کھوتم کچھ نہ تھے خدا نے زندہ کیا پھر مار دیا اور جزا اور سزا کے لئے زندگی دے دیا۔ اس نے تمہاری بہلائی کے لئے زمین کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں درست کیا سات آسمان اگر کسی طرح نہیں مانتے تو بول تو مانو کہ وہ ہر چیز کا عالم ہے اور علم والوں کی بات ماننا فطرت انسانی میں داخل ہے۔

۲۴ جنوری ۱۹۰۹ء (جمعہ)

آئندہ آنے والی باتوں کی نسبت مدبران ملک پیشگوئی کرتے ہیں جن کے تجارب صحیح آئندہ واقعات کے متعلق ہوں وہ تمدن کے فلاسفہ کہتے ہیں جو دوائی اور نسخہ تجویز کرتے ہیں وہ بھی مریضوں کے متعلق ایک پیشگوئی کرتے ہیں جن کی ایسی پیشگوئیاں کثرت سے صحیح ہوں وہ طبیب عارف کہلاتے ہیں ایک اور قوم ہے جو کسی حساب کی بنا پر پیشگوئی کرتی ہے پھر یہ پیشگوئیاں جسکی زیادہ صحیح ہوں وہ منجم کہلاتا ہے۔ پھر اس بڑھ کر ایک اور قوم ہے جس کے دماغوں کی بناوٹ اس قسم کی ہے کہ وہ آئندہ واقعات کے متعلق بعض اوقات صحیح پیشگوئیاں کر سکتے ہیں ان میں سے جو اخلاق فاضلہ اور عقیدہ صحیح رکھتے ہیں وہ دیکھ لیتے ہیں دوسرے بڑے پوپ۔ پھر ایک قوم ہے جو ملائکہ کے نام سے مشہور ہے ان کو بعض حالات کی قبل از وقت اطلاع خدا کی طرف سے دی جاتی ہے۔

پھر ان سے بالاتر ایک اور قوم ہے جو ملائکہ سے میرے خیال میں افضل ہے انہیں رسول یا نبی کہتے ہیں ان کی اگر کوئی پیشگوئی غلط ہو تو اللہ ان کی ترقی کا موجب ہے کیونکہ ایسی بات پیش آنے سے جو وہ غیب الہی میں پوشیدہ ہے گی اور ترقی کے طالب کریگا۔ ہر حال خدا تعالیٰ نے ملائکہ کو اطلاع دی کہ اے جاعل فی الارض خلیفہ۔ میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔

خلیفہ۔ اس کے تین معنی ہیں (۱) قوم کا قائم مقام بخلعت قوماً (۲) جو اپنی جگہ کی قائم مقام چھوڑے بخلعت قوماً (۳) وہ بادشاہ جو نافذ احکم ہو جسے پنجابی میں مینا پر دیا کہتے ہیں۔ آدم علیہ السلام کے متعلق تینوں باتیں صحیح ہو سکتی ہیں ان سے پہلے ہی تو میں ہو سکتی ہیں اور بعد بھی ہو سکتی ہیں اور اللہ نے انہیں طاقت ہی بخشی ایک اور جگہ داؤد کے متعلق یہی لفظ فرمایا۔ انا جعلناک خلیفۃ حضرت عیسیٰ نے یہ اطلاع ملائکہ کو دی ہے اور ہرگز ہرگز بطور مشورہ نہیں بتایا جن لوگوں کا یہ خیال ہے وہ غلطی پر ہیں خدا کسی سے صلاح نہیں پوچھا کرتا اطلاع کا نام مشورہ نہیں ہو سکتا۔ اس پر فرشتوں نے عرض کیا کہ کیا تو مقرر کر دیا اسے خود فساد کرے گا اور خوں ریزی۔

بجلی اگر گرنے والی تھی تو اداں کے روکنے سے رک نہیں سکتی۔ پھر وہ خدا کا شکر کریں کہ ان کے کان تو ہیں اگر کان نہ ہوتے تو بجلی کی آواز کس طرح سنتے اداں کی آنکھیں تو ہیں اگر یہ نہ ہوتیں تو پاک و نڈی کس طرح نظراتی ہر ایک دیکھتی اپنے سے بڑھ کر دیکھی کو اپنے ہی شہر میں دیکھ سکتا ہو پس اسے چاہیے کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر کرے۔ اور مشکلات میں گھبرائے نہیں۔

۲۶ جنوری ۱۹۰۹ء (جمعہ)

یا ایہا الناس اعبدوا دیکم۔

کوئی شخص کسی کے ساتھ بجلی کے برے صفت ہنس کے بولے یا کسی دیکھ کے وقت مدد سے تو آدمی اس کا ممنون ہو جاتا ہے حالانکہ اگر غور کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب احسان واصل اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے اس محسن کو پیدا کیا پھر اس چیز کو جس سے احسان کیا گیا پھر خود اسے جس پر احسان ہوا۔ پس خدا کو بھول جانا انسانیت کے بعید ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اسی لئے اپنے رنگ انعامات و اسانات کا ذکر فرماتا ہے چنانچہ یہاں بھی ارشاد کیا کہ لوگو! تم فرمانبردار بن جاؤ۔ کس کے؟ اپنے پالنہار کے۔ جس نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تمہیں ہی نہیں بلکہ تمہارے بڑوں کو بھی۔ یعنی ہشتاد ہشت کے اس محسن کے احسان تم پر چلتے آتے ہیں۔

لعلکم تتقون۔ فرمانبردار بنو گے تو اس سے کوئی خدا کی خدا کی بڑھ نہ جائے گی بلکہ اس میں ہی تمہارا ہی فائدہ ہے وہ یہ کہ تم ہی دکھوں سے بچو گے۔

میں دیکھتا ہوں آتش انہی کو ہوتی ہے جو نافرمانی کرتے ہیں۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کسی کو نماز پڑھنے سے سوزاک ہو گیا یا زکوٰۃ دینے سے کوڑھ ہو گیا ہو لوگ کہتے ہیں نیکی مشکل ہے یہ غلط ہے نیکی تو سکھوں کی مان ہے

پھر اس نے تمہیں اور تمہارے بڑوں کو ہی نہیں بنایا۔ بلکہ تمہاری زندگی کو سامان بھی دیا ہے۔ رہنے کو زمین حفاظت کو آسمان بادل سے پانی اتار کر طرح طرح کے سیوے بطور رزق دے پس تم ایسے خدا کا کوئی (دم مقابل) نہ ٹھہراؤ اور تم غور کرو تو خود اس نتیجہ پر پہنچ جاؤ اور یہ یقین ہو جائے کہ اللہ کا نڈ واقعی کوئی نہیں۔

اب جب فرمانبردار بننا ہے تو فرمان کی ضرورت ہے۔ وہ فرمان قرآن ہی جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا۔ اگر اس کے کلام الہی ہونے میں تمہیں کچھ شک ہے تو اس کی شل لاؤ یہ آسان فیصلہ ہے۔ کیونکہ جیسے دوسری مخلوقات میں خدا کی بنائی ہوئی چیزیں انسان کی بنائی ہوئی چیزوں سے الگ نظر آتی ہیں اسی طرح یہ کلام اللہ کلام انسانی سے لگا نہیں کھاتا اگر تم نظیر لا لے اور لا بھی نہ سکو گے تو اس آگ سے بچاؤ کہ جو جس کا اندھن منکر لوگ اور پیغمبر ہیں۔ مومن اور نیک عمل والوں نے آرام کی جگہیں میں جن کے تلے نہرین بہتی ہیں جب کبھی اس سے کوئی میوہ دیا جائے گا کہیں گے یہ تو وہی ہے۔ جس کا ہمیں پہلے وعدہ دیا جا چکا تھا اور پھر ایک نہیں بلکہ رنگ رنگ ایک جیسے دوسرے دے

ما ذقنا جاوین گے اور ان کے لئے اس میں جوڑے ہوں گے۔ یہ بیان ہی ان کے لئے تھا تو وہی سی چیز ہے جو اللہ بیان کرتا ہے۔ اور جنت کے نعمات کے مقابل میں ایسی ہی جیسی پیچھے کے سامنے ہاتھی۔ تاہم کسی بات کے سمجھانے کے لئے پھر سی بلکہ اس سے بھی اونٹن مثال دینے سے اللہ نہیں رکت۔ جو ایماندار ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ یہ ان کے رب کے حق

قرآن شریف میں موسیٰ اور خضر کا قصہ ہے۔ خضر نے ایک کشتی کو عیب لگا دیا اور بعد میں اس کی حکمت ظاہر ہوئی۔
پس ہمیں چاہیے خدا کی حکمتوں پر ایمان لائیں اور اس کے حکم میں شیطان اپنے رائے کو ترجیح دی۔ اس نے انکار کیا اگر باہری کی کافر ہو گیا۔

۳۰۔ جنوری ۱۹۰۹ء

بہت سے لوگ خدا کا فضل بیکر غضب کہا لیتے ہیں بعض غضب تو نہیں کھاتے مگر بھول جاتے ہیں۔ خدا کے انکار اور شرک وغیرہ کی سزائیں بعد الموت ہیں۔ مگر شوخی۔ بے حیائی۔ کسی کو دکھ دینا۔ کسی کی تہک کرنا ان سب کے عذاب اسی دنیا میں بھی آتے ہیں جو بعض خدا کے حقوق میں اون کے لئے فرو گذاشت معاف کی جاتی ہے مگر حقوق العباد میں دسترس کرنے کی سزا بہت جلد ملتی ہے۔

بعض آدمیوں کو خدا تعالیٰ حسن دیتا ہے مگر وہ اسی نعمت سے غور توں کو اپنے پر رہا کر اپنے لئے موجب غضب بنا لیتے ہیں۔ دولتمند انسان کے پاس دولت ایک نعمت ہے۔ مگر یہی نعمت خدا کا غضب بن جاتی ہے اگر اسے فضولوں اور عیاشیوں میں صرف کیا جائے یہی حال تندرستی۔ ذہانت۔ فراست۔ موزونیت طبع کا ہے کہ بعض ایسی باتوں میں لگ جاتے ہیں جو حسن و عشق سے وابستہ ہیں

ایک گندی کتاب ہمارے بچپن کے زمانہ میں پڑھائی جاتی تھی جس کا نام بہاروش ہے میں نہیں سمجھتا کہ ایک شاگرد اپنے استاد کے آگے کس طرح اور کس زہر کر سکتا ہے۔ غرض خدا تعالیٰ ذہن و دکان۔ فہم و فراست۔ جاد و جلال حسن و جمال دیتا ہے مگر انسان انعام لیب کر غضب کے نیچے آ جاتا ہے۔

آدم سے انجیل کی تفسیر شروع ہوئی ہو پہلے منعم علیہم کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ وہ تھی ہونے میں۔ غیب پر ایمان لاتے۔ دکان کا شیوہ ہوتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اللہ کے الہامات کو ماننے میں پھر وہ لوگ ملہم بنتے ہیں اور منظر و مفسور ہوتے ہیں۔

پھر مغضوب علیہم کا ذکر فرمایا وہ بے ایمان ہیں نہ اول کے دل زندہ ہیں نہ اول کے کان شہوا نہ انجیل میں بنا۔ ایک اور بد بخت ہیں جن کا ظاہر و باطن یکساں نہیں شریوں کے پاس آکر کہتے ہیں۔ انا معکم موسیٰ کے پاس کہتے ہیں۔ آنا پھر منعم علیہم کا ذکر کیا ہے پھر مغضوب علیہم کا۔ جو قرآن شریف کا مقابلہ کرتے ہیں اور بتایا ہے کہ اس کے خدا کے فرمان ماننے سے حال ہوتے ہیں اور دکان فراموش کیے صلی یہ کثیرا سے ضالوں کا ذکر کیا ہے وہ کون ہوتے ہیں جو بعد عی کرتے ہیں اور ان سے میل و جل رکھتے ہیں جن سے اللہ نے قطع کا حکم دیا کہ یہاں تک علمی رنگ میں منعم علیہم۔ مغضوب علیہم اور ضالوں کا ذکر کیا ہو۔

اب جو کوئی اس وقت پڑھتا ہوں اس میں نام لیب کر ایک منعم علیہم کا ذکر ہو یعنی آدم اور ایک مغضوب علیہم یعنی شیطان کا اور بھول میں پڑنے والے گروہ ملائکہ کا۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ان معنوں پر بعض لوگوں کو اعتراض ہو کہ خدا کے سامنے ملائکہ نے اعتراض کیا اس لئے اس سے بچنے کے لئے بعض نے یہ معنی کئے ہیں کیا آپ بھلا ایسا بنائے گئے ہیں۔ جو فساد و خونریزی کرے گویا استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہیں ہو سکتا پھر یہ بھی خیال کر لینا چاہیے کہ فرشتے جو عرض کرتے ہیں۔ وہ خود اس اعتراض کے نیچے ہیں وہ یہ بات کہہ کر آدم کو مفسد ٹھہراتے اور اس کو مردا تے ہیں اور ان انبیاء و اولیاء کے ظہور کے مانع ہیں جنہوں نے اپنے کمالات سے مخلوق کو فائدہ پہنچایا اور خلائی جلال کو ظاہر کیا اس طرح وہ خونریزی کے مرکب ہوتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں بہر حال مجھے تو وہی پہلے معنی پسند ہیں کیونکہ اس سے مجھے بہت فائدہ پہنچا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مجھے ایک خاص آدمی کے بارے میں پوچھا کہ آپ اسے کیسا سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا نیک ہے۔ بزرگ ہے اس کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا کہ وہ تو میرا صاحب کا مخالف ہے۔ میں نے کہا پھر کیا ہوا۔ آدم کی خلافت پر اس کے خلاف کہنے والے تو ملائکہ کہلاتے ہیں اور میں نے اسے ملک بھی نہیں کہا تھن فستہ جہد۔ و قدس سالت۔ اس پچھلی بات کا فرشتے ازالہ کرتے ہیں کہ ہم تجھے کل عیوب پاک سمجھتے ہیں اور تیری ذات اس سے اعلیٰ و ارفع ہے اور اقدس ہے کہ کوئی ایسا فعل کرے جس کا نتیجہ اچھا نہ ہو یہ قول کہ فرشتوں نے گویا اپنے تئیں منصب خلافت کے قابل سمجھا۔ میں نے کہیں نہیں دیکھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں تم سے اعلم ہوں اور اب اس اعلم ہونیکا ثبوت دیتا ہے کہ علم آدم الاسماء کلاھا۔

الاسماء۔ کچھ نام سکھا دئے وہ نام کیا تھے اس پر لوگوں نے بحث کی ہے صوفی تو کہتے ہیں۔ اللہ نے اپنے نام سکھائے فلاسفہ کہتے ہیں چیزوں کے نام اور خواص یہ سب باتیں قیاسی طور پر کہی جاتی ہیں کسی وحی سے ثابت نہیں پس میں اتنا کہوں گا کہ اللہ نے کچھ باتیں سکھائیں اور ان کو اللہ خوب جانتا ہے پھر فرشتوں سے کہا کہ کیا تم بتا سکتے ہو۔ اس پر ایک عیسائی نے اعتراض کیا کہ اللہ نے ملائکہ سے ناقصافی کی۔ کہ ان کو نہ بتایا اور آدم کو بتایا۔ حالانکہ وہ نادان نہیں جانتا۔ کہ ثابت بھی ہی کرنا تھا۔ کہ جسے علم دون وہ عالم ہے اور جسے میں نہ دون وہ جاہل ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ کلکم ضال الامت ہدیۃ کلکم عدا الامن کیتہ۔ پہلے وہ جاہل تھے اور دونوں تعلیم کے محتاج۔ آدم کو پڑھ دیا اسے آگیا۔ ملائکہ کو نہ پڑھ دیا اسے نہ آیا چنانچہ فرشتوں نے خود اقرار کیا۔ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا۔ پھر فرمایا۔ اعلم غیب السموات والارض۔ خدا تعالیٰ زمین و آسمان کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے وہ علیم حکیم ہے۔ ایک بچہ دزدی کو دیکھے کہ اس نے تمام تھان کے ٹکڑے کر ڈئے تو وہ گھبرا اٹھتا ہے کیونکہ نہیں جانتا کہ یہ ٹکڑے ایک اعلیٰ بلبوس بننے والے ہیں اسی طرح اللہ کے مصالح اکثر نادانوں سے مخفی ہوتے ہیں وہ ظاہری۔ صورت دیکھ کر چلا اٹھتے ہیں۔

گستاخان میں ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ منکر ہو گیا اور ایک دن بیگا میں لوگوں کو پکڑ رہے تھے اسے چھوڑ گئے تو وہ خدا کا شکر بجالایا۔

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمایے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

سورہ البقرہ

رکوع چھارم

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

اللہ جو حکم دیتا ہے اس کے ساتھ کچھ نواہی بھی ہوتے ہیں۔ یہاں اسکن۔ کلا
سہارا خدا تو احکام میں اور لائق رہا ہے

ہذا لا الشجاء۔ ایک درخت کے منہ کی جڑوں کے لئے مضر تھا۔ بے جا تکلیف اٹھائی
ان لوگوں نے جنہوں نے اس درخت کا ٹکڑا ہونڈا ہے میرا اپنے ذوق کے مطابق یہ
اعتقاد ہے کہ ہر شخص کو کچھ حکم دیا جاتا ہے تو سنا نہی کچھ ممانعت بھی کی جاتی ہے۔
کھانا اور شراب کے ساتھ دلا شفا خواہ فرمایا ہے ایسا ہی آدم کو کسی بات کے جو اس
کے مضر تھی روکا۔

فتکونا من الظالمین۔ ایسا کرو گے تو اپنی جائز چیز کو بھڑکے آدم خدا کا
مصلطف اور محبتی تھا اور قرآن مجید میں آیا ہے تم اور شنا الکتاب الذی اصطفینا
من عبادنا فمنہم ظالم لنفسہ جس سے معلوم ہوتا کہ برگزیدہ لوگ بھی ظالم ہیں
مگر وہ ظالم نہیں جن کے ظلم کا نتیجہ برے ہے۔ بلکہ وہ نفس پر رضاء الہی کے لئے ظلم کرتے ہیں۔
فازلہما الشیطان۔ شیطان کو بھی ایک موقع معلوم ہوا اور اس نے پہلانا
چاہا۔

عنہا۔ اس درخت سے۔ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ نسی فلم جحدہ عنہما۔
کچھ مدت کے بعد آدم حکم الہی کو بھول گئے اور یہی انسان کے لئے موجب تعجب نہیں ہو
سکتا۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آدمی نماز کے لئے بڑے اہتمام کے ساتھ گھر سے آتا ہے
وضو کرتا ہے پھر پہلی رکعت دوسری سے بالکل مختلف ہے پھر بھی بھول جاتا ہے قرآن مجید
کی آیات کا بھی یہی حال ہے بعض وقت معمولی آیت قرات کے وقت بھول جاتی ہے
روزہ رکھا جاتا ہے مگر بھول کر پانی پی لیتے ہیں۔ یہ عجائبات قدرت ہیں۔

اخر جہما۔ اللہ نے نکال دیا اس حالت سے جس میں وہ تھے پھر خدا تعالیٰ نے فرمایا
کہ جب بعض تمہارے دشمن ہیں تو تم چوکس رہو۔

۱۔ اہبطوا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ سزا نہیں۔ آدم نے خدا سے کچھ باتیں سکھیں
جیسے حضرت ابراہیم نے ۱۱۱ بتی دیہ بکلمات خاتمت۔ یعنی کچھ احکام دئے
جن کو ابراہیم نے پورا کیا تو امام بنایا گیا۔ اسی طرح خدا نے حضرت آدم کو درجات عطا
فرمائے۔

لھو التواب الرحیم۔ کئے قلنا اہبطوا فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ

سزاگر نہیں یہ قرآن شریف سیاق کے بالکل خلاف ہے۔

خامایا ینتکم منی ہدی۔ ہمارا ہدایت نامہ جب آئے تو قاعدہ یا د رکھو
جو تابع ہوگا اس پر کوئی خوف و حزن نہیں۔ ہر زمانے میں ایک تغیر آتا ہے اس
تغیر میں ایک قوم خوف و حزن میں ہوتی ہے۔

رسول کریم جب مسوت ہو کر ملک میں آئے تو لا الہ الا اللہ کا وعظ کیا۔

اس وقت دو مذہب تھے ایک موحد و سریت پرست۔ ان میں سے جو جمع تھے

حضرت بنی کریم کے وہ کامیاب ہوئے اور سارے عرب کو ساتھ ملا دیا۔ مگر

کا قریبی خوف و حزن میں رہے عبد اللہ بن ابی اور ابو جہل کو توڑا لیکن نہ تھا

اور پھر کفار کتنا حزن ہوا سو گناہ کے دونوں کے بیٹے مسلمان ہو گئے۔

غرض جو فرمانبرداری اختیار کرتے ہیں وہ سکھ پاتے ہیں اور جو مقابلہ کرتے

ہیں وہ اصحاب النار ہیں کتب ہو جاتے ہیں۔ ایک اعتراض کیا جاتا ہے

کہ مومن کو بھی خوف و حزن ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مومن کے لئے

یہ وعدہ ہے ولیدلنہم من بعد خرفہم امنا۔ غرض یہ خوف و حزن

ایک ذریعہ کے لئے کامیابی کا موجب ہوتا ہے۔ تو دوسرے کے لئے ناکامی کا

۳۰۔ جنوری ۱۹۰۹ء (کرم) جینم

سارا قرآن شریف حقیقت میں اللہ کی تفسیر ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف

میں تین گروہوں کا اور اپنی صفات میں سے چار صفات کا ذکر کیا ہے ایک گروہ

کا نام نعم علیہم ہے۔ بہت سے لوگ نعم علیہم کو بھی مغضوب بن جاتے ہیں۔

مغضوب علیہ وہ ہوتا ہے جو علم پر عمل نہ کرے اور کسی سے بے جا عداوت

رکھے احادیث میں یہود بتائے گئے ہیں ان میں بھی باتیں کربے جا عداوت رکھتے

ہیں اور جو نعمت علیہم ہو کر علم نہیں رکھتے اور کسی سے بے جا محبت رکھتے ہیں

وہ ضالین ہیں۔ احادیث میں ان کا نام عیسائی آیا ہے یہاں یعقوب کا نام چھوڑ دیا

ہے اسرائیل کو یونانی زبان میں اس بجائے ش بولتے ہیں۔ اشر کے معنی سپاہی

ہے اور خدا تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کا یہ نام رکھا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا ہاؤر سپاہی

ہے۔ ان باپ کے تو یعقوب نام رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسرائیل نام رکھا ہاؤر سپاہی

بتایا کہ تم کن اسلاف کی اولاد ہو۔

الغامات کو یاد کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ ہمارے احکامات کی بجا آوری

میں سستی نہ کرو ہمارے احکامات کی بجا آوری کا یہ نتیجہ ہوگا کہ جو نتائج پہلوں کو عطا

ہوئے ہیں وہ تم کو بھی عطا ہو جائیں گے۔ بعض اوقات انسان کو ایک اللہ شکل

پیش آ جاتی ہے وہ یہ کہ بعض آدمی غیب ہوتے ہیں اور ان کو فکر ہوتا ہے۔ کہ ہم کی

بڑے آدمی کی مخالفت کریں تو ہم کو نقصان پہنچے گا۔

نعمتی الی انعمت علیکم۔ سب سے بڑی نعمت تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک تھا اور ہم سب کو۔ میرے وعدوں کے پابند ہو جاؤ جو میں نے ان پر نجات عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے وہ میں دے دوں گا۔

چونکہ کسی شرعی حکم پر عمل کرنے میں بعض آدمیوں کو مشکلات ہوتی ہیں اور بڑے آدمیوں کا خوف ہوتا ہے کہ شاید وہ تکلیف دین اس لئے فرماتا ہے۔ ایسا ہی فارہون در صورت بھی رکھو۔

انسان حق بات کا اظہار بوجہ علیٰ ضعف یا ضعف جہ و جلال یا ضعف علم و ہمت نہیں کر سکتا مثلاً ایک آدمی غریب ہے اپنا جتنا نہیں پس وہ دوسروں کا محتاج ہے فرماتا ہے کہ تم اظہار حق میں کسی کی پرواہ نہ کرو۔ تم میرے وفادار بنو اور میرا در رکھو میں تمہاری مدد کروں گا۔ یہ ضعف کے لئے ہے۔

مصدق قالماعکم۔ مصداقاً بعض عیسائیوں نے اعتراف کیا ہے کہ مسلمان کیوں انجیل پر عمل نہیں کرتے اس کا جواب یہ کہ ہم مصدق ہوئے کو تیار ہیں بشرطیکہ انجیل جو عیسائی پر نازل ہوئی اگر وہ انجیل ہو تو ہم اس کے مصدق ہیں۔

پھر کئی چند مصدق اس چیز کے لئے ہو سکتی ہے جو تصدیق کی محتاج ہو مثلاً بیت منابو یا کہ تو یہ محتاج تصدیق نہیں۔ تصدیق کی محتاج پیغمبر یا نبی ہوتی ہیں اسلام کی وجہ سے جو تغیرات کے بلا و اور مذہب میں ہوا۔ عیسائیوں سے ہمارا سوال ہے کہ آیا اس کے متعلق کوئی پیغمبر بھی تمہاری کتابوں میں ہے یا نہیں اگر ہے تو وہ پوری ہو چکی۔

تصدیق کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ سچ کہنے والا۔ چھوٹ کو بڑا کہنے والا۔ کو مصدق نہیں کہتے پس جو ان کتابوں میں سچ ہے اس کو اپنی تعلیم میں لیکر سچ ثابت کر دیا اور جو جھوٹ ہے اس کی تکذ کر دی۔ مثلاً یہ وہ کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے اور یہی کہتے ہیں کہ خدا تین ہیں پس فرمایا۔

لقد کفوا الذین قالوا ان الله ثالث ثلاث۔

حالانکہ اول کا قدر باہر ہے۔ یعنی تم پر ہے ہوئے کافر ہو گئے تو اول درجہ کے کافر کہلاؤ گے گو شرک پہلے کافر ہوئے تھے مگر وہ جاہل تھے اس لئے پڑے ہوئے سے کہا کہ تم اول درجہ کے کافر ہو گے کیونکہ تم کو منہاج نبوت کا علم ہے اور پہلے کافر بنے۔ ثنائاً قلیل کے یہ معنی ہیں کہ قرآن کی قیمت تھوڑی نہیں مگر چاہئے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹے سکے بنا کے اپنی بڑائی یا دنیا جانا بہت ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ قلام متاع الدنیا۔ قلیل۔ جس سے ثنائاً قلیل کے معنی کہیں سکتے ہیں۔

فانقذون۔ میرا تقویٰ اختیار کرو۔

انتم تعلمون۔ جب کہ تم پر حق واضح ہو چکا ہو۔ یہ سب علماء و خطباء ہیں۔ کیونکہ ایسے لوگ علماء میں بہت ہیں۔

مثلاً ایک امیر شیعہ نے ایک عالم سے پوچھا کہ کربلا جانا بہتر ہے یا مکہ جانا اس نے جواب دیا کہ مکہ کیلئے تو زوارہ اور امن کی شرط ہے اور کربلا کے واسطے یہ شرط نہیں وہ کربلا کی اتنی عظمت اور اس کی طرف اپنی جان جو کہوں میں ڈال کر جانا بہتر

کر جان اللہ پر سنا چلا گیا۔ بعد میں کسی دوست نے پوچھا کہ میں حضرت یہ کیا فرمایا۔ کہنے لگے کہ اس نے دہوکا کھایا میرا مطلب یہ تھا کہ کربلا جانا ثابت ہی نہیں دیکھو اگر اسے حق کہنا منظور ہوتا تو ایسے مستحب لفظ نہ بولتا۔ پھر فرمایا کہ نمازین سنو اسنو اگر پڑھو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ میں نے بہت کم عاملوں کو زکوٰۃ دیتے دیکھا ہے ان میں زکوٰۃ کا رواج کم ہے اگر کھو افراہزداروں کے ساتھ ہو جاؤ۔

انما مردون الناس۔ ایسے بہنو کہ لوگوں کو تو قہری کا حکم کر داور اپنے تئیں ترک کر دو۔ متسوس کے معنی ترک کرنے کے ہیں۔ قرآن شریف میں ایک جگہ آیا ہے سنو اللہ فنیس ختم افلا تعقلون۔ تم کیوں نہیں کہتے عقل ایک صفت ہے جس سے انسان اپنے تئیں بدیوں سے روک سکتا ہے۔

یہ دو گروہ ہوئے۔ ضعیف اور عمار۔ اب تیسرے گروہ کا ذکر آتا ہے یہ امراء کا گروہ ہے ہمارے ملک میں ان لوگوں کے لئے تو کوئی شریعت ہی نہیں۔ اور نہ کوئی داعی ہے ہر قسم کی بدی ان کے لئے مباح ہے ان کی مجلسوں والے نے خوشامدی میں ایک امیر نے بیگن کی تعریف کی حاضرین مجلس نے ہی ان میں ان ملائی۔ دوسروں اس نے بیگن کی مذمت کی۔ تو وہ ہی مذمت کرنے لگا۔ ایک دوست نے کہا کہ یہ کیا؟ کہنے لگا۔ میں تو میرا نوکر بن۔ بیگن کا نوکر نہیں۔

پس امراء کو خصوصیت سے حکم دیتا ہے کہ روزے رکھو۔ نماز پڑھو یہ طریق مشکل ہے۔ مگر خشوع اختیار کرنے والوں کو نہیں۔

اعضا کی ضمیر مونث ہے جو صبر و صلوٰۃ کی طرف پھرتی ہے۔ عربوں میں قاعدہ ہے کہ مذکر مونث ل جاوین تو مذکر کہ ترجیح دیتے ہیں لیکن اگر علیہ مونث و مذکر ضمیر عیناً ہو تو مونث ہوگا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا۔ والذین یکنزون الذھب۔ والفضۃ لا ینفقونہا۔ آ ضمیر فخر کے مخاطب سے مونث آیا ہے حالانکہ اشارہ دونوں کی طرف ہے یہ انگریزوں میں ہی رواج ہے کہ ہاتھ ملائے خطاب کرنے میں عورتوں کو مقدم کرتے ہیں مغرب کے شعراء کا بھی یہی مسلک ہے۔ وما ذکر الرحمن یوماً دیدتہ ملکنا فیہا تمکین الذین یظنون۔ یقین کرتے ہیں۔

۳۰ فروری ۱۹۰۹ء کو ص ۶

یا جنی اس میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ مخاطب کرتا ہے ایک قوم کو اور فرماتا ہے کہ تم یہاں رہاؤ یہی کی آباد ہو اور یہاں رہو۔

میں کہتا ہوں تمہیں یہی مخاطب کر کے ہی کہتا ہے تم اپنے بزرگوں کو دیکھو کہ کس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اسلام کی اشاعت میں اپنی جان تک بڑا دی۔ صحابہ ایسے بہادر تھے کہ ایک دفعہ نبی کریم نے ان سے کہا دریا کے کنارے پر جاؤ کچھ کام ہے میں سو آدمی روانہ ہوئے اور میں حیران ہوں کہ یہ نہیں پوچھا کہ ہماری رسد کا کیا انتظام ہوگا۔ کچھ پوچھ کر واپس آئے۔ گئے جو رہتے ہی میں ختم ہو گئیں۔ جب کچھ پاس نہ رہا تو کیکر کے تپے پہانک کر گذرہ کرتے رہے۔ پھر ایک ویل چلی گئی جس پر تین سو آدمیوں نے سترہ روز تک گزارہ کیا۔ دیکھو متابع کی کیا محنت تھی جان لوگوں میں تھی اب میں دیکھتا ہوں کہ کسی کو مالی نقصان ہی پہنچ جائے یا عزت میں فرق آ جاوے یا کسی کے خیال کے خلاف ہی کوئی حکم

شرعی ہو تو اسے گران گزرتا ہے۔

فضلتکم علی العالمین | احمدی قوم پھر قادیان کے رہنے والے خصوصیت سے اس پر
لا تجزی نفس عن نفس | غور کریں۔ ایک وقت ایسا آجائے کہ کوئی جی کی
جی کے کام نہیں ہو سکتا۔ والدہ کو کتنی محبت ہوتی ہے
مگر فرما چکے کہ پٹ میں درد ٹٹھے وہ اس درد کو بانٹ ہی نہیں سکتی۔ سب سے زیادہ محبت
کرنے والے تو سر پر تھے ان پیروں میں سے سب سے بزرگ حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جنھوں نے ہمیں ہر گھنٹہ کی جانچ ناک سکھائی پھر ہم نے اپنے
امام کو دیکھا۔ میں بیمار ہوتا تو وہ میرے لئے قربانیاں کرتے اور بار بار مکان کی تبدیلی کراتے
اور دم دم خبر منگواتے ایسا درویشی میں ہو سکتا ہے۔ پھر بھی جب وہ فوت ہوئے تو
ہم نے کیا کیا بعض وقت سفارش بھی کام دے جاتی ہے مگر ایک وقت سفارش ہی
نہیں مانی جاتی۔ سو اخذہ الہی کفہ ایسا آتا ہے کہ

ولا یقبل منها شفاعة | یہاں شفاعت کی مطلق نفی نہیں ہے۔ کیونکہ
الآبادۃ کا استغفار دوسرے مقام پر موجود ہے۔ ولا یشفعون الا لمن ارتضى وقآن
میں آچکا ہے۔ دیکھو یہودیوں پر ایک وقت آیا کہ لست اخضعتم لیخضعن معکم ولا نعیم فیکم
احمد اید اذین قولتم لننصرکم کفعلے ہی کچھ ہی لکھنا آئے۔

یستغفرون | عذر مانگنے کو زندہ رکھتے دوسرے معنی میرے نزدیک یہ ہیں کہ اگر
حیات کو سلب کر دیتے

فرحنا بکم | دریا کو تھما رہے لئے الگ کر دیا کس طرح کیا۔ دوسری آیت میں فرمایا ہے
فاجزب الیم طریقی الجحیم | ایک راستہ اس دریا میں خشک نکال دیا ہے۔
انتم تنظرون | ایک فضل تو یہ تھا کہ دشمن کو ہلاک کر دیا اب دوسرا فضل یہ تھا
کہ دشمن کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک کیا۔

وانتم ظالمون | اور تم مشرک ہو گئے ان انشاء لظلم عظیم
لشکرت | ناقص قدر کرو

الفرقان | وہ مروج سے دشمن اور موسیٰ کے درمیان فیصلہ ہوا وہ بھی کہ
فرعون غرق ہو گیا اور بنی اسرائیل نجات پا گئے۔ اور سورہ ... ملکوں کے وارث ہوئی

۴۔ فروری ۱۹۰۹ء

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک زمانہ میں طور پر تشریف لے گئے ایک شیر آدمی نے چھڑا لیا
اور ادن لوگوں سے کہا کہ یہی موسیٰ کا معبود تھا وہ بھول کر پھاڑ پھڑا گیا تم لوگ غالباً
تعجب کرو کہ ایک قوم چھڑے کو کوئی نہ خدا ٹھہرا سکتی ہے۔ سو میں نہیں سنا تاہوں کہ
دیکھو آجکل ہندو کیسے ذہین اور چالاک ہیں۔ پھر بھی چھڑوں کو معبود سمجھتے ہیں۔ پھر
میں تو پھر ایک آواز تھی۔ پھر میں یہ بات ہی نہیں۔ پھر پھر وہی پر ہی اکتفا نہیں۔ بلکہ
جمناجی گنگا جی اور اس قسم کی کئی ندیوں کی پرستش کیسے ہیں۔ خیر یہ تو ہندو ہیں۔
مسلمانوں کا حال بھی اچھا نہیں۔ لاہور دار السلطنت ہے اس کی نسبت دار الشکوہ
لکھتے ہیں کہ یہاں میں ہزار حفاظ قرآن شریف موجود ہیں۔ باوجود اس کے پھر علم قرآن

ایسا مفقود ہے کہ وہ ان بھی گھوڑے شاہ کی خالقہ ہے۔ پھر اس قسم کی ہزاروں
قرین ہیں۔ جن پر ٹلیان یا رستے چڑھتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے صرف یہ کہ کوئی قوم
خواہ کس خدا بھی ہو جب بروں سے اس کا تعلق ہو تو ان کی رسم و عادت انکوں میں
بھی رونج پذیر ہو جاتی ہے دیکھو مسلمان جانتے ہیں صبر بھی اچھی چیز ہے اور یہ بھی جانتے
ہیں کہ بے صبری کا نتیجہ کچھ بھی نہیں۔ اور پھر یہ بھی جانتے ہیں کہ چرخ کرنا جائز نہیں۔
باوجود اس کے شیعہ کو دیکھ کر کتنی بھی محرم میں روٹے پیٹتے ہیں اور تفرقے بناتی ہیں
میں نے تعزیر بنانے والوں کو پوچھا ہے کہ یہ واقعی امام حسین کی قبر ہے۔ تو وہ کہتے
ہیں نہیں۔ پھر جب یہ بتایا گیا کہ جو دن امام حسین کے قبرستان کا ہے اس دن تم
اس قبر کو توڑتے ہو۔ تو وہ بہت نادب ہوئے۔ فرض انسان کی غیرت اللہ جانی ہے
اور وہ بدی کو نیکی سمجھنے لگ جاتا ہے یہاں ہی اسرائیل نے بھی ایسا ہی کیا کہ فرعون کو
میں رہتے رہتے وہ اپنے خدا کو بدل گئے اور گائے کی عظمت ان کے دلوں میں
گھر گئی اور وہ اس کی پوجا کرنے لگ گئے۔ تو خدا نے فرمایا۔ ادبوا الی بادکم
تم اپنے گھر سے والی کی پرستاری کرو۔

فاقتلوا النفسکم | اس کے معنی میرے نزدیک یہ ہیں کہ اس جرم کے جو
سرفتن میں ان کو قتل کرو۔ جو عام ہے ان کو خدا نے معاف فرمایا مگر اس کے
فرمایا۔ خاب علیکم۔

جھڑکا۔ خدا کو کھلا دیکھ لیں۔ یا یہ بات کھل کر کہہ دی۔
موتکم غشی الذلیلۃ

طلانا علیکم انعام | منصبوں کے وقت باولوں کا سایہ بھیجا۔
مت۔ جو رزق بلا محنت کسی انسان کو ملے۔ الکلمات المت المن۔ لڑکے جو
روٹی کھا تے ہیں میرے خیال میں وہ بھی مت۔ ہے کیونکہ ان کو وہ معاش سکھائے
کچھ پریشانی نہیں اٹھانی پڑتی۔

سلوعل۔ عربی زبان میں شہد کو ہی کہتے ہیں جو جنگوں میں با قیاطی جاتا تھا
اور چوڑے چوڑے پرندوں کو ہی کہتے ہیں
ظلمونا۔ ہمارا نقصان نہیں کیا۔

۲۵۔ خلوا الباب مجدداً۔ کسی بستی میں جاؤ تو دیکھا کہ لوگ فرما رہے ہیں کہ
ہمیں گئے اور خلل اس کے مرکب میں ہوں گے۔

حطۃ۔ توبہ کہنے سے ہم تمہارے گناہ بخش دیں گے اور سجدہ آکا جزیہ الحسنین
سے ظاہر ہے۔

۶۔ فروری ۱۹۰۹ء (کرو)

۱۱۔ استسقی موسیٰ لقومہ۔ دنیا میں تھپڑ پڑتے ہیں ان کے معاذ کے
لئے دوا میں ہیں ایک توبہ کہ دربارن ملک کے مل کر سوچا کہ اب کیا تدبیر کریں اور پھر جو
مجموعی طور سے رائے قائم ہو۔ اس پر عمل کیا۔ چنانچہ اس زمانے میں بیل گاڑی
کو تھپکا علاج سمجھا گیا تاکہ جس جگہ پیداوار ہو وہاں سے اس جگہ فوراً پھینک دیا جائے
جہاں پیداوار نہیں ہوئی۔ پھر گرانی دارسانی کی اطلاع جہاں ہم پہنچا اس کے لئے

تاریخ کی گئی۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ جنگوں کو آباد کر دیا تاکہ لوگوں کے لئے کافی غذا ہم پہنچ سکے۔

ایک دنیا دار تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔ مگر انبیاء کی راہ ان راہوں سے علیحدہ ہے وہ ہر مصیبت کا علاج اللہ کے حکم کی ماتحت کرتے ہیں۔ دیکھو بعض صحابہ کرام کو جب کفار سے شکایت پہنچیں تو وہ اور ملکوں کو ہجرت کر کے چلے گئے مگر نبی کریم خود نہیں گئے بلکہ ایک دن حضرت ابوبکرؓ کے گھر گئے اور فرمایا کہ ہم اور آپ اکٹھے چلین گے میں امید کرتا ہوں کہ خدا مجھے بھی ہجرت کا حکم دے اور دن کے الگ اپنے ارادوں کے بغیر کیا۔ مگر نبی کریمؐ حکم الہی کے منتظر رہے اسی طرح آپ کے زمانہ میں فوجا ہوا۔ آپ اور بھی تیار کر سکتے تھے۔ مگر انبیاء کا طریق دعا ہے اسی پر عمل کیا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو بھی جب ایسی مصیبت پیش آئی تو انہوں نے پانی مانگا تو قوم کے لئے کس سے؟ چونکہ بات یہی ہو کہ ایک نبی اس ہی سے مانگتا ہے اس لئے اللہ کا ذکر نہیں کیا۔ اس پر ہم نے ابہام کیا۔

اضرب بعضنا الحجی۔ اس کے معنی میں۔ سبھی سے صحیح ہوں گے ایک تیر کہ اس پہاڑ پر ہم اپنا حصہ مارو اور بارہ چشمے پھوٹ گئے اور یہ امر ممکن ہے کیونکہ زمین کا اند پانی چلتا ہے اور جہاں اللہ کی مرضی ہو چھوٹ نکلتا ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو کشف صحیح عطا کر دیا۔ آپ کو جب اعلام الہی سے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی پانی قریب ہی جاتا ہے تو بڑھا مارا اور اس سے چشمہ پھوٹ نکلا۔ میرے خیال قلیبی کا اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ مگر ایک اور معنی بھی ہے کہ پند میں وہ یہ کہ بے جا اپنی جماعت کو پہاڑ پر۔

عصا کے معنی عربی زبان میں جماعت الاسلام یعنی فرمانبردار جماعت کے ہیں۔ لاشی کو بھی اس لئے عصا کہتے ہیں۔ کہ اس پر انگلیوں کی جماعت اکٹھی ہوتی ہے۔ لانتشا۔ جب گھر سے باہر نکلتے اور پیٹ بھر جائے۔ تو بعض لوگ فہم برداری کی قدر نہیں کرتے۔ اور ان کے دماغ میں باغیانہ خیالات اٹھتے ہیں۔ پس وہ امن میں خلل ڈالتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ نے تمہیں بے محنت رزق دیا تو بجاؤ شکر فساد نہ کرو۔ عشی۔ سخت فساد کو کہتے ہیں۔ لانتشا۔ بہت شرارت نہ کرو۔ لمن نصبر علی طعام واحد۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے پانی کی انتظام نہیں کیا بلکہ تمہیں اپنی جناب سے طیب کھانا بھی دیا۔ طعام واحد۔ ایک ہی طرز پر یعنی جنگل سے یا یہ کہ سب جو انہیں ملتی تھی وہ ہمیشہ ہی ملتی رہی۔ سلویٰ کی نسبت تورات میں لکھا ہے کہ چنڈہ فرمائی۔

بقلمنا۔ ترکاریاں زمین کی۔

قتناھا۔ لکڑیاں زمین کی۔

خوم۔ اس کو کہتے ہیں اور گھوٹ کو بھی۔

میری سمجھ میں انہوں نے ان چیزوں کا ذکر کر کے زمیندارہ چاہا۔ بالذی

بے اس کے

خنیو۔ یہ نیزہ کی پٹی۔ سنا ہے ان معنوں پر یقین ہے کہ وہ خیر ذہن کی غلامی اور ماتحتی سے چھڑ کر جہاں ان کی صحت و قوی جسمانی میں فحشا گیا۔ آزادی اور جنگ اور پہاڑوں کی رہائش اور بے محنت رزق کی جستجو تھی۔ خدا کا مقصود یہ تھا کہ ان

میں حریت کی روح بھر جائے اور پھر یہ فاتح بنیں مگر انہوں نے اس انجام الہی کی قدر نہ کی اور کہا کہ زمیندارہ کریں گے۔

بعض حدیثوں سے ثابت ہے کہ اپنے ایک گھر میں زمیندارہ کے آلات دیکھے۔ تو فرمایا دلت کے سامان میں۔ اس ارشاد نبوی سے یورپ کی قوموں نے نفع اٹھایا۔ دیکھو کہ جنگوں کو آباد کر دیا ہے مگر وہ زمین میں دیتے ہیں انگریزوں کو عموماً نہیں دلاتے یہ اس لئے کہ انہوں نے دیکھ لیا۔ مسلمانوں کی چار قومیں سید۔ مغل۔ پٹھان۔ ترک فاتح ہو کر آئیں لیکن اگر زمیندارہ شروع کر دیا تو آخر کار مکرور ہو گئیں کیونکہ وہی زمین جو کسی مورث اعلیٰ کے پاس ہزار بیگمہ تھی۔ اولاد میں تقسیم ہوتے ہوتے ہر ایک کے پاس چار چار بیگمہ رہ گئی۔ جس سے قوت لایموت بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

خیر۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ اچھا جو کچھ تم نے چاہا وہ ہم نے دیا جاؤ کوئی گناہ آباد کرو مگر ان سے یہ معاہدہ کر لیا کہ شام کے قح ہوئے تک دوسری قوم کے ساتھ نہ جنگ نہ بات۔ لگادی گئی۔

خلت۔ دن بدن کم ہوتے گئے۔ دلت کے معنی کسی کے ہیں مسکتے۔ بے دست و پا ہو گئے زمیندارہ چھوڑ کے کہیں نہ جاسکتے تھے۔ پھر یہ غضب زمیندارہ سے نازل نہیں ہوا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ آیات اللہ کا کفر کرتے۔ انبیاء کے قتل کی تدبیریں سوچتے رہتے۔ یہ جرات کیوں ہوئی پہلے چوٹی چوٹی نافرمانیاں کرتے تھے بن و جرات بڑھتے بڑھتے یہاں تک نہت ہو گئی۔ اس بات کا تاثر میں نے آگ سے دیکھا جو کہ پہلے ایک دیاسلائی ہوتی ہے جسکی تلی کے ایک کنارہ پر آگ جھتی ہوتی ہے۔ مگر فو گھسنے سے وہ بھڑک اٹھتی ہے اور پھر بڑھتے بڑھتے وہ مکانوں اور شہروں کو جلا سکتی ہے اسی طرح گناہ پہلے ہتھوڑا سا ہوتا ہے پھر بڑھتے بڑھتے فسق و فجور تک نہت ہو گئی ہے۔ پھر اس سے کفر تک یہاں تک کہ دوزخ کی آگ اس کا انجام ہے۔ تم اپنے تین پہلے ہی سے بجاؤ تاہلاکت میں نہ پڑو۔ بنی اسرائیل کی مثال سے عبرت پکڑو۔

۸۔ فروری ۱۹۰۹ء (کرم)

ولا خوف علیہم ولا ہم یخزنون۔ چون کہ اس وقت ایک مذہبی جنگ شروع تھی اس واسطے تمام قومیں خوف کی حالت میں تھیں۔ کہ خدا اجل سے پہلا مذہب اور ہماری عزت باقی رہتی ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مومن میں ان کا نشان ہے کہ ان کے لئے کوئی ڈر نہیں اور ان میں حزن باقی رہے گا۔

میشاق۔ پکا وعدہ۔

دفعنا۔ اونچا کر کہا ہم نے تم پر طور کو۔

نبی اسرائیل میں سے کچھ لوگ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ اس شوق میں گئے کہ ہم بھی مکالمات آئینہ سنیں۔ حضرت موسیٰؑ نے انہیں ہدایت کی کہ میں پہاڑ پر جانا ہوں تم یہاں پہاڑ کے نیچے انتظار کرو جب جناب الہی سے ارشاد ہو گا تمہیں اس دعا کے مقام پر بلاؤں گا چلن کہ انہیں پہاڑ کے نیچے رہنے کی سخت تاکید کی۔ اس سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تم پر پہاڑ کو اونچا کر کہا۔ (پھر اس میں زلزلہ آیا جس سے وہ سمجھ کر وہ ہم پر گریز والا رہا) (باقی آئندہ)

کوئی واقعہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو بہتر جانتا ہے کہ کیا بات ہے۔ ہاں یہ معنی کہ ایک شخص قتل ہو گیا۔ اور لوگوں نے کہا کہ گائے فوج کرو اور اس کے ٹکڑے کو مقتول کے جسم سے لگاؤ تو وہ زندہ ہو جائیگا۔ یہ بھی غلط فہمی تھی اور ایسا کہتا بڑی دیر ہی ہے ان معانی کو نہ صحابہ نے بیان کیا نہ ائمہ تابعین نے نہ ائمہ تبع تابعین نے نہ کسی محدث نے۔ اس میں ایک لفظ عجیب ہے وہ ہے کذلک بھی اللہ الموتی مردے اسی طرح زندہ ہوا کہ تم میں پھر یہ کہ وہ تم کو اس طرح کے نشان دکھاتا رہتا ہے۔ صدیقوں نے ہی اس آیت کے معنی میں وہ قتل نفس سے مراد نفس کشی یا بے رحمی اور اس کا طریق بنا کر تم میں بعض قوی کو بعض سے مارنا مگر قتل نفس کے یہ معنی میں نے کسی محاورہ عرب میں نہیں دیکھے۔ اس لئے جرات نہیں کرتا۔

فیضاً ج منہ الماء۔ جب بعض پتھر ایسے ہیں کہ اون سے پانی نکلتا ہے تو مومن کے اندر سے نور سے بڑھ کر کچھ نکلتا چاہیے یعنی اتنی ندیاں چھوٹ کر نکلیں کہ عالم سیراب ہو۔

پتھروں سے پانی نکل کر فارغ البالی سرسبز کا ذریعہ بنتا ہے تو مومن کے اندر سے بھی ایسے کلمات نکلتے چاہئیں جن سے روحانی سرزمین بہاؤ آتی ہو۔

لما یحبط من خشية الله۔ پتھر سے اوپر کے گزرنے کا اشارہ انسان میں خشیت پیدا کرتا ہے۔ یا ضمیر قلوب کی طرف ہو۔

وما الله بفاقد عما تملکون۔ گنہ سے بچنے اور خشیت اللہ پیدا کرنے کا ذریعہ ہی ایک ہے کہ انسان کو یہ یقین ہو اللہ میرے کاموں کے بے خبر نہیں۔

۱۲ فقط موعود ان یومئذ اکرم۔ تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری بات مان میں مگر یہ وہ لوگ ہیں کہ جس کتاب کو کلام اللہ مانتے ہیں اس کی ہی خلافت ورزی کر رہے ہیں بعد اس کے کہ اس کو خوب سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اس کی خلافت ورزی کوئی نیک نتیجہ نہیں رکھتی لیکن جو کم۔ حجت میں غالب آئیں گے۔

امانی۔ امانی کے تین معنی ہیں (۱) امانی جمع امید کی امیدین (۲) امانی کے معنی تلاوت (۳) امانی کے معنی اکاذیب۔ آج بڑھ ان تینوں باتوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ سمجھوئے خیالات۔ جھوٹی امیدیں۔ عبارت توں بے لطمہ میں مگر مطلب نہیں سمجھتے شتاً قلیلاً۔ دنیا جیسا کہ دنیا قلیل۔ مطلب یہ کہ وہ دنیا کی چند روزہ فائدہ کے لئے دنیا کو چھوڑتے ہیں۔

مستأکبت ۱۲ یدیم۔ (۱) بایں ترجمہ در ترجمہ ہو کر اس کی مصداق ہو چکی ہے اور اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اصل کیا تھا

۱۰۔ فروری ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۰)

حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چالیس سال کی عمر میں اطلاع دی کہ خدا نے مجھ کو رسول بنایا۔ تیرہ برس آپ مکہ میں رہے اس کے بعد جب آپ کی عمر ۵۳ سال کی ہوئی۔ حکم الہی کے مطابق ہجرت کر کے چلے گئے۔ مکہ میں آپ کو کئی قسم کی سہولتیں تھیں۔ اول قریہ کہ ایک ہی قسم کے مخالفین سے پالا پڑتا تھا۔ یعنی مشرکوں سے۔ پھر وہاں کے

کہ ایک خاندان نہایت معزز تھا اور آپ کے قرابت درجی وہاں تھے کوئی ایذا رسانی کی جرات نہ کر سکتا تھا۔ آپ ان لوگوں کے رسم و عادات کو بھی سمجھتے تھے آپ کے کئی پرانے دوست بھی تھے جو ہر وقت مدد کرتے برخلاف اس کے مدینہ میں جب آپ آئے۔ تو بڑی مشکلات پیش آئیں۔ پہلی مشکل تو یہ کہ مکہ کی مخالفت بدستور تھی (۲) پھر مدینہ میں بھی دشمنین موجود تھے (۳) ایک منافقوں کا گروہ بھی وہاں پیدا ہو گیا یہ بذات گروہ بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ اندر سے کچھ باہر سے کچھ۔ (۴) عیسائی بھی تھے۔ (۵) بنو قینقاع یہودی بڑے شہدے اور اوباش تھے۔ (۶) بنو نضیر (۷) بنو قریظہ۔ پھر ان کے علاوہ مدینہ کے ارد گرد غطفان۔ مضر کا گروہ تھا۔ (۸) مجھے یہاں ایک نکتہ یاد آ گیا ایک شیعہ فریضہ سے کہا بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فابلغ رسلک۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑا خطرناک کام تھا۔ میں نے کہا کہ بے شک۔ اتنی قوموں کی مخالفت میں پیغام الہی پہنچانا بڑا مشکل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تسلی کے واسطے اللہ تعالیٰ سے انکس آیت نازل فرمائی۔

مکہ کے لوگ تو ایسے تھے کہ نہ ان کے پاس کتاب انبیاء کے علوم نہ وہ اتنے چالاک۔ مگر مدینہ کا دشمن بڑا خطرناک اور چالاک دشمن تھا کیونکہ عیسائی اور یہودی سب پڑھے ہوئے تھے ان کا ایک کالج بھی وہاں تھا جسے بیت المدلس کہتے تھے۔ پھر ان میں رہبان بھی تھے جو کچھ روحانی طاقتیں ہی رکھتے تھے اور اپنا خاص اثر بھی۔ اس واسطے حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تجویز کی کہ سب قوموں کو بلایا اور ان سے کہا کہ تم جانتے ہو میں یہاں آکر آباد ہو گیا ہوں۔ میری قوم کے لوگ میرے دشمن ہیں تم جانتے ہو کہ اس قوم کا رعب تمام علاقہ عرب پر ہے پس ان کے ساتھ اور تو میں بھی مل کر کہیں ایذا پہنچائیں گی پس ضرور ہے کہ ہم بیرونی دشمنوں سے بچنے کے لئے اتفاق کریں۔ میں اس کے لئے چند شرائط پیش کرتا ہوں جن پر اگر ہمارا تمہارا اتفاق ہو جائے تو کوئی خسار نہ رہے چنانچہ اپنے ان کے سامنے عہد نامہ کا یہ مسودہ پیش کیا جو انہوں نے مان لیا اور جو اس رکوع میں مفصل مذکور ہے۔ اس میں حقوق الہی اور حقوق العباد دونوں آگئے۔

لا تعبدون الا الله۔ یہی آپ کا اصل منشاء تھا جو ان سے منوالیا کہ ہم لوگ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے یہودیوں کے لئے اس کا مان لینا کوئی مشکل امر تھا

بالوالدین احساناً۔ یہ عام اخلاقی باتیں ہیں۔ قولوا للناس حسناً۔ خوش معاملگی کرنا۔ قولوا احساناً کے یہی معنی ہیں۔ قیمو الصلوة۔ اپنے اپنے طور سے نمازیں پڑھنا اور زکوٰۃ دینے رہنا۔ یہ تعین الہی کے متعلق معاہدہ اب دوسری طرف۔ یہ وہاں لیا (۱) تم اپنے خوں نہ بہاؤ گے یعنی آپس میں نہ لڑو گے (۲) اپنے لوگوں کو گھروں سے باہر نکال کر انہیں در بدر نہ کراؤ گے۔

۱۱ انتم تستعدون۔ تم نے اس معاہدہ پر اپنی گواہیاں ثبت کرویں اس کے آگے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر تم وہی ہو کہ اپنے لوگوں کو قتل کرنا اور جلا وطن بنانا

چاہتے ہو۔ یہ اس طرح کہ

تظاہر و تنہا علیہم بالاثم والعدوان۔ بدکاری اور ظلم کے لئے ان کی پیٹھ بھرتے ہو۔ مدد دیتے ہو۔

قیدیوں کو توفیر دے کر چھڑاتے ہو مگر جو اس سے برا کام ہے جلاوطن کرنا اس سے باز نہیں آتے۔

افتقار منون بمحض الکتاب۔ یہ مرض آجکل بہت ساری ہے۔ کہ ایک ہی کتاب کے بعض احکام کی توہین کی جاتی ہے بعض کی مطلق پروا نہیں کرتے کئی لوگ ایسے ہیں۔ جو نماز پڑھتے ہیں مگر زکوٰۃ کا خیال تک نہیں روزے رکھتے ہیں۔ مگر نہیں سوچتے کہ کسی پر ظلم کرنا برا ہے۔ یوں تو تہجد گزار ہیں مگر لڑکیوں کو میراث دینے کی قسم ہے یہ بہت بُری بات ہے اس سے بچو۔ ورنہ اس کی سزا جہنم ہے۔

وما اللہ بخاص عما تعملون۔ یہ ایک پیشگوئی تھی جو اپنے وقت پر پوری ہوئی۔

مدینہ طیبہ میں ایک شخص ایک مسلمان کے ساتھ سے اتفاقہ طور پر مارا گیا۔ یہ واقعہ گذر گیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام شہر کے لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ ہم مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ تاکہ اسکی قوم کے لوگ ہماری مخالفت کریں۔ مگر امن عامہ کے شریک اس نیت کے دینے میں شریک نہ ہوئے بلکہ ایک مسلمان عورت نکلا سیدہ کراٹے کے لئے قینقا (جولوہار تھے) کے محلہ میں گئی وہ گھونگٹ لٹکائے ہوئے تھی۔ شریر لوہار نے کہا کہ یہ کپڑا کیوں موہنے پر ڈالے ہوئے اس نے جواب دیا۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پرہیز کا حکم دیا ہے اس پر اس بدعاش نے خراش سے لوہے کی ایک میخ چھپی طرف کپڑے میں گھونک دی عورت اٹھنے لگی تو اس کا کپڑا بھی پھٹ گیا اور گھونگٹ بھی اتر گیا یہ حالت دیکھ کر بجائے اس کے کہ معذرت کرتے انہوں نے مسخر اڑایا عورت نے گھبرا کر کہا کہ کوئی ہے جو میری مدد کرے اور ہر سے ایک مسلمان بھائی نے یہ بات سُن لی وہ مدد کو دوڑا آپس میں وہ لڑائی چھڑ گئی جس سے ایک قتل ہو گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر بھیجی تو فرمایا کہ ہم نے بیرونی انتظام کے لئے یہ معاہدہ کیا تھا۔ تم اندرونی معاملہ میں ایسے تیز ہو جاتے ہو کہ قتل تک نوبت پہنچ گئی ہے جب وہ بہت تنگ ہوئے تو مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔

ادھر بنو نضیر سے ایک حالت ہوئی کہ کسی اپنے معاملہ کے لئے نبی کریم صلعم کو اپنے محلہ میں بلا لیا اور وہاں ایک شخص کو سکھایا کہ جب یہ دیوار پاس بیٹھے ہوں تو تم اوپر سے چلی کا پاٹ گرا دو۔ آپ کو ان کی اس بدیتی کی خبر کسی نہ کسی طرح مل گئی اس لئے آپ یکدم اٹھ کر چلے گئے اور ان کا داؤ نہ چل سکا۔ یہ بات بڑھ گئی ان میں کچھ شاعری تھی۔ وہ کہہ میں گئے اور وہاں کے سرداروں کو جا کر بھڑکایا اور بعض نے مسلمان عورتوں سے نغزل کیا اس لئے بنو نضیر کو حکم ہوا۔ کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ جلاوطن کرو یا گیا حالانکہ ان سے معاہدہ لیا جا چکا تھا کہ وہ ایسے کام نہ کریں گے جن سے یہ جلا وطنی ملے۔ اور مکہ والوں نے پیغام بھیجا کہ تم ان مسلمانوں کی عورتوں کو مارو اور ہم باہر سے لشکر لے کر ان پر حملہ کرتے

میں چنانچہ وہ ایک اپنے ساتھ گرد و نوح کی قوموں کو جمع کر لائے سورہ اہزاب میں ان کو کہہ کر آخر خدا تعالیٰ نے اس لڑائی سے مسلمانوں کو بچا لیا جب وہ لوگ چلے گئے تو اپنے بنو نضیر سے پوچھا کہ تم پہلے دو وقتے قینقا اور بنو نضیر کے دیکھ چکے آؤ پھر بھی شرارت سے باز نہ آئے اور اب تمہارے حق میں ایک فیصلہ کرنا ہوں جو تمہیں ماننا پڑے گا۔ بدقسمت انسان نیک کی بات کو نہیں مانتا اس لئے انہوں نے کہا۔ ہمیں سعد بن معاذ کا فیصلہ منظور ہے آپکا اس نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ جنگ کے شرکا کو قتل کر دیا جاوے۔ یہ فیصلہ انہیں چاروں چار منظور کرنا پڑا جن کو قتل کی سزا دی گئی ان کی تعداد کم از کم دو سو چاس اور زیادہ سے زیادہ نوسو کی بتائی گئی۔

خیر یہودیوں کے فرقے تو اس طرح تباہ ہوئے۔ باقی رہے عیسائی ان کا لاٹ پادری عام تھا اس نے لوگوں کو خدا کا نبیایا۔ کہ میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ پرانگندہ اور ملک ملک اکیلا پھر تاؤا مر جانیگا اپنے فرمایا خرابی سے دیکھا ہے مگر میرا نہیں اپنا یہ انجام دیکھا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ گیارہ سال کے کچھ انتظام مسلمانوں کے خلاف کروں مگر وہاں اس نے شراب پی کر بدستی کی تو نکلا گیا مگر روم چلا گیا۔ وہاں بادشاہ کو سکھایا مگر بادشاہ ناراض ہوا راتوں رات نکل کر بھاگنا پڑا۔ اور آخر اسی طرح مارا گیا۔ حدیث میں وحیداً۔ طریداً۔ شریداً آیا ہے اب میدان صاف تھا۔ دو گروہ رہ گئے ایک منافقوں کا اور دوسرے مسلمانوں کا منافقوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اولئک الذین اشتروا الضلالة۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ورلی زندگی کو اختیار کر لیا اس لئے ان کا عذاب ہلکا کیا جائیگا اور نہ وہ مدد دے جائیں گے چنانچہ جب ان لوگوں کی تباہی آئی کہ نبی ان کا حامی و ناصر نہ ہوا۔

۱۹۰۹ فروری ۱۱ (دکوع ۱۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر نبی کو بھیجا اور پھر اس کے بعد نبی رسول اور بھیجے حتیٰ کہ عیسیٰ کو بھیجا۔ ایتنا ہر دور غلط۔ جس کا فتنہ نہ ہو اس پر ایک پرہیز رہ جاتا ہے اعلف وہ شخص جو نامحقق ہے۔ دوسرے معنی غلاف میں ہیں جیسے کہ آیا ہے قلوبہم اکند۔ تیسرے معنی ہم بڑے مکر مہم لوگ ہیں جن کی کبھی کبھار تہنیں پڑتا۔

فقہ لا ما یؤمنون۔ کم ہی ایمان لائے ہیں یہ محاورہ ہے یعنی ایمان نہیں لاتے۔

مصدقاً۔ ایسے لوگوں کی وہ کتابیں تھیں جنہیں کچھ باتیں آئندہ کی نسبت بھیجی ہوئی تھیں۔ قرآن کریم سے ان کی تصدیق ہو گئی چنانچہ قرات بابا استواء آت ۱۸ میں مذکور ہے کہ جب حضرت موسیٰ کے ساتھ جانیوالوں نے گھبرا کر کہا کہ اے خدا ہم تیری آواز سننا نہیں چاہتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب وہی تم میں نہیں بلکہ تمہارے بہائیوں میں آئے گی اور پھر اس رسول کے نشان بتائے۔ (۱) وہ بت برسی کا دشمن ہوگا (۲) بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا (۳) اپنا کلام اوس کے موہنے میں ڈالوں گا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر نبی کو بھیجا اور پھر اس کے بعد نبی رسول اور بھیجے حتیٰ کہ عیسیٰ کو بھیجا۔ ایتنا ہر دور غلط۔ جس کا فتنہ نہ ہو اس پر ایک پرہیز رہ جاتا ہے اعلف وہ شخص جو نامحقق ہے۔ دوسرے معنی غلاف میں ہیں جیسے کہ آیا ہے قلوبہم اکند۔ تیسرے معنی ہم بڑے مکر مہم لوگ ہیں جن کی کبھی کبھار تہنیں پڑتا۔

حضرت نامولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Librray

سورہ البقرہ

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

میکال - ان تمام ملائکہ کا آفیسر ہے جن کے علوم دماغ سے وابستہ ہیں۔ مثلاً ریاضی - (موسیقی - ہندسہ - جبر و مقابلہ) اور طبیعیات (اسٹراؤمی - کیمیا) یہ علوم آہستہ سے کم درجہ پر ہیں۔ اس لئے جلد سمجھ میں آجاتے ہیں مگر جو جن علوم اعلیٰ ہوتے جلتے ہیں تو بار بار یک بھی ہوتے جلتے ہیں ایک دفعہ ایک اپنے عزیز کو میں نے وہ کچھ سننے کے لئے بھیجا۔ جو سورج گرہن کو دیکھ کر ایک انگریز نے دینا تھا وہ روکا کہنے لگا میں تو کچھ نہیں سمجھا۔ پھر اس نے اپنے ماسٹر سے پوچھا تو اس نے کہا پانچ سال میں انکی صحبت میں رہوں تو اس کی باتیں سمجھنے کے قابل ہو سکتا ہوں۔ غرض دنیا میں کسی قسم کے علوم میں اور وہ تمام علوم ملائکہ کی معرفت لوگوں پر کھلے ہیں وہ آہستہ سے ہوں یا طبیعیات کے دونوں کا انکار۔ ملائکہ اور ملائکہ کے آفیسر نہ جبرئیل و میکال کا انکار ہے پھر رسولوں کا انکار ہے۔ جو ان ملائکہ کی تحریکات کے مضبوط ہیں۔ پھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ جو تمام رسولوں کے کلمات کے جامع ہیں اور ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ مخالف ہے اور پھر ایسا کفر کرنے والوں کا ایک نشان ہے کہ وہ سب بد عہد میں اور فاسق و فاجر اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ چونکہ جبرئیل و میکال کا دشمن ہو گا جو دین و دنیا کے متعلق عمدہ و نیک تحریکوں کا مخالف ہو اور وہ فاسق و فاجر کے ساکون ہو سکتا ہے۔

۱۲ - فروری ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۲)

جب آدمی میں آسائش آجاتی ہے تو وہ ہر نئی چیز میں بڑی دلچسپی لیتا ہے اور اس انہماک میں پھر جائز و ناجائز امر کو نہیں دیکھتا۔ جتنے کہ جس طرح شیعہ حضرت ابو بکر و عمرو عثمان کو برا کہتے ہیں اور خارجی اہل بیت کو اسی طرح وہ ایک دوسرے پر نکتہ چینی کرنے لگ جاتے ہیں۔ مگر اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ شیعہ نے اس نکتہ چینی سے کیا فائدہ اٹھایا۔ اسی طرح حضرت داؤد کے بیٹے سلیمان پر گزیدہ نبی تھے۔ مگر ان لوگوں نے ان کی یہی عیب چینی شروع کر دی اور ان سے ایسی باتیں منسوب کیں جو ایک نبی کی شان سے بالکل بعید ہیں اس کی اصلیت یہ ہے کہ حضرت سلیمان کے عہد میں جب ان کو آسودگی ہوئی۔ تو ہندوستان چین اور مصر سے نئے نئے آدمی وہاں جا آباد ہوئے اور ان لوگوں کی دلچسپی کے لئے عجیب عجیب فن پیش کئے جن میں وہ ایسے مشغول ہوئے کہ سب کچھ بھول گئے۔

جیسا کہ انسان کی عادت ہے کہ جب ایک طرف متوجہ ہو تو دوسری طرف توجہ منور کم ہو جاتی ہے اسی طرح نبی اسرائیل کی خدا کی طرف توجہ کم ہو گئی اور ان بے ہودہ باتوں کی طرف بڑھ گئی اور ایسی بڑی کہ اس کا اثر مسلمانوں تک پہنچا۔ نقش سلیمان - سحر و روت مروت اور ایسی کتابیں اسی بے ہودگی اور لغویت کی یادگار ہیں اور غضب یہ ہے کہ یہ کفر سلیمان پر چھوڑا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سلیمان نے یہ کفر نہیں کیا اور ہرگز نہیں کیا آپ پر جو الزام لگائے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ بقیس نام ایک ملکہ پر عاشق ہو گئے اور پھر اس کو راضی کرنے کے لئے بنت پرستی ہی کی۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ خدا نے اصل واقعہ سورہ قمل رکوع ۸ میں بیان فرمایا ہے اور وہ ان ظاہر کر دیا ہے کہ وہ ملکہ تو مسلمان ہوئی اور مذکر خواہ ہو کر سلیمان کے دربار میں آئی۔ ذالت دبت الی ظلت نفسی و اسلمت مع سلیمان یلہ دبت العالمین۔ بعض وقت انبیاء کی نسبت جو الفاظ بولے جاتے ہیں ان سے ان کی تعریف مقصود نہیں ہوتی بلکہ صرف اس الزام کا اٹھانا ہوتا جو ان پر لگایا گیا ہے۔ یہاں ماکفر اسی لئے آیا کہ دکن الشیاطین کفروا۔ وہ تو میں جو اندر سے بہت دور تھیں انشیاطین کے یہاں یلعولت الناس السحرا (معنی میں) جب وہ ملک سلیمان میں آئیں۔ تو نبی اسرائیل کو اپنے ڈھب کا پا کر اپنی طرف متوجہ کر لیا اور انہیں سحر کی تعلیم شروع کر دی۔ سحر کہتے ہیں دلربا۔ مانتوں کو خواہ از قسم علیات ہو یا شیعہ ہازی یا شیخ۔ کلماتی و لطفت ماخذہ۔ جس کی دریافت نہایت باریک درباریک ہو۔

ان من البیان السحرا ہی آیا ہے اس لئے ناول ہی حرمین داخل ہے بعض ناول ایسے ہوتے ہیں کہ انسان بغیر ختم کرنے کے ہاتھ سے چھوڑ ہی نہیں سکتا۔ حضرت عمر سے کسی نے پوچھا تھا۔ آپ کی طبیعت میں وہ تیزی نہیں رہی جو زمانہ جاہلیت میں تھی۔ آپ نے جواب دیا تیزی تو وہی ہے مگر اب وہ کفار کے مقابلہ میں دکھائی جاتی ہے اسی طرح جن لوگوں کو لکھا آتا ہے او طبیعت موزون واقع ہوئی ہے وہ ناول نویسی کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ ایسے شغلوں میں پڑھ کر انسان اپنی کتاب سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات یہی نہیں سمجھا جاتا کہ میری روحانی حالت دن بدن بگڑ رہی ہے۔

اس کے بعد ایک اور نصیحت فرمائی وہ یہ کہ انسان جب کسی کے ساتھ دشمنی کرنا ہے تو پھر اس دشمنی کے بڑھانے یا اس سے انتقام لینے کے لئے اپنی دشمنی کی باتیں سنتا اور اس کے خلاف منصوبے کرتا اور اپنے ساتھ وہ لوگوں کو ملاتا ہے ہر وقت اس کو یہی دہشت لگی رہتی ہے اور وہ اپنے دین سے بے خبر ہو جاتا ہے نبی اسرائیل جب قید تھے۔ وہ زمانہ دانیال - عزرا - حزقیل اور ارمیاہ وغیرہم انبیا کا تھا جب یہ بابل میں گئے۔ تو بابل کا آسودہ تھے اور آسودگی کی وجہ سے طرح طرح کے گندوں میں مبتلا۔ دانیال باب ۱۶ اور ۱۲ باب درس (۱۱) میں

.. ..
شراب پینے کا ذکر ہے۔ اللہ نے ہاروت و ماروت دو فرشتے نازل کئے۔

ہر ت کہتے ہیں زمین کو صاف کرنے کو۔

مرت کہتے ہیں فشیبہ فراز و باکر درخت گھاس گٹھا کر صاف میدان کر دینے کو۔ ان فرشتوں کے ذریعے بے عیادہ کو آگاہ کیا کہ یہ لوگ خراب ہو گئے ہیں اس واسطے تم اور کسی سلطنت سے گمان نہ کرو اور اس کے ذریعے سے ان کو ہلاک کر دو۔ یہ معلم ملائکہ کے ذریعے ان پر نازل ہوا۔ چنانچہ مید و نارس کے بادشاہوں دوستی لگا کر بنی اسرائیل نے بابل والوں کو تباہ کر دیا۔ بابل بڑا شہر تھا۔ بہاری آبادی تھی کوئی پچاس میل میں پچھہ بابل کی تباہی بن اللہ نے فارس کے بادشاہوں کے ذریعے سے فضل کیا اس نے بنی اسرائیل کے تعلقات فارس والوں سے قائم رہے۔ جب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں آئے۔ تو یہودیوں نے چاہا کہ یہاں سے فارس کے بادشاہ کے ذریعے ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت کا استحصال کریں چنانچہ فارس کے بادشاہ نے اپنے پوتے کو ان کے ذریعے ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار ہی کرنا چاہا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فرستادوں سے کہا کہ جس نے تمہیں میری گرفتاری کے لئے بھجوا دیا ہے اس کو میرے خدا نے اسی کے بیٹے کے ہاتھ سے ہلاک کر دیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن چونکہ یہ ایک نبی کا مقابلہ تھا اس لئے اس میں ناکام رہا۔

اللہ تعالیٰ ان آیات میں انہی واقعات کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔

وہا انزل علیہ الملکین مبجل ہادوت دماروت۔ پیچھے پڑے ہوئے ہیں اس کے جو ایک نامہ بین دو فرشتوں پر نازل ہوا تھا۔ ان فرشتوں کا کام تھا کہ بابل کو ویران کر کے صاف کر دیں۔ اسی واسطے ان کو ہاروت و ماروت کہا گیا (اس وقت تو یہ کامیاب ہو گئے کیونکہ خدا کے فشار کی ماتحت تھا۔ مگر اب تو یہ کفر ہے کیونکہ ایک نبی کے مقابلہ میں ہے۔ اس وقت تو ہم نے ان کو ہاروت کر دی تھی کہ اسے بے موقعہ استعمال کر کے کافر بننا اور دوسری یہ بات ہے کہ اپنی حورتوں کو بھی اس راز کی خبر نہ کرنا کیونکہ عورت کمزور ہے۔ اس کے ذریعے بات نکل جاتی ہے۔ یہ مطلب ہے یفرق بن بین المرور و زوجہ کا۔ پس یہاں یہ بات ختم ہوئی۔ اب فرماتا ہے دیتعلمون مایضہم۔ اب یہ یہودیہ اپنی باتوں کو تعلیم و تعلیم کہتے ہیں۔ مگر بجائے فائدے کے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس لئے کہ آگے تو ملائکہ کے ذریعے یہ بین القار ہوئی تھیں چنانچہ تعلیموں کے ساتھ منہما (ان دو فرشتوں سے آیا ہے۔ اب یہ شیطان القار ہے۔ بہتر تھا کہ وہ ان شرارتوں کی بجائے ایمان لانے اور تقویٰ اختیار کرتے اور دنیا و آخرت میں فلاح پاتے۔ ایسی منصوبہ بازیوں کی کیٹیوں کا سورہ ہلالہ رکوع ۲ میں مفصل ذکر ہے۔ جہاں فرمایا۔

الم تر انا الذین ہوا عن الفجوی ثم یعودون لما ہوا عنہ دینا جون بلا لاثم

والعدوان ومعصية الرسول

اور

پھر آگے چل کر ارشاد فرماتا ہے۔

یا ایہا الذین امنوا اذا تناجیتم فلا تنالوا بالاثم والعدوان ومعصية الرسول دنا جوابا للبرد التقوی۔
یا ایہا الذین امنوا الذی الیہ تعشرون انما الفوی من الشیطن یخترن الذین امنوا ولیس بضادم شیئا الا باذن اللہ علی اللہ فلیتکل المؤمنون علیہ

سنو! اسے مومنو! جب تم کوئی خفیہ مشورہ کر دو تو اس میں نہ ٹی گناہ اور سرکشی کی اور رسول کی مخالفت کی بات نہ ہو بلکہ نیکی اور تقویٰ کے متعلق سرگوشی ہو اس اللہ ڈرو۔ جس کی حضور رکھتے ہو جاؤ گے یہ جو خفیہ انجمن میں۔ یہ شیطانی کام ہے۔ صرف مومنوں کو گھبراہٹ میں ڈالنے کے لئے۔ مگر انہی اذن کے سوا کوئی ضرر انہیں نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ پر ہی چاہیے کہ مومنوں کو نکل کرین۔

۱۵۔ فروری ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۳)

لا تقولوا ارا عدا۔ بعض لوگ شرارت کے طور پر ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو ذومعنی ہوتے ہیں۔ ہمارے ایک آشنا نے ان کی ایک کتاب جو مناظرہ کے متعلق تھی۔ پڑی۔ ایک جگہ یہ فقرہ لکھا تھا۔ آپ ہر ایک صداقت کو ایک ہی کو کہہ دیں نہ پیرٹیں۔ میں نے کہا کہ اس محاورے کے استعمال کی کیا ضرورت تھی۔ کہنے لگے کہ مخاطب تیلی ہے۔ یہ اس پر چوٹ کی ہے۔ پھر ایک جگہ دکھائی جہاں لکھا تھا کہ مٹ کا مٹ ہی بگڑا ہوا ہے اور بڑے فخر سے کہا کہ یہ شخص جس کے مقابلہ میں یہ تحریر ہے رنگیز ہے۔

میرے نزدیک یہ طریق اچھا نہیں۔ بتائے کے خلاف ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں میں بھی یہ بجا تھی پھیل گئی۔ ایک قصیدہ کے چند اشعار مجھے یاد ہیں۔ جو اول سے آخر تک اسی قسم کی شرارت پرستے ایک مصرعہ تھیں سنا ہوں۔

تاسرت باشد ہمیشہ تا جدار

یہاں تاجدار کے ایک معنی ظاہر ہیں۔ دوسرے یہ کہ تا۔ جدار۔ یعنی تیرا سر دیوار پر لگا ہوا ہے گھیا ہو۔ اس طرح کے کلام سے ہمارے سر دل نے نہیں منع کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے راعنا نہ کہو۔ کیونکہ اس کے معنی ایک تو یہ ہیں کہ چار دیواری رعایت کر دو۔ ہم نہیں سمجھتے دوبارہ سمجھا دو۔

دوم راعن کا لفظ جرمین گالی ہے۔ احمق۔ دعوت دے کو کہتے ہیں۔ اگر ایسی ضرورت پیش آجائے۔ تو بجائے راعنا کے جو ذومعنی لفظ ہے۔ انظرنا ہو۔ جس کے معنی ہیں۔ ہم غبار کی طرف بھی آپ نظر کہیں۔

ان منکروں کے لئے جو اس قسم کے الفاظ نبی کریم کے حضور بولتے ہیں دکھ دینے

والا اعتداج ہے۔

الذین کفروا۔ یہ کافر و قسم کے ہیں۔ اہل کتاب (یہود۔ نصاریٰ۔ مجوس) دوسرے وہ جن کے پاس کوئی کتاب نہیں۔ سنی سنائی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ غرض یہ دونوں گروہ پسند نہیں کرتے۔ کہ تم پر کوئی ایسا امر اتارا جائے۔ جو خیر و برکت کا موجب ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ خصوصیت دیدیتا ہے اپنی رحمت سے جسے چاہے کہ دونوں نے کہا کہ علی دجل من القرین عظیم۔ مگر ان کا یہ اعتراض فضول تھا کیونکہ وہاں تک ثابت کر دیا۔ کہ واقعی یہی مبارک وجود (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس رسالت کا متحق تھا میرا اعتقاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں نہ ایسا کوئی عظیم الشان ہوا اور نہ ہوگا ایک شخص نے مجھے پوچھا کہ اس کی کیا دلیل ہے۔ میں نے کہا کہ تم کسی اصل مذہبی کے قائل ہو یا نہیں۔ کہا دعا کا قائل ہوں۔ میں نے کہا۔ دیکھو تم ماننے ہو کہ تمام مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور زمین گول ہے۔ پس روئے زمین پر کوئی ایسا وقت نہیں گذرتا۔ جب کوئی مسلمان نماز نہ پڑھے رہا ہو اور نماز میں درود شریف نہ پڑھتا ہو۔ پھر میں پوچھتا ہوں۔ کیا دنیا میں کوئی ایسا پیشوا ہے۔ جس کے مرید ہر وقت اس کے عقود و ارج کے لئے دعا کر رہے ہوں۔ اور پھر ابدال علی خیر کفرا علی کے مطابق وہ تمام نیکیاں جو یہ لوگ (مسلمان) کرتے ہیں۔ حضور کے نامہ اعمال میں ہی لکھی جاتی ہوں گی یا نہیں۔ پھر فضائل نبوی میں فوری بات مجھے یہ سوچی ہے کہ دنیا میں جس قدر مرکز ہدایت کے ہیں وہ دراصل صرف دو ہیں۔ ایک آتشکدہ آذر۔ اور دوم بیت المقدس۔ ان دونوں کا اثر عرب پر بالکل نہیں پڑا۔ مگر ہمارے سردار نے عرب والوں کو اپنا دین منوالیا۔ اور پھر ان کے ذریعہ ان دونوں مرکزوں (بیت المقدس آتشکدہ آذر) پر بھی فتح پائی۔

ما ننسخ من آیتہ او ننسخا۔ نسخ کے معنی میں نفل کے۔ انا کنا فنسخ ما کنتم تعملون۔ اور نسخ کے معنی میں مٹا دینے کے۔ جیسے فرمایا۔ اذا تمی القی الشیطان فی امتہ۔ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان۔ ثم یحکم اللہ ایاتہ فنسخا۔ نکلاً نسیان سے۔ اس صورت میں اس کے معنی میں ہم بھلا دیتے ہیں۔ یا ناساً بمعنی تاخیر ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی میں ہم مؤخر کر دیتے ہیں۔

سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم کسی چیز کو بدلاتے یا مٹاتے ہیں یا بالکل بھلاتے اور کسی دوسرے سے تاخیر میں ڈال دیتے ہیں۔ تو اس میں ہمارا مصلح ہوتے ہیں۔

اس کی مثال سنئے! قرآن مجید میں ایک تعلیم ہے۔ یا ایہا المدثر۔ تم فائدہ و ربک فکر اور پھر اخیر میں کہانے پینے کے احکام نازل فرمائے اور ارشاد کیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ تو اب پہلی تعلیم کو جو مقدم کیا اور دوسری کو مؤخر۔ تو حائل مصلحت سے ہے یعنی پہلے عقیدہ درست ہو جاوے پھر شریعت نازل ہو دوسری مثال یہ ہے کہ بعض مذاہب ایسے ہیں جو بالکل نیا منیا ہو گئے اور بعض ایسے جن کے اصول کچھ تو موجود ہیں۔ مگر بہت کچھ تبدیل ہو گئے۔

پھر آیت کے معنی علاوہ کلام الہی کے مطلق نشان بھی ہیں۔ مثلاً خزان میں درختوں کے پتے مٹ جاتے ہیں۔ پھر ان جیسے یا ان سے بہتر پیدا کرتے ہیں

نفس نسخ کے متعلق بحث فضول ہے کیونکہ یہ ممکن ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کارخانہ ہستی میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ ان یہ بات کہ قرآن مجید میں نسخ ہے یا نہیں اس کے متعلق جہاں تک میرا فہم ہے میں یہی کہوں گا کہ آج تک کوئی ایسی آیت نظر نہیں آئی۔ جو نسخ اور موجود فی القرآن ہو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زبان سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں جس سے ایسی آیات کا موجود فی القرآن ہوا جائے ہو

الم تعلم ان اللہ لا یملا السموات والارض۔ فرمایا کہ اس نسخ (تغیر) کا سبب ہم نہیں بلکہ تمہارے حالات میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے میں احکام میں تغیر کرنا پڑتا ہے۔

کما سئل موسیٰ من قبل۔ موسیٰ علیہ السلام سے کیا سوالات ہوئے ایک کا ذکر سورہ نساء پارہ ۱ کے پہلے رکوع میں ہے۔ جہاں فرماتا ہے فقالوا ارینا اللہ جفراً

حتی یاتی اللہ بامرہ۔ اس وقت تک کہ اللہ حکومت نہیں دے تمہیں چاہیے کہ درگزر سے کام لو اور نماز سنو اور کر پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ زکوٰۃ ہر ایک دے سکتا ہے۔ یہ بھی زکوٰۃ ہے کہ کوئی اپنے نفس کا تزکیہ کرے۔ پھر کسی کو نیک بات بتانا یہ بھی زکوٰۃ ہے۔ نیا لباس ملے تو پرانا کسی غریب کو دینا یہ بھی زکوٰۃ ہے۔ اور ایک وہ زکوٰۃ ہے جو مشہور ہے۔

قالوا لن یدخل الجنة۔ آدمی جب اکیلے بیٹھے ہیں تو دوسروں کی عیب چینی کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر اپنے تئیں کچھ سمجھنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ دوسروں کی حقارت سما جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم ہی جنت میں جائیں گے۔ یہ صرف ہوائی باتیں ہیں۔

ہا تو ابدھانکم۔ برہ کے معنی میں قطع کے۔ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل قاطع یا حجت تیرہ پیش کرو۔ اور ہمیں کے معنی ظاہر کیا ہے۔

۱۶۔ فروری ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۴)

یہ ایک عیب ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی نسبت رنج پیدا کر لیتا ہے۔ اگر آدمی حد سے بڑھ جائے۔ تو یہ بھی ایک قسم کا جنون ہے۔ ایسا ہی نصاریٰ اور یہود میں رنج پیدا ہو گیا۔ کیونکہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو حقارت دیکھا اور رنج کیا تھا اس لئے نصاریٰ ان پر عیب جوئی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو لاشہ یقین کرتے ہیں دھمیتوں الکتاب۔ حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں اور پڑھتے ہوئے دن کا یہ

حال ہے۔ ایسا ہی آجکل مولوی و بابی یا حق اور یا دوسرے متفرق الطریق لوگ دوسروں پر اس قدر فتوے لگاتے ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ سب پڑھتے ہوئے اب جابلوں کی بات تو سمجھتے نہیں اب ان کو سمجھا لے کون۔
خالدہ یحکم بینہم۔ یہ لوگ جو مسجدوں سے منع کرتے ہیں آخر ذلیل ہونگے کامیابی کا منہ نہ دیکھیں گے۔
خالفین۔ خدا کا خوف دل میں رکھ کر ادب و تعظیم و عاجزی سے آتے اور کسی کا تقارول میں نہ ہوتا۔

فایضا تو ذلک ختم وجہ اللہ۔ جہر تم تو جو کرو گے اور ہری خدا کی ہی توجہ ہو گی کیونکہ مشرق و مغرب اسی کا ہے۔

قالوا اتخذ الله ولداً۔ اتحاد ولد کی تردید فرماتا ہے۔ ایک یہ فرما کر کہ سچا نہ۔ دوم لایمانی السموات والارض۔ سوم کل لاقانون۔ چہارم بدیع السموات والارض۔ ششم۔ اذا قضی امراً قضی۔ کے معنی ایک تو آخر۔ دوم خلق۔ سوم آخر۔ چہرہ فایض ثواب اس کی مثال فلما قضی دلا الی قومہم منذرین۔

لولا انکم لنا الله۔ یعنی اللہ تعالیٰ کیونکہ الہام نہیں کرتا۔ اس کی مثال یہ ہے۔ جیسے کوئی جاہل جٹ کہے کہ بادشاہوں پر بادوں کی معرفت احکام بھیجتا ہے۔ خود کیون ہم سے مطالبہ نہیں کرنا۔

۱۰۱۔ فروری ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱)

الحمد شریف میں تین قوموں کا ذکر ہے۔ ایک انعام علیہم کا ایک غضوب علیہم کا اور ایک ضالین کا۔ قرآن کریم نے یہاں تک ان تینوں گروہوں کا رنگ برنگ میں ذکر کیا ہے۔

رکوع اول میں بتایا کہ انعام علیہم کا دوسرا نام متقین ہے ان کو انعام تھا، اولئک ہم المفلحون۔ پھر غضوب علیہم کا ذکر فرمایا ہے اور ان کا وعید بیان کیا دہم عذاب عظیم۔ پھر ضالین کا ذکر کیا۔ اولئک الذین اشتدو علی الضلالتہ ان کی سزا ہے۔ فنادجت تجادتم رکوع سوم میں فرمایا ہے کہ قرآن کریم پر عمل کرنے سے منعم علیہم بن جائیں گے اور اس کے خلاف کرنے کی سزا و عذاب کی آگے۔ وقدھا الناس عذابا لجاجا۔ پھر ضالین کا ذکر فرمایا۔ کہ ما یصل بہ الا الفاسقین۔

رکوع چہارم میں ایک منعم علیہ (آدم) ایک غضوب خال شیطان کا قصہ بیان کیا۔ پھر رکوع ۵ میں بنی اسرائیل کا ذکر شروع کیا اور انعام علیہم سے ظاہر کر دیا کہ وہ ایک منعم علیہ قوم تھی۔ پھر قسم قسم کے انعاموں کا جو ان پر ہوئے مذکور ہے اور ساتھ ہی ان اسباب کا ذکر فرماتا ہے۔ جن سے یہی منعم علیہ قوم غضوب علیہ بنی از انجملہ گائے کی پریشی موسیٰ کی فرمانبرداری چھوڑ کر زمیندارہ پسند کرنا۔ چھوٹے چھوٹے گناہوں کی پروا نہ کرنا۔ یہاں تک کہ کفر و قتل ایسا تک نوبت پہنچ گئی۔

پھر سلیمان کے زمانہ میں اسن و اسودگی میں بجائے شکر الہی کے بقاوت و عملیات۔ خفیہ کیٹوں کی طرف مائل ہونا۔ یس کا انکار۔ پھر اس رسول علیہ السلام کا انکار۔ اب اس رکوع ۵ میں یہ قصہ ختم ہوتا ہے۔

فرماتا ہے کہ اوہا درپاسی کی اولاد۔ میں تمہیں معصروں کو گون پر بہت سی بزرگیاں دیں۔ پر تم نے اس بزرگ کی شان کو قائم نہ رکھا چاہا۔ تم اس دن سے ڈرو۔ جب کہ کوئی جی کسی کے کام نہ آئے گا۔ چنانچہ بنی فریظ قتل ہوئے۔ سعد بن معاذ کو انہوں نے غیر خواہ سمجھا پر اس نے ہی ان کے خلاف ہی رائے دی۔ بنی نصر کا تعلق عبد الصمد بن ابی سے تھا اس نے کہا یہی۔ ولئن قولکم لتنصرکم ثم یومنون پر نہ کوئی سفارش کو سکا۔ اور نہ ہی نصرت لے سکا۔ یہ

دہم انیسار دن۔ کیسی عظیم نشان پیشگوئی ہے۔ تیرہ سو برس گزر چکے۔ مگر لایفرون کا فتوے ایسا مثل فتویٰ ہے۔ کہ اب تک کوئی قوم بنی اسرائیل کی ناصر دنیا میں نہیں۔ چہ بھر کہیں ان کی سلطنت نہیں ہے۔ جس ملک میں جاتے ہیں ایسے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں کہ ذلیل ہو کر نکلتا پڑتا ہے۔ اس کی جڑ یہ ہے کہ یہ سود خوار قوم ہے۔ جب لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے بچے سے چھکارہ نہیں ہو سکتا تو اپنے بادشاہوں کے پاس جفلیان کہاتے ہیں اور پھر انہیں حکم ہوتا ہے۔ نکل جاؤ میں اکثر مخالفان اسلام کو چیلنج دیا کرتا ہوں کہ ایسی پیشگوئی کسی قوم کی نسبت کر دیکھاؤ۔ راستبازوں کے مقابلہ کرنا بڑا خطرناک ہے۔

اذا ابتلی ابواہیم دیتے۔ اب بنی اسرائیل کے بعد ایک اور سلسلہ کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ وہ بھی انعام علیہم تھے۔ منعم ہونے کے بعد ان میں سے بھی مغضوب و ضال ہو گئے۔

ابتلی۔ عربی زبان میں کہتے ہیں کسی چیز کے ظاہر کر دینے کو۔ قرآن شریف میں یہ محاورہ ہے۔ یوم تبلی السراۃ فمالہ من قوۃ ولا ناصر۔ ابلاہ اظہر داء تہ وجودتہ۔ فلاں چیز کے ردی یا جید ہونے کو ظاہر کیا پس اللہ نے ابراہیم کو کچھ احکام دئے (کلمات کے یہی معنی ہیں) جو انہوں نے پورے کئے تو ان کا جید ہونا ظاہر ہو گیا۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے جعلنا منہم اثمۃ یمدون بالمرۃ لما صبروا و کا فوا بآیاتنا یوقنون۔ یعنی ہم امام اس وقت بناتے ہیں جب انسان احکام الہی پر ثابت قدم ہو جاوے اور ہماری آیات پر پورا یقین رکھے خیر جب ابراہیم کے جید ہونے کو ظاہر کر دیا۔ تو ارشاد ہوا۔

انی جاعلک للناس اماماً۔ میں تمہیں نمونہ اور مقتدا بنانے والا ہوں۔ اپنے اپنی اولاد کے بارے میں دریافت کیا تو ارشاد ہوا کہ شرک اس عہد کے لائق نہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی قوم میں ابے لوگ ہی ہونے والے تھے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت نام مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Librray

سورۃ البقرة

(بقیہ رکوع نمبر ۱۵)

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

مثلاً بقرۃ۔ ایسا بنا یا کہ یہاں لوگ آتے رہیں گے۔ شبہ کہتے ہیں جماعت کو ثابت
ایک جماعت کو جو دوسری جماعت سے آکر مل جائے۔ مثلاً بعضہم الی بعض۔
مثبتہ کے دوسرے معنی ثابت کی جگہ۔ یہاں دونوں معنی صحیح ہیں
دب اجعل هذا بطلاً آمناً۔ واقعی بیت امدان کا گھر بنا کر تحفظ انہیں
من حولہا وامنہم من خوف کا نظارہ پیش نظر ہے۔
عبداللہ مضبوط وعدہ لینا۔

چونکہ حضرت ابراہیم لایال عہدی الظالمین سے سمجھ گئے تھے کہ یہاں کچھ بڑے
بھی ہوں گے اس لئے عرض کیا کہ وادق اہلہ من الغمرات من امن
منہم باللہ۔ یعنی مومنوں کو زرق طیب دے اللہ نے فرمایا کہ نہیں ہم رحمان ہیں
اس لئے ہم کافر کو بھی روٹی دیں گے۔ مگر دنیا میں مومن کی طرح آخرت میں بھی نہیں۔
السمیع العلیم۔ دعائیں سنتا ہے۔ دون کے بھیدوں۔ ضرورتوں اخلاص
کو جانتا ہے۔

مناسکتا۔ طریق عبادت

تب۔ رجوع برحمت کر

یتلوا علیہم۔ تم قرآن سنئے ہو یہ بھی ابراہیم کی دعا کا شہ ہے۔

حکمت کے معنی ہیں بکلی بات۔ عربوں نے اس کے معنی لئے ہیں۔ جو بات انسان
کو بغیر نیلے والی اور قبیح باتوں سے ہٹانے والی ہو۔

(پارہ ۱۵ رکوع ۳ میں اس کی تشریح ہے)

ان آیات میں شیعہ کا رد بھی ہے کہ جو رسول آئیں گے۔ وہ ترکیہ نفوس کریگا گنگا
کو پاک انسان بنا دیگا مگر شیعہ کے عقائد کے مطابق آدم سے لیکر قیامت تک کوئی گناہ
ایسا نہیں ہو سکتا جن کا ارتکاب صحابہ نے کیا ہو۔

۱۸۔ فروری ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۶)

ذیل کے لوگ عزت چاہتے ہیں۔ اولاد چاہتے ہیں۔ کامیابی چاہتے ہیں ذکر خیر چاہتے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام نعمتوں سے ابراہیم کو متنع کیا ان کی اولاد دیکھو کہ کوئی حساب

نہیں۔ عظمت کا یہ حال ہے۔ کہ مسلمان۔ یہودی۔ صابی۔ پارسی۔ عیسائی باوجود
بہت سے اختلاف کے ان کو کسان مغزو دیکر مانتے ہیں۔ افسوس کہ بعض لوگوں نے
باوجود صدیقانیاں صریح کے بعض روایات کی بنا پر انہیں جھوٹ بولنے کا الزام
دیا ہے۔ تو اہل حق کی کتنی بے ادبی کریگا۔ میں اسے ذیل کر دینگا جو تیرے لئے
برکت مانگیگا میں اسے برکت دوں گا۔ اسی لئے اللہم بارک علی محمد پرہنے
کی برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے عظیم النظیر انسان کی امت کو ان
پر عیب۔ بے رغبتی کرنا ہے۔

ملت۔ اللہ تعالیٰ کوئی شریعت کسی نبی کی معرفت یا نبیوں کی معرفت قوم کو
دیتا ہے۔ جس کے ذریعے سے اس قوم کے آگے خدا کے قریب پہنچ سکیں۔ تو
اس کا نام ملت ہے۔

دین و ملت میں یہ فرق ہے کہ دین کی نسبت اللہ اور لوگوں کی نسبت ہو سکتی
ہے یعنی دین اللہ مگر ملت اللہ نہیں کہتے۔

سفید۔ جو کچھ بڑا بنا ہوا ہے سفید کہتے ہیں۔ ثوب سفید۔ ایسے ہی جو ہر
خراب ہوا ہے یہی سفید کہتے ہیں۔ نہ نام سفید۔ عرض سفید کا اطلاق اچھے۔
کم عقل اور اس شخص پر ہوتا ہے۔ جو دین و دنیا میں ناقصت اندیشی سے کام لے
لا تو قد السفہاء۔ اموالہم۔ قرآن شریف میں آیا۔ ابراہیم میں جو خوبی بدرجہ کمال
تھی۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب اللہ نے اسے فرمایا۔

اسلم۔ فرمانبردار بن جا۔ تو اس نے پوچھا نہیں کہ کس بات میں بلکہ کہہ دیا۔
اسلمت لعل العالمین۔ میں پہلے فرمانبردار ہو چکا کیونکہ میں یقین رکھتا ہوں
کہ میرا رب جو کچھ کہیگا وہ ربوبیت کی شان سے کہیگا اور اس حکم میں میری ہی حجت
منظور ہوگی۔ پھر کہ اپنی جان تک ہی اس نصیحت کو محدود نہیں رکھا بلکہ اپنی اولاد
کو بھی اسی ملت کی وصیت کی۔
اصطفیٰ۔ پسند کیا۔

کالتوتن الاوانتم مسلمون۔ موت اختیار میں نہیں۔ موت پہلے بہوشی ہوتی
ہے ایسی ایسی حالتوں میں موت آتی ہے کہ اس سے پہلے ایک منٹ پہلے انجام کی
خبر نہیں ہوتی۔ پھر انسان پر کسی قسم کی حالتیں آتی ہیں باوجود اس کے ارشاد ہے۔
الاوانتم مسلمون۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ انسان موجودہ حالت میں ترقی کرے
اور آئندہ ہی نیکی کا ارادہ رکھے جو لوگ کہتے ہیں کہ بدی کر کے توبہ کریں گے یا
آئندہ میں جائیں گے وہ غلطی کرتے ہیں

کو ذرا ہودا۔ اذ نصاریٰ تھتدوا۔ فرماتا ہے کہ یہودی و نصاریٰ ہنٹے ہیں
داسی طرح تم سمجھو صرف مرزائی کہلاتے ہیں۔ بھلائی نہیں۔ بلکہ مومن کی شان یہ ہے۔
کہ فرمانبرداری کرے جس جس وقت جناب الہی کوئی حکم دین۔ مان لے اس میں ان

قرآن مجید

میرا ہر سہرے یہ قرآن میں قرآن مجید
لکھ دیا حق نے جو وجدان میں قرآن مجید

ہر طرف جس نے کہ پھیلائی ہے بوئے توحید
گل وہ ہے گلشن ارکان میں قرآن مجید
ایسا گوہر کہ نظر جسکی نظیر اُتی نہیں
ہے وہ اسلام ہی کی کان میں قرآن مجید

کس لئے غیر مذاہب جھگڑتے ہو تم
قل فیصل ہے کل ادیان میں قرآن مجید
جان لو سب یہ یقیناً کہ نہیں ہوا بخان
میرے تن میں تو ہے جاں! جانیں قرآن مجید

گرچہ تورات بھی انجیل بھی حق نے بھیجی
سب سے بڑھ کر ہے مگر شان میں قرآن مجید
نسخہ اس نسخے سے بڑھ کر تو نہیں ہے کوئی
جیسے ہے علت عصیان میں قرآن مجید

کس لئے غیر کا احسان اٹھاتے ہو تم
رہنما ہے رہ احسان میں قرآن مجید
معرفت جتنی ہے ہوتی ہے اسی حاصل
بس ہمیں کافی ہے عرفان میں قرآن مجید

اور گو کچھ بھی نہ ہو تو یہی نہیں ہے کچھ غم
ان مگر ہو میرے ابدان میں قرآن مجید
گرچہ طاعون ہے زور و نہر مجھے کیا غم ہو
کشتی نوح ہے طوفان میں قرآن مجید

زندگی باقی ہے گر کچھ تو ارادہ ہے یہی
خوب پھیلاؤں میں احزان میں قرآن مجید
آرزو ہے جی میں جب کبھی باہر نکلوں
تو ٹٹکتا ہو گریبان میں قرآن مجید

کیون نہیں اس سے مخالف کو کراتے خاموش
جکے بے مثل ہے براں میں قرآن مجید
جب میری تمنع کا وقت آئے کبھی اکمل
بھونک دیجیگا میرے کان میں قرآن مجید

یا الہی ترے بندے کو تلاوت ہو نصیب
صبح کے وقت سدا اسکی زیارت ہو نصیب

لوگوں کا وہی ہے جو کہتے ہیں کہ ہم اپنے نبی کو ملتے ہیں ہمارے پاس کتاب ہے ہمیں
کسی اور امام یا مجدد یا مہات یا وحی کی ضرورت نہیں۔ ہون کی شان تو یہ ہے۔ کہ ہم ایمان
لائے جو پہلے اتر چکا اور جواب ہماری طرف اُترا ہم ایسا کبھی نہیں کریں گے کہ بعض احکام
کو یا انبیاء کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں۔

سوائے اسلام کے کسی نے اس اصل سے فائدہ نہیں اٹھایا کہ اپنے سے پہلے
تمام انبیاء اور ان کی تعلیمات کو بھی سچا مانتا ہے۔ ورموجودہ کو بھی اور بعد آنے والی
وہ اتوں پر ہی ایمان لانے کی ہدایت کرتا ہے (اس میں یہ فائدہ ہی ہے کہ کسی غیر مسلم کو
مسلمان ہونے سے اپنے برگزیدہ مقتدا کی نسبت برا خیال نہیں رکھنا پڑتا)

شعاق - ضد میں

فسیفیکم اللہ - یہ ایک پیشگوئی ہے۔ کہ سارا جہان ایک طرف ہو اور تو اکیلا
ایک طرف سب کے مقابلہ میں صرف ہم تیرے لئے کافی ہیں۔ رکوع اول میں ایک
پیشگوئی ہے۔ اولئک ہم المفلحون۔ یعنی مغرور و مقصور ہو گئے

دوسری پیشگوئی - بش الذین آمنوا و عملوا الصالحات ان لام جنت

چنانچہ اسی دنیا میں ان کو بانٹ دے۔

تیسری پیشگوئی - کا خوف علیہم ولا ہم یخسرون

چنانچہ وہ خوف جاتا رہا نہ صحابہ صرف خوف میں ہوئے بلکہ دوسروں کے امن کا موجب
چوتھی پیشگوئی - ایمان لاؤ انتم و جبہ اللہ - جدہ صحابہ نے قدم اٹھایا وہی ملک
تصرف میں آیا

پانچویں پیشگوئی - انا ادسلک بالحق بشیراً و نذیراً - چنانچہ ملنے والوں
کو بشارتیں عطا ہوئیں اور منکر و نکر کو سزا دی ہوئیں۔

چھٹی پیشگوئی یہ ہے۔ جو اوپر بیان ہوئی۔

صیغۃ اللہ - الہی رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔

اتحاد جو شافی اللہ - مسلمان کے خدا پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ اسے
تمام خوبیوں کا صاحب اور تمام عیبوں نقصوں کمزوریوں سے منزہ مانتے ہیں

یہاں پہلے پائے کے نوٹ ختم ہوئے

یہ پارہ ۳ قیمت پر لکھا ہے۔

حضرت نامولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Librray

سورۃ البقرة

(پارہ دوم)

(ارکوع نمبر اول)

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ - یہ بڑی یاد رکھنے والی بات ہے کہ عیب چینی بہت بڑی بات ہے۔ میں چھوٹا بچہ تھا۔ تو ایک کتاب بیٹھنے پر بھی جس کا نام دل پہلا تھا اس میں سے دو کہانیاں مجھے یاد میں ایک یہ کہ حضرت مسیح کہیں جا رہے تھے اپنے ایک مردہ کو کھڑا دیکھا تو کسی نے کہا کہ دیکھو کیا خراب شکل ہے آپ نے فرمایا اس کے دانت بہت خوبصورت ہیں کتاب والا اس کہانی سے یہ عمدہ نتیجہ نکالتا ہے کہ اچھے آدمی خوبوں کی طرف نظر رکھتے ہیں مگر برے جنہیں میں بدقسمت کہوں گا۔ نکتہ چینیوں کی طرف ہلکتے ہیں پھر ایک اور کہانی لکھی ہے کہ ایک سوراٹا ہوا مسیح دیوار کی طرف ہو گئے اور کہا کہ آپ سلامتی سے نکل جاؤ۔ کسی نے کہا کہ ایک سور سے ایسا ادب۔ فرمایا۔ میں زبان کو درست رکھتا ہوں۔

تین قومیں دنیا میں ہیں۔ ایک عیسائی۔ انہوں نے تمام انبیاء کے معامی کو بیان کیا ہے۔ معصوم نبی کے نام سے جو سارے نکلے رہتے ہیں ان میں مقدس لوگوں کی اس قدر عیب چینیان ہوتی ہیں اور ان کو دیکھ دیکھ کر ہماری کتابوں میں بھی بدگمانیاں پھیل گئی ہیں اس کا نتیجہ دیکھو کہ خود یہ قوم فسق و فجور میں مبتلا ہو گئی جسے کہ شریعت کے قانون کا نام لعنت رکھا ہے اور زنا کوئی جرم ہی نہیں اور وہم۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں چند شریرہ النفس لوگوں نے دنیا کے لئے دین کا جھوٹا پیرایہ اختیار کر کے غلط فہمیاں پھیلائی ہیں۔ اور مومنوں کے دو فریقوں میں سے ایک کی عیب چینی کر کے ان میں فساد و فساد یہ لوگ تمام صحابہ۔ تابعین۔ ازواج النبی کو فاسق و فاجر۔ ظالم۔ کافر کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے ایک مفسر نے لکھا ہے۔ آدم سے لے کر ایدم تک کوئی گناہ نہیں کیا مگر عیب چینی اور دوسرے بخت تمام اہل بیت پر تیرا کرتے ہیں۔

تیسری قوم آریہ کی ہے۔ ان کی نظر بھی عیب ہی پر پڑتی ہے اپنی خوبی کے انکار کا کوئی ذریعہ نہیں۔ ہاں دوسرے مقدسوں کو گالیوں سناتے ہیں اسکی سزا انہیں یہ ملی کہ خود نیوگ کا مسکن میں جا رہی تھی۔ جو فسق و فجور کی جڑ ہے۔ یہ تین قومیں میں نے دیکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کہ انہوں نے اس بدگوئی کا نتیجہ نیک نہیں اٹھایا۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ ہر سے لوگوں کو عیب شمار کی مشق

ہے مگر میں یہ کہتا ہوں۔ اور اپنے مشاہدے سے کہتا ہوں کہ جو دوسروں کی عیب از راہ تحقیر نکالتا ہے وہ مرنا نہیں جب تک خود اس میں مبتلا نہ ہو جائے اس رکوع میں بھی ایسے ہی لوگوں کا ذکر ہے۔

سُفَهَاءُ - جمع سفیہ۔ فوب سفیہ۔ وہ بڑی کپڑا جو بہت ہی خراب ہو۔ سفیہ کہتے ہیں ان کو جو بڑی ذہنی عقل عمدہ نہ رکھتا ہو۔ قرآن کریم میں ہے۔

لَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَاهَا سَفَهًا لِمْ - یہ کام سفہاء کا ہے کہ دوسرے کی عیب چینی کرتے رہیں اور ہر وقت اعتراض ہی کرتے رہیں۔

مَا وَلَهُمْ - کس چیز نے ہٹا دیا ان کو۔

كَذَلِكَ - بسبب ایسی ہی باتوں کے۔ اسی لئے اپنی تدبیروں پہان کذا اللہ ہی معنی میں۔

أُمَّةٌ وَسَطًا - اعلیٰ درجہ کے لوگ۔

شُعَدَاءُ - نگران

لَعَلَّكُمْ - تاہم دیکھیں

مِثْرًا - ان لوگوں سے الگ کر کے

ایمان انکم - تمہاری نمازوں کو

حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ خطہ میں تھے اس وقت بیت المقدس

کی طرف موڑنے کے لئے پڑھتے تھے۔ ہر قوم میں ایک ایک مسئلہ بہت عزیز ہوتا

ہے اور اس پر سب قوم متفق ہوتی ہے۔ دیکھو ہندو میں ان میں۔ جھوٹ

فریب۔ دغا۔ زنا۔ شراب سب کچھ ہے مگر ایک مسئلہ ہے ان میں قومیت کا

کہ برہمن کھڑیوں سے بڑا نہ کرے۔ کھتری شوروں سے الگ رہیں۔ اس سلسلے کے

کوئی خلاف نہیں کرتے۔

ایک مسلمان جھوٹ بولے۔ چوری کرے۔ دغا دے۔ حرام خوردگی مال چھینے

سب کچھ کرے مگر مسلمان ہی سمجھا جاتا ہے لیکن اگر کوئی مسلمان سورا کھائے۔ تو

میں نہیں سمجھتا اسے کوئی مسلمان سمجھے۔ حالانکہ وہ سری حرام چیزوں کے مرتکب

ہونے سے ایسا نہیں سمجھا جاتا۔

اسی طرح عرب والوں میں ایک مسئلہ تھا اور وہ مکہ معظمہ کی تعظیم کا تھا وہ ہر بدی کا ارتکاب

کریں تھے مگر کبھی کہ پر چڑھائی نہ کرتے۔ چڑھائی تو درکنار اس کے حدود میں ٹھکانہ

کرتے کوئی پناہ دیتا تو پھر اس سے تعرض نہ کرتے۔ قرآن کریم میں اسی لئے اظہر

مَنْ جِئَ مِنْكُمْ مِنْ خَوْفٍ أَوْ يَخْطِفُ النَّاسُ مِنْ جَوْلَمِ فَمَا يَأْتِي

یہاں تک ادب تھا کہ کہ میں آمد و رفت کے وزن تمام جنگ موقوف ہو جاتے تھے۔

ایسے موقع پر اللہ نے دل میں ڈالا کہ قہر ہونا چاہیے۔ مگر چونکہ وہاں بت پڑتی

تھی اور یہ وہی محض قہر تھا اس لئے پہلے اجازت نہیں ملی۔ پھر جب عینہ

میں گئے۔ تو وہاں یہودی بیت المقدس کی تعظیم کرتے تھے اس وقت ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ کہہ۔ کہ قبلہ بنایا جا معلوم ہو کہ منہج الرسول۔

قلب دجھت فی السماء۔ نیری توجہ اس بات کی طرف کہ آسمان کی طرف ہی نازل ہو اور آخری قبلہ کھلے۔

بکل آیت۔ ۱۲ باب پیدائش۔ یسعیاہ ۴۲۔ ۴۵۔ ۲۰ بیت اللہ کے اعزاز کی بہت سی پیشگوئیاں ہیں۔ جو مکہ کے متعلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم خواہ کس قدر آیات پیش کرو یہ مائیں گے نہیں تیری کیا مائیں جو ان میں اپنا اتفاق نہیں۔

یہ خوف نہ کیا یہ خوف ابناء ہم۔ انسان بیٹے کو پہچانتا ہے اور اپنا بیٹا مانتا ہے حالانکہ اگر شک کرنے لگے۔ تو پھر مشکلات کا سامنا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اس کے فطرت سے نہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اتنی حد تک تو ہم سمجھا چکے ہیں کہ جنتی حد تک بیٹے کے لئے ثبوت درکار ہے اور اگر شک کرنے لگے۔ تو پھر کئی شہادتیں ہیں۔

۳۔ مارچ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۲)

وکل دجھت ہو مودلیہا۔ توجہ دو طرح کی ہے۔ ایک یہ کہ کسی طرف کو نہ کرنا دوسرے یہ کہ کسی کی پرستش کرنا۔

ایک شخص نے اعتراض کیا کہ مسلمان سنگ اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ میں نے کہا کیا تم کسی کے بوسہ لینے کو پرستش سمجھتے ہو؟ پھر اس نے کہا کہ تم قبلہ کی طرف منہ جو کرتے ہو میں نے کہا کہ تم میری طرف منہ نہ کر کے کھڑے ہو کیا یہ پرستش ہے پھر نماز کے تمام ارکان کی طرف خیال کرو۔ کعبہ کی طرف منہ نہیں رہتا بلکہ رکوع میں زمین کی طرف ہوتا ہے وائیں بائیں بھی منہ ہوتا ہے پس کسی کی طرف منہ نہ کرنا اور باتیں اور پرستش کرنا اور باتیں۔ پھر یہ کہ مکہ معظمہ کی نسبت نہ کوئی خواہش ہے نہ کوئی درخواست کہ مکہ معظمہ سے جوتی ہے نہ کوئی اس سے التماس کرتے ہیں ان حضرت نبی کریم کے روضہ مقدسہ کی طرف منہ نہ کر کے نماز پڑھتے ہیں لوگ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ یہ نبی کی پرستش کرنے میں گمراہی ہوگئی کہ کے درمیان ہوتے ہیں ان کی اور خصوصاً مخفی مصلحت والوں کی توجہ نہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہے۔

انسان کی ایک روح ہوتی ہے روح کا اگا پچھا دیاں باباں کچھ نظر نہیں آسکتا پس جو عبادت روح سے متعلق ہے اس کے ساتھ جہات کو کوئی تعلق نہیں مگر جسم میں چونکہ جہات ہیں اس لئے اس کے لئے عبادت میں بھی ایک جہت کی ضرورت نہیں توجہ الی القبا۔ سے ہی مقصود ہے کہ سامان اپنی عبادت میں خدا تعالیٰ کے فرمان کی پابندی کر کے پرے مودعہ اور قریب اور ہونے کا ثبوت دیتا ہے کہ میری اپنی کوئی خواہش نہیں ہے کہ میرے حضور کھڑا ہونے میں ہی پھر یہ کہ مسلمان اس لئے اس طرف منہ نہ کرے میں کہ حکم کہ سے صادر ہوا۔ اس لئے اسی طرف توجہ کرتے ہیں۔ پھر یہ کہ کجبتی بڑی اچھی چیز ہے کوئی کسی طرف کوئی کسی طرف منہ نہ کر لیتا تو یہ بات اچھی نہ ہوتی۔ بلکہ یہ امر افراق

کا موجب ہو جاتا۔ عبادت کے لئے ایک نہ ایک جہت ضرور اختیار کرنی پڑتی ہے۔ جنہوں نے خدا تعالیٰ کا حکم کو چھوڑا ان کو پتھروں اور دھنوں کی پرستش کرنی پڑی ہے۔ منہ دونوں بڑا ایک فرقہ ہے جو ننگ پوجا کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جہلوی کی پوجا کرتا ہے ایک منہ دو رخ ہے ایک منہ نہ بنا یا اور اس میں تین لاکھ ننگ اور تین لاکھ جہلوی کی سورتیں بنا کر کہیں کیا توجہ ہیں این ما تکلون یا مائیکم اللہ جمیعاً۔ جہاں کہیں تم ہو گے اسی طرف منہ نہ کر لو گے تو پھر گویا تم سب کو اکٹھا کیا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب جو ہمارے شیخ المشائخ میں۔ ایک دلچسپ نکتہ لکھا ہے۔ کہ خداوند کریم نے مکہ معظمہ ہمارا جائے توجہ بنایا۔ کعبہ میں چار مصلے ہیں۔ جنتی لوگ کہتے ہیں (جن کا مصلیٰ شمالی جانب ہے) کہ ہم اسی طرف اور اسی طرز سے نماز پڑھتے ہیں جس طرف کہ رسول کریم نے پڑھی یعنی ہماری پیٹھ بھی اسی طرف رہتی ہے جدھر رسول کریم کی شانعی کتھر ہیں۔ کہ وہ اسٹند دامن مقام ابراہیم مصلیٰ کی تعمیل ہم ہی کر رہے ہیں کیونکہ ہمارا مصلیٰ اس کے قریب ہے۔ جنتی کہتے ہیں۔ ہمارا مصلیٰ ننگ اسود کے قریب ہے۔ مالکی۔ ان سب کی تردید کرتے ہیں مگر تاہم ان سب کی توجہ تو ایک ہی طرف ہے۔ ما اللہ بغافل عما تعملون میں غالباً انہی چار مصلیوں کی نسبت پیشگوئی تھی المسجد الحرام۔ بعض ملکوں میں جب کسی غیر ملک کے لفظ جاتے ہیں تو ان کے معنی ہی بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ حرام کا لفظ ہے۔ یہ ہمارے ملک میں بڑے معنوں میں استعمال ہوتا ہے حالانکہ عربی زبان میں حرام بڑی عزت کے لئے استعمال ہوتا ہے ایک کچھنی نے مسجد نبوی ایک تالیف کی اس کی تاریخ نکالی۔ بیت الحرام بہت بڑی بات ہے۔ کہ اچھے لفظوں کو بڑے معنی میں لایا جاوے۔

حجۃ۔ الزام نہ دے کہ تم ابراہیمی ملت کے مدعی اور توجہ کعبہ کی طرف نہیں کرتے و اخشونی۔ یہ بہت ضروری نصیحت ہے کہ کسی سے ڈر کے گناہ کا ارتکاب نہ کرو قدر کہو ایک اھکا۔

مذکیکم۔ وہ اس پرستش میں ہے کہ تم میں سے ایک مذکی گرد و پیدا ہو جائے الحکمۃ۔ بکی باتیں۔

واشکوہ الی۔ دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ دلن شکرتہم لازیدنکم دلن کفرتم ان عبد الی لشدا جید۔

۴۔ مارچ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۳)

استعینوا بالصلوۃ۔ جہاں تک میں نے تجربہ کیا ہے۔ دکھوں ریخون۔ مصیبتوں وغیرہ مسائل کے صاف کرنے میں اور پیش آمدہ امور کے متعلق فیصلہ دینے میں اللہ جل شانہ نے جو راہ انسان کو دکھائی ہے۔ اس سے بہت کم لوگ کام لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک راہ کا بیان ذکر ہے۔

فرماتا ہے اور لوگو! جو ایمان لا چکے ہو۔ استعانت کرو تو اللہ سے اور وہ بھی صبر و صلوۃ سے۔ صبر سے مراد ہے روزہ اور بیرون سے بچنا اور صلوۃ سے مراد دعا ہر ایک تم میں سے اس بات پر غور کرے کہ لوگ اپنے مقصود کے پورا کرنے کے لئے

باریک دربار یک فکر کرتے ہیں یہاں تک کہ میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ رستہ میں انکلی اوپر اوپر گھومتے ہیں کہ ہم یہ کریں گے وہ کریں گے۔ مگر یہ طریق جو بعد تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بدیوں سے بچکر روزہ رکھ کر جناب الہی میں خشوع و خضوع سے دعا کریں اس طریق پر انبیاء کے سوا دوسرے لوگ کم چلتے ہیں۔

ان اللہ مع الصابین۔ ایسے لوگ جو صبر سے اور دعا سے استغاثہ کرتے ہیں ان کے ساتھ ہم ہو جائیں گے۔

میں نے شکل سے شکل اور میں اس طریق کا تجربہ کیا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ لم اکثربا عاتل رب شفیقا

افسوس کہ مسلمانوں کے پاس ایسا عمدہ نسخہ ہو اور یہ بھی وہ کام رہیں۔ کسی کو بیسیوں کی نسبت شکایت کسی کو قرض کی نسبت کسی کو عدم ترقی کا شکوہ۔ یہ سب کچھ کیوں ہے؟ اس کے استغاثہ کا یہ طرز چھوڑ دیا۔ جب سلطنت اسلام موجود تھی تو اس وقت کی حالت کو ایک شخص لکھتے تھے کہ شب جو عقد نماز بر بندم + چہ غرور بادا و فرزندم

اس وقت کا یہ حال ہے قوت جو کچھ ہو توڑا ہے۔ دنیا طلبی نے لوگوں کو پریشان کر رکھا ہے ایک مسلمان بادشاہ دہلی سے ملتان جاتا تھا۔ خواجہ فرید الدین سے اس کے وزیر کو عقیدت تھی اپنے پیروں پر مشرک کے آگے کھنکھرتا رہتا تھا۔ کافر کے لئے وہ پتھر توڑا اور صاحب بے لیا اور گاؤں کی نسبت پوچھا یہ کیا ہے اس نے کہا یہ وہں گاؤں بطور جاگیر پیش کرتا ہوں تاکہ گاؤں وغیرہ کے خرچ میں کوئی وقت پیش نہ آئے۔ فرمایا اس کو اٹھا لو۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس قوم میں زمینداری کا سامان آجائے وہ ذلیل ہو جاتی ہے۔

قرآن شریف سے استنباط فرمایا ہے جہاں یہودیوں کا واقعہ بیان فرمایا کہ اہل بطو امراً فان لکم ما سلکم اور پھر حضرت علیہ السلام کے ہر شخص میں کہ ایک شخص آیا اور ننگی معیشت کا نوکر کیا کہ اتنے روپیہ کے سوا میرے پاس کچھ نہیں۔ ہنس کر کہنے لگے کہ میرے گھر ساری میں اتنا کبھی جمع نہیں ہوا۔

یہ عجیب کہیا ان کے پاس موجود تھی۔ اہل اللہ لوگ اپنی خواہشیں بہت مختصر رکھتے ہیں اور پھر انہیں حصول مطالب کا ایک گڑ آتا ہے اور وہ گڑ بھی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

اصوات۔ جو لوگ خدا کی راہ میں مقابلہ کرتے ہیں اور اس عالم میں فوت ہو گئے بہت کہو کہ وہ اپنی عمریں برباد کر گئے۔ وہ عمریں برباد نہیں ہوتیں ان کے اعمال غیر منقطع ہیں اس لئے انہوں نے حیات جاوید پائی۔

لنبلونکم۔ اس کے معنی میں ضرور ضرور ہم اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم تمہیں انعام دینا چاہتے ہیں۔ مگر کچھ تھوڑا سا خوف دیکر

خوف۔ صوفی کہتے ہیں الہی خوف۔ فقہاء کے نزدیک یہ معنی میں کہ اکل حرام سے خوف اور شافی کہتے ہیں۔ جہاد کی تکالیف کا خوف۔

جوع۔ اس کی بھی تین صورتیں ہیں۔ (۱) روزہ (۲) مال حرام ملنا ہے تو نہ لے اور اگر آتش لینے سے فائدہ آتا ہو تو اس فائدہ کو مقدم کر کے اسے برداشت کرے (۳) بعض وقت اپنے پیٹ کو خالی رکھ کر دینی امور میں ادا دے۔

نقص من الاموال۔ مالوں کی کمی کی بھی کئی صورتیں ہیں (۱) اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا

(۲) رشوت۔ حرامز دگی۔ باطل سے مال ملنا ہے اسے نہ لیا۔ غرض نقص من الاموال ہوتا ہے زکوٰۃ دینے سے۔ حرام سے بچنے سے یا کسی الہی حکمت کی ماتحت کسی چیز کے قبضہ سے نکل جانے سے۔

والا نقص۔ جانوں کو خدا کی راہ میں ضیاع کرنا۔

الشرات۔ پھلون کی زکوٰۃ۔ اور اس سے مراد اولاد بھی ہے۔

انا للہ۔ ایک شخص کا کوئی بہت چالاک ہو گیا وہ بہت مضطرب تھا ایک دوست نے اسے آکر ایک کہانی سنائی کہ ایک شخص نے کسی کے پاس جو اہر است امانت رکھے تھوڑے دن بعد جب وہ واپس لینے کو آیا۔ تو اس نے رونا پیچنا۔ چلانا شروع کر دیا۔ اس پر وہ شخص ہر لحاظ کا بہت پیارا ہو گیا تھا۔ کہہ پڑا کہ بڑا ہی بے وقوف تھا جو امانت کو واپس دیتے ہوئے روتا ہے۔ جب اس کے منہ سے یہ بات نکلی تو اس کے دوست نے کہا آپ اپنی طرف نگاہ کریں۔ لڑکے بھی آپ کے خدا کی امانت تھے۔ اگر خدا نے واپس لے لئے تو پھر جزع فزع کا کیا مقام ہے۔

انا الیہ راجعون۔ یعنی اگر خدا باد جو اس کا مالک اس کا بادشاہ اور اس کا خالق و رب ہونے کے کوئی چیز لے لیتا ہے۔ تو غم کی بات نہیں کیونکہ ہم نے ہی اس کے حضور جانا ہے اور وہ ان جاکر اس کا نعم البدل پاتا ہے بلکہ اسی دنیا میں ہی میرے نوٹ کے لڑکیاں مر چکی ہیں۔ ہر ایک کے مرنے پر میں نے ہی خیال کیا کہ آخر ایک دن ہم نے جدا ہونا ہوتا یا میں نے مرنا تھا۔ یا ان میں سے کسی نے۔ ہر حال خدا کے پاس جا کر پھر جمع ہونا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اور بہت اولاد دیدی والہ للہ اولئک علیہم صلوات۔ صلوات کہتے ہیں کہ بدی کا اثر اور سزا جس بات پر مرتب نہ ہو ان خاصہ عنایات کا نام صلوات ہوتا ہے۔

رحمۃ۔ یعنی علاوہ ان خاص عنایتوں کے عام رحمتیں بھی حمد ملتا ہے تو ایک دعوے تھا۔

اب اس کا ثبوت بیان فرمائیے۔

ان الصفا والمروة من شعائر اللہ۔ اجروہ نام ایک عورت تھی جو میری تحقیق کے مطابق ملک مصر کی ایک شانزادی تھی۔ ابراہیم کی کرامتوں کو دیکھ کر بادشاہ نے اپنی لڑکی ابراہیم کے نعلین میں دیدی۔ فوجان اور خوبصورت اور باکرہ تھی اس وقت ابراہیم کی عمر ۴۰ سال تھی جب کہ وہ حاملہ ہوئی۔ میں بہت ہی مختصر سناتا ہوں کہ پہلی بی بی نے اسے شکوہ دیا اس پر اللہ سے مکالمہ ہوا۔ کہ کیوں نکلی۔ آپ نے عرض کیا کہ بڑی بی بی رہنے نہیں دیتی۔ خدا نے فرمایا۔ واپس جاؤ اور اسکی فرمانبرداری کر دو اس صبر کے بدلے میں ہم تمہیں ایک لڑکا دین گے جس کی اولاد تمام جہان کے لئے موجب ہدایت ہوگی اور آسمان کے تارے اور زمین کے درے گھنے آسمان ہونگو مگر تیری اولاد کو کوئی ننگ نہ سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر جب دوبارہ اس بی بی نے اجروہ کو دکھ دیا۔ تو ابراہیم انہیں مکہ میں چھوڑ گئے۔ ابراہیم سے پوچھا کہ ہمیں کس کے سپرد کرتے ہو آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ پھر پوچھا کہ کس کے حکم سے یہاں لائے ہو۔ فرمایا۔ خدا کے حکم سے اس پر اس نیک بخت صابرو بی بی نے کہا تو پھر اب تمہاری

عبد اللہ۔ اسلام
حفظ الرحمن
محمد رسول اللہ
امام احمد رضا
عالمہ۔ امام

حضرت امام مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khulafat Library

سورہ البقرہ

(پارہ دوم)

(بقیہ رکوع نمبر ۱)

وَلَا يَدْرِي الَّذِينَ ظَلَمُوا - جو ایسا نہیں کرتے وہ مشرک ہیں جب کوئی عذاب آجائے تو جو جس صاحب قوت یا صاحب جمال یا صاحب مال سے خدا کے برابر محبت کرتے تھے وہ کسی کام نہیں آتا۔ اس وقت پتہ چلتا ہے۔

ان القوۃ للہ جمعاً کہی ہوتے سب اللہ ہی کے لئے ہے کوئی قوت خدا کے مقابل کام نہیں دیکھتی۔ حسن و جمال۔ علم و فضل کی قوت تو مخلوقوں کی ہوتی ہے، لایقہ کسی کا تخت نہیں۔ تقطعت بہم الاسباب - اسباب کے معنی تعلقات کے ہیں۔ یعنی ان کے باہمی تعلقات قطع ہو جائیں گے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا - ایک پاگل میرا ہوتا ہے جو کہ چاند منٹ کے لئے اس کے ہوش و حواس درست ہو جایا کرتے اس وقت وہ کہتا ہوں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - حنا (اس کا نام ہی) تو نے کئی گھر دن کو آباد کیا اور کئی گھر دن کو آباد کیا۔ پر تیرے کام کچھ نہ آیا دیکھ انسان جب خدا کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کے عمل اس کے انوس کا موجب ہو جاتے ہیں اور پھر وقت اس کے دل میں ایک آگ لگی رہتی ہے۔ یہ بات یاد رکھو کہ انسان جوانی میں بہت کچھ غلیان کرتا ہے مگر جلا حول و استغفار کے عادی ہونے اور پاک صحبتوں میں رہ کر دعاؤں میں مشغول ہونے میں اللہ تعالیٰ ان کی دستگیری کرتا ہے۔

۵۔ مارچ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۵)

سَلَامًا مِّمَّا فِی الْاَرْضِ حَلَالًا طَیْبًا - بعض مسائل بہت ضروری ہیں۔ میں نے بہت کم ایسی کتابیں پڑھی ہیں جن میں ان کا ذکر ہو۔ ضروریات ایمان ہمارے علماء نے صرف یہ بھی ہیں۔ ایمان اللہ پر۔ ملائکہ پر۔ کتب پر۔ رسل پر۔ یوم آخرہ پر۔ تقدیر پر۔ اور علی حصہ میں کلمہ موخہ ہے کلمہ شہادت کی شہادت۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ اور زکوٰۃ۔ پس اس کے آگے خاموشی ہے۔ حالانکہ کئی باتیں اور یہی ایسی ہیں جو بعینہ اسی طرح فرض ہیں ہیں۔ جیسے کہ نماز۔ روزہ۔ دیکھو یا درکھو۔ نیک کام کرنا بھی فرض عین ہے اور بدی سے بچنا بھی فرض عین ہے کسی مسلمان سے جو چین۔ پنج ارکان اسلام کیا ہیں۔ تو وہ سنا دیگا۔ مگر اس کے ساتھ چوری۔ حرام زدگی۔ رندی بازی اور قسم قسم کی بدکاریوں کا ذکر ہو تو انوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کی پروا نہیں کی جھوٹ کا مرض پڑتا جاتا ہے۔ مگر چین میں اس کا کوئی علاج نہیں کیا جاتا حالانکہ سرخسہ شائد گزشتہ میل چور شد ز شائد گزشتہ میل۔

ایک سچی مثل ہے۔ آم کا درخت ہے۔ جب اس کا پودہ زمین سے نکلے۔ تو اکھیر اچھا سکتا ہے مگر جب وہ بڑا درخت بن جائے تو اسے اکھیر ناخوش ہو جاتا ہے اسی طرح بدیوں کی مثال ہے انہیں پہلے ہی سے روکو۔ تاہی کی طرف تمہاری طبیعت رجوع رہے جس طرح نماز روزہ فرض عین ہے اسی طرح جھوٹے بدعتی سے بدعتی سے (جو زمانہ کے مقدمات ہیں) سنتی سے کالی سے طے سے جو جس سے نکلتے سے پچھا بھی نہایت ضروری ہے۔ بنے ہیں نے اپنی تحقیق میں چودہ ضروریات اسلام سمجھے ہیں اور وہ تمام نیکیوں اور بدیوں سے بچنے کے صلہ میں

(۱) اللہ پر ایمان اس کے ساتھ اللہ کے صفات پر ایمان اس کے افعال پر ایمان اس کی معبودیت پر ایمان۔ اتنا ایمان فنا ضروری ہے۔ دوسری بات۔ اللہ کے فرشتوں کی تحریکوں پر ایمان۔ تیسری بات۔ اللہ کے کلام پر ایمان۔ چوتھی بات۔ اللہ کے پاک رسولوں پر ایمان۔ پانچویں بات۔ مسئلہ تقدیر ایمان جو تمام کامیابیوں کی جڑ ہے چھٹی بات ختم نبوت پر ایمان۔ ساتویں بات۔ بعث بعد الموت۔ یہ سات حق نیکیوں کے اصول ہیں۔ عملی حصے میں

پہلی بات۔ اللہ کی توحید کا اثر اور کرنا۔ دوسری بات۔ ہر ایک قسم کی بدعتوں سے بچنا۔ تیسری بات۔ نیک اعمال کی طرف اپنے تئیں متوجہ کرنا۔ چوتھی بات۔ نماز پانچویں بات۔ زکوٰۃ۔ چھٹی بات۔ روزہ۔ ساتویں بات۔ حج۔

مجموعہ نہایت افسوس ہے کہ ایسی تعلیم میں نے اپنی اسلامی کتابوں میں کم دیکھی ہے۔ اور اگر ہے بھی تو انگریزی سکولوں کی پڑھائی کے اثر کے سلسلے میں اس کا کچھ اثر نہیں جس قدر کوئی کسی مصنف کی کتاب پڑھتا ہے۔ اس مصنف کے عقائد و اعمال کا ایک مخفی اثر پونچھتا رہتا ہے اس کے ازالہ کے لئے ضروری ہے کہ انگریزی کتب کے خفیہ اثر کو دینی تعلیم سے زائل کیا جائے اور دینی تعلیم قرآن مجید میں ہے اس سے پہلے توحید کا بیان کرتا آتا ہے اب ایک گر سمجھتا ہے کہ لوگو! جو اس زمین میں ہیں اس سے کہلو۔ مگر دو شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ حلال ہو۔ بالباطل رزق نہ ہو۔ حلال کا علم کیسا ضروری ہے اور حلال کیسا مفید ہے اس کے متعلق بیان بہت طویل ہے۔ پھر حلال ہو تو طیب بھی ہو۔ بعض لوگ مسلمانوں میں ایسے گزرے ہیں۔ کہ وہ پلاؤ پکوائیں گے تو اس میں تھوڑی سی راکھ ڈلو آئیں گے۔ ایک صوفی کو میں نے دیکھا ہے۔ کہ وہ حلوا۔ ساگ۔ دال۔ دودھ۔ چھا چھر سب کچھ ملا کر رکھ چھوڑتا جب بس جاتا تو کہتا۔ یہ طیب رزق نہیں ہے بس میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ رزق حلال کھاؤ پھر وہ طیب بھی ہو۔

وَلَا تَتَّبِعُوا اٰخِلَاطَ الشَّیْطٰنِ - وہ چال نہ چلو۔ جس پر شیطان چلا۔ شیطان وہ ہے جو خدا سے دور ہے۔ اس شیطان کا پتہ اس طرح لگتا ہے کہ وہ تمہیں بدی اور بیجا کی باتوں کی ترغیب دیتا ہے۔ شیطان کی گناہ کے میں اصول ہیں۔ ان میں آخری یہ ہے کہ ان فقرہ لیا۔ علی اللہ مالا تعلمون کہ جھوٹا خواب یا جھوٹا کشف یا جھوٹا ایمان

ہم نے یا بلا حاجت نیز کسی چیز کو حلال یا حرام بھلا یا بُرا کہہ دے۔ اور ایک یہ کہ سود۔ دوم۔ فحشاء یعنی ہر ایسی بدی کہ دوسرے پر اس کا بد اثر پڑے۔ ایسے لوگوں کو جب کہا جائے کہ تم مازنل کی تابعداری کرو۔ تو وہ کہتے ہیں ہم اپنے باپ دادا کے پیروں کا یقین رکھتے ہیں۔ خواہ ان کے باپ دادا ایسے ہیں کہ اپنے تئیں کسی بد چیز سے روک نہ سکتے ہوں۔ یہاں تک یہ باتیں بیان ہوئیں (۱) حلال کھاؤ (۲) طیب پو (۳) بدی کو چھوڑ دو۔ (۴) فحشاء سے پرہیز کرو (۵) اللہ پر تقویٰ چھوڑ دو۔ (۶) اندھا دہن تقلید چھوڑ دو (۷) کوئی لایعقل۔ لایعقل کا مکرنا ہو۔ تو تم وہ نہ کرو۔

ومثل الذین کفروا کمثل الذی ینتقی۔ مثال ان لوگوں کی جو بے ایمان ہیں ایسی ہے جیسی کسی پر کوئی آواز نہ کرے اور وہ سنتا ہی نہیں۔

میرے ایک نوجوان دوست ہیں ان کو درس قرآن شریف کے سننے کی تاکید کرتا ہوں وہ میرے سامنے تو نہ کہتے مگر میرے پیچھے اپنے اس خیال کا اظہار کر دیا کرتے تھے کہ آسودگی ہو تو پھر قرآن بھی پڑھیں۔ آخر جب وہ کسی عہدہ پر نہ تو مجھے لکھا کہ بارہ برس ہوئے ہیں۔ کہ میں قرآن شریف نہیں پڑھ سکا۔ خدا کے تم لوگ ایسے نہ بنو۔ کہ تمہارا قرآن سننے والا ایسے لوگوں سے ہو کہ اس کے سامعین ایسے ہوں جو نہ سمجھیں نہ سمجھتے ہوں کہ دیکھیں نہ کان رکھتے ہوں کہ سنیں۔ نہ زبان رکھتے ہوں کہ حق بولیں تم قرآن شریف کو غنیمت سمجھو۔ دنیا کے جھیلے تو کبھی کم ہونے میں آئیں سکتے۔ ایک کتاب میں میں نے ایک مثال پڑھی ہے کہ ایک شخص ندی سے گزرنا چاہتا تھا اسی نے تامل کیا کہ یہ موج گزر جائے تو میں گزروں۔ مگر اتنے میں ایک اور آ گئی۔ آخر وہ اسی طرح خیال کرتے کرتے رہ گیا۔

بس طریق یہ ہے کہ حلال طیب کھاؤ۔ طیب کہتے ہیں اسے جو انسان کے لئے دکھ نہ دے اور پھر شکر کرو۔ سات اصول بتائے ہیں ان کو ہر وقت زیر نظر کرو حلال طیب کھاؤ۔ سود و فحشاء و تقویٰ نہ ہو۔ تقلید بے جا نہ ہو۔ کبھی ایسے رنگ میں اپنے تئیں نہ بناؤ کہ گوش حق کے شواذ آنکھیں حق کی بینا رہیں۔

۱۰ مارچ ۱۹۰۹ء

(بقیہ مکرر صفحہ نمبر ۲۹)

یہاں تک یہ بیان فرمایا ہے کہ حق کے حصول کا ذریعہ حلال و طیب روزی ہے انسان فاقہ پر فاقہ اٹھائے۔ مگر حلال کا رزق کہاٹے جو مالدار ہیں ان کی حالت ہنات ناز کے۔ غضب الہی بھی مال والوں پر نازل ہوتا ہے۔ خدا کی ہدایت سے روزی بھی اکثر مال والوں کے حصہ میں آتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کذالک جعلنا فی کل قریۃ اکابر جہر میںہا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ابلیس کان من خزائن الجنۃ۔ گویا آدم کی مخالفت میں جس گروہ کو بڑی جودی ہوئی وہ بھی مالداروں ہی کا گروہ تھا۔ ایک دفعہ مولوی ریاض الدین احمد نے مجھ سے پوچھا کہ پانچ آدمی قوموں کے لیڈر۔ سمجھتے جاتے ہیں کہ شب چند دماندہ راتے مہین لال۔ سرتیہ۔ زرا صاحب آپ کوئی موٹا سا ماہ۔ الاغیاز انہیں اپنا تئیں بن گئے کہ اس پر دیکھو کہ اکابر کس طرف گئے ہیں اور غریب کس طرف گئے ہیں

اول ان خلع کے رسیدوں کے ساتھ اپنی کو تعلق ہوتا ہے جو مالدار ہوں۔ ہارون رشید کہ میں گیا۔ تو ابن المبارک کو بھی ساتھ لیا گیا۔ جو الحدیث میں باطن میں عظیم الشان عالم تھا جہاں جہاں ملاقات کو جاتا۔ اس شخص کے مذاق بالکل ہرگز کسی مستند کو ملے جاتا۔ فضیل عیاض سے ملاقات چاہی تو ابن المبارک سے استدعا کی۔ یہ سگئے۔ باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی کہ کون ہے جواب دیا۔ ابن مبارک کہا۔ مرجا باخی وصاحبی پرچہا۔ میرے ساتھ بھی ایک شخص قریشی ہے کہا مجھے کسی قریشی کی ملاقات پسند نہیں۔ کہا۔ میرا تم پر حق ہے۔ وہ بولا ہاں کہا پھر اسے مجھ پر ایک حق ہے کہا اچھا۔ ہارون رشید خاموش بیٹھ گیا۔ فضیل عیاض اسے دیکھ کر کہنے لگے۔ یہ جو ان سے تو خوبصورت میں دیکھتا ہوں کہ جہنم سے نچ جاتے پھر جہنم میں پڑنے کی وجہات بتلائیں جس پر ہارون رشید ہارٹین مار مار کر رونے لگا وہ کوئی قوت تھی جو ایک بادشاہ روئے زمین کو یوں ڈانٹ بتلنے کی جرأت دے رہی تھی۔ صرف حلال خوردی۔ ایک دفعہ ہارون رشید پھر گیا اور ایک نہرا دیوار پیش کیا۔ فضیل نے بہت

ناراضی کا اظہار کیا اور کہا اسے میرے سامنے سے اٹھا لو یہ بیت المال کا ہے اور تمہیں اس سے کچھ لینے کا کوئی حق نہیں اس کے بعد ایک لوندی گھر سے نکلی اور اس نے کہا ہم کئی دن سے قلعہ میں ہیں اور یہ بڑا روپیہ لانے والوں کو بھڑک دیتا ہے اس پر آپ نے زمی سے اسے سمجھایا کہ دیکھو حلال بڑی نعمت ہے ہارون رشید نے چاہا۔ کہ گھر والوں کو یہ روپیہ دے۔ مگر انہوں نے بھی نہ لیا جو حلال رزق چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں غیر معمولی حوصلہ دیتا کہ اور انہیں اپنی جانب سے رزق عطا فرماتا ہے اور حرام رزق سے کسی نہ کسی جیلے سے بچا لیتا ہے۔ اب حرام چیزوں کا ذکر فرماتا ہے

حرم علیکم المیتۃ۔ مردار کے اندر ایک خطرناک زہر ہوتا ہے جس کا نتیجہ انسان کے لئے اچھا نہیں۔ چنانچہ جتنی مردار خور قومیں ہیں ان کی زبان جلد۔ عقل موٹی اور بہدی ہوتی ہے۔ اور وہ کو نہیں تو چھوڑ دو ان کو دیکھو کہ لین شریف گھر دن سے کہلاتے ہیں انہی کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ مگر چھوٹی مردار خوری کا اثر ان کی شکلوں اور عقول سے ظاہر ہے۔

والدم۔ ہم نے ایسی قومیں دیکھی ہیں جو جانور کا خون پی جاتی ہیں یا اسے جھون کر کھا لیتی ہیں۔ خون میں اس قسم کی زہرین ہوتی ہیں جن سے اعصاب کو تشنج۔ فالج۔ استرخا ہو جاتا ہے۔

ولحم الخنزیر۔ اس جانور کا گوشت کھانے سے قوت شہوت۔ غضب میں بہت ترقی ہوتی ہے اور یہ دو قسم ہیں۔ جو تمام قسم کی بد اخلاقیوں کی جڑ ہیں۔ یہودی تو کائنات تک نہیں لیتے۔ بعض مسلمانوں میں بھی یہ بات کم وہ خنزیر یا سور نہیں کہتے۔

وما اھل بک لغیر اللہ۔ وہ جانور جو نامزد کیا گیا ہو۔ اللہ کے غیر کے لئے ایسے جانور تقرب حاجت۔ دعا کی کے لئے ذبح کئے جاتے ہیں۔

غیر بائع۔ دل سے چاہنے والا نہ ہو۔

دکاھا۔ اور پھر اضطراب کی ضرورت سے حد سے بڑھنے والا نہ ہو۔

۱۳۔ مارچ ۱۹۰۹ء

(بقیہ مکرر صفحہ نمبر ۲۹)

بعض صورتوں نے بھی بعض چڑا کے کلمے کہے ہیں مثلاً یہ کہ دوزخ میں کیا رکھا ہے حالانکہ وہ دنیا کی ایک معمولی تکلیف کو تو برداشت کر نہیں کر سکتے۔ مثلاً تپ چڑھی ہو تو وہی بیکار سے شور برپا کر دیتے ہیں۔ تو کیا دوزخ جو بڑے دکھ کا مقام ہے اسے انہوں نے کچھ سمجھ لیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دید و شنیدہ ابرہین ہوتی۔

ان الذین اختلفوا۔ اس کے معنی میں جن لوگوں نے اس کی خلافت ورزی کی ہے شقاقی بعید۔ یعنی ہمارے دوران کے درمیان جو تعلقات تھے اور جو وصل تھا۔ اس میں شق آگیا۔ شق ہی پرے درجہ کا پنجابی ... پٹن پڑنا اس مفہوم کو خوب یاد کرنا کہ لیس البوائ تو ذرا جو حکم۔ چونکہ اس سے پہلے خدا تعالیٰ دلائل المشرق والمغرب فرما چکا ہے کہ جدھر تمہارا رخ ہوگا ادھر ہی میرا رخ ہے۔ یعنی میری نصرت تمہارے ساتھ ہوگی اس پر صحابہ نے خیال کیا ہوگا کہ ہم سے بڑا کون ہے۔ کیونکہ جدھر ہماری توجہ ہے ادھر ہی خدا کی توجہ ہے۔ اس لئے فرمایا ہے تو ٹھیک مگر ٹھیک صرف جہاں وقت و حالت و اہل و عیال اور نہ صرف مشرق و مغرب کو رخ کر لینا کافی ہے بلکہ ضروری ہے کہ من آمن بالله۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو۔

والیوم الآخر۔ اس وقت پر ایمان ہو جہاں انسان اپنے اعمال کے نتائج دیکھتا ہے یہ یاد رکھو کہ انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ جس کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے۔ اس کی صفات کے خلاف حقے الودع کوئی بات نہیں کرتا اس خیال سے کہ اس کی نظر سے گز جائے۔ پس حضرت حق سبحانہ کے قریب کے لئے بھی ہم میں ایمان اور فضائل اور کفر و مذلل سے بچنے کی ضرورت ہے۔

والسلامتک۔ پھر ایمان بالملائک بڑا ضروری ہے۔ میرے خیال میں یہ کہ چوتھی مرتبہ ملائکہ کا ذکر کیا ہے ایک تو دہان میان تھا جہاں یہود کی خفیہ سوسائٹیوں کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ہاروت ماروت کی مدد سے اس زمین کو ہر ت و مرت کر دیا۔

پھر دوسرا وہ مقام ہے۔ جہاں بتایا ہے کہ ایک وہ علوم میں جن کا تعلق قلب کے ساتھ ہے اور ایک وہ جن کا تعلق دماغ کے ساتھ ہے ان دونوں جو تحریک کر دے اسے سردار امین ان کا نام جبریل و میکائیل ہے۔

پھر تیسرا مقام آدم کے قصے میں ہے۔ چوتھی بار ایمان ذکر کیا ہے اور میں بار بتایا ہے کہ وہ تمام پاک تحریکین جن کا انجام بخیر ہو۔ ملائکہ کی طرف سے ہوتی ہیں۔

والکتاب۔ پھر اللہ کی رضا مند یوں کی راہ میں جہاں مذکور ہیں وہ اس کی بھیجی ہوئی کتاب میں ہیں ان کا ماننا ضروری ہے۔ انسان اگر جناب الہی کے صفات آگاہ نہیں۔

ملائک کی تحریک کو نہیں سمجھتا تو کلام الہی سے سمجھے۔ جو البتہ خدا کی جناب سے خوب کی آگاہی پانے والے کو عطا ہوتی ہے۔ اللہ کی کتاب میں سے سب جامع کتاب ان مجید اور تمام کمالات انبیاء کا جامع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آدمی پہلے قرآن مجید پڑھے۔ پھر حضرت نبی کریم کے سوا بخیر و احسن احادیث شامل ہیں ان میں کامل یقین گواہی دیتا ہوں کہ ایسا کامل انسان پھر پیدا نہیں ہو سکتا۔

اب عملی حصہ کا ذکر آتا ہے۔ دلائل الممال علیہ۔ یعنی محبت الہی کی تہہ مال کو خرچ کرے۔ بعض لوگ جبہ کا ترجمہ کرتے ہیں۔ وہ مال جس سے محبت ہے۔ مگر سب

ان الذین یکتبون ما انزل اللہ۔ اس سورہ شریف میں اللہ تعالیٰ نے قسم قسم کی کامیابیوں اور فتحوں کے اصول بتائے ہیں۔ میرے اپنے اعتقاد کے مطابق یہ تمام سورہ جہاد کی ترغیب کے لئے ہے اور اس میں جا بجا مجاہدین کو بتایا ہے کہ وہ کس طرح مظفر و منصور ہو سکتے ہیں۔ پارہ اول میں مظفر کے معنی مظفر و منصور کے ہیں۔ فتح کا تاج۔

جہاد کے سو کسی کے سر پر رکھا جاسکتا ہے۔ پھر اس کے بالمقابل ان الذین کفروا کا ذکر ہے جس کے بعد عذاب عظیم آئے گا۔ گویا وہ گروہ بتا دئے ہیں۔ جنہیں مقابلہ ہوگا اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ تو میں کسی دوسرے مقام پر اس کی تشریح کر دوں گا۔ یہاں صرف اتنا بتا دیتا ہوں کہ ایک جگہ فرمایا۔

واستعینوا بالصبر والصلوة۔ پھر صبر و تلاویا۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتاً پہ فرمایا۔ ولنبیوکم بشیخ من الخلفاء الخ۔ یہ سب چیزیں ایسی ہیں۔ جن کی ضرورت جہاد میں ہے۔ پھر جہاد میں ضروری ہے کہ اللہ پر پورا ایمان ہو اور یہ موقف قائم ہو کہ توحید کامل نہیں ہوتی۔ جب تک شرک و نفرت نہ ہو اسی واسطے کہ من اناس من یقتل من شرک سے منع فرمایا۔ اور بتلایا کہ مومن کو چاہیے کہ اکل حلال سے غازی بنے۔ پھر اسی پر بس نہیں کہ حلال کلمے کا عادی بنے بلکہ ترک حرام بھی کرے۔ پھر اس ترک حرام میں سے ایک اعلیٰ حرام خوری کا ذکر کیا ہے۔ رسل کے رسل میں اصول و جرات کا ذکر تھا۔ استنباطی طاقت جب پیدا ہوتی ہے۔ جب بطور مثال کچھ بیان ہو۔ چنانچہ یہاں ایک مثال اس آیت میں ذکر کر دی گئی ہے

ما انزل اللہ من الکتاب۔ جو کچھ آمارا اللہ نے ایک کامل مجموعہ میں۔ ثمنا قلیلاً۔ مول بہت تھوڑا سیسے دنیا میں بقیہ متاع الدنیا قلیل ہے۔ ما ینالون فی بطونہم الا اناس۔ اس طرز عمل کا نتیجہ سوا اس کے نہیں کہ بل جہنم اندر ہی اندر کیا ہوتے ہیں۔

لا ینالون فی بطونہم الا اناس۔ لوگ اپنا مال۔ اپنی دولت اپنی عزت۔ اپنی آبرو کسی بڑی بات سننے کے لئے خرچ کر دیتے ہیں۔

پس اللہ کی ذات کے جو تمام حسینوں۔ عالموں اور بادشاہوں کا خالق ہے کلام کرے تو کیوں دل نہ تڑپتا ہوگا۔ سو خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوسری سزا یہ دے گا کہ ان کا کلام نہ کرے گا۔ انہیں آدمی جو دیکھنے کے عجائبات سے واقف نہیں ہوتا وہ اگر دیر کی حرص نہ کرے تو تعجب نہیں اسی طرح جسے کلام الہی کی عذوبت آگاہی نہیں وہ اگر اسے عذاب نہ سمجھے تو نہ سمجھے یہ ہے بڑا عذاب۔ پھر ایک اور دکھ ہوگا وہ یہ کہ مزکی نہ کرے گا بلکہ ان کے لئے عذاب ہے

عذاب الیم۔ یہ عذاب عذوبت والا نہیں بلکہ دیکھنے والا اشتد و الضلالت بالہدیٰ۔ ان لوگوں نے حرام خوری سے کیا فائدہ لیا۔ سوا اس کے ضلالت کو ہدایت کے بدلے خریدا۔ یہ اس طرح کہ حرام خوری سے دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ جب دعائیں قبول نہ ہوتیں تو یہ کہہ دیا کہ اچھا دعائیں بھی دیکھ لیں اس قدر کہ نتیجہ کفر ہے۔ پس یہاں اس کے کہ مغفرت حاصل کریں۔ انہیں عذاب ہوگا فنا صبر ہم علی الذلاد۔ ان کے نظارے دیکھنے والے یہ کہیں گے۔

تزوکیہ جس عمل میں اخلاص و ثواب نہ ہو۔ وہ کسی کام کا نہیں۔

ذدی القربی۔ اب اس مال کے معارف بتلاتا ہے انسان غیروں کو دیتا ہے مگر رشتہ داروں کو نہیں دیتا۔ کیونکہ ان سے جو بہ تعلق کے معاملات کے بعض اوقات لٹا بھی ہوتا ہے۔

والیقلی۔ پھر تم کو دے کیونکہ اس کے بدلے کی امید نہیں۔

والمساکین۔ پھر ان لوگوں کو دے جو بے دست و پا رہیں۔ میر خیال میں تین قسم کے لوگ مساکین ہو سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جو کام نہیں کر سکتا۔ بوجہ معذوری۔ اور یہ دو طرح ہے۔ مثلاً ایک شخص کو باری کا کام جانتا ہے مگر اوڑا نہیں لے سکتا یا تو جانتا ہے مگر سوتی اور قنچی و گرز نہیں۔ پس یہ اسباب ان کو مہتیا کر دینے چاہئیں کیونکہ غیر ان کے وہ بھی اپنا راج کے حکم میں ہیں۔ ایک اور مثال سنو۔ کوئی کسب جانتے والا ہے تو بھی مگر وہ ان اس کے ہنر کا کوئی قدر و ان نہیں یا دکان چلانے کے لئے مکان نہیں پس اب بچ ہو عدم مال کی وجہ سے یا عدم اعضا کی وجہ سے ہر دو صورت مستحق ادا ہے۔ وابت السبیل۔ مسافر کو بعض وقت بہت مشکلات پیش آجاتی ہیں۔ مثلاً نقدی جوری ہوگئی۔ یا کسی اتفاق سے چند پیسے کر ایسے گم ہو گئے وغیرہ۔ یا کٹ گم ہو گیا۔ المساکین۔ سوال کرنے والوں سے آجکل بہت برا سلوک کیا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کی مادیت کہ جب کوئی سوالی ان کے سامنے آیا تو انہوں نے اس پر عیب لگا شروع کئے۔

وفی الرقاب۔ گروہوں کے چھڑانے سے مراد غلاموں کا آزاد کرنا ہے ایک دفعہ ایک غیر مذہب کا شخص بڑے زور سے کہہ رہا تھا۔ فلاسوں کی آزادی دلاؤ والا عیسائی مذہب ہے۔ میں نے کہا کہ مسیح نامی نے کوئی قانون ان کے لئے نہیں بتایا نہ کوئی حد مقرر کیا مگر ہماری شریعت میں قانون ہے جو ان آیات میں مذکور ہے اور پھر بیت المال کا بلکہ حصہ ان کے لئے مقرر ہے۔

چند صرفوں کا ذکر تو یہاں کیا اور پارہ ۱۰ میں دو معرفت اور بتائے ہیں۔ ایک مؤلفۃ التکویب۔ میرے نزدیک اس زمانہ میں بھی یہ بہت ضروری ہے۔ دوم اس ممکنہ زکوٰۃ کے جو ملازم ہیں ان کی تنخواہ۔

واقام الصلوٰۃ۔ وہ پاک عبارت جس کا نام نماز ہے۔ فضلتون رستون ناکاسون میں اسے قائم رکھے۔

والذاتی الذکوٰۃ۔ زکوٰۃ دے تزکیف جس بھی کرے۔

والصباویون فی اباہما۔ باپا کہتے ہیں۔ غریبی تنگدستی کو یہ بری بلا ہے کسی کے گھر میں شادی ہو۔ غریب کے گھر میں بوری بچوں کے اصرار کی وجہ سے جو وہ کپڑوں اور زبور دن کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ ماتم ہو رہا ہے۔ امرار میں عید ہے مگر غریب کے گھر دن پڑا ہوا ہے۔ مگر مومن ان مشکلات کی کچھ پروا نہیں کرتا پھر اس سے بڑھ کر مشکل ایک اس ہے۔

والاضواء۔ وہ کیا ہے بیماری۔ چاہے کانسری کیوں دیکھا ہوا ہو۔ پٹ میں کیوں نہ درد ہو۔ آگھ ہی دکھتی ہو۔ سلام مرضی کے لئے اندھیر ہو جاتا ہو۔

اور دولت۔ بوی۔ نیچے۔ عیش و عشرت کے سامان سب بڑے معلوم ہوتے ہیں ایک شخص میرے پاس آیا کہ بوی حسین موجود ہے قوت رجولیت نہیں۔ خود کشی کر لوں گا اگر تم نے کوئی امید نہ دلائی۔ دیکھو کسنا نازک مقام ہے مگر مومن نہیں گھبراتا وہ استقلال و استقامت سے رہتا ہے۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر ایک اور مصیبت تھ۔

وحین الباس۔ وہ ہے مقدمات کی رخاوا جہاد شہر کی صورت میں ہو خواہ جہاد قلم کے رنگ میں ہو۔ یہ بہت بڑی بلا ہے دیکھو جنگوں میں کتنی سلطنتیں تباہ ہوئیں کتنی مقروض ہوئیں کتنے جہان سپاہی اور سپہ سالار ہلاک ہوئے یہ وقت تھامو مومن وہ ہے جو مستقل مزاج ہے۔

۱۲۔ پارہ ۱۹۰۹
(رکوع نمبر ۶)

کتب۔ لکھا گیا ہے یہ قانون۔

قصاص۔ بدلہ جو دار ثانی مقتول۔ قاتل سے لیتے ہیں۔ اس میں جہاد کا ایسا ہے کہ جب قصاص ضروری ہے تو پھر تم ہی اپنے مقتولوں کا بدلہ لو۔ جو کفار وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں حشر۔ آزاد۔ اصل۔ باقی یہی بات کہ حشر عبد کے مرد عورت کے مقابلہ میں بھی مارا جائے یا نہیں اس کا جواب پٹ سورۃ مائدہ رکوع ۱۱ میں موجود ہے۔ ان النفس۔ عقی لہ۔ قتل کا بدلہ یا دیت کا کچھ حصہ ہی معاف کر دیا جائے

فاتباہ بالمعروف۔ دار ثانی مقتول کو تابع ہونا چاہیے۔ قاتل کے ساتھ قاعدہ حکم و عرف کے مطابق اور چونکہ بدلہ قتل نہیں دیا گیا اس لئے خوبی سے ادا کریں۔

ذلائک تخفیف من دیکم و دحمۃ عرب بن ایک کے بدلے سینکڑوں قتل کروئے جاتے تھے بڑوں کا جو غلام ہوا اگر وہ قتل ہو جاتا۔ تو اس کے بدلے میں کئی خوراکے جاتے۔ اس الحرامیہ کا قانون مقرر کر کے فرماتے ہیں۔ یہ خاص تخفیف تمہارے رب کے اور اس کی رحمت اس سے پہلے ایک معمولی بات چنگین ہو کر ہزاروں کے کشت و خون کی نوبت پہنچ جاتی مگر اب یہ بات نہیں بلکہ صرف ایک کے بدلے میں ایک کو قتل کرنے کا حکم ہے۔

نفۃ اعدائی۔ اگر پھر وہی اپنا علاج چلاؤ گے۔ تو تمہیں ایک دیکھ دینے والا عذاب پہنچے گا۔ خدا کی طرف سے یا حکام کی طرف سے جو کہ وہ مناسب موقع و حال تجویز کریں گے۔

ولکم فی القصاص حیوۃ۔ اس قصاص میں تمہاری زندگی ہے۔ وہ اس طرح کہ اب ایسا نہ ہو گا کہ ایک کے بدلے میں ہزاروں کے کشت و خون کی نوبت پہنچے۔ بلکہ حکومت قصاص لگی اور قاتل و دار ثانی مقتول بچ کر کام کریں گے۔ اس طرح آبادی کی تعداد بڑھ جائے گی۔

یاد الی الاباب۔ صاحبان عقل کو خصوصیت خطاب فرمایا کیونکہ اس بارز کو مروتی عقلین نہیں سمجھ سکتیں۔ کیونکہ بدلہ لینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے بلکہ شریعت کے بہت سے کام میں جو انسان کی اپنی ذات کے وابستہ ہیں بہت سے ایسے ہیں۔ جو حکام سے مخصوص ہیں جن لوگوں نے اس بھید کو نہیں سمجھا انہوں نے نقصان اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا۔ اطيعوا اللہ واطيعوا الرسول واولی الامر منکم۔ جو لوگ حکام کی پابندی نہیں کرتے وہ خطرے میں ہیں۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت ناولی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Librray

سورۃ البقرة (پارہ دوم) (بقیہ رکوع نمبر ۶)

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ اس رکوع میں تقویٰ کی بات چلی ہوئی ہے لیس آلہ میں تقویٰ کے اصول بتائے ہیں۔ اب قصاص کے حکم میں فرماتا ہے کہ لعلم تقون ہے۔ یہ جانوں کے متعلق تقویٰ کا جو بیان فرمایا اب مال کے متعلق جو تقویٰ ہے وہ بیان کرتا ہے۔

اذا حضر۔ حاضر ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک شدت بیماری۔ دوم یہ کہ موت ہی آجا پس ایک شق کے لحاظ سے قویہ معنی ہونے۔ کہ جب کوئی ایسا بیمار ہو تو وصیت کروا کر اپنے مال کے متعلق وصیت کس کے لئے ہو۔

لوالدین۔ اپنے ماں باپ کے واسطے۔ کیا وصیت ہو۔ ایک یہ معنی ہے کہ اپنے ماں باپ کے جملے میرے بعد یوں انتظام کرنا۔ دوم یہ کہ اپنے مال باپ کے حق میں وصیت کر جائے اس صورت میں جبکہ وہ شرعی قانون کے لحاظ سے ترکہ کے وارث نہ بن سکیں۔ مثلاً وہ کافر ہو یا غلام ہو یا اپنے بیٹے کے قاتل ہو یا ان صورتوں میں وارث اگر ان کے لئے وصیت کر جائے تو جائز ہے یا یہ مطلب کہ ان کو اپنے کاموں کا دھمی کر دے۔ یہ سب احکام بھی جہاد کی تہذیب ہیں کیونکہ جنگ کا زمانہ تھا اس لئے صحابہ کو فرمایا اپنی وصیتیں کر چھوڑ دو۔ اور اگر حضر کے معنی یہ ہوں کہ موت آہی جائے تو پہر یوں معنی ہونگے کہ لکھی گئی ہے تمہارے لئے وصیت جو والدین اور اقارب کے متعلق ہے وہ بالکل مناسب اور حق ہے متقیوں پر کہ اس کے مطابق عمل درآمد کر دو۔ وہ وصیت کہاں لکھی ہے؟ دیکھو پک سورۃ نساء کا دوسرا رکوع و بسم اللہ

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِیْمٌ۔ فرماتا ہے کہ ہم علیم خدا ہیں۔ سمجھو بوجہ کہ حصص مقرر کئے ہیں اور وصیتوں کے بدلے کو بھی سنتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَمَنْ یُعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فِتْیٰتًا

فِتْیٰتًا۔ اب سن لو کہ کیا کچھ تبدیل کیا گیا ہے۔ سب سے اول قویہ کہ اگر کیوں کو درتہ نہیں دیا جاتا۔ خدا تعالیٰ نے عورت کو بھی حشر فرمایا ہے اور زمین کو بھی ایسا ہی زمین کو بھی ارض فرمایا ہے اور عورتوں کو بھی۔

فَاَمَّا اٰثْمَةُ۔ پناچہ اس کا نتیجہ دیکھو کہ جب سے ان لوگوں نے زمین کا ورثہ دینا چھوڑ دیا ہے ان کی زمینیں ہندوؤں کی ہو گئی ہیں جو ایک وقت سرگرمیوں زمین کے ملک تھے اب وہ دیگر کے بھی نہیں رہے۔ اس لئے کہ صریحاً پک نسا رکوع ۲ میں فرمایا۔ وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِینٌ اب اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہوگی۔ عورتوں پر جو ظلم ہو رہا ہے وہ بہت بڑھ گیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَا تَسْكُوْهُنَّ ضَرًا اَوْ دُوْسًا۔ دواشر دھن بالمعروف۔ تیسرا۔ ولا تضاروهن۔ چوتھا۔ ان کو ہتھوڑیں۔ پنجم۔ وَلٰطَنَ مِثْلَ الَّذِیْ یَلْمِزْنَ باوجود اس کے وراثت کا ظلم بہت بڑھ رہا ہے پھر دوسرا یہ بعض ظالموں کو کہتے ہیں نہ طلاق دیتے ہیں۔ فَمِنْ خَافَ مِنْ مَوْصٍ جَنْفًا اَوْ رِثْمًا۔ اس حکم وصیت میں ایک اور وصیت کا ذکر ہے۔ بالفائد من بعد وصیة۔ پس اس وصیت میں اگر کوئی کجی کرے تو اس کی اصلاح کر لی جائے۔

جَنْفًا۔ کے معنی غیر متجانف لاشم سے ظاہر ہوتے ہیں یعنی نہ جھکے نہ اٹھ۔

۱۶۔ مارچ ۱۹۰۹ء
(رکوع نمبر ۷)

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اٰتُوا مِمَّا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصَّیَّامُ۔ روزوں کی فلاسفی یہ ہے کہ انسان کو دو چیزوں کی بہت ضرورت ہے ایک بقا و شخصی کے لئے غذا کی۔ دوم بقا و نوعی کے لئے بیوی کی۔ اب دیکھو انسان اگر میں تنہا بیٹھا ہے پاس بڑی شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔ روزہ موجود ہے۔ بروت موجود ہے شربت حاضر ہے۔ کوئی روکنے والا ہی نہیں مگر پھر بھی سچا روزہ دار مطلق ان چیزوں کے کھانے کا ارادہ تک نہیں کرتا اسی طرح بیوی پاس ہے۔ کوئی چیز مانع ہی نہیں۔ مگر پھر بھی وہ اس سے محترز ہے۔ یہ کیوں؟ محض اس لئے کہ روزہ دار ہے اور اس کے مولیٰ کا حکم ہے کہ ان دونوں چیزوں سے رکاوٹ ہے۔ یہ شائق ہیں یہ سکھاتی ہے کہ باوجود سامانوں کے مہیا ہونے اور ضرورت کے۔۔۔ ہم ان چیزوں سے رکے ہم میں جن سے رکے رہنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اسلام میں ہر سال ایک ماہ تو بالائزام یہ شق کرائی جاتی ہے ادا ایک طرح سے چار ماہ کے لئے یہ شق ہوتی ہے۔ کیونکہ عادت نبوی تھی۔ کہ ہر دو شنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھتے۔ پھر آیام بغض (۱۲-۱۳-۱۴) میں بھی روزہ رکھتے۔ گویا ہر چھپنے میں بالا وسط و اس دن اس حساب سے روزہ کیلئے ماہ چھتے ہیں۔ اب خیال کر دو۔ کہ جو لوگ چار ماہ یہ شق کرتے ہیں وہ رشوت کیوں لیں۔ اکل باطل کیوں کریں۔ کوئی ضرورت انسان کو ان ضرورتوں سے بڑھ کر پیش نہیں آسکتی جو بقا و شخصی و بقا و نوعی کے لئے ضروری ہیں۔ جب ان ضرورتوں میں باوجود سامانوں کے مہیا ہونے اور کسی روکے نہ ہونے کے صرف اللہ کی فرمانبرداری کے لئے محترز رہے۔ تو پھر ایک صریح حرام امر کا کیوں ترک ہونے لگا۔

وَعَلِیَ الَّذِیْنَ یَطِیْقُوْنَہٗ۔ اور جو صوم کی طاقت رکھتے ہیں یعنی جنہیں روزہ رکھنے میں تسر آجادیں۔

فَدِیۃٌ طَعَامٌ مُّسْکِیۡنَ۔ وہ ایک مسکین کا کھانا بطور صدقہ دیں۔ یہ صدقۃ الفطر کی طرف اشارہ ہے چنانچہ تعامل سے ثابت ہے کہ ہر روزہ دار نماز عید پہلے ایک مسکین کا کھانا صدقہ دیتا ہے۔ دوسرا میرا اپنا طرز پسند یہ جو آثار سلف کے مطابق ہے یہ ہے کہ خود روزہ رکھا اور اپنی روٹی کسی غریب کو کھلا دی۔ اور جو لوگ اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ جو لوگ

طاقت نہیں رکھتے وہ قدیم دین۔ یہ بھی ٹھیک ہے نقلی روزوں میں ایسا کر لین کہ ہر دو شنبہ و جمعہ و ایام بعین کو روزہ نہیں رکھ سکتے تو اس روزہ مسکین کو کھانا کھلا دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا کیونکہ آپ تو ماہ میلیم میں موسم بہار کی ہوا سے بڑھ کر جو دوسرا میں ہوتے تھے۔

فمن تطوع - جو شخص کوئی نیکی خوش دلی سے کرے وہ بہت اچھی ہے اور یہ کہ روزہ رکھنا تو بہت ہی مفید ہے اس سے دعا کی قبولیت ہوتی ہے۔ صبر و استقلال اور نفاہی سے بچنے کی مشق ہوتی ہے اپنی اصلاح ہوتی ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ کمزور لوگوں کے لئے اس قسم کے مجاہدات منع ہیں جن میں روزہ رکھنے میں اور وہ اخیر میں خشکی و مانع سے نیم سواری ہو جاوے اور کسی کام کے نہ رہیں۔

شہرمبضان الذی انزل فیہ القرآن - قرآن شریف کا طرز ہے کہ پہلے عام نازل سکھاتا ہے۔ پھر خاص فضیلت کی بات اسی طرح پہلے عام نازل سے ہوتا ہے پھر انزل الذا نزل شریف - پہلے عام باری کا حکم ہوتا ہے۔ پھر خاص کا۔ مثلاً پہلے عمرہ وغیرہ کا ذکر ہے پھر حج کا۔ پہلے صدقات کی ترغیب ہے پھر زکوٰۃ کی۔ اسی طرح پہلے یہاں عام طور پر نقلی و فرضی روزوں کا حکم دیا ہے پھر رمضان کے روزوں کا حکم دینا ہے۔ پہلے شہر رمضان کی فضیلت بیان کی ہے کہ اس میں قرآن شریف نازل ہوا۔ چونکہ قرآن کا اطلاق جزو سورۃ پر بھی ہو سکتا ہے اس لئے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام قرآن ماہ رمضان میں نازل ہوا ہے بلکہ صرف ایک سورۃ کا نزول بھی کافی ہے۔ میں نے جو تحقیق کی اس معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم جن دنوں غار حرا میں عبادت فرمایا کرتے تھے وہ دن رمضان کے ہوا اور میں پہلی سورۃ کا جزو نازل ہوا اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر رمضان اس لئے فضیلت کا مہینہ ہے کہ اس میں قرآن کا کوئی جزو نازل ہوا تو اس فضیلت میں دوسرے مہینے بھی شامل ہیں اس لئے کہ دوسرے مہینے بھی بہت پرچہ ہے کہ وہ رمضان جس کے بارے قرآن شریف نازل ہوا۔ مگر شروع نہ دل ایک رنگ رکھتا ہے۔

بیانات - کھلے عزائم نامے۔

الفرقان - قرآن سے مجھے اس کے معنی معلوم ہوئے کہ فرقان نام ہے اس فتح کا جس کے بعد دشمن کی کمرٹٹ جائے اور یہ بدر کا دن تھا۔ غزوہ بدر بھی ماہ رمضان میں ہوا غرض کہ رمضان المبارک کیا بھانڈا فتوحات و نیادی اور کیا باعتبار ابتداء نزول آئی یا کید قرآنی طرح قابل قدر و حرمت ہے۔

واذا سالک - اگر لوگ یہ سوال کریں کہ روزوں کی کیا فائدہ ہوتا ہے تو ایک تو یہاں حکم بتھوئی اور دوم یہ کہ انسان کو خدا کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں بہت قریب ہو جاتا ہوں اور دعائیں قبول کرتا ہوں۔

اجیب دعوة الداع اذا دعان اس کے یہ معنی نہیں کہ جو مانگو وہی ملے کیونکہ دوسرے مقام پر فرمایا جو پ رکوع ۱۰ سورہ انفام کے رکوع ۴ میں ہے۔ بل ایذا تدعون فیکشف ما تدعون ۱۲ لہ ان شاء۔ یعنی اگر چاہے تو اس مصیبت کو ٹھادیتا ہے یہاں بھی ال کے اس طرز اشارہ کر دیا ہے۔

فلیستجیبوا لدیو منو الی فرمایا ہے یعنی جس قدر تم میرے فرمانبردار ہو جاؤ ایمان میں ترقی کرنے جاؤ گے۔ اسی قدر میں دعائیں قبول کروں گا۔

الوقت - عورت کی رغبت کرنا جلع کرنا جلع کی باتیں کرنا۔

ھن لباس لکم - عورتوں کو لباس فرماتے ہیں ان کے بہت سے حقوق فرماتے ہیں عورتوں کو ساتھ رکھنا چاہیے۔ یہ فلاسفہ میری سمجھ میں نہیں آتی کہ کاف کشمیر میں ہوا اور موسم سرما پنجاب میں سرد کرے۔ جازا گئے تو کدے میرا کاف کشمیر میں ہے۔

تختانف انفسکم - یہ لوگ ایک غلط رسم میں مبتلا تھے ان میں کوئی سوچتا تو پیر رات کو نہ کھانا کھاتا نہ بیوی سے جماع کرتا۔ فرمایا اللہ نے تم پر فضل کیا۔ مگر کچھ بعد ہوا کہ ان کو کھانا کھانا اور بیوی کی حقیتیں لکم - ایک شخص نے ایک دفعہ کہا کہ صبح صادق ایک انتظامی ہاں ہے۔ پانچ منٹ اور ہو گئے تو کیا اور اگر ادھر ہو گئے تو کیا۔ اللہ تعالیٰ نے عجیب طور سے اس کا جواب سمجھایا۔ وہ جولا نا تھا اسے خواب آیا کہ میں نانی پیدا ہوا ہوں۔ مگر ایک طرف بیچ کے ساتھ باندھنے میں پانچ انگلی کا فرق رہ گیا ہے اور وہ چلا رہا ہے یا تو میچ کو ادھر کر دیا کہ بارہ کو لبا کر دینا میری نانی بگڑتی ہے اور کوئی اسے کہہ رہا ہے کیا نہ صاف پانچ انگلی کا فرق ہے اس پر اس کی جاگ کھلی اور بہت دم ہوا اور اسے

قلل حد ود اللہ فلا تضر یوھا کے معنی سمجھ میں آئے۔

کذا لک بین اللہ - واقعی یہ طریقہ ان لوگوں کو سمجھانے کا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ولا تأکلوا مما لکم بینکم - فرمایا ہے کہ ہم نے یہ سارا علم حصول تقویٰ کے لئے بیان کیا ہے۔ پس تم مالی معاملات میں وہ راہ اختیار کرو جو خدا کو پسند ہے۔ پھر انوس آتا ہے اس ملک کے لوگوں پر۔ یوں تو جوڑوں کی نسبت مشہور ہے کہ ان کا چیرا حلال و حرام چلتا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ کسی گھر مسلمانوں کے چوڑوں کے گھر میں رہے۔ ایک ضرب القتل ہے۔ ضرب القتل کہنا تو نہیں چاہیے۔ کیونکہ اس کے کہنے والے تو حکم رکھتے ہیں۔ یہ کسی سفید کا قول ہے۔ کہ دنیا کہانے مکر سے اور روٹی کہانے شکر سے۔ یہ بالکل ایک گندہ قول ہے اور کسی ادھ پرست تاریکی کے فرزند کا ہے۔

قد لوباللی الحکام - رشوت نہ دو اور نہ پوچھنی مقدمہ بازی میں ناحق خرچ کرو۔

باطل - کہتے ہیں اس کو کہ اجازت شریعہ کے خلاف کچھ حاصل کیا جائے۔

۱۷۔ مارچ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۸)

یسئلک عن الاھلۃ - یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی۔ مدینہ حبیبہ کا وقت جو رسول اللہ پر گزرا ہے اس کا پتہ چار باتوں سے لگتا ہے۔

کہ مسئلہ میں آپ کو اور آپ کی جماعت کو شدید تکلیفیں دی گئیں یہاں تک کہ جن لوگوں کے جھٹھے تھے وہ بھی ہار کر افریقہ میں چلے گئے۔ جب جھٹھے والوں کی یہ حالت تھی تو جن کا جھٹھا نہیں تھا ان کی حالت خود ظاہر ہے۔ صرف اسی بات کی طرف غور کر کے ان کے مشکلات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے پیارے وطن کو چھوڑ کر افریقہ چلے گئے جو بالکل بیابان و غیر آباد تھا۔ پھر وہاں تک پہنچنا بھی کوئی آسان نہیں تھا۔ نبی کریم پر جو تین برس آئے وہ تو ایسے تھے کہ بڑی مشکلات کا سامنا تھا۔ کسی سے دلچ نہیں کر سکتے روٹی وغیرہ کسی کے ساتھ نہیں کہا سکتے۔ کوئی ان کو سلام نہیں دیتا تھا۔ غلہ جو باہر سے آتا تھا اسے نبی باشم خرید نہیں سکتے تھے۔ پھر تیسری تکلیف یہ تھی کہ جب آپ مدینہ میں چلے گئے۔ تو بدبخت لوگوں نے مدینہ کے ارد گرد شام کی تجارت

کا یہاں نہ کرنا تمام نواحی مدینہ کی قوم پر غلبہ کرنے کا مقصد ہے۔ چوتھی بات
تکلیف کی یہ تھی کہ وہاں بھی دشمن موجود ہے۔ بنو قینقاع۔ قریظ بنو نضیر۔ عیسائی۔ وغیرہ
قوموں کا جھگڑا تھا۔ ان سب ضرر دینے والوں کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے جہاد کے سوا
کوئی تدبیر نہ تھی۔ چنانچہ یہ سورہ اول سے آخر تک جہاد کی ترغیب میں نازل ہوئی۔ پہلے کعب
بن اشجق بنی النضیر کے فرما کر ہی اشارہ کیا ہے۔ مصلح کہتے ہیں اسے جس کے سر پر تختی
کا تاج ہو۔ پھر تیسرے رکوع میں بشش الذین آمنوا فرما کر مفتوح ملکوں کا نقشہ دکھایا
ہے کہ ان میں نہرین بہتی ہوگی۔ باغ ہوں گے جن کے وارث مومن ہوں گے اور اس کے
ساتھ کفار کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ نار الحوب میں ہلاک ہوں گے۔ پھر بنی اسرائیل کا ذکر کیا
ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے خلاف جہاد میں جانے سے مضائقہ کیا
تو اہبطوا مصر کی مانت کی ذلت و مسکنت میں پھلے گئے۔ اس میں اشارہ کیا کہ تم یوں نہ کرنا
اس کے بعد کسی طور سے ترغیب دی گئی اور بتایا ہے کہ جہاد میں خوف۔ جوع۔ مال و جان
کا نقصان۔ سب کچھ ہوگا۔ لیکن اگر تم استقلال سے کام لو گے۔ تو پھر تمہارے لئے بشارت
ہے۔ باقرہ کے واقعہ پر غور کرو کہ اس نے صبر کا کیا اجر پایا۔ پھر قصاص کی ترغیب دی
اور یہ بھی بتایا کہ یہ سب کچھ اس لیے ہے جب تک تقویٰ نہ ہو کہ نہ ہی تقویٰ تھام کر مایوسی
کی جڑ ہے۔ پھر تقویٰ کے حصول کے ذریعے بتائے ہیں چنانچہ اون میں سے ایک فریقا
ذکر پچھلے رکوع میں فرمایا کہ روزے رکھو اور سناہی سے بچنے کی مشق کرتے رہو۔ جب ایک
مہینہ کی نسبت صحابہ کو یہ علم ہوا کہ اس میں یہ فضیلتیں ہیں۔ تو انہوں نے دوسرے تمام
چاندوں کی نسبت بھی سوال پیش کیا۔ یہ شان نزول ہے۔ یسئلونک عن الاعلہ
کا تو فرمایا کہ اھی موا قیت للناس والجم۔

ولیس اللہ بان تا قلا البیوت۔ اس سے پہلے ایک دفعہ جو لیس البر آیا اس میں
بتایا کہ تم مشرق و مغرب کے فلاح ہو جاؤ گے مگر تقویٰ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ یہاں یہ بتایا کہ
ظاہری رسوم کی پابندی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی جب تک کہ اس کی روح پر تہلدا عمل نہ ہو
ہمارے علاقہ (بحیرہ شاہ پور) میں ایک رسم ہے کہ حرام کا دودھ الگ برتنوں میں رکھتے ہیں
اور حلال کا الگ برتنوں میں۔ مٹی کے برتنوں کا تو بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ مگر پیٹ میں سب کچھ جمع
کر لیتے ہیں۔ اس ظاہر داری پر کیا افسوس آتا ہے کہ مٹی کے برتن میں تو حلال و حرام کے
لئے تفرقہ کر لیں مگر حقیقی برتن (پیٹ) کے لئے کچھ پروا نہ کریں۔

اسی طرح نمازوں میں صفین سیدی کرنے کی تو بہت تاکید ہوتی رہتی ہے مگر جو اس کا
اصل مقصد ہے۔ جب وہ نہ ہو تو یہ ایک معمولی رسم رہ جائے گی وہ یہ کہ کوئی بڑا بن کر آگے
نہ ہو اور پیچھے نہ ہو اور آپس میں ایک جہاں ہو کر رہو۔ پس اگر تم ایک نہ ہو جاؤ اور دونوں میں
کھوٹ رہے تو پھر ٹخنے کاٹنے سے ملنا عبت ہے۔

وآتوا البیوت من ابوابہا۔ ہر ایک چیز کے حصول کے لئے ایک راہ ہوتی ہے
پس اسی راہ سے اسے طلب کرو۔ جب انسان اس راہ پر نہ چلے گا تو منزل مقصود کو ہرگز نہ
پہنچے گا۔ ان میں ایک رسم بھی تھی کہ گھروں میں واپس آتے تو پہت پہاڑ کر گذرتے۔
اس سے منع فرمایا کہ یہ رسم ہے۔ اس کے اصل کی طرف توجہ کرو۔

واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ اے انتم تیسریوں مفلحوں یعنی تم تقویٰ اختیار
کرو۔ شاید کہ وہ مفلح تم ہی ہو جاؤ۔ مری مفلحوں جن کا ذکر رکوع نمبر ۱۱ میں آیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ تم ہی (اے احمد بن حنبل!) اپنے دونوں کوصات کرو۔ مشہور ہاں ہوں
میں شریک نہ ہو کسی سے مقابلہ کرو۔ تو نفس کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کے لئے۔
رسول کریم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی شجاعت کے اظہار کے لئے لڑتا ہے۔ کوئی اپنی قوم
کی عزت و جلال کے لئے کوئی کسی خیال سے کوئی کسی خیال سے۔ مگر جو لڑتا ہے کہ اللہ
کے اعداء کے لئے دہی خدا کے نزدیک سچا مبارک ہے اب بتانا ہے کہ لڑائی کرو تو ان
الذین یقاتلونکم۔ جہنم سے لڑائی کرتے ہیں وہ بھی از خود نہیں۔ بلکہ ایک سامع
کی امانت۔ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ الامام جنتہ یقاتل منہ واداء
امام ایک پر ہے اس کے پیچھے لڑا جاتا ہے۔ ایک سپاہی دوسرے سپاہی کو مارتا ہے۔ مگر
اس کا واقف نہیں ہوتا۔ کوئی پوچھے۔ یہ جو اس کے مقابلے کے لئے آگے ہو رہا ہے۔ آخر
کوئی وجہ۔ تو اس کا یہی جواب ہو گا کہ وجہ ان کے افسیر کو معلوم ہے۔ پس سپاہی کے لئے
ضروری ہے کہ وہ اپنے افسیر کا تابع رہے۔

ولا تعدوا۔ حد سے نہ بڑھو۔ یہ اس لئے فرمایا کہ سپاہی کو جوش میں حد کی خبر نہیں
رہتی اس لئے اس کی ہر ایک حرکت اپنی افسیر کے ماتحت ہونی چاہیے۔
واقتلوہم۔ تم سے کون مراد ہیں مری جو الذین یقاتلونکم کے مصداق ہیں۔
یعنی جو جنگ کرتے ہیں۔

القتلۃ اشد من القتل۔ قتل سے ایک نفس کا نقصان ہوتا ہے مگر فتنہ ایسی
ہوتا ہے کہ اس میں قوم کی قوم ہلاک ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ ایک بچہ فتنہ کا ذریعہ بن جاتا
ہے اس کی مثال دیاسلانی سی ہے کہ پہلے ایک گرین ہی سلفراس بن نہیں ہوتا۔ مگر جب
اسے گہرا کسی کڑی سے لگاتے ہیں۔ تو پھر بعض اوقات حملوں کے محلے بلکہ شہروں
کے شہر جل جاتے ہیں۔ پس تم چوٹی بات کو چھوڑنا نہ سمجھو بلکہ بڑا سمجھو اور فتنوں سے بچتے رہو۔

۱۸۔ مارچ ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع نمبر ۸)

وقاتلوہم حتی لا تلکون۔ یہ شدہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اعداء صائب الباطل نہیں
فتنہ ویکون الذین للہ چاہتا۔ بلکہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو
سارے جہان کو ایک مذہب پر قائم کر دیتا۔ و لو شاء۔

لہذا کم اجمعین۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ لولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض
لهدمت صوامع و دیم و مساجد و صلوٰۃ یعنی اگر اللہ آدمیوں کی ایک دوسرے سے ممانعت
کرنا نہ تھا تو عیسائیوں کی مسلمانوں کی جو سیون کی پیرویوں کی عبادت گاہیں منہدم ہو جاتیں
جس سے معلوم ہوتا کہ مذاہب کا اختلاف اللہ کے نشانہ کی ماتحت ہے۔ اللہ تعالیٰ جو انبیاء کو
بھیجتا ہے تو اس میں قائم کرنے کے لئے۔ یہ نشانہ نہیں ہوتا۔ کہ لوگوں کو پکڑ کر مسلمان بنا لیں
بلکہ وہ لا اکراد فی الدین کے ماتحت چلتے ہیں کیونکہ انسان اس وقت تک خدا کے نزدیک تو
مومن نہیں ہوتا۔ جب تک کہ دل سے ایمان نہ لائے اور پھر ضروری ہے کہ اس کے ایمان کے
آثار اس کے ظاہری کاموں میں پیدا ہوں اور کوئی اس کو روک نہ سکے۔ پس جہاں بھی اس
وقت تک جائز ہے کہ مومن کفار کے فتنہ میں نہ رہے اور جو ایمان لائے ہیں۔ وہ اپنی عبادت
بلایا خوف و روک کے ادا کر سکیں وہ نفاق سے کام لیتے پر بھیج رہے ہوں۔ بلکہ

يَكُونُ الدِّينَ لِلَّهِ - اللہ کے لئے ان کا دین ہو اور کوئی فتنہ نہ رہے۔

فَانْصَحُوا - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ - شرارتیں اور فتنے اللہ کو ناپسند ہیں پس اس وقت تک لڑائی جائز ہے کہ جب تک فتنہ نہ رہے۔ وَلَا يَزَالُونَ يَقَاتِلُوكُم حَتَّى يَدْرُدْكُمْ عَنْ دِينِكُمْ اِنْ اسْتَطَاعُوا - یعنی وہ تم سے لڑتے رہیں گے جب تک کہ تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ کر لیں۔ پس جب یہ خوف جاتا رہے۔ اور کفار بلا کراہ کسی مسلمان کو قتل نہ کر سکتے اور فتنہ باز یوں سے ہٹ جائیں تو پھر تمہارے آپس کی عداوت (اس) کو توڑنے کا کوئی موقع نہیں مگر ان لوگوں کے لئے جو فتنہ ڈالتے رہے وَالْقَوْلُ لِلَّهِ - یعنی تم ان کی عداوت توڑنے کی ان کو سزا دیدو مگر بقولے کو ضرور ملحوظ رکھو۔ یعنی اگر انہوں نے بھجوتے اور عورتوں کو فروغ کیا یا دیکھ دیا یا کسی عورت سے بدکاری کی۔ تو تم ان کے ساتھ یہ معاملہ نہ کرو بلکہ اپنے حاکم کی معرفت اور رنگ بن سزا دو۔

وَالْفِتْنَةُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - لڑائی کے وقت مالوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی ترقیب دی۔ دیکھو اب بکرہ و عہدہ قوم کے مخاطب سے اب وہی وہی ہے بڑے نہ تھے مگر انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو وہ بڑے بن گئے۔ میں ہمیشہ اس کو ذوق سے دیکھا کرتا ہوں کہ مہاجرین نے خدا کے لئے وطن چھوڑا تو ان کو بدلے میں ملک کی سلطنت ملی۔ انصار نے یہ کام نہ کیا اس لئے ان کو یہ اجر بھی نہ ملا۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنا بھی ضائع نہیں جاتا۔ ایک صحابی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں سوانٹ دیا تھا کیا اس کا کچھ ثواب لیگا۔ فرمایا اسلمت علیہ السلام اس وقت تو تو مسلمان ہوا۔ ایسا ہی ایک اور قصہ ہے کہ کوئی خشک فتنی گرتے ان کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا۔ جو ہر صبح چڑیوں کو چوگاٹا ہوتا اس فتنے کے لئے کہا کہ کیوں ناحق اپنا مال ضائع کرتا ہے تو اسے اس جوہر کا بوجھ کفر کوئی فائدہ نہیں۔ کچھ مدت ہوئی تو اسے حج کرنے پایا۔ اس وقت سمجھا کہ یہ اسی خیرات کا اثر تھا۔ ایسا ہی ایک اور بدکار نے ایک پیاسے کتے کو اپنے سوزے سے پانی نکال پلایا تو خدائے اے نجات کی راہ بتائی۔

بہر حال اتفاق فی سبیل سے ثمرات رکھتا ہے اور ہر زمانے میں اتفاق کا ایک رنگ ہوتا ہے یہ زمانے فوجی تیاریوں پر خرچ کرنے کا نہیں بلکہ فتنی جہاد میں اسی میں مدد کرنا ہر مومن پر فرض ہے اگر تم یہ خرچ نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے تئیں ہلاک کر لو گے کیونکہ جب دشمن کا مقابلہ نہ کیا گیا تو اس کا نتیجہ سوا اپنی بربادی اور گناہی کے اور کچھ نہیں۔ اس لئے فرماتا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا بَايِدِيكُمْ اِلَى الْاَعْتَقَلِكُمْ - تم اپنے ہاتھوں سے اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

وَاحْسِنُوا اِلَى الْاَعْتَقَلِكُمْ - احسان کی عادت ڈالو تا تم خدا کے محبوب بن جاؤ۔ روح کے خواص میں سے ایک یہ بات ہے کہ ہر شخص محبوبیت کے مقام کا خواہن ہے۔ شاعر شعر کہتا ہے۔ بکچو ارکچو تیار کرتا ہے۔ خوب صورت بن جھن کے نکلتا ہے۔ وہ نعمت مال خرچ کرتا ہے اس لئے کہ وہ محبوب بن جائے۔ اس محبوبیت کے مقام کے حصول کا ایک ذریعہ اللہ بتاتا ہے وہ یہ کہ تم محسن بن جاؤ۔ پھر تم محبوب بنو گے۔ اور محبوب ہی کس کے اللہ کے۔ کوئی شخص اپنے محبوب کو ذلیل نہیں کرتا۔ پس وہ جس کا خدا محب ہو وہ کیوں کر ذلیل ہو سکتا ہے۔

جاؤ۔ پھر تم محبوب بنو گے۔ اور محبوب ہی کس کے اللہ کے۔ کوئی شخص اپنے محبوب کو ذلیل نہیں کرتا۔ پس وہ جس کا خدا محب ہو وہ کیوں کر ذلیل ہو سکتا ہے۔

وَاتِمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ - کہہ دالین نے۔ مسلمانوں کو حج و عمرہ سے منع کیا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم حج کو گھر کے یہ تک روکتے رہیں گے۔

فَاِنْ احْصَرْتُمْ - اگر تم روکے گئے جیسے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر (تو بھی انوشہ کی بات نہیں۔ اخیر تمہاری فتح ہے۔

ذَلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ اِهْلًا حَاضِرًا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ - ذلک میں بحث ہو بعض کہتے ہیں کہ یہ حج و عمرہ کو ملا کر کرتے کی بیرونی لوگوں کو اجازت ہے۔ کہ والوں کو نہیں بعض کہتے ہیں کہ کہہ دالے ہی کر سکتے ہیں۔ مجھ وہ بات پسند کر کہ یعنی کہہ دالے متع نہیں کر سکتے۔

۲۰۔ مارچ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۹)

معلومات۔ اسلام کے تعارف میں ہر ایک جانتا ہے۔

دفتر - جماع کا ذکر کرنا۔ جماع کے سامان - خود جماع - تینوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ابن عباس نے پہلے معنوں کو پسند کیا ہے۔

بعض لوگ اثنا عشر فی کتاب اللہ سے استدلال کر کے کل کا نام حج قرار دے دیتے ہیں لیکن ائمہ اربعہ میں سے دیکھا ہے کہ وہ تمام سال احرام باندھنے کو پسند نہیں کرتے

متروک و دود - کہنا ہے سپیس سواری کا انتظام - یہ سامان بہت ضروری ہیں۔ مدینہ کی راہ میں بننے ایک فوجان شخص کو دیکھا کہ جب وہ سخت تھکا گیا تو ایک شخص کو ٹانگ سے پکڑ کر اونٹ پر سے گرایا اور خود اوپر چڑھ گیا۔ اگر اس کے پاس زاد راہ ہوتا تو یہ جہال کیوں کرتا۔

فَاتَّخِذُوا لِلنَّهَادِ الْقَعُولَى - سامان کا عظیم الشان فائدہ تو یہ ہے کہ آدمی سوال اندگناہ سے بچ جاتا ہے جس کے پاس زاد راہ نہ ہو وہ چوری وغیرہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور غالباً اس قسم کی مکاتبت انہی قسم کی کمزوریوں کی وجہ سے بن گئی ہیں ایک نابینا عورت کی کسی نے چادر اتار لی تو وہ کہنے لگی وہ بچہ حاجیا میری چادر تو دیتا جا۔

ضئوف - جو کچھ ایمان کے خلاف ہے وہ فتنہ ہوا۔

جعلی - بے جا لڑائی کرنا۔ ایک دو کہانیاں عجیب یاد آگئی ہیں ایک دفعہ راہ میں ایک شخص کی چابی گم ہو گئی وہ مجھے کہہ کہ میں جینہ جی چابی لوں گا۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا خدا تعالیٰ قادر ہے اہل بات یہ تھی کہ کچھ دیکھو ہمارا بابے سامان پر پڑے ہو اس معززہ چابیاں گئے چونکہ میرا صندوق سب سے بھاری تھا اس لئے اس شخص کا مطالبہ تھا کہ تمہاری وجہ سے ہماری چابی گئی ہے وہ ہمیں دو اسباب ٹوکرو کی چند سپاہیوں کے ساتھ بھڑ بھڑا رہا اور وہاں وہ چابیاں چھوڑ گئے اور اتفاق سے وہ سپاہی ہمارے قافلہ میں آ گئے اور اس طرح وہ چابی ہمیں ملی گئی۔

دوسرا قصہ یاد آیا کہ ایک دفعہ دو بھائی حج کرنے چلے میں ان سے کہا کہ تم جو خرچ کرتے ہو لکھتے جاؤ۔ بعد میں حساب کر لینا مگر انہوں نے اسے برادرانہ تعلقات کے خلاف سمجھا۔ لیکن آخر جا کر ان کی لڑائی ہوئی۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

سورہ البقرة

(پارہ دوم)

(بقیہ رکوع نمبر)

تیسری بات سب سے پہلی یہ کہ ہون کی عادت ہے کہ جب ایک کہنا کھاتے لگے تو جتنے
ہوں سب اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور اس طرح وہ بہرہ کے رہتے ہیں اپنے
اونٹ دلوں کو آدمی رات کے وقت کہوین دیا کرتا تھا ایک دفعہ میں نے اسے کہا جا کر پانی
لاؤ وہ گیا اور کھوری دیر بعد خالی واپس آیا میں نے کہا کیا کھاتری انشاء اللہ صبح
علوم ہوگا ایک میں نے کہا قافلے میں پانی کی بوتلیں تھیں بات یہ ہوئی کہ اس نے پانی لگا انہوں نے
انکار کیا اسے قصہ جو افاق کے مشکیزوں میں سوار کر دیا یہ باتیں میں نے اس لیے سنائیں کہ
اس آج کے معلوم ہو کہ جہگڑے کیوں پیدا ہوتے ہیں اور یہ کہ اتنے مختلف المزاج لوگوں میں
ایسے معاملات کا پیش آنا ممکن ہے پس خدا منع فرماتا ہے کہ بجا لڑائی مت کرو۔

ان تبتغوا فضلا من ربکم۔ چونکہ اس راہ میں کچھ آسودگی ہی چاہئے۔ پس اس
کے لیے اجازت ہے کہ تم کچھ تجارت بھی کرو۔
بعض علماء کا ہر مال کو برکت ہے مگر خدا تعالیٰ اسے فضل فرماتا ہے۔

المشعر الحرام۔ مزدلفہ

ثم فیضوا من حیث افاض الناس۔ دو غلط زمین تھیں انکی اصلاح فرمائی۔ ایک تو یہ کہ
مکہ والے عرفات کے کنارے رہتے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
سب وہاں اکٹھے جائیں۔

دوسری زمین نہ تھی۔ کہ مزدلفہ سے سویرے کوچ نہ کرتے تھے بلکہ پہاڑی پر حبیب
وصوب آجاتی تو اس وقت چلتے۔

واستغفر اللہ۔ ہر عبادت کے بعد استغفار کا حکم ہے دیکھو بڑی عبادت سجدہ ہے
اور سجدہ کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ اللھم اغفر لی ولسی و عاقتی۔ ایسا ہی جب
نماز سے فارغ ہو جائیں تو استغفار پڑھتے ہیں۔ اسی طرح بیان فرمایا کہ جب حج کی عبادت
ختم ہو نیکی کے قریب آئے تو استغفار پڑھو نبی کریم کسی مجلس سجدہ آٹھ سے ۱۰ تک
استغفار پڑھتے۔

فاذکر اللہ۔ اس آیت میں شاعر اپنی شاعری کا کمال دکھانا تم اپنی مغفرت کے
بے حضرت حق سزا کا ذکر کرو۔

فمن الناس بعض لوگ جہان دنیا کی نیکی کے لیے آتے ہیں بعض دین و دنیا دونوں
کے لیے وہ بھی اچھے ہیں دنیا کے حسنات میرے نزدیک یہ ہیں۔

۱۔ صحت ۲۔ علم اور اس پر عمل ۳۔ اس کی سچی عبادت اور اخلاص و توفیق خیر ۴۔ رزق
میں اتنا جتنا ضرورت ہو ۵۔ نیک اولاد ۶۔ نیک بی بی ۷۔ عمدہ مکان ۸۔ لباس اچھا
۹۔ دوست اچھے ۱۰۔ خاتمہ بالخیر اور آخرت کے حسنات کے لیے۔ میں یہ کہ لیا

کرتا ہوں کہ جو تیرے حضور حسن ہوں جسے تیرے پاک ہندوں اور لہیا رو انہی سے حسن کہتا
بقیہ رکوع ۹

من الناس من یحب ان یقولہ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انکو باتیں بنانا خوب
آتی ہیں باتیں بنانے کے لیے اس فن کی کتاب کو پڑھتے ہیں۔ مگر میں کہہ کر کہ نہیں
ہوتا۔ و ما انا من المتکلفین۔ امام مالک سے کسی نے چالیس سوال کئے ایک دو کا جواب
دیا کہ ہا و ما انا من المتکلفین شیوہ اللہ یعنی بات بات پر قسم کہتا کہ وہ اللہ ہا اللہ
بخلیوں بات ہے۔

الان الخصاص۔ جھگڑا۔ حق کا طالب نہیں ہوتا
توٹی۔ حاکم بن جائے
سعی۔ کوشش کرتا ہے۔

الحراث والنسل۔ ملاحوں کا قاعدہ ہے لوگوں کی کھیتیاں برابر کروا دیتے ہیں اور
غریب کے بال بچوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔

بہت ہی افسوس ہے ایک اور معنی میں سنا ہوں وہ یہ کہ لواطت کرتا ہے اور لواطت
اپنی نسل کو ہلاک کرتا ہے۔ اور حوث سے مراد عورت لگتے۔

العشر۔ دنیا کی نمائش عورت پر مرتا ہے۔ ایک شخص کو میو لڑکی کے نکاح پر کہا تھا کہ وہ
خرج کرو جو دنیا کے بڑے شہزادے سمجھ رسول اللہ نے کیا

ابتغوا رضیات اللہ واسطے چاہئے اللہ کی رضامندی کے من یشتر ہی نفس
اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے اسکا سکھ اسکا آرام اسکی کوئی خواہش اپنے نفس کے لیے
نہیں ہوتی خلاصہ کیا نکلا۔

احملوا فی السلم کا فہم۔ فرمانبرداری میں داخل ہو جاؤ۔ فرمانبرداری انسان کو کامیاب

کر لیتی ہے ابتدا سے یہ سبق شروع ہے۔ پہلے بتایا یومنون بما انزل وما انزل من قبلہ
پھر فرمایا اعلیٰ دارکم پھر اما یا یتیم منی ھدی پھر ابرہیم کی طہ پر چلنے کا وارث
کیا۔ پھر فرمایا کہ اس راہ میں جان بھی پڑے تو تامل نہ کرو کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے
ساتھ ہے۔

هل یظنون الا ان یتیم اللہ۔ اسکی تفسیر پارہ ۹ سورہ انفال رکوع ۱۰
ہوتی ہے۔ وہ پڑھ لیتا چاہئے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی مدد کا ذکر ہے کہ گھٹا ٹپ ہا دل آگیا
جو کفار کے نقصان اور مومنوں کے فائدے کا موجب ہوا۔ اذ یغشیکم النواص
امنة منہ وینزل علیکم من السماء علی طہرکم بالہ اللہ ملائکہ کا یہی ذکر
اذ تستغثون ربکم فاستجاب لکم انی مسمتعکم بالف من المملکۃ مردفین
۲۲۔ مارچ ۱۹۰۹ء ۶ رکوع ۱۰

سل بنی اسرائیل کہ اللہ انکی پلینہ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قوتیں
عطا کی ہیں وہ دو قسم کی ہیں ایک وہ ہیں پر انسان کو کوئی دخل تصرف نہیں اور
ترک یا فعل ان قوی کے متعلق انسان کا کچھ نہیں۔ ان قوتوں کے لحاظ سے کہا جاسکتا
ہے کہ انسان کے بس میں کچھ نہیں۔

مثال کے لئے دیکھو انسان کا قد۔ ایک قد میرا ہے اور ایک میری عمر کے کسی اور شخص کا۔
انسان میں ہڈیوں کی تعداد سب سے کم ہے اور شریانیں میں ان میں انسان کا کچھ دخل نہیں دیکھو
کوئی شخص جناب الہی کو گالیوں سے رہا ہے تو کان سننے سے نہیں رہ سکتے۔

دوم۔ وہ حصہ انسانی قوی کا جس پر انسان کو قابو ہے۔ دونوں کی مثال میرے
نزدیک زبان ہے اس میں جبر و اختیار کے دونوں رنگ موجود ہیں۔ زبان پر میٹھا رنگ
کیا کہ کچھ بھڑکانے سے کہو کہ وہ نکلیں کہ میٹھا کہے۔ تو یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہاں یہی زبان ہے
اس سے چاہے کوئی مذاکرہ انیاد کو گالیاں دے کر جہنم اپنا گھر بنائے اور خواہ ذکر و حمد الہی
کہ جسے جنت الفردوس کا وارث بن جائے۔ نتیجہ اس ساری بات کا یہ نکلا۔ کہ اگر کوئی
شخص بوجھ کیا انسان مجبور ہے تو کہو نہیں اور اگر کوئی کہے مختار ہے تو کہو نہیں۔

لیک فریق یہاں ہے جو سمجھا ہے کہ انسان مجبور ہے چنانچہ اس قسم کے اشعار کو
ہمیں۔ مدعیان قہر و یا غنہ ندیم کو دے۔ یا زیگوری کہ عدل ترکمن ہونیا رہا باش۔ سیر نزدیک
یہ ناہمی ہے۔ انسان کو مجبور پیدا کر کے پھر اسے مدفع میں ڈالنا ظلم ہے اس واسطے
میں نہ انسان کو بالکل مجبور کرتا ہوں نہ بالکل مختار۔ قرآن کی صداقت کا ایک یہ نشان
بھی ہے کہ اس میں ایسے کئے الفاظ بالکل نہیں اختیار کئے گئے۔ چنانچہ کسی آیت قرآنی
بلکہ حدیث صحیح حسن اور ضعیف میں بھی جبر و اختیار کا لفظ نہ پاؤ گے۔

پس تم یاد رکھو کہ جس حصہ میں انسان کو جناب الہی سے اختیار حاصل ہے اس میں
بعض امور کے کرنے کا حکم ہے اور بعض کے نہ کرنے کا۔ اب جو منشا خداوندی برخلات
کے اس کے محقق باز پرس ہوتی ہے۔ انبیاء کی آمد اسی حصہ کی اصلاح کے متعلق ہو
اور اپنی قوی کی ہدایت پر مبنی ہے جو انسانی قدرت کے نیچے ہیں۔

حضرت یوسف کی وجہ سے بنی اسرائیل کو مصر میں بہت عزت حاصل ہو گئی تھی
مگر کوئی قوم جب آسودہ حال ہو جاتی ہے اور ان میں کوئی بڑا ملی پیدا ہو جاتا ہے۔ تو پھر
آہستہ آہستہ کچھ مدت بعد اس نسل کے لوگوں میں کاپلی اورستی آجاتی ہے اس ملی کے جو
صاحبزادے ہوتے ہیں وہ بھی چونکہ مزید ان سے حضور حضور سننے کے عادی ہو جاتے ہیں
اس واسطے ان کو بہت سی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ پھر ان کا اثر قوم پر پڑتا ہے اور آخر وہ
قوم بظہن عیب شرعی ہو جاتی ہے چنانچہ اسی قانون کے مطابق بنی اسرائیل میں یہ عیوب
آگئے اور پھر ان پر مذہبی طرف سے فحاشی اور مسکت پس دی گئی۔ بیگانوں میں پکڑے
جائے۔ تو وہی انہیں بکوانے کے کام لئے جاتے تو ان سے پھر ایک اور قانون
آہی ہے۔ کہ جب اصل گناہوں والے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں تو پھر اس نکتہ پر زندہ قوم
میں ہی سے خدا کا کوئی پاک بندہ پیدا ہوتا ہے اور پھر اس کے ذریعہ وہ قوم سنبھلتی ہے۔
چنانچہ جب بنی اسرائیل کی نجات انتہا کو پہنچی اور اصل جرم ہلاک ہو چکے۔ تو حضرت موسیٰ
پیدا ہوئے۔ چنانچہ ان کے ذریعہ بنی اسرائیل کو پھر نجات کی راہیں دکھائی گئیں۔ آپ کا منشا رہا
کہ جہاد کے لئے یہ قوم تیار ہو اور ملک شام کی وارث ہو اس لئے آپ نے حکم دیا۔ یلقوم
ادخلوا الارض المقدسة التي كتب الله لكم ولا ترتدوا علی ادبارکم۔

حضرت موسیٰ تو انہیں فاتح بنانا چاہتے تھے۔ مگر انہوں نے بے ادبی کا کلمہ نہ نکالا
کہ وہ بڑے جاہل ہیں ہم سے مقابلہ تعین کیا جاسکتا۔ جاتو ادب تیرا رب جا کر لڑتے پھر۔ تو ان

کے درس میں کوئی بنی اسرائیل شامل نہیں ہوتا پس یہ قصہ کیوں سنایا اس لئے کہ حضرت نبی کریم
نے بھی اپنی قوم کو شرک میں مبتلا دیکھا۔ آپ کا یہی ہی منشا رہا کہ اس ملک سے نکل کر صحابہ مقابلہ
کریں اور فاتح بنیں۔ آپ کی قوت قدس کا اثر چنان تک بڑھا ہوا تھا۔ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا۔ کہ کیا تم جہاد کو تیار ہو تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ انقولی کما
قالوا الموسیٰ اذهب انت وریک فقاتلایہم فقاتل من یمینک و من شمالک
یعنی ہم حاضر ہیں آپ جہان چاہیں۔ بے جاہلین۔

آیتہ بینک۔ ایک آیت تو یہ کہ فرعون کی غلامی سے نکلا۔ بخیناکم من ال فرعون و منکم
سوء العذاب۔ (۲) پھر جنگل میں موقع پر پانی برسا یا اور بلا عنت نزل دیا۔ (۳)
بادشاہ ہو گئے۔ لیکن چونکہ انہوں نے انعام الہی کی قدر نہ کی اس لئے ان پر پھر طح طرح کے
عذاب آئے۔

عقاب۔ یہ عقاب نکلے ہے حق ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ کی سزا اعمال کے عقب میں نازل
ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ ما اصابکم من مصیبة الا بما کسبت ایدیکم
ما۔ اور من مصر کے لئے ہیں۔ گریا بڑی تاکید سے فرماتا ہے کہ تمہاری تکلیف تمہاری
نا فراتی کا نتیجہ ہیں۔

ذین الذین کفروا۔ خوبصورت دکھائی گئی ہے کافروں کے لئے درلی زندقہ۔ زمین کا
فاعل نہیں بتایا۔ یہ امر تحقیق طلب ہے۔ قرآن مجید میں تین موقع پر اس کا فاعل مذکور ہے۔
ایک جگہ حضرت حق سبحانہ فرماتا ہے۔ حبیب الیکم الایمان و ذینہ فی قلوبکم
دوم۔ ایک مقام پر فرمایا۔ کہ تم کسی کے بندگن کو گالیاں نہ دو۔ وہ تمہارے معبود
حقیقی کو گالی دین گے۔ لا تسبوا الذین یدعون من دھن اللہ۔ فیسبوا اللہ
عدو و تفسیر علم۔ اس سے آگے فرماتا ہے۔

و کذلا ذینا کل امة علمہم۔ غرض ایمان کی خوبیاں اور ایمان کے تعلقات
ان کو خوبصورت دکھانے والا تو اللہ ہے۔ اور وہ جو بدی کو خوبصورت دکھاتا ہے اس کا
فکر اس آیت میں ہے۔ ذین لکنش من المشراکین قتلا کلا دھم اور پارہ دس کو
انفال میں۔ و الذین ہم الشیطان اعمام۔

جہاد سے دور آؤ بنی وہ بد علیوں کو خوبصورت دکھاتے ہیں۔ غرض زمین کے وہ فاعل
ہیں۔ نیک کاموں کے لئے نیک اور بد کاموں کے بے ہیں بد۔ (شیطان) ۱۴ پارہ ۱۷ کو
سورہ نحل میں بھی آیا ہے۔ لقد اودعنا الی اہم من قبلک فزین الہم الشیطان
اعلہم۔ فہو و لیہم۔

و یضحدون من الذین استوا۔ جب کوئی امور آتا ہے تو وہ گروہ ہو جاتے ہیں۔ ایک
مات ایک نہیں مانتا۔ اللہ کی کتاب ہے جسے ہر بن معلوم ہوا ہے۔ کہ جا کا رہ سوتے ہیں وہ قطع
قطع کرتے ہیں۔ اکابر علوم کے محقق سے فرمایا ہما عندہم من العلم۔ یا مادہ جلال
مال و مال کے محقق سے حضرت نوح کے پیروں کو کہا گیا۔ ہم ارا ذلنا بلادی
المرأی۔

کاف الناس امة واحدة و احدا۔ نیک و بد تو دنیا میں ہوتے ہیں۔ مگر ایک نعمت
لوگوں پر ایسا آتا ہے۔ کہ ان میں سے غیرت ایمانی اٹھ جاتی ہے اور وہ غم ہی بخشوں کو

خواہش کا نام شہوت ہے۔ شہوت آنکھ سے شروع ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ حکم عیاں فرمایا
سورة فہم من قل للمومنین یغضوا عن البصار ہم ویحفظوا افرجہم ذلک مذکر الذی
لہم ۳۰ پارہ ۱۸۔

اسی طرح سوناٹ کے لئے حکم ہے۔ سوم۔ غضب۔ اس کے متعلق بھی بڑی تعلیمیں ہیں
چنانچہ پارہ چھ کے شروع میں فرماتا ہے۔ ان قبلہ و اخیراً و تخفواہ و تخفواہ
عن سوء فان اللہ کان عفواً قدیراً۔ یعنی تم اپنے عمل کو نہیں دیکھتے کہ خدا کے
مقابلہ میں کیا کیا بناؤ تین کی ہیں۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ اس پر گرفت نہیں فرماتا وہ قادر ہو کر وہ
کرتا ہے پس تم بھی درگزر کیا کرو۔ خلاصہ یہ ہوا کہ انسان چین چاہتا ہے اور چین کے جھل
کے لئے خواہش کرتا ہے مال کی شہوت کی۔ غضب کی۔ لیکن جو اون کو ناجائز طریق سے
حاصل کرتا ہے یا ان کا بے جا استعمال کرتا ہے وہ پکڑا جاتا ہے زانی کو دیکھو کہ وہ جب
شہوت کو بے جا طور سے استعمال کرتا ہے تو اسی عضو پر آشک و سوز اک سے
سزا کھاتا ہے۔ جس سے نہ ان کے قانون کو توڑا۔ اسی طرح چور کا حال ہے کہ وہ مال کے
لئے شریعت کی مخالفت کرتا ہے اس لئے بھی کوئی چور دو لقمہ نہ دیکھو گے۔ ایک چور
کسی عورت کا چوڑا اٹا کر لے گیا۔ عورت نے دیکھ لیا مگر پکڑ نہ سکی۔ آخر کئی سالوں کے بعد
چور اسی عورت کے دروازے سے گذرا۔ ... تو اس عورت نے کہا کہ اے بد بخت میرے
ہاتھوں میں تو پھر بھی چوڑا ہی موجود ہے۔ تجھی پر خدا کی چٹکار پڑی۔

اسی طرح غضب دھلے جو ارتکاب جرائم کرتے ہیں اسکی سزا پاتے ہیں۔

پس خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ محبت جب ملے گی جب تم
بٹامسا۔ غریبی یہ بھی پیدا ہوتی ہے۔ مال کی کمی سے۔
ضہاء۔ بیماری۔

زلزلوا۔ دوسرے مقام پر چین الباس فرمایا ہے۔ یہ یعنی قوت کی طاقت ہو۔

ان تین امتحانوں میں پورے نہ نکلے گئے تو جنت نصیب نہ ہوگا۔ اس پر صحابہ نے عرض
کیا کہ حضور جب یہ حال ہے کہ مال کو جائز طریقوں سے حاصل کرنا ہے۔ پھر کسریٹ
(فوجی اخراجات) کہاں سے ملے گی۔ فرمایا۔ جو مال سے بتر ہو خرچ کرو اور صرف
کسریٹ ہی نہیں بلکہ والدین کو بھی دو اور رشتہ داروں کو بھی۔

کتب علیکم القتال۔ یہ بھی اس آیت کے لئے مقدر تھا کہ دشمنوں کے ظلم کی وجہ سے
ان سے لڑنا پڑے۔

کوہ لکم۔ تمہارے لئے ایک بڑی مشکل ہے اس کا ترجمہ یہ کرنا کہ تمہیں ہری گئی ہو
کسی رافضی کا ترجمہ ہو سکتا ہے۔ کم از کم میں ایک ایسا انسان ہوں جو صحابہ کے لئے یہ
بات گوارا نہیں کر سکتا اور نہ اس مقدس جماعت کے سونہ سے یہ لفظ نکل سکتا ہے صحابہ
کے لئے مشکلات البتہ تھیں۔ مال نہ تھا۔ جاہ و جلال نہ تھا۔ جتنا نہ تھا اور دشمن کے لئے
یہ سب کچھ حاصل تھا۔

تحتوا۔ مثلاً انسان کہتا ہے کہ ال جس جیسے سے لے لے لے لے۔ کسی حسین کو دیکھ
تو چاہتا ہے جیسے ہی ہو میرے قبضے میں آجائے۔ مگر اس کے نتائج بہت خراب ہیں
وانتم لا تعلمون۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سب ان بد امتوں کے اصولوں کے بغیر ہو
ہم سب کچھ جانتے ہیں۔

فدا جاننے لگتے ہیں ایک مسخ فخر کے طور پر کتاب ہے کہ میرا ایک دوست بڑا یاد آ رہا تھا۔ ممبر
ملاقات چلی آتی ہے اور میں نے کبھی اس کے سامنے خدا کا نام نہیں لیا
آیت واحد کے میرے نزدیک بھی معنی ہیں کہ بے غیرت ہو کر ایک رنگ میں رنگیں ہو جاتا
ایسے وقت میں اللہ کے امور آتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔
فبعث اللہ النبیین۔ نبیوں کو مبعوث کرتا ہے

بغضیا یحکم۔ یعنی محض منہ کی وجہ سے نہیں لیتے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
سے کچھ دن پہلے سیدہ کدرائے پیغمبری کا دعوے کیا۔ ایک مہاجری کا آشنا سیدہ کا مہر تھا اس سے
پوچھا گیا تم نے سیدہ کو کیوں مان لیا اور محمد رسول اللہ میں کیا نقص دیکھا تو وہ کہنے لگا۔
الکذب بنی مامہ احب الی من اصدق قریش۔ قریشی خواہ کیسا راست باز ہو آخر قریشی
ہے اس سے مجھ پر اپنی قوم کا کذب اچھا۔ پس یہ وجہ ہوتی ہے اختلاف کی۔

۳۳۔ ماسیح ۱۹۰۹

(بقیہ مکرر ۱۰)

میں کل تباہی کا ہوں کہ جس حصہ میں انسان کا داخل نہیں اس میں شریعت نازل نہیں ہوتی اور
جس میں داخل ادا اختیار ہے اس میں شریعت

قانون سرکاری اور شریعت میں یہ فرق ہے کہ قانون گورنٹ اس وقت گرفتار کر سکتا ہے۔
جب گناہ کا شریعتی دوسرے پر عملی رنگ میں پڑے۔ مگر شریعت گناہ کے مبد کو پکڑتی ہو مثلاً
بذخری۔ ہے اب پولیس اسے نہیں پکڑتی لیکن شریعت یہ برکت کا کام دنیا میں کیا ہے کہ جو شخص
شریعت پر عمل پیرا ہو وہ پولیس کے ماتھے میں آتا ہی نہیں۔

اب اس آیت کے متعلق یہ کہنا ہے کہ خدا نے انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ
آرام چاہتا ہے چنانچہ جہاں اس نے روح کے تقاضے بیان کئے ہیں وہیں یہ ذکر بھی کیا ہے کہ وہ
آرام کو چاہتی ہے جس قدر صالحات میں علوم ہیں۔ اسلئے خرچ کئے جاتے ہیں ان سب کا منہ
یہی ہے کہ آرام حاصل ہو اور آرام کے لئے جامع لفظ ہے۔ جنت۔ جنت کہتے ہیں باغ کو
باغ میں جانے سے غم غلط ہوتا ہے۔ نظارہ قدرت دیکھا جاتا ہے۔ پھولوں کی دل کو راحت
حاصل ہوتی ہے۔ اسباب کی ملاقات کا لطف آتا ہے۔ پھر طرح طرح کے میوے کھائے
جاتے ہیں گویا باغ میں آنکھوں کا مزا۔ کاؤن کا مزا۔ زبان کا مزا۔ ناک کا مزا سب کچھ شامل ہو
سائنس دان ہی اس بات کو مانتے ہیں کہ باغ میں جو ہوا چلتی ہے وہ خاص طور پر راحت بخش
ہوتی ہے۔ شدت گرم میں جو آرام باغوں میں ہوتا ہے وہ بھی بے مثل ہے۔

الغرض انسان کی فطرت میں آرام کی خواہش ہے اللہ تعالیٰ اسے خدا خلوا الجنة
میں ظاہر فرما کر کہتا ہے کہ تم چین کے مقام میں جانا چاہتے ہو۔ مگر کیا بغیر کچھ کئے گئے ہرگز نہیں
ہر شخص کو چین کے حصول کے لئے کچھ کام کرنا پڑے گا۔

جنت میں جانے کے کچھ اصول ہیں ان میں چند کل انبیاء و اولیاء میں مشترک ہیں منجملہ ان کے
ایک نفس کی بے انت خواہشوں کو روکنا۔ تین قسم کی خواہشیں ہیں۔

ایک مال کی خواہش ہے چنانچہ اس کے لئے انبیاء نے یہ قاعدہ بنایا۔ لا تا کوا اموالکم
بلینکم بالباطل۔ اس میں ملازم۔ پیشہ ور وغیرہ سب آگئے۔ دوم۔ کان۔ آنکھ۔ زبان جن کو
بہت مشتاق ہیں۔ چین چیز کو دیکھنا اس کی خوشبو کو سونگنا۔ اکی آواز سنانا۔ ان تمام باتوں کی

۲۲- مارچ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۱)

عرب میں خانہ جنگی ہوئی رہی تھیں۔ چھوٹی چھوٹی بات پر خون کی ندیاں بہ جاتی تھیں ایک فریق دوسرے کے ماترانا تھا اس واسطے کہ بنی موطاف الملوک رہتی تھی جہاں کوئی جوہر ہوتا وہ جنگ گاہ بن جاتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ مویشی رکھتے تھے اور ہر ایک ہی چاہتا کہ میں ہی اپنے مویشی کو آرام پہنچاؤں اس لئے ان کے دارات مقامات بن جائے تھے غرض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس قوم میں دو بڑی عیب تھیں ایک بت پرستی۔ دوم باہم لڑائی۔ ان دونوں کی اصلاح اپنے فرمائی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ کنتم اعداء فالت بین قلوبکم۔ فاصبحتم بغير حق اعداء۔ یعنی تم دشمن تھے ایسے دشمن کہ ابن اللہم کا لفظ ہی گویا لڑائی کا نشان تھا۔ حالانکہ یہ رشتہ اتحاد و قرب کے لئے ہے دوسرا عیب شرک کا تھا۔ اس کا اس قدر زور تھا کہ مکہ معظمہ کے اندر ۳۶۰ بت تھے اس شرک کے متعلق آپ کی تعلیم خصوصیت سے ایسی تھی کہ اس کی جڑیں کاٹ دے چنانچہ اقل قولہ الامم تمام شرکوں کی جڑ کو کاٹتا ہے اس کے معنی میں اللہ کے سوا کوئی ہمارا حاجت روا نہیں۔ ہم کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ اس کے سوا کوئی ہماری دعا کو نہیں سنتا۔ ہم کسی کی نذر کو نہیں مانتے۔ پھر صحیح طور پر فرمایا۔ ان اللہ لا یغفران یشترک بہ و یغفر ما دون ذلک۔ آپ جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے۔ تو بے پہلے ہی بوعہ لیتے تھے۔ ان کا یشترک باللہ شدیداً۔

غرض عرب میں دو عیب تھے دو دن کے دور کرنے کے لئے آپ نے بڑی بڑی کوششیں کیں اور ان کو شرک سے نکال کر توحید کی راہ دکھائی اور خانہ جنگیوں چھڑ کر بھائی بھائی بنا دیا۔ قوموں میں وحدت کا بیج بونے کے لئے چار اصول بتلائے (۱) بدظنی کی کھینچ پھینچ جڑ ہوتی ہے تمام لڑائیوں کی۔ بدظنی سے کتہ چلنی تک نوبت پہنچتی ہے اور پھر غیبتیں شروع ہو جاتی ہیں اس لئے ارشاد کیا۔ یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن (۲) عجب حال تھا کہ یہ بھی لڑائیوں کا موجب ہو جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ لا یغفر قوم مع قوم عدا ان یکونوا خیرا منهم۔

(۳) اگر کوئی توہین تکلیف دے۔ تو تم صبر سے کام لو۔ چنانچہ فرمایا۔ ان اللہ مع الصابین دنیا میں جتنی جنگیں ہوتی ہیں۔ اگر ایک طرف صابر ہو تو فتح اٹھائے مگر افسوس کہ سطحی خیالات کے لوگ صبر کی حقیقت نہیں سمجھتے حالانکہ دیکھتے ہیں اگر شہنشاہ کسی کی معیت کا دعویٰ کرے تو وہ شخص چھوڑا نہیں سکتا۔ پس جس کے ساتھ اللہ اپنی معیت جنائے اُسے کتنا فخر مال ناکھانے والا ہوگا انصاریون الصابرون اجرهم بغير حساب۔ صابرین کے لئے نیک ثمرات کا وعدہ ہے اور ولین صبر و غم۔ ان ذلک من عزم الامور ما ینبایا کہ صبر کا بڑا بھاری کام ہے۔

(۴) چاہتا۔ اصل یہ فرمایا کہ ان طائفین من المؤمنین اقتتلوا فاصحابیہا۔ غرض بدظنی سے روکا۔ تخر سے روکا۔ صبر کے فوائد بتلائے اور یہ کہا کہ اگر آدمی میں نقار ہو تو تم صبر کرو اور ان چار اصولوں کو یاد کر دنیا میں اس عامہ کی بنیاد ڈالی۔ عرب کی جنگوں میں صبر کا مادہ ضرور تھا۔ چنانچہ اسی لئے وہ شہر حرام میں قتال نہ کرتے تھے کہ اپنے بیٹے یا بھائی یا باپ کے قاتل کو قتل کرتے تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس مادہ کو بڑا کرنے کی کوشش فرمائی اور ان میں وحدت کی روح پیدا کرنے کی تدبیریں کیں۔ از آں جملہ ایک یہ تھی کہ اپنی پہچان کی لڑکی کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا تاکہ غلاموں کو حقیر نہ سمجھا جائے۔

آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ارادہ میں کامیاب ہوئے اور اپنے ایک ایسی جماعت پیدا کر لی جو اس عامہ کی بہت طرفدار رہی کرتی تھی شریر لوگوں سے جب دیکھا کہ یہ تو صبر کرتے ہیں اس لئے انہوں نے شہر حرم میں ہی ان کو چھڑنا شروع کیا اس پر صحابہ نے سوال کیا کیا کہہیں شہر حرام میں لڑائی کا کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ یہ بڑے گناہ کی بات ہے اور اس لڑائی کے تین نقصان ہیں۔ صحت عن سبیل اللہ۔ (۱) اللہ کی راہ میں آدم و نر سے روکا جاتا ہے) اور پھر اس کا کفر ہے اور عزت والی سجد کا کفر ہے اور پھر خاص شہر والوں کا نکالنا تو اس سے بھی بڑا حرم ہے۔

جاہل و جاہلہ کلمۃ اللہ میں کوشش کر رہے ہیں۔ واللہ غفور رحیم۔ ایسے لوگوں سے اگر کوئی غلطی بھی ہوگی تو خدا تعالیٰ بخشنے والا رحمن یوفی۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ ومن یرتابکم من دینہ فذوقوا فی اللہ البقرہ ۲۶ پھر یا حبیطۃ اعمالہم۔ وہ اسلام کے مقابلہ میں تیزی سے اٹھیں گے۔ مگر ان کی کوششیں اکارت جاوین گی وہ دنیا میں ہلاک ہو گئے۔ میں اس آیت پر یقین رکھتا ہوں کہ جو لوگ اس عامہ کی خلاف ورزی کریں وہ ضرور ناکام و نامراد ہلاک ہوں گے۔

یستکون ذلک من الخمر والمیسر۔ لڑائی میں سپاہی کو شراب پلا دینے میں تلک اس کی علاج میں دم وغیرہ نہ رہے اور وہ اندھا دھند تلو اور چلتا جائے اس لئے صحابہ نے شراب کے متعلق سوال کیا۔ پھر لڑائی کے لئے اخراجات کی ضرورت تھی۔ عرب میں ایسے موقع پر یہ دستد ہتا کہ بڑے بڑے امیر لوگ جو اکٹھے جوار تاس کے فمقط اور ضرورتوں کا خرچ ہوتا۔ عرب کے بعض شعروں سے پایا جاتا ہے کہ وہ مارنے کو بہت پسند کرتے تھے۔ اور اپنی ہار کو فخر سے بیان کرتے تھے۔ اس کی بھی یہی وجہ تھی کہ ایسے لوگوں کے فمقط اخراجات ہو جاتے۔ اور قحط میں سارے غریبوں کا نان و نفقہ پکڑنا پڑتا۔ چونکہ اس میں ایک نیکی کا موقع ملتا تھا اس لئے وہ تقاضا کرتے تھے۔

اس پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بڑی بدکاری ہے بے شک غبار کو نفع پہنچتا ہے (نفعیہا) کے بھی سنے ہیں) مگر اس بدکاری کا جو نتیجہ ہے وہ سخت گندہ ہے اس کے مقابل میں اس نفع رسائی کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ جب ان کے ذمے یہ اخراجات پڑتے اور پاس ایک کوڑی بھی نہ ہوتی تو ناچار ان کو آدمیا اور کاکس تک ڈاکہ زنی کرنی پڑتی جب صحابہ نے غم و میر کے متعلق حکم شامو ما ان کے دلوں میں خیال پیدا ہوا۔

ما ذاکا یفقوت۔ پھر خرچ کہاں سے آوے۔ تو فرمایا۔ العفو۔ جہنماری حاجت اصلی سے زیادہ ہو۔ مٹھی پر جو جمع کرو۔ خدا تعالیٰ اسی میں برکت ڈالے گا۔

یستکون ذلک من البقیۃ۔ جب لڑائی چھڑے تو اس میں مقتول بھی ہوتے ہیں اور مقتول کے بچے یتیم بھی ہوتے ہیں اس لئے ان کی نسبت مکدیا۔

اصلاح لہم خیر۔ ان کی بہتری۔ بہبودی کا نیک بہت بڑی نیکی ہے۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

سورۃ البقرة

(پارہ دوم)

(بقیہ رکوع ۱۱)

واللہ یعلم المفسد من المصلح - امام محمدؒ کے پاس کسی یتیم کے کپڑے تھے آپ نے انہیں بیچ ڈالا کسی نے کہا یتیم کے مال میں کیوں تصرف کرتے ہو تو آپ نے یہی آیت پڑھی اور اسے سمجھایا کہ کپڑے نو پرانے ہو کر اون کی قیمت گھٹتی جاتی رہے گی۔ اس لئے ان کو بیچ دیا تا مال محفوظ رہے۔

لا تیکونوا الشراکاء حتی یرثمن - لڑائی میں کفار کی عورتیں قیدی بن کر آتی تھیں اس لئے صحابہ نے ان کے نکاح کا مسئلہ پوچھا کیونکہ وہ ان کی رشتہ دار تھیں آپ نے حکم دیا کہ شرک سے نکاح جائز نہیں اس میں بہت بڑی حکمتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ عورتوں میں شرک بہت ہوتا ہے۔ اگر شرک عورتیں مسلمانوں کے گھروں میں آجائیں تو ان کی اولاد پر برا اثر پڑتا ہے۔ میں نے ایک عورت کو ایسے شرک میں مبتلا دیکھا جس کو میرا وہ بھتیجہ نہیں کر سکتا وہ یہ کہ ایک عورت ہر صبح پاخانہ کو سجدہ کرتی اور کہتی کہ ہے قدیچہ ماٹی۔ مجھ بیٹا ہے۔ تو میں اپنا بیٹا تجھی پر بگایا کر دن گی۔

ولا تیکونوا المشراکین - یعنی اپنی ملکیتوں کی شادیوں میں شرکوں کو مت کرو و اسی بنا پر ہمارے امام نے حکم دیا کہ غیر احمدیوں کو اپنی لڑکیاں نہ دو۔ کیونکہ ان میں بھی شرک ہے اور اس طرح میل جول سے شرک بڑھ جائیگا۔ شرک میں نے بلا تحقیق نہیں کہا۔ مسیح کے سلسلے ہی میں جو خفا گمراہی ان میں ہے وہ کم نہیں وہ کون سی اللہ کی صفات جو اس کی طرف منسوب نہیں کرتے خالق کائنات اللہ اسے مانتے ہیں۔ اعیاد موتی اس کی طرف منسوب کرتے ہیں عالم الغیب اسے جانتے ہیں۔ حرام و حلال کا اختیار اسے دے رکھا ہے۔

پھر ختم نبوت کے بھی وہ قائل نہیں پس ایسے مشرک لوگوں سے ہمیں تعلق ازواج قائم کرنے میں سراسر نقصان ہے اس لئے امام نے منع فرمایا جن احمدیوں نے حضرت امام کی اس نصیحت پر عمل نہیں کیا ان کو دھنوں نے ہی نہیں پایا۔

۲۵ - مارچ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۲)

ویسکو ذلت عن المحیض - عرب کا دستور تھا کہ وہ جنگ میں اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لے جاتے تھے اس رسم کا فائدہ یہ تھا کہ وہ بڑے جوش سے جنگ کرتے تھے اور جان توڑ کر لڑتے تھے کیونکہ ان کو خیال ہوتا کہ اگر ہم نے پیچھے پھری اور بزدلی دکھائی تو ہماری عورتوں کی عصمت محفوظ نہیں رہے گی اور بے بال بچہ دشمنوں کے قبضے میں آجائے گا اس واسطے جنگ کا نام بھی اونھوں نے حفیظہ رکھا تھا۔ کیونکہ جنگ ان کے تنگ دناموں کی حفاظت کا موجب تھی۔

اب جنگوں میں جب عورتیں ان کے ساتھ تھیں تو بعض وقت اون کو حیض بھی آ جاتا اس حالت میں اونھوں نے یہ مسئلہ پوچھا کہ کیا حکم ہے۔ اسلام میں حیض کے متعلق عورتوں کو کئی حکم ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ روزہ نہ رکھے (کیونکہ پہلے ہی سے بہت ضعیف ہوتی ہے اس طرح بیماری پڑتی ہے) نماز نہ پڑھے (کیونکہ ٹھنڈے پانی سے استنجائیت نقصان پہنچاتا ہے)۔

کلمۃ الحکمة خالۃ المؤمن حبیبہ دجدها اذ انھماکی ماتحت من ہند وند ہیک اس طریق کو بہت اچھا سمجھتا ہوں کہ وہ اپنی عورتوں کو آٹا تک نہیں گوندھتے۔ تاکہ پانی نقصان نہ پہنچائے گو وہ اس احتیاط میں حد سے بڑھ گئے ہیں ہماری پاک شریعت چونکہ انسان کے جان و مال کی محافظ ہے اس واسطے اللہ نے خاص عبادتیں موعظ کر دی ہیں۔ اور اوپر موعظ کو دکھایا۔

ھو اذی - بدبودار چیز ہے اس حالت میں انسان جمار کرے تو وہ کافور جیسے اس سے معلوم ہوا کہ خلاف وضع فطرت بھی حرام ہے ایک پاک فطرت کا انسان حضرت علیؑ فرماتا ہے کہ اگر قرآن میں اس کا ذکر نہ ہوتا تو میرا اور اہمہ تجویزی نہیں کر سکتا۔ کہ یہ بدکار بھی ہے۔

کالتقویٰ ہوت - بالکل نزدیک نہ جاؤ۔ اس سے لواطت کی حرمت بھی ظاہر ہے۔

یطہر من - پاک ہو جاؤ ہمارے ملک کی عورتیں بہت نادان تھیں خوشبو وغیرہ کا استعمال نہیں جانتیں۔

یحب المتطہرین - اس کے معنی اللہ نے پارہ ۱۹ سورہ نمل رکوع ۱۳ میں بتائے ہیں۔ اخراجوا ال لوط من قریبتکم انہم اناس یتطہرون - گویا جو شخص لواطت سے اجتناب کرے اسے متطہر کہتے ہیں۔

حرث - کھیتی وہ ہے جہاں بونے سے کچھ فائدہ ہو اس سے بھی اس خلاف وضع فطرت کی ممانعت نکلتی ہے۔

عرضۃ - اللہ کے نام کو نیکی کرنے میں روک نہ بناؤ مثلاً خدا کی قسم کھا کر یہ کہہ دیا۔ میں فلاں کے ساتھ نیکی نہ کروں گا۔ فلاں کے گھر نہ جاؤں گا وغیرہ۔

باللغو انی ایمانکم - مختلف مذاہب کے رو سے پانچ طرح کی قسمیں ناجائز ہیں (۱) غضب کے وقت (۲) عادت کے طور پر و اللہ باندہ بخدا کہنا (۳) اپنی جگہ تحقیق سے کوتاہی مگر دراصل وہ بات غلط ہے (۴) قسم کھا کر بھولی جائے اور ارتکاب اس فعل کا کر لے جسے نہ کرنے کی قسم کھا چکا ہو۔ (۵) حلال چیز کو کہہ دے کہ یہ میرے لئے حرام ہے۔ یوٹون - ابلا کر تے ہیں۔ اپنی بی بی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانا۔

ان عنہوا الطلاق - یہاں میں تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اسلام میں کئی مسئلے مجہود ہیں تاکہ انسان کی جان و مال و عورت کا نقصان نہ ہو۔ کوئی کسی کو دیکھ نہ پہنچائے مگر غور مسلمانوں ہی نے ایک مسئلہ کو تمام دھنوں کی جڑ بنادیا ہے حالانکہ نکاح - آرام - دوستی و رحمہ کے لئے تھا۔ چنانچہ فرمایا۔ لتسکفوا لیھا۔

مگر بعض ایسے لوگ ہیں کہ نکاح کر کے نہ تو سستے ہیں نہ طلاق دیتے ہیں۔ طلاق کی اجازت پر اگر عمل کرتے تو عورتوں پر ظلم و ستم نہ ہوتا۔ میں نے دنیا بھر میں کہ ایک ایسا شہر دیکھا جہاں عورت کو ذرا بھی تکلیف ہو تو وہ قاضی کی عدالت میں چل جاتی ہے اس وقت شوہر کو بلایا جاتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ یا تو یہی طلاق دے یا آئندہ نیک سلوک کی ضمانت دے۔ دیکھو میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ عورتیں بہت ہی کمزور ہیں تم ان مظلوموں پر رحم کرو۔ ان سے نیکی کے ساتھ معاشرت کرو۔ لہٰذا مثل الذی علیہا من کو یاد رکھو۔ اگر نشوز کا خوف ہو کڑی ٹٹائی ہو۔ تو ایک اپنے قبیلے سے ایک اسکے قبیلے سے حکم مقرر کر کے جلد فیصلہ کرو۔ حتیٰ الوسع عفو و درگزر چشم پوشی سے کام لو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے۔ استوصوا بالنساء خیراً۔ اسے مت بھولو۔

ثلاثۃ: قد دے۔ یہ عدت کی مدت ہے۔ قرآن مجید میں حیض کو اور طہر کو بھی۔ اللہ تعالیٰ اپنی خاص حکمت سے ایسے دو عمل الفاظ قرآن مجید میں لاتا ہے تاکہ جنہیں قرآن کا عشق ہے ان کے لئے تدبیر کا میدان وسیع ہو ایک بڑے بزرگ گزرے میں جو کہتے ہیں۔ میں نے نبیاری رسول علیہ السلام سے سبقاً سبقاً پڑھی ہے۔ جب قرآن کی بحث آئی۔ تو میں نے عرض کیا۔ یہ حیض ہے یا رسول اللہ؟ تو فرمایا۔ اذ فرغت من حیض۔ مگر سرگردا عرض کیا۔ پھر بھی آپ نے ہی قرآن کا لفظ فرمایا۔

۲۸۔ مارچ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۳)

طلاق ایک اسلامی حکم ہے جو شریعت نے ضرورتاً جائز رکھا ہے۔ کیونکہ بعض وقت حقیقی نفقہ میان بی بی کا ہے وہ قائم نہیں رہ سکتا اس لئے اس کو قطع کرنا پڑتا ہے وہ حقیقی نفقہ آتے لٹکنا الیہا میں مذکور ہے کہ تسکین ہوتی ہے (۲) مودۃ دوستانہ بڑھانے کا ذریعہ ہے۔ (۳) ورحمۃ (۴) خانہ داری کا انتظام۔

عورت ایک بہت نازک صنف ہے اور ہر طرح مرد کی محتاج ہے۔ وہ تعلیم میں مرد کی برابری نہیں کر سکتی۔ کیونکہ حمل اور بچہ کی پرورش اور منتقلی کورس کی کمزوری اس کے لائق حال ہے اس کے اعضایں میں ایک قسم کی نزاکت ہوتی ہے۔ پھر بوجہ پردہ عام طور سے اسے تجارت کا موقع نہیں ملتا۔ پس جب ہم دیکھتے ہیں کہ آنکھ کو اگر ذرا بھی دکھ ہو پچھے تو اٹری کے زخم سے اس کی زیادہ غور و پرداخت کیجاتی ہے تو پھر عورت کے چہرے سے چوڑے ٹوٹے کی بھی کیوں نہ پروا کی جائے بعض وقت میان بی بی کے تعلقات میں اس قسم کی باتیں آجاتی ہیں کہ ان میں کسی طرح اصلاح نہیں ہو سکتی تو اس صورت میں بجائے اس کے کہ اس پر پاری کو دکھ دیا جائے۔ طلاق دینے کا ارشاد ہے مگر یکدم طلاق دینے کی اجازت نہیں۔

الطلاق موت۔ طلاق دوبارہ ہے پھر اس کے بعد امساک بمعہ نف۔ رکھ لے تو پسندیدہ طور پر۔

تسمیح باحسان۔ یا رضعت کر دے بہت سلوک سے۔ افسوس مسلمان اس پر عمل نہیں کرتے اور یکدم ہو طلاق دیتے ہیں حالانکہ طلاق متفرق طہروں سے دینی چاہیے۔

شیعاً۔ یہ تاکید کے لئے ہے کہ کچھ بھی داپس لینا جائز نہیں۔ فیما قعدت بہ۔ عورت کچھ روپیہ دے کر مرد سے طلاق لے سکتی ہے۔ اس کا نام طلع ہے۔ فان طلقھا۔ یہ تیسری طلاق کا ثبوت ہے۔

۲۸۔ مارچ ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۲)

واذا طلقتم النساء۔ چونکہ جنگ میں بہت ہی قریب کے رشتہ دار مرد اور عورتیں موجود ہیں اور ان مخالفین میں ان مسلمان عورتوں کے رشتہ دار بھی تھے اس لئے بعض وقت یہ عورتیں نشوز بھی لیتی تھیں۔ کیونکہ رشتہ داری کا معاملہ تھا۔ اس لئے اور پھر نہ ناشوئی کے تعلقات پر اس کا اثر پڑتا تھا اس لئے مجبوراً طلاق دینا پڑتا تھا۔ اس لئے جہاد کے بیان میں طلاق کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔

خلا انقضائہ۔ یہ آیت ایک واقعہ کے بیان سے صاف ہو جائے گی وہ یہ ہے کہ ایک شخص کی حقیقی بہن نے کسی کے ساتھ نکاح کیا۔ میان بی بی میں ناموافق ہوئی۔ تو میان نے طلاق دے دی مگر عدت گزرنے سے پہلے اس نے رجوع کر لیا۔ اسی طرح کئی بار ہوا۔ کہ جب وہ وقت گزرنے کو آتا۔ تو پھر وہ باہمی تعلقات کو جائز کر لیتا۔ آخر جب ایک دفعہ اس نے رجوع کرنا چاہا تو چونکہ قانون الہی کے مطابق پانچ جگہوں کی رضامندی حاصل کرنی پڑتی تھی اول قرآن اس سے یہ دیکھا جاتا کہ یہ تعلق جائز ہے یا نہیں۔ دوم۔ رسول کا عملدرآمد۔ سوم عورت کی رضامندی۔ چہارم مرد کی رضامندی۔ پنجم۔ عورت کے کہنے کا۔ یعنی جو عورت کا ولی ہے اس کی رضامندی اس آخری شرط کے مطابق۔ میان نے اپنی بی بی سے مصالحت کے بعد پیغام بھیجا۔ کہ چونکہ آپ کی رضامندی ضروری ہے اس لئے آپ بیٹھیں تا یہ معاملہ طے ہو جائے اس پر اس نے اپنے بیٹھنے کو سخت سخت کہا بھیجا اور کہا کہ میں ہرگز اپنی بہن کو اب مجھ سے نکاح نہ کرنے دوں گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جب میان بی بی رضی ہیں تو تمہیں روکنا نہیں چاہیے۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ مخفی و مخفی نکاح۔ یا عربی زبان میں عہدوں سے نکاح کر لینا۔ شریعت نے جائز نہیں رکھا۔

والا الدائمۃ۔ یعنی عہد کا دھت۔ چونکہ اکثر ایسی مطلقہ بھی ہوتی ہیں۔ جن کی گود میں بچہ دودھ پینے والا ہوتا۔ اس لئے دودھ پلانے کے متعلق بھی فیصلہ ہونا چاہیے تھا۔ جو یہاں بیان کر دیا۔ کہ اول تو اس میں ہی دودھ پلائیں۔

لا تکلف نفوس الادمیاء۔ یہ بات خود یاد رکھو کہ اسلام جو قاعدہ رکھائے گا وہ انسان کے قوی روحانیہ و عقلیہ و مشاہدہ و تجربہ کے خلاف ہرگز نہ ہوگا۔ جس چیز کی برداشت انسان کی قوت نہیں کر سکتی اس قوت کے متعلق کوئی حکم نہ ہوگا۔ رمضان کا روزہ ہے۔ تو بیمار و مسافر کے لئے حکم ہے کسی اور دن میں رکھ لین۔ ایسا ہی دودھ پلانے والی اور حاملہ کو بڑھاپے آدمی کے لئے اجازت ہے کہ وہ کھانا دیدیا کرے۔ کیونکہ اسے پھر کھانے کی امید نہیں۔ پھر نہ اس کے لئے اجازت ہے۔ وضو کر کے نہیں پڑھ سکتے تو تیمم کر کے اٹھ کے نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لیں۔ بیٹھ کر نہیں تو لیٹ کر۔ ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ نے احکام شریعت میں انسان کی برداشت کو مد نظر رکھا ہے

فرماتا ہے۔ تم ان جیلوں سے خلعت کے سامنے شائد عہدہ برآ ہو جاؤ۔ مگر خدا تمہارے
دلی ارادوں اور مقصودوں کو خوب جانتا ہے اس کے غضب ڈرنے پر وہ اگر چہ بڑا
ہے مگر اس کی بردباری یہ معنی نہیں رکھتی۔ کہ وہ اپنے قانون کی خلاف ورزی پر
باز پرس نہ کرے گا۔

۲۹۔ مارج ۱۹۰۹ء

(۱۵ رکوع)

أَوْ يَفْضَحُوا الذِّمَّةَ - اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ سارے کا سارا بھیدے۔

بیدار عقد النکاح۔ شوہر۔

حافظو علی الصلوات۔ جہاد کا مسئلہ تھا۔ اس میں نماز کا ذکر بظاہر خلاف تریب
معلوم ہوتا ہے لیکن میرے نزدیک اصل تریب تو یہی تھی۔ کہ جہاد کا ذکر ہو کہ کفر سے آخر
تک یہی بیان چلا جاتا ہے۔ درمیان میں طلاق وغیرہ کے مسائل۔ تو ضرور آگئے ہوتے
اور صلوٰۃ وسطیٰ کی تاکید اس لئے فرمائی کہ جنگ دھڑلے کے وقت شروع ہوتا تھا
اور ظہر و عصر کی نماز جمع کر لی پڑتی تھی اس لئے اس نماز کی خصوصیت کی تاکید فرمائی۔ کہ جنگی
اشغال تمہیں نماز سے نہ روکیں۔

ایک صوفی نے اس آیت پر ایک نکتہ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے جہاد کے بیان
میں خانہ داری کے امور کا بیان کرتے کرتے۔ نماز کا بھی ذکر کر دیا۔ گویا یہ سمجھایا
کہ جیسا ہم نے ان جہاد کے مسکون کے درمیان طلاق وغیرہ کے ضروری مسئلے بیان
کروئے اسی طرح تم بڑے بڑے ضروری کاموں میں نماز کو درمیان رکھ لیا کرو اور
اسے فضا نہ کر دینا۔

وَالَّذِينَ يَتُوفُونَ مَنكُم - یہی جہاد ہی کی بات ہے۔ کیونکہ آخر مسلمان ہی مقتول ہوتے
تھے ان کی بیویاں پیچھے رہ جاتیں ان کے لئے وصیت فرمائی کہ ایک سال تک نہ
نکالی جاویں۔ یہ آیت چار ماہ و س دن کے حکم کے خلاف نہیں بلکہ وہ عدت کی
برکت ہے۔ جو عورت پر واجب ہے۔ اور یہ بطور وصیت اس متوفی کے وارثوں کو حکم ہے
کہ ایک سال تک اس بیوہ کو خرچ دیتے رہیں۔

وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَكِيمٌ - چونکہ لوگ بیوہ کے نکاح کے بارے میں کہتے ہیں۔ یہ باری
عزت کے خلاف ہے اس لئے فرمایا کہ میرا نام عزیز ہے۔ میں رب زیادہ عزت والا ہوں
میں یہ حکم دیتا ہوں اور لوگ کہتے ہیں کہ بیوہ کا نکاح نامناسب ہے اس لئے فرمایا ہم
حکیم ہیں ہر قسم کی حکمت کو خوب سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ حکم دیا۔ جو نامناسب نہیں۔

۳۰۔ مارج ۱۹۰۹ء

(۱۵ رکوع)

الْمُتَرَالِ الَّذِينَ خُجِّجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ - اس آیت کے متعلق بہت اختلاف ہیں مگر میں
جو سمجھتا ہوں گا وہ کامل یقین اور پورے الشراح صمد کے ساتھ ہیں۔

اسی آیت کے اخیر میں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ
اکثر الناس لا یَشکرون۔ اللہ کے آدمی پر بڑے بڑے احسان ہیں۔ پھر ہم کو انسان
پیدا کیا۔ اگر کئے اور سور بنا دیتا تو ہم کیا دخل دے سکتے تھے۔ پھر چوڑے چار بنا دیتا تو
ہم کیا دخل دے سکتے۔ پھر کمزور قوموں میں پیدا کر دیتا۔ تو ہمارا کیا بس تھا۔ پھر ان کے

اسلام میں کوئی مسئلہ تثلیث کی مانند نہیں۔ کہ ایک + ایک + ایک کو ایک ماننا پڑتا ہو۔ نہ
کفارہ کا مسئلہ ہے کہ بدی کا ارتکاب کرے زید اور سزا دی جائے بکرہ۔ نہ اس میں یہ بات ماننی
پڑتی ہے کہ انکو بپانی اور روٹی واقعی مسیح کا ہون جانا ہے نہ اس میں بت پڑتی ہے جو بہت ہی
بودا عقیدہ ہے۔ کیونکہ جب کل چیزیں انسان کی خادم ہیں اور وہ مخدوم نہیں بن سکتیں۔ تو
معبود کس طرح بن سکتی ہیں۔ باوجود اس تعلیم کے۔ میں نے اکثر بد معاش شراب فروش لوگوں
کو دیکھا ہے کہ وہ بدکاری کے بعد یہ ہنر کرتے ہیں کہ خدا نے مجھ سے ایسا کروایا۔

دروکے نیک نامی مارا گزر نہ اوند + اگر تو نے پسندی تغییر کن قضا را۔

اگر چہ اب صحیح ہو۔ تو پھر تمام رسالتیں باطل پڑتی ہیں۔ اسی واسطے فرماتا ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ
لنَفْسٍ اَلًا وَّ سَعًا۔

عن مواہب منہا و تشادیں۔ اگر وہ فتن باہمی رضامندی اور باہمی مشورہ و سود و دودھ
چھڑا دیں۔ تو کوئی گناہ نہیں۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ - بس اصل حقیقت قویہ ہے کہ خواہ جہاد کے مسئلے ہوں یا تمدن و معاشرت
کے ان میں بہر حال تقویٰ نہ نظر رکھو۔ اب متقی بننے کا ایک گڑبانا ہے

۲۱ علو ۱۱ اللہ بما تعملون بصیر۔ جب تم کوئی کام کرو۔ کوئی بھی ہو۔ اصولاً
تین نوع میں کل کام آسکتے ہیں۔ غضب و انتقام کی غرض و نبوی۔ حرص و شہوت و شجاعت و
سب میں یہ بات یاد رکھو۔ کہ تم پر کوئی حکمران اور نگران ہے تمام افعال و اقوال اگر اس
اس دستور العمل کو نگاہ رکھے تو متقی بن جاوے۔

وَالَّذِينَ يَتُوفُونَ مَنكُم - تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ حاملہ ہو۔ اس صورت میں دوسرے
نکاح نہ کرے۔ جب تک بچہ نہ جن لے۔ دوم۔ یہ کہ حاملہ نہ ہو۔ اس صورت میں چار ماہ و س
انتظار کرے۔ بصورت فوتیدگی شوہر۔ اور بصورت طلاق دینے کے تین روزہ یہ سب
اس لئے کہ شائد حمل ہو۔ تو اس مدت میں پتہ لگ جاتا ہے یا بچہ قتلقات زناشوی کا
بچا یا مقصور ہے

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا فَعَلْتُمْ فِیْ اَنْفُسِکُمْ بِالْمَعْرُوفِ - بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق
اکثر مسلمان قائل کرتے ہیں۔ یہ رسم بہت ہی بری رسم اور افندہ اور اس کے رسول کے
احکام کے خلاف ہے رسادات میں سے وہ عورت جس پر کل رسادات کو فخر ہے جس سے
سیدوں کی اولاد چلی رہی ہو تھی۔ مفعول۔ کی عظمت کا سلسلہ جی جہان سے شروع
ہوتا ہے اور ان کے مورث اعلیٰ کی سیر ہی بیوہ تھی۔ جیسا نسل بڑانے کا قصور وہ کے
ساتھ ہے عورت کے ساتھ جی ہے۔ کہا نے پینے پینے کی خواہش اگر مرد میں ہے۔ تو
عورت میں ہی ہے۔ اگر عورت کسی کی سخت بیمار ہو۔ تو مرد کو دوسرے نکاح کی فکر پڑ جاتی
ہے اور عورت کے مرنے پر تو کوئی مرد نہیں۔ جو عزم کرے میں نکاح نہیں کرے دن کا اگر
کوئی ایسا ہو تو میں اسے سلیم الفطرت مرد نہیں سمجھتا۔ غرض جب نکاح ثانی سے مرد کی
ناک نہیں نکلتی۔ تو عورت کی کیوں کٹنے لگی۔ اس بد رسم کا اثر میں نے اپنی طبیعت میں بہت
دیکھا۔ جہاں کئی شریف زادیاں اسقاط حمل کی دو اہلیان پچھتی چھتی ہیں۔

کاتعز صا عقد النکاح۔ اس حکم کی عدم تعمیل میں ہی بد ذاتی سے کام لیا گیا ہے اور
اکثر طلاق باوجود اس فص صریح کے ایام عدت میں نکاح پڑھ دیتے ہیں۔ پوچھو تو کہتے ہیں
صرف روکے لئے تاکہ میں کسی اور جگہ نکاح نہ کرے۔ دیکھو کبیرا بودا عذر ہے بہر حال اللہ

سے نکل کر ہم باگل ہو جاتے یا اندھے یا گونگے یا اپاہج تو ہمارا کیا زور تھا۔ دیکھو اس کا ہم پر کیا فضل ہے کہ معدوم سے موجود کیا۔ موجود ہوئے تو آدمی بنایا۔ میرے ایک دوست ذلیل قوم سے تھے۔ ان کو اس بات کا سرخ تھا وہ مجھے کہتے۔ جب ہم وہ پیشہ چھوڑ چکے جو ذلت کا موجب تھا۔ تو پھر لوگ ہمیں کیوں حقارت دیکھتے ہیں۔ میں نے کہا میرے نزدیک تمہارا ہی تصور ہے۔ یہ لقب تمہارا کسی تمہاری مخفی بدکاری کا نتیجہ ہے جو اس زمین میں تم لوگوں نے کی۔ اگر تم اس لعنتی زمین کو چھوڑ کر سو میل دور چلے جاتے۔ تو کم از کم لوگ تمہیں سرخ تو سمجھتے اس پر وہ بدلا کہ یہاں ہماری جو بلیاں ہیں یہ ہے وہ ہے۔ میں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تمہیں ان بدکاریوں سے کچھ تعلق ہے۔

یوسف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پاک معاملہ تھا۔ جس ملک میں وہ رہتا ان کیسے ترقی کے سامان نہ تھے۔ اللہ نے انہیں ایک عجیب تدبیر سے مصر پہنچا۔ وہاں جب پہنچے تو ان کی نیکی۔ نیک نیتی۔ عاقبت اندیشی۔ حلم و دیانت۔ شجاعت ایسی تھی کہ مقرران بارگاہ بادشاہی سے بنا دیا۔ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اب بھی جو بچہ ان خصلتوں کو لازم پکڑے گا ان مدارج کو پہنچے گا۔ جن پر یوسف پہنچا گیا چنانچہ سورہ یوسف آئین فرماتا ہے۔ فلما بلغ أشد بطننا حکماً وعلما وکذا اللہ یختار الذین یشاء۔

پس اپنی حضرت یوسف کی طفیل بنی اسرائیل مصر میں آباد ہوئے۔ میزبان بنایا یہی کہ جب خدا کے فضل سے کوئی قوم مالدار اور آسودہ حال ہوتی ہے اور اسے عزت۔ مکار اولاد۔ صحت و عافیت۔ جتنا مل جاتا ہے تو وہ خدا کو بھلا دیتی ہے کبھی تو اس کے انوار علموں پر گہمت ڈالتے ہیں۔ چنانچہ ایک نے کہا۔ انما اذیتہ علی علم عندی ہم مدبوس فاضل ہیں یا حکیم ہیں یا تدبیر میں۔ اس لئے ہم کو یہ کامیابی ہوئی اور کبھی مال و مال جاہ و جلال پر غرور کرتے ہیں۔ جب قوم کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس کا متزل شروع ہوتا ہے۔ پھر بعض کی توقع نسل ہو جاتی ہے اور وہ بالکل بے نام و نشان ہو جاتے ہیں اور بعض حاکم سے محکوم بن جاتے ہیں اور ان کا نام قوت سے نہیں لیا جاتا بنی اسرائیل پر جب یہ زمانہ آیا۔ تو وہ خدا کے احکام کو بھول گئے اور خدا نے ان پر ذلت و سکت لیس دی۔ بیگار و دن میں پکڑے جاتے۔ پڑاؤ پکڑنے کا کام ان کے سپرد ہوا۔ ایک صوفی لکھتا ہے انسان کا قاعدہ ہے۔ کہ جب اس کے پیٹ میں درد ہو تو پہلے وہ اپنی تدبیروں سے کام لیتا ہے۔ مثلاً قہر کرنا۔ پھر گریہ جو یا ناہو اس کی رائے پر چلنا۔ پھر اپنے محلہ کے حکیم سے مشورہ لیتا ہے۔ پھر اس طبیب سے جو بڑا ہو یہاں تک کہ پھر کسی اور مشہور طبیب کی طرف رجوع کرتا ہے جو کسی دوسرے شہر میں ہو یا یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ پھر وہ اس ملک کو چھوڑ کر محض علاج کی خاطر دوسرے ملک میں چلا جاتا ہے۔ جب وہاں بھی کچھ نہیں بنتا۔ تو پھر کسی خدا رسیدہ کے قدموں پر گر جاتا ہے۔ جب وہاں سے بھی مایوسی ہو تو پھر بیکار آہتا ہے۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ تب خدا کی رحمت کا دریا جوش مارتا ہے اور وہ اسے شفا دیتا ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل کی حالت جب یہاں تک پہنچی۔ تو انہوں نے خدا کے حضور تضرع کیا اور موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے وہ انہیں اس ملک سے نکال لائے۔ وہاں ان کے لئے کیا تھا۔ ینا بجن انباءکم ویتجنون لیساعکم۔ اولاد کو فرج کرنے اور عورتوں کو بے پردہ کرنے کی تجویزین تھیں

پس یہ حذر الموت تھا۔ جس سے ہزار ہزار اس ملک کے نکلے۔

اب موسیٰ نے ان کو حکم کیا۔ یا قوم ادخلوا الارض المقدسة الی الی کتب اللہ کم مگر انہوں نے بے ادبی سے کہا کہ وہ زور آور ہیں ہم سے تو مقابلہ نہیں کیا جاتا۔ جاؤ تم اور تمہارا خدا لڑو۔ اس پر اللہ نے فرمایا۔ ہم نے تمہیں زندہ قوم بنانے کے لئے اپنے نبی کی معرفت یہ حکم دیا تھا۔ نہیں مانتے تو جاؤ۔

موسیٰ ۲۔ ہلاک ہو جاؤ۔ اس پر ان پر وہ حالت طاری ہوئی۔ جو ۴ پارہ سورہ مائدہ رکوع ۳ میں درج ہے اور وہ نمونے کی دعا کا اثر تھا۔ جو انہوں نے ان الفاظ میں کی۔ فافرق بینا و بین القوم الفاسقین۔ فرمایا۔ فانہما عمرامہ علیہم الذین ینتھون فی الارض فلا تأس علی القوم الفاسقین۔ کہ چالیس سال خواب غفلت مارے مارے جنگوں میں پھرتے رہیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ جو بے ادبی میں شامل تھے۔ ہلاک ہو چکے اور چالیس سال میں ان کے بچے جان ہوئے یا وہ لوگ رہ گئے جو بے ادبی میں شریک نہ تھے۔ تو پھر

ثم احیاء ہم۔ ان کو زندہ قوم بنا دیا۔ حکم سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہی مرکز زندہ ہوئے۔ بلکہ مشکم۔ مخاطب۔ غائب کا ضمیر اس کے مثیل کی طرف بھی پھرتا ہے۔ مشکم کی مثال سنئے۔ ما قتلناھمھنا۔ ہم اس جگہ مقتول نہ ہوئے۔ حالانکہ قتل ہو چکے ہیں۔ وہ کس طرح بدل سکتے تھے۔ مراد ان کے مثیل میں۔ مخاطب کی مثال۔ واذقتم یلوسی لن ذمنا لک حتی مذی اللہ جھڑکا۔ غائب کی مثال۔ ما یمن من معمر ولا ینقص من عمرہ۔ جس کی عمر بڑھائی گئی اسی کی گھٹانے کا ذکر بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ مراد اس کا مثیل ہے۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ۔ دشمن کا مقابلہ کرو۔ مگر اعلان اللہ کے لئے نفعانی غرض شامل نہ ہو۔

یقض اللہ قرضاً حاصلاً۔ قرض کے نقطہ پر بعض نادانوں نے اعتراض کیا کہ مسلمانوں کا خدا مفلس ہے جو اپنی مخلوق سے قرض مانگتا ہے ایسے لوگوں کو کتنا چاہیے گوشت بھی مینک میں روپیہ یعنی ہے تو کیا وہ غریب اصل بات یہ ہے کہ ہر چہ گیر و علقی علت شد کی اہمیت اس لفظ کے معنی بھی ہمارے ملک میں اگر گہر گئے قرض کے معنی ہیں۔ مال کا حصہ کاٹ کر دینا مقراض اسی سے نکلا ہے پس اب ان معنوں پر کوئی اعتراض نہیں یقیناً۔ اللہ دیتا ہے۔

یصط۔ پھر اسے بڑھاتا ہے۔ من بعد موسیٰ۔ من بعد لائے سے صاف ظاہر ہے کہ پہلا واقعہ موسیٰ کے زمانہ کا قالوا للنبی لہم۔ اس زمانہ میں جو روحانی بادشاہ ہوتا اسے نابی کہتے۔ اس قصہ میں اللہ مسلمانوں کو سمجھاتا ہے کہ ایک وقت آئے گا۔ تم میں ہی روحانی بادشاہ الگ ہو جاؤ گے اور جسمانی الگ۔ چنانچہ ابو بکر و عمر و دیگر کی خلافت تک روحانی و جسمانی بادشاہ جمع رہے۔ پھر ملک الگ منتخب ہوتے رہے۔

(باقی آئندہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

سورۃ البقرة

(پارہ دوم)

بقیہ رکوع ۱۵

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

وَحَنُّ أَحَقَّ بِالْمَلِكِ مِنْهُ - یہ بہت سوچنے کی بات ہے کہ خدا کے انتخاب پر آدمؑ
ایندم تک اعتراض نہ کیا تھا۔ پہلے آدمؑ پر اعتراض کیا گیا پھر داؤدؑ کا ذکر کہ دشمن قلعے
کی دیواریں پہاڑ کر چڑھ آئے۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے - يٰۤاٰدُودُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً
فِي الْاَرْضِ -

ہماری سرکار پر بھی اعتراض ہو کہ قاتل علیؑ رجل من القويين عظیم پر کیوں نہ اترا۔
پھر ہمارے امام پر بھی کم اعتراض نہ ہوئے لوگ کہتے رہے کہ الائمہ من قریش۔
امامت بنو فاطمہ کا حق ہے۔ مفسرین کو کیوں دی۔ ایک شخص نے مجھے کہا پنجاب کے ایک کوردہ
کا رہنے والا ہے۔ کم از کم دہلی کا تو رہتا۔

جواب دیتا ہے کہ - ذٰلِكَ بَسْطَةٌ فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ
یہ علم و قوت میں تم سے بڑھ کر ہے اس کو نہیں اتنے تو کم از کم یہ خیال تو کرو کہ اللہ تعالیٰ
سے وسیع علم والا ہے اور یہ اس کا انتخاب ہے۔ وہ مالک ہے جسے چاہے سلطنت ہے
پھر ایک اور نشان بتایا کہ - ”ان یاتیکم التّٰبوت“ تمہیں ایسے دل (قلب) عطا ہوں گے
کہ ان میں تسلی ہوگی۔ یعنی اس کے زمانے میں لوگوں کے قلوب میں ایک خاص سکینت
اطمینان نازل ہوگا اور یہ

بقیہ مما تروا ال موسیٰ دال ہا درون اور یہ وہی قوت قدسیہ کا اثر
ہے جو موسیٰؑ و ہارونؑ کی اولاد میں ورثہ بہ ورثہ چلا آیا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ آرام
پاتے اور ان کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں اور خود بخود لوگوں کے دل ان کی طرف
رجوع کرتے ہیں انہیں ایک خاص جذبہ دیا جاتا ہے ان کی تقریر میں ایک خاص اثر ہوتا
ہے جب وہ کسی امر میں فیصلہ دیتے ہیں تو دشمن بھی اس وقت مان جاتے ہیں۔

تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ - اس میں کچھ شک نہیں کہ دونوں کا اٹھانا فرشتوں کا کام ہے

۳۱ - مارچ ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۶)

جہاد کی کاسیابی اس بات پر منحصر ہے۔ کہ فی سبیل اللہ ہوا و رہا ہی اپنے افسیر وین کی فرمانبرداری
کریں۔ حدیث میں آیا ہے کہ بعض موقع پر امتحان لینا منع ہے۔ لیکن اس بات کی مثالیں
بھی موجود ہیں کہ بعض موقع پر امتحان لینا چاہیے۔ یہاں اس صورت آخرہ کی

کی مثال اس آیت میں ہے جس پر آج کا درس ہے۔

فَلَمَّا فَصَلَ شَهْرٌ مِّنْ شَهْرٍ جَدَّ هَوْنٌ

اِنَّ اللّٰهَ يَبْتَلِيْكُمْ - ابتلا کہتے ہیں اس امر کو جس کے ذریعے فرمانبردار اور نافرمانبردار
کچے اور پکے میں امتیاز ہو جاوے۔ جب طالت ایک فرج لے کر چلے۔ تو کئی
تماش میں ہی ساتھ ہوئے اس لئے آپ نے ایک استخوان میں ڈالا تا جو حقیقی فرمانبردار ہیں
وہ میرے ساتھ رہیں۔

کھنکھاس اس کے دو معنی ہیں ایک تو نہر۔ دوم۔ آرام و آسائش۔ چنانچہ ان المقین
فی جنّت و نہر میں نہر کے معنی آسائش کے ہیں۔ نہر کے معنی ہوں تو کیا شقی نہر میں
ڈوبے رہیں گے۔

فَمِنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ - اس جگہ میں شہد بہت تھاپیں جب نہر کے
معنی آسائش کے ہوں تو اس سے مراد شہد کا پینا ہے۔

الْاَقْلِيْلُ ضَنْجَمٌ - ایک علم ہوتا ہے ایک عمل۔ شنیدہ کے ہوا مانند دیدہ۔
لایس الخبیر کا المعانیہ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوسفؑ کے معاملہ میں
رجب ان کے پاس چوبدار آیا کہ بادشاہ تمہیں بلاتا ہے اور وہ نہ گئے (فرمایا کہ)
اگر میں ہوتا تو چلا جاتا۔ مگر خود جب مسجد سے قریب اپنی ایک بیوی کے ساتھ کھڑے
ہوئے اور پاس سے کچھ آدمی گزرے تو آپ نے انہیں روک لیا اور کہا دیکھو یہ میری
بیوی صفیہ ہے۔

يٰظَنُّونَ - یقین کرتے ہیں۔

صَبِيْرًا - یہاں صبر کے معنی استقلال کے ہیں۔ حدیث میں صبر کی دعائیں
ہے کیونکہ جو صبر مانگتا ہے بلا مانگتا ہے۔ ہاں ضرورت کے وقت استقلال کی دعا مسوع نہیں۔
قتل داؤد جالوت - یہ ایک مقام ہے۔ جس پر بعض نادانوں کو تاریخی طور
پر اعتراض کرنے کا موقع ملا ہے۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ جس ندی پر آزمائش ہوئی تھی وہ جدعون کے زمانے کی
بات ہے جہاں داؤدؑ جالوت کی لڑائی کا ذکر ہے وہاں ندی کا ذکر نہیں بلکہ جدعون
اور جالوت میں ۱۵۴ سال کا فرق ہے۔ دوسرا اعتراض تابوت سکینہ کے متعلق ہے
کہ داؤدؑ اور جالوت کی لڑائی سے بیس سال پہلے عیسیٰؑ لوگ صندوق لے گئے تھے۔
انہیں مری پر لگئی تو ان کو وہم ہو گیا کہ ہونہو اسی صندوق کی نخواست ہے اس لئے انہوں نے
اس صندوق کو ایک چکر لے کر پلا کر بیلوں کو ٹانگ دیا۔ ساول ایک شخص تھا
اس کی زمین پر چھکڑا جا پڑے۔ کہتے ہیں یہ بیس برس پہلے کی بات ہے۔

تیسرا۔ اعتراض۔ کوئی ندی وہاں نہ تھی۔ جہاں داؤدؑ جالوت کی لڑائی ہوئی
ان تینوں اعتراضوں کے جواب میں یہ کہتا ہوں۔ کہ ہم ہنر کے معنی
آرام و آسائش کے کرتے ہیں۔ پس ندی کے موجود نہ ہونے کا اعتراض ہوا۔
دوم۔ یہ کتاب میں تم نے سمویل کی کتاب باب ۱۷ سے لی ہیں۔ اسی جویں

درمچ قرآن کریم

از نور پاک قرآن صبح صفا و سیدہ
بر غنچے ہائے دلہا باو صبا و زیدہ

ایں روشنی و لمعان شمس الضحیٰ ندارد
دیں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

یوسف بقعر چاہے محبوس ماند تنہا
دیں یوسف کو تنہا از چاہ بر کشیدہ

از مشرق معانی صدق و قاطع آورد
قد طلال نازک ذال نازکی خمیدہ

کیفیت علمش دانی چه شان دارد
شہدیت آسمانی از وحی حق چکیدہ

آن نیر صداقت چوں رو بعالم آورد
ہر بوم شب پرستے در کنج خود خزیدہ

روئے یقین نہ بیند ہرگز کسے بد نیا
الا کیک باشد یار ویش آرمیدہ

آنکس کہ عالمش شد شد مخزن سعادت
و آن بے خبر عالم کیں عالمے ندیدہ

باران فضل رحمان آمد بمقدم او
بد قسمت آنگہ ازوے سوئے دگر دودیدہ

میل بدی نہ باشد الا رگے از شیطان
آن را بشر بد اغم کز ہر شرے رسیدہ

اے کلن دلربائی دامن کہ از کجا فی
تو نور آن خدائی کین خلق آفریدہ

میسلم نہ ماند با کس محبوب من توئی بس
زیرا کہ ذال فنان دس نورت بہار سیدہ

کے بائیں ۱۰۔ امین لکھا ہے کہ داؤد بربط فرماؤں میں ذکر تہا بھر لکھا ہے کہ
داؤد اپنے بھائی کی روٹی کے کر آیا وہاں ایک عیسیٰ کی ساتھ جگر ڈا دیکھا یہ نوجوان تہو
جلد اٹھے۔ میں اس کا مقابلہ کر آہوں۔ اس پر کہیں نے کہا کہ یہ کون ہے۔
دیکھنے پہلے تو اسے بربط نو اند بتایا۔ پر یہ کہ بادشاہ کو معلوم ہی نہ تھا کہ یہ
کون ہے۔

پھر لکھا ہے کہ اس نے کہا جو مائتوں سے مقابلہ کرے میں اسے لڑکی دوں گا
ادبانی ذرہ نکال کر دی۔ اس اختلاف کو دیکھ کر محققین یورپ نے فیصلہ دیا ہے کہ سمویل
کا باب کا اچھا قیاس ہے۔

پس اسکی اصلیت خود ہی مشتبه ہے اس سے قرآن پر اعتراض صحیح نہیں۔
پھر ہم پوچھتے ہیں تمہاری تاریخوں میں طالوت کا لفظ کہاں ہے پس یہ کہاں کہ اس کا
نام سادل تھا یا نہ تھا منقول ہے۔ کیونکہ قرآن شریف نے ان میں سے کسی کا نام ہی
نہیں لیا۔ جہاں طالوت کا ذکر ہے وہاں جالوت کا نہیں اور جہاں جالوت کا ہے
وہاں طالوت کا نہیں۔

پس وہاں کہ زائد متحد کہاں سے ثابت ہوا۔ پھر ہم کہتے ہیں طالوت کے معنی
ہیں۔ سیلے قدر والا ہے۔ بائبل میں ہی ہے قدر والا ہی لکھا ہے۔ پس یہ نام نہیں
ایسا ہی جالوت اس کو کہتے ہیں جو سید ان میں جولان کرے۔ پس اس طرح کوئی
اعتراض نہیں رہتا کیونکہ جہاں کسی کا نام ہے ہی نہیں۔ پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ
داؤد کا مقابلہ جہاں ہوا۔ وہاں شروق نام مذی ہے۔ برائے خبر نیہ جو میں۔
ان میں اس کا موقع موجود ہے۔ پھر آخری فیصلہ کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ تمام صحیح قرآن
میں فقہنا موہم باذن اللہ پر وقف ہے۔ پس وہ قصہ الگ ہے اور الگ
دلو کا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض

کئی موقع پر میں اس کی تفصیل کر چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے خود اپنی مرضی سے
جہاں میں اختلاف رکھا ہے اور اسی پر کار گاہ عالم کا دار و مدار ہے۔ اگر جہاں
میں سب اسی خیال کے ہوں کہ ہنگی کا کب برائے۔ تو علیٰ قوموں کی زندگی
و بل جان ہو جاتی۔

یہاں دوسرے پارے کے نوٹ ختم ہوئے۔

پارہ ہفتمیت ۳۰ و فقر اخبار بدرے ملکتا ہو۔

حضرت ناموادی نور الدین صاحب کے فرمائے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

سورہ البقرة

(پارہ سوم)

(مورخہ یکم اپریل ۱۹۰۹ء رکوع ۲)

منہم من کلم اللہ - کلام تو سب پیغمبروں سے ہوا مگر بعض کو مخصوص ہو کر کثرت کلام کیا۔

النبیۃ - کھلی باتیں عیسیٰ کی تعلیم اخلاق کی تھی اور اخلاقی رنگ دکھانے کے لیے مقبول ہوتا ہے اس لئے اسے نبیۃ فرمایا۔

وایک نادر روح القدس - اس اخلاقی تسلیم کو اپنی پاک کلام سے سونپ دیا۔ روح القدس کبھی کلام مانویاے فرشتے کو ہی کہتے ہیں۔ مگر عام سمجھنے میں ہیں۔ پاک کلام۔

قرآن شریف میں ہے۔ وکذالت اوحینا الیک روحاً من امرنا۔ ایک دوسری جگہ فرمایا۔ یغزل الملائکۃ بالروح عظم من عبادہ من یشاء ان انزلنا منہ کلام اللہ۔

ما اقتتل الذین من بعدہم۔ یعنی اگر کوئی لڑائی کرنا تو ہم اس کے ہاتھ کو کھینچ کر ہتھ پڑ جائے تو زبان بند کر دیتے۔ مگر بندہ دل کو اللہ سے مجبور نہیں پیدا کیا اور نہ ان کے اختیار کو چھینا۔ بلکہ قدرت عطا کی ہے۔

ولکن اختلفوا۔ جب خدا نے جبر کیا۔ اختیارات نہ چھینے تو ان لوگوں کو اس قدرت پر زور سے کام لیتے تو وہ نہ لڑتے مگر ہم نے ہمت پر مجبور کیا تو لڑتے اور گراہی پر کیوں مجبور کرتے گئے۔

فمنہم من امن۔ مگر کچھ ایسے تھے جنہوں نے ایمان کے مطابق عمل کیا۔ ومنہم من کفر۔ بعض ایسے تھے جنہوں نے امن میں غفلت ڈالا امن کی تسلیم کا انکار کیا۔ ووشاء اللہ ما اقتتلوا۔ جناب الہی تو ایسی طاقت رکھتے ہیں کہ ان لوگوں کو یہ قدرت نہ دیتے مگر وہ ایسا نہیں کرتے کیونکہ وہ جبر کرنے والا نہیں ہیں۔

یوم کایم فیہ کلاخلۃ ولا شفاعۃ۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ دن کوئی نئی ریح ہو سکیگی نہ خلۃ نہ شفاعۃ۔ یہاں بیع۔ خلۃ۔ شفاعۃ کی مطلق ہرگز نہیں ہے۔ عربی میں لا درج کے آتے ہیں۔ ایک وہ جس کے بعد تنوین آتی ہے اور ایک وہ جس کے بعد تنوین نہیں آتی۔ پہلے کی مثال ہی آتی ہے اور دوسرے کی مثال لا دقت ولا متوفی فلا جدال۔ ان دونوں لاؤں میں فرق ہے۔

تنوین نہ ہو تو اس کے معنی میں بالکل "نہیں" یہ لافقی جس کا ہے اور اگر تنوین ہو تو اس سے مراد ہے۔ بعض صورتوں میں نہیں یہ لامشہہ نہیں ہے اب چونکہ یہاں تنوین ہے اس لئے یہاں بیع کی مطلق نفی نہیں اسی لئے دوسرے مقام پر فرمایا۔ فاستبشروا بیعکم الی بالعمہ بہ۔ اور نہ خلۃ کی مطلق نفی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ الاخلۃ لبعضہم لبعض

عدوا الا المتقین۔ اور نہ شفاعۃ کی چنانچہ اس سے آگے آنا ہوتا ہے۔ والکافرون ہم الظالمون۔ کافر اپنی جان پر ہی ظلم کرتا ہے اور دوسروں پر بھی۔ لا الہ الاہو۔ معبود وہی ہے جس کی بات کو مانا جائے پس اس کی قرآن برداری کرو۔ القیوم۔ حافظ و ناصر۔

سنۃ کا۔ کسی شخص نے اعتراف کیا تھا کہ آؤنگہ سے کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ اس کا تہمین آؤنگہ دے گئے اور کہا گیا کہ تم اس کی حفاظت کرو۔ جب اسے ہیند کا غلبہ ہوا تو اس نے اپنے تئیں بہت روکا مگر آؤنگہ جو آئی۔ دونوں شیشے آپس میں ٹکرا کر ٹوٹ گئے۔

کس سیدہ۔ کسی کے معنی علم کے ہیں بخاری میں ہے موجود ہیں۔ ایک شہر ہی یاد کیا۔ ۷۔ تحف بہ بیض الوجہ لا عیبہ۔ کراہی جا الاحد اث حین تعیب۔

۲۔ اپریل ۱۹۰۹ء
(بقیہ رکوع ۲)

کالکرا لانی الدین۔ ایک انبیاء کی راہ ہوتی ہے ایک بار شاہوں کی۔ انبیاء کا یہ قاعدہ نہیں ہوتا کہ وہ ظلم و جور و تعدی سے کام لیں۔ بان بادشاہ جبر و اکراہ سے کام لیتے ہیں۔ پولیس اس قدر گرفت کر سکتی ہے جب کوئی گناہ کا ارتکاب کر دے مگر مذہب گناہ کے ارادہ کو ہی روکتا ہے پس جب مذہب کی حکومت کو آدمی مان بیٹا ہے تو پولیس کی حکومت اس کی پرہیزگاری کے لئے ضروری نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جبر و اکراہ کا تعلق مذہب نہیں پس کسی کو جبر سے مت دخل کرو۔ کیونکہ جو دل سے مومن نہیں ہوا وہ ضرور منافق ہے شریعت کے مطابق اور کافر کو ایک ہی رتی میں جکڑا ہے۔ غلطی سے ایسی کہانیاں مشہور ہو گئی ہیں کہ اسلام بڑا شیر دنیا میں پھیلا یا گیا ہے۔ بھلا خیال تو کرو۔ اگر اسلام میں جبر جائز ہوتا تو ہندوستان میں اتنے سو سال حکومت رہی پھر یہ ہزاروں برسوں کے مندرستہ الے اور پستکین کین موجود ہوتے جاتیں۔

عالم گیر کو بھی الزام دیتے ہیں کہ وہ ظالم تھا اور بالآخر مسلمان کرنا کیسی بے ہودہ بات ہے اس کی فوج کے سپہ سالار ایک ہندو تھے۔ بڑا حصہ اس کی عمر کا اپنے ہمایوں سے لڑنے لڑا اسکی موت بھی تانا شاہ کے مقابل میں ہوئی۔ پھر اسلام بادشاہوں کے افعال کا ذمہ دار نہیں ہے مسلمانوں نے ہی غلطی کی کہ مفسرین کے مفسرات کو تسلیم کر لیا۔ حالانکہ اسلام دلی محبت و اخلاق سے حق بات ماننے کا نام ہے۔ اسی لئے اسلام میں جبر نہیں۔ یہ آیت عزوری یا در کہتی چاہیے اسلام میں ہرگز اکراہ نہیں۔ چنانچہ پارہ گیارہ رکوع ۱۰ میں فرماتا ہے۔ ووشاء دیکل کا من من فی الارض کلہم جمیعاً۔ امانت تکم الناس حتی یکونوا موثمین۔

قد تبین المرشد من الغی۔ رشد کہتے ہیں۔ اصاب الحق والصلوب یعنی واقعی بات کو پالنا اور حق تک پہنچ جانا۔ غی کہتے ہیں اس حق و صواب کی جگہ سے رک جانے کو۔ اسلام کے چند اصول بیان کرتا ہوں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رشد و حق کو کیا امتیاز ہے بیان کیا ہے۔

فرمایا۔ شرک نہ کرو۔ وعید بتلایا ان اللہ لا یغفران لشرک بہ۔ کوئی حضرت مسیح کو پوجے یا امام حسینؑ یا سیدہ عائشہؓ یا تالاب۔ پہاڑ۔ جانور کو سب برابر ہیں کیونکہ یہ

پکڑنے کی چیز کو پکڑا۔ عودہ کہتے ہیں پکڑنے کی چیز کو۔

اللہ ولی الذین۔ اللہ جو سچ مصلح ہے اس کی پہچان کیا ہے زمانہ ہے کہ وہ مسنون کا ولی بن جاتا ہے۔

ابو مسنون کی پہچان بتاتا ہے کہ وہ ظلمات سے نکل کر نور کی طرف آتے جاتے ہیں۔ ظلمت کیا ہے حسین تمیز نہ رہے۔ روشنی کیا ہے حسین تیز ہو سکے۔ معمولی روشنی سورج کی ہے پھر اس سے بڑھ کر نور طرب ہے جس سے انسان کے اندرونی امراض معلوم ہوتے ہیں اس سے بڑھ کر نور فلاسفہ ہے کہ وہ خط و خال سے بال سے آواز سے۔ ناک سے ہونٹ سے کسی کے اخلاق پر آگاہ ہو جاتے ہیں جن کو اس سے بھی بڑھ کر انوار دے جاوین وہ مسنون ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ اتقوا من خدا استہ المؤمن فانہ ينظر بنور اللہ پس مسنون ہونے کا نشان ہے کہ اس انسان کی قوت متمیزہ بڑھتی جاتی ہے اور وہ آہستہ آہستہ تاریکیوں سے نکل کر انوار میں آتا جاتا ہے اور اپنی حالت میں دن دن نمایان تبدیلی پاتا ہے۔

ظلمتیں بھی کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک رسم کی۔ مثلاً شادی آگئی اب رسم کہتی ہے کہ دس ہزار روپیہ خرچ کرو۔ اب گھر میں تو اپنے روپے میں نہیں ہیں ساہوکاروں کے پاس جاتا ہے وہ سود مانگتا ہے۔ خدا فرماتا ہے جو سود دیتا یا لیتا ہے۔ وہ خدا سے جنگ کرتا ہے۔ پھر اسی طرح بڑھتے بڑھتے ایک لگا ہوا سے کئی گنا ہون کا مرکب ہوتا ہے پھر عادت کی ظلمت ہے۔ یہ عادت بری بلا ہے جس چیز کی عادت پڑ جاوے وہ چھپا نہیں چھوڑتی۔ بعض کو قصہ سننے کی دہشت ہوتی ہے۔ بعض کو ناول پڑھنے کی بعض کو چار پیسے کی۔ حقہ پینے کی۔ پان کھانے کی۔

پھر ظلمت شہوت۔ حرص۔ غضب۔ بستی۔ کاہلی۔

پس یہ بات یاد رکھو کہ جس تعلیم سے قوت متمیزہ بڑھے وہ سچی ہے۔

۱۹۰۹ء اپریل ۱۳

(رکوع ۱۳)

یہ تو میں پہلے بتا ہوں کہ اس ساری سورہ کا مقصد دشمن سے مقابلہ کے لئے طیارہ کرنا اور اس کے ضمن میں تمام قسم کی سچائیاں اور فضائل اور تقویٰ کی راہیں بتادی ہیں۔ اور یہ سمجھا دیا ہے کہ کامیابی کی سچی راہ کا پاک اصل صرف تقویٰ ہے۔ یوں مسنون بالغیب الی و اولئک ہم المفلحون سے اس مضمون کو شروع کیا ہے اور یہاں اب بتایا جاتا ہے کہ بہرے لوگ ہوتے ہیں۔ جو اللہ کے پاک بندوں سے جھگڑا کرتے ہیں وہ نیکے اگرچہ کمزور ہوتے ہیں مگر اللہ میں وقت پران کی ایسی دشگیری کرتا ہے کہ دشمن دم بخود رہ جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ مقابلہ میں کامیاب ہو جاؤنگا۔ اور اس غریب جماعت کو ہلاک کر دوںگا۔ مگر آخر وہ خود ہلاک ہوتا ہے۔ یہ مخالف نادانی سے انبیاء کے ہمراہیوں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ نوح کے ماننے والوں کو اس کی قوم کے امراء کہتے ہیں۔ ارادنا بادی الیٰی پھر صلی علیہ السلام کو ہی فرعون نے ہی کہا۔ الہم نریک ولیداً و لیثت فینا من عرث نین۔

کیا ہم نے تمہاری پرورش نہیں کی اور تو اپنی عمر کے بہت سال یہاں نہیں

یہ سب چیزیں خاموش ہیں۔ سخن لکھ مافی السموات و مافی الارض۔ پس جو محدود ہوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی وہ تمہاری معبود کس طرح بن سکتی ہیں۔ انجیل وید۔ ژند و متا۔ بدہ کی تعلیم میں میں نے عظمت الہی کی یہ راہیں ہرگز نہیں پائیں۔ قرآن کا ایک ایک رکوع مسلمانوں کو توحید کا سبق دیتا ہے۔ پھر یہی اگر یہ شرک میں گرفتار ہیں تو ان کی برکتی۔ کیا خوب فرمایا۔ انجیکم الہا و هو فضلکم علی العالمین۔ تم خود جہان والوں سے افضل۔ اور پھر انہی میں سے کوئی چیز تمہاری معبود بنے؟

پھر اسلام میں عام اخلاق کی نسبت دیکھو۔ کہ شراب سے بڑی سختی کے ساتھ منع کیا کیونکہ یہ سب برائیوں کی جڑ ہے ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا اس نے کہا وصل کی شرط میں اس بُت کی پرستش کرو (۲) خاندان کو قتل کر دو۔ شراب پی لو۔ اس نے کہا کہ ایک شراب پینا مان لیتا ہوں۔ باقی بہت خوفناک گناہ کے افعال میں نہ کروں گا جب شراب پی تو پھر دوسری چیزوں کا بھی مرکب ہو گیا۔

اسلام کا تیسرا اصول۔ پردے کی تعلیم ہے۔ بیو کسی کتاب میں جو خدا کی طرف منسوب کیجاتی ہے یہ تعلیم نہیں پائی۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم اور قل للمؤمنات یغضن من ابصارہن۔ مومن مرد اور عورتیں نیچی اور نیم باز نگاہیں رکھنے کی عادت ڈالیں۔

دیکھا۔ جماع الاثم (نحر) اور حیائل الشیطان (عورت) سے کس طرح روکا پھر نماز کی تاکید کی جو شخص پانچ نمازوں کا پابند ہے وہ کبیرہ گناہ شراب وغیرہ کا ارتکاب ہی نہیں کریگا۔ پھر اسلام میں مال حرام سے ممانعت کی۔ شراب وغیرہ کا پینا مال شریعہ پر موقوف اور مال کثیر زیادہ تر طریق حرام ہی سے آتا ہے اس لئے منع کیا بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے۔ اللھم اذقنا محمد قوتا۔

پھر اسلام میں جہاد کا مسئلہ ہے یہ بھی کل گناہوں سے روکنے والا ہے پھر اسلام کا یہ اصل کہ وہ تمام پسندیدہ امور کے کرنے اور قبیحہ امور کے نہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک موقع پر فرما رہے تھے۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامون بالمعروف و تنھون

عن المنکر

ایک قوم نے اپنا سفیر واسطے تحقیق دین اسلام کے بھیجا ہوتا وہ یہ کلمہ سنتے ہی آپس گیا اور اپنی قوم سے جا کر کہا سب مسلمان ہو جاؤ وہ حیران ہوئے تو اس نے بتایا کہ جس مذہب کا اصل امر بالمعروف نہی عن المنکر ہو وہ کون کر بڑا ہو سکتا ہے بلکہ اس میں نہ داخل ہونے والا ہوتا ہے۔

فت یکض بالطاعوت۔ طاعوت۔ طغوت سے نکلا ہے مد بندگی سے آگے بڑھنے والے کو طاعی کہتے ہیں۔ سیلاب کو بھی طغیانی اسی لئے کہتے ہیں کہ پانی ندی کی حد مقررہ سے باہر نکل کر اچھلتا ہے۔

شرعیات ہر بات کے لئے حد رکھی ہے پس جو اس حد نکلا ہے وہ طاعی ہوتا اور جو تمام حد بندیوں کو توڑ کر نکل جاوے وہ طغوت کہلاتا ہے۔ پس جو حضرت حق سبحانہ کا جو منہر ہے تمام عیوب و نقائص سے اور اور جامع ہے کمالات و خوبیوں کا۔ فرمانبردار ہو۔ تو فقد استمسک بالحررۃ الوثقی۔ اس نے بڑی مضبوط

گزار چکا۔ اس کا جواب موسیٰ نے ہی کیا خوب دیا۔

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عِبَدْتُ بَنِي إِسْرَءِيلَ - کیا یہ کوئی بڑی نیکی ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتا رہا ہے۔ حالانکہ اس کی جڑ یہ ہے کہ تو نے تمام بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے پس کیا ہوا۔ اگر ان کے ایک بچے نے تمہارے ان پرورش پالی۔ اگر تم پرورش نہ کرتے تو کیا اس کے ان باپ پر اس کی روٹی دو جھرتی۔ غرض پاک لوگوں اور ان کے اتباع کو یہ نادان حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ ان کو مقابلہ میں ذلیل کرتا ہے چنانچہ اس کے ثبوت کے لئے حضرت ابراہیم کا قصہ بیان کیا ہے آپ کی قوم مجوسیوں کی تھی جو سورج چاند کی پرستش کرتے تھے۔ انہیں جس کو خدا نے حکومت دی تھی۔ ابراہیم نے کہا۔ کہ ربی الذی یحیی ویمیت۔ میرا رب ہی ہے کہ جو آبادی اور ویرانی کرتا ہے۔ یہاں احیاء و اموات کے یقینی ہی معنی ہیں غلطی کرنے میں وہ جو یہاں زندہ کرنے اور مردنے کے معنی لیتے ہیں کیونکہ یہ تو ایک بیوقوف سے بیوقوف ہی دعویٰ نہیں کرتا کہ حیات و ممات طبعی کا سوچ رہا ہوں۔ اس کے ثبوت میں ہم موت کے کئی معنی پیش کرتے ہیں جو وفات عربیہ ثابت ہیں۔ موت کے ایک معنی ہیں۔ نشوونما کے۔ چنانچہ فرمایا یحیی الارض بعد موتها۔ اور احیاءہ بملأ مینا۔

(۱۲) احساس کا دور ہونا۔ قوی کا زوال۔ جیسے اس آیت میں بالقیں موت قبل ہذا۔ وکنت نیامنیاً۔ مر جانے کی دعا جیسے احادیث میں منع ہے ایسے ہی قرات میں ہی۔ پس ہم اپنے لئے موت کی دعا نہیں کر سکتے تھے۔

(۱۳) زوال عقل۔ اضمحلت کان میتاً فاحیاء۔ یعنی کم عقل۔ بے ایمان۔ انسانیت کا بدلہ ہو کر آخر وہ انبیاء کی پاک صحبت سے عقلوں والے ہو گئے۔

(۱۴) حذرت مکہ و لطمیاء۔ یا تیرا موت میں کھلی مکان و ماہوہ میت۔ ہر طرف دکھ اھرتا کو مکر کرنے والے آئیگے۔

(۱۵) نمیند کے معنی۔ سونے کے بعد اٹھنے۔ تو یہ دعا احادیث میں آئی۔ الحمد للہ الذی احیانا بعد امواتنا۔

(۱۶) قوت حیات کا بلطمان۔ انکس میت و انہم میتون۔

(۱۷) جن کا بدلہ لیا جاوے وہ ہی مردہ ہیں۔ سب سے معلقہ کا ایک شعر ہے۔

ان یبشتم ما بین لمحتہ فالصاقب۔ فیہا الاموات و الاحیاء۔

لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء۔ زندہ کہنے سے مراد ہے

کہ ان کا بدلہ لیا جاوے گا۔ غرض یہ موت کا لفظ تشابہ رنگ میں آیا ہے۔ ریں جو اس میں فی العلم ہوتے ہیں وہ مختلف المعانی۔ الفاظ کو حسب موقعہ معنی کا لباس پہناتے ہیں۔

(۱۸) زرقی کے رنگ جلنے کا نام ہی موت ہے۔ (۱۹) فقر کا نام ہی موت ہے۔

(۲۰) موت العقل۔ موت العلم اور ذلت کا نام ہی موت ہے۔ اول من مات البس۔ پس یہاں حسب موقعہ موت کے معنی ویرانی کے ہیں۔

ابراہیم نے کہا کہ آبادی و ویرانی میرے رب کے اختیار میں ہے وہ کافر بولا نہیں۔ یہ کام بادشاہوں کے متعلق ہے میں ہی بادشاہ ہوں۔ پس یہ تو میں ہی کر سکتا ہوں۔ سبحان اللہ انبیاء کی کیا عقل ہوتی ہے۔ فرمایا۔

ان الذل یاتی بالشمس من المشرق فأتھا من المغرب۔ نادان خیال تو کہ تو اپنے مذہب کو چھوڑ بیٹھا ہے۔ تم تو سورج کی پرستش کرتے ہو اس وجہ سے کہ نصول وغیرہ

کو اسی سے وابستہ سمجھتے ہو۔ اب اگر احیاء و اموات (ویرانی۔ آبادی) تمہارے اختیار میں ہو تو گو یا سورج تمہارا معبود نہیں بلکہ وہ تمہارے قبضہ اختیار میں ہے پس اگر یہ بات ہے تو تم اس کی چال پر خدا حکومت دکھاؤ۔

جن لوگوں کی اس نکتہ چینی کی سمجھ میں آئی انہوں نے کہا کہ ابراہیم نے ان اندیشاتی کہہ کر تبدیل استدلال کیا ہے اور صوفیوں نے یہ بتایا ہے کہ پہلی دلیل کو قوی کیا ہے یہ بات یاد رکھو کہ انبیاء کا طریق مباحثات میں یہ ہے کہ وہ اپنا آپ درمیان سے نکال کر میں۔ وہ جناب الہی کے حکم کے نیچے ہو کر کام کرتے ہیں اس لئے مناظروں میں ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں اور وہ کافر جھوٹے کا ہو کر رہ گیا۔

ایک بات یاد دلاؤ کہ ابن عباس کے پاس نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) گئے اور اسے کہا میرے دل میں کیا ہے اس نے کہا۔ درخ۔ آپ کے دل میں یوم تالی السماء بدخان مسین۔ اس نے بتایا۔ کہ درخ کے متعلق کوئی مضمون ہے آپ نے فرمایا۔ وتمام تعدد قدرک۔ ذلیل رہ اس سے نہیں بڑھ سکا۔ مطلب یہ تھا۔ کہ آئندہ ہم امتیاط کریں گے جناب الہی کے حکم کے نیچے حب و ستور مناظرہ ہوگا۔ پھر تو کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔

۵۔ اپریل ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۳)

اوکا لڈی مسرت علیٰ اقریبہ۔ اس آیت شریف بن اللہ تعالیٰ نے یہ بھی سمجھایا ہے کہ انسان جب اللہ کے حضور کامل یقین سے دعا کرتا ہے تو وہ کبھی محروم نہیں رہتا۔

دعائیں تین مشکلات لوگوں کو پیش آتی ہیں ایک تو یہ کہ وہ خدا کی دعائی اور اس کی کھٹوت پر ایمان نہیں لاتے۔ قسم قسم کی خواہشیں کرتے ہیں۔ جن کا نتیجہ ان کے حق میں اچھا نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ جب قبول نہیں کرتا تو وہ نادانی سے دعائی کے منکر ہو جاتے ہیں حالانکہ

اگر ان کی یہ دعائیں قبول ہوں تو دنیا فنا ہو جائے۔ عورتوں ہی کو لو۔ وہ بچوں سے تنگ آکر انہیں کس طرح کوستی میں ایک عورت ایک نئی قسم کی بددعا دیا کرتی تھی وہ یہ کہتی۔

لو ہے کا جھاڑو۔ لو ہے کا جھاڑو مطلب یہ تھا کہ ایسا صفایا ہو کہ کوئی نام و نشان نہ رہے۔ اسی طرح گنوار۔ زمین خدا اپنے مومنین کے حق میں بددعائیں دیتے ہیں اور

فریق ثانی یہی۔ اب اگر دونوں کی دعائیں خدا تعالیٰ سے تو ایک ہی نہ رہے۔ پھر دوسری بات یہ کہ۔ کہ دعا ایک محنت ہے اور اپنے لئے ایک موت اختیار کرنا ہے۔ دعا جب ایک خاص

نقطہ تک پہنچتی ہے تو اسے قبولیت کا جامہ پہنایا جاتا ہے بعض لوگ دوسرے دوسرے ہی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں مگر یہ نہیں ہوتا تو گھبرا اٹھتے ہیں۔ پھر بعض لوگ ایسے ہی ہیں جو اس

نکتہ معرفت سے بے خبر ہیں۔ کہ دعا ضائع نہیں جاتی۔ بلکہ اگر وہ مقصد حاصل نہ ہو تو اس کا

فائدہ ضرور ہے۔ کہ معاصی کے نتائج اور آئے دانی بلاؤں سے بچا لیتی ہے۔ یہاں ان آیات میں جو مذکور ہے اس کی اصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل جب شرارت میں حد سے بڑھ گئے

تو خدا تعالیٰ نے ان پر ذلت و سکت لیس دی۔ وہ بابل میں جلا وطن کئے گئے۔ پھر جب انہوں نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ تو ان میں توبہ۔ عزرا۔ دانیال سے برگزیدہ پیدا ہوئے

حضرت قیل نے ان کے لئے بہت دعائیں کیں اور گھبرا کر پکار اٹھے کہ اب یہ مردہ قوم کب زندہ ہوگی۔ یہ ویرانہ کب آباد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو رویا میں سب کچھ دکھایا۔ یہ ایک شام

سنہ اللہ ہے۔ کہ جس بات کی تورات میں تفصیل ہے۔ قرآن شریف اس کی طرف اشارہ

اشارہ کرتا ہے اور جس کا تدریس میں فصل بیان ہو۔ قرآن شریف اسے مفصل بیان کرتا ہے
اس قصہ کو تورات میں خوب کھودا گیا ہے۔ وہاں حزقیل بابا میں صاف لکھا ہے کہ
اسے خواب دکھایا ایک ذرا ہی میں ہڈیاں بہری ہیں اور تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نبوت (دیکھو)
کرو۔۔۔۔۔ جو یہ بات ہو اس کی مثالیں بہت مل جاتی ہیں
چنانچہ اس طرز کی ایک روایت ابو حنیفہ کی ہے کہ آپ نے دیکھا کہ حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی قبر پر لوگوں کو اکٹھا کر رہے ہیں۔ مگر میں زمانہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول کریم
کے چوتھے علم میں ایک بے خبری کا مرض آگیا تھا آپ کے ذریعہ سے اب یہ دین از سر نو زندہ ہو
امانت اللہ۔ کے متعلق ہیں یہ ہی سنائے دیتا ہوں کہ بعض وقت نبی رامت کا
قائم مقام ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج میں دورہ اور شرب
پیش کیا گیا تو آپ نے دورہ پیا تب حیرت میں پڑا کہ اگر آپ شرب پیتے تو تمام امت بدکار ہو جاتی
ایسا ہی ایک مقام پر قرآن کریم میں آیا ہے۔ "یا ایہا النبی اذا طلقتم الناس پہلے نبی سے
خطاب ہے۔ مگر پھر آگے چل کر کوہودیا ہے کہ نبی قائم مقام امت ہے۔ پس امانت اللہ سے قوم
کی دیرانی و تباہی مراد ہے جو ایک سو سال تک رہی۔ پھر وہ قوم لہ سر نو زندہ ہوئی۔

غرض حزقیل کو خدا نے وہ نظارہ روایا میں دکھایا۔ حزقیل اپنے قیاس سے یوم و
بعض یوفاکتا ہے مگر خدا تعالیٰ اسے سو سال بتاتا ہے مگر ساتھ ہی بتاتا ہے کہ تم ہی سچے ہو کہ کوہود
طعام و شرب پر سال نہیں گزرے اور روایا میں یہ بات ممکن ہے۔ چنانچہ سورہ یوسف میں
ایک ذکر ہے کہ بادشاہ نے چودہ سال قحط و سرسبزی کے ایک آن میں دیکھ لئے بعض لوگ
کہتے ہیں کہ روایا کا لفظ یہاں نہیں یہ ان کی غلطی ہے۔ اتنی رات احد عشر کو کبا و الشمس
والقمر راہم لی صاحبین۔ انیسار کے لئے خواب کا اظہار ضروری نہیں ہوتا۔

حضرت صاحب نے نے ایک دفعہ اس آیت کے معنی دریافت کئے تو آپ نے فرمایا نبی
جناب الہی میں قحط کی تو چھ پر ہی کھدا کہ وہ شخص واقعی مر گیا تھا عرض کیا کہ پھر سو سال کے
کے بعد اٹھنا کیا معنی؟ فرمایا کہ انیسار کو مرنے کے بعد ایک حیات ہی جاتی ہے یہاں
نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہی فرمایا تھا کہ میں چالیس دن کے بعد زندہ کیا جاؤنگا
پھر عرض کیا کہ وہ آیت کس طرح بنے۔ فرمایا کہ کیا مردہ امت نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرعون کی
نسبت فرماتا ہے۔ لمن خلقت ایسے۔ چونکہ میری طبیعت میں شرم اور اب
بہت تھا اس لئے میں نے یہ نہ پوچھا کہ انظر الی طعامک وشرابک لم یتکثرہ کا کیا
مطلب ہوا۔

قاضی حمید صاحب نے بھی ایک معنی کئے ہیں وہ امانت کے معنی ہست لال آیت یات
الموت من کل مکان پریشانی و پریشانی کرتے ہیں۔ امانت اللہ عامہ سے یہ مراد ہے کہ
حزقیل کو خدا نے سو سال تک غم اور پریشانی اور حزن مکر للعیال میں دکھا۔ پس برس کی
عمر میں حزن پیدا ہوا۔ پھر وشم تباہ ہو چکا تھا۔ ۷۰ برس تباہی رہی۔ ۷۰ برس میں آباد ہوا
پھر اللہ تعالیٰ نے یوروشلم کو آباد کر دیا تو حورانی تشریف لائے۔ دیکھا کہ جہان بانی نہ تھا۔
وہاں پہنچنے کی تمام چیزیں تازہ و تازہ نو ہونے لگی تھیں (مگر مٹی کی) موجود ہیں بلکہ مال مویشی اور ساری
کے جانور ہیں۔ یہ معنی بھی کسی وقت و جہی سے خالی نہیں۔

و انظر الی العظام۔ یہ اتنی عجیب کب اور کس طرح زندہ کرے گا۔ کا عقلی جواب ہے۔
کہ تم اپنی ہڈیوں ہی کو دیکھو۔ کہ اللہ انہیں آہستہ آہستہ کس طرح اٹھاتا ہے۔

جہاد میں اس قصہ کے بیان کا یہ فائدہ ہے کہ خدا نے فرمایا۔ دیرانی اور آبادی میں
اختیار میں ہے پس تم اپنے لوگوں میں سے کسی کے قتل ہو جانے پر حزن مت کرو
تم اس پر کامل یقین کرو۔ وہ بہن ایک زندہ قوم بنا دیگا۔

میں نے ایک مشہور مفسر کو دیکھا ہے کہ اس نے عام کے معنی دن کے کئے ہیں
تو اس لحاظ سے آیت عام سے ۲۰۰۰ چلے مراد لیتا ہے جو حزقیل نبی کو دعا و اضطراب میں جو
ایک قسم کی موت ہی کا ٹٹنے پڑے یہ معنی قاموس نے لکھے ہیں مگر قاموس نے غلطی
کھائی ہے۔ وہ لفظ دراصل عیام ہے جسے وہ عام سمجھا۔

۶۔ اپریل ۱۹۷۹ء

(بقیہ رکوع ۳۵ و ۳۶)

اذ قال ابراہیم دیت ارنی کیف تحیی الموتی۔ یہ تیسری مثال بھی جہاد کے متعلق
ہے۔ مجاہد فی سبیل اللہ۔ جب اللہ کی راہ میں مارا جاتا ہے۔ تو مژور اللہ اس کو ایک
حیات بخشتا ہے اور اس پر ایک فضل ہوتا ہے وہ اپنے سے رزق پاتا ہے۔ ابراہیم
جو حقار کے باپ تھے انہوں نے اس نظارہ کو دیکھا چاہا کہ اس عالم میں شہدا
کس طرح زندہ کئے جاتے ہیں۔

کیف۔ کسی کا دم ہو سکتا تھا کہ شاید آپ جانتے نہ تھے اس لئے اس دم کو سول
و جواب کے پیرائے میں دور کیا۔

ادلم تو مت۔ ایمان نہیں۔

قال بل۔ گمنا کیوں نہیں۔

ولکن لیطہن قلبی۔ شنیدہ گئے بودا نند دیدہ۔ دید شنید میں فرق ہے میں
نظارہ قدرت کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

فخذ اربعۃ من الطیر۔ چار پرندوں کے لائے کا حکم دیا۔ چار کی تعداد اس لئے
مناسب ہے کہ انسان کی بھی چار ہی خلطین ہوتی ہیں۔

صرھن۔ صر کے عربی میں دو معنی ہیں ایک اپنی طرف مائل کرنا۔ ایک صر یاد آگیا۔
و ما مید الا خلاق فیہم جیلۃ۔ ولکن اطراف الریاح تصور دھا۔

ابن عباس نے بھی اس کے معنی اہلن کئے ہیں۔ الی کا صلہ ہی یہی معنی چاہتا ہے۔
دوسرے معنی کچل دینے کے ہیں پھر ترویج کلام الہی میں جتنی وسعت ہو سکے۔ کرنی
چاہیے پس دونوں معنی صحیح ہیں۔

یا تینک سمیعاً پہلے کے مطابق یہ مطلب ہو کہ جب توڑی سی ربوبیت کا
اثر ہے کہ تم ان کو اپنی طرف بلاؤ۔ تو تمہاری طرف دوڑے آتے ہیں تو پھر رب الارباب کے
بلانے سے کیوں نہ آئیں گے۔

دوسرے معنی کے لحاظ سے یہ مطلب ہے کہ خدا نے ان کو دوسرے
عالم میں بھیجا۔ اور یہ کیفیت کشف میں ابراہیم کو دکھادی۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

سورۃ الممتحنہ

پارہ سوم

(۶ - اپریل ۱۹۴۷ء)

بکرا

مثل الذین ینفقون أموالهم - ان جنکون من ضرورت پڑتی تھی خرچ کی۔ پس اس کی ترغیب دی۔ یہ بات یاد رکھو کہ انبیاء ماسککم علیہ من اجرا ان اسی اللہ علی اللہ کا اعلان کرنا ہے میں جو داعی الحق ہوں ان کو کسی اجر کی ضرورت نہیں۔ میں خود اپنی طرقت دیکھتا ہوں کہ تمہیں درس دیتا ہوں۔ مگر کبھی میرے داہمہ میں ہی نہیں گذرا کہ کوئی اس کے عوض میں مجھے کچھ دے یا سلام تک ہی کرے۔ عبد القادر جیلانیؒ کو وفات علی حکم اتصال میں اپنے پاک دل کا بہت ہی سچا نقشہ کھینچا ہے۔ گو احق لوگوں نے اس کے شرک آمیز معنی لئے ہیں مگر اصل یہی ہے کہ انہوں نے یہ بتلایا ہے کہ میرے نزدیک دنیا کی قدر ایک رائی کے دانے کے برابر نہیں مگر دنیا رائی میں نہیں آسکتی۔ پس خوب یاد رکھو کہ انبیاء جو چندے مانگتے ہیں تو اپنے لئے نہیں بلکہ انہی چند دینے والوں کو کچھ دلانے کے لئے۔ امد کے حضور دلانے کی بہت سی راہیں ہیں اور ان میں سے یہ بھی ایک راہ ہے جس کا ذکر پہلے شروع سورۃ میں "ما رزقتم منفقون" کیا پھر "ان المال طے حبه" میں پھر اسی پارہ میں "انفقوا مما رزقکم" ہے۔ مگر اب کھو کہ مسئلہ اتفاق فی سبیل امد بیان کیا جاتا ہے۔ بخیل میں ایک فقرہ ہے کہ جو کوئی مانگے تو اسے دے۔ مگر دیکھو قرآن مجید اس مضمون کو ۵ رکوع میں ختم کیا ہے۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ کسی کو کیوں دے سو اس کا بیان فرماتا ہے کہ اعلیٰ کلمۃ امد کے لئے بیخ کر کے والی کی ایک مثال تو یہ ہے کہ جیسے کوئی بیج زمین میں ڈالتا ہے مثل باجرے کے پھر اپنی کئی بالیاں لگتی ہیں۔

واللہ یضاعف لمن یشاء بعض مقام پر ایک کے بدلے دس اور بعض میں ایک کے بدلے سات سو کا مذکور ہے یہ ضرورۃ - اندازہ - وقت و موقع کے لحاظ سے فرق ہے۔ مثلاً ایک شخص ہے دریا کے کنارے پر سردی کا موسم ہے۔ بادش ہو رہی ہے ایسی حالت میں کسی کو گلاس بہر کر دینے تو کوئی ٹھری بات ہے لیکن اگر ایک شخص کسی کو جب کہ وہ جنگل میں دوپہر کی وقت ٹرپ رہا ہے پاس کی دھڑ سے جاں بلب ہو۔ محو قد میں گرفتار۔ پانی دیدے تو وہ غلامِ نشان نیکی ہے پس اسی قسم کے فرق کے لحاظ سے اجروں میں فرق ہے۔ رابعہ کا ایک فقرہ لکھا ہے کہ اوں کے گھر میں جس آدمی ہماں آگئے۔ گھر میں صرف دو روٹیاں تھیں اپنے اپنی جاریہ سے کہا جاؤ کہ یہ فقیر کو دے دو اس نے دل میں کہا کہ نہ اہم عابد بوقوف ہی پرے درجے کے ہوتے ہیں۔ دیکھو گھر میں میں ہماں ہیں۔ اگر انہیں ایک ایک ٹکڑہ دے

تو بھی بھوکے رہتے ہیں۔ ہمدردی اور ان ہماؤں کو یہ بات بڑی معلوم ہوئی لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ رابعہ کا کیا مطلب ہے۔ رتھوڑی دیر ہوئی تو ایک ملازم کسی امیر عورت کی۔ ہمدردی لائی رابعہ نے انہیں پڑنے کو فرمایا۔ کہ یہ ہمارا حصہ ہرگز نہیں واپس لے جاؤ اس نے کہا نہیں میں بھولی نہیں۔ مگر رابعہ نے یہ اصرار کیا کہ نہیں یہ ہمارا حصہ نہیں ناچار وہ واپس ہوئی ابھی دہلیز میں قدم رکھا ہی تھا کہ مالک نے چلا کر کہا کہ تو اتنی دیر کہاں رہی یہ تو دو قدم براس کا ٹھہرے۔ ابھی تو رابعہ بصری کا حصہ پڑا ہے۔ پنا پنا پنا سے میں روٹیاں دین۔ جو وہ لائی تو اپنے بڑی خوشی سے لے لیں کہ واقعی یہ ہمارا حصہ ہے اس وقت جاریہ اور ہماؤں نے عرض کیا کہ ہم اس نکتہ کو سمجھ نہیں۔ فرمایا جس وقت تم آئے تو میرے دو روٹیاں تھیں میرے دل میں آیا کہ آؤ پھر مولا کریم سے سو اگر لیں اس وقت میرے مطالعہ میں یہ آت تھی۔ میں جاء بالحنفہ خله عشر امثالہا۔ اس لحاظ سے دو کی بجائے تیس انی چاہئے تھیں۔ یہ ۱۸ لائے تو میں سمجھی کہ میں نے تو اپنے مولا سے سوہا کر لیا ہے وہ تو بوسلنے والا نہیں پس ابھی بھولی ہے۔ آخر یہ خیال سچ نکلا۔ یہ بات واقعی کہانی قصہ نہیں۔ یہی خود بارگازا یا ہے۔ مگر خدا کا امتحان مت کرو اس کو تمہارے امتحانوں کی کیا پرواہ ہے خدا کے قول کا علم عام کھیتی باڑی سے ہو سکتا ہے۔ بیج ڈالو جاتا ہے تو اس کے ساتھ کھڑے کھانے کو موجود پھر جانور موجود۔ پھر ہزاروں بلائیں ہیں اوں سے بچکر آخر اس دانے کے سینکڑوں دانے بنتے ہیں۔ اسی طرح جو خدا کی راہ میں بیج ڈالا جاوے وہ ضائع نہیں جاتا۔

اب اس سوال کا جواب تو ہو گیا کہ کیوں دے اب بتانا ہے کس طرح دے؟

اول تو یہ کہ محض لا یتبارعوا من امد دے احسان نہ بتائے بعض لوگ لان کر کہتے ہیں ہماری روٹیوں کا پلاؤ یہ حد درجے کی سفاهت و کھینگی کی بات ہے۔ وہ کسی کو تکلیف دینے والا خوفِ صلیہم دلائیخون۔ یہ غیرات کی برکات بتائی ہیں کہ مشکلات میں خیر کر سنے والے کو خوف اگر لاحق ہو تو وہ دور کیا جاتا ہے اور پھر اسے حزن نہیں ہوتا ایک مفسر نے غنت غلطی کی ہے جو اس آیت کی نسبت لکھتا ہے کہ صرف صحابہ کے لئے تھی اب یہ بات نہیں۔

قول معروف و معقرۃ۔ رسائل سوال کرتا ہے تو اس وقت چار شکلات ہو سکتی ہیں۔ مسئل کے لئے یہ دو کہ مثلاً حبیب میں روپیہ پیسہ ہیں۔ مگر دل دینے میں مضائقہ کرتا ہے کئی ضرورت سے اسے آتے ہیں کہ آمد فی کم ہے فلان فلان غریب و پیش ہے۔ پس دون کو کیوں ک دون۔ احتیاج لازم حال ہے کتبہ بہت ہے۔ یا پاس کچھ نہیں اور دل پاتا ہے۔ یا ظاہری کا تقاضا ہے کہ کچھ دے۔ اسی طرح مسائل تو ایسا ہے کہ واقعی محتاج ہے یا وہ بطور پیشہ و عادت کے مانگتا ہے جیسے کہ میں نے ایک عورت کو سونے کا زیور پہننے مانگتے دیکھا۔ پھر پھر کہا ابھی ہمارا پیشہ ہے۔ گویا یہ چار صورتیں ہیں اب امد کے لئے دوست کو کھانا ہے۔ اگر حبیب میں ہے اور دے نہیں سکتا۔ تو کوئی اچھی بات ہی کہ دے جس سے حق میں مفید ہو یا ایسا ہی پاس کچھ نہیں تو قول معروف ہی اس کے بدلے میں کہ دے یہ مسئل کے لئے ہے اور رسائل کے لئے قول معروف یہ ہے کہ اپنے آپ کو سمجھائے باوجود ہونے کے کہ

پھر مصیبتیں گناہوں کا کفار میں گناہوں کے عوض میں جو سزا مجھے ملنی تھی وہ خدا جانے کس قدر تکلیف دہ ہوتی۔ پھر یہ مصیبت موجودہ جو ہے اس پر بھی شکر کا مقام ہے کہ خدا اس سے بڑھ بڑھ کر مجھے مصیبتیں پہنچا سکتا تھا۔ میری ناک کٹ جاتی میں بے عزت ہو جاتا، تیاہ ہو جاتا۔ کوئی عضو چری جاتا، ہوتا۔ (طحاوی) ناخران ہو جاتا تو کس قدر دکھ کا موجب ہوتا۔

پھر جب اس نے مصیبت پرانا اللہ پڑھنے والے کو نعم البدل میں سے اور عام و خاص رحمتوں سے ممتاز فرمایا ہے تو میں کیوں شرع صدر سے اتھو نہ پڑھوں اس کے بعد میں الحمد پڑھی۔ غرض مومن کو چاہیے کہ وہ مصیبتیں میں گھبرانے لگے۔

پھر کھجور میں ایک اور خاصیت ہے کہ اس کے پہلے سال بہر قائم رہتے ہیں اسی طرح مومن بہر
حالت میں دوسرے کے لئے مفید بنتا ہے اس کے لئے کوئی خاص موسم نہیں۔ تیرہ بات
کھجور میں یہ ہے کہ وہ غذا کا کام بھی دیتی ہے اور شربت کا بھی۔ گٹھلی گھوڑوں کو دیتے ہیں
مقوی ہوتی ہے۔ اس کی لیف سے قسم قسم کی دیتیاں اور بار یک تادون سے بستر بنتے
ہیں۔ بچوں کی چٹائیاں۔ فرش اور صندوق بستے میں۔ شاخین کی الداریاں۔ اس کے اندر
انگوڑے ہیں۔ اس کا شقہ بھی غذا اور شربت دونوں کا کام دیتا ہے۔ پھر اس کے پتے بھی
سفید ہیں۔ گو عام طور سے استعمال نہیں ہوتے۔ پھر وہ باج بھی ایسا سو کہ اس میں نہرین
ہوتی ہوں۔

من کل ثمرات - سیب سنگترے - فالسہ - کیلے - دغیر ہا - غرض اس باغ پر ساری عمر
کاسر یاہ لگا جا چکا ہے اور اب کڑی امان باقی نہیں۔

اعتماد۔ اب اس پر کوئی بلا جاوے جو اسے دبوچ لے اور وہ جل جل کر خاک سیاہ
ہو جاوے تو کیسی بُری بات ہے۔ اسی طرح کوئی خیرات تو کرتا ہے مگر وہ ان ہدایات کے مطابق
نہیں کرتا جو حق سبحانہ نے بتائے تو پھر سب فخر و کمارت جاوے گا۔ لا کر ع

ولایتیہوا الخبیث منہ۔ ایک فقہ یا وہ ہے کسی لان کے پاس لڑکا دودھ لایا اس نے
کہا تم کو کبھی نہیں لائے گرج کیا بات ہے اس نے کہا تھا اس میں منہ ڈال گیا تھا۔

الشیطان یہ کہم الفکر۔ بعض وقت انسان کچھ دینا چاہتا ہے مگر دل میں طرح طرح
 دوسرے آٹھتے ہیں کہ یہ یہ اخراج و پیش ہیں اگر اس طرح سخاوت کی تو پاس کچھ بھی نہ رہیگا ان
 کے متعلق فرماتا ہے کہ شیطان تو یہ کہتا ہے۔ مگر خدا فرماتا ہے کہ جو تم غلوں قلبی سے بچ کر دو گے
 میں اسے بڑا دوں گا۔

فحشاء و بخل کو کہتے ہیں یہاں بھی اسے کہتے ہیں۔

یونانی الحکمت۔ حکمت کی یہی باتیں ہیں جو بیان ہوئیں۔ بعض نادان طبابت کو حکمت کہتے ہیں یہ غلط ہے۔

و یوسف عنکم سبیلکم۔ صدقہ ضرور رد ہوتا ہے ایک شخص کو پرانی کا حکم ہوا۔ راہ میں اس نے

کسی سے دو پیسے مانگے رہا بیہوش نے اپنے دئے کہ آخری وقت ہے معمولی بات پر کیا منع
کہ اس نے دور روٹیاں خریدیں اور آگے چل کر کسی مسکین محتاج کو دیدین۔ اور اس کے گلے میں
رستہ ڈال گیا۔ ابھی تختہ نیچے سے کھینچا نہیں ہوا کہ حکم آگیا کہ پھانسی لٹوی کر دو۔ کچھ تحقیقات
باقی ہے۔ آخر الامر وہ رہا ہو گیا۔ دیکھا یہ دور روٹیاں آدمی کی جان بچا گئیں۔

۸ - اپریل ۱۹۰۹ء کو ۵

قرآن شریف یہ بتا کر کہ کمان سے دے اور کس مال کو خرچ کرے اب یہ جانتا ہے کہ کس کس

سوال کرتا پھر تا ہے اگر واقعی احتیاج سے سوال کرتا ہے تو یہی اپنے لئے قول
عروف کے کہ کیوں عجز اختیار کر رہا ہے کوئی پیشہ اختیار کر ایسا ہی اگر مسئلہ کے پاس
اور تینا نہیں تو استغفار کرے کہ جو دو ستم ثمرات طیبہ کے لئے شرح صدر عطا ہو
اگر پاس کچھ نہیں اور دینا چاہتا ہے تو یہی استغفار کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کشائش
دے یا سائل کے لئے استغفار کرے ایسا ہی وہ سائل جو ہے اگر باوجود مال کا مالک
ہونے کے مانگتا ہے تو استغفار کرے کہ کیوں خواہ مخواہ ذلت میں گرتا ہے اگر واقعی
ہے نہیں پھر بھی استغفار پڑے کہ اللہ اپنی جناب سے رزق دے اور سوال کی ذلت سے بچاؤ
فتی حلیم۔ اللہ کو اپنی ذات کے لئے صدقوں کی کچھ پروا نہیں وہ حلیم ہے۔ اور

الصدقة تطفي غضب الرب

دجوت۔ اس کے معنی لبض مترجموں نے غلطی سے اور سخی جگہ یا میر کے لئے ہیں غلط ہے۔ یہ رکب ہے جس کے معنی میں بڑھنا۔ پس ربوہ اس زمین کو بڑھتے ہیں جیسے بیج جلد نکل آوے اور بہت کثرت سے پہوے پہلے۔ پنجاب میں ایسی زمین کو نیائیں بوندے ہیں اور پہاڑوں کے قریب جگہ۔

وابل - یولامینه -

ضعفین - معمول سے بہت بڑھ چڑھ کر - تائید کھی کھڑکے لے ہی ہوتا ہے جسے
لیک - سعدیک - فاضل البصر کرتین

تثبیتاً من الفہم۔ کسی کے کہنے سننے سے نہ ہو۔ فوری جوش نہ ہو بلکہ دل کے
پکے ارادے سے ہو پہلے بتایا خرچ کیوں کرو۔ پھر بتایا خرچ کس طرح کرو۔ یہ ارادے لٹو
نہ ہو۔ احسان نہائی اور تکلیف دہی نہ ہو۔ دلی محبت سے محض اللہ کی رضا مندی کے لئے
ہو۔ اب ایک دوسری مثال دیتا ہے کیونکہ اللہ اپنی پاک آئین جو رسولوں کی زبان پر دنیا
کو پہنچاتا ہے اس کے نمونے دنیا میں رکھے ہوتے ہیں۔ (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰)
ایودہ احد کم۔ اس آیت میں تمام درختوں میں سے نخل و اعناب کا ذکر بالخصوص
اس لئے کیا ہے کہ یہ بہت اعلیٰ قسم کے درخت ہیں۔ رسول کریم نے مومن کو کھجور کے
درخت سے تشبیہ دی ہے اس لئے کہ اس میں چند خاصیتیں ہیں۔ اول تو یہ کہ اس کے پتے
جہاں سے نہیں جھڑتے۔ مومن کو بھی ایسا رہنا چاہیے کہ وہ قسم قسم کی مصیبتوں میں گھبرا
نہ اٹھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چودہ پرہیز سی مصیبتیں ایک لخت ٹوٹ پڑیں۔ میں جماعت کرانے لگا۔
 احمد کے آل تک پہنچا تھا کہ حد پڑھنے سے میری طبیعت نے مضائقہ کیا۔ یہودیہ
 دل سے سوال کیا کہ تو ایک قوم کا امام ہو کر احمد پڑھنے لگا ہے کیا واقعی تیرا تلبیح صدر
 سے اللہ کے حضور میں شکر گزار ہے اس وقت بہت اضطراب کا وقت تھا ایک طرف
 یہ خیال کہ مقتدی منتظر میں دوسری طرف یہ کہ اگر نہیں پڑتا تو مقتدی لین کو ابتلا ہے اور
 اگر پڑتا ہوں اور شرح صدر نہیں پڑتا ہوں تو یہ بھی ہٹیک نہیں۔ قربان جاؤں اپنے
 مولیٰ کے معاً اس نے میری دستگیری کی اور سمجھایا۔ ہم کوئی مصیبت بھیجئے ہیں اور اس
 پر اگر کوئی شخص صبر کرتا ہے تو ہم اسے بہتر سے بہتر بدلہ دیتے ہیں۔ پس ایک کوڑی صلح
 کرنے سے پونڈ ملے تو دریغ کی کوئی بات ہے، اب کیا معلوم کہ اس میں کس قدر انعامات
 میرے لئے مخفی ہیں۔

۱۔

للفقراء الذين ليسوا بشيء منكم من اتوا بقرآن من غير حق
 مشغول رہتے ہیں۔ چار سانی ہوا سانی اور اس وجہ سے وہ
 لایستطیعون ضرباً فی الارض۔ زمین میں کمانے کے لئے جدوجہد نہیں کرسکتے
 بسیماءہم۔ ان کی علامتوں سے۔ شریعت قرآن کا ہی ایک علم رکھتا ہے۔
 الذين ياكلون الربوا۔ کمانے کی صورتوں میں سے ایک صورت کمانے کی جہاد
 بہت بھاری دشمن ہے اور وہ سود ہے۔ ربوا کے بہت ہی خطرناک نتائج میں سے اپنی آنکھوں
 سے دیکھیں۔ سود خواروں کے اخلاق ایسے خراب ہوتے ہیں کہ ایک سود خوار کے
 آگے۔ میں نے ایک فقیر کے لئے سفارش کی تو وہ کہنے لگے کہ پانچ روپے میں دے
 تو دوں گا مگر میرے پاس رہتے تو سو برس میں سود و سود سے ملے گا کہ ہو جاتا۔
 لکھنؤ میں ایک سلطنت تھی وہ بھی محض سود سے تباہ ہوئی پہلے ان کے مبلغات پر پوری
 نوٹوں کے بدلے میں گئے۔ پھر وہ جنگ کرنے کے قابل نہ رہے اور آخر وہ وقت آیا
 کہ سلطنت برباد ہو گئی۔ میں نے چند مصنفین کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ربوا کے معنی
 حضرت عمرؓ پر بھی نہ رکھے۔ تعجب کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہاں تک تو فرمادیا کہ فاخذوا
 بحجاب من اللہ ورسولہ۔ اور یہ نہ کہولا۔ کہ ربوا کیا ہے پھر سنا ہو گا۔ جاہل سے جاہل
 زبیر ارب جانتے ہیں۔ کہ سود کیا ہے۔

يحق الله المال۔ سود کو مٹانا ہے اللہ۔ کیونکہ اس کو منع کر دیا۔

وولي العداقت۔ اور عداقت کو بڑھانا ہے اس طرح پر کہ ان کے دینے کا حکم دیا۔

مورخہ ۹۔ اپریل ۱۹۰۹ء بقیہ رکوع ۶ و ۷

والقوا يومئذ جون فیہ۔ انسان کی فطرت میں جیسی محبت کی خواہش ہے ویسی
 ہی دشمنی میں اسے کسی راحت رساں ذریعہ کی آرزو ہے۔ پس اس تقاضائے فطری کی اوج
 حضرت حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ تم جناب الہی میں ضرور حاضر کئے جاؤ گے۔ کیا تم نے اپنے بچاؤ کی
 کوئی تدبیر کی ہے؟ ایک اور سفر میں بھی انسان اپنے اترنے کے مقام اور ضروریات سفر کا
 انتظام کر لیتا ہے پس کیا اس لیے سفر کے بھی کبھی کوئی فکر و انگیر ہوئی ہے؟ انسان اپنی
 حالت پر غور کرے کہ جب وہ تھوڑے مجمع میں اپنی پہچان نہیں کرتا تو کبیا جہاں اولین و آخرین
 جمع ہوں گے۔ وہاں اپنی پہچان گوارا کرنے کا ہرگز انہیں
 لایستطعون کسی قسم کی کمی نہ ہوگی۔

یا ایہا الذین آمنوا اذا اذنت جہاد میں ضرورت ہے روپیہ کی اور روپیہ کا
 حصول بعض کے نزدیک سود پر منحصر ہے فرمایا کہ جو سودیتم ہے وہ اللہ سے جنگ کرتا ہے
 ہاں لین دین کے معاملے میں کافی احتیاط ضروری ہے۔

کاتب بالعدل۔ یعنی کاتب کی تحریر عدالت سے وابستہ ہو اور قانون سلطنت کے ایک
 مطابق ہو۔ ہم نے ایک دفعہ پانسو روپیہ دیا اور جائیداد کی رجسٹری نہ کرائی چنانچہ وہ روپیہ
 ہی واپس نہ ملا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ نذر الدین نے دو گناہ کئے ایک تو کہ اللہ کے حکم مطابق
 وہ رجسٹری داخلہ جارج نہ کرائی۔ دوم اپنے تسابیل سے دوسرے کو گناہ کرنے کا حق

دیا انہیں شاید۔ ۵ روپیہ کی فکر ہے اور مجھے اس بات کی کہ یہی ۵۰ روپیہ گناہ کو کفارہ ۴
 جلے کسی اور شامت میں مبتلا نہ ہوں۔

کئی لوگ اس غلطی میں گرفتار ہیں کہ وہ لکھو نے میں اور قانون سلطنت کے مطابق
 رجسٹری وغیرہ کرنے میں تسابیل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابھی یہ چار روپے ہیں یا پڑے بزرگ ہیں
 ان کی نسبت کیا خطرہ ہے مگر آخر اس حکم کی خلاف ورزی کا نتیجہ اٹھانے میں۔
 کما علیہ اللہ۔ کما کے معنی ہیں کیونکہ۔ علمہ اسد۔ صحیح فرمایا۔ کیونکہ اللہ ہی نے
 دماغ دیا اسی نے فہم دیا اسی نے انھیں دین۔ کوئی کاتب کتابت نہیں کر سکتا مگر اللہ کے فضل
 سے۔ اس نے اپنی طرف سے فرمایا۔

بالحق۔ یعنی لکھو نے لکھو اتے پچھار باتیں نہ لکھو اٹے۔

ان فضل احد ہما فت ذکر احد ہما الاخری۔ لاہور میں ایک شخص نے میری
 تقریریں کر مجھ سے کہا۔ کیا یہ باتیں آپ کی مجھے لفظ بہ لفظ یاد رہی۔ میں نے سادگی سے کہا
 نہیں۔ اس پر وہ بولا۔ تب یہ حدیثیں وغیرہ سب نامعتبر ہیں کیونکہ جیب دس منٹ کے بجائی
 کلام لفظ بہ لفظ یاد نہیں رہ سکتا۔ تو پھر دو سو سال کے بعد وہ باتیں کیسے یاد رہ سکتی ہیں حدیثیں
 تو تمام دو سہ سال کے بعد ترس ہوئی ہیں۔ میں نے اسے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک رسول
 جائے تو دوسرا یاد کر اے اس اصول کے مطابق ہم حدیثوں کے قدر مشترک کو لے لیتے ہیں۔
 فلیس علیکم جناح الا تکتبوا۔ تم پر گناہ نہیں جو نہ لکھو اسکو اسے معلوم ہوا کہ لکھنا
 بہر حال بہتر ہے یہ اس کلمہ سے خوب متا ہے۔ فلا جناح علیہ ان یتطوف بہما۔ اس میں
 طواف واجب ہے۔

واشهد اذا تبا یعم۔ شافعی وکانہ زعمولی سود میں ہی اس پاس کی دو کونوں کے
 لوگوں کو گواہ کر لیتے ہیں یا کم از کم علی مذہب ابی حنیفہ کہہ کر اعلان کر دیتے ہیں۔

یضاد۔ کاتب کو حق کتابت ضرور دینا چاہیے۔ گو انہوں کو بھی حرجانہ حسب بیعت ان
 کی دینا چاہیے۔

والقوا اللہ۔ اللہ کو سپر بناؤ اس کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ علم دیگا۔ یہ تجزیہ شدہ باتیں
 کو نقد کے کا نتیجہ ہے علوم کا مناس ہے۔

۱۰۔ اپریل ۱۹۰۹ء رکوع ۸

یہ سورۃ بقرہ کا خاتمہ ہے وہ بات جو میں نے ابتداء میں بیان کی تھی اس کا اس میں بھی پتہ
 لگتا ہے کہ اصل غرض اس سورہ کی کہیہ کی اعلان جہاد ہے۔ چنانچہ والنصرنا علی قوم الکافرین
 میں اس مطلب کو ظاہر کر کے ختم کر دیا۔ انعت علیہم میں بتایا کہ بعض منعم علیہم مغضوب ہیں
 بن جاتے ہیں چنانچہ وہ بنی اسرائیل جن کی نسبت فرمایا۔ اذ کہدا فصحتی الحق انعت علیکم
 انہی کی نسبت بناوا بغضب من اللہ فرمایا۔ دوسرے رکوع میں فرمایا کہ منعم علیہم کی کیا صفات
 ہیں اور مغضوب علیہم اور ضالین کا انجام کیا ہے۔ پھر منعم علیہم سے ابراہیم اور اسباط کا ذکر کیا۔
 پھر جہاد کے لئے آیات فرمائی اور قائلوا میں اس کی تصریح کر دی۔ چونکہ جنگوں میں جوش کے
 لئے شراب اور خمر کے لئے میسر کا طریق تھا اس لئے اس کی نسبت احکام صادر فرمائے
 اور اڑائی میں بعض بیوہ ہوئیں۔ بعض تیمی کچھ خائلی نازعات پیش آئے اس لئے ان کے
 بارے میں ضروری احکام بتا دیے۔ پھر بتا دیا کہ تم ایسے نہ بننا جیسے موسیٰ کے ساتھی تھے

اور ایسے جیسے طاقت و داد کے لئے میں بعض ہونے اسی ضمن میں اتفاق کی تاکید فرمائی اور بتایا کیونکہ دے دے کیا دے کہاں سے دے کس طرح دے یہی سورۃ میں توحید - نماز - زکوٰۃ اور تمام انشائی فضائل و ردائیل کا بیان فرمادیا۔ گویا یہ سورۃ ایک جامع سورۃ ہے اسباب اخیر میں بیان فرمایا کہ

لله ما في السموات وما في الارض

ان تمام ملکوں پر ایک وقت آتا ہے کہ حکومت آلتیہ ہو جاوے گی۔

یہاں تک کہ اللہ - دوسرے مقام پر فرمایا - اقرب للناس حسابہم - محاسبہ بھی ایک دن ہوتا ہے۔

فينفخ لمن يشاء

میں میں عموم ضروری نہیں - معرفہ ہی ہوتا ہے - یہاں بتا دیا ہے کہ مغفرت ان کو ہوگی جو یومنون بما انزل الیہ - - - - - کے مصداق میں کیونکہ وہی مفسرین میں اور مذاہب ان کو ہوگا - جو انت الذین کفروا سداً علیہم واندکھم ام لم تفتدوہم کے مورد میں۔

كل امن بالله

اللہ اس ذات کے مراد ہے جو تمام عیبوں اور نقصوں اور بدیوں سے منزہ تمام خوبیوں اور کمالات کی جامع اور ہر طرح کی نیکیوں سے متصف ہے۔

چونکہ ایک معمولی بزرگ کے تعلق اس بات کی تحریک کرتا ہے کہ میں بھی نیک بن جاؤں - تو پھر جس کا تعلق ایسی ذات کے ہوگا وہ کیوں نہ پاک بنے گا - ایمان باللہ کا یہی فائدہ ہے۔

وملائکتہ - بارہ بتا چکا ہوں کہ انسان کو جب تحریک ہو تو اسی وقت کہ کیونکہ وہی وقت اس نیکی کے کرنے کا ہوتا ہے اگر ذرا ہی سستی کی جاوے - نتیجہ اچھا نہیں ہوتا - ان اللہ یحول بین المرء وقلیہ -

جب ایک فتنے کی تحریک مانی جاوے - تو پھر آہستہ آہستہ بہت فرشتوں سے تعلق پیدا ہوتا ہے اور بالآخر ان تمام کے سردار جبرئیل سے اور اس کے ذریعے سے وہ علوم اترتے ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے - اور میکائیل کے ذریعے وہ علوم جن کا تعلق دماغ سے ہے - ان سرداران ملائکہ سے تعلق بڑے لوگوں کا ہوتا ہے جو ان سے کم ہے وہ کتب الہیہ پڑھیں - پھر ایک وہ ہیں - جو پڑھنا ہی نہیں جانتے ان کے لئے رسل ہیں۔

غفر انک دینا

انسان جزیع فزع میں بے صبری سے شہوت و حرص کے سبب حضرت حق سبحانہ کے فیضان سے رک جاتا ہے اس واسطے استغفار کا حکم دیا - تمام لوگوں پر ایک وقت قبض و کسل کا آتا ہے اس کے دور کرنے کے لئے یہ حکمی علیہ ہے فقہاء ائمہ میں سے ایک امام کا یہ مذہب ہے (جو مجھے ہی پسند ہے) کہ

اللهم انی اعوذ بک من العجز والكسل

کی دعا واجبیہ - اچکل مسلمان یا تو عجز میں گرفتار ہیں یا کسل میں - عجز کہتے ہیں - اسباب مہینہ کرنے کو اور کسل کہتے ہیں اسباب مہینہ سے

کام نہ لینے کو - ان کو چاہیے کہ وہ کسل چھوڑ دیں - جس کے اسباب میں سے ایک کبر و غرور خود پسندی بھی ہے۔

لا یكلف الله نفساً الا وسعها

عیسائی کہتے ہیں کہ شریعت کا نزول ہمارے عجز کے ثبوت کے لئے ہے اب یہی کئی اور لوگ ہیں جن کا یہ عقیدہ ہے کہ شریعت پر عمل ناممکن ہے اس لئے فرمایا کہ ہم کو کئی حکم ایسا نہیں دیتے جو انسان کی قدرت و سعت استطاعت کے مطابق ہو۔

لها ما کسبت

جو کچھ عمل کرے - اس کا فائدہ بھی اسی عامل کے لئے ہے۔

وعلیها ما اکتسبت

ہر مصیبت کی جڑ انسان کی نافرمانی ہوتی ہے - ما اصابکم من مصیبتہ فیما کسبتہ الیکم - پھر یہی بعض گستاخ لوگ اپنے دکھوں کو خدا کے ذمے لگاتے ہیں - دینا لا تو اخذنا

حدیث میں آیا ہے اس دعا کا نتیجہ ہوتا کہ نسیان پر مواخذہ نہیں ہوتا - خطا کی مثال یہ ہے کہ بندوق مارین ہرنی کوہ اور لگ جائے انسان کو۔

۱ صراً

امر کیا چیز ہے - امر کے معنی سے غفلت کرنے کی وجہ سے کئی انسان شریعہ سے گئے - پھر اسی امر کے معنی نہ سمجھنے سے تقدیر کے مسئلے میں غلطی لگی - امر کے معنی میں ایسے فعل کا ارتکاب جس کے بعد انسان سست و کاہل ہو جائے - امر کہتے ہیں گرہ ڈالنے کو - جس اشیاء - امر نام ہے - ایسے عہد کا جس کے توڑنے سے انسان خیرات کے قابل نہیں رہتا - پس اس کے معنی یہ ہونے - کہ آ ہمارے مولا کریم ہم کو ایسے افعال کا مرتکب نہ کریں کہ یہ نتیجہ ہو کہ ہم تیرے حضور سے دستکارے جائیں جیسے کہ پہلے لوگوں نے بدذاتیان کین - معاہدات کا نقض کیا اور مغضوب علیہم بنے - ہم نہ بنیں -

انت مولانا

مولا جب خدا کے لئے بولا جاوے - تو اس کے تین معنی ہیں -

الک - رب - ناصر

الحمد کہ یہاں سورۃ البقرہ کے نوٹ ختم ہوئے

حضرت ناموسوی فرید الدین صاحب کے زمانے میں روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

سورہ آل عمران

(پارہ سوم)

(مورخہ ۱۲ - اپریل ۱۹۰۹ء کو جمعہ)

Digitized by Khilafat Library

اس سورہ شریف کا بعینہ وہی مطلب ہے جو سورہ بقرہ کا ہے اس سورہ کا نام آل عمران ہے یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوسے کے ساتھ بہت تشبیہ دی ہے اور میری بھی آل عمران ہی تھے ایک جگہ صریحاً فرمایا ہے اِنَّا ارسلنا الیک رسولاً شامداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون و سولاً اور یہ ایک آیت ایک ایسی سورہ میں ہے جسے مسلمان اپنی اغراض کے لئے بطور وظیفہ پڑھتے ہیں وہی آیت کے ساتھ فرمایا۔ فکیف تستقون ان کفرتم۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ آل عمران سے تشبیہ دینے میں بہت دور دیا ہے۔ چنانچہ اسی لئے موسیٰ علیہ السلام کا بیان قرآن مجید میں بار بار آیا ہے جس سے کم از کم میرے جیسا انسان نبی کریم کے حالات پیدا نش سے لے کر موت تک نکال سکتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کے حالات آپ کے اخلاق کیا تھے۔ تو دونوں نے فرمایا۔ کائن خلقہ القرآن۔ یہ سورہ ہی آئم سے شروع ہوتی ہے ایک اور سورہ "احزاب" اس میں کیا بھی آئم سے شروع ہوتی ہے اور یہ سب مضامین میں مقاصد میں متحد ہیں سورہ آل عمران میں پہلی سورہ کی آیت کرسی کا ایک ٹکڑا قویہ کی یاد دہانی کیلئے رکھ دیا ہے۔

نزل علیک الکتاب۔ اتاری تم پر جامع کلمات تحریر

مصدقاً لما بین ید یدہ۔ سورہ بقرہ میں بھی تین بار مصداقاً لما معہم آیا ہے۔ لما معہم کی بحث تو بہت دفعہ ہو چکی ہے یہاں نما بین ید یدہ سے۔ یہ عربی زبان میں پیش پا رسا منہ کی بات کو کہتے ہیں جیسے ایک مقام پر فرمایا۔ ہدایتی آتی ہیں تو پہلے ایک ٹھنڈا جھوٹکا آتا ہے۔ بین ید یدہ دھمت۔ چونکہ سورہ بقرہ میں اولئک ہم المفلحون۔ ہم عذاب عظیم۔ اور

لا خوف علیہم ولا یحزن ذل۔ بہت سی پیشگوئیاں ہیں اس لئے یہ فرمایا۔ کہ ہم اس کے متعلق قورات میں ہی فرما چکے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جو اس نبی کی مخالفت کریں گے ہلاک ہو جاویں گے۔

ہدی۔ ہدایت تھی کہ مقابلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

انزل الفرقان۔ معلوم ہوتا ہے اس وقت فرقان جو چکا تھا۔ فرقان کو معنی

قرآن شریف کے خود کئے میں چنانچہ فرمایا ہے یوم النقی الجمعان۔ وہی جنگ بدر میں ہوا اکابران کو مارے گئے۔

ان الذین کفروا۔ بعینہ وہی ترتیب سے جو سورہ بقرہ میں تھی۔ دن مذاب عظیم فرمایا یہاں شدید عذبت کے ساتھ شدت کو بڑھا دیا۔

واللہ عزیز۔ وہ عزت والا ہے واللہ العزیز والرسول۔ واللہ عزیز۔ بس وہ اپنے رسول اور مومنین کو ذلیل نہ کرے گا۔

ذوالانتقام۔ وہ اسے پیو دیو! تمہاری شرارتوں کی ضرور سزا دیگا۔

ان اللہ لا یغنی علیہ۔ کہا جاسکتا ہے کہ جو چیز ابھی نہیں ہوئی اس کی نسبت یہ کہا اطلاق میں آئے پس پوچھیں۔ فرمایا اصد پر کوئی چیز مخفی نہیں۔ سیدنا یحییٰ ایا تنافی الا فانی و فی انفسہم۔ ہتھیلیں ہم۔۔۔۔۔ انہ الحق۔

هو الذی یصوہکم۔ فرمایا کہ انسان بار بار ایک بار ایک گام کہتا ہے تو روشنی میں کرتا ہے۔ مگر ہم وہ میں کہ جتنا بار ایک گام ہے اندھیرہ میں کہتے ہیں۔ مثلاً تمہاری صورت میں فی ظلمات ثلاث پیش کے اندر ہم پھر ہم کے اندر غنا اس میں بنائے ہیں جب ہم اس کا علم نہ رکھتے ہیں کیا آئندہ کا علم کہ وہ ہی ایک طرح کی تاریکی میں ہے۔ ہونے لگے کو لا الہ الا هو۔ اگر غور کرو۔ تو اس نتیجہ پر پہنچ جاؤ کہ ساری صفات کا طر سے سو فیض تمام بدیوں سے منور وہی معبود ہے مثل ہے۔

الحسبکم۔ اس کا کوئی کام نہ کرے غالی نہیں اس کا کلام ہی پر از عکس ہے ایسا نہ ہو کہ تم اپنی غلط فہمی سے اس کی آٹھ تا دہائی کر سکتے ہو۔ کوشش کے بغیر کہ نہیں ہوتا۔ والذین جہا ہندا و الذین لا یخفون ہم سبیلنا میں یہ سربتا ہے کہ کلام الہی کے سمجھنے کے لئے کچھ بہت چاہیے۔

هو الذی انزل علیک الکتاب۔ اس نے تم پر جامع کلمات کتاب اتاری ہیں میں بعض آیات تو حکمت ہیں وہ ام الکتاب جو میں اور باقی بعض تشابہات۔ افسوس! اللہ تعالیٰ تو یہاں علم کے حصول کا گر بنایا تھا یہ نہیں کہ خدا ہوا ہما عند ہم من العلم بلکہ۔۔۔۔۔ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ مگر یہ لوگ بھی نے اس کے کہ اس لطیف کتاب کے فائدہ اٹھاتے اور یہی جگہ گڑے میں پڑ گئے۔ حکمت تشابہات کا سہ بہت صاف تھا۔ مگر مسلمانوں کے اس بارے میں کئی فریق ہو گئے کسی نے کہا کہ یہ حکم ہے کسی نے کہا کہ یہ تشابہ ہے کوئی تنزیہ کی آیتوں پر ایسا جا بیٹھا ہے کہ خدا کو محض لاشے بنا دیا۔ علت العلل تو کہہ دیا۔ دوسری طرف تشبیہ والوں نے جو زور دیا تو خدا تعالیٰ کا ایک جسم بنا دیا۔ نیز ایک بڑے عالم سے پوچھا تھا کہ حکم و تشابہ آیت میں امتیاز کیا ہے تو اس نے کہا کہ کچھ گڑ بڑ ہی ہے۔ جس سے مجھ بہت صدمہ ہوا۔

میں تو اس کو بہت سہل سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک ہر شخص کے لئے کوئی حقہ کسی منکرم کے کلام کا حکم ہوتا ہے۔ یعنی جو خوب طور سے سمجھ میں آ جاتا ہے اور کوئی حقہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کے معنی سمجھنے میں وقت میں پیش آتی ہیں۔ اور بوجہ اس کے کئی

ہے ہمارے احوال میں نقصان ہو گیا ہماری اولاد خطرون میں پڑے گی فرمایا نہ مال کام آئے گا نہ
ہی اولاد۔

اولئک ہم وقد النار۔ اس ناس سے مراد دنیا میں مارا محسوس ہے۔ چنانچہ کھانا و قدوا
ناراً لہوب، میں مار کا ذکر ہے۔ پھر آئے ان کہتم فی دین ما نزلنا علی عبدنا فاقتوا
بیسو ساق من مشلہ۔ کے افریقہ فاقند النار المتی وقدھا الناس موجود ہے میں
ہی و قدوا کا لفظ ہے مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے سامان جمع ہونے پرین گے کہ یہ جنگوں میں
ہلاک ہو جاویں گے۔ یہ دنیا کی بات ہے۔ آخرت میں کیا ہوگا۔

کذا اب ال فرعون۔ جیسی فرعون ایک چال چلے تو خدا ہی ان کے مقابل میں ایک
چال چلا اور پھر جو کچھ عاد و ثمود وغیرہ سے ہوا کیا ہوا؟
فاحذہم اللہ بن ذہبہم۔ کچھ لیا اللہ نے بدیوں کے سبب۔

واللہ شدید العقاب۔ اس عذاب کی وجہ بتا دی۔ عقاب عقبتی نکلا ہے۔
انسان جو افریقی کرنا ہے اس پر جو توجہ بن آئی سے مرتب ہوتا ہے اُسے عقاب کہتے ہیں
قل للذین کفروا استغلیبوں۔ سورہ بقرہ میں اولئک ہم المفلحون اور فتن
تبع ہدای خلا خوف علیہم و کلام پھر فتن۔ وغیرہ سے جو امر بتا آیا ہے دکان سے
کھولتا ہے کہ اسے کفار تم غنیمت مغلوب ہو گے اور یہ خطا ہے کہ بے ایمانوں
مدینہ میں نے اس لئے کہا کہ بدو کا واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے ہو چکا ہے۔
چنانچہ آگے آتا ہے۔

وتخشاہن الی جہنم۔ قیامت کے متعلق قرآن مجید اربعہ مرتبہ سے کام لیتا ہے۔ شکاری
چیز ایک روپیہ کی سیر ہے تو چار روپیہ کی چار سیر ہوگی۔ چنانچہ پہلے کو دوسرے سے ہے
وہی تیسرے کو چوتھے سے ہے و ان مدینہ میں سات قومیں مسلمانوں کی دشمن تھیں۔
بنو قریظہ۔ بنو نضیر۔ اوس۔ خزرج میں باہمی عداوت تھی۔ عیسائی ابو عامر کی قوت
نواہی مدینہ عطفان اور مصر کا قبیلہ کہ کے شری لوگ جو تجارت کے بہانے سے کبھی مدینہ کی مغرب
کی طرف نکل جاتے کبھی مشرق کی طرف سے اور قوموں کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے پھرنے۔
تجارت کے ذریعے ایسی جو ٹیکل چالیں چلی جاتی ہیں۔ یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے
ان کی حالت کا نقشہ اور پہرہ کا انجام اس آیت میں ہے۔ وظن انہ ما فتنہم حصونہم
فانہم اللہ من حیث لم یحسبوا اب دیکھتے یہاں پیشگوئی ان دو میں۔ استغلیبوں
اور تخشاہن الی جہنم۔ جب تغلیبوں دکھا دیا تو خشاہن ضرور ہوگا۔

فی سبیل اللہ۔ اعلا کلمۃ اللہ کے لئے۔
یروون ہم مثیلہم دائی العین۔ کفار ایک ٹیلہ پر ۷۰۰ تھے اور مسلمان ۳۱۳۔ اور یوں
کے لئے تو یہ آیت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرچکا ہے ان یکن منکم الف یغلب الفین دان
لیکن ماتتہ یغلب مائتین۔

قرات یعیاء اباب ۱۵۔ آیت میں یہ پیشگوئی لکھی ہے اس اعتبار سے اہل کتاب کے لئے
بھی بد رکاو واقعہ آئے ہے

من یشاء۔ یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ میں معرفہ ہی آتا ہے۔
ذین للناس۔ یہ میں پہلے ایک موقع پر بیان کر چکا ہوں کہ ذین کے مداخل آتے ہیں
چنانچہ ذین لہم الشیطان اعمالہم میں گمادی باتوں کا ذین شیاطین کو بتایا ہے اور

محمل رکھنے کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ ہر شخص پر یہ حالت گزرتی ہے۔ اللہ نے اس کے
متعلق یہ راہ دکھائی ہے کہ جو آیات ایسی ہیں کہ جن کی خوب سمجھ آجائے اور تجربہ و عقل و
مشاہدہ اس کے خلاف نہ ہو وہ تو حکم سمجھ لو۔ پھر وہ آیات جن کے معنی سمجھ میں نہیں
آتے ان کے معنی ایسے ذکر کرے جو ان حکم آیات کے خلاف ہوں۔

ہر حکم جس کے ساتھ مجھے دیشگی ہے۔ وہ کون۔ محدثین۔ صوفیاء کرام حکما
عظام۔ طبعات کے ماہر۔ ان سب مجھے بہت محبت ہے۔ ان کے کلمات کو جب میں
پڑھتا ہوں۔ تو بعض تو فوراً سمجھ میں آجاتے ہیں اور بعض وقت کلام کے سمجھنے میں قوت
ہوتی ہے اسے میں متشابہ سمجھتا ہوں۔ پھر جو حکمت ہیں ان کو کتاب کی جڑ سمجھ کر مصنف
کے اصلی متباد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کو حل کر لیتا ہوں کئی ایسے کلام میں جو
ایک وقت میرے لئے متشابہ تھے۔ پھر دوسرے وقت حکم نظر آئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعض آیات عرب سمجھ میں آجاتی ہیں اور بعض کے معنی جلد نہیں کھلتے۔
اس کے لئے ایک گرتیا ہے۔

اب فرماتا ہے کہ جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ انہی مشابہات کے چھوٹی پڑ جائیں
وما یعلم تاویلہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا اس کی حقیقت کس معلوم ہے یہاں وقت ہے۔
والر استخون فی العلم۔ اب فرماتا ہے جن کو یہ خواہش ہے کہ وہ مانع فی العلم ہر جا میں
وہ حکموں کو معائنہ لیتے اور متشابہ کا انکار نہیں کرتے۔ بلکہ کل من عذر بنا کہتے ہیں یعین
وہ فر پروردگار کی طرف سے ماننے میں پس وہ متشابہ کے ایسے معنی نہیں کرتے جو حکم خلاف
ہوں بلکہ ہر جگہ کل من عذر بنا کا اصول پیش نظر رکھتے ہیں کوئی آیت ہو اس کے خواہ کتنے
معنی ہوں مگر ایسے معنی ذکر کرے چاہیں جو حکم کے خلاف ہوں۔

دوسرے طریق دعا کا ہے وہ یوں بتا دیتا کہ لا تذغ قلبنا بعد اذ ہدینا
یعنی اے ہمارے رب ہمیں کجی سے بچائے بے قرآن کے معنی اپنی خواہشوں کے
مطابق نہ کریں۔

وہب لنا من لدنک رحمة۔ اپنی خاص رحمت سے متاثر ہو کہ وہ رحمت کیا ہے
”ارحم من علم القرآن“

دینا انک جامع الناس۔ پھر یہ سمجھ کر جب مولیٰ مجلس میں ہنگ گوارہ نہیں کر
سکتا تو بھان آدمین و آخرین جمع ہوں گے وہ ان کیوں کر ذلت گوارا ہوگی پس مجھے کئی غلطی
میں نہ وال کہ قرآن کی کچھ مراد سمجھ کرین عذاب میں گرفتار ہو جاؤں۔

ان اللہ لا یخلف الیعاد۔ ایک وعدہ کسی تو یہ ہے۔ واللہ ینجاہدا
فینما لہم یتھم سبیلنا۔ دو سرا الرحمن علم القرآن

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم دعا مانگنے والوں کو سمجھا دیں گے۔

مورخہ ۱۳۔ اپریل ۱۹۷۹ء

(ارکو ع نمبر ۲)

ان الذین کفروا لن تغنی عنہم اعمالہم ولا اولادہم۔ سورہ بقرہ میں اللہ
نے فرمایا تھا کہ جو لوگ تعلیمات الہیہ کے منکر ہیں۔ اول تو کلام الہی سنتے نہیں اور جو سن بھی
میں تو اس پر غور نہیں کرتے بلکہ اس تعلیم کا وجود و عدم وجود برابر سمجھتے ہیں اور ان کے لئے عقاب
اب اسکی تشریح فرماتا ہے کہ لوگ اس خیال سے کافروں کو مسلمانوں میں شامل ہونے کیوجہ

حبیب الیکم الایمان و ذینہ فی قلوبکم من اللہ کو۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔ کذ لا یتناکل امۃ علامہ۔ اکثر لوگ اس کا ترجمہ غلط کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی مذہب کے بزرگ کو برا نہ کہو ورنہ وہ تمہارے خدا کو گالیوں کا دیں گے۔ پھر فرمایا دیکھو ہم ہر قوم کے لئے وہ کام جو ان کو کرنا چاہیے کس خوبصورتی سے پیش کرتے ہیں۔ اور ذین جہول رکھا ہے تاکہ سب موقعہ محل و ظرف لگ سکے۔

حب الشہوات۔ ایک خواہش ہوتی ہے۔ دوسرا اس خواہش کا پسند کرنا چنانچہ انی اجبتہ حب الخیر عن ذکرہ دینی کے معنی ہیں۔ گہڑوں کی محبت کو میں پسند کرتا ہوں اس آیت میں عام انسانی فطرت کو بتایا ہے کہ کوئی جمال پر لٹو ہے۔ کوئی جلال پر کوئی آن پر۔ کوئی اولاد پر کوئی سونے چاندی پر کوئی گہڑوں پر مگر یہ سب ورلی زندگی کا سامان جو اذیتکم بنا رہا ہے۔ میں کے معنی عظیم الشان بات۔

الذین اتقوا۔ متقی بنابر ہی قربانی چاہتا ہے۔ امام غزالی نے مناظرہ میں دیکھ کر گناہوں کو لکھا ہے اور ایک جگہ یہ بتایا ہے کہ قطیع کے دل سے جو آخری گناہ نکلتا ہے وہ کبر ہے۔

و الذین من اللہ۔ اس بقول الاول من المهاجرین والانصار کے اخیر میں لکھا ہے۔ رضی اللہ عنہم و رضواعتہ جس سے معلوم ہوا۔ مهاجرین و انصار کو رضوان من اللہ کا سارٹٹیکٹ مل گیا تھا۔

واللہ بصیر بالعباد۔ انسان اگر انی میں غلطی ہی کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ بہت عمدہ مگر ان حال ہے۔

الذین یعقوبون دینا۔ متقی کی تعریف سورہ بقرہ میں ہے۔ یومنون بالغیب۔ یقیمون الصلوٰۃ۔ متارذ قہم ینفقون۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ کہ جو لوگ یہ تین سفینیں نہیں رکھتے یعنی غیب پر ایمان۔ و عالم گننے کی عادت۔ کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرنا وہ کبھی ہرانت نہیں پاتے۔ پھر لیس البقرہ میں اس کی تفصیل فرمائی ہے۔ اب یہاں ہی متقی کی کچھ صفات بیان کرتا ہے۔

اول تو یہ کہ وہ عالم گننے رہتے مرج اپنی محمدرین کی حفاظت خدا سے چاہتے ہیں۔ استغفار تمام انبیاء کا اجماعی مسئلہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں ستر دفعہ استغفار کرتا ہوں میں تم ان سے بڑھ کر نہیں ہو کہ استغفار سے متقی نہ ہو۔

دفعۃ اب النار۔ نار الحوب۔ نار جہنم دو فوسے۔ لڑائیوں کی ابتداء بھی نار سے ہوتی ہے اور انتہا بھی۔ پہلے غضب اٹھتا ہے وہ بھی آگ ہے۔ پھر لوگوں کو ساتھ ملائے کے لئے ہمسایوں کو نازی کرتے ہیں اس میں ہی آگ ہے۔ ہر توپ بندوق۔ تار پیڈو۔ یہ توپ بنے دیکھی پس اسی طرح انجام شریر کا نہایت ہے۔

الصباہین۔ متقی کی یہ صفت ہے کہ اس میں برداشت و تحمل ہوتا ہے اور یہ صبر کوئی ایسی چیز نہیں جو انسانی قدر کے باہر ہو اسی لئے لا یتکلف اللہ نفساً الا و سبھا فراچکا ہے۔ ایک دس بتا۔ اس کے حضور میں ایک شخص نے عرضی دی کہ حضور کی قوم کے ایک آدمی نے مجھے گالی دی ہے اسے بلایا گیا میں نے اس کو بہت گالیاں دیں جو اس کی شان سے بعید تھیں۔ اخیر اس حاکم نے اس سے پوچھا تم نے اس آفیر کی کیوں بے عزتی کی تو وہ کہنے لگا کہ اس نے مجھے گالی دی تھی۔ پھر مجھ میں تابعدا نہ رہی۔ رئیس نے کہا

کہ صبر کی طاقت تو مجھ میں ہے دیکھو میں نے ہی تجھے گالیاں دیں اور تم چپکے۔ سنائے۔ اگر لوگ صبر کریں تو بہت سی لڑائیاں کا خاتمہ ہو جاوے۔ صبر کے معنی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے اپنے تین روکنے۔ غیظ و غضب سے شہوت سے حرص و اذیت سے۔

الصباہین۔ راست باز

الفاقنین۔ قسطن برادر

و المستخضین بالاسفار۔ لوگوں نے اس بات پر بحث کی ہے کہ تہید صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی یا دوسروں پر بھی اس آیت سے کم از کم یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ استغفار اسرار میں متقی کا فرض ہے

شہد اللہ۔ یہ گواہی انبیاء نے دی ہے پھر ان کے متبعین نے سنی ہے خود خدا بولا ہے اور اس نے اپنی زبان سے فرمایا کہ میں یگانہ معبود خلاق ہوں۔ میں خود بھی گواہ ہوں کہ اللہ نے اپنی ذات کی نسبت گواہی دی اس نے مجھ کو فرمایا۔ من جمع القوا نقد تصنیف تصان۔ تفسیر کے معنی میں نہیں جانتا۔

مورخہ ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۲ درکوع ۳۷)

ان الذین عند اللہ الاسلام۔ میں نے دنیا کے بہت سے مذاہب کی کتابوں کو دیکھا ہے ان کی الہامی کتابوں میں ان کے مذہب کا کوئی نام نہیں۔ مگر اللہ نے ہمارے لئے جو دین پسند کیا اس کا نام اسلام بتلایا اور یہ فرمایا کہ وہ دین جو خدا کے حضور پسندیدہ ہے وہ یہی ہے کہ فرمان برداری تھی۔ حضرت نوح آگئے تھے تا بعد اربعین۔ پھر ابراہیم آئے ہم فرمان بردار میں موسیٰ علیہ السلام کا دور ہے ہم مطیع فرمان میں۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہم ان کے غلام میں۔ پس یہی سلامت رومی کی ماہ ہے۔ یہ نظارہ گورنمنٹ کی ظاہری سلطنت میں ہی نظر آتا ہے کہ ایک ڈپٹی کمشنر جاتا ہے دوسرا آتا ہے۔ رعایا کو کسی خاص شخص کو وابستگی نہیں میں جو آیا اس کے وہ مطیع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو خدا میں بھروسہ کیا علیہا دیکھو دن بھر اور آدھ۔ کہتے ہیں۔ بہت ناپسند کیا ہے مسلم وہی ہے جو سب انبیاء و اولیاء و خلفاء کا تابع فرمان ہو۔

الآمن بعد ما جاءہم العلم۔ انہوں نے خلافت ورزی کی۔ مگر اس کے بعد جب ان کے پاس علم آچکا۔ میرے عقیدہ کے مطابق۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ایک آیت تھا۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کے مگر م۔ جو کثرہ دامن دل میکشد کہ جا بجا ت۔

آپ کے اقوال آپ کے افعال آپ کے پاس بیٹھنے والے۔ آپ کے دوست آپ کے آشنا آپ کے کارکن آپ کی تعلیم آپ کی کتاب ان سب کو جب میں دیکھتا ہوں تو زبان بے اختیار بول اٹھتی ہے کہ وہ ایک نظیر رسول تھا۔ قوم کا ایک مدبر آیا۔ آپ فرما رہے تھے۔ امر بالمعروف نہ اور نہی من السنک وہ یہ بات سنتے ہی پھر ٹک اٹھا اس نے جا کر قوم کو کہا کیا تم پسندیدہ امور کرنا چاہتے ہو یا نہیں وہ بولے ہاں۔ کیا تم ناپسندیدہ سے رکنا چاہتے ہو یا نہیں کہنے لگے ہاں۔ اس پر وہ بولا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین میں آ جاؤ کہ وہ یہی فرماتا ہے۔

اسلمت و سچی۔ سپرد کر دیا ہے۔ اپنی تمام توجہ کو۔

ومن ابتغى - دیکھو باطن کا حال کیونکہ معلوم نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس رُوح سے کہتے ہیں کہ اے یسویو! اے نصرانیو! سو کہ جیسا میں جان و دل سے خدا کا فرما ہوا ہوں ایسا ہی میرے تابع اور فرطین بردار میں اگر ان میں کوئی ظالم و فاسق ہوتا جیسا کہ شیخ سمجھتے ہیں تو کیا آپ یہ دعوے سے کمد سکتے۔ اسی مضمون کی آیت سورہ بقرہ میں بھی ہوئی۔

بلی من مسلم وجمہ للہ - اور پھر فرمایا تخت لہ مسعودون۔
ان الذین یکفرون بآیات اللہ - قرآن مجید کی ایک ایک آیت اللہ کے

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود آپ آیت میں آپ کے ساتھی آیت میں۔
یقتلون البغیین بغیر حق - پس آپ کے ساتھ جو مقابلہ کرتے ہیں وہ حقیقت سب انبیاء سے مقابلہ کرتے ہیں کیونکہ آپ کی نبوت میں تمام انبیاء کی نبوت کا ثبوت موجود ہے۔
فبشر ہم - ایسا کہوں کہ اس بات کو بیان کر کہ اس کا اثر ان کے چہرہ پر ظاہر ہو جائے۔ سورہ بقرہ میں بھی فرمایا ہے۔ ذلک یا نہم یکفرون بآیات اللہ و یقتلون البغیین بغیر الحق - میں اس آیت کے یقیناً ہی مسختے سمجھتا ہوں کہ نبی کریم کا مقابلہ گویا سارے جہان کے نبیوں کا مقابلہ ہے اور ان کے قتل کی تجویزین گویا تمام انبیاء کے قتل کے برابر ہے۔ بلکہ اچکل کے جو انصاف حکم کرنے والے ہیں یعنی صحابہ جن کی تعلیم میں آیا ہے۔ وادوا العلم قائماً بالنقسط اور یا مسودون یا نقسط ان سے مقابلہ کی ہائی ہے۔

اولئک الذین حبست اعمالہم - ان کو کہوں کہ سنا دو کہ تمہاری تمام تجویزین اور منسوب بازیاں ناکام رہ جاویں گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں نصرت بالرعب سیرۃ شہرہ پیران کے دشمنین کا جو حشر ہوا وہ سب دیکھا اس کے بعد ابوبکر کے مقابلہ میں جو لوگ آئے وہ بھی ناکام رہے۔ جب دنیا میں یہ حالت ہوئی تو بس آخرت میں ہی ضرور ہی ہوگی۔
وما لہم من قاصین - یہودی کی قوم اس کا ثبوت موجود ہے کسی ملک میں انکو سرحد پالنے کو جگہ نہیں ملتی۔ جہاں جاتے ہیں جلا وطن کئے جاتے ہیں۔ کوئی آدمی ان کی پیٹھ پیچھے نہ والا نہیں۔ سورہ بقرہ میں بھی اسی مضمون کی آیت آئی۔ دیکھو رکوع ۱۰ پارہ اول
اولئک الذین اشتروا الحیوة الدنیا بالآخرۃ فلا یخفف عنهم العذاب ولا ہم ینصرون۔

تم بیوقوف و فریق منہم - قصہ تو یہودیوں کا بیان ہو رہا ہے۔ مگر مسلمانوں کو اس عبرت لینی چاہیے ان کی حالت بہت کمزور ہے پہلی بات یہ کہ باہم محبت نہیں۔ دوم یہ کہ عورتوں کے حقوق کی طرف مطلق توجہ نہیں۔ عورتوں کے اقرباء کو جو حقوق ملے رکھو میں وہ گالی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً سسر - سسری - سالا - پیر جس کی امید پر عورتوں کے حقوق وراثت چھینے میں کیا ان کے انجام کی خبر ہے۔ لا تدرون انہم اقرب الیہم نفعا - اللہ تعالیٰ فرمایا کہ ہے پس ایک انسان کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ سرشت دار مجھے زیادہ فائدہ دیگا۔ چوتھے خود غرضی و تکبر میں بہت بڑھ گئے ہیں غرض ہم فی دینہم ما کا فایفدون - بنادلی قصوں جعلی روایتوں پر اعتقاد ہے یہ عیب مسلمانوں میں ہی ہے۔ اور اور اولیاء کرام کے متعلق اس قسم کے اعتقاد تراش رکھے ہیں۔ کہ عقل حیران رہ جاتی۔

قل اللہم ملأک الملأ - خدا کے تمام وعدے اعمال کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور اعمال کی توفیق و عافیت سے حاصل ہوتی ہے اس لئے دعا سکھائی ہے۔ قرآن کی دعائیں یا تو رب - ربنا سے شروع ہوتی ہیں یا اللہ سے۔ عام دعا جیسے نماز میں مانگی جاتی ہے وہ ہی اللہ سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اللہ صلی علیہ

تو بحر اللیل فی القفار - وہ چاہے توجن کے گھر ٹھہرن کی اندھیری ہے وہ ان آرام کا دن چڑھاوے اور چاہے تو جہاں راحت کی روشنی ہے وہ ان دکھوں کی تاریکی کر دے وہ چاہے تو بدوں سے پہلے اور بھلوں سے بڑے بنا دے جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلیل کرے۔ یہ دعائی کریم و صحابہ نے مانگی۔ خدا نے انکو عزت دی۔ نیک ممتاز انسان بنا دیا۔

یہاں جہاد کے متعلق یہ ہدایت کی ہے کہ دعا ضروری ہے پھر افتراء نہ کرے خدا کا صریح ناسرمان نہ ہو۔ اب فرماتا ہے کہ

لا یتخذ المؤمنون الکفارین اولیاء - مومن کبھی کافروں کو اپنے دلوں پر مشرک نہ لے۔ پارہ ۲۸ سورہ ممتحنہ میں اسے اور بھی کو لکھ بیان کیا ہے۔ شروع سے سورہ کو پڑھ کر دیکھ لو۔

لا ان تقوا منہم قتلہ - اسلام میں جسے مسائل ہیں ان میں حفظ نفوس حفظ اموال - حفظ اعراض مقصود ہوتا ہے۔ یہاں ہی ایک بار بنا دیا۔

حضراً - نتیجہ سامنے دیکھئے گا اس سے آگے دعا عملت بن سورہ کے لئے حضرت نہیں فرمایا۔ یہ اس کی شان ستاری کا تقاضا ہے۔

مورخہ ۱۵ - اپریل ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱)

قل ان کنتم تحبون اللہ - راستبازی کو سچائی میں کس قدر طاقت دیجاتی ہے کہ راستی میں کتنی قوت ہوتی ہے اس کا اندازہ اس آیت سے ہو سکتا ہے۔ دیکھو محمد رسول اللہ کو ارشاد ہے کہ اعلان کرو۔ میں نے خدا کی زبان برداری کر کے یہ مقام حاصل کیا اب تم میرے پیچھے پیچھے چلو۔ تم ہی خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔ ہر شخص کی زندگی کا آرام اس بستی کے مقدر کی مہربانی سے واجب ہوتا ہے۔ پھر اس گاؤں کے بندہ دار سے اوپر چلیں۔ تو اس ضلع کے حاکم سے۔ پس اللہ جو رب - رحمان - رحیم اور مالک ہے اس کے ساتھ تعلق کس قدر سکھوں کا موجب ہو سکتا ہے۔ یہاں تعلق کا وعدہ نہیں بلکہ فرمایا۔ خدا اپنا محبوب ہمیں بنائے گا۔ خدا پرست دیکھ کر اسے تجربہ کرے کیا محبوب نسخہ ہے۔ میں اکثر اوقات اس آیت کو پڑھ کر بے اختیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا کرتا ہوں۔

لڑکے بڑھنے میں سخت محنت کرتے ہیں یہاں تک کہ انہیں سناں اور دق ہو جاتا ہے۔ تاہی آئے بنائیں اور پھر کوئی مرتبہ پائیں۔ اب دیکھئے پاس ہونا موموم - صحت موموم - مرتبہ ملنے تک زندہ رہنا خیالی بات باوجود اس کے لڑکے محنت کئے جاتے ہیں پس وہ انسان کیسے بد قسمت ہے جو اس خدا کو پاک و عدل کو جو ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے کچھ قدر نہ کرے کوئی کہہ سکتا ہے کہ شریعت مشکل ہے مگر رسول اللہ اعلان کرتے ہیں میری چال اختیار کرو کوئی کہہ سکتا ہے ہم بڑے گنہگار ہیں فرماتا ہے میرے رنگ میں رنگین ہو جاؤ میرے فرمانبردار بن جاؤ۔ اللہ وعدہ کرتا ہے گناہ بخش کر پھر ہی اپنا محبوب بنالینگے۔ کیونکہ ہمارا نام غفور رحیم ہے۔

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

لیس الذکر کالاسی۔ اگر یہ خدا کا کلام ہے تو پیشگوئی ہو کہ یہ لڑکی
معمولی عورتوں سے بہت اچھی ہوگی۔ اگر اس میں عورت کا کلام ہے۔ تو
معنی ظاہر میں

دکھلایا ذکر کیا۔ یہ اس لئے فرمایا کہ بتائے کہ یہ تمام گہرا نہ پاؤں کا
جسکی عورتیں اور مردانہات آہی سے مشرف تہی۔

وہابی اعیدہ ہا بلکہ۔ کیا اچھا کہ مسلمان اس ہدایت پر عمل کریں
اور صحبت سے پہلے بہت بہت دعائیں کر لیا کریں تاکہ اودن کی اولاد نیک ہو
وجد عندہا رزقا۔ بہت معمولی بات ہے۔ مگر مفسرین کی انجوسید

طبیعت نے بے موسیٰ میرے کہانے۔ یہ خواہ مخواہ کی زیادہ علی القرآن
ہے۔ قالت ہو من عند اللہ۔ یہ واقعہ صرف اللہ تعالیٰ نے
اس لئے بیان کیا کہ تا ظاہر ہو کہ اس خاندان کے بچے ہی کیسے خدا پرست
تھے کہ وہ معمولی چیزیں ہی جب پاتے تو توحید میں ایسے متفرق تہی کہ
یہی کہتے۔ کہ خدا نے ویاتے۔

ہذا لک ذکر کیا۔ مفسرین نے جبکہ بار بار ہے جو کہا ہے
کہ ذکر کرنا امید ہے۔ نامید خدا کی خیال کے کافر ہوتا ہے۔

ہن یہ صحیح ہے کہ انبیاء و راسخین کرتے۔ جب تک خاص تحریک اور
ایجازت آہی نہ ہو۔ حضرت نوح کی نسبت پڑھو۔ انی اعطاک
ان شکون من الجاہلین۔

پس اس وقت ذکر کیا کہ ایک تحریک ہوئی تو کہا اے خدا ایسی
نیک اولاد مجھے ہی دے۔ یہ سنے ہیں۔ وہب لی من لدنک
ذریۃ طیبہ انک سمیع الدعا کے۔

مصدق۔ وہ راستیوں کا کی تصدیق کر نیوالا ہوگا۔

بکلمۃ من اللہ۔ یہ بشارت ایک کلام کے ذریعہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ
کی طرف سے نازل ہوتا۔

حضوراً۔ بدین سے پاک۔ یہ غلط ہے کہ وہ مچھڑے تھے
انبیاء کے صفات بلا ضرورت کے بیان نہیں ہوتے۔ ایک جگہ خدا تعالیٰ
فرماتا ہے۔ و ما کفر سلیمن۔ تو کیا نبی کافر ہی ہو

سکتا ہے۔ پس یہ حضور بھی اس الزام کی تردید میں آیا ہے
جو ان پر لگا یا گیا۔ ایک کچھنی نے ذکر کیا کہ خاندان پر یہ گند لگا ہوتا

انی یکون لی غلام۔ میں بڑا۔ پس میں ایسا لڑکا جو جو ان ہی

سورۃ عمران

(پارہ سوم)

مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۴)

Digitized by Khilafat Library

قل اطيعوا اللہ واطيعوا الرسول۔ پھر بعض لوگ ایسے ہیں کہ ہر حرکت و سکون میں
ایسی زبان برداری نہیں کر سکتے کہ اس میں فساد ہو جاوے اس لئے فرمایا کہ رسول ہونے
کی حیثیت سے جو حکم اس نے دئے ان پر عمل کرو۔ پس اگر محبوب نہ بنائیں تو کفر سے
تو نکال لین گے۔

ان اللہ اصطفیٰ آدم۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام مخلوقات پر برگزیدہ کیا۔
اور یہ ظاہر ہے ایک عالم کیسے ہے تو آدم عالم صغیر تمام اشیاء کا جامع ہے
پھر آدمیوں میں سے نوح کو اول الرسل بنایا۔ آدم کو خدا نے رسول نہیں فرمایا
بلکہ خلیفہ کہا۔ اول الرسل نوح ہی ہیں۔ آپنے اپنی قوم کو ترک بدی کی تعلیم دی۔ اور
استغفار سکھایا۔ پھر جب دوسرا دور آیا۔ تو ابراہیم کو رسالت کے ممتاز کیا جنہوں نے تشریہ
کے علاوہ فرمان برداری کی تاکید کی۔ اور ان مخلوق و نسلی و حیاتی و مہاتی
للہ دبت و دعا لہم۔ کاسبق دیا۔ پھر حضرت موسیٰ کا زمانہ آیا۔ اللہ کی قوم کو اللہ تعالیٰ
نے نبوت بھی دی۔ غرض تمام انعامات سے بھر پور کر دیا اور یہ نہ سمجھو کہ ان میں خاص
خاص لوگ ہی تھے۔ بلکہ عمران کی عورتوں کو بھی مشرف رکلام آہی کیا۔

چنانچہ عمران کی ایک عورت کا ذکر کرتا ہے۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا
ہے کہ مریم کی والدہ عمران کی بیوی نہ تھی یہ غلط ہے۔ یہودیوں۔ عیسائیوں
میں بزرگوں کے نام پر قوم چلتی ہے۔ موسیٰ اور ہارون عمران کے بیٹے
تھے۔ پس انہی کی نسل میں سے ایک عورت تھی جس کا یہ ذکر ہے

محرراً۔ اب تک ہندوؤں اور بعض مسلمانوں میں یہ رسم ہے کہ اگر کسی
کی اولاد زندہ نہ رہے۔ تو وہ چڑھاوا چڑھا دیتا ہے۔ گویا اس پاک رسم کی اہل
موجود ہے وہ کسی خلفاء کے نام پر تو نہ تھی۔ البتہ فرمایا۔ کہ یا اللہ میں اپنے
کام سے آزاد کر دیا۔ دین کے لئے وقف کر دیا۔

وضعتہا انثی۔ یہ اس لئے کہا کہ لڑکی کا رواج نہ تھا۔

پیرسہا سے جو چاہئے عجب گہرا ہون۔

مؤرخہ ۱۰۰۰ - اپریل ۱۹۰۹ء

(بقضیه یکم و دوم و سوم و چهارم و پنجم)

قال آیتاں اَلْکَلِمَۃُ الْاَسْمٰی ثَلَاثَہٗ اَیَّامَ الْاَلَامِذَّ۔ تو میں
دن تو گون سے کلام نہ کرے گا۔ دن مگر اشارہ کے ساتھ۔ جب تو
کلام نہ کرے گا۔ تو ہم تیرے لئے وہ بات پیدا کر دیں گے۔ یہ معنی ہیں کہ
آپ میں دن کے لئے آپ کو گنگے ہو گئے۔ اگر یہ بات تھی۔ تو پھر
و اذکر ربایک کثیراً و سببہم کے کیا معنی ہوئے۔ میں نے اس نسخہ
کو بے اولادوں کے لئے بہت تڑپایا اور اکثر تنقید پایا ہے ایسے
لوگوں کو میں نے کہا ہے کہ کم بخت کی عادت خالو اور بیسح و ذکر میں
مشغول رہو۔

دکتر

۱۴۰۰ قالَتِ الْمَلَاۤئِكَةُ - دنیائیں دیکھنا لگے کہ کون سا ہے میں۔
ایک راہ جو ہر بات میں عالم اسباب ... رہ رکھتے ہیں۔ وہ کسی قدر کے
اسباب کے سوا قائل نہیں۔ وہ ہر امر میں ایک بار ایک دربار ایک راہ
نکال لیتے ہیں اور اسی کو کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اگر ناکام ہیں
تو کوہدیتہم میں کہ کوئی خاص سبب جو اس سلسلہ اسباب میں کامیاب
ہونے کے لئے ضروری رہ گیا اگر اس کا علم ہو جاتا تو کبھی ناکام نہ رہتے
یہ وہ ہیں جن کا سورۃ بقرہ میں فطرت الناس من يقول دینا
المستلحق الدنیا و المال فی الاخرۃ من خلاق کے ساتھ ذکر کیا گیا
ہے ایک وہ ہیں جو عالم اسباب کو بالکل ہی نہیں مانتے وہ اپنے آپ کو
جو وہ قدرت نہ تو سمجھتے ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ عالم اسباب کی کچھ قدر نہیں
لیکن ضرور اس کے وقت بھیک مانگ لیتے ہیں۔ بدبختی سے اس ملک
میں ایک عظیم اشراف انسان گدرا ہے جس نے زمانہ کے مصائب
دیکھ کر عالم اسباب کو ترک کرنا چاہا۔ مگر اس کے پیرو ایسی غلطی میں
پڑے کہ عالم اسباب کو ترک کا دعوے کر کے عالم اسباب کے ارفاق میں
پیشہ میں جا پڑے (یعنی بھیک) وہ نفسانی خواہشوں کے مارنے
کا دعوے کرتے ہیں۔ مگر آخر اپنی میں گرفتار ہوتے ہیں قرآن مجید
نے ان دونوں خیالات کے لوگوں کو ناپسند کیا ہے۔ اس کو تو یہ راہ
پسند ہے۔ و منهم من يقول و بنا امتنا فی الدنیا حسنة
وفی الاخرۃ حسنة۔ علم اسباب کی رعایت ہی نہ رہے اور پھر خدا پر
توکل بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عالم شہادت میں پیدا کیا ہے
ایک عالم غیب ہی ہے۔ ساری چیزوں میں تین حد باتیں ہوتی

مین۔ ذات۔ صفات۔ افعال۔ ذوات المحسوس نہیں ہوتے۔ ان صفات کے ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ کوئی ذات ہے اور صفات کا علم افعال سے ہوتا ہے اور وہ موصوف جو ہے وہ عالم غیب میں ہے۔ نیز بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے بڑی محنت کے کشار و ریزی کی ہے۔ یہ فصلوں کو کاٹتا ہے مگر کھلیان کہ آگ لگ گئی اور ب محنت برباد ہو گئی۔ عالم اسباب کے معتقد کہہ سکتے ہیں احتیاط نہیں کی۔ یہ پرچ ہے کہ عام اسباب کی رعایت ضروری ہو مگر اللہ کی مرضی بھی کوئی چیز ہے۔ اس بات کا ذکر خدا تعالیٰ نے ایک آیت میں کیا ہے۔ و اعتیناہ من کل شیء مبغیا۔ لیکن اسباب موافق مقصد کا حصول ہی اللہ کے فضل پر موقوف ہے اور ایک جگہ منافقون کے عذر کا ذکر کر کے کہ ہم جنگ میں نہیں جاسکے۔ قہرانا ہے۔

قوله ان بيوتنا عورة وما هي بعورة من ان يريدون الا فراراً -

اگر وہ نکلنا چاہتے۔ تو پھر ہم اسباب بھی مہیا کر دیتے۔ چونکہ عالم اسباب کے کارخانے میں ہمارا علم محیط نہیں اس لئے اون کے مناسب موقعہ حصول کے لئے الہی امداد کی ضرورت ہے۔ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ اس کے آگے پھر انسان کا بس نہیں چلتا۔ بلکہ خدا کی توفیق و یادری کی ضرورت ہوتی ہے نام رنگی کا فہرستہ کا یہ مطلب یہی ہے کہ وہ سیاہی کے تمام مدارج کو طے کر چکا ہے۔ بس آگے سفیدی ہی ہے۔ اسی طرح ناامیدی جب حد کو پہنچی تو سمجھو امید آئی۔

حضرت یسعیاہ کی کتاب باب ۵ میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ کی نسبت ذکر فرمایا ہے کہ یہ شہر عروس عرب ہے۔ اس پر خطرناک مایوسی ہوگی اس کا کوئی بیٹا بیٹی لائق نہ ہوگا۔ وہ خطرناک غلطیوں میں مبتلا ہوں گے۔ آخر اس مایوسی میں امید اس خلعت میں غور شد نظر آئیگا۔ یہاں بطور تمثیل مریم اور زکریا کا ذکر کرتا ہے کہ دونوں نے اسباب موجود نہ ہونے کی صورت میں اپنی مراد پائی۔ اسی طرح مکہ عروس عرب ہے دیار ہے کہ شہر کو عروس کہنا عام ہے۔ لندن کو عروس البلاد کہتے ہیں۔ شام کو عروس عسقلان اس کا بھی ایک بیٹا ہے۔ جو منظر و منصور ہوگا اس کے مقابلہ میں جو اٹھیں گے ناکام رہیں گے۔ بڑی بڑی طاقتوں سے لوگ اٹھتے ہیں مگر معاً ہلاک ہوتے ہیں۔ کام وہی ہوتا ہے۔ جو خدا کرے دیکھو بنگالی ہیں ان کے نادان بچپن نے گورنمنٹ کے مقابلہ میں خرابی کی گزرا کام رہے۔ میں بار بار وایتوا ماتتوا الشیاطین اور ما انزل علی الملکین ببابل ہزاروں باروت کی تفسیر میں یہ سمجھا چکا ہوں کہ کبھی کسی خفیہ کمیٹی۔ مخفی منصوبے میں شامل نہ ہو یہی پاک تعلیم انبیاء کی ہے کہ ادن کی کوئی بات مخفی نہیں ہوتی۔ ہمارے حضرت صاحب کو اگر کوئی خلوت میں کچھ کہتا تو آپ اتنے زور سے گفتگو

سے الگ ہے۔ اور اس آیت کا مضمون اس آیت کے متناسب ہے۔ جہاں ماکان
لی من علم یا ملہاء الا علی اذ یختصمون۔ جب کوئی انتخاب خداوندی
ہوتا ہے۔ تو ملا را علی بن اس کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے اور کچھ راستے زنی ہوتی
ہے۔

بکلمہ منہ۔ ملائکہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ اس کلام کی
نقل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں پہنچتی ہے۔

کلمہ۔ جسے کلام آتا ہے۔ مسلمانوں کی برہمنی سے ان کی کتابوں میں
لکھا ہے کہ کلمہ لفظ مفرد کو کہتے ہیں اس لئے وہ کلمہ بمعنی کلام شکر حیران
ہوتے ہیں۔ سنو۔ کلمہ متعلیٰ خبر صدق و کذب کا نہیں ہوتا۔ مگر خدا فرماتا ہے
تمت کلمۃ ربک صدقاً وعدلاً۔ اور دھندل سبقت کلمتنا للعبادنا
الموسلین۔ انہم لعم المنصورون وان یصلنا لعم الفالبون

مورخہ ۱۸۔ اپریل ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۵)

ویکلم الناس فی الہد دیلا۔ اس آیت پر لوگوں نے بے وجہ بحث
کی ہے اور اس بے وجہ کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں کی طبیعتیں عجیب و غریب
ہیں۔ حالانکہ بات صاف ہے۔ کہ بعض عورتوں کے بچے پیدا ہوتے ہی مر
جاتے ہیں۔ یہ بعض بچے گونگے پھرے ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ پیشگوئی
میں مریم کو تسلی دیتا ہے۔ کہ وہ گونگا نہیں ہوگا بلکہ کلام کہ نوالا ہوگا۔
اس وقت جب کہ بچہ بونا سیکھ لیتے ہیں جیسا کہ اچھا اور ہو کر کلام کریگا
کہاں کے معنی بخاری بن علیم کے لکھے ہیں۔ آپس میں یہ بتایا ہے کہ وہ
تیری ہی زندگی ہی میں ادھر تک ہی پہنچ جائیگا۔

قال کذا اللہ۔ اسی طرح ہو کر رہیگا۔ جیسے کہ سورۃ مریم میں اسی کذا لکھ
پر وقف ہے۔

اللہ بخلق ما یشاء۔ اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔

کن فیکون۔ اس پر بھی بار بار سوال اٹھا ہے کہ یہ کس موقع پر آتا ہے
تو میں نے جہاں تک دیکھا یہ حیات بعد الموت پر بولا جاتا ہے۔ سورہ طہین
میں ہے۔ اولیس الذی خلق السموات والارض انما امرہ اذا اراد
شیئاً ان یقول لہ کن فیکون۔

اخلقکم من الطین کھنیۃ الطیر۔ ان آیات میں پانچ الفاظ
تشریح طلب ہیں۔ خلق۔ طین۔ یکن طیراً۔ ابرہی الاکھ۔ اھی الموتی
خلق کے معنی تجویز کرنے کے ہیں۔ طیرا ثبوت ان مسنون کا یہ
آئیم۔ خلقکم ما فی الارض جمیعاً۔ اب اگر یہ سن کرین۔ کہ اللہ تعالیٰ

کرنے لگتے کہ نیچے گلی میں چلنے والے سن سکتے۔ ان غنی کیڈن کی ہزار ہا
صفحہ کی کتابیں میں نے پڑھی ہیں۔ یہ مدت سے قائم ہیں۔ مگر حضرت نبی کریم
سے لیکر حضرت عثمان تک ان کا نام و نشان نہیں ملتا۔ یہ ادن کا رعب اور
ادن کی قدرت نہایت تھی کیونکہ خدا نے اعلان کر دیا تھا۔ وما ہم بضادین
یہ من اجلہ الا یا ذل اللہ۔ میری بڑی عمر ہو گئی۔ میں بچہ تھا پہرے ان ہوا
پھر ادھر پھر بڑا۔ مگر میں آج تک کبھی کسی خفیہ محفل یا کبھی باجلہ میں شامل
نہیں ہوا۔ میرا ایک بہت پیارا دوست شہر میں تھا۔ مگر میں نے اس سے
کبھی کبھی ملاقات نہ کی۔ نہ خفی اس سے گفتگو نہ کی۔ یہ خدا کا مجھ پر بر فضل
ہے جو منصوبہ بازوں کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ وہ مجھے حاصل ہوا۔

میں تہیں کہاں تک سناؤں۔ سناتے سناتے تھک گیا مگر خدا کی
نعمتوں کے بیان کرتے سے میں نہیں تھکتا۔ اور نہ مجھے تھکنا چاہیے اس
نے مجھ پر بڑے بڑے فضل کئے۔ یہاں ایک اخبار کے ایڈیٹر نے اپنی
نظم جمالی۔ مجھے معلوم نہ تھا۔ میں اسے پڑھا اور سجدہ میں گر کر جانا چوکیدہ
بہت در دستہ لکھی ہوئی تھی۔ اس لئے اس نے میرے در و مندول پر بہت
افزیک وہ صوفیانہ رنگ میں ڈوبی ہوئی نظم تھی۔ میں جس بات پر شکر کرتا وہ یہ تھے
کہ خدا مجھ پر وہ وقت لایا ہی نہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا۔ میں ہوش سنبھالتے ہی مولوی
خرم علی۔ مولوی اسماعیل۔ مولوی محمد اسحق کی کتابوں نصیحت المسالین۔ تقویۃ الایمان
روایۃ المسالین کو پڑھا اعلان سے توحید کا وہ سبق پڑا۔ کہ ہر غلطی سے بچو اللہ
محفوظ رہا۔

غرض خدا تعالیٰ جن کو نوازتا ہے ان کے لئے عالم اسباب کو بھی ان کا
خادم کر دیتا ہے۔ زکریا اور مریم کے گھر میں جو اولاد ہوئی اس میں ایک اسباب
پرست تعجب کر سکتا ہے۔ پھر یہ تمثیل جس عروس عرب کے لئے ہے وہ بھی کسی
کے لئے باعث تعجب ہو۔ مگر یہ سب کچھ پیشگوئی کی ماتحت ہوا۔

یہاں اس آیت میں جو مریم کے صفات بیان کئے ہیں تو اس سے مطلب
نہیں کہ اور کوئی عورت ایسی نہیں گذری۔ بلکہ قرآن کا کریم کا قاعدہ ہے
کہ جعفر جو اس کا علاج کرتا ہے جو مرض نہ ہو اس کا ذکر نہیں کرتا۔ احمق لوگوں
نے سلیمان پر کفر کا فتوے دیا۔ تو خدا نے فرمایا۔ دما کفہ سلیمان
ایک عورت کی تہمت دی۔ تو فرمایا۔ اسلمت مع سلیمان حضرت مریم کو
یہودیوں نے برا کہا تو فرمایا کہ ان کو خدا نے برگزیدہ کیا۔ پاک بنایا۔

۱۰ مسجدی۔ یہودیوں میں رکوع تک نہ تار ہے۔ سجدہ ایک الگ
ذات من ابناء الغیب۔ بس یہی وہ بات ہے جس کے لئے میں نے
استدلال تفریق کی۔ کہ اس قصہ میں مکہ کی نسبت پیشگوئی ہے۔

وما کنتم لہم اذ یلقون اقلامہم سے

زمین میں سب کچھ پیدا کر چکا ہے۔ قویہ معنی واقعات کے خلاف ہیں۔ اسی آیت
تفسیر کبیر میں اس کے معنی تقدیر و اندازہ کے لکھے ہیں۔ دوسری شہادت
الحاق الباری۔

المصور۔ تصویر تو ہر ایک چیز کی نظر آتی ہے۔ اس کے پہلے بری
کی حالت ہے۔ یعنی جیسے کوئی مقصد رنگ مرمر کی ہڈی شکل کو تراش
خراش کر کے بناتا ہے۔ پھر اس بری سے اندازہ ہوتا ہے۔ خلق کل
شیء فقد رآہ تقدیراً۔ میں بتایا ہے کہ خلق کا مرتبہ اندازہ سے
بھی پہلے کا ہے۔ وہ کیا ہے تجویز۔

لکم۔ تمہاری پہچانی کے لئے۔

طین۔ قرآن مجید میں طین کا دو جگہ ذکر ہے ایک جگہ شیطان کا قول
خلقتنی من نار و خلقتنی من طین۔ تراب و مار کے لئے کو کہتے
ہیں طین۔ کچھ جو ہوتا ہے اس میں خاصیت ہے کہ جس رنگ میں چاہیں
ڈال لیں۔ مگر آگ نہیں ڈال سکتی۔ یہاں سے فراتے ہیں کہ میں تجویز کر
سکتا ہوں۔ مگر اس کے لئے۔ جو طین ہو۔ یعنی کوئی شخص بری تعلیم کو
تسلیم کرے اور اپنے میں طین کی صفات رکھے جس رنگ میں چاہیں
ڈال سکیں تو وہ یکون طراً۔ جناب الہی میں اڑیو لا ہو جادیکا۔ طیر کا
لفظ مومن کے لئے حدیث میں آیا ہے۔

فانقم فیہ۔ میں اس میں کلام کی ایسی روح پہنکوں گا۔ کہ میں وہ دہ پرتی
سے نکل کر بلند پرواز انسان ہو جائیگا۔

خلق کے معنی پیدا کرنے کے ہیں تو یہ اسلامی عقائد کے خلاف ہے
کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ هل من خالق غیر اللہ۔ خلق کل شیء
خالق کل شیء و یخلقون شیئاً۔

ابری الاکہ۔ والا برص۔ مذاہب عالم پر نظر کرنے سے ہندوؤں کا
یہ مذہب معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر دیکھا کے کو کہتے ہیں اس نے پچھلے
جنم میں بدی کی ہے۔ جسکی یہ سزا ہوگئی ہے۔ قرآن شریف اس
عقیدہ کے مخالف ہے چنانچہ وہ مردوں کے لئے فرماتا ہے
ومن وراء ہم بوزخ۔ اور میں بھی۔ چنانچہ آپ کے پاس ایک جنم کا
اندھا آیا۔ جو ان کی دعا سے اچھا ہوا تھا۔ حواریوں نے سوال کیا۔ کہ
حضرت یہ جنم کے اعمال سے اندھا ہوا۔ یا ان باپ کے اعمال سے۔

آپ نے فرمایا۔ دو تو باتیں غلط ہیں۔ بلکہ یہ اس لئے اندھا ہوا خدا کا جلال
ظاہر ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح کے وقت تلخ کے خیالات
بعض لوگوں میں تھے۔ قرآن شریف فرماتا ہے۔ کہ مسیح نے بھی تلخ کی
تردید کی۔ اور کہا۔ کہ میں اکہ دابرص کو ممانعون سے بری

ٹھہراتا ہوں۔ یہ پچھلے جنم کی بدیوں کی وجہ سے اکہ یا ابرص نہیں ہوئے
قرآن شریف میں مرض کے مقابلہ میں شفا کا لفظ ہے۔

احی الموتی۔ احیاء موتی تین طرح کا ہے ایک اندک کا جیسا کہ سورۃ بقرہ میں
حضرت ابراہیم نے کہا۔ ربی الذی یحیی و یمیت اور ایک جگہ آیا۔ ہو یحیی و
یمیت وہی امارتا و جلالتا ہے۔ خدا کے فعل کا تو کوئی شریک نہیں ہو
سکتا۔

ایک احیاء موتی وہ ہے۔ جو کفار نے مسیحا کے مقابلہ میں کیا۔

فاذا احیاءکم و عصیم

ایک احیاء موتی انبیاء کا ہے۔ چنانچہ نبی کریم کی نسبت فرمایا۔ یا ایہا الذین
امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ مسیح رسول تھا پس
اس کا احیاء بھی رسولوں والا احیاء ہونا چاہیئے وہ کیلئے۔ بدون کا نیک
بن جانا۔ ایک شخص نے یہ معنی سن کر مجھے کہا تھا۔ یہ تو معمولی بات ہے۔ میں
نے اسے کہا کہ آپ نے اگر کوئی ایسا مردہ زندہ کیا تو بتاؤ۔ تو وہ دم بخود رہ گیا
واغلبکم بما تاتوا کلون۔ اس کے یہ معنی غلط ہیں کہ لوگوں کو ان کا
کہا یا پتا بتا دیتے تھے۔ یہ نبیوں کا کام نہیں ہوتا۔ طبیعوں کا ہو سکتا ہے
نبی تو کہانے پینے اور ذخیرہ رکھنے کے متعلق احکام بتاتے ہیں۔ پس عیسیٰ
کہتے ہیں۔ میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں اس بات پر کہ تمہیں کیا کیا چیز کہا نا حلال
ہے۔ اور مال میں سے کتنا حصہ زکوٰۃ دینی چاہیئے اور کیا پاس رکھنا چاہیئے
جائز ہے۔

میں ایک دفعہ ایک جگہ گیا تو وہاں ایک صاحب کی تعریف ہونے لگی کہ
وہ جو کچھ رات کو کہا یا جاوے بتا دیتے ہیں۔ حالانکہ اصل بات یہ تھی کہ
وہ طبیب تھے ان کی دکان کے پاس ہی سبزی کی ایک ہی دکان تھی
پس وہاں سے خریدنے پر وہ دیکھ لیتے۔ کہ آج ان کے گھر کیا پکا ہے
کاحل لکم۔ اس آیت کے لئے دیر تک میں فکر رہا۔ قرآن شریف
میں آیا ہے۔ لا تقولوا مما تصفونہم انکم لا تعلمون انہم یقولون حقاً
وہذا حرام۔ پس مسیح کیونکر کسی چیز کو حرام یا حلال کہہ سکتے تھے۔ تو
خدا کا کام ہے۔ بہت سوچ کے بعد دو امر حل ہوئے ایک تو یہ کہ ان ابراہیم
حرمت نکتہ کے معنی سب ہی کرتے ہیں۔ تین حرمتا۔ ابراہیم نے مکہ کی حرمت کو
بیان کیا پس اس کے یہ مطلب ہوا کہ عیسے حرام و حلال بیان کرتے ہیں دوسرے
معنی یہ ہوئے۔ کہ ہر نبی اپنی قوم کو اعلیٰ معراج پر پہنچانا چاہتا ہے یہودوں پر
ذلت و سکت لیس دی گئی تھی۔ ان کے لئے طبیبات جو مال غنیمت اور سلطنت کے
انعامات کے رنگ میں تھیں۔ بوجہ ان کی بد اعمالی کے حرام کر دئے گئے تھے۔
یعنی وہ ادن سے محروم ہو گئے تھے اب عیسے کہتے ہیں میری پیروی کرو۔ یہ سب

(بانی آئندہ انشا ر اللہ) انسانیات جن سے تم محروم ہو۔ تمہارے لئے طلال کر دین گے۔

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

سورہ آل عمران (پارہ سوم)

من تصادعوا الی اللہ - اگر کوئی میرے انصار میں سے ہے - تو اوپر چلے جہد میں جا رہا ہوں - معنی اللہ کی طرف۔
الحارثون - مفسرین نے لکھا ہے حواری کہتے ہیں وہ عربی کو چونکہ اونہوں نے دونوں کو صاف کر دیا تھا - اس لئے انہیں وہ عربی کہا گیا ہے اہل یاتسے کہ جو عربی کے خلوص سے اپنی جان پر کھیلے کو تیار ہوں ایسے لوگوں کو حواری کہتے ہیں
مسکروا - یہ آیت یاد رکھنے کے قابل ہے دیکھو اس کی ضمیر بظاہر حواریوں کی طرف پھرتی ہے - مگر یہ صحیح نہیں - بلکہ ان لوگوں کی طرف راجع ہے جو اس منہم الکفر کے مصداق ہیں - پس کبھی ضمیر کا مرجع حواری ہوتا ہے مگر بمعنی تدبیر ہے - عربی سے ناواقف - بہرہ گیر و غفلت قلوب کے مصداق اپنی زبان پر تیاں کر کے اس کو اپنے معنی میں لیتے - اور کرا - کرا - کرا کر ہاکی گردان پڑتے ہیں۔

مورخہ ۱۹ - اپریل ۱۹۰۹ء

(رکوع ۶)

اس رکوع میں اللہ نے مجھے ایسا انشراح صد بخشا ہے کہ میں اس کے ذریعہ سے تمام دنیا کے مذاہب کو محض قتل الہی سے یقیناً میت کتا ہوں - اس قدر انشراح مجھے حاصل ہے کہ میں کسی مجلس میں جہاں اسلام کے مخالف لوگ بیٹھے ہوں - ذرہ بھر بھی بزدل نہیں ہوتا - تمام دنیا کے لئے یہ قاتل جنت ہے جس کے سامنے بول نہیں سکتا۔

یہ آیت قیامت تک اسلام کا بول بالا ثابت کر سنے کے لئے کافی ہے - یہ اس لئے میں نے کہا - تاہم میں اس نعمت کی قدر ہو اپنی متوفیک میں تیری روح کو قبض کر لیا ہوں - تو فی کے معنی پر حضرت صاحب نے سیر کن بحث فرمائی ہے - میری تشریح

کی حاجت نہیں اپنے انعامی اشتہار شائع کئے کہ قبض روح کے سوا کوئی اور معنی اس کے بلا قرینہ و قیاس تیار دے ایک مولوی نے دہلی میں وفیت کو پیش کیا - مگر وہ کیسا ناممکن ہوا - جب اپنے فرمایا کہ کیا یہ ایسا باب ہے جس باب کے تو فی ہے۔

دافعت الی - لوگ تجھے جھوٹا - کذاب - سفل زندگی کا سمجھتے ہیں - مگر میری تیری روح کو قبض کر کے اعلیٰ علیین میں لائے (الابرار فی علیین) مقام دوں گا۔

وجاعل الذین اتبعولک فرق الذین کفروا الیوم القیمۃ
بس یہ وہ دلیل ہے جس پر ساری دنیا کے مذاہب کا امتحان ہے فرماتا ہے کہ میں نے دلائل میں وہ جو کہ تیری تابع ہیں بڑے کران پر جو تیرا انکار کرتے ہیں اور پر یہ قیامت تک ایسا ہی ہوتا رہیگا - یہ ایک زبردست پیشگوئی ہے۔

دنیا میں وہ قسم کے لوگ ہیں یا مسیح کو ماننے والے یا مسیح کے منکر - ان دونوں کے درمیان تو یہ فیصلہ کی راہ بتائی - کیس کے ماننے والے منکران پر غالب رہیں گے - چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی اور مسلمان مسیح کے ماننے والے یہود پر حکمران ہیں - اور پھر اور تو میں جو مسیح کی منکر ہیں وہ یہی محکوم ہیں اور صرف محکوم نہیں بلکہ ذلیل۔

خاعذہم عذاباً شدیداً - دنیا ہی میں ان کو عذاب اور عذاب بھی سخت - چنانچہ یہود کو جو جو عذاب اور دیکھ پوچھو وہ سختی نہیں اور یہی دنیا کا عذاب آخر کے عذاب کا ثبوت ہوگا۔

وما لہم من ناصرین - پھر یہاں تک ہی ختم نہیں - بلکہ غیر قوموں کی محکومیت میں ایسے آئیں گے کہ اور مظالم ان کے توڑ گئے پیدا ہو جائیں گے - مگر مسیح کے منکران کا کوئی دگڑ نہ ہوگا - یہ بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

من الایت - یہ بات نشان میں سے ایک ہماری نشان ہے یہاں تک تو منکران مسیح کا فیصلہ کیا - کیونکہ کفر واسے ماردیج کے کافر ہیں - اب سچے اور جھوٹے متبع کا فرق بتاتا ہے مسلمان کہتے ہیں - ہم مسیح کے سچے پیرو ہیں اور عیسائی کہتے ہیں - ہم فرمایا۔

ہو مثل عیسیٰ کثل آدم - عیسائی کی مثال آدم کی مانند ہے

اوس کو ہم نے تراکے پیدا کیا۔ پھر وہ مر گیا اور مرنے کے بعد کن نیکوں سے قیامت کے دن زندہ ہو گا۔ اسی طرح عیسے بھی مر چکا اور قیامت کو زندہ ہو گا۔ جس گروہ کے عقائد یہ ہیں وہی حق پر ہیں۔ اگر تم اوس کی الوہیت کے قائل ہو۔ تو کوئی دلیل دو۔ آدم کا شیل ہونے سے اس کی بشریت ظاہر ہے۔ دنیا نے اوس کو دیکھا کہ وہ انسانوں کی طرح کھاتا پیتا لگتا تھا رہا۔ پھر وفات بھی پا گیا۔ الحق من ربک۔ بس اے مخاطب تیرے رب کی طرف سے یہ بات حق ہے۔ تو شک نہ ہو اس پر یہی جو نہ مانے۔ اس کے لئے آخری فیصلہ بتایا ہے۔

تعالوا فداء بناء ناد اپنا رکم۔ یعنی مہالہ کر لین۔ کاذبون پر لعنتہ ڈالین۔ پھر دیکھیں کس پر خدا کا عذاب آتا ہے اور کون قوم اس کی رحمت سے دور ہوتی ہے۔

مورخہ ۲۰۔ اپریل ۱۹۰۹ء

دکورہ نمبر ۱

تعالوا الی کلمۃ سورۃ بنیاد بینکم۔ مذہبوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن جن پیچھے چلے جائیں۔ تو شرک۔ بت پرستی کا مرض کم ہوتا جاتا ہے۔ ایک رئیس تھا اوسکی عادت تھی۔ کہ وہ مباحثات کیا کرتا تھا۔ عجب ایک دفعہ اوس نے کہا کہ کوئی معیار مذہبوں کی پہچان کا ضرور چاہیے۔ وہ معیار جب تک قائم نہ ہو۔ جھگڑے ختم نہیں ہو سکتے۔ چونکہ یہ میرا یقین ہے کہ حق بات ضرور فطرت بے ساختہ بول اٹھتی ہے۔ اس لئے میں نے کہا حضور ہمارے قائمین۔ ہماری عقلیں اور عورتیں ایسی نہیں کہ ہمارے قائم کردہ معیار کی عزت آپ کے دل میں بیٹھ سکے اس لئے آپ خود ہی تجویز فرمادیں آپ جو معیار قائم کریں گے۔ لا محالہ وہ قابل قدر ہو گا۔ یہ مجھے یقین تھا۔ کہ اگر اس نے غلط معیار قائم کر کے کوئی سمجھن ڈالی۔ تو فطرت کی آواز سے اسے سلجھا لیا جا دیگا۔ اوس نے کہا مذہب کا پراچین ہونا یا نئے ہونے جس قدر قدیم کی طرف چلے جادین جو سب سے قدیم ثابت ہو۔ وہی مذہب حق ہے نیز کہا بڑا مسئلہ تو خدا ہی کے ماننے کا ہے اس سے باقی مسئلے نکلنے میں اب میں پوچھتا ہوں کہ بت پرستی کو کہاں تک قدامت رکھتی ہے اوس نے کہا کچھ بھی ہو۔ اسلام سے تو پہلے کی ہے۔ اسلام کو ابھی بارہ سو سال ہوئے ہیں۔ میں نے کہا اسلام تو فہم اہم اقتدہ کہہ کر اپنے تئیں قدامت سے وابستہ کرتا ہے آپ فرمائیں۔ کہ بت پرستی کب سے۔

راچندر جی کے زمانہ سے مان بیٹے میں پس راچندر دیوتا کی پرستش کرتے تھے۔ اوس نے وشنو کی۔ میں نے کہا اور وشنو؟ کہا برہما کی۔ میں نے کہا اور برہما۔ کہا ایشور کی۔ اس پر میں نے کہا بس وہ مسلمان

تھے۔ یہی مسلمانوں کا مذہب ہے۔ اسلام کا اہم مسئلہ یہی لا الہ الا اللہ ہی تو ہے۔ یہاں ان آیات میں عیسائیوں سے بحث ہے۔ عیسائیوں کی پرانی کتاب تو تورات ہے اور اس میں تثلیث وغیرہ کا ذکر نہیں۔

میں نے ایک دفعہ ایک عیسائی سے کہا تمہارے اعمال میں یہ پیشگوئی ہمارے نبی کے حق میں ملتی ہے۔ اوس نے کہا کہ بے انصافی کرتے ہو۔ پرپ وامریکہ کے لوگ یہ معنی نہیں کرتے آپ کیون ان کے خلاف بحث کرتے ہیں۔ میں نے کہا یہ قاعدہ تو آپ نے خود ہی توڑا۔ جو معنی تورات کی پیشگوئیوں کے یہود کرتے ہیں۔ وہ آپ کیون نہیں کرتے حالانکہ تورات کے وارث وہی ہیں جس قدر مسیح کی الوہیت کے دلائل آپ کے پاس ہیں ذرا انہیں پہچان کی تصریح کے مطابق صحیح تو کر دیں۔ اس پر وہ جوش میں آ کر بولا وہ بے ایمان ہیں۔ میں نے کہا ہم آپ کو بے ایمان سمجھتے ہیں۔

یہاں فرمایا۔ کہ یسوع کو خالق ارض و سماء وغیرہ کہا تو اس نے ان کی باتیں ہیں۔ آؤ۔ اس اصل کی طرف چلیں۔ جو سب سے پہلے ہے۔ یعنی توحید اس پر ایمان رکھیں۔ یہ بات یاد رکھیں۔ کہ عیسائی مذہب کی کتاب میں عیسے نہیں آیا۔ اسی لئے ان کے سمجھدار لوگ عیسائی نہیں بلکہ مسیحی کہلاتے ہیں۔ کوئی شخص یسوعا نام ہوا ہے۔ جس کا مسلمانوں کی کتابوں میں ذکر تک نہیں۔ اس کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں۔ باقی رہا مسیح سواس کا آدم ہونا تو مشاہدات کے ثابت ہے۔ اس کے خدا ہونے کی کوئی حجت نیرہ چاہیے۔ جو کوئی نہیں۔ پس تعالوا الی کلمۃ سوا بنیاد بینکم۔

ولا یتخذ بعضنا بعضاً ادباً من دون اللہ۔ تین قسم کے معبود ہیں ایک تو پرپ کو بھی خدا سمجھتے۔ اس کے اختیارات میں معاصی کی مغفرت کا اعتقاد تھا۔ پوپ ایک زمانہ میں بادشاہ ہی تھا۔ ایک گروہ مریم کو خداوند کی مان کہتا اور اس کی تصویر کے آگے سجدہ کرتا ہے۔ ایک روح القدس۔ باپ۔ تینوں کو خدا سمجھتا ہے۔

فرمایا۔ بہتوں کا نوکر اچھا نہیں ہوتا۔ ادا بابت متضر خون خیر ام اللہ الواحد القہار۔ پنجابیوں نے اس نکتہ کو خوب سمجھا ہے ان میں ایک مثل ہے۔ دو گھروں کا مہمان ہو کارہتا ہے۔ ادا بابت من دون اللہ کے ماننے والوں کو ہم کہتے ہیں کہ ایک خدا میں آپ نے کیا کمی دیکھی ہے۔ جو دوسرے کو بھی اس کے ساتھ دلا یا ہے۔ جہنم کی ہے۔ وہ الوہیت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

یا اهل الکتاب لم تحاجون۔ کبھی تو جوش میں آ کر کہتے ہیں کہ تورات

کی پہلی کتاب تائید نفلتی ہے۔ وہ ان اور ایم کیا ہے۔ پھر دانیال اور ابراہیم کو بھی تائید! نئے دلائل بتاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ استنباط تم کرتے ہو۔ تورات سے یہ و دوزن ابراہیم کے بعد نازل ہوئیں کسی مذہب نے اپنا کوئی نام نہیں رکھا۔ یہود کی طرف منسوب ہو کر یہودی کہلاتے۔ اور مسیح کی طرف منسوب ہو کر مسیحی۔ اصل میں ایک ہی نام کل مذہب کا ہو سکتا ہے۔ وہ کیا؟ وہی جو مذاہب کا مقصد ہے یعنی راستبازی اور فرمانبرداری۔ یعنی اسلام۔ جسکی تعلیم میں کسی قسم کا شرک نہیں۔ بلکہ عین فطرت کے مطابق ہے۔ پھر جس وقت تاریخ ہوتا ہے۔ تو کم از کم اتنی سمجھ تو اسے آجاتی ہے کہ میں اپنا خالق آپ نہیں بلکہ کوئی اور مقدر رہتی ہے۔ پس یہی وہ فطرت کی گواہی ہے۔ جس سے شرک کا اتصال ہو جاتا ہے۔

واللہ ولی المؤمنین۔ ولی معمولی لفظ نہیں۔ قرآن شریف نے اس کی تفسیر بتائی ہے اور اس کی ایک پہچان بتائی ہے۔

جب اللہ کسی کا ولی بنتا ہے۔ تو اس کی ولایت کا نشان یہ ہے۔ کہ پھر جہم من الظلمات الی النور۔ یعنی انسان جو قسم قسم کی ظلمتوں میں پڑا ہو ان ظلمتوں سے روز بروز نکلتا جاتا ہے۔ بڑی ظلمت تو یہ ہے کہ ان باپ اپنے بھائی۔ پھر دوسرے مرقی استاد وغیرہ۔ پھر دوست۔ اشار پھر رسم و عادت پھر محبت و بغض۔ پھر شہرت و عرص۔ پھر بخل و عجز و کسل۔ کسی کے اوپر بے جا ظلم (الظلم ظلمات) پس ان ظلمتوں سے نکل کر جو نور کی طرف جا رہا ہو تو سمجھے کہ اللہ میرا ولی ہو گیا ہے۔

وما یضلون الا افسہم۔ یہ نہیں گمراہ کر سکتے۔ مگر اپنے ہی دھوکے لوگوں کو۔

مورخہ ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۹ء

(دکوع ۸)

تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں دو قسم کی طبیعتیں ہوتی ہیں ایک وہ جنہیں اگر عمرگی سے دھوکا جاوے تو ان بے ہوشی اور اگر تشدد کیا جائے تو انکار کرتے ہیں اور ایک وہ جو دلائل کو مانتے ہی نہیں۔ ان دو چار جوت لگ جائیں تو کہتے ہیں جی ٹھیک ہے۔

ایک زمانہ میں مجھے خیال پیدا ہوا۔ تو میں نے چند لوگوں سے سوال کیا۔ اگر کوئی لڑکا بچپنی کرے تو اس کے رد کتنی کیا ندیر ہے۔ اس پر... بعضوں نے لکھا کہ اسے نصیحت کی جاوے مگر تنہائی میں اور بعضوں نے یہ کہا کہ نصیحت کی جاوے مگر عام لوگوں میں تا اسے ندامت ہو۔ بعضوں نے کہا کہ اگر خوب بید لگائے جاوے تو پھر کبھی ایسی جرأت نہ کرے۔ درحقیقت سب نے سچ کہا۔ کیونکہ کئی قسم کے لوگ ہیں۔ بعض وہ جو نصیحت مان

لیتے ہیں۔ ... مگر دلائل کے ساتھ بعض ایسے بھی ہیں جنہیں دلائل دین تو اور بھی پھر جاتے ہیں۔ اور تو قدح شروع کر دیتے ہیں۔ بعض صرف کہنے سے مان جاتے ہیں بعض دلائل کہنے کو مانتے ہیں۔ بعض صرف خوشی یا قہر چھوڑ دینے سے مان جاتے ہیں۔ بعض مار کہائے بغیر نہیں سمجھتے ہیں پھر بعض ایسی طبائع کے انسان ہوتے ہیں جو دن رات منصوبے سوچتے رہتے ہیں ایسے بد بخت ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔ مگر وہ اسی فکر میں غلطان پہچان رہتے ہیں کہ فلان بڑے کارخانے کو نقصان پہونچائیں۔ پس ایسے بد بختوں کا ذکر اس آیت میں ہے۔ انہوں نے ایک تجویز کی۔

وقالت طائفت من اهل الکتاب امنوا بالذی انزل علی الذین امنوا و جہ النحل و الکف و اعداء لعالم جہنم گروہ نے اہل کتاب میں سے کہا۔ بڑے بڑے علماء یہود و جہنم یہ سب لکھ صبح مسلمان ہو جاؤ۔ اور عصر کی نماز کے بعد اس دین کو ترک کر دو۔ اور یہ ظاہر کرو۔ کہ ہم نے اندر جا کر اس میں بہت سی بدایاں دیکھیں پس اس تجویز سے یہ چند اہل کتاب جو مسلمان ہو گئے ہیں۔ واپس اپنے دین میں لوٹ آئیگو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ منصوبہ بازیوں کا کچھ فائدہ نہیں۔

ان الہدیٰ۔ ہدی اللہ۔ کامل ہدایت تو وہی ہے۔ جو اللہ کی ہدایت ہے اور وہ یہ کہ تمہاری مثل ایک اور قوم کو بھی اپنی انعامات سے متنازعا کیا گیا ہے۔ سلطنت۔ نبوت۔

او یحاجکم عند دیکم۔ بلکہ وہ تمہارے رب کے تحت میں تم پر غالب ہیں او۔ کے معنی بلکہ کے ہیں۔

ان الفضل بید اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم کی نسبت بھی فرمایا۔ ما اللہ یعصمک من الناس۔ اور داؤد کے عباد نگاہ میں بب دشمن چڑھ آئے تو وہ ان ہی فرمایا۔ انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔ ہم نے تمہیں بادشاہ بنایا ہے۔ یہاں یہ مسد سمجھایا ہے کہ انہی انتخاب کے خلاف ریشہ و دنیاں کرنا ہلاکت کا موجب ہیں۔

ومن اهل الکتاب من ان تامنہ (الی) یعلمون۔ ایسے آدمی ہر مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ ایک شخص نے جنگل میں ایک عورت کو زیورے لدی ہوئی پایا۔ جو راستہ پہل گئی تھی۔ اس نے اسے مقام پر پہونچایا حالانکہ وہی دسترس رکھتا تھا کہ زیورہ اتار لے۔ پھر ایسے بھی ہیں۔ جو ایک دینار کو دیکھ کر دل ثابت نہیں رکھ سکتے۔ ایک صوفی نے شیطان کو عالم کشف میں دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں کئی لگان ہیں۔ پوچھا یہ کیا کہنے لگا۔ یہ لوگوں کو قابو کرنے کے لئے۔ پھر اس نے کہا تم لوگ تو صرف کان پکڑنا ہو کر لئے جاتے ہو۔ نیکی کے

رنگ بن گراہ کرنا ایسے آدمیوں کے لئے شیطان کو بہت آسان ہے جاہل
کھڑی ہو گئی ہے مگر کئی ہیں کہ ابھی وظیفہ پڑھ رہے ہیں
پھر لوگ امانت میں خیانت کرتے ہیں۔ اور اسے شرعی عذر کے نیچے لاکر صحیح
قرار دیتے ہیں۔ مومن کو چاہیے کہ وہ ہر حرکت و سکون کے وقت دیکھ لے کہ اس
تعلیم لامر اور نہی شریعت کے مطلق اللہ میں تو کوئی فرق نہیں ہوتا۔

عن سبیل - الزام -

من ادنیٰ بعدہ - وعدہ پورا کر کسی عیسائی سے کرو یا چھوڑے چار

لا ینکلمہم اللہ - محبت کا کلام نہیں کریگا۔

ولا ینظر الیہم - نظر شفقت نہیں کریگا۔

یلون الہم - یہ کئی دھڑکنا کا وعدہ ہے کہ پہلے کوئی آتہ پڑھ لیتے ہیں

اور پھر اپنے مطالب کی بات شروع کر دیتے ہیں۔ سنو وہاں جتنا ہے کہ ترجمہ کر رہا ہے

کوئی فرد بشر ایسا نہیں جسے اللہ کتاب دے۔ پھر وہ انکم کی باتیں پھر والنبوۃ۔

قبل از وقت بعض باتوں سے آگاہ کرے اور وہ کہے میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو

یہ کہیگا کہ ربانی بندہ۔ اس کے چار معنی ہیں۔ مکتا (بات کی تکرار سچے دے) مکتا

فقہاء تقلید کرے تو ایسی کہ دوسرے عقلی بن ڈھڑپیں) چوتھے من یرقی

لیسغار الست۔

مورخہ ۲۵ - اپریل ۱۹۷۹ء

(رکوع نمبر ۹)

ایک شخص نے مجھ پر اعتراض کیا کہ تمہارا قرآن شریف ایڑنی کی نسبت پیشگوئیوں تو

اگلی کتب سے بیان کرتا ہے۔ مگر درس اور باب کا حال نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ

بہت عمدہ جواب سمجھایا۔ نیز دفعہ دیگر ایک انیل انتہ میں لی اور کہنا کہ اس میں مسیح

کی نسبت بعض پیشگوئیوں کا عہد نامہ عقیق سے دیکھی ہیں مگر باب اور درس کا ذکر نہیں

اُسے خدا جل نے اپنی بات یاد نہ رہی۔ کہنے لگا باب اور درس تو چودھویں صدی کے

بعد بنے ہیں اس پر میں نے اُسے کہا کہ ذرا ہوش بن آؤ۔ قرآن شریف نے

جی اس وقت ان پیشگوئیوں کے حوالے دیے ہیں جب کہ یہ باب و درس نہیں

تھے وہ بہت ہی شرمندہ ہوا۔

ایک عیسائی عورت سے میں نے پوچھا۔ کہ وہ ناصر کی کہلائیگا قریت میں کہا

موجود ہے وہ کہنے لگی قریت میں تو کہیں ہے نہیں۔

میں نے کہا تم پھر اس مذہب کی پابند کس طرح ہو۔ کہنے لگی میرا خداوندی

سے۔ عیثانی البتین کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہاں کل نبی مراد ہیں چنانچہ

اعمال باب ۱۲ آیت ۱۱ میں ہے کہ نبیوں نے اس بات کی دعا کی ہے۔ تا آنگ

بخش آیام آئین اور مزدور سے کہ آسمان اسے روکے ہے جب تک کہ وہ تمام

نبیوں نے کہا پورا ہو۔ اور موسیٰ کی مثال نبی آئے۔ اس کے دوڑے

فائدے ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ موسیٰ کی مثال مسیح تھے اور اس سے ہم کہتے

ہیں کہ بقول تمہارے مسیح تو خدا تھا پس خدا کو موسیٰ سے کیا تشبیہ ہو سکتی ہے

دوسرے مسیح کو وہ کامیابی کی جگہ جو موسیٰ کو ہوئی۔ پھر لکھا ہے یہ پیشگوئی پوری ہو

کے بعد آئیگا۔ یوحنا کی انجیل باب ۱ میں لکھا ہے کیا تو وہ نبی ہے۔ وہ نبی سے

مراد بعض عیسائی وصال لیتے ہیں۔ مگر ان کے بغیر میں وہ دن نے اشتہار

کے باب کا حال دیا ہے۔ جہاں سے اس کے مقابل نبی ہونے کا ذکر ہے

اور اشتہار باب ۳۳ میں لکھا ہے کہ اس ہزار قدوسیوں کے ساتھ۔ چنانچہ درج

صحابی رسول علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ جب آپ مکہ میں منظر و منظور ہوئے

غرض اشتہار باب ۱۱۰ باب ۱۲۳۔ یہاں باب اول اعمال باب سوم کے علاوہ

یسیاہ نبی کی کتاب میں سلا کا نام مذکور ہے اور یہ پہاڑی مدینہ میں ہر

کہ وہاں نبی من و راعہ سلا من صحاب۔

۵۲ - ۵۳ - یسیاہ میں پیشگوئی کی قربانیوں کا ذکر ہے۔

حالانکہ مسیح کے بعد کوئی قبائلی نہیں اس کے بعد ایک اور پہچان تاجی

کہ اس نبی کے خلف پھر ہوں گے۔ چنانچہ ان لوگوں کی کتب

میں مذکور ہے۔ معاہدہ کیا جاتا ہے تو نے کے واسطے ہوتا ہے۔

معاہدہ موجودہ وقت کی تصویر ہوتی ہے۔ واذا اخذنا ميثاق

بنی اسرائیل کہ سورہ بقرہ میں پڑھو۔ یہاں ان کی عہد شکنیوں کا

مفصل ذکر ہے۔ پھر فرقہ و فخر کی جڑ ہے

عورتوں کی آزادی اور شراب اور کھانوں باتیں اسی قوم میں موجود

ہیں۔

ان علیہم لعنة اللہ - پتے دین کا نشان بنایا کہ اس میں زمانہ داری کی

ان علیہم لعنة اللہ - والاسلا لکنت والاساس اجمعین - اللہ کی رحمت

سے دور۔ یعنی خدا کا اور اس سے کوئی قتل نہیں رہتا۔ ملائکہ سے بھی

یعنی کوئی نیکی کی تحریک نہیں ہوتی۔ لوگوں سے دور۔ یعنی وہ انہیں

نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

لن نقبل توہمتہم - اس آیت پر بہت بحثیں ہوئیں ہیں۔ مگر میرے

تذریک اس کے یہی ہے کہ وہ جو پہلے توبہ کی جوتی تھی۔ جب آ

توڑ دیا۔ تو قبولیت کیسی۔

دو خدای بہ۔ یہ تیر تو قبول نہیں تھا۔ مگر فدیہ بھی نہ

یہاں میرے کونٹ ختم ہوئے

حضرت مولوی نوری الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

سورۃ اسرا

پارہ چہارم

(یکم سہ ۱۹۰۹ء کو شروع اول)

لن تنالوا البر حتی تنفقوا متا عتبتون۔ قرآن کریم سورہ بقرہ
میں جان پہلار کو شروع شروع ہوتا ہے۔ وہاں متقی کی نسبت فرمایا ہے
ومتا رزقتم ینفقون۔ یعنی کچھ اٹھانے دیا ہے اس سے خرچ
کرتے ہیں یہ تو پہلے رکوع کا ذکر ہے۔ پھر اسی سورہ میں کئی جگہ اتفاق فی سبیل
کی بڑی بڑی تاکیدیں آئی ہیں۔ ۵ رکوع میں اس قدر بیان ہے کہ اس
سے بڑھ کر اور کچھ دیکھا دیکھا کر سکتا ہے۔

انسان دکھوں کے وقت تو اتفاق پر مجبور ہوتا ہے۔ مگر حقیقی دنیا
تو وہ دنیا ہے جو خوشدلی سے دیا جائے۔ یہود کی نسبت فرمایا ہے
فلن یقبل من احدہم مالا الا ذل ذہابا ولو اخذتم علیہم ادلتنا لہم عذاب
عظیم۔ بے ایمان آدمی جب عذابوں اور دکھوں کو دیکھیں گے تو
اس کا دل یہ چاہے گا کہ زمین کی گول کو بھر کر سونا دیدے مگر قبول نہ ہوگا
پس تم حقیقی نیکی کو نہیں پاسکو گے جب تک کہ تم مال سے خرچ نہ کرو
مما عتبتون کے معنی میرے نزدیک مال ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
ورثۃ لک الحمد لشدید۔ انسان کو مال بہت پیارا ہو
پس حقیقی نیکی پانے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی پسندیدہ چیز مال میں ہی
خرچ کرتے ہو۔

واتنقوا من شیء۔ جو کچھ ہی خرچ کرو گے اللہ کو اس کا علم ہو
یعنی اسے مال کے لینے اور پڑنے کا خوب علم ہے۔ پارہ سیکول
رکوع ۱۶ میں آیا ہے۔ من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً۔
فیضعفہ لک اضعا فاکثیرہ۔ واللہ یقبض ویبسط و
الیہ ترجعون۔ کہن ہے جو اپنے مالوں کو عمرگی سے الگ
کرے اور اللہ سے بڑے مالوں کو بٹاتا ہے۔ اللہ مال لیتا ہے اور اسکو
بڑھاتا ہے۔

کل الطعام کان حلالاً لبنی اسرائیل۔ دنیا میں جس قدر ایمانیان

دیکھو کہ باریاں ہوتی ہیں اور لوگ شراب۔ زنا۔ چوری۔ جھوٹے بھی مریج نہیں کرتے
یہ صرف مال کے لئے ہے اور پھر اس بارے میں کوئی نصیحت کرے۔ تو
اٹا اسی پر اعتراض جلاتے ہیں۔ جب مسلمانوں کو یہ وعظ کیا گیا کہ اتفاق کرو
اور یہود کو بھی ترغیب ہوتی۔ تو وہ بجائے اس کے کہ اس نصیحت کو مانتے
کہنے لگے۔ کہ تم تو حرام خور ہو اس کے جواب میں فرمایا گیا۔ کہ سب چیزیں
جو ہم مسلمانوں کے کھانے میں آتی ہیں نبی اسرائیل کے لئے حلال تھیں
ہاں وہ جو اسرائیل نے اپنے مرض ریگن کی وجہ سے ترک کر دیا تھا
(یہ ماحرم کے معنی میں)

من قبل ان تنزل التوراتہ۔ اور کل الطعام کان
حلالاً لبنی اسرائیل۔ تورات کے نزول سے پہلے کی بات ہے۔ یہ
بات خوب یاد رکھو۔ کہ کل الطعام کے یہ معنی نہیں۔ کہ جو کچھ تورات
میں حلال و حرام ہے وہی قرآن مجید میں موجود ہے۔ بلکہ اس کے
معنی یہ ہیں۔ کہ تمام چیزیں جو ہم کھاتے ہیں یہ وہ ہیں جو نبی اسرائیل کے
لئے بھی تورات کے نزول سے پہلے کی حلال تھیں۔ پس اگر ان چیزوں کا کہنا
حرام خوری ہے۔ تو یہ اعتراض ابراہیم۔ اسحق و یعقوب علیہم السلام بھی ہو سکتا ہے۔
رسول کریم فرماتے ہیں کہ میں تمہاری کتابوں کا متبع نہیں ہوں۔ میں ابراہیم کے
دین پر قائم ہوں۔

فاتبعوا ملتہ ابراہیم حنیفاً۔ تم ہی اسی دین کو قائم رکھو۔ افراط
و تفريط سے بچنے والے ہو کر۔ حنیف کے یہی معنی ہیں۔ ایک طرف جھکا ہوا
غلط معنی ہیں۔ اسلف۔ ٹیڑھے پاؤں والوں کو بطور دعا کہتے ہیں۔ حنیف
وہ آدمی ہے۔ جس میں کوئی کمی اور ناقص زیادتی نہ ہو۔ جو شرک ہوتا ہے وہ
محبت میں افراط سے کام لیتا ہے۔ کچھ سجدہ کرتا ہے کبھی رکوع کبھی اپنی
محبوب کے لئے قربانیاں کچھ خوشامین مانگتا ہے۔ کبھی اس سے حاجتیں طلب
کتاب ہے۔ یہ محبت میں غلو ہے۔ جو افراط کی بنا ہے۔ اس میں خدا کے حق
میں تفریط ہے۔

وما کان المشرکین۔ مگر ابراہیم میں یہ عیب نہ تھا۔
پھر عظیم الشان ثبوت اس بات کا کہ ابراہیم کو کیوں مانیں کیا تورات کو چھوڑ
دین یہ ہے کہ سب سے پہلے خدا کی خالص توحید کے لئے جو گھر بنایا گیا ہے
وہ وادی مکہ میں ہے۔ مکہ کہتے ہیں اس مقام کو جہاں لوگوں کا بڑا
اتحاد ہوتا ہے۔

مبارک کا۔ برکت دیا گیا ہے۔۔۔۔۔ دیکھو یہیں وہ مبارک وجود

بن جائے۔ پس تطیعوا کے معنی ہیں کہ اون کے طرز عمل پر چلو گے جیسے وہ عیب چینی کرتے پھرتے ہیں ایسے ہی تم کرتے رہو گے۔ تو اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔

مورخہ ۲۔ مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۲)

یا۔ اے۔ ایتھا۔ سن لو تمہیں کو سناتے ہیں۔
الذین آمنوا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے۔

اتقوا اللہ حق تقاً۔ بیٹا اپنے باپ کا کہا، اتا ہے شاگرد اپنے استاد کا۔ محکوم اپنے حاکم کا۔ دوست اپنے دوست کا اور یہ سب تسلیم کسی فائدہ کے حصول پر ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارا حکم بھی ان لوگوں کے فلاح داریں پاؤ۔ وہ حکم کیا ہے۔ تقویٰ اختیار کرو۔ اپنا سارا زور لگا کر۔

کلام حق کا۔ انتم مسلمان۔ اب موت کا وقت تو معلوم نہیں بعض وقت انسان سوتا سوتا ہی مر جاتا ہے اور مسلمان بننے کا موقع نہیں ملتا اس لئے آج سے ہی تیاری کر لو۔ اور ہر وقت ہی سمجھو کہ موت قریب ہے، تمہارا انتقال بحالت اسلام ہو۔ انسان جب کوئی نیکی شروع کرتا ہے۔ تو ہر نیکی کا قول یا فعل یا عمل دوسرے نیکی قول یا فعل یا عمل کو پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔ گویا ایک نیکی دوسری نیکی کے لئے بمنزلہ زنجیر کی کڑی کے ہے۔ پس تقویٰ اختیار کرو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم مسلمان ہی مرو گے۔ تقویٰ کی بہت سی راہیں ہیں۔ ایک اون میں سے یہ ہے۔

۱۰۰ عتصموا۔ اپنے آپ کو دکھوں سے بچا لو کس ذریعہ سے؟

بجمل اللہ۔ ایک اللہ کا رہن ہے۔ اس پر دو قون زور لگا رہی ہیں۔ تم سارے فکر زور لگاؤ تا ذات اور شکست کے دکھوں سے بچ جاؤ۔ ہمارے زمانہ طالب علمی میں یہ رستے کاکیل نہیں ہوتا تاہم اب تو سکولوں میں یہ کھیل رائج ہے۔ اس لئے اس آیت کی خوب سمجھ آ سکتی ہے۔

شفاء۔ کفارہ

من النار۔ غضب۔ غیظ۔ کہنے۔ ایک دوسرے کی ملن۔

فانقذکم منها۔ ان تمام جہنموں سے قرآن نے نکالا۔

دیکھو۔ میں تمہیں وردوں سے کہتا ہوں کہ وحدت بڑی چیز ہے اور ہر قسم کی کامیابیوں کی جڑ ہے۔ صحابہ کرام نے اس کا مزہ چکھا ہے اور ان کی قوم ایک کس پیرس حالت میں تھی۔ صرت وحدت کے ذریعے ساری دنیا میں عظیم الشان اور مظہر و منصور ہو گئی۔

جب تک ہر ایک آدمی اپنے اغراض کو چھوڑ کر دوسرے کی ہمدردی میں خفا نہ ہو جاوے۔ یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ عائدہ کہہ کر دعوت دی اور کہا۔ کوئی تم میں سے ہے جو ہمارا بوجھ

تھا۔ جو اہل ارض کے لئے امان تھا۔ اسی گھر میں ابو بکر و عمر و عثمان و علی پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں طلحہ و زبیر۔ چنانچہ خدا نے فرمایا۔ و جبال لا تہم تجارتہ ولا یمعن ذکر اللہ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع۔ اللہ نے اس کے گھر کے لوگوں کو بڑا بنا نا چاہا ہے۔

مقام ابراہیم۔ پھر اس مکہ کی اول قویہ خصوصیت تھی کہ اس میں ابراہیم کا عبادت گاہ ہے۔ یہودی۔ عیسائی اپنے متبوع کی کوئی جگہ پیش نہیں کر سکتے جو ان کے قبضہ میں ہو۔

دوسری آیت من دخل کان امناً اور دوسری جگہ فرمایا۔ و یخطف الناس من حلقم۔ کہ سارے جان میں افراتفری پڑی ہے۔ ہر مکہ میں نہیں۔

تیسری آیت و للہ علی الناس حج البیت۔ یہ نہیں سمجھتا وہ یہ پیشگوئی سنے کہ حج بیت اللہ کا لوگوں میں رہے گا۔

ومن کفر۔ اور جو باوجود ان دلائل کے کفر کرے۔

تبغضنا عوجاً کے معنوں میں میں نے بہت غور کیا ہے بہت لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ عیب جوئی کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ بیوقوف ایسی حادثات والوں کو دیکھا ہے کہ وہ مرتے نہیں جب تک اسی گناہ میں گرفتار نہ ہولین۔ جس کے لئے وہ دوسرے کی تحقیر کرتے ہیں اور لوگوں میں شر و فساد ڈالتے ہیں۔ اسلام ایک سیدہ اور سادہ مذہب ہے۔ مگر تبغضنا یہ لوگ چاہتے ہیں اس کے لئے عوجاً۔ کہ کوئی عیب نکل آوے اور ایک معنی یہ ہیں کہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ اسلام میں رہیں یعنی اللہ کی راہ پر قائم رہیں اور پھر اسی طرح ٹیڑھے کے ٹیڑھے بھی رہیں حقیقی تبدیلی کو پیدا نہیں کرتے۔ کیا افسوس کا مقام ہے۔

ایک طرف اللہ کو راضی کرنے کا ارادہ ہے۔ دوسری طرف عیب ڈھونڈنے کی کوشش کرتے رہنا بہت ہی خطرناک راہ ہے جو منزل کی تعریف میں فرمایا ہے۔ ینذرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنبہم۔ اب جو بجائے ذکر اللہ کے مخلوق کے عیب بیان کرتا پھر وہ مومن کیسا ہوتا اور پھر اپنی غلطی پر اڑ جانا اور یہ سمجھنا کہ ہم نے خدا سے کوئی وعدہ لیا ہے اور بھی بڑا ہے۔ اپنی آنکھ کے ہتیر کو نہ دیکھنا اور دوسروں کی آنکھ کے تنکے کو گھنونی نظر سے دیکھنا اچھا نتیجہ نہیں رکھتا۔

ان تطیعوا۔ یعنی جیسے یہود وغیرہ چاہتے تھے کہ اسلام صاحب اسلام۔ اصحاب اسلام کے اندر عیب تلاش کریں اور خود کتنے عیب دار ہوں۔ مگر دوسروں کی معمولی خطا کو بھی گرفت کرنے سے نہ رہیں۔ اسی طرز عمل پر اگر تم چلو گے۔ تو کافر ہو جاؤ گے۔

یون تو کوئی ایسا مسلمان نہیں ہوتا جو یہودیوں کا فرمانبردار

اٹھا سکے۔ علیؑ ایک فوجیان لڑکے تھے۔ انھیں بھی اس وقت خراب تھیں
بڑی جرات سے کہا کہ میں حاضر ہوں یا رسول اللہ۔

اوس وقت لوگوں نے ہنسی اڑائی۔ مگر خدا کے نزدیک قول
ایسا قابل قدر تھا۔ کہ تیرہ سو برس گزر گئے اور مولیٰ مرتضیٰ کی اولاد کا بچہ پچھو سید
(سردار) کہلاتا ہے۔ وہ سچا خادم بنا۔ تو خدا نے اسے مخدوم بنا دیا۔

ایمان۔ یہ خدا کی خدائی کے نشانات ہیں
امت۔ گروہ۔

اولئک ہم المفلحون۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر کو میں نے تو انہیں
لیا اس سے انسان مظفر و منصور ہو جاتا ہے۔ ایک مظفر و منصور ہونا تو تم
نے دیکھ لیا کہ میں بھی تمہیں سے ایک تھا۔ اور تمہارا پیر بن گیا۔

ولا تلکوا کالذین تصرفوا۔ دیکھو تو فرقہ بہت بڑی چیز ہے اور اس کا
انجام دکھ اور درد اور ذلت کی زندگی کے سوا کچھ نہیں۔ عیب جیٹی اور چھوٹی
چھوٹی باتوں پر جھگڑا کرنا چھوڑ دو۔ اس قسم کی نازک خیالی ٹھیک نہیں۔ کہ
فلان کی حبیب میں دیکھو میں۔ شاید اس نے کہیں سے چرائے میں اب
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چور حالت ایمان چوری نہیں کرتا اور چور
چور ہے اس کا گویا خدا کے رزاق ہونے پر ایمان نہیں اور چوری کو خدا
کے وعدہ پر مقدم کرتے ہو اس لئے کافر ہو۔ دیکھو ایک شخص کہاں سے
کہاں جا پہنچا۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ تم اپنے باپوں کو گالیاں نہ دو۔ صحابہ
نے عرض کیا۔ حضرت کوئی اپنے باپ کو بھی گالی دیتا ہے اب تو بیٹے اپنے
کو مارتے بھی ہیں تو آپؐ نے فرمایا۔ جب تم نے کسی کے باپ کو گالی دی۔ تو گویا
اپنے باپ کو دی۔ کیونکہ وہ تمہارے باپ کو گالی دیگا۔

بدی کا بدلہ۔ بدی سے دنیا گویا ایک اور بدی کرتا ہے۔ صبر بڑے
بڑے پھل رکھتا ہے۔ ہم یہاں سب کیوں آئے۔ ہر ایک شخص اپنی اپنی نیت
جانتا ہے۔ میں تو یہاں دین سیکھنے کے لئے آیا تھا۔ ایک دفعہ مرزا صاحب
کے مورخہ سے اتنا نکلا ہوا کہ تم اپنے وطن کا خیال تک ہی نہ لاؤ۔ سو اس
کے بعد میں نے وطن کی کبھی خواہش نہیں کی۔ یہاں میں نے مالی۔ جانی
نقصانات اٹھائے۔ مگر صبر کیا۔ پھر میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس صبر کا اجر
مجھے مل گیا۔ کہ میں مظفر و منصور ہو گیا۔ کوئی وظیفہ کوئی عمل تم سے الگ
مجھے نہیں آتا۔ پھر بھی میں نے وہ بات حاصل کی۔ جو میرے ایسے انسان
کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔ انسان کی روح میں ایک مٹی پر معیت
کی بھی ہے۔ اللہ وعدہ کرتا ہے کہ میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں ایک
معمولی انسان کا ساتھ کتنی بڑی بات ہے۔ پس جس کے ساتھ خدا ہو۔
اُسے اور کیا چاہیے۔

غرض تفرق پیدا ہوتا ہے ایک دوسرے کی بات نہ سننے سے

جسکی تم لوگوں کو عادت ڈالنی چاہیے۔ میرے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا ہے
کہ مسلمان کیوں ترقی نہیں کرتے یہ مسلمان کب بنیں گے۔ میں اس سوال پر
بہت غور کیا ہے۔ دوسری قوموں کے پاس تو تعلیم کوئی تھی نہیں مگر
ضرورت محسوس کر کے انہوں نے وحدت قائم کر لی اور اس کا پھل کھایا۔
ہندو ہیں۔ بس ان میں دولت رام نام چاہیے۔ پھر وہ کہہ دیں گے۔ کہ یہ
ہماری قوم کا ہے۔ پھر نصارے ہیں انہوں نے قوی وحدت کا مسئلہ اختیار
کر لیا ہے۔ دوسرا اصل ان قوموں نے یہ سمجھ لیا کہ محنت کے بغیر کچھ نہیں
ہوتا۔ پس انہوں نے محنت اختیار کر لی۔

مسلمان ہیں اوں کو خود بڑھاپے سکھایا کہ تم وحدت پیدا کرو اور محنت
کرو۔ گمراہیوں نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔

دوسری قوموں کا یہ حال ہے کہ انہوں نے عبادت کو تو ایک خاص شخص کے
چلنے پر منڈویا ہے۔ چنانچہ میں جن راجوں کے مان ہوتا تھا اوں میں ایک مڑ بڑ کو
دیکھتا کہ وہ بڑی محنت سے کام کرتا۔ جب ذکر اگر عرض کرتا۔ کہ مہاراج پوجا کا وقت
ہے۔ تو وہ کہہ دیتا کسی برہمن کو چند پیسے دے کر پوجا کرو۔ اسی طرح میں
میں۔ انہوں نے الہ بلا یسوع کے سر پر ڈال دی جو اوں کے لئے کفار
ہو گیا۔ اب دنیا رہ گئی سو اس کے پیچھے دھتکہ دھتکہ پیٹ گئے اور اس میں کامیاب
ہوئے۔ مسلمانوں نے نہ تو دین کو سنبھالا نہ دنیا کو۔ دین کا حال قریب ہے۔
کہ سرحد مولوی ہیں انہوں نے فتویٰ دیدیا کہ انگریزی علاقہ سے کوئی دس
بٹھیرن لائے۔ ایک ہمیں دیدے باقی حلال۔ اور دنیا کا یہ کہ بس ساری
دنیا میں مکے ہیں۔ تو مسلمان۔ ترقی کریں تو کیوں کریں۔ وحدت پیدا کرو
تا کامیاب بنو۔ ایک دن آتا ہے کہ کچھ لوگ بے عیب تجویز کئے جاویں گے
وہ مسلمان ہوں گے وہ خدا کی رحمت میں ہوں گے۔

مورخہ ۳۷۔ مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۳)

کنتم خیر امة۔ ہر قوم عمدہ داعی جماعت۔ خیر تفصیل کا حصہ ہے
زیادہ کے معنوں میں آتا ہے۔

اضحجت للناس۔ لوگوں کی پہلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ ہر ایک
شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ اور دیکھے کہ میرا تھپہر میں لوگوں
کی پہلائی کے لئے کیا کام کیا۔ اتنے محمدیہ کا منشا رہی ہے کہ لوگوں کی پہلائی
کے لئے جان تک لڑا دی جائے۔ سر ہندی بزرگ نے لکھا ہے کہ میں جب رات
کو سونے لگتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ اپنے فرض منصبی کو کہاں تک ادا کیا ہے۔
گویا حاسبوا قبل ان تماسبوا۔ و داروا قبل ان تو انوا۔ پر عمل فرماتے
تھے۔ اب اس پہلائی کی تصریح فرماتا ہے۔

تامرودن بالمعروف۔ پسندیدہ باتیں جن قرآن عقل اور ایک لطف

سليم الطوطہ پند کرتا ہے وہ کہے اور جو اس کے خلاف ہو اس سے روکے۔
 و تو مومن باللہ - پھر خود بھی ان ہلاکتوں پر عمل کرنے والے بنو اور تمام
 اخلاق فاضلہ کا سرچشمہ توفیقہ تعالیٰ کی ذات پر پورا پورا ایمان ہے۔
 الا اذی - بعض زبانی بکواس کر لین اس کے سوا اور کیا بگاڑ سکتے ہیں۔
 ثم کاینصر من - میں تو اس کے ہی معنے کرتا ہوں کچھ بھی اور کہ
 نصرت نہ دی جاوے گی۔ تیرہ سو برس پہلے کا یہ حال دنیا دیکھ رہی ہے۔
 الا جعل اللہ او جعل من الناس - ان مسلمانوں کے معاہدہ کے نیچے
 دوسرے لوگوں کے معاہدہ و تعلقات کے اندر اس سے کچھ محفہ ظاہر سکتے
 ہیں۔

تقدیر عبارت یوں ہے۔ ایما تقوا ما عصوا من الذلۃ الا عصوا
 بجل من اللہ - یہ عصوا میز دو آیات سے نکلا ہے۔ واعصوا
 بجل اللہ - اور من یعصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم
 مطلب یہ ہے کہ جہاں پائے گئے ذلت سے نہیں بچیں گے۔ مگر مسلمانوں
 کے عہد نامہ میں اس بری ذلت سے کچھ نہ بچ سکتے ہیں۔ ایک اور معنی
 میں وہ یہ کہ یہودی ہمیشہ ذلت میں رہیں گے ان اگر اللہ کے رس کے
 نیچے آجاویں۔ یعنی مسلمان ہو جاویں یا کوئی اور مذہب اختیار کر لین تو
 پھر بچ سکیں گے۔ یہودی۔ یہودی رہ کر کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔ الا
 کو عطف بھی بنایا ہے۔ یعنی ذلۃ مطلب یہ ہے کہ وہ ذلت سے نہ
 بچیں گے۔ خود مسلمانوں سے عہد نامہ کریں۔ یا کسی دوسرے مذہب سے۔
 المسکن۔ یعنی سلطنت کے لئے ماتھے پاؤں نہیں مار سکیں گے۔
 من اھل الکتاب امۃ قائمۃ - ہر مذہب میں دو قسم کے لوگ
 ہیں۔ ایک وہ جو شریر ہوتے ہیں وہ غیر مذہب کی مخالفت محض اند
 راہ شرارت کرتے ہیں۔ ان میں طلب حق ہرگز نہیں ہوتی۔ دوسرے وہ جو
 شرارتوں میں شریک نہیں ہوتے وہ نیکی میں بقدر اپنی طاقت کے جڑت
 رہتے ہیں۔ اللہ پر۔ قیامت پر ایمان لاتے ہیں اپنی عقل و فہم کے
 مطابق پسندیدہ کام کرتے اور برے کاموں سے رکے رہتے ہیں۔
 اور کسی نبی وغیرہ کی ہتک نہیں کرتے۔ اس قسم کے لوگوں کو خدا نے امائد
 ٹھہرایا ہے۔ کہ ما یفعلوا من خیر فلن یکفر وہ۔ جو کچھ بھی وہ
 پہلانی کریں اس کی ناقدری نہ ہوگی۔

واللہ علیہم بالمتقین - کیونکہ اللہ کو متقین کا علم ہے۔ پس ان کا
 معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ ہمیں رائے زنی کا کوئی حق نہیں (اور ان
 نیکیوں کی قدر دانی بھی یہ ہے کہ "اسلام" قبول کرنے کے لئے
 شرح صدر ہو جاوے گا) باقی رہے جو کھلم کھلا انکار کرتے اور شرارت
 و ایذا رسانی سے پیش آتے ہیں وہ تو کچھ خیر بھی کریں تو کار کا جانا

بطانہ - اندرون دنیا دوست نہ بناؤ۔ اس کی تصریح سورۃ ممتحنہ میں
 خوب فرمائی ہے اب اس آگے ان کے طرز عمل سے اطلاع دی ہے
 تا محفہ ظاہر سکے۔

مورخہ ۴ - مئی ۱۹۰۹ء
 (رکوع نمبر ۴)

مکہ کے لوگوں میں خود پسندی اور خودی بہت تھی۔ اسکی جڑ آسودگی ہے کہ
 تمام جہان کی پوجا کا مال اون کے پاس آتا تھا۔ پھر مکہ ایک بڑا معبد تھا۔
 تمام عرب و اعراب اس کی پوجا کرتے تھے اس لئے یہ لوگ اپنے تئیں ہمت
 سمجھتے تھے۔ تیسری وجہ ان کی خود پسندی کی۔ رحلتہ الشتاء والصیف تھی۔
 یعنی وہ تجارت کے لئے موسم گرما و سردی وغیرہ کی طرف جاتے تھے۔ اور سارا
 میں ہندوستان۔ چائنا کی طرف جتنی تجارت پیشہ تھے۔ وہ ایک
 وقت آسودگی کی وجہ سے خودی اور خود پسندی میں مبتلا ہو جاتے تھے
 خودی اور خود پسندی وہ ہر بات پر ناک چڑھنے کا عادی ہو جاتے
 ہیں۔ اور وہ ہمیشہ دوسروں کی نسبت ہی کہتے ہیں۔ ہم اسے کیا سمجھتے
 ہیں۔ پس جب کوئی دوسرے کی بات سنے نہیں۔ تو حق کس طرح پاسکتا ہے
 ان کی اس خودی اور خود پسندی کی اصل جڑ تو ان کے دل میں ہے۔
 ہندوستان میں ہماندیہ ہے۔ ایسے ہی وہاں ہیں تھا۔ جیسے یہاں۔
 دیویان ہوتی ہیں۔ وہاں ناکہ تھی۔ ہر بات کے پجاری لاکھوں روپے
 کھاتے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا۔ کہ ایک دن وہاں ہمارے ہی خاندان
 ہمارے تمام کارخانہ مکرمات پر پانی پھیرنا چاہتا ہے۔ تو وہ آگ بگولا ہو گئے
 اور ادھر انہی کے قوم کے لوگ در در بن نوافل۔ علی زید بن حارثہ وغیرہ
 مسلمان ہو گئے۔ تو یہ اور بھی گھبرائے اور مقابلہ کی نشانی اور حتی التماس
 اونہوں نے کوشش کی۔ کہ کس طرح اسلام کا استیصال کیا جائے۔
 نبی کریم کو سارا برس اس گھسان میں گزرے۔ دیکھو کس قدر بڑی
 ہمت کیسی بلند پروازی۔ کتنا محکم ارادہ ہے اور کیا استقلال تھا
 پھر صحابہ میں جن کی قومیت اور عصیت نہ تھی وہ ہاگ اٹھٹے۔ فرمایا
 حبش میں چلے جاؤ۔ وہاں وہ لوگ جا کر رہے۔ پہلے رنگ میں تو
 بتایا۔ کہ شریر سے شریر حکومت کے نیچے کس طرح مسلمانوں کو رہنا چاہیو
 دوسری میں یہ بتایا کہ نیک دل عیسائی گورنمنٹ کے تحت میں کیونکہ
 زندگی بسر کرنی چاہیے۔ گویا آپ کو یقین تھا کہ ایک وقت مسلمانوں پر
 آنیوالا ہے کہ وہ غیر قوموں پر حاکم ہوں گے اور پھر ایک ہی آنے والا ہے کہ وہ
 حکومت ہونگے یہ تو کہ کے حالات تو اب جب آپ مدینہ میں آئے تو یہاں کو
 رسم و رواج سے آپ کو آگاہی نہ تھی انکی جماعتوں میں کوئی منصوبہ نہ تھا۔ تو کوئی
 خبر تک میں نے والا نہ تھا۔ (باقی آئندہ افشاء اللہ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

سورۃ آل عمران

پارہ چہارم

(مورخہ ۴ - مئی ۱۹۰۹ء بقیہ رکوع ۴)

منافقوں کا ایک طرف یہود تھے یقیناً - بنو نضیر - بنو قریظہ - دوسری طرف پادری جن کا لارڈ شپ ابو عامر ہر قل سے تعلقات رکھتا تھا۔ اس طرح پراس سلطنت کا دشمن تھا۔ پھر مدینہ کے مشرک اوس و خزرج تھے۔ پھر یہاں تک ہی ہش تھی بلکہ مکہ والے تجارت کے بہانے سے ادھر ادھر گھومتے اور ریشہ دوانیاں کرتے پھرتے تھے۔ اور قوموں کو اکٹارتے پھرتے پھر ایران کے بادشاہوں سے ان کی ساز باز تھی ان کو حضرت نبی کریم کی جماعت پر برا بیگنہ کرتے رہتے۔ چونکہ دشمنوں کا یہاں تک زور تھا۔ اسیر اسطے بلغم ما انزل المیک من ربک واللہ یعصمک من الناس۔ کا وعدہ ہوا۔ ایسے مشکلات میں اللہ تعالیٰ تیرا محافظ ہے۔

بہر حال ان حالات میں شری دشمن نے مدینہ پر حملہ کرنا چاہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے رویار دیکھی ہے اس سے خدشہ معلوم ہوتا ہے پس باہر نکل کر نہیں لڑنا چاہیے۔ مگر بعض تیز طبیعت صحابہ نے عرض کیا نہیں حضور باہر ہی چلنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کا جوش دیکھا تو فرمایا۔ اچھا۔ اپنے دو زرین پہن لین۔ صحابہ یہ دیکھ کر ڈرے اور سمجھ لیا کہ امر بہت خطرناک معلوم ہوتا ہے پھر عرض کیا کہ حضور اندر ہی لڑیگے آپ نے فرمایا نبی جب کسی چیز کی تیاری کر لیتا ہے تو رک نہیں سکتا۔ اب اس موقع کا ذکر ہے۔

تبوی المؤمنین مقاعد للقتال۔ تو بٹھاتا تھا۔ مومنوں کو جگہ بہ جگہ جہاں انہیں کھڑے ہو کر لڑنا چاہیے اس سے ایک سبق تمہارے لئے نکلتا ہے کہ دشمن کا مقابلہ۔ مناظرہ۔ مباحثے شک کرو۔ مگر اپنے امام کی منشا کی تحت۔ کیونکہ یہ ترتیب جس کا انجام فتح و ظفر ہو اللہ کے بندے ہی جانتے ہیں۔

اذھمت طائفتن۔ یہ گروہ بوسلہ اور مزاحشہ تھے۔ خدا نے پردہ پوشی کی انہوں نے خود ہی اپنے نام بتائے کسی نے کہا۔ نقشہ کے الزام کے نیچے آنا۔ کیونکہ ظاہر کرتے ہو کہنے لگے۔ واللہ ولیہما کی خوشخبری خوش نہیں رہنے دیجی مومن انسان کبھی کبھی کمزور ہو جاتا ہے۔ یہ جنگ کا موقع پھر شہوت کا مقابلہ غیظ و غضب کا مقابلہ۔ بزدلی کا مقابلہ۔ یہ ایسی باتیں ہیں۔ کہ بڑے ابتلاء کا مقام

ہیں۔

اب نظیر دیکھو کہ بدر جب تم تھوڑے اور یہ قدر تھے عائد مکہ پر فحیاب ہو چکے پس تم اللہ کو اپنا سپر بناؤ وہ تمہیں ہر گز سے محفوظ رکھیں گا۔

ثلاثة آلاف من الملائكة۔ ہندوستان میں سید صاحب اور مصر میں مفتی عبدہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے۔۔۔۔۔ جنہوں نے ملائکہ سے انکار کیا ہو یہ اندرونی نادان دوست ہیں۔ حالانکہ ملائکہ کا اعتقاد۔۔۔۔۔ تمام انبیاء کی تسلیم کی جڑ ہے اور نبوت کی سیڑھیوں میں پہلی سیڑھی تو یہی ملائکہ پر ایمان ہے میں اس کے متعلق چھ مفسل سنا چکا ہوں۔

مسمومین۔ ان کو نشان لگا ہوا ہے۔ بخیرۃ ثلاث من الملائكة۔ جس جس انسان کا قرب اللہ سے بڑھتا ہے تو تون ملائکہ سے زیادہ تعلق پیدا ہوتا ہے اس لئے صبر و تقویٰ سے کام لینے پر بجائے تین ہزار کے پانچ ہزار فرمایا۔

مورخہ ۵ - مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۵)

تھوڑی سی بات بڑی باتوں کا امتحان کیا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں تو یہ مسئلہ عاصی تھا کہ ہر امر کے لئے امتحان لیا جاتا ہے امتحان کے معنی ہیں کسی کی محنت کو بچا لینا اور اس کا بدلہ دینا۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم بالتقویٰ۔ پھر ایک امتحان کا ذکر بقرہ میں کیا ہے ان اللہ مبتلیکم بخص۔

ایسا ہی یہاں جہاد کے لئے ایک امتحان ہے کہ سود لینا چھوڑ دو کیونکہ۔۔۔۔۔ بیاج خرمال میں دست و صمد سے کام نہیں لے سکتا اور جمال خدا کی راہ میں نہیں چھوڑ سکتا وہ جان کیوں کر دیگا پس یہاں فرمایا کہ اول تو تم سود کو چھوڑ دو۔

دبوا کے لفظ پر بعض لوگوں نے بحث کی ہے کہتے ہیں کہ ربوا کے معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں کئے ان نادانوں سے کوئی پوچھے کہ کیا قرآن کے لفظ لفظ کے معنی حدیثوں میں آئے ہیں جب خدا تعالیٰ ایک چیز کو حرام فرماتا ہے اور اسکی خلاف ورزی کو خدا سے جنگ قرار دیتا ہے تو کیا وہ ایسا لفظ تھا جس کے معنی لغت عرب سے وضع نہ ہوتے ہوں نقدی کے اور بیعاد معینہ کے لحاظ سے زیادہ لینا سود کہلاتا ہے۔

ان بعض باریک باتیں ہیں جو عام فہم نہیں ہیں۔ مگر تاہم کوئی ایسی شکل بات نہیں۔ بعض نابکار لوگ کہتے ہیں کہ سود کے بغیر کام نہیں چل سکتا حالانکہ بارہ سو برس (بارہ سو برس) سے اس لئے کہا کہ تیرہویں صدی میں مسلمانوں

نے سود لینا شروع کر دیا، کا تجربہ بتاتا ہے کہ بغیر سود کے سب کام چل سکتے ہیں
میں اس بات کا گواہ موجود ہوں کہ بغیر سود کے لینے اور دینے کے انسان تمام کام کر
سکتا ہے۔

میں نے بھی ملازمت کی۔ کاشتکاری بھی کی۔ تجارت بھی کی۔ لاکھ لاکھ روپے کی
تجارت کی۔ مگر مجھے کبھی سود کی ضرورت نہیں پڑی۔ ایسے ایسے وقت بھی مجھ پر گذر
ہیں کہ رات کو کہانے کے لئے سامان نہیں۔ مگر پھر بھی میرے مولیٰ نے میری
دستگیری کی۔

۱۰ صفا مہنا عفا۔ اس ترجمے کے لئے میں بہت غور کیا ”بڑھ بڑھ کر“ سے
زیادہ کوئی لفظ اس مفہوم کو ادا کرنے والا نہیں یہ معنی کرنے کہ ایک سات سو
پچھرات سو کا دگنا چودہ سو ایک سو روپیہ پر بیاج لینا منع ہے بہت ہی حاکم
ایک سود کی وہ قسم بھی ہے جو لینا پڑتا ہے مثلاً ملازموں کی تنخواہ سے کچھ
حصہ کاٹا جاتا ہے۔ بینک کا سود ہے اسے میرے خیال میں مال غنیمت سمجھنا چاہیے
اور اسے کسی نیک کام میں لگا دینا چاہیے۔

۱۱ صدقات۔ امام ابو حنیفہ ایک عظیم الشان امام گزرے ہیں وہ فراتے ہیں
اُخوف ایست عندی فی القرآن۔ اس لئے کہ جہنم تو بے ایمانوں کے لئے ہے
پس یہ مومنوں کا گھر کیوں ہو۔

سادۃ الی مفسرین۔ اللہ کی رسول کی اطاعت کرو اگر کوئی غلطی ہو
جاوے تو بخشش مانگو۔

۱۲ والکافین الغیظ والعافین من الناس۔ ایک تو یہ بات ہے کہ غیظ و غضب
پی جائے پھر اس سے بڑھ کر ایک اور درجہ ہے کہ نہ صرف اپنے جذبات کو روکے
بلکہ معاف ہی کر دے حضرت عائشہ کے معاملہ میں حضرت ابو بکر اپنے ایک بھائی پر
ناراض ہو گئے اور اس کا وظیفہ بند کر دیا۔ خدا نے فرمایا۔ الا تحبون ان یغفروا
لکم۔

۱۳ فاحشۃ۔ ایسی بدی جسے کلم کہلا لوگ برا سمجھیں۔
لا تھنوا۔ نفس کے مقابلہ میں اور دشمن کے مقابلہ میں سستی اختیار نہ
کرنا چاہیے۔

مورخہ ۶۔ مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۶)

جنگ احد میں نبی کریم ایک گھسان میں تھے کسی نے یہ غلط خبر اُڑادی کہ نبی کریم قتل
ہو گئے اتنے بڑے عظیم الشان شخص کے قتل کی خبر میں مگر کہ جنگ میں ہوش اُڑا
دینے والی ہوتی ہی تھی بعض تو حیران رہ گئے بعض جان توڑ کر لڑے بعض نے
ہمت ڈروی۔ اللہ جل شانہ ان کو فرماتا ہے۔ آخر محمد رسول اللہ۔ رسول ہی ہیں
اگلے رسول بھی مر چکے۔ گو یہ سلسلہ بات ہے کہ نبی گھسان میں نہیں مارا جاتا۔ مگر فرض
کر لو کہ وہ فوت ہو گئے یا مارے گئے تو کیا وہ دین جو تم نے قبول کیا وہ چھوڑ
دو گے اور پھر اس بت پرستی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔

کالین من نبی۔ یعنی کس قدر نبی میں بہت ہیں۔

۱۴ وما استکانوا۔ استکان میں بحث ہے بعض اسے کون سے کہتے
ہیں۔ میرا بھی یہی اعتقاد ہے بعض سکون سے۔ مگر اس صورت میں اسکن
نیز کا تو مطلب یہ ہوا کہ وہ ایک حالت دوسری حالت میں نہیں ہوئے
دبی۔ امام۔ نیک لوگ۔ جماعت۔

مورخہ ۸۔ مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۷)

انسان میں دو طرح کی طاقتیں ہیں ایک وہ جو اس کے دخل و تصرف کے نیچے ہیں ایک
وہ جن پر اس کا کچھ تصرف نہیں۔ نیکی کی راہ انسان دکھ مصیبت۔ کسی بزرگ کے
کلمہ یا الہام سے سمجھ لیتا ہے۔ نیکی سے روکنے کے اسباب بھی ہیں جنہیں
نفس۔ شیطان۔ معاندان حق شامل ہیں۔

۱۵ ان تطیعوا الاہل کفرا۔ تمام وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا نفس سے
لیکر خدا کے کھلے منکروں تک۔ اگر ان کا کہا مانو گے یا ان کی ترغیب کے آگے
دب جاؤ گے تو چونکہ انسان ایک حد تک ٹھیکر نہیں اس لئے نتیجہ کیا ہوگا۔
یہی کہ ایمان سے تم بعد میں پڑ جاؤ گے

۱۶ بل اللہ مولکم وھو خیر المناصرین۔ اگر مولیٰ سے تعلق رکھو
تو وہ دشمنوں کے مقابلہ میں تہین نصرت بخشے گا چاہیے کیا؟ یہ کہ کفار کے سامنے
ایسے ہو کہ تمہارا رعب ان پر پڑ جائے اور جیسے جو ناک پتھر پر کچھ اثر نہیں کر سکتی
اسی طرح کفار کا تم پر کوئی اثر نہ پڑے۔ اشداء علی الکفار دھارہ بیختم کی
یہی تفسیر ہے۔

۱۷ اذا فشتکم۔ احد کی پہاڑی میں جہاں جنگ تھی۔ احد کے مشرق کی طرف
کفار تھے۔ ایک درہ تہا پہاڑی پر۔ آپ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے ۵۰ آدمی
مقرر کئے کہ فتح ہو یا شکست ہو تم لوگوں نے یہاں سے بغیر میرے حکم کے
نہیں ٹھٹھا۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی یہ سمجھ کر اب کیا ضرورت تھی وہاں سے ٹل آئے
فشتکم۔ چھل گئے۔

۱۸ تنازعتم۔ افسر نے کہا کہ ٹھہرو۔ دوسروں نے کہا اب کیا ضرورت تھی اس
جھگڑا رہا۔

۱۹ ولقد عفا عنکم۔ قریب تھا کہ خیازہ اٹھاتے۔ مگر ہم نے درگزر کی۔
غما یعنی۔ بڑا غم۔ دوم یہ کہ ایک غم کے بدلے جو تمہاری نافرمانی نے رسول کو پہنچایا
تم کو بھی پھر غم ہوا۔ تکلیف اٹھائی شکست کھائی۔

۲۰ لکیدا تختنوا۔ یہ سب کچھ ہمیں پہلے گیا اتنوں میں ہی خبر گزری۔ تاکہ تم غم نہ
کرو۔

مورخہ ۹۔ مئی ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۷ و رکوع ۸)

۲۱ لو کان لنا من الاموشی۔ اگر ہوتا ہمیں حکومت کچھ حصہ
ماقتلنا ھلھنا۔ یہ قتلا قابل غور ہے جو قتل ہو چکے ہیں وہ تو بول نہیں

(تبرہ ۳ جلد ۱)

ہم حد جت۔ وہ انبیاء بڑے درجہ واسے ہیں
یذکھم۔ اپنی توجہ سے مرکز بنایا گیا۔

مورخہ ۱۰۔ مئی ۱۹۰۹ء

(دکوع ۸ رکوع ۹)

بہت سے لوگ ہیں کہ انہیں دنیا کے کاموں میں بہت تکلیف پہنچتی رہتی ہے مگر اس کام کو
چھوڑ نہیں دیتے لیکن اگر دین میں کچھ تکلیف پہنچے تو بہت جلدی بیدلی ظاہر کرتے
ہیں۔

میں ایک بزرگ سے پڑھتا تھا جو ہمیشہ سے سفر میں رہتے جب وہ کہیں جاتے
مجھے بھی ساتھ جانا پڑتا۔ ایک دفعہ کسی شخص کی جینس چمڑے گئے چورن کا
پتہ مل گیا۔ ہمارے استاد کو سفارش کے لئے وہ لوگ جن کا نقصان ہوا تھا لے
گئے وہاں جا کر ادھون نے بہت کچھ کہا۔ مگر چوری کی کہتے کہ بد سے کی دینی
سے اصل نہیں دیتے اور وہ گاؤں ایسا تھا کہ اس میں سب مال چوری
ہی کا تھا۔ ہمارے دوست ایک اور طالب علم تھے جو اعلیٰ درجہ سلطان
کے تھے ادھون نے کہا ہم خود کچھ انتظام کرتے ہیں۔
لوگ مولیوں کی بات نہیں مانتے تم میرے ساتھ چلو۔ وہاں جا کر تم نے کھانا
آج۔ میں کہوں گا نہیں کل۔

چنانچہ ہم گئے اور ایسا ہی کیا ایک نوجوان نے جرت سے چاک کیا باتیں
میرے دوست نے کہا یہ قریشی ہیں اور چلے ہیں تمہارے گھر اذان دینے
اس نے کہا خدا کے لئے ذرا ٹھہر جاؤ اور وہ ڈرتا ہوا گھر گیا کہ غضب ہو گیا
ستم ہو گیا۔ چنانچہ وہ لوگ ہمارے استاد کے پاس گئے اور کہا کہ ہم جینس
لامیتے ہیں خدا کے لئے ہمارے گھر اذان نہ کہنا۔ آخر ادھون نے راز
بتایا کہ ان لوگوں کا خیال ہے۔ قریشیوں نے مسجد میں اذان دی۔ تو وہ
ایسی دیران ہوئی کہ نہ اس میں کوئی جینس باندھی جاسکتی ہے نہ گائے
پس یہ اذان مسے کر ہمارے گھر کو ہی مسجد یعنی دیران بنا دیں گے۔ پس وہ
ڈرتے مارے جینس لے آئے۔

میں نے دیکھا ہے کہ پیر خود بھی لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کسی پر
ناراض ہوں اور اتفاق سے کوئی حادثہ پیش آجائے تو اپنی طرف منسوب
کرتے ہیں۔ مگر انبیاء ایسے ہیں ہوتے وہ توحید کا جوش رکھتے ہیں اس
لئے ہر نیک بات اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اللہ
اپنی شامت اعمال کا نتیجہ ہیں۔

یہ کل من عند انفسکم کی تفسیر ہے۔ اس میں بتایا ہے کہ میت
تمہاری نافرمانی کا نتیجہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی شریعت کی مخالفت و ریزی کی
جاتی ہے تو سزا ملتی ہے قرآن پہلے سید و قریش کے گھر سے نکلا۔ لگو اب اس
نکلتے کے یہ معنی ہیں کہ نکل ہی گیا اور یہی لوگ اب قرآن سے جا مل رہے جاتے
ہیں حالانکہ ان کی بڑائی کی وجہ ہی یہی تھی کہ وہ قرآن شریف بھانتے تھے

سکتے یہ وہی باتیں جو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ضمیر میں شکم کی ہون یا غائب کی یا
مناطبات کی۔ اپنے نسل کے معنی بھی رکھتی ہیں۔ جیسے اذ قلم یا موسیٰ لن نصبر
علی طعام واحد۔ میں مخاطب وہ نہیں جنہوں نے کہا کہ موسیٰ ہم ایک کھانے
پر صبر نہیں کر سکتے۔

ولیتلی۔ "تا ظاہر کرے" قرآن میں ایک جگہ ایسا ماحول ہے۔ جہاں فرمایا۔ یوم
تبلی السراثر۔

لیصحن۔ خالص کر کے دکھاوے۔

بعض ماکسبوا۔ یہ عجیب مسئلہ ہے کہ نیکی کی توفیق نہیں ملتی۔ نماز میں لذت
نہیں آتی۔ مصیبت پر مصیبت پڑتی رہتی ہے۔

انسان پہلے خود ایک بدی کرتا ہے پھر اس بدی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان اس
شخص کے ساتھ دوستی پیدا کرتا ہے پس یہ تعلق شیطان بعض اکسبوا کا اثر ہے قرآن نے
اس مسئلہ کو کئی رنگوں میں بیان کیا ہے۔ شیطان کسی کے پھسلانے کی اس وقت کوشش

کرتا ہے جب وہ پہلے کسی بدی کا ارتکاب کرے چنانچہ فرمایا۔ فلما ذ اغوا۔ اذاع
اللہ قلوبہم۔ دوسری آیت۔ واما الذین فی قلوبہم مرض ذادتمہم

علی رجس۔ یعنی بعض شخصوں کو دیکھا ہے کہ ایک وقت تھوڑے سے گناہ کا کام
بھی کئی پردوں میں چھپ کر کیا ہے۔ پھر یہاں تک بڑھے ہیں کہ عین سراپا زبردوں

کے ساتھ شطرنج کھیلتے دکھائی دیتے ہیں یا سٹم پر سوار۔ ایک شخص اس ابتلا میں
پڑ گیا۔ اس کی ہدایت کا موجب یہ آیت ہوئی۔ الم یان للذین اٰمنا ان تفتح

قلوبہم لذلک اللہ۔ برق کی طرح اس کے دل میں اثر کر گئی اور سب منہیات کو چھوڑ
دیا۔ انسان جب بدی کرتا ہے اور اس سے باز نہیں آتا تو پھر وہ بدی اس کی نظر

میں بدی ہی نہیں رہتی۔ ایک شخص قرآن شریف میں کو نواح الصدوقین پڑھ رہا تھا
کہ اوپر سے اس کا ایک دوست آیا اور کہا کہ فلاں نے مقدمہ دائر کر دیا اس نے جواب دیا

کہ تم ہی ایک دعوے دائر کر دو۔ ہم گواہوں کا انتظام خود کر لیں گے یعنی جھوٹے
گواہ بن کر لیں گے۔ میو دیکھا ہے کئی آدمی بے وجہ جھوٹ بولتے ہیں اس جھوٹ بولنے

سے نہ انکی عزت کو کچھ فائدہ پہنچتا ہے نہ مال میں زیادتی ہوتی ہے۔ ایک شاعر نے
کیا خوب کہا ہے۔

صدبار اگر توبہ شکستی باز آ۔

ماما تو اوماقتلوا۔ یہ کہنا حقیقت میں بڑی بہاری غلطی ہے کہ فلاں جگہ نہ
چلتے تو یوں نہ ہوتا۔

لیجعل اللہ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ بناوے۔

وشا درہم الامور۔ بڑے بڑے ذی وجاہت اور خیم لوگوں سے بھی کوئی
غلطی ہو جاتی ہے تو ان سے رشتی نہیں چاہیے بلکہ بدستور انہیں مشورہ میں شامل
رکھنا چاہیے

ماکان لنبی ان یقل۔ یہ جو تم نے پہاڑی کو چھوڑا۔ تو کیا تم کو نبی پر اعتبار نہ تھا
کہ وہ تمہارے جیتے کی حفاظت نہ کریں گے۔

لوگوں نے قرآن شریف سے دین و دنیا کے فائدے اٹھائے ہیں۔ مگر پھر تو نیتوں میں فتور آگیا۔ ایک محلہ میں بہت سے حافظ رہتے تھے والد صاحب نے کہا کہ جتنے ہو کہ یہ کون اتنے حافظ ہیں۔ میں نے کہا فرمائیے۔ کہا یہ لوگ کابل کی طرف تجارت کرتے ہیں اور وہاں حافظ قرآن کے لئے محصول تجارت معاف ہے پس یہ حافظ بن جاتے ہیں۔ ایک اور حافظ قرآن شریف یاد کر رہے تھے۔ میو پوچھا۔ آپ قرآن کھین یاد کرتے ہیں کہا کہ قرآن شریف یاد کر کے کلکتہ جاؤں تو دو سو روپیہ لاؤں۔ سندھ جاؤں تو ایک سو روپیہ۔

یہ تو پڑھنے والوں کا حال ہے اور جن کو پڑھنا چاہیئے اور نہیں پڑھتے ان کا حال سنو۔ کہ ایک بڑے آدمی سے میں نے کہا آپ پڑھتے کیوں نہیں تو وہ بڑے جوش میں آکر کہنے لگا کیوں ہم کو بھی بند رہیں۔ سیکھتے تو بند رہیں۔ شیر نہیں سیکھتے۔ میو کہا کہ اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں بھی ایک مثال پیش کروں۔ باز تو سیکھتے ہیں مگر کتے نہیں سیکھتے۔ یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

ایسا فرق بھی ہے جو اپنے نیک اور بد کام خدا سے منسوب کرتا ہے تقدیر کے مسئلے کے سمجھنے میں غلطی کہائی ہے۔

میری والدہ اداں قوم سے تھی بڑی فہمیدہ عورت تھی وہ ہمیشہ ایک مثال دیا کرتی تھی جو آگ کہاں سے اگساے لگیگا۔ یعنی جیسا کریگا ویسا پائیگا۔ والقد خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ کے معنی بتایا کرتیں کہ ہر نیک و بد عالم کا انشاء خدا کی طرف سے ہو چکا ہے جیسا کریں ویسا منتجب پائیں۔ قدرہ تقدیر۔ التقی الجمعین۔ احد کی جنگ میں۔

یستبشرون۔ وہ اس بشارت کے منتظر ہیں کہ ہمارے خلف بادشاہ ہونگے اور پھر ان پر نہ یہ خوف رہیگا نہ اپنے کوئی سزا طاری ہوگا بلکہ منظر و منظر ہوں گے۔ ان الناس قد جمعوا لکم۔ یہ سالار فوج اعدا کر گیا تھا کہ آئندہ سال ہم تم سے لڑائی کریں گے پھر انہوں نے کچھ آدمی بھیجے تھے تاملوں کو ڈرائیں۔ مگر مسلمانوں نے سن کر کچھ پرہیز نہ کی۔

بدرین دشمن نہ آیا اور مسلمان تجارت کر کے مال حاصل کر کے لوٹے۔ ذلکم الشیطان۔ وہ خبر اڑا نیوالا شیطان تھا۔

یعقوب ادلیا تھا اس کا اثر اسی کے دوستوں پر پڑتا ہے۔

سورہ ۱۶۔ مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۰)

ہر سون کے کچھ دشمن بھی ہوتے ہیں۔ مومن کا دل صاف ہوتا ہے اس کے دل میں کپڑا نہیں ہوتی۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمن مدینہ کی اطراف میں آپ کے دشمنوں کو اکٹلتے رہتے۔ فرمایا کہ جلد بازی نہ کریں وہ لوگ ہم ان کو عذاب عظیم دیں گے۔ تیرے منکر گمان نہ کریں کہ ان کو جو بہلت دیجی ہے وہ ان کے لئے مفید ہے۔ بہلت سے بعض لوگ بدی میں اور ترقی کرتے ہیں۔ یہاں بھی بعض لوگ منافقانہ طرز اختیار کئے ہوئے ہیں جس

مٹے اسی کی سی باتیں کرنے لگے۔ ہم کو ایسے لوگوں کی خبر ہو جاتی ہے ایسے منافق لوگ انجام کار ذلیل ہوا کرتے ہیں۔ یہ مال جس کا یہ بخل کرتے ہیں اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔ بعض لوگ بہت سے چندوں کی تحریکیں سن کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ ان کا اگر خدا سے تعلق ہوتا تو یہ مانگتے ہی کیوں۔

سنگت۔ کے معنی محفوظ ہیں۔ ہندوؤں میں ایک قربانی ہوتی تھی جس میں آدمی کو جلاتے یا جانور کو جلاتے ہیں۔ اب اسکی بجائے گہی شکر چا دل وغیرہ چیزیں جلاتے ہیں دنیا کا بڑا حصہ لوگوں نے دھوکہ میں ضائع کیا۔ خدا تعالیٰ تم کو ہم عطا کرے۔ اور جھوٹ۔ حرص تکبر سے بچائے محبتیں پیدا کرے مسلمان بڑی فضولیان کرتے ہیں اپنی طاقتوں سے بڑھ کر کام نہ کرو۔

مورخہ ۱۶۔ مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۱)

فرشتوں پر ایمان بہت ضروری ہے ایک فرشتہ کی تحریک کو انسان اتنا ہے تو پھر اور ملائکہ سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔

جب انسان ملائکہ کی لعنت کے نیچے آتا ہے تو اس کا نشان یہ ہے کہ ان اکثر کم فاسقوں۔ کاشان نزول بنتا ہے۔

میو تجربہ کیا ہے کہ جو لوگ فسق اختیار کرتے ہیں ان کی سمجھ میں پاک باتیں آتی ہی نہیں۔ چنانچہ مردار خوار۔ خنزیر خوار۔ ما اھل بد لغیر اللہ ایسی کام قوموں کا ہی حال ہے۔

مسلمان۔ مردار۔ سور نہیں کھاتے۔ پھر بھی ان میں مجرم ہوتے ہیں۔ اسکی قہ اکل الباطل۔ جس سے نیکی کی توفیق نہیں ہوتی۔ انسان کو چاہیے کہ ہر وقت خدا کو یاد رکھے اور دعائیں لگا رہے۔ جیسا کہ اس رکوع میں الذین یدعون اللہ قیاماً وقعوداً اور بنا اننا سمعنا سے ظاہر ہے۔

کفر عناسیأتنا۔ یہ جب ہوگا کہ گناہ گناہ کی حد تک نہ پہنچے۔ انی لایغیب عنی عمل عامل۔ یہ وہ عامل مراد نہیں جو تعویذ دہا کہتے ہیں۔

اصبروا وصابروا۔ صبر کرو یہی اور سکھاؤ یہی۔

یہاں سورہ آل عمران کے نوٹ ختم ہوئے۔

(الحمد للہ)



حضرت مولوی نواز الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

سورۃ النساء

(پارہ چہارم)

۱۸۔ مئی ۱۹۰۹ء رکوع ۱۲

Digitized by Khilafat Library

اس سورہ شریف میں یہ ذکر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جب آرام کی زندگی عطا کرے۔ تو کس طرح بسر کرنی چاہیئے مومن اور ایمان میں انتظامات نہیں کر سکتا۔ امن کی حالت میں کرتا ہے اس لئے امن کی زندگی بسر کرنے کے قاعدے و طریقے سکھاتا ہے۔ بڑا امن تکبر کے چھوڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔ کبرایوں کے تمام شعبے چھوڑ دینے چاہیئے۔

شیطان کا پہلا گناہ جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے وہ بھی یہی ہے۔ کہ ابی واسکبر۔ تو متیکے خیال کو تقویٰ کی حد کے اندر لانا چاہیئے۔ بیان اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدہ

جب تم ایک شخص کی اولاد ہو۔ تو پھر کبریاہی کس لئے

تقویٰ سے امن..... پیدا ہوتا ہے۔ اور کبریاہی سے فساد۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم میں بتایا ہے۔ کہ اللہ کے نزدیک معزز و مکرم صاحب تقویٰ ہے۔ نہ کہ اعلیٰ ذات والا۔

و اتقوا اللہ الذی تساءلون بہ

دوبارہ حکم تقویٰ کا دیا ہے کہ اس اللہ کے متقی بنو۔ جس کے حضور تم دعا کیا کرتے ہو۔ جس کے درپر جا کر مانگنا۔ اس کے حکم کی خلاف ورزی ٹھیک نہیں۔

والا احرام۔ انبیاء نے عورتوں کے رشتہ کی بیان تک

قدک۔ کہ آن حضرت (علیہ السلام) نے صحابہ کو نصیحت کی۔ کہ مصر کے قبطیوں کا خیال رکھنا وہ تمہارے رشتہ دار ہیں۔ کیونکہ حضرت اسماعیل کی ماں مصر کی تھی۔ پھر حضرت نبی کریم جب قربانی کرتے۔ تو خدیجہ کی سہیلیوں کے ان بھی گشت بھجواتے رحمن کا بہت لحاظ رکھو۔

و اتقوا اللہ الذی علیکم۔ مظلوموں میں یتیم بڑا مظلوم ہے ایک

جگہ فرمایا ہے۔ لا تقربوا مال الیتیم۔

و لا تبدوا الیٰ الخبیث بالطیب

امن کی عمدہ چیز اپنی کسی ردی سے مت بدلاؤ

حرباً کبیراً۔ بہاری گناہ۔

حرام خوردی کی بہت قسمیں ہیں۔ جو ذکر اپنی فوہری نہیں کرتا وہ حرام خوردی ہے۔ جو طبیب راکہ کی پڑیہ بنا کر سونے کے نام سے دے وہ بھی حرام خوار۔ جو عرفے والے اپنے عرفے میں فریب کرے وہ بھی حرام خور۔

وان خضتم الا تقسطوا فی الیتیم۔ بعض وقت یتیم لڑکیوں پر یا ان لڑکیوں پر جو بیوی کے ساتھ آتی ہیں ظلم ہو جاتا ہے۔ اس سے بچنے کا طریق بتایا تا امن ہو۔

و اتقوا النساء صدقتم فی غیبتکم

مسلمان جب پہلے پہلے بیان آئے تو ان کے پاس روپیہ بہت تھا۔ وہ لاکھوں کا مہربانہ دیتے تھے۔ مگر اب یہ حالت نہیں پس قدر کے مطابق مہربانہ ہو۔ اور دل سے ادا کرو۔

و لا تؤثروا السفہاء مع الکم۔ مال کا ناسہل ہے پر خرچ کرنا

بہت اہم ذمہ داری کا کام ہے

عورتوں کی قوم بڑی کمزور ہوتی ہے پر مال ان کو نہ دیدو ایسا ہی لڑکوں کے حوالہ مال نہ کیا کرو۔ کئی لڑکے فضول خرچ ہوتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ انہیں پیسے دیدئے جاتے ہیں۔ ہمیشہ چیز سنگوار دینی چاہیئے اس کے کورٹ آف وارڈز کا اصول اسلام ہی نے رکھا ہے۔

مورخہ ۱۹۔ مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۳)

یہ وہ رکوع ہے۔ جس پر عمل مسلمانوں سے بہت کچھ اٹھ گیا ہے۔ لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا۔

افتومنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جو وراثت نہیں دیتے۔ ان کے لئے خزی فی الحیوۃ الدنیاء ہے۔

واللہ علیم حلیم۔ تم حکیموں فلاسفرن عقل مندوں کی باتیں نہ سنیو پس علیم

گویا اسلام کے اصول اس کے کان میں پہنچا دئے جاتے
ہیں۔ یہ لغو فعل نہیں۔ آجکل کی تحقیقات سے ثابت ہو
گیا ہے۔ کہ جو آواز کان میں پہنچ جاوے۔ اس کا
اثر باقی رہتا ہے۔ ایک عورت یقیناً نومی میں جرمن زبان
میں لکچر دیا۔ ڈاکٹر نے تحقیقات کی۔ معلوم ہوا۔ اس کی ماں
جرمن سے آئی تھی۔ وہ ایک پادری کی نوکر تھی۔ اس کے
ہاں یہ لڑکی پیدا ہوئی۔ تو اس پادری سے ایک سرمن
سُنی۔ جسکی آوازیں اب تک محفوظ چلی آتی ہیں۔
تم بھی اپنے کان۔ زبان اور دل کو قرآن کریم
میں لگاؤ

ربا شکم

تمہاری بیوی کی لڑکیاں جو پہلے خاوند سے ہوں۔
مقت۔ ناخوشی۔

خاندانوں میں بعض موردنی بیماریاں ہوتی ہیں۔ قریب
کے رشتے اسی لئے منع ہیں۔ مگر ان کی کوئی حد ہی چاہیے
جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے قرآن کریم
کے ذریعے بتادی۔

ان تجعوا بین الاخیتن۔

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے۔ کہ
خالہ و بہانچی۔ بھوپھی اور بھتیجی کو بھی جمع نہ کرو۔

یہاں پارہ چھارم کے نوٹ ختم ہوئے

(الحمد للہ)

Digitized by Khilafat Library



خدا کی باتیں بھی مان لو۔

مورخہ ۲۰۔ مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۴)

ادجعل اللہ لہن سبیلاً۔ اس سے شاید یہ مدعا ہے۔ کہ نیک
ہو جائے۔

یصلون السوء بجمالیۃ۔ بدی کا ارتکاب جہل ہی سے ہوتا ہے ایک
مردی صاحب عورت کے معاملہ میں قید ہوئے تو ایک بزرگ نے
انہیں گدگد ہی کی شکل میں دیکھا۔ میں نے کہا خوب سچا ہے کیونکہ
خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کثل الخمار یجمل اسفاً

یاد رکھو اللہ تعالیٰ بڑا رحیم کریم ہے لاکھوں بار یہی خطا ہو جائے پھر
بھی توبہ کرے۔ جب انسان کو اللہ پر ایمان ہو تو وہ ارتکاب معاصی
سے بچتا ہے۔ جس قدر لوگ ارتکاب معاصی میں گرفتار ہیں وہ
کسی نہ کسی رنگ میں خدا پر یقین نہیں رکھتے ورنہ ایک بچے کے
سامنے گناہ سے جھپک ہو اور خدا کے سامنے نہ ہو۔ خود انسان
کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ ہلاکت سے بچتا ہے۔ انسان تو کجا
ایک اونٹ کو مہار کے ذریعے کو سونے جاسکتے ہیں۔ مگر ایک
گرٹھے میں ڈالو تو نہیں گرے گا۔ کیونکہ اسے ہلاکت کا یقین ہوتا
ہے۔

لا یجمل لکم ان تردوا النساء کما

ایک عورت کا خاوند آیا۔ کہ میری بیوی کو آتشک ہو گیا ہے وہ
بی بی بہت نیک تھی۔ مجھے یقین نہ آیا۔ آخر اس نے اقرار کیا
کہ مجھے یہ خاوند پسند نہیں اس لئے بہانہ بنایا ہے۔
کراہتموهن۔ عورت کو ٹی مکر وہ امر دیکھو۔ تو نیک بڑا
کرے۔ اس میں تمہارے لئے خیر کثیر ہے۔

مورخہ ۲۲۔ مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۵)

محی الدین عربی نے اپنی فتوحات میں لکھا ہے کہ ان کے استاد جو بڑے
حافظ تھے۔ قرآن مجید کی روزانہ منزل قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھتے
اور ساتھ ساتھ حروف پر انگلی بھی رکھتے جاتے۔ میں نے پوچھا
حضرت آپ تو حافظ ہیں۔ فرمایا۔ ادبچی آواز سے پڑھتا ہوں۔ تو
کان۔ زبان۔ اور انگلیاں اس نیکی کے کام میں شامل ہوتی
ہیں۔

ہمارے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احادیث سے
ایک یہ ہے۔ کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اذان کا دستور ڈالا۔

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

سورۃ النساء

(پارہ پنجم)

(مورخہ ۲۲ - مئی ۱۹۰۹ء تک)

المحضت - وہ بی بی جو کسی دوسرے کی بیوی ہو گئی یا وہ ایسی جیسے کوئی قلمہ میں ہوتا ہے۔

وما ملکت ایمانکم - جنگی قیدیوں کا تعلق اپنے ملک سے قطع ہو جاتا ہے وہ جنگ ایسا ہی قطع تعلق کرتی ہے جیسے کہ طلاق - پس اس لئے یہ جائز نہیں غیر مسافحین - صرف مٹی تار کے لئے نہ ہوں۔

ناقوہ ہن اجدھن - ہندوستان میں لاکھوں کے مہربان رہ جاتے ہیں میرا ہی ایک نکل ہوا جب مہر حد سے زیادہ بندھنے لگا - مین بول پڑا - عورتوں میں شور مچ گیا استاد ہی ناراض ہو گئے مگر ہم نے ۵۰۰ سے زیادہ منظور کر لیا۔

جناح - کے لغوی معنی ہیں جھکنا۔ اسی لفظ سے گناہ نکلا ہے - جہاں بدلہ آج اور جہاں - ہا ہمارے ملک میں فرق نہیں - میں نے اکثر یادیوں سے کہا کسی نبی کے لئے جناح کا لفظ نکال دو - وہ نہیں نکال سکے - عربی میں خطا - ذنب - عصیان ایسے اکیس لفظ ہیں جن کے معنی بالکل الگ الگ ہیں۔

ان میںکم المحضت - یعنی قرۃ

مورخہ ۲۳ - مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۲)

سنت الذین من قبکم - وہ راہن سکھائیں جن کے ذریعے وہ مقرب بارگاہ صہبی ہوئے ہیں۔

یتوب علیکم - اللہ تم پر متوجہ ہے۔

واللہ علیم حکیم - انبیاء - اولیاء - علماء اور حکماء کی باتیں ہی ایسی لائی جاتی ہیں کہ ان میں علم و حکمت ہے۔

یرید ان یتوب علیکم اللہ کسی کو پکڑ پکڑ کر تو نہیں بتاتا - مگر انسان کو ایک طاقت و مقدرت عطا کر دی اگر تم کسی اور کی طرف جھکو گے - تو تمہاری جان و مال کو نقصان پہنچے گا۔

یخفف عنکم - دیکھو - مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے معمولی لباس کافی ہے

مگر دیکھ لو جب کسی برات میں جلتے ہیں تو کیا قیمتی لباس پہن کر جلتے ہیں ایک ہمارا دوست تھا اس نے میرا سون کو ۸ ہزار روپیہ دیدیا اسی طرح مزاجی دیکھ لو معمولی کفن ہے - شادی میں ہی یہی حال ہے لوگ اپنی رسوم کی ماتحت خواہ خواہ اپنے اوپر بوجھ ڈالے ہوئے ہیں - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کی بتائی ہوئی راہ میں آرام و تخفیف نہیں مگر ہماری بتائی ہوئی راہ میں یہ بات ہے کہ کیونکہ لوگوں کو فطرت کا علم نہیں - عیسائیوں نے اپنی خود ساختہ قواعد سے مجبور ہو کر کہہ دیا کہ شریعت صرف اس لئے آئی تا انسان کو مجبور ثابت کرے۔

ہماری زمانہ کے نوجوان سوسائٹی سوسائٹی پکارتے ہیں ان کو معلوم نہیں انگریز خود اپنی سوسائٹی کی قیود سے کس قدر تنگ ہیں - ایک مولوی مجھ سے ذکر کیا - مجھ کو ایک جنٹلمین نے انگریزی سوسائٹی میں شامل ہونے کی ترغیب دی - ایک برات کے موقع پر میرے ستر روپے ایک سوٹ پر خرچ کر کے مجھے ساتھ لے گیا وہ دن جا کر معلوم ہوا کہ کہانے کا سوٹ - سونے کا سوٹ - فٹ بال کا سوٹ - سپر کا سوٹ - ملاقات کا سوٹ - مین دن تنگ مولوی صاحب بیمار بن کر پڑے رہے - آخر جب رخصت کا وقت آیا - تو پھر چند لمحے لئے اس لباس نے کام دیا۔

ان تجتنبوا کما تہتجون عنہ - ایک غلطی سے دوسری - دوسری تیسری پیدا کرتی ہے - اسی طرح پھر گناہ کی انتہا ہو جاتی ہے اس انتہا کو گناہ کبیرہ کہتے ہیں۔

فکفر عنکم سیئاتکم - اگر کوئی درمیان میں اس بدی سے علیحدہ ہو جاوے تو ہم اسے عزت کے مقام پر پہنچائیں گے۔

ولا تمننوا - اللہ تعالیٰ کچھ تو انسان کو بلا معاوضہ دیتا ہے - جو صفت سماجی ملتا ہے اور کچھ بدلہ میں جو صفت رحیمی کا عطیہ ہے۔

حسن و جمال - رنگت جسم - طاقت وغیرہ میں تفاضل میں - تفاضل انسان کی طاقت کے باہر ہے پس اس میں دخل نہ دو - یہ دخل دینا تمہنی کہلاتا ہے للجمال نصیب - انسان کے لئے کچھ کرنے کے کام ہیں ان کاموں میں اللہ کا فضل مانگو۔

والذین عقدت ایمانکم - انسان کچھ دوست ہوتے ہیں کچھ وارث ہر ایک کے ساتھ ان کی حیثیت و قربت کے مطابق عمل کرو۔

مورخہ ۲۴ - مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۳)

الرجال قوامون علی النساء - یہ آیت بیا ہے ہوئے مردوں کو بہت

اچھی لگتی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مردوں کو چاہیے اپنی بیویوں کے محافظ اور ان کی درستی اور عہد یک رکھنے کا موجب بنیں۔

بما فضل اللہ۔ کیونکہ مردوں کو خدا نے اس قسم کی یاقین اور موقعے بخشے ہیں۔ عورتیں بھی مردوں کے ناموس کی محافظ ہیں۔

نشوز ہوتے ہیں۔ ان کی بد خوئی کا ڈر ہے تو ان کو نصیحت کرو۔ پھر ستر سے الگ کرو (فی المضامع میں جو اشارہ ہے اور آجکل کے رسمی مسلمانوں میں جو بود و باش کا طرز ہے قابل غور ہے)

اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کے تعلقات کو واضح کیا مردوں کو فرض ہے کہ ان کی اصلاح میں سمجھا دیں تاکہ وہ نیک اور فرمانبردار بنیں۔

صدیقیوں نے کہا انسان تو رطل ہے اور نفس تو شے ہے مومن انسان وہ ہوتا ہے جو اس عورت کو و عطف کرے یعنی اپنے نفس کی اصلاح کرے۔

ایک مرتبہ میرے دل میں ایک گناہ کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں بہت اسی جاٹلین خرید لی۔ ایک جیب میں ایک صدی میں اور ایک ہاتھ میں ایک بسترے میں ایک الماری میں۔ غرض کوئی جگہ خالی نہ رہی۔ جب خیال آتا۔ فوراً قرآن نظر پڑتا۔ یہاں تک کہ نفس کی وہ خواہش جاتی رہی۔

مولوی محمد اسماعیل صاحب نے اپنی کتاب میں بخل کا علاج لکھا ہے کہ جب ایک سپکا بخل ہو تو اسے دگن چوگن بلکہ سینکڑوں روپے خرچ کرے تا عادت ہو جائے و بالوالدین احساناً۔ لوگ خیر دن سے احسان کرتے ہیں پر انہوں سے نہیں زنی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ رحم نے جناب الہی میں عرض کیا تیرے نام رحمن۔ رحیم میں بھی مادہ موجود ہے۔ میرا حال رکھو۔ اللہ نے فرمایا میں تیرا ایسا خیال رکھوں گا۔ جو تجھ کو قطع کرے گا۔ میں اس سے قطع کروں گا۔

صاحب بالجذب۔ ایک میٹ پر بیٹھے واسے ساتھ کے دوکاندار ہنشین۔ ہم ہمہ ہم حکمہ۔ ہم دفتر۔ ایک آقا کے دو لازم ایک جہاز یاریل کے سوار۔

مورخہ ۲۵۔ مئی ۱۹۰۹ء

(ہر قیہ رکوع نمبر ۱۳)

بجھلون کسی کے پاس کوئی چیز ہو اور وہ اس کے دینے سے مضائقہ کرے یہ تو عام لوگوں کے نزدیک بخل ہے۔ قرآن کریم کی اصطلاح میں سچی بات اور مفید مشوروں کے دینے سے جو لوگ اپنے آپ کو روک لیں وہ بھی بخل ہیں۔ لوگ اپنی اولاد کو الگ قرآن مجید پڑھاتے ہیں یہ بھی بخل ہے۔ اپنی ایک دوست سے منے کتاب مانگی۔ اس نے مکرر سے کر مانگنے پر انکار کیا۔ میں نے باواؤ بلند یا اللہ پڑھا۔ چند روز گزرے ایک بڑا پونڈہ پشاور آیا اس میں وہ کتاب بھی تھی۔ بلکہ اس کی شرح۔ پھر اس شرح کی شرح۔

مشیح۔ آپ دینا تو درکنار۔ کوئی دوسرا دے تو بھی اس کو ناگوار ہو۔ یہ سچ ہے اس قسم کے لوگ ذلت کے عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں ایسے علماء کی اولاد جاہل رہتی ہو۔

دعا و اللہ اس۔ لوگوں کے دکھاوے کے لئے تو فرج کرتے ہیں پر خدا کی راہ میں ایک

کوڑی دینا بھی دو بھر ہو۔

عرب میں ایک حکیم گذرے ہیں ان کا مقولہ ہے کہ کسی شخص کا حال معلوم کرنے کے لئے اس شخص کو ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں اس کے دوستوں سے اس کے اخلاق کا پتہ لگتا ہے کہ وہ کیسے ہیں۔

مثقال ذرہ۔ ذرہ عربی زبان میں لال چوٹی کو کہتے ہیں اور مثقال اس کے سر کو۔

فلکیت۔ قیچکے رنگ میں یہ لفظ آتا ہے یعنی کیا حال ہو گا۔

مورخہ ۲۶۔ مئی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۴)

سکادی۔ سکر نیند کا غلبہ۔ شراب سے بدست ہونا۔

حق تعالیٰ مانتو لاون۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان نماز کچھ کر پڑھے۔

عابری سبیل۔ جو لوگ انگریزی پڑھتے ہوئے نہیں اور ان کو ریل وغیرہ کے سفر میں ہلانے کا موقع نہ ملے یا آسانی سے نہ ملے تو ایسے مسافر کو تیمم کر کے نماز پڑھ لینی چاہیے۔ اور اسی قسم کی مجبورین میں انسان تیمم کرے ورنہ بلا غسل نماز نہ پڑھے۔ عوام کو بیماری کی حالت میں خواہ وہ بیماری کیسی ہو۔

ان کو تیمم موقوفی۔ تیمم کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ بیماریوں کے حقائق تو اطباء سے ہی بعض اوقات مخفی رہتے ہیں کہ تیمم مضر ہے یا مفید۔ ایک مرتبہ میں نے رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے شروع کئے تو میری بیماری دستوں کی تشہ ہو گئی۔ میں سمجھا یہ روزے تو اکسیر ہیں لیکن بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ میری قوت رجولیت قلعی مفقود ہو گئی۔ پھر میں نے اٹھارہ برس روز غربتوں کی جب کہ میں جا کر وہ کیفیت دور ہوئی۔

غائط۔ علیحدہ مکان۔ اونچی جگہ جہاں چھٹین اڑ کر نہ پڑیں

لمس۔ بھٹیل کپڑے انگلیوں سے چھونا۔ اٹھ ہاتھ سے چھونا لمس نہیں۔ دوسرے معنی جماع۔

تیمم کا طریق یہ ہے کہ زمین پر دو ہاتھ مارے پھر ہونکدو تا کوئی ٹکڑ وغیرہ ہاتھ کو لگ گیا ہو تو چھوٹ جائے پھر موند پر پھیر کر ہاتھ پہنچوں تک ایک دوسرے سے ملے یہ وہ طریق ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں۔

واللہ اعلم باعد انکم عجیب عجیب قسم کے لوگ ہیں کئی لوگ ہم سے متوہین بڑی خورشاد سے مزاج پر ہی کہتے ہیں حضور کا مزاج کیا اور اسلام علیکم نہیں کہتے۔ دکنی باللہ ولیداً۔ جس کی روزانہ غلطیاں کم نہیں ہوتی جاتیں اور برائیوں سے بد میں بڑھتا جاتا ہے۔ خدا اس کا ولی نہیں۔

واسم غیر مسموع۔ پیچھا لفظ شریروں کا قاعدہ ان سے بچو

(باقی آئندہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت نامور مولوی رالدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

سورہ النساء

پارہ پنجم
(سورہ ۴ - مئی ۱۹۰۹ء بقیہ کی ۴)

حق لوگوں کو کتاب دی اور نصیحت کرتا جو دوستی کرو۔ مگر ایک حد تک دشمنی کرو۔ مگر ایک حد تک کسی سے دشمنی ایسی کرو کہ اگر وہ دوست بن جائے تو تم کو شرمندہ نہ بنو۔ کسی سے دوستی کرو تو ایسی کہ وہ دشمن ہو جائے تو نقصان نہ پہنچ سکے۔

ان نفوس دجوا۔ کچھ اعلیٰ درجہ کے لوگ

فردھا علیہ بادھا۔ ادنیٰ آدمی سے جو اعلیٰ اپنے وہ پیر ادنیٰ بنا دیتی جاتی ہیں۔ لعنہم کما لعنوا صاحب السبت۔ صاحب السبت یہود کو کہتے ہیں جب ان کو آرام ملا وہ بدکار ہو گئے۔

یہودیوں کو اور یہ لعنت آئی ہے کہ وہ دوسروں کی مانت ہو گئے کہ جیسے نچلے میں ناچتے ہیں یہاں یہودی نہیں بیٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہودی نہ تھے مسلمان تھے پس اللہ تعالیٰ مسلمانوں ہی کو سکھاتا ہے کہ تم یہودیوں کی مانند نہ بن جانا۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرك بہ۔ کسی آدمی پر بھروسہ نہ کرو۔ ٹپو سے اور سندھ پر بھروسہ کرنا بھی شرک ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے بڑے خزانہ میرٹھ کے ڈپوٹ کے گاڑ کیا۔ تو میرے پاس بھی ایک سندھی اسی کے سامنے منگا کر چاک کر دیا۔

۲۹ - مئی ۱۹۰۹ء

(دکور نمبر ۵)

طاغوت - حد سے بڑا ہوا - حبیبیت - سحر - دھوکہ دینا -

دھوکہ دینے والوں اور چالاک کرنے والوں کو بعض لوگ بہت جلد مان لیتے ہیں بعض لوگوں کو یہ دھوکہ لگتا ہے کہ یورپ آج کل کس قدر ترقی کر رہا ہے حالانکہ وہ مسلمان نہیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ انبیاء جس تعلیم کے آئے مثلاً خشیت الہی میں انہوں نے کس قدر ترقی کی۔ یہی کہ ایک گھڑ موٹنے والے کو خدا بنا لیا ہم لوگ پانچ وقت سینا پر چڑھ کر خدا کی توحید کا وعظ کرتے ہیں یورپ بائیں ہمہ اقرار کیا کیا۔

ومن یدعون اللہ فلن یجد لہ نصیرا۔ اللہ تعالیٰ سے جب انسان دور ہو جاو تو پھر اس کا کوئی مددگار نہیں رہتا۔ یاد رکھو بدی کی وقت تو لوگ شرک ہو جاتے ہیں پر دھوکہ کے وقت کم ہی شرک ہوا کرتے ہیں۔

ان تو دوا الامانات الی اھلہا۔ خدا تعالیٰ کی مخلوق کا انتظام ایسے لوگوں کے

سپردہ کر دیا اس کے اہل ہوں۔ کمیٹیوں میں ممبروں کا انتخاب سمجھ کر کرو۔

حضرت نبی کریم ص کے رو برو شخص آئے کہ میں کام سپرد کیجئے ہم اس کے اہل ہیں فرمایا جن کو ہم خود حکم فرما دیں خدا ان کی مدد کرتا ہے جو خود کام کو اپنے سر پر لے سکی مدد نہیں ہوتی پس تم عہدے اپنے لئے خود نہ مانگو

۳۰ - مئی ۱۹۰۹ء

(دکور نمبر ۶)

تھاوا الی اما انزل اللہ۔ کوئی مسلمان ایسا خیال نہیں کرتا کہ ہماری شریعت میں جھوٹ ہو لیکن عمل درآمد اس کے خلاف ہے جو کچھ مسلمان کر رہے ہیں وہ شریعت اسلامی کے خلاف ہو لڑکیوں کو ورثہ تک نہیں دیتے۔ اپنے مقدمات کو اللہ و رسول کے فیصلہ کے مطابق کرنا کہ غش نہیں ہوتے۔ شیعہ سے ہم نے بار بار کہا کہ قرآن شریف کے فیصلہ کریں۔ مگر وہ کبھی نہیں مانتے۔

لا یت المنفقین یصدون عنک صدوداً۔ ایک کہانی تو مشہور ہے کسی بیوی کی کسی منافق سے جھگڑا ہوا۔ وہ دونوں بارگاہ نبوی میں گئے۔ نبی کریم ص نے بیوی کو ڈرگڈی۔ جو منافق کے مضر تھی اس نے کہا میں تو حضرت عمر کا فیصلہ مانوں گا چنانچہ وہاں گئے حضرت عمر نے کہا میں تمہاری گردن اڑاتا ہوں کہ تم نے نبی کے فیصلہ نفرت کی۔

ولانا کتبنا علیہم۔ اللہ تعالیٰ جان بھی لینا چاہے۔ وطن بھی۔

ما فعلوہ الا قلیل منہم۔ بہت کم لوگ یہ کام کر سکتے ہیں یہاں قادیان میں صرف ایک دن کے لئے آیا اور ایک بڑی عمارت بنی چھوڑ آیا۔ حضرت صاحب نے جہی فرمایا اب تو آپ فرار ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ ارشاد فرمایا۔ آپ رہیں۔ میں سمجھا۔ بد

چار روز کے لئے فراتے ہیں ایک ہفتہ خاموش رہا۔ فرمایا آپ تنہا میں ایک بیوی منگوالین۔ تب میں سمجھا کہ زیادہ دنوں رہنا پڑے گا۔ تعمیر کا کام بند کر دیا چند روز بعد فرمایا۔ کتابوں کا آپ کو شوق ہے یہاں منگوالینجے۔ تعمیل کی گئی۔ فرمایا۔ اچھا

دوسری بیوی بھی یہاں منگوالین۔ پھر مولوی عبدالکریم صاحب کے ایک دن ذکر کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ لا تعبتون الی الوطن فہی تمہاں و تمحقن۔ یہ الہام فرمائی کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ مجھ سے فرمایا وطن کا خیال چھوڑ دو۔ چنانچہ میں نے چھوڑ دیا اور کبھی خراب میں ہی وطن نہیں دیکھا۔

مورخہ ۳۱ - مئی ۱۹۰۹ء

(دکور نمبر ۷)

خذ وخذکم۔ بہتے لوگ اسراف میں سے بڑھ جاتے ہیں پھر کنجش کرتے ہیں تو وہ بھی حد سے زیادہ کرتے ہیں عداوت میں بھی اس قدر بڑھتے ہیں کہ خود ہی پچھتاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن کو چس نہ ہونا چاہیے۔

ثبات۔ جماعتیں بنکر مسلمانوں میں استقلال نہیں جس کام کو شروع کرتے ہیں نباہ نہیں سکتے۔ بعض امور اسلام میں ایسے ہیں جو جماعت کے کرتے ہیں بعض ایسے کہ خاص خاص آدمیوں کے۔

لیطمت۔ اب جنگ کا کام تو ہے نہیں اب دوسرے چلتے ہوئے کاموں میں بطور دلتے ہیں۔ قد انعم اللہ علی۔ اگر بھائی بلا میں مبتلا ہوا تو فکر نہیں بلکہ خوش ہیں کہ ہم تو مطمئن ہیں۔ تم کو چاہیے کہ جو دنیا کو مقدم کر رہے ہیں ان سے مقابلہ کرو جو دنیا میں مقابلہ کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں تم بھی ایسے جائز ذرائع ترقی سے کام لو کہ ان سے ٹبرو ایسا ہی دین میں۔ اور اپڑو دستوں میں ایک دوسرے سے ہمدردی کرو۔

یکم جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۸)

اللہ جل شانہ محض فضل سے کیسے صبر کا حکم دیتا ہے کسی وقت بدلے لینے کا حکم دن مقابلہ کے دن نہیں ہوتے ان اوقات کو انبیاء و خوب پہنچتے ہیں انبیاء و سیر لوگوں کی باتیں ہیں کہ جب تک کہ میں تھوڑے آدمی تھے صبر کا حکم تھا قلت و کثرت مومن کے لئے کچھ بات نہیں۔ انبیاء و خوب اللہ حکم دیتا ہے صبر کرتے ہیں جب مقابلہ کا حکم دیتا ہے مقابلہ۔ وہ نہ ہتھیاروں کی پروا کرتے ہیں نہ آدمیوں کی۔ کیا موسیٰ اور نوح علیہما السلام نے تلوار سے کام لیا تھا۔ دیکھا وہ پانی جو مخالف کے غرق کا موجب ہوا۔ آپ کی نجات کا ذریعہ بنا۔ پھر دیکھو۔ ”یوم حنین“ اذ عجزکم کثرکم میں کثرت کو عجز کا موجب ٹھہرایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے احمق مقابلہ صرف تلوار کا سمجھتے ہیں جبھی تو جتنے کر منتظر ہوتے ہیں۔

ایمانا تکونوا ید۔ دیکھو الموت۔ بعض لوگ بندوں کے ایسے ڈرتے ہیں جیسو خدا سے ڈرنا چاہئے۔ ڈرنا ہی بندوں کو کیا ڈر۔ جہاں آدمی ہو جس حال میں ہو۔ موت تو اپنی وقت اپنا کام کر کے رہیگی۔ ہمارے طبیب استاد تھے ایک پہلوان کو دیکھا۔ میضہ ہی مگھ سے کہا تمہیں بدھنمی ہے تاکہ دل شکستہ نہ ہو اس نے کہا بدھنمی کی کیا مجال۔ ایک گدڑ اٹھایا کہ اسے پھیر کر کھانا منہم کر کر چھیرے ہی راہی عدم ہوا۔

برج۔ چونکہ برج گول ہوتا ہے اس لئے اس کو برج کہتے ہیں ورنہ برج کے معنی ستارے ہیں۔ آتش بازی کے عیاروں کو اس لئے برج کہتے ہیں کہ وہ اوپر جا کر ستاروں کی مانند ہوجاتے ہیں کل من عند اللہ۔ بہت لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ دوسری جگہ ما احبابک من سببہ فنفسک فرمایا ہے مگر انہوں نے سمجھا نہیں۔ جزا و سزا جو انسانی اعمال کی پاداش ہے وہ سب اللہ کے حکم ہی کی ہے بعض اوقات اللہ معاف بھی کر دیتا ہے پس وہ کہہ سکے پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے باقی اس کے ذرائع ہیں آرام تو فضل اللہ سے ہے جسکی جاوذب نیک عملی ہے اور وہ کہ انسان کی اپنی بدعمل کی پاداش ہے بعض دیگر مصلحت الہیہ بھی ہیں۔

من یطعم الرسول فقد اطاع اللہ۔ حضرت نبی کریم تمام فضائل انسانی کے خاتم ہیں زمانہ کے اعتبار سے بھی خاتم نہیں کہ آپ کی نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہے دنیا میں مذاہب کے تین حصے ہیں۔ عبرانیوں کا مذہب۔ ایرانیوں کا مذہب۔ تیسرا مشرک۔ جن کے پاس کوئی کتاب نہیں۔۔۔۔۔ نبی کریم اور ان کے پیروں کے ہاتھوں پر تینوں کے صدر مقام فتح ہوئے کہ معظّمہ پر کسی نے فتح نہ پائی تھی حتیٰ کہ سکندر ایسا فتح بھی محروم رہا۔ میرا مذہب ہے کہ آپ خاتم کھالات انسانی ہیں۔ ”یوم اکملت لکم دینکم“ دنیا میں تمام مذاہب کی کتابیں کسی مین دعویٰ کے ساتھ دلیل نہیں ہیں خاتم اکتب ہی انہی کی کتاب ہے۔

۲۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۸)

لوکان من عند اللہ۔ وعدہ وعید کی پیشگوئیاں قرآن میں مین مین مطابق واقعہ ہوتی اذ اجاء ہم امر من الامت۔ قرآن اس طریق کو منع کرتا ہے کہ ہر ایک امن یا خوف کی بات کو سوائے عظیم الشان انسان کسی اور تک پہنچا یا جاو۔ مسلمان جیسے معاشرے سے ناپا ہیں ایسے ہی امن کی راہ سے۔

فقاتل فی سبیل اللہ۔ یہاں اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ نبی کریم نے اس وقت جہاد کا حکم دیا جب جھگڑا ہو گیا دیکھو محض نبی کریم کو قتال کا حکم ہوا۔

من یشفع شفاعۃ حسنۃ۔ جہاں تمدن و معاشرت ہو وہاں حکام و رعایا ہی ہوتی ہے وہاں سفارشیں ہی لوگ ہم پہنچاتے ہیں ان کے متعلق ہدایت فرمائی کہ وہ سفارش کرو۔ جو نیکی و بھلائی کے متعلق ہو جس کا نتیجہ نیک ہو۔ جو کسی مظلوم کی مدد ہو۔ حلیہ تہمت بتجیہ۔ جب تم اچھا سلوک کئے جاؤ تو تم اس سے بہتر سلوک اس کے ساتھ کرو۔ علی کل شیء حسیباً۔ مگر حساب کھولنے کی ضرورت نہیں حساب کھنے والا خدا ہی ہے لیجھنکم۔ جو کچھ سمجھا جاتا ہے مصلحت نہیں جائیگا تم سب جمع ہو گے وہیں بدلہ لینگے۔

۳۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۹)

دنیا میں تین قسم کے آدمی ہیں۔ (۱) جنہیں مکالمہ الہیہ کا شرف حاصل ہے۔ ۲۔ جو ان لوگوں کی باتیں خوب سمجھتے ہیں۔ ۳۔ لای عقل۔

فما لکم۔ اللہ تعالیٰ ماموروں کے سامنے ادب کھلاتا ہے کہ یہ ہر ایک کا کام نہیں کہ راکو کرتے پھرتے ہو۔ نفاق کے اسباب کئی ہیں ایک سبب بتایا ہے۔ ”اعقبہم نفاقاً فی قلوبہم“۔ منافق کے یہ نشان نبی کریم نے فرمائے۔ اذ احدث کذب و اذ اذ اخلعت و اذ اذ اصم فخر اذ اذ اذ غدر اذ اذ امن خان۔ بولے تو جھوٹ۔ وعدہ خلاف۔ لڑائی کی وقت گند تو لے والا۔ عہد شکن۔ امانت میں خیانت۔ ایک شخص کو میو گالیوں سے منع کیا اس نے دو چار گالیاں دیکر کہا کہیں کس ایسے۔۔۔۔۔ کو گالیاں دیتا ہوں۔

یہ دیدن ان یا شکم۔ یہ منافقوں کی دوسری قسم ہے فریقین کو خوش رکھنا چاہئے ہیں۔ اس رکوع کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ بڑے بڑے اہم امور میں دخل نہ دیا کرو۔

مورخہ ۴ جون ۱۹۰۹ء

(۱۰ رکوع)

بہت ملک میں چنانچہ مسلمان رہتے ہیں جیسی یاغستان۔ بعض حصہ افغانستان۔ عربی ملک عرب۔ روم۔ امدت والی فرما کر کہ کوئی مومن کسی مومن کو دکھ نہیں دیتا لیکن جہاں مسلمانوں کے قبضے میں تلوار پڑی جیسے مذکورہ بالا ممالک میں وہاں تلواں چلا تو یہاں تلوار پر قبضہ نہیں۔ وہاں لٹھ بٹھ وغیرہ چلاتے ہیں بٹھ نہ چلے تو زبان ہی چلاتے ہیں ہر قسم کی گالیاں ایک دوسرے کو دیتے ہیں عورتوں کا بدن چلے تو اپنی اولاد ہی کو کوئی نہیں یہاں فرماتا ہے کہ مومن قتل عورت کو کرتا ہی نہیں اگر غلط ہو تو غلام آزاد کرے۔ دیت دے جو دس بارہ ہزار ہو جاتی ہو وہ دہینے کے روزے رکھے۔

فتنیو۔ سفر میں ہر چیز کی تحقیق ضروری، اور بہت سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہیو۔

فجرائعہ جہنم۔ غضب خود ایک جہنم ہو۔ غضب کہ نیوالوں کا دل کمزور ہو جاتا ہو اسلحہ قلب میں گرفتار رہتا ہو۔ خدا نے جھگڑوں کی ایک جڑ بتائی ہے۔

فلما نسوا ما ذکرنا بہ اغتربا بنہم العداۃ والبغضاء جب لوگ نصائح کو بھول گئے تو ان میں عداوت اور بغضاء شروع ہوا۔

لا تقربوا للہ فی الیکم السلام۔ جو تم کو سلام کہتا ہو سلامت رکھو پیش آنا ہو

۶ جون ۱۹۰۹ء

(۱۱ رکوع)

الم تکن الا للہ واسعۃ۔ تم سب نے تجرب کیا ہو گا کہ بعض اوقات انسان عجیب چاہتا ہو کہ آج عبادت ہی کریں بعض آدمیوں کو دیکھ کر بھی عبادت کو جی چاہتا ہو اسی طرح بعض مرتعوں پر خدا سے غفلت پیدا ہو جاتی ہے بعض انسان ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے منوں سے خدا نفرت پیدا ہو کر دنیا کی خواہش پیدا ہوتی ہو اور بعض شخصوں کو دیکھ کر دنیا سے دل سرد ہو جاتا ہے اور آخرۃ کا خیال آجاتا ہے۔ یہ ایک دنیا کے عجائبات میں سے ہے۔ یہ دونوں حالتیں تقریباً ہر انسان پر وارد ہوتی ہیں بعض کھانے چار پانی اور مکان میں غفلت پیدا ہوتی ہو نبی کریم کا حکم ہے کہ ایسی جگہ کو بدل دو۔ چار پانیوں کے بستروں کے بدلنے سے بھی حالت بدل جاتی ہے یہاں اسی مسئلہ کو خدا نے بیان کیا۔ جس ملک میں رہنے سے آدمی دین کو بھولے اسے کیوں نہ چھوڑ دے فرشتے اپنے سختی کریں گے اور کہیں گے کہ تم ایسے مقاموں میں رہو کیوں کیا خدا کی زمین فراخ نہ تھی۔ تم اس جگہ سے یہ سبق لیکھو جہاں غفلت کی صحبت ہو اس میں بدت بیٹھو ایک بزرگ نے مجھے کہا کہ تم کئی دن سے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا ہاں سستی ہو گئی۔ فرمایا تم نے قصاب کی دوکان نہیں دیکھی؟ آپ کا مطلب یہ تھا کہ دیکھو قصاب جب دو چھریان آپس میں رگڑتا ہے تو تیز ہو جاتی ہیں اسی طرح محبت صادقین کا فائدہ ہے۔

یجد فی الارض مراعاً۔ مہاجر کی نیت ہجرت اگر ہو تو وہ کبھی تکلیف نہیں پاتا۔

۷ جون ۱۹۰۹ء (۱۲ رکوع)

اذا ضربتم۔ جب تم سفر کرو۔ ان تقصروا۔ سفر میں دو گنا پڑھنا ہو۔ واذا کنت فیہم۔ یہ تمام آیت آجکل کے انگریزی پڑھنے والوں کے لئے غور طلب ہو دیکھو مومن ایسے ہوتے ہیں کہ گھمسان کی لڑائی ہو جان کے لائے پڑ رہے ہیں۔ مگر نماز

غافل نہیں آجکل انگریزی پڑھنے والے نمازی مسلمانوں کو کھڑکے اور اولاد فیشن کتے میں لو تعفلون۔ دیکھو مومن کو بہت چوکس رہنے کا حکم ہو عجز و کسل مومن کی شان ہے

فاذا قضیت الصلاۃ فاذکروا للہ۔ یہ سنتوں کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہو یا عام ذکر کی طرف

۸ جون ۱۹۰۹ء

(۱۳ رکوع)

بما اذن اللہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی قرآن کو خوب سمجھتا ہے۔

ولا تکن للخاصۃ حصیما۔ شریک کی طرف سے حمایت کا بڑا کبھی نہ اٹھانا

چاہیے۔ خائن کی طرف سے بھی جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔ اگر کسی عزیز رشتہ دار

کی مصیبت پڑ جاوے تو استغفار بہت پڑ ہو۔ خدا تعالیٰ تمہیں بچالیکا۔

ہا۔ خبردار ہو جاؤ۔

ومن یکسب خطیئۃ۔ بہتے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ خود کوئی بدی کر کے

دوسرے کے ذمے لگا دیتے ہیں

مورخہ ۹ جون ۱۹۰۹ء

(۱۴ رکوع)

میں تم کو قرآن شریف سنانا ہوں۔ مدعا اس سے میرا یہ ہوتا ہے کہ تم اس پر

عمل کرو اور عمل کر کے اس سے نفع اٹھاؤ۔ قرآن کریم عمل کرنے سے انسان

کے آٹھ پہر خوشی سے گزرتے ہیں۔ قرآن شریف پر عمل کرنے سے انسان کو

خوشی و عزت اور کم سے کم بدوں کی اتباع اور محتاجی سے نجات ملتی

ہے۔

ان یضل۔ خبردار ہو جاؤ ایک گروہ اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ تم

گمراہ ہو جاؤ۔

وما یضرونک من شیء۔ اگر تم قرآن شریف پر توجہ رکھو تو تم گمراہ کرنے

والوں کی کوششوں سے محفوظ رہ سکتے ہو۔ یوروپ والوں نے کس

قدر ترستی کی ہے۔ لیکن دیکھو ایک نبی کو خدا بنا لیا۔ ہندوؤں نے

سور کر و دیوتا بنا لئے۔ آریہ و ہندو لاشریک نہیں کہہ سکتے۔

وعلمک ما لم تکن تعلم۔ دیکھو نبی کریم ایسے انسان کو ارشاد ہے

کہ اگر قرآن شریف نہ آتا۔ تو محمد کو کچھ نہ آتا۔ بھلائی اور برائی سمجھنے کا

ایک ہی ذریعہ قرآن شریف ہے۔

لا خیر فی کثیر من بجاہم۔ امن کی زندگی۔ عمدہ معاشرت و

تمدن کے لئے یہ ضروری نصیحت ہے۔ مخفی کیدیاں کرنے والے

بجائے اصلاح میں الناس کے تفریق میں الناس کرتے ہیں۔ جب کوئی

شخص قرآن و حدیث کا علم نہیں رکھتا۔ تو اسے یہ حق کہاں پہونچتا

ہے کہ وہ کہے کہ میں حق کی حمایت کرتا ہوں پس تم کسی خفیہ مشورہ میں

سوائے اہل الرائے عالمان قرآن کے شامل نہ ہو اور یہ لوگ بھی شور

کریں تو چندہ دینو کسی نیکی اور اصلاح کے متعلق مشورہ کریں۔

و یتبع غیر سبیل اللہ المؤمنین۔ دیکھو سنی شیعہ پنج ارکان اسلامی میں
اصولی طور پر متفق ہیں پھر آپس میں ایسے کچھ رہتے ہیں کہ کیا مجال ایک دوسرے
کی مسجد میں چلا جاوے۔

۱۰۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۵)

ان اللہ کا یغفران یشرک بہ۔ شرک کے معنی میں کسی کے ساتھ سانجھی کرنا اللہ
کی ذات اللہ کے صفات اللہ کے افعال کا کسی کو ہوتا بنانا اللہ کی عبادت جس
طرح کی جاتی ہے اسی طرح کسی دوسرے کی عبادت و تعظیم کرنا۔

ایسی کوئی قوم پیدا نہیں ہوئی ہے جس نے خدا کی ذات جیسی کوئی ذات
مانی ہو۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام خدا کی ذات کی توحید بیان فرمایا ہے۔ صرف ایک قوم جو
جوشوہ کہلاتی ہے وہ یزداں و اہرمن مانتے ہیں۔ صفات الہی میں بھی لوگوں
نے شرک بہت کم کیا ہے۔ خدا کے افعال میں بھی لوگوں نے شرک کم کیا ہے
مشرک ہی مانتے ہیں کہ زمین و آسمان خدا نے پیدا کیا ہے۔ ہاں چوتھی قسم
کا شرک شرک فی العبادت ہے۔ کل انبیاء اسی شرک کے دور کرنے کے لئے
آئے ہیں جنہیں سے مشرک حاجات مانگتے ہیں ان کے آگے سجدہ کرتے۔

مادون ذلک۔ میں مادون کے معنی میں کہ اس سے نیچے اتر کر جو گناہ
میں وہ معاف کر دیتا ہے۔ کیونکہ خدا کا انکار شرک سے بھی بڑھ کر گناہ ہے
پس مادون کا ترجمہ سوائے پسندیدہ نہیں۔

انشاء۔ دیو یاں عرب بھی لات وغیرہ موٹ تون کے پجاری تھے۔
محیص۔ بہا گئے کی جگہ۔

لا یظہرون نقیرا۔ کچھور کی گھٹلی کی پشت پر ایک نقطہ ہوتا ہے اسے نقیر کہتے ہیں

۱۲۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۶)

بعض وقت لوگ یتیم لڑکوں کو ذلیل سمجھتے ہیں ان کے مال کو کھا لیتے ہیں اس سے
منع فرمایا اور ارشاد کیا۔

ان تقووا للیتی بالقسط یتیموں کے لئے انصاف پر قائم رہو۔

ان یصلحوا بینہما صلحاً۔ صلح بڑی اچھی چیز ہے بہت لوگ ایسے ہیں کہ وہ
عداوت کو بڑھاتے ہی رہتے ہیں۔

کالمعلقہ۔ ایسا نہ کرو کہ وہ عورت درمیان میں لٹکی رہے کہ نہ اس کو خاؤ
والی کہہ سکتے ہیں نہ بے خاؤ والدی۔

وتتقوا۔ تقویٰ بہت ضروری ہے ایک امیر کو من اچھا سمجھتا تھا اور میرے
استاد اسے بہت برا سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ ذکر چل پڑا۔ میں نے متقیوں کی مثال
میں امیر کو پیش کیا آپ نے کہا کہ تقویٰ کے معنی تیرے ہو۔ عزم کید۔ جو کوئی
کام شریعت کے خلاف نہ کرے۔ فرمایا۔ یہی بات ہے کہ وہ شریعت کی تو
آڑ رکھتا ہے اور کرتا وہی ہے۔ جو اس کے دل میں ہوتا ہے۔ اپنے

اغراض کے موافق احکام کو ڈھال لیتا ہے۔

وکان اللہ غنیاً حمیداً۔ ایک پولیس میں کی مخالفت انسان سکھ نہیں پاسکتا تو
خدا کی مخالفت کر کے وہ کیوں کر آرام پاسکتا ہے۔

۱۳۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۷)

کئی وقت انسان کے لئے امتحان کے ہوتے ہیں ایک تو غضب کا وقت ہوتا ہے غضب
کی حالت میں آدمی دوسروں کو انواع و اقسام کے نقصانات پہنچا دیتے ہیں پھر کہتے
ہیں کہ غلطی ہوئی۔ غصہ کر دیکھیں جب دوسرا کوئی نقصان پہنچا دے۔ تو ہرگز غصہ پر مشتمل
نہیں ہوتے اسی طرح آدمی بعض اوقات محبت میں ہی حد سے بڑھ جاتا ہے اور گمراہ ہو
جاتا ہے ایک وقت وہ ہوتا ہے جبکہ مقدمات میں گواہی دینے کا ہوتا ہے۔ آدمی
اچھو عزیز و دوست کا نقصان گواہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ
ایمان کو مقدم رکھو اور گواہی انصاف سے دو خواہ اپنے عزیزوں کے مقابلہ میں ہو
اپنی جان پر یا اپنی ماں باپ ہی کے متعلق گواہی دینی پڑے۔

فاللہ اولیٰ بہما۔ اللہ تعالیٰ ہی غریب و غنی کی رعایت سے بہتر ہے۔

فلا تقیموا الہودی۔ گری ہوئی بات انصاف کے خلاف ہوتی ہے۔

من یکفر باللہ و ملائکته۔ ہر مکذک کا کفر یہ ہے کہ اندرون پاک تحریکات کے خلاف کرے

ان الذین امنوا ثم کفروا۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب پکڑے جاتے ہیں قوموں
ہو جاتے ہیں پھر موقع پاتے ہیں پھر گمراہ۔ منافق کی ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ
بار بار اقرار کرتا ہے۔ پھر اس کو پورا نہیں کرتا۔

یکسحقن ابھما۔ حقیر سمجھا جاتا ہے۔

۱۴۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۸)

ہم نے بارہ تمہیں بتایا کہ منافق امانت میں خیانت کرتے۔ وعدہ پورا کرتے جھوٹ
بولتے لڑتے ہیں تو گند بکتے ہیں۔ پھر منافق وہ ہے جس کا ظاہر و باطن یکساں
نہ ہو۔ منافق کا دل کمزور ہوتا ہے اس میں نہ قوت فیصلہ نہ تاب مقابلہ
منافق اللہ کی یاد بہت کم کرتے ہیں۔ نمازوں میں سستی کرتے ہیں اور دکھلاو
کی نماز پڑھتے ہیں۔

مذہبین بین ذلک۔ کبھی طرح کبھی اوپر جاتا ہے کبھی ادھر۔ آجکل لوگ
جس کو پالیسی کہتے ہیں وہ نقاق کا ٹھیک ترجمہ ہے۔ منافق کا کوئی مددگار
نہیں ہوتا۔

بیان پارہ پنجم کے نوٹ ختم ہوئے الحمد للہ

حضرت مولانا مولوی نثار الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

موسیٰ کی ماں کو بھیجی گئی۔ پھر اور وحی جو ان بزرگوں کو بھیجی گئی جو نبی دتے جیسے فرماتے ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ وحی ان معمول و عیون نہیں۔ بلکہ یہ وہی جو اول العزم رسولوں کی طرف بھیجی جاتی رہی ہے۔

فامسوخ خیراً لکم۔ ایک شہد کی کہتی ہے انسان بہت کچھ سبق سیکھ سکتا ہے وہ کسی دانائی سے گھر بناتی۔ شہد بناتی۔ دانائی کو کام میں لاتی ہو۔ قناعت ہی صدر ہے کی گئی ہو محنت و کسب اپنے لئے کہانا مہیا کرتی ہے بدبودار چیز پر بھی نہیں بیٹھتی۔ پھر اپنے امیر کی مطیع ہوتی ہے۔

مورخہ ۱۵ - جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۴)

لن یستنکف المسیح۔ عیسائی لوگ حضرت مسیح کو خدا سمجھتے ہیں بعض مٹا کہتے ہیں۔ قرآن شریف نے جب بڑے بڑے وعظ کئے کہ وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے تو بعض احمقوں نے کہا اتنی مدت ہم اُسے بڑا مانتے آئے ہیں کہیں ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ خدا فرماتا ہے کہ مسیح ناک نہیں چڑھتا برا نہیں مانتا۔ انسان کے لئے

یستکبر۔ الکبر یا رداؤی۔ تکبر خدا کی صفت ہے تکبر کرنا بہت ہی بُری چیز ہے۔ میں جب پاخانہ میں جاتا ہوں تو مجھ کو خیال ہوتا ہے کہ جس کے اندر سے یہ نکلتا ہے۔ وہ کبر یا ئی کرے ذرا ہوا بند ہو جائے۔ تو بس پھر خاتمہ ہے پھر قریباً ب کی مائن چھڑوین کا کام کرتی ہیں بس انسان کو اپنی ذات پر کیا گھمنڈ ہو۔

انزلنا الیکم فوہراً حبیبنا۔ افسوس کہ آجکل قرآن شریف مسلمانوں نے پانچ کاموں کے لئے بنا رکھا ہے۔ سڑک میں تو اس لئے کہ کسی کے ساتھ دغا کرنا ہو تو اس پر چبھ دینا۔ مین۔ کچھری میں جھوٹی قسموں کے لئے۔ نام طور پر کسی منتر جنت کے لئے۔ حافظہ لوگ کبر یا ئی کے لئے کہ کوئی کہے ہم ہی حافظ ہیں۔ بھڑے روپیہ کمانے کے لئے۔

کئی لوگ آتے ہیں۔ مجھ کو کہتے ہیں کوئی وظیفہ بتاؤ۔ ایک عامل نے بتایا کہ من یتق اللہ یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ رٹا کرو۔ ہم اس نکتہ کو سمجھ گئے کہ یہ رٹنے کے لئے نہیں عمل کے لئے ہے پھر اسے محبوب پایا۔ متقی بن جاؤ خدا اپنی جناب سے رزق دیگا۔

الحمد للہ علی ذلک

یہاں سورۃ النساء کے نوٹ ختم ہوئے

الحمد للہ

سورۃ النساء

(پارہ ششم)

مورخہ ۱۵ جون ۱۹۰۹ء

۴۰ (رکوع نمبر ۲۰)

یکفون باللہ و دسلہ۔ ایسے بھی لوگ ہیں خدا کو مانتے ہیں مگر رسولوں کو نہیں مانتے اللہ فرماتا ہے جو رسولوں کو نہ مانتے وہ پکے کافر ہیں۔ مومن کو چاہیئے اللہ پر بھی ایمان اور اس کے رسولوں پر بھی ایمان لادو۔

ان تمنل علیہم کتاباً۔ شریروں کو جب کسی نیک بات پر عمل نہیں کرنا چاہتے تو طرح طرح کے عذر تراشتے ہیں مثلاً یہ کہ خدا ہم پر بھی ایک کتاب بھیجتا۔ پھر موسیٰ سے اس سے بھی بڑھ کر کہا کہ انا امد جہرۃ۔ چنانچہ ان پر عذاب کیا۔ بیوجہ نہیں بظلمہم۔

ادخلوا الباب سجداً۔ یہ ہم نے تم کو بار بار نصیحت کی ہے جب کسی شہر میں جانے لگو تو داخل ہوتے وقت دعا مانگو۔ فرمانبردار ہو کر شہر میں داخل ہو۔

وقولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ۔ رسول اللہ کہنا بطور استہزاء ہے اور اس لئے کہ ادنیٰ کتابوں میں ہوتا کہ اللہ کا نبی مقتول بالصلیب ہوگا اس لئے انہوں نے کہا تا نا ظاہر ہو کہ وہ اللہ کے رسول نہ تھے اس لئے اللہ نے فرمایا کہ وہ مقتول بالصلیب نہیں کر سکتے بلکہ مشابہ بالمصلوب بنایا گیا مسیح ان کے لئے۔

اللاتباع الظن۔ سیالکوٹ میں ایک پادری تھے ان سے میری گفتگو ریل پر ہوئی متیز تمام واقعات متعلقہ صلیب ان سے منوال لئے گویا اس نے دلی زبان سے اقرار کیا کہ مسیح کے مقتول ہو جانے کا ان کو یقین نہیں ظن ہی ظن ہے۔

ویدوم القیامۃ یكون علیہم شہیداً۔ اس سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن مسیح گواہی دیگا۔ دنیا میں اگر نہیں۔

حرمانا علیہم طیبیت۔ طیبیت آدمی محروم ہو جاتا ہے جب وہ شرک پرکھتا ہو۔ سبیل اللہ سے روکے۔ اموال اناس بالباطل کہانا شروع کر دے۔

مورخہ ۱۶ - جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۳)

او حینا الیک۔ وحی کہتے ہیں جو جلدی سے کسی کو بات بتا دے وحی کی کئی قسمیں ہیں ایک وہ جو زمین کو بھیجی گئی

بان دیکھ ادھی لہا۔ پھر وہ جو شہد کی کہتی کو بھیجی جاتی ہے۔ پھر وہ جو حفرة

مورخہ ۱۹ - جون ۱۹۰۹ء

سورہ مائدہ

(رکوع ۵)

سورۃ بقو اور سورۃ آل عمران ہر دو میں جہاد... کا ذکر پہلی میں زیادہ تر یہودی مخاطب میں اور دوسری میں نصاریٰ۔ پھر سورۃ نسا اور اس سورۃ مائدہ میں اندرونی انتظام کا ذکر ہے کیونکہ گھر بیٹھے بیٹھے ہی بڑے بڑے کام کرتے پڑتے ہیں اور بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ دونوں سورتوں میں تمدن و معاشرت کا ذکر ضروری تھا چونکہ آرام بیٹھے بیٹھے مباحثات بھی چھڑ جاتے ہیں اس لئے نسا میں یہودی کے ساتھ اور مائدہ میں نصاریٰ کے ساتھ معاشرت کا طریق سکھایا ہے۔ تم لوگوں (احمدیوں) کو اپنے فرض منصبی کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ دونوں قوموں سے تمہیں یہی مقابلہ ہے تم میں سے بعض سپاہی تو ہیں جو قلم کا ہتھیار استعمال کر رہے ہیں مگر بہت وہ ہیں جو آرام سے بیٹھے ہیں اور ان کو چاہیے کہ مناظرہ کا طرز سکھائیں۔ پہلی سورۃ میں بیبیوں کے تعلقات کا بھی ذکر ہے میو کی کتاب میں جو خدا کی طرف منسوب کی گئی ہو اس شرح و بسط کے ساتھ معاشرت کا ذکر نہیں دیکھا۔ تھوڑا ذکر قورات میں ہے۔ مگر انجیل پھر وید اس سے بالکل خالی ہیں۔ دینا مذکور تیار تھ پر کاش کیکی۔ مگر جب بیبیوں کے تعلقات کا ذکر آیا تو متوجہ وغیرہ کے حوالے لئے اگر دید پر دھتہ پڑتا تو وہ کبھی ایسا نہ کرتا۔

مجھے تعجب ہے کہ انجیل میں تمدن کا کوئی ذکر نہیں۔ بیبیوں کی معاشرت کے متعلق کوئی مسئلہ نہیں۔ مگر پھر بھی عیسائی اپنی بیبیوں کے ساتھ کیسی محبت کرتے ہیں مسلمانوں میں کس قدر تاکید ہے۔ مگر انہوں نے اسکی کچھ پروا نہ کی۔ یہ قرآن مجید کی سخت ادبی ہے مجھے بہت دکھ پہنچتا ہے۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ لٹسکٹنا لیجھا اور جہل بیسکم مودۃ ورحمۃ کی مطلق پروا نہ نہیں کی جاتی۔

چونکہ معاشرت میں پہلی بات معاہدہ ہو اس لئے پہلے تو اسے نباہنے کی تاکید فرمائی اوفوا بالعقود۔ لین۔ دین۔ حبت۔ اشتریت۔ زوجت۔ تزوجت میں۔ یہ سب عقد ہیں۔ حتیٰ کہ اخذ نامتکم میثاقاً غلیظاً۔ اگر پوچھو کہ میثاق غلیظ کیا ہے تو کئی میں جن کو اس کا علم ہی نہیں۔ بس نکاح میں نوہار ایک خطبہ فارسی ہے وہ پڑھ دیں گے۔ فرماتا ہے تمام عقود۔ قرض لین دین۔ بیاہ دوستی و دیگر معاہدات و فاداری کے ساتھ بنا ہو۔ ہمارے ساتھ بھی بعض لوگوں نے عقد باندھا ہے جو پہلی بات کہو گے مان لین گے۔ ہم نے تمہیں کئی پہلی باتیں بتائیں انپر عمل چاہیے۔ یاد رکھو کہ اگر لوگ معاہدات پر قائم ہو جائیں تو تمدن میں بڑا آرام ہو جائے اور کبھی کوئی جھگڑا نہ اٹھے چونکہ کھانا پینا بھی معاشرت میں شامل ہے اس لئے فرمایا کہ حلال کھاؤ۔

احلت لکم ہمیمۃ الانعام۔ قرآن شریف میں بکری۔ بھیڑ۔ دنبہ۔ بکرائے۔ اونٹ کو ہیسہ کہ گیا ہے

غیر محلی الصيد وانتم حرم۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبد بنا دیا ہے تمام وہ اعضاء جو شریعت کی ماتحت رکھے ہیں ان کو فرمانبرداری سکھائی ہے۔ مثلاً بون اس کے متعلق حکم جاری

کیا کہ لغو مت کہو۔ اب ہم کو واجب ہے کہ وہ کھیں بون مفید ہے یا نہیں۔ فرمایا۔ بولو مگر جھوٹ نہ بولو۔ لعنتہ اللہ علی الکاذبین۔ جھوٹ نہ بولیں تو پھر کیا کریں۔ سچ بولیں۔ مگر پھر بیان بھی اپنی معبودیت کا رنگ جمایا ہے اور کہا کہ دیکھو سچ میں سے بھی ایک سچ منع ہے وہ کیا؟ غیبت۔ صحابہ نے پوچھا کہ کسی میں وہ عیب واقعی ہے تو اس کا تذکرہ تو برا نہ ہوگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہی تو غیبت ہے اگر وہ عیب واقعی نہیں۔ تو اس کا نام بہتان ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چاہا جی اپنی عبودیت سکھائی ہے۔ پھر سچ ہو غیبت نہ ہو تو اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ مجاز بولو۔ مگر ایک دو مجاز کی ہی اجازت نہیں۔ مثلاً انبت الذبیح المبقول۔ (بہار نے سنری اگاشی) بول سکتے ہیں۔ مگر مطرنا بنو علی کذا۔ بولنا منع ہے۔ حالانکہ یہ صحیح ہے کہ جب برج آبی میں چاند چلا گیا تو بارش ہوتی ہے۔ مگر حکم الہی اگیا کہ ایسا کہنا چھوڑ دو تو چھوڑنا پڑا۔ اسی طرح... جانوروں کے کھانے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ہرن ہی بے شک بکری ہے اور نیل گاؤں بھی گائے ہے حالت احرام میں شکار نہ کرو۔ وجہ سمجھ نہ آئی تو عام مومن ہی سمجھ لیں ان اللہ یحکم مابینہم۔ اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے

لا تھلوا شعاث اللہ۔ جن چیزوں سے اللہ پرہیز فرماتا ہے ان کی بے حرمتی مت کرو ہم نے قرآن مجید سے خدا کو پرہیز فرماتا ہے اس کی بے حرمتی جائز نہیں۔ بھلا یہ حرم ہے کہ اس پر پاؤں رکھ لو یا اور کتابوں کے نیچے رکھو یا وہی صفوں پر ڈال دیا جاوے۔ مینی بھی تہمین پہان کی راہ بتائی ہے۔ میری ہی حرمت کرو

ولا تشمروا الحرام۔ پھر حرمت کے پہلے وہ بھی شاعر اللہ میں ان کا شعور حاصل ہوتا ہے کہ کس قدر لوگ اکٹھے ہوتے ہیں ولا الھدی ولا القلائد۔ اسی طرح قربانیوں کا فہم میں کہ وہ سکھاتے ہیں اسی طرح انسان کو اپنے آقا کے حضور جان دینی چاہیے۔ دنیا کے آقاؤں کے لئے جان دیتے ہیں پس دنیا و آخرت کے آقاؤں و آسمان کے مالک پر جان کیون شاد نہ کریں۔

ولا یجس منکم شنان قوم۔ اگر کوئی دشمن ہے تو اس سے دشمنی کی حد بندی کرو۔ حد بندی نہ کرو گے تو دن بدن دشمنی بڑھتی جاوے گی۔

ان صمد وکم عن المسجد الحرام۔ کسی آدمی سے دشمنی ہے تو دشمنی کے باعث اس سے قطع تعلق نہ کرو۔ اگرچہ وہ دشمن ایسا ہے کہ عزت کے مقام سے تہین روکتا ہے۔

ان تعبدوا۔ اگر تمہیں کوئی مسجد میں نماز پڑھنے سے روکتا ہے تو جس مسجد میں تمہارا اختیار ہے اس میں نماز پڑھنے سے نہ روکو

حرمت علیکم المیثۃ۔ معاشرت میں ضرورت سے عمدہ اخلاق کی اور بدن کو حرام سے محفوظ رکھنے کی۔ پس مردار کو استعمال کیے جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اسی طرح خن میں بھی بہت سی زہریں ہوتی ہیں وہ لطیف طاقتیں جو خدا کی نافرمانی کے لئے ضروری ہیں خون کہا نیمالوں میں نہیں رہتیں۔ چوڑے رپاک خور اکو اگر جناب الہی کی عظمت و جرات کا مضمون سمجھاؤ تو وہ نہ سمجھے گا۔ اسی طرح

والحم الخنزیر۔ سور کا گوشت ہے جو شہوت و غضب کو بڑھ دیتا ہے بعض آدمی بات بات پر آگ ہوتے ہیں۔ گویا ان کا دوزخ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ چلتے ہوئے ناکٹ ہوتے

جائیں گے۔ ہر وقت ایک جہنمیں محسوس کرتے رہیں گے۔ شیر باد جود اتنا بہادر ہونے کے اپنے دشمن کے مقابلہ میں احتیاط کرتا ہے۔ اور اگر دشمن کو حملہ کرتا ہے۔ مگر سوز غضب کے وقت سیدہ آتا ہے اسی طرح اس جانور میں شہوت... بڑی ہوتی ہے۔ تمام گناہوں کی تبدیلی دو وقتیں میں۔ غضب و شہوت اس لئے اس کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

وما اهل بيم لغير الله۔ پھر وہ چیزیں ہیں جن پر غیر اللہ کا نام لیا جاسے ان کا کہنا بالجماع عقائد اللہ سے بعد میں ڈال دیتا ہے۔ اس کے بعد میتہ اور اہل کی کچھ تفسیر دی۔ پہلے پہلے اسلام نے عقائد سکھائے۔ اللہ کی عظمت۔ پھر ملائکہ پھر رسولوں پھر کتابوں کا علم سکھایا۔ پھر عبادت کے طریق بتلائے۔ پھر زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج۔ پھر تدریج سکھاتے سکھاتے تمدن کے ضروری مسائل سکھائے۔ پھر کھانے پینے کے مسئلے ہی بتا دئے۔ اس پر کہا کہ اب تو تمہارا کھانا پان بھی بیان ہو چکا اس لئے شریعت کے اصول کامل ہونے سے کافرانہ امید ہو گئے۔

ما ذی اهل لهم۔ پوچھتے ہیں کیا کیا حلال ہے ہم نے حرام بتا دئے ہیں باقی سب حلال ہیں مگر شرط یہ ہے کہ طیب ہوں۔ فطرت صحیحہ تبا دینی ہے کہ طیب کیا ہے مثلاً پاخانہ ہے۔ یہ بدن سے نکالا گیا ہے پس اسے واپس کرنا فطر کے خلاف ہے۔ طیبیات۔ جن سے تمہارے بدن اور اخلاق و مذہب کو ضرر نہ پہنچے۔ طعام الذین اوتوا الکتاب۔ یعنی اہل کتاب تمہاری دعوت کریں۔ تو حلال ہے بشرطیکہ کوئی حرام چیز نہ ہو۔

غیر مسافحین۔ شہوت کے مٹانے کے لئے ہیں۔

مورخہ ۲۰۔ جون ۱۹۰۹ء

(دکھ ۶ نمبر ۶)

سورۃ نساء میں معاشرت کا ذکر ہے جو اپنی بی بی۔ بچے۔ نوکر۔ ماں۔ باپ کے ساتھ تعلقات میں عہدگی کا نام ہے اور تمدن کا ذکر ہے جو کسی گاؤں یا شہر میں مکر رہنے کے اصول کا نام ہے کچھ باتیں پچھلے رکوع میں بتائی ہیں اب کچھ اور فرماتا ہے کہ عہد معاشرت میں یہ بھی ضروری ہے کہ خدا کی یاد سے غافل نہ ہوں مل کر نمازیں پڑھیں۔ اور نمازوں کے لئے دھنور کر دو۔ جس کا طریق سکھاتا ہے

فاغسلوا وجوهکم۔ اپنے مونہ نہ دھو لو۔ ہاتھ کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ فطری بات ہے کوئی ہاتھ نہ پاک ہو تو مونہ نہ دھوئیگا۔

الغسل۔ باہر سے آئے۔ پاخانہ۔ پیشاب۔ ریح۔

لمستم النساء۔ چھونے کے دوسرے ہیں۔ صرف ہاتھ لگانا۔ دوم صحبت کرنا۔ دونوں معنی بہت عمدہ ہیں۔

فلن تجدوا ماء۔ اللہ تعالیٰ نے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی اگر پانی نہیں ملتا یا پانی ملتا ہے مگر اس کے لینے میں خوف نقصان مال یا جان یا عزت ہے تو پھر مٹی سے تیمم کر لو۔ اس بات میں بحث ہے کہ صاف پتھر پر کہ از جنس ارض ہے تیمم ہو سکتا ہے یا نہیں و لکن یدید لیطہرکم ولیتم نعمتہ علیکم۔ ایسی باتیں بتائے کہ اللہ طہارت کی روح تم میں پھونکنا چاہتا ہے ان ذرائع سے ترقی کرو۔ تو اللہ تم پر اپنی نعمت کامل کرے

دیگا۔ شریعت نے ہر ظاہر کے لئے ایک باطن رکھا ہے۔ مثلاً ہر چیز کو دائیں ہاتھ سے لینے کا حکم ہے۔ دائیں کو فارسی میں راست اور اردو میں سیدہ۔ عربی میں یمین۔ اور بائیں کو چپ۔ اٹلا۔ شمال کہتے ہیں اس میں ایک نصیحت ہے۔ کہ لین دین میں ہمیشہ راستی کو مد نظر رکھو۔ سیدہ دو آٹے ہاتھ سے نہ دو نہ لو۔

ایسا ہی انسان کو اپنی قومیت کا گھنٹہ ہوتا ہے اس میں اصلاح فرماتا ہے۔ کتم کو ماہ یا ترا بے پیدا کیا۔ آخر تم اپنی قوم لینے والے ہو۔ ضرورت کے موقع پر اپنی قوم پر جسم پاک کرنے کا ارشاد کیا جیسا کہ ان کی اصلیت کا خیال باطنی خیالات کو پاک کرتا ہے وميثاقه الذی دأثکم به۔ اطيعوا اللہ واطيعوا الرسول بھی ایک عہد پر علیم بذات الصدور۔ ظاہر داریوں سے کام نہیں چلیگا۔ وہ تمہارے سینہ کی باتوں سے واقف ہے۔ اب چونکہ معاشرت میں تعظیم لامر اللہ کے سوا شفقت علی خلق اللہ بھی چاہیئے اس لئے اس کی نسبت ہدایت فرماتا ہے کہ چونکہ معاملات میں مقدمات ہی ہوتے ہیں اس لئے تم جب ان میں گواہی دو۔

کو فوا قوامین للہ شہد۔ اعد بالقسط۔ تو تمہاری گواہیاں اللہ کے لئے عدل کے ساتھ ہوں۔

ولا یحج منکم شأن قوم علی ان لا تقدوا۔ کسی کی دشمنی انسان کا گناہ نہ ہو۔ مثلاً اگرین لوگ تم کو دفتروں سے نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں تو اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ تم ان کے مقابلہ میں بھی ایسی کوشش کرو جہاں تمہیں اختیار حاصل ہے۔

وانقدوا للہ ان اللہ خبیر بما تعملون۔ تقویٰ کا علاج بتایا کہ تم یہ یقین رکھو۔ کہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا اور ان سے خبر رکھنے والا بھی کوئی ہے

وعدا للذین اؤموا۔ چونکہ پھر بھی انسان کمزور ہے اس لئے فرمایا کہ تم مومنوں کے اعمال صالحہ زیادہ ہوں ان کے لئے مغفرت ہے۔

اذھمت قدم۔ حدیبیہ میں بھی ایسا معاملہ ہوا کہ دشمن کی ضرر رسانی سے مسلمانوں کو بچایا۔ بتوک کے راستے میں بھی یہ فضل ہوا۔ مدینہ طیبہ میں ہی جب یہودی چٹکی کا پاٹ گرنا چاہا تو آپ محفوظ رہے اسی طرح ہر زمانہ میں خدا کے برگزیدوں اور ان کی جماعت کو مشکلات پیش آتے اور وہ دشمنوں سے بچائے جاتے ہیں۔

مورخہ ۲۱۔ جون ۱۹۰۹ء

(دکھ ۷ نمبر ۷)

ولقد اخذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں کبھی یہود کا ذکر کرتا ہے کبھی عیسائیوں کا کبھی مشرکوں کا کبھی ابراہیم و موسیٰ کا ہمارے سامنے یہ یہود ہیں نہ موسیٰ ہیں پس تم کو اور ہم کو سنا ہے۔ فرعون کس طرح فرعون بنا۔ اور موسیٰ کیوں کر موسیٰ ہوا فرماتا ہے۔ ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا تھا اور ان میں بارہ ہزار بنائے چھا و نینوں کو اب تک بارہ پتھر۔ کہتے ہیں۔ حضرت مسیح نے بھی بارہ حواری بنائے ہمارے نبی کریم نے فرمایا۔ کہ بارہ شخص قریشی بڑے خلیفہ ہوں گے۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں کوئی اسلامی ملک ایسا نہ تھا۔ جو حضرت ابوبکر کے تحت تصرف نہ ہو اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز اور ان کے چچوں کا نام نکالے مسلمانوں کا ایک سردار

ہوتا تھا۔ دوسرا دعویٰ ارتکاب نہ تھا۔ حضرت امیر معاویہ نے حضرت علی کے زمانہ میں قطعاً خلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔

۲۳۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع ۹)

ابن آدم۔ آدم کے دو بیٹے ہیل اور قابیل تھے۔ یہ نام قرآن شریف میں نہیں۔ تورات میں ہیں۔ انکار کی کوئی وجہ نہیں اور نہ ایسے واقعہ پر تحریف کا گمان ہے۔

قریباً قریباً۔ قربانی کی وہ قربانی کیا تھی۔ یہ نہیں بتایا کچھ ہو گا۔

فتقبل من احدھما۔ قبولیت کا پتہ معلوم ہو گا لام الہی سے آدم علیہ السلام کو بذریعہ الہام الہی علم ہوا۔

انما یتقبل اللہ من المتقین۔ یہ آیت قابل غور ہے۔ اعمال نیک ہی۔

نیکیوں ہی کے قبول ہوتے ہیں۔ دوسرے موقعہ پر فرمایا چاہے کہ جو ریاء الناس عمل کرتے ہیں ان کی مثل ایسی ہے۔ جیسے کوئی پتھر پر مٹی بچھا کر تخم ریزی کرے بارش آئے وہ کھیتی کو مع زمین بہا لے جائے اور صاف چیل چھوڑ جائے۔

ان الذین ان تبدوا باشی۔ یعنی میرے قتل کا جو گناہ ہے۔ وہ بھی تو حاصل کرے یہ بھی ایک جذبات رحم کو براہ انگشت کرنے والی درخواست اور نصیحت دینے والی بات تھی کہ ادھر طرح سے تو شریر تو ہے ہی اب یہ ایک گناہ ہے یہ بھی کرے اور دوزخی بن جا۔ میز کیا کہنا ہے۔

فاصبح من الخاسرین۔ ایسا تو پانیوالا ہوا کہ جس خاندان اس سے شادی کی تھی بھی تباہ ہوا۔ معلوم ہوا شادی صلح میں کرنی چاہیے۔

فبعث اللہ غراباً۔ کتے میں تین صفتیں عجیب ہیں (۱) کتے کو کسی نے جمع کرتے کم دیکھا ہے (۲) ایک ٹکڑا بھی کھانے کو مل جائے اگر کراؤں کو اطلاع ضرور کر لیا کہ یہاں کچھ ملتا ہے (۳) کسی کتے کو صدیہ پہونچے۔ سب وہاں جمع ہو جاتے ہیں اسی واسطے شور و غل کو ہماری زبان پنجابی میں کاوان رو کی کہتے ہیں۔ ہم نے ایک بڑے شکاری سے پوچھا کبھی کسی کتے کی لاش تم نے جنگل میں دیکھی ہے تو اس نے کہا نہیں اس سے تین باتیں نکلیں۔ (۱) شرم و حیا ہی کوئی چیز ہے (۲) نیک برتاؤ کرنا چاہیے اور ہمدردی (۳) مردے کی لاش کو بولنے کی فکر یہ قصداً اشارہ جو اس بات کی طرف کہ ابراہیم بھی ایک آدم تھا (اسے ابوالانبیاء کہتے ہیں) اس کے دو بیٹے تھے۔ اسحق اور اسماعیل۔ مدینہ کے یہود جو بنو اسحق تھے انہوں نے بنی کریم اسماعیل کی اولاد کو قتل کرنا چاہا سوا تین بتایا گیا کہ دیکھو اس سے پہلے ایک بہائی نے دوسرے کو قتل کر کے کیا لیا سوا اس کے کہ فاسر و نام ہوا۔ اور انہیں سمجھایا کہ من اجل ذلک فرث اسلوجہ ہم نے بنی اسرائیل کو پہلے سے یہ حکم رکھا ہے کہ من قتل نفساً جزیسے عظیم الشان نفس کو قتل کرے گا وہ گویا ساری جہان کے قتل کا مرتکب ہو گا۔ یہاں دون اللہ۔ اس کے دین کا مقابلہ کرتے ہیں۔ من خلاف۔ بوجہ انکی خلاف ورزی کے امام ابو حنیفہ نے لکھا ہے کہ جو مومن کی تعمین میں ہیں ان کی موائف ان سزاؤں میں سے کوئی سزا دی جاوے گی۔ ہوگی خنزیر فی اللہ دنیا۔ یہ نشان ہے آخرت میں عذاب کا۔ دنیا میں حبشگی کی جب لگیا تو آخرت کی جہنم

ہوتا تھا۔ دوسرا دعویٰ ارتکاب نہ تھا۔ حضرت امیر معاویہ نے حضرت علی کے زمانہ میں قطعاً خلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔

انما یتقبل اللہ من المتقین۔ یہ آیت قابل غور ہے۔ اعمال نیک ہی۔

نیکیوں ہی کے قبول ہوتے ہیں۔ دوسرے موقعہ پر فرمایا چاہے کہ جو ریاء الناس عمل کرتے ہیں ان کی مثل ایسی ہے۔ جیسے کوئی پتھر پر مٹی بچھا کر تخم ریزی کرے بارش آئے وہ کھیتی کو مع زمین بہا لے جائے اور صاف چیل چھوڑ جائے۔

ان الذین ان تبدوا باشی۔ یعنی میرے قتل کا جو گناہ ہے۔ وہ بھی تو حاصل کرے یہ بھی ایک جذبات رحم کو براہ انگشت کرنے والی درخواست اور نصیحت دینے والی بات تھی کہ ادھر طرح سے تو شریر تو ہے ہی اب یہ ایک گناہ ہے یہ بھی کرے اور دوزخی بن جا۔ میز کیا کہنا ہے۔

فاصبح من الخاسرین۔ ایسا تو پانیوالا ہوا کہ جس خاندان اس سے شادی کی تھی بھی تباہ ہوا۔ معلوم ہوا شادی صلح میں کرنی چاہیے۔

فبعث اللہ غراباً۔ کتے میں تین صفتیں عجیب ہیں (۱) کتے کو کسی نے جمع کرتے کم دیکھا ہے (۲) ایک ٹکڑا بھی کھانے کو مل جائے اگر کراؤں کو اطلاع ضرور کر لیا کہ یہاں کچھ ملتا ہے (۳) کسی کتے کو صدیہ پہونچے۔ سب وہاں جمع ہو جاتے ہیں اسی واسطے شور و غل کو ہماری زبان پنجابی میں کاوان رو کی کہتے ہیں۔ ہم نے ایک بڑے شکاری سے پوچھا کبھی کسی کتے کی لاش تم نے جنگل میں دیکھی ہے تو اس نے کہا نہیں اس سے تین باتیں نکلیں۔ (۱) شرم و حیا ہی کوئی چیز ہے (۲) نیک برتاؤ کرنا چاہیے اور ہمدردی (۳) مردے کی لاش کو بولنے کی فکر یہ قصداً اشارہ جو اس بات کی طرف کہ ابراہیم بھی ایک آدم تھا (اسے ابوالانبیاء کہتے ہیں) اس کے دو بیٹے تھے۔ اسحق اور اسماعیل۔ مدینہ کے یہود جو بنو اسحق تھے انہوں نے بنی کریم اسماعیل کی اولاد کو قتل کرنا چاہا سوا تین بتایا گیا کہ دیکھو اس سے پہلے ایک بہائی نے دوسرے کو قتل کر کے کیا لیا سوا اس کے کہ فاسر و نام ہوا۔ اور انہیں سمجھایا کہ من اجل ذلک فرث اسلوجہ ہم نے بنی اسرائیل کو پہلے سے یہ حکم رکھا ہے کہ من قتل نفساً جزیسے عظیم الشان نفس کو قتل کرے گا وہ گویا ساری جہان کے قتل کا مرتکب ہو گا۔ یہاں دون اللہ۔ اس کے دین کا مقابلہ کرتے ہیں۔ من خلاف۔ بوجہ انکی خلاف ورزی کے امام ابو حنیفہ نے لکھا ہے کہ جو مومن کی تعمین میں ہیں ان کی موائف ان سزاؤں میں سے کوئی سزا دی جاوے گی۔ ہوگی خنزیر فی اللہ دنیا۔ یہ نشان ہے آخرت میں عذاب کا۔ دنیا میں حبشگی کی جب لگیا تو آخرت کی جہنم

۲۲۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۸)

بند سے ایک وہ ہوتے ہیں جن کو الہام ہوتا ہے خدا تعالیٰ ان کو فہم عطا کرتا ہے اور اپنے فہم سے خدا تعالیٰ کی باتوں کو سمجھتے ہیں۔ ایک ہوتے ہیں جن کو نہ الہام ہوتا ہے نہ خدا ان کو تفہیم کرتا ہے لیکن ان کو وسعت نظر حاصل ہوتی ہے اور علم وسیع ہوتا ہے۔ تیسرے وہ ہوتے ہیں جن کو نہ علم ہوتا ہے نہ تفہیم آتی ہے۔ ان تیسری قسم والوں کو پہلی دو قسم والوں کی اطاعت کرنی چاہیے۔ یہاں اسی کے متعلق فرمایا کہ

یقوم ادخلوا الارض المقدسة۔ موسیٰ فرماتے ہیں اگر میرا کہنا نہ مانگے تو گھانا پاؤ گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یا موسیٰ ان فیہا قوم آجنادین۔

آپ کو خبر نہیں وہاں طاقتور لوگ رہتے ہیں اور وہ اپنے بگاڑ کی اصلاح جلد کر سکتے ہیں۔ ہم نہیں کر سکتے ہیں آپ ان باتوں میں تجربہ کار ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ وہ رجلاں ہیں جن کے نام یوشع بن نون اور کلہبے۔ جنہوں نے کہا سرچشم حاضر ہیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی وعظ کیا۔

قال دینا لا املنا لا نفوس۔ اس دعوے سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو کس قدر رنج پہونچا۔

قال فانتھا حمرہ۔ یہ ہے نبی کی نافرمانی کا نتیجہ۔ بعض لوگ غلطی کرتے ہیں پھر کہتے ہیں اب بخشو نا۔ معاف کرو۔ خدا کا یہاں کارخانہ الگ ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اب اس میں جانا چالیس برس کے لئے بند ہو

یتھون فی الارض۔ یہ نبی جنگلوں میں جہکارتے مرجائیں گے ان ایک قوم

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ ششم سورۃ مائدہ

۲۴ - جون ۱۹۰۹ء

(۱۰ رکوع)

یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ - اصل مقصد ساری تعلیم کا تقویٰ ہے تقویٰ کا ابتداء یہ ہے کہ ایمان بالغیب خدا پر ہو۔ دعائیں لگا کر کچھ ہاتھ سے دے پھر اس سے بڑھ کر کسی نبی پر بدگمان نہ ہو۔ انہی کتابوں پر ایمان رکھ کر قرآن مجید کو اللہ کی طرف سے جانے۔

دوسرا مرتبہ وہ ہے جو رکوع سورہ بقرہ لیس البرین اللہ پر ملائکہ پر کتب پر۔ انبیاء پر ایمان ہو۔ ذوی القربی۔ یتامی۔ مساکین وغیرہ کو دے۔ صبر و استقلال کو بسر کرے۔

تیسرا مرتبہ - آخری یہ ہے کہ قالوا ادبنا اللہ ثم استقاوا اور قل اللہ ثم ذہب اللہ ہی اللہ رہ جائے۔ یاد رکھو معاشر کے اصولوں میں سے اعلیٰ اصول یہ ہے کہ حکموں کا پابند ہو یہ بد معاش لوگوں کا اصول ہے کہ دنیا کہائے کرے۔ ایسے لوگ کبھی سکھ نہیں پاتے۔

واستغوا الیہ الوسیلة - وسیلہ کے دو معنی ہیں۔ ایک تو حاجت میں طلبت جہاں کہ اپنی حاجتیں مناب الہی میں لے جاؤ دیکھو سورۃ نبی اسرائیل اولئک الذین یدعون - یتبعون الی ربہم الوسیلة - یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں وہ تو خود اپنی حاجتیں رب کے حضور مانگتے ہیں۔ ابن عباس کا ایک شعر۔

کل الرجال الہم الیک وسیلتہ۔

دوسرے معنی میں ذریعہ کے۔ اور ذرائع چار قسم کے ہیں۔

ایک ذریعہ جسے اختیار کیا جائے تو اختیار کرنے والے کو با ایمان کہتے ہیں ایک ذریعہ جسے اختیار کیا جائے تو اختیار کرنے والے کو عقلمند کہتے ہیں ایک ذریعہ جسے اختیار کیا جائے تو اختیار کر نیوالے کو بے ایمان کہتے ہیں ایک ذریعہ جسے اختیار کیا جائے تو اختیار کر نیوالے کو مجتہد کہتے ہیں مثلاً اللہ کے حکموں کو ماننا۔ نیک بننا۔ ہدایت کی بات مان لینا یہ تمام مذہبوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے پس اس ذریعہ پر عمل کرنے والا۔ با ایمان ہے

دوم۔ مثلاً پار جانا ہے دریا میں موجوں پر موجیں آرہی ہیں اب وہاں کشتی کا سامان کرنے والا عقلمند کہلاتا ہے۔

سوم۔ مثلاً بٹ پرست بٹ کے آگے ناپتا ہے۔ عمدہ کھانے پکانے کے اس کے سامنے رکھتا ہے قبر کو سجدہ کرتا ہے اللہ کے نام کے سوا کسی کا روزہ عداوت قربانی کرتا ہے۔ اس وسیلہ کو اختیار کر لے والا بے ایمان ہے۔

چہارم۔ مثلاً ایک ایسا آدمی ہے جو ان وسائل کو جو قدرت نے کسی مطلب کے حصول کے لئے بنائے ہیں ان پر جھوٹا قیاس کرتا ہے مثلاً باریک سوئی ہل کر کسی سکتی ہے تو وہ سمجھے۔ کہ تل کا پھلنا بطریق اولیٰ اسے جلد میسکتا ہے یا جیسے بیوقوف لوگ کہا کرتے ہیں کہ جب معمول آدمی اس دنیا میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ تو نبی ولی جسم الگ ہو کر بعد وفات بطریق اولیٰ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ کوئی شخص جہاں میں رہا سمجھ کر۔ پھر بہت سالوں کے لئے اس پر ہو بیٹھے اور سمجھے کہ میں پار اتر جاؤں گا۔ یہ بے عقل ہے۔

پس الوسیلہ فرمایا یعنی ذریعہ ہو مگر اس ذریعہ کو دیکھ لو کہ ایمانی کا تو نہیں۔ عقل و تجربہ و ایمان کے موافق ہے یا نہیں مکلف انسان عقل و تجربہ و ایمان سے تقویٰ کے مسائل کرے مگر وہ عقل و تجربہ و شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ چھریہ کہ مجاہد فی سبیل اللہ کرے جب ان تین قاعدوں پر چلیگا تو مظفر و منصور ہو گا۔ بعض لوگ حقیقی ذرائع سے کام نہیں لیتے اور چاہتے ہیں کہ گھر بیٹھے ہم کو عہد عباس عہد مکان راحت و آرام کی چیز مل جائے۔ ایسے لوگ آخر مثلاً چوری پیشہ وغیرہ ناجائز اختیار لیتے ہیں۔ فرمایا۔ السارق و السادقة - مرد ہو یا عورت ایسے پیشہ و رسوم کے ہاتھ کاٹ ڈالو واللہ علی کل شیء قدید۔ رزق کے لئے ایسی ہی راہ اختیار کرنا ہدایت

قبیح ہے وہ تو جائز طریقے سے رزق دینے پر قادر ہے۔

لا یخذک الذین یسأعون - بعض وقت کفر کرنے والے کو آرام میں دیکھ کر مومن کا دل گھبرا اٹھتا ہے کہ یہ بے ایمان ہو کر کیسے آرام اور عزت میں ہو رہے ہو کہ ہوتا ہے ورنہ ہم کئی ایسے لوگوں کو بظاہر ہنسنے دیکھا ہے کہ اتنا بڑا مکان ہے اور اس میں ایک ہی بڑی دہی ہے مگر ساتھ مرگی کا عارضہ ہے جو کثرت زنا کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح ایک اور کو دیکھا ہر وقت وہاں راگ و رنگ رہتا آہستہ آہستہ موقع آیا کہ اس نے آنکھ کھلی اپنا بالکل تباہ ہونا مانا اور یہ صریح غم میں دل بہلانے کے لئے تھا۔

سمعون لقوم میں سماعوں کے معنی۔

۲۴ - جون ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۰ و رکوع ۱۱)

ان اوتیتم ہذا لعلکم تہتذروا - یعنی اگر یہ بات ان میں پائی گئی تو سچے مدد نہیں لوگ گھری سے باتیں بنا کر لے آتے ہیں ایک دفعہ حضرت صاحب کے پاس ایسے آدمی آئے جو گھومتے پھرتے کہ فاعل خلف الامام کا مسکہ پوچھتے ہیں۔ اگر انہیں

حضرت مولانا نور الدین صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کو اللہ کی طرف سے جانے۔

۲۷۔ جون ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۱ و رکوع ۱۲)

یا الحق۔ سراپاتی۔ بعض کتابین بالکل باطل ہوتی ہیں بعض میں حق و باطل ملا
بعضوں میں حق زیادہ ہوتا ہے اور باطل کم مگر یہ قرآن سراپا حق ہے

مھیمنہ۔ جامع۔ محافظ۔

شرعاً منعھا جہاً۔ شرع کہتے ہیں پانی کے گہاٹ کو اور منہج خشکی کا راستہ
کہتے ہیں۔ انسان کو دو صورتیں ہیں ایک ضرورت تو اللہ کی پاک شریعت ہی سے
حل ہوتی ہے اور ایک قسم کی ضرورت کو اللہ نے انسان کے عقل و فہم پر
چھوڑ دیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم زراعت کرو اور کھیتوں میں
بیج بونے کے طریق کو شریعت میں داخل نہیں کیا ایسا ہی کپڑے پہننے کا
حکم ہے مگر ہر ملک کے مومن کے سبب جیسا کپڑا چاہیے یہ انسان کے فہم پر
چھوڑ دیا ہے

لجعلکم امۃ واحدة۔ یعنی تمہیں ایک ہی مذہب پر بنا دیتا۔ گریہ خیر
ہو جاتا۔ لیکن ہم نے تمہیں ان قوی میں جو ہم نے دئے ہیں۔

لیجعلکم۔ انعام دینا چاہا ہے پس تم نیکیاں بڑھ بڑھ کر کرو اور اچر لو اگر اپنے
اختیار سے تم نیکی نہ کرو بلکہ فطرۃ تو پھر اجر کیسا ہو۔
انھکم المجاہلیۃ بیغون۔ یعنی شترپے مہار بننا چاہتے ہیں۔

اولیاء۔ دل کا متصرف۔

بیار کو فہم۔ ان میں شامل ہونے کے لئے جلد بازی کرتے ہیں۔

۲۸۔ جون ۱۹۰۹ء

یا ایہا الذین آمنوا من یدتہ منکم عروۃ دینہ۔ اس آیت میں جو معاملہ ہو
بطور تکلیف وہ ہے کسی شخص کا بہائی۔ بیٹا۔ دوست بچہ مذہب پر جانے۔ تو
اسے کس قدر سچ پہنچتا ہے پھر صحابہ کرام کو اپنے قلت ندر کی حالت میں اہل
قدر محنتوں سے مسلمان بنانے کے بعد پھر بھی کسی کا استد او دیکھنا پڑے۔ تو
کیسا کچھ دکھ پہنچتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ اس معاملہ میں مومنوں کے لئے ایک
بشارت دیتا ہے کہ ایک مرتد ہو تو میں نہیں اس کے بدلے میں ایک قوم دنگا
اور وہ قوم ہی ایسی کہ میں ان سے محبت کرونگا اور وہ مجھ سے۔

ایک دفعہ ایک لڑکے نے (جسکی پڑائی پر میں نے ہزاروں روپیہ خرچ کیا تھا)
مجھے خط میں لکھا کہ میں ناپاک مذہب اسلام کو چھوڑتا ہوں۔ مجھے بہت دکھ ہوتا
کہ اگر یہ آیت مامیہ ذہن میں آجاتی۔

اذللتہ۔ دراصل حق و دن کو کہتے ہیں چونکہ تھوڑے عاجز ہوتے ہیں اس لئے مطلب
یہ ہے کہ نرم دل۔

یہ آیت شیعہ کے لئے کاری ہے۔ عرب میں بھی سلسلہ ارتداد ہوتا۔ تو
جو قوم ان کے مقابلہ میں اٹھی جسے مجھم و مجھو نہم کا سرٹیکٹ مل چکا ہو وہ

نے کہا جائز نہیں تو سچے ورنہ جھوٹے۔ ایسی خود ساختہ باتوں میں بہت دھوکہ لگتا ہے
من ید اللہ فتنۃ۔ جو لوگ اپنی شرارتوں سے اس حد تک پہنچ گئے۔ خدا ان
کے فتنہ کا ارادہ رکھتا ہے۔

لم یرد اللہ یشطہ بہم۔ فلما زاعوا اذ انعم اللہ علیہم سے اس کی تشریح
ہوتی ہے یعنی خدا ان کے دلوں کو پاک کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ جو خود ٹیڑھ پن سر
اس حالت کو پہنچ گئے کہ پھر سید ہے نہیں ہونا چاہتے۔

رکوع نمبر ۱۱

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو بہت آسان رکھا ہے۔ دین کا مدار تعظیم لامر اللہ شفقت
علی خلق اللہ پر ہے۔ دیکھئے ایک طرف نماز کیسی اعلیٰ عبادت ہے کہ تمام مذاہب کی
عبادتوں کی جامع ہے دوسری طرف زکوٰۃ۔ قرآن مجید میں دونوں کی تاکید ہے اس
کے علاوہ اور جو عیوب لوگوں میں ہوں ان کی اصلاح فرماتا ہے جو جن زمانہ بھی
جاتا ہے۔ نبوت کے ثبوت بڑھتے جاتے ہیں۔ آدم کے وقت میں اگر کوئی مسئلہ
الہام و نبوت پر اڑ بیٹھا تو جواب دینا مشکل تھا۔ لیکن ہمارے زمانے میں کوئی مشکل
نہیں۔ انبیاء اولیاء و ملہین گذر چکے ہیں۔ اہم کا مشترکہ تعامل موجود ہے پھر سب زیادہ
سہولت یہ ہے کہ تمام دنیا کے مذاہب کے دلائل حالات۔ اخلاق۔ کارنامے ہم کو میرا
سکتے ہیں۔ زند و سنا ملتے نہ تھے اب چند پیسوں پر ملتے ہیں ویدوں کے لئے
ایک زمانہ تو وہ تھا کہ احمدیوں کی ایک شخص انجن تحقیق مذاہب کا ممبر ۴۴ سال ہند میں رہا وہ
ہندوؤں کے حالات کے سلسلہ میں لکھتا ہے کنگی ایک اور کتاب ہے جس کو یہ لوگ زبانی
بعض مقامات پر پڑھتے ہیں اور میں نے اسے دیکھا نہیں۔ دیکھئے یا تو وہ زمانہ کہ
۴۴ سال ایک شخص محض اسی تحقیق کے لئے رہتا ہے اور سندرکت کی تحصیل میں
ایسی سرگرمی دکھاتا ہے کہ وہ اس کی مادری زبان کی طرح جو گئی مگر وید دیکھنے نصیب
نہیں یا اب یہ زمانہ کہ چاروں وید عرصہ روپیہ ملتے ہیں یہی حال بائبل کا ہے
کہ ایک روپیہ تک مل سکتی ہے۔

پس تحقیق کے لئے بہت آسانیاں ہیں اللہ تعالیٰ تورات و انون کو متنبہ کرتا ہے
کہ تم تورات ہی کو غور سے پڑھو۔ ہم نے اس میں
ہدیٰ و ایت نازل کی۔ یعنی اس عہد نامہ کے رسول کی طرف رہنمائی کی۔
چنانچہ بتا دیا کہ موسے کا مثیل آئے گا اور وہ بت پرستی کا دشمن ہوگا اس کا خلاف
کرو گے تو حساب لیا جاوے گا۔

خلا تحشوا الناس۔ پس تم لوگوں سے نہ ڈرو کہ بلکہ میرا ڈر رکھ کر اور دنیا کی۔
آیت اللہ کے سامنے مطلق پر وادہ کر کے ما انزل اللہ کو ماکم بناؤ صاف معلوم
ہو گا کہ محمد رسول اللہ ہیں مگر تم نبی پر ایمان لانا تو کجا اس کی ایذا رسانی اور قتل
کی فکر میں ہو حالانکہ تورات ہی میں درج ہے کہ نفس کے بدلے نفس را جا بیگا
بلکہ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ان آیات میں بتایا ہے کہ تم قورات کے اور حکام بھی
چھوڑ چکے ہو۔ نبی کی مخالفت میں تو یہ بتاتے ہیں کہ ہمیں اپنا دین بڑا عزیز ہے
ہم اپنے دین پر قائم ہیں مگر واقعات اس کے خلاف ہیں۔

۳۰۔ جون ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۳)

میں کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ سورۃ نسا و مائدہ معاشرت و تمدن کے مسائل کے لئے ہے کہ آدمی آرام میں کیوں کر گزارے۔ چنانچہ بیوی۔ بچوں۔ یتیموں۔ یتیم خانہ سے جیسا سلوک کرنا چاہیے اس کا ذکر ہو چکا۔ اب فرماتا ہے کہ آرام میں اللہ کی کتاب ہی۔ اور اصلاح میں اللہ کی طرف متوجہ ہو۔ اور ایمان اگر فتوحات کے لئے ہوں تو آرام ان فتوحات کے لئے۔

بلغ ما انزل الملیک۔ یہ آیت بہت قابل غور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں سات بلکہ دس مشکلات میں تھے۔ ایسی حالت میں آپ تبلیغ کرتے رہے۔ (۱) مکہ کے دشمن تو موجود تھے ہی آپ ۱۲۰ میل پر ان چالاکوں سے کیوں کر واقف ہو سکتے تھے (۲) یہود (۳) بنو قریظہ۔ جن کا مکہ کے گھر گھر میں دخل تھا جو بڑی بے رحم قوم تھی۔ (۴) بنو قریظہ۔ جن کا مکہ کے گھر گھر میں دخل تھا (۵) بنو نضیر جو گڈے تعویذ وغیرہ ہی دیتے تھے (۶) عیسائیوں کا گروہ۔

(۷) اوس و خزرج دو زعمین منافق (۸) مشرکان مدینہ (۹) پھر عیسائی جو ما کی سلطنت کو اہل رتے تھے (۱۰) یہود ایران والوں کو اہل ایسی مشکلات کا سامنا ہوتا۔ (۱۱) مکہ کا دشمن بدستور بلکہ آگے سے زیادہ تیز۔

واللہ یعصمک من الناس۔ اور اللہ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ جس وقت یہ آیت اتری۔ آپ کے خیمہ کے گرد پہرہ تھا۔ اپنے فرمایا کہ سب چلے جاؤ۔ اب مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ اس آیت پر مجھے ایک مضمون سوچا کرتا ہے۔ کہ حضرت عمر کیسے بڑے آدمی کیسے بڑے مدبر تھے۔ اور بارع۔

حضرت عثمانؓ ایک چلتا پرزہ قوم بنو امیہ میں سے تھے۔ جنہیں بڑے بڑے عقائد اور تجربہ کار تھے۔

حضرت علیؓ بڑے شجاع ہوتے۔ مگر قتل کرنے والوں نے حضرت علیؓ کو قتل کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کو مارنے والوں نے تمام صحابہ کرام کے سامنے مار دیا۔ حضرت عمرؓ کو نماز پڑھتے ہوئے ایک اکیلے شخص نے خنجر لگا دیا۔ حالانکہ وہ زمانہ اسلام کی پوری شوکت کا زمانہ تھا ان لوگوں کے پاس حفاظت کے سامان ہی تھے۔ ارد گرد سب خیر خواہ تھے مگر پھر بھی قتل کر ہی دئے گئے۔ برخلاف اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی مشکلات میں عرب کا اکثر حصہ دلپہنے پر ائے دشمن پھر کس قدری سے جا ملوں کو لٹکا کر پیشگوئی کی جاتی ہے۔ واللہ یعصمک من الناس اور یہ پیشگوئی پھر پوری نکلتی ہے

لا یجحدی القوم الکافرین۔ منکر لوگوں کو تیرے قتل کی نیکی کوئی راہ نہ سوچھے گی۔

شیعہ قوم پر مجھے بار بار تعجب آتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بالاتفاق حضرت ابوبکر اور ان کے پیرو تھے وہی کافروں پر غالب آئے۔ وہ فی سبیل اللہ جہاد کرتے رہے اور وہی کسی سے نہیں ڈرے۔

یذوقون الذکوۃ و ہم ذاکعون۔ کہ وہ زکوۃ دیتے ہیں اور ہر وقت خدا کی جانب کے فرمانبردار ہیں۔ اس آیت کو شیعہ نے حضرت علیؓ پر لگایا ہے اور ایک روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ ہی نے بحالت رکوع زکوۃ دی۔ مگر لین کی غلطی ہے۔ ہمارے دوست حکیم فضل دین صاحب نے ایک دفعہ ایک شیعہ کو خوب جواب دیا پہلے اس سے دریافت کیا۔ کیا حضرت ابوبکر حضرت علیؓ کے درمقابل میں تھے اس نے کہا ہاں۔ اور خون نے خلافت غصب کی وغیرہ وغیرہ تب حکیم صاحب نے تم بوش کردہ اسی آیت کے ساتھ لکھا ہے۔ فان حزب اللہ ہم الغالبون۔ پس غالب تو تم محمد ابوبکر کو مانتے ہو۔ حزب اللہ سے ہی وہی ہوا اور یہی نشان ہے ان لوگوں کا۔ جو یوقون الذکوۃ و ہم ذاکعون کو مصداق ہیں۔

۲۹۔ جون ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۳)

قل هل انبئکم بشیء من ذلک۔ فاما الانس اذا ما ابتلہ ربہ فاکرمہ و بنعمہ فیقول ربی اکرم من۔ واما اذا ما ابتلہ فقد ر علیہ ذوقہ فیقول ربی اھان من۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتلا و دو قسم کے ہیں ہمارے ملک میں اگر کسی سے پوچھتے ہیں کہ کیا حال ہے تو وہ کہتا ہے بڑا فضل ہے جس سے مراد یہ ہے کہ مال۔ مویشی۔ اولاد سب کچھ ہے اسی فضل الہی کے چھن جانے سے بھی یہی مقصد ہوتا ہے کہ یہ چیزیں میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی سورۃ میں فرماتا ہے کہ فضل کا دار و مدار تو قیام کے ساتھ سلوک کرنے کسی سکین کو کہنا کہ کلام نے کی ترغیب پر ہے اور یہ کہ مال سے زیادہ محبت نہ ہو۔ اس رکوع میں بعثت کے نشان فرمائے ہیں۔

ترجمہ یہ ہے کیا ہم اظہار عدین تمہیں اس کی جھلک ایک برائی نتیجہ ملا ہے۔

جبل منہم القروۃ۔ وہ ذلیل کر دئے گئے۔ چنانچہ یہودی کی نسبت ارشاد ہو

الاجبل من اللہ و اجبل من الناس اور کانتھرون۔

والجنناذیر۔ مال دنیا کا حریف اور شہوت کا حریف۔

عبد الطاغوت۔ حد سے بچنے والے کا فرمانبردار۔

سوار السبیل۔ پاک عمدہ۔ قریب راہ۔

والعدوان۔ حد بندیوں سے بچنے والے۔

اکلام السحت۔ حرام خدائی میں بار بار چکا ہوں۔ انسان کی نیکی اور تقویٰ کا پتہ مالی معاملات میں لگتا ہے۔

ید اللہ مغلو لہ۔ نادان لوگ جب تنگ ہوتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں۔ خدا ہمارے لئے نکل ہو گئے ہیں۔

من فوقہم۔ میرے نزدیک اس سے مراد مکالمات آیت ہیں۔

عمر کا خوف تھا۔ حضرت علی کی خلافت کا اعلان نہ فرماتے تھے اس لئے "بلغ ما ازل الیک" کا نزول ہوا۔ نادانوں کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ "واللہ یصلحکم من الناس" کا وعدہ موجود۔ پھر دو تین آدمیوں کا کیا خوف تھا۔

والذین ہادوا۔ ہر قوم کو آخر اسلام کی طرف جھکنا پڑتا ہے صابی حضرت ابراہیم کو عظیم الشان مانتے ہیں۔ حضرت یحییٰ کو بھی۔ وضو کرتے نماز قبلہ رخ ادا کرتے ہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے میں تاثر ہے۔ فرمایا کہ وہ جو اللہ پر ایمان لاتے اور آخرت پر اور نیک عمل کرتے ہیں ان پر زمانہ آتا ہے۔

لا خوف علیہم ولا ہم یخزنون ہون و حزن محفوظ ہوں گے۔ یعنی آخر اسلام غالب آئے گا۔ دیکھو جو بنون کے حامی تھے۔ جو اپنی اپنی خوش روایا شکے پابند تھے ان کو اپنے ہون کے کارخانے بگڑے اور اپنے دین کے کمزور ہو جانے کا کس قدر خوف تھا۔ اور پھر جب سب سمجھ تباہ ہو گیا تو کیا حزن لاحق ہوا۔

عرب ملک عیسائیت کا یہودیت کا خاتمہ ہو گیا۔ ایک اسلام واپس آ رہے گئے۔ تاب اللہ علیہم۔ رجوع رحمت کیا اللہ نے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبعوث کیا۔

ثم عموا وصموا۔ پھر بھی نہ حق کے بنارہے نہ حق کے شنوا۔ قد خلت من قبلہ الرسل۔ مسیح ہی ایک رسول تھا۔ کیا کوئی رسول اس سے پہلے اللہ ابن اللہ۔ دائمی زندگی والا ہوا ہے ہرگز نہیں۔ پس ایسا ہی یہ بھی ہے۔ جیسے پہلے رسول ہو گزرے۔ یہ مسیح بھی مرجکا۔

کامانا کلان الطعام۔ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ وہ گتے اور موتے تھے۔ کیا ہگنے اور موتے والا خدا ہو سکتا ہے۔

مورخہ یکم جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۵)

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل۔ اپنی میں سے وہ تھے جن کا ذکر میں آتا کہ نبوا انھم میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ وہاں فرماتا ہے۔ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔ کہ اے داؤد ہم نے تجھے خلیفہ بنایا ہے۔

بعض وقت غلطی سے انسان کسی عظیم الشان عند اللہ کی تحقیر کر بیٹھتا ہے اس وقت وہ خدا کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور لعنوا کا فرد جرم لگتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ ذکر مسلمانوں کو سنانے کے لئے آیا ہے۔ اسلام کو باو شاہت مقصود نہیں۔ شاہی مذہب نہیں

یہ تو ایمان سکھانے کے لئے آیا ہے اسلام میں کوئی خاص لباس لباس نہیں۔ وہ تو تمام لوگوں کو خدا منوانا چاہتا ہے۔ جماعصواؤ کا فاعل خداوند۔ آدمی پہلے چھوٹے چھوٹے گناہ کرتا ہے۔ پھر بڑے بڑے گناہوں میں گرفتار ہوتا ہے۔ مثلاً پہلے کسی کو بد نظری سے دیکھ لیا۔ پھر دوسری بار دیکھنے کو دل چاہا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کا پتہ دریافت کیا۔ آخر زنا میں گرفتار ہو گیا۔ پھر حدود اللہ سے بھی آگے بڑھتا ہے اور ایک چڑسی ہو جاتی ہے۔ اس وقت لعنوا کا زمانہ آتا ہے۔

اتخذوہم اولیاء

اگر کچھ بھی غیرت ہوتی۔ تو اللہ۔ رسول۔ امام کو برا کہنے والوں سے ہرگز پیار نہ ہوتا۔

اشد الناس عداوة

یہود نے کبھی کسی سچے مسلمان کو پناہ نہیں دی۔

والذین اشراکوا

مشرک کبھی مؤمن کا خیر خواہ نہیں ہوتا۔ آریہ کا بھی یہی حال آتا ہے حضرت صاحب ایک مقدمہ کی مشکلات میں ۲ سال رہے حالانکہ وہ ایسا مقدمہ تھا۔ کہ چند منٹوں میں عیسائی حاکم نے اس کا فیصلہ کر دیا۔

اقربہم مودة

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ بھی چوتھے گئے۔ تو ایک عیسائی سلطنت نے پناہ دی اور نیک سلوک کیا۔

قیسین

س دراصل ص ہی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو بزرگوں کے قفسے کہنا بیان کرتے رہتے ہیں اور ان کے اثر سے بعض نیک صفات باقی رہتی ہیں۔

دھمنا

تارک الدنیا۔

یہاں بارہ شتم کو نوٹ ختم ہوئے۔

الحمد للہ رب العالمین

حضرت مولانا مولوی نواز الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ ہفتم

سورہ مائدہ

(مورخہ ۳ - جولائی ۱۹۴۷ء)

رکوع اول و دوم

رشتک اور غبطہ بھی ایک نعمت ہے کسی کو علم آتا ہے اور وہ اس علم کو رات دن اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگا دیتا ہے۔ اس کے پاس مال ہے اور وہ اسے صبح و شام خدائے الٰہی کی خدمت میں لگا دیتا ہے۔ تو رسول کریم نے فرمایا کہ اس کی حالت قابل غبطہ ہے۔

اب دیکھو کہ اللہ جس بات کی تعریف کرے وہ کیوں مومن کے لئے قابل رشک نہ ہو اس رکوع میں عیسائی جیشیوں کا ذکر ہے کہ جب صحابہ ان کے پاس ہجرت کر کے گئے اور جعفر نے قرآن سنایا تو ایسے روئے گئے کہ آنکھیں ہی جاتی تھیں۔ تم لوگ جو مسلمان کہلاتے ہو اپنے دل میں سوچو کہ کیا تمہاری یہ حالت ہے ایک جگہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ قرآن شریف کے سننے سے روٹ گئے کھڑے ہوتے ہیں اور قتلین جلودہم میں سے ایسے کئی نظارے دیکھے ہیں ایک امیر اپنے ایک خادم پر نہایت سخت ناراض ہوا جوش غیظ و غضب میں خادم کو مارنے اٹھا ایک پاؤں دینے کے باہر تھا اور ایک اندر کہ میں آگیا میں نے پڑا۔ انکاطین الغیظ میرا یہ کہنا ہی تھا کہ وہ زمین کھڑا رہ گیا اور دیر تک کھڑا رہا اس کا چہرہ زرد رہ گیا۔ حضرت عمر کے دربار میں ایک امیر آیا اس نے اس بات کو بہت مکرہ سمجھا کہ ایک دس برس کا لڑکا جتنی بیٹھا ہے کہ ایسی عالی شان بارگاہ میں لوندن کا کیا کام۔ اتفاق سے حضرت عمر اس امیر کی کسی حرکت پر ناراض ہوئے۔ جلاؤ کو بلایا وہی لڑکا پکا اٹھا۔ انکاطین الغیظ لڑکا دلفریب عن الجاہلین اور کراہذا من الجاہلین۔ حضرت عمر کا چہرہ زرد ہو گیا اور خاموش رہ گئے اس وقت اس کے بہائی نے کہا کچھا اسی لوندے نے تمہیں بچایا۔ جس کو تم حقیر سمجھتے تھے۔

وما لک لادئمت۔ انسان کو چاہیے کہ باتیں سننے اور شہادت حق مے اور صلحا و مین داخل ہونے کی تڑپ رکھے اب تو مسلمانوں کی محبت قرآن سے یہ ہے کہ جھوٹی قسمیں کہانے کے لئے نکال لیا خال دیکھ لی۔ کوئی عمل یا وظیفہ پڑھ لیا کوئی ترکیب یا صیغہ دیکھ لیا۔ عمل مقصود نہیں رہا۔

وذلك جن اء المحنن۔ ہر محسن کے لئے یہی جزا ہے یہ مرت سمجھو کہ انعامات انکوں کے لئے ہی تھے اور تم مجرم ہو۔ (سورہ ص ۲۰) لا تخرموا طیبت ما احل اللہ لکم۔ انسان بیکاری میں مرنے کے خدا کے انعاموں سے محروم رہ جاتے ہیں۔

لا تغتداوا۔ ہر ایک چیز کے لئے ایک حد مقرر ہے حتیٰ کہ نیکی کی بھی چار رکعت نماز مقرر ہے کوئی پانچ پڑھے تو جائز نہیں۔

لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم۔ انسان کبھی غضب میں آجاتا ہے اور کبھی عداوت میں آجاتا ہے۔ عداوت قسم کھالیتا ہے کبھی ایک چیز کو واقعی سمجھتا ہے اور وہ نہیں ہوتی کبھی شریعت کے خلاف کسی امر پر قسم کھاتا ہے اس پر گرفت نہیں۔

من اوسط ما قطعون۔ اکثر نے اس کے معنی میاں درجہ کے کئے ہیں مگر بعض مفسرین نے اوسط کے معنی اعلیٰ درجہ کے کئے ہیں۔

کسو نعم۔ جس میں کم از کم دو چار دین ہوں۔

لعلکم تشکرون۔ ایک مقدمہ جتنے کے لئے تمام جائداد تباہ کی جاتی ہے ناکامی پر ناکامی اٹھاتے ہیں مگر پرسیوی کو نسل تک جاتے ہیں کیا دین کے لئے کبھی کبھی کوشش کی ہے۔

ان یوقع بینکم العداوتۃ والبغضاء۔ بغض و عداوت ایسی بری چیز ہے کہ اس کے جس قدر فضائل ہیں وہ بھی حرام ہیں۔ چنانچہ خمر۔ میسر۔ انصاب۔ الکام کو حرام فرمایا کہ ان سے باہمی بغض پیدا ہوتا ہے مسلمان تو ان چیزوں سے بچتے ہیں پھر بھی ان میں بغض و عداوت ہے اس کی وجہ بھو تو یہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ قرآن مسلمانوں نے چھوڑ دیا ہے۔ فلسوا حظا مما ذکرنا بہ فاعلموا انہم العداوت والبغضاء۔

مورخہ ۴ - جولائی ۱۹۴۷ء

(رکوع سوم)

ظاہر و باطن کا تعلق ضرور ہے۔ اگر کسی کے دل میں غشی ہو تو اس کا تعلق اثر اس کے چہرے پر ضرور پڑے گا۔ اگر غم ہوگا تو وہی بشرہ پر اس کا اثر ہوگا اگر کسی کے دل میں محبت ہو تو وہی بشرہ پر اس کا اثر ہوگا۔ مزور چہرہ کی کیفیت بدلیگی کسی سے دشمنی ہوگی تو وہی۔ جھوٹے مین وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم فلان شخص سے محبت رکھتے ہیں اور پھر اس کے پاس تک نہیں بیٹھتے۔ انیائے اس حقیقت کو بہت خوب سمجھا ہے نمازون میں دیکھئے۔ دل میں اگر عجز و نیاز ہے تو اس کے اظہار کو ظاہر جسم پر عین رکھا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کر کے انسان جھک جاتا ہے اور پھر اس کی عظمت کا مطالعہ کرتے کرتے متاثر ہو کر سجدہ میں گر پڑتا ہے اسی طرح دیکھو جو شعائر الدین اللہ ان کی عظمت و جبروت کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔ کہ

ایکے ظہیر شہر ہے۔ وہاں حضرت ابو نے بڑے مہر سے کام لیا۔ اس وادی غیر زرع خاوند سے الگ ہو کر رہیں۔ وہی صفا و مردہ جہان بے تابا نہ آپ گہوی تمہیں اب وہاں اتنی بھیڑ ہے کہ جگہ نہیں ملتی وہ تو عورت تھی۔ حضرت ابراہیم کو دیکھو۔ ابراہیم الذی وفی کا سار ٹینکیٹ پایا۔ اپنے خدا جاننے کس اخلاص

وجوش توحید کے ساتھ انیٹن لاکر پھیرے دئے اور دیو ارین بنائیں۔ کہ اب جو جاتا ہے اس غفلت کا مطالعہ کرنے کے لئے طواف کرتا ہے۔ پس ایسے مکہ کی تعظیم و تکریم کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومنین! ہم تمہارے لئے امتحان رکھ کر انعام دینا چاہتے ہیں وہ یہ کہ وہ ان شکار پرست کو بحالت احرام۔

ذو اعدل منکم۔ صاحبان عقل و فہم۔

جعل اللہ الکعبۃ۔ یہاں اللہ تعالیٰ ثبوت دیتا ہے اس بات کا کہ میں ہوں اور میں علیم اور قادر مطلق ہوں۔ ابراہیم نے بھی ایک گھر بنایا۔ لوگ بھی گھر بناتے شہر بساتے ہیں۔ مگر کئی گھر کئی شہر برباد و تباہ ہو چکے لیکن وہ جو توحید و غفلت الہی کی خاطر بنایا گیا۔ اب تک قائم ہے اس واسطے فرماتا ہے اللہ نے اس گھر کو عزت والا بنایا۔

قیاماً للناس۔ جب تک دنیا قائم ہے یہ بھی رہیگا۔ یہ نہ ہوگا۔ تو دنیا بھی نہوگی۔

والشہر المحرام والہدی والقلائد۔ عزت والے ہینوں میں لوگوں کی آمد و رفت رہیگی۔ قربانیاں یہاں جوتی رہیں گی اور اس مطلب کے لئے جانور آتے رہیں گے۔

یہ سب اس لئے ہوگا تا تم جانو کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے دیکھو ایرانیوں کا بڑا معبد۔۔۔ آتش برباد ہوا یہودیوں کا معبد بیت المقدس تباہ ہوا یہاں تک کہ ایک عورت مسیح سے پوچھتی ہے کہ ہیکل کہاں ہے جو اب کیا خوب یا جاتا ہے نہ یہ رہیگی نہ وہ غرض تمام معبد خائے جو انسانوں نے بنائے وہ تباہ ہوئے پھر بنائے تو مفتوح ہوئے مگر عرب کا معبد مکہ اب تک خدا کے سپے بند مسلمانوں کا ہے۔

عرب ایسا ملک ہے کہ مقدونیہ کا بادشاہ ہند تک آیا مگر مکہ وہ بھی فتح نہ کر سکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی فتح کیا۔ مفتوح بنائے پھر سب کو فتح بھی بنا دیا ایسا کہ پھر مفتوح نہ ہو۔ صلیبی جنگوں میں ۸۳-۸۴ سال قبضہ رہا یورپ کی مجموعی طاقت تھی مگر مدینہ ایسے معمولی گاؤں پر قابو نہ پاسکے

ان اللہ شدید العقاب { اس آیت کی تفسیر میں ایک واقعہ صحیح واقعہ وان اللہ غفور رحیم { سنا ہوں۔ یہاں ایک شخص آیا کثیر میں ملازم تھا حضرت صاحب بیعت کی بیعت کر کے کہنے لگا جو اب میں گناہ کروں۔ تو خدا کی حمد غنی ہے سزا دے دے وہ تو یہ کہہ کے چلا گیا مگر میرا دل کانپ اٹھا۔ آخر ایک معمولی میلہ سے اس کے پاس تین ہزار جمع ہو گیا۔ پھر ایک شخص کی گواہی دیتے ہوئے کہنے لگا کہ یہ رشوت لیتا ہے۔ میں خود اپنی معرفت اس کو دلاتا رہا ہوں۔

جس پر ایک مقدمہ قائم ہو گیا۔ یہاں اس نے بڑے عجز و الحاح سے دعا کے لئے لکھا حضرت صاحب نے فرمایا دعا کے لئے دل توجہ نہیں کرتا۔ ابتلا معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ تین ہزار بھی مقدمہ ہی میں خراج ہو گیا اور اخیر قید کا حکم ہوا اس وقت کہنے لگا معلوم ہوتا ہے خدا ہی کوئی نہیں نہ کوئی دعا ہے نہ فقیر

سماز بھی چھوڑ دی۔ دہریہ ہو گیا اس وقت اسے رات کو خواب آیا کہ تو تو کہتا تھا کہ اب کوئی گناہ کروں تو خدا جو چاہے سزا دے لے مگر اب ایک معمولی سزا ہی سے خدا ہی سے منکر ہو بیٹھا اس وقت وہ اٹھا اور بہت استغفار کی۔ کلمہ شہادت پڑھنا پڑی اور اللہ کی طرف متوجہ ہوا کسی نے اسے مشورہ دیا کہ نظر ثانی کرادے۔ کہنے لگا۔ نہیں اب تو خدا پر چھوڑ دیا ہے۔ اس کے رشتہ دار نے نظر ثانی کراہی۔ مدعی اپنے میں مر گیا۔ عدالت نے فیصلہ دیا۔ چند امور متفق طلب باقی میں مدعی مر چکا ہے اسلئے اسے رہا کر دیا جائے۔ دیکھا وہ شدید العقاب ہی ہے۔ مگر اگر کوئی سپے دل سے توبہ کرے تو غفور رحیم ہی ہے۔

۵۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع چہارم)

انسان ضعیف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ان احکام کی تعمیل فرض کی ہے جو خالق فطرت نے اس کے مناسب حال جانی اگر کوئی خواہ مخواہ سوال کرے اپنے تین بیج در بیج مسائل کا مطیع بنائے تو یہ اس کی غلطی ہے۔

حضرت صاحب نے بیعت کا اشتہار دیا اور آپ کو الہام ہوا کہ لوگوں سے بیعت لو تو آپ چونکہ جانتے نہ تھے کہ بیعت کیوں کر لی جاتی ہے اس لئے آپ دس ماہ اسی فکر میں بیٹھے رہے اور بار بار ایک راہوں سے معلوم کر لیا کہ کیوں کر ناچا بیٹے۔ ہمارے ایک دوست کو اس بات کی ٹوہ تھی کہ بیعت میں کیا کیا شرط ہوں۔ میں نے نہیں سمجھا یا کہ ممکن ہے کہ ہم ان کے پابند نہ ہو سکیں اس لئے ایسی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ مگر اس نے مانا نہ دست توہ مخالف ہے۔

اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ لوگ عجیب عجیب سوال کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ ہمارا منحنی دولت کا پتہ لگا دو یا فلاں کام کی نسبت دریافت کر دو۔ ہو گیا یا نہیں گویا ہمیں خدا کا ایجنٹ سمجھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص نے پوچھا۔ من ابی۔ دوسرے نے کہا کیا ہر سال حج فرض ہے تو اپنے جھڑک دیا تھا۔ علماء میں بھی تحقیقات ہوتی رہتی ہے کہ آدم جس شجرہ کے نزدیک گیا تھا اس کا نام کیا تھا۔ گیہوں۔ انگور۔ اور پھر ان کی تہیات تک گئے ہیں (۲۵) نوح نے جو کشتی بنائی تھی اس کی لکڑی کس درخت کی تھی (۳۱) وہ شخص جس نے ابراہیم سے مباحثہ کیا تھا اس کا کیا نام تھا۔ کالذی مر علی قرینہ والا کون ہے یہاں تک کہ بعض نے اسے ولی اللہ بعض نے بنی اور بعض نے کافر ہی کہا ہے (۴۱) موسیٰ کے زمانے میں جس بقرہ کے فوج کا حکم ہوا تھا وہ گائے تھی یا بیل۔ یہ سوال تو بنی اسرائیل کو بھی نہ سوچھا (۵) اصحاب کہف کے کتے کی شکل اور رنگ کیا تھا۔ (۶) شداد کا بلع کیا تھا (۷) ابراق کی شکل کیسی تھی۔ ایسی بے ہودہ تحقیقوں میں پڑنے سے وقت ضائع ہوتا ہے اور نشاء الہی جو شریعت کے پزل سے تھا جاتا رہتا ہے۔ اہل غرض قحاک کی تو تقویٰ اور اعمال صالحہ خشیتہ اللہ کا پیدا کرنا اور خودی خود پسندی اور خود رانی۔ عجب۔ بد نظری۔ دنیا پرستی سے بچنا ہے۔

غم اصعبا ہما کافرین۔ پہلے بڑے جوش و جوش سے دعویٰ کیا جاتا ہے پھر اس کو نباہ نہیں سکتے۔

پھر بھی نہ مانے تو پھر اس کی گراہی تمہیں نقصان نہیں پہونچا سکتی۔

۶۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع نمبر ۴)

شہادۃ بینکم۔ اللہ نے پہلے اسلام۔ دین۔ ایمان۔ آخرت کی تاکید کی ہے اور مفصل بیان فرمایا ہے کہ جو حکم جناب الہی سے آوین ان کی پابندی کرے اور رسومات قبیلہ کو چھوڑ دو۔ دین کے بعد دنیا کی اصلاح کے متعلق فرماتا ہے کہ اے ایماندارو۔ جب

حضرا حدکم الموت۔ تم میں سے کسی کی موت کے علامات ظاہر ہوں۔ حضرت یہی معنی ہیں۔ تو تمہیں حاضر ہونا چاہیے۔ شہادت کے معنی حضور کے ہیں۔ اضافت ظرف کی طرف ہے۔ جیسے ہذا خرق مینی دینکم اور بل مکمل اللیل والنهار۔ اور شہادت بمعنی حضور جیسے فن شہد منکم الشہر فلیصمہ اور لیشہدا عذابا طائفتان۔

حین الوصیۃ اثنان۔ حاضر ہونا کس کا۔ دو کا۔ وصیت کے وقت۔

کبھی کبھی اسم کو رکھ لیتے اور فعل کو حذف کر دیتے ہیں جیسے کفی باللہ شہید۱۔ من اکتف۔ کفی امد۔ اکتف بالمد شہید۱۔ کیونکہ کفی کا صلاب نہیں آتا۔ اسی طرح یہاں شہد محذوف ہے۔ وہ دو کیسے ہیں۔

ذوا عدلی۔ صاحبان رشد و عقل۔

منکم۔ تم میں سے دین کا تعلق رکھنے والے۔

اخران۔ مسلمان نہ ہوں۔

قاضی شریع نے لکھا ہے۔ کہ سفر اور وصیت کے معاملہ میں غیر مسلم گواہ بھی لے لئے جاتے ہیں۔

ان انتم ضربتم فی الارض۔ ان کے بعد اسم نہیں آتا پس یہاں فعل محذوف ہے۔ یعنی ان ضربتم انتم ضربتم۔

لافتندی بہ مثلاً۔ یہاں اعتراض کیا گیا کہ جب وہ گواہ ہیں تو گواہ سے قسم کیسی۔ ہم کہتے ہیں بصورت شبہ۔ وہ گواہ نہیں ہے بلکہ مال ان کے سپرد کیا گیا ہے پس وہ اس صورت میں مدعا علیہ ہو گئے۔ ورثہ مدعی ہیں اور یہ مدعا علیہ۔ مقدمہ کے دوران میں ایسا ہو جاتا ہے۔

ایک تیم داری اور ایک عدی بن پاسہی مکہ میں تجارت کے لئے آتے۔ عدی ایک تاجران کے ساتھ گیا راہ میں مر گیا اور اپنا مال ان کے سپرد کر گیا۔ عمرو بن عاص اس کے وارث تھا تو ایک جام کے متعلق شبہ ہوا ایک لڑکے کی ایک نالی میں فہرست بھی مل گئی جس برتن کے متعلق شبہ تھا وہ بھی اس میں درج تھا۔ جو دیا نہیں گیا اور یہ پہلے پوچھ لیا گیا کہ اس نے کوئی چیز تمہارے آگے بھیجی تو نہیں اور پھر جام جہان بیچا وہ ان سے بھیج دیا گیا اس صحت میں وہی عیسیٰ گواہ مدعا علیہ بن گئے۔ نشری بہ۔ میں ہا کامرج اللہ ہی یاقسم۔

ایک دستے بہت زور سے اپنے افسر کے لئے دعا کی جو اس کا مخالفت تھا الہام ہوا کہ تو کری نہ چھوڑنا۔ صبح کسی بات سے ناراض ہوئے جبٹ کمد یا میرا استغفار لے لو۔ جو لے لیا گیا تو بعد میں افسوس ہوا۔ ہمارے ایک شاگرد تھا۔ اس نے جب ابراہیم علیہ السلام کی نسبت ہم سے سنا کہ خدا نے اسے فرمایا۔ اسلم۔ تو اس نے کہا کہ اسلمت رب العالمین۔ تو وہ جبٹ بول اٹھا۔ میں ہی آپ کا ایسا مطیع ہوں ہم نے آزمائش کے لئے یوں کیا کہ وہ گھر میں کہانا کہانا تھا کہہ دیا اب تم طالب علموں کے ساتھ کہانا کہایا کرو اس پر اسے ایسا صدمہ ہوا کہ وہ کہے۔ مجھ کو واپس گھر بھیجاؤ۔ مجھ کو اپنی تذلیل منظور نہیں۔

بجیرہ۔ جس اونٹنی سے بارہ بچیان پیدا ہو جاوین اسے آزاد کر دیتے نہ دودھ لیتے نہ بال کاٹتے۔ ان مہمان کو دودھ پلاتے اگر تیرہویں بچی بھی ہو جاتی تو اسے بھی آزاد سمجھتے۔ خدا نے اس سے منع فرمایا ایسی اونٹنی کو کچھ کہتے ہیں۔

سائبہ۔ تین طرح پر جانور چھوٹے جاتے ہیں ایک تو جب وہاں پڑے تو ایک جانور لے کر اسے سیندور وغیرہ ملا جاتا ہے پھر اس پر غلہ وغیرہ رکھ کر شہر سے باہر نکال دیتے ہیں (۲) بڑے بڑے امرا اپنے جانور چھوڑ دیتے ہیں۔ اپنی عظمت بہرہوت۔ رعب داب دکھانے کے لئے کہ اسے پہلا کوئی چھیڑ سکتا ہے رعب میں ایک شخص نے دنبہ چھوڑا تھا اس کے گلے میں چھری بھی بندھ دی تھی کہ کسی کو جرات نہ ہو اسے فزع کرے۔ (۳) نرون کو چھوڑ دیتے ہیں تاکہ نسل بڑھائیں سکھوں کے زمانے میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے مگر یہ سانڈ وغیرہ تو بجائے فائدہ کے نقصان کرتے ہیں۔ اور وہ قوت نسل کشی کی ان میں رہتی ہی نہیں۔

وصیلہ۔ ایک بکری جو پنج دفعہ بچے دو دو میمنے۔ تو اس بکری کو چھوڑ دیتے۔

حامہ۔ اونٹ جس سے دس کے قریب نسل ہو چکی ہو۔

لا یعقلون۔ رسوم کے تابع ہو کر اس درجہ تک پہونچ جاتے ہیں پھر اپنے تئیں روک نہیں سکتے۔

ہماری ایک قریبی رشتہ دار ایک شادی پر امداد کی درخواست کرنے لگی ہم نے کہا ان رسوم کی ادائیگی کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں ایک سالہو کار نے اس بات کو سن لیا اور کہا کہ میں سب کچھ دوں گا۔ چنانچہ اگلے دوپہ دیا۔ تب قریبی رشتہ دار نے مجھے کہا کہ تم سے تو وہ ہی اچھا ہے۔ لیکن جب اس نے سود و رسود اور اصل کا مطالبہ کیا اور زمین تک جانے لگی۔ تو معلوم ہوا کہ خیر خواہ کون تھا۔ لا ینہکم من ضل اذا اھتدیتم۔ چالیس برس کا عرصہ گزرتا ہے۔ میں نے جب مند احمد صلیل پڑھی تھی تو پہلی حدیث حضرت ابو بکر سے اسی آیت کی تفسیر کے متعلق پڑھی تھی آپ فرماتے ہیں کہ اذا دایت شحاً مطاعاً وھوی تبعاً و اعجاب کل ذی راعی بوریہ۔ جب ایسا وقت آجاوے کہ انسان بخل کنوی کا مطیع ہو اور خواہشوں کا متبع اور ہر ایک شخص اپنی رائے ہی پسند کرنے لگے تو تو پھر تو اپنی جان کا فکر کر۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جب تم ہدایت پا جاؤ۔ تو پھر تم امرا المعروف نہی عن المنکر کا لو گے۔ پھر تمام عجمہ کے بعد اگر کوئی

یعنی ہم نہیں لیتے اللہ کے نام کے بدلے یا قسم کے بدلے کوئی دنیاوی فائدہ۔
ان عشر۔ اگر مطلع ہو گئے۔ عشر کے معنی ہیں کسی کے اوپر گنا۔ عشرت منہ
عظمت حیات۔ ایک محاورہ ہے۔

انما استحقاقاً۔ اسے استحقاق الائم۔ یعنی اذن و نزل واجب کر لیا اپنے ذمہ
ائم۔ ائم کہتے ہیں غیر کا مال بلا وجہ لینے کو۔

ناخران یقومون مقامہما۔ اور دو قسمین کہا میں مدعیوں کی طرف سے۔
من الذین استحق علیہم الاولین۔ اس کا ترجمہ غور سے سنو اکثر لوگوں نے
فطری کی ہے وہ قسم کہا نیواسے ان وارثوں میں سے ہوں (وہ وارث کیسے
ہیں) ایسے وارث ہیں کہ ثابت کر دیا ہے ان پہلوں نے وارثوں کے لئے
طلب حق کو (یعنی اس بات کو کہ تم اپنا حق لے لو) اور یہ (کیسے میں ثابت کرتا ہوں)
بہت قریبی میں اس میت سے۔

۸۔ جولائی ۱۹۰۹ء
(رکوع ۵)

کوئی شخص کسی دوسرے کے سامنے ذلت نہیں چاہتا جب ایک کے سامنے
نہیں چاہتا تو جہان اولین و آخرین جمع ہوں گے وہ ان اپنی ذلت کیونکہ
برداشت کر سکتے ہیں۔ اللہ کے ایمان کے ساتھ آخر کے ایمان کا ذکر ہے
بلکہ ملائکہ کے ایمان کو بھی اس کے پیچھے رکھا ہے۔ من امن باللہ والیوم
والملائکۃ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت پر ایمان ہو تو پھر انسان بدی کی جرات
نہیں کر سکتا کیونکہ اس کو یقین ہوتا ہے کہ میری تمام منصوبہ بازیاں خدا
کے حضور پیش کی جا دیں گی۔

ما اذا جبتہم قالوا لا علم لنا۔ یعنی علم کی نفی خدا کے علم کے مقابل میں
کیا معنی ہمارا علم کچھ ہی نہیں کیونکہ کچھ جانتے ہیں وہ تو بخوبی جانتا ہے
لا علم لنا لا ما علمتنا۔ دوسرے معنی یہ کہ گئے ہیں اور یہ ظاہر ہے
کہ یہاں تو دل کا معاملہ ہے اور کچھ گدل کی باتیں نہیں
جانتے کہ اس نے ہمیں کیا مانا۔

قال اللہ۔ فرمایا گیارہ روز قیامت۔

بروح القدس۔ کلام پاک۔

کہلا۔ اے علیاً یعنی عقل مند ہو کر۔

علمتک الکتاب۔ معلوم ہوا کہ خدا کی کتاب کا علم ہی آپ ہی فضل ہی آتا ہے۔

الحکمتہ۔ سچی باتیں۔

تخلق۔ اندازہ کرتا تھا۔

طین۔ یعنی ایسی سمیر و صین جو ہر قالب میں مٹی کی طرح ڈھل جانے
والی ہوں۔

طیلاً۔ اُڑنے والا۔ یہاں تک کہ عرش خدا کے حضور پہنچ جاوے۔

ملبد پرواز انسان۔

فتن فتن فیہا۔ تو خدا کا کلام اس میں ہونے لگا

یثیری۔ بری کرتا تھا وہ لوگ مبروص۔ اور اندھ کو ناپاک سمجھتے تھے

الاکمہ۔ مادرزاد اندھا یا جسے شب کو کوری کا مرض ہو۔

تخرج الموتی۔ یعنی شریک اور کفر میں مے لوگ

کففت عنک۔ یقیناً معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل پہانسی پر قادر نہیں ہو سکو۔

سحر۔ من الاصل لہ جسکی حقیقت وہ نہ ہو جو بظاہر معلوم ہو۔

اوحیت الی الخواہدین۔ بنی کریم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لو انفقنا

فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبہم۔ اور صحابہ کو فاصحتم بنیمہ اخواناً۔

پس اسی طرح کو ارشاد ہوا کہ حواریوں کا ایمان ہمارا ہی فضل سے تھا۔

یستطیع۔ کیا تیرا کہا مان لیگا اس کے ہی معنی ہیں۔ ہر نبی کے واسطے ایک

دعا ایسی ہوتی ہے کہ وہ ضرور قبول کی جاتی ہے۔ نوح نے وہ دعا اپنی قوم

کے لئے مانگی کہ لا تذرب علی الارض من الکافرین دیاراً۔ حضرت بنی کریم

سے دریافت کیا گیا۔ فرمایا۔ میں نے وہ دعا دنیا میں نہیں کی۔ قیامت کے دن

کروں گا۔ شفاعتہ لامتی (بابی انت دامت یا رسول اللہ۔ روحی فداک)

تمہارے مرزا صاحب ہی میں نے پھوپھوایا تھا۔ مگر وہ ہنس پڑا اور سکوت کیا۔

من السماء۔ اٹل رزق۔

لاولنا و آخرنا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس دعا کا اثر محض حواریوں کے

لئے نہیں تھا اور نہ مائدہ کو کئی ایسی چیز ہے کہ صرف حواری ہی اس سے

مستفیض ہوئے ہوں۔ بلکہ عام رزق مراد ہے جیسے کہ آگے خود تشریح

کی ہے۔ وارزقنا وانت خیر الرازقین۔

انی منزلہا علیکم۔ یہاں علماء کی بحث ہو بعض کہتے ہیں کہ فانی اعذب عذاباً

من کردہ ڈر گئے۔ مگر میرے نزدیک یہ دعا کی گئی اور یقیناً قبول ہوئی دیکھتے

نہیں۔ عیسے کے نام پر یوں کے پاس کتنا رزق ہے۔ کتنی دولتیں۔ یہاں

تک کہ دن میں کئی بار لباس تبدیل کرتے اور نئے سے نئے کپڑے کی وجہ سے گویا

ہر روز ان کے ہاں عید ہوتی ہے۔ عیداً لاولنا و آخرنا کے الفاظ کا اثر ہے

۸۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۶)

میں نے دنیا میں بہت سے حالات دیکھے ہیں۔ رغیبی۔ امیری۔ امیر ہو کر رغیب

ہونا اور رغیب ہو کر امیر ہونا دیکھا ہے اور یہ مہوار کی آمدن ہی دیکھی اور ہزار ہا

روپیہ کی۔ وہ دن حالات میں خدا کے فضل سے یکساں خوشحال رہا ہوں۔ میں

نے دیکھا ہے کہ دنیا کوئی بڑی چیز نہیں پس بڑے ہی احمق ہیں وہ لوگ

جو دنیا کے لئے دین کو یاد کرتے ہیں اور موت اور خدا کو بھلا دیتے ہیں۔

انسان اولاد کے لئے یہ دنیا جمع کرتا ہے لیکن اگر اولاد نالائق ہے۔ تو اس کے جمع

کرنا کچھ فائدہ نہیں اور اگر لائق ہو تب بھی بڑا باقی آئندہ انشا اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا مولوی نثار الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ ہفتم

سورہ مادہ

مورخہ ۸ جولائی ۱۹۰۹ء

(۶ رکوع)

گزشتہ سے پیوستہ

بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ وہ مکانات کی اینٹیں اکھڑا دیتے ہیں گالی دیتے ہیں۔ کہ جھڑوے نے ایسا سخت مصائب لگایا ہے جو اکھڑ بھی نہیں سکتا اور اگر لائق ہے تو اسے اپنے باپ کی کچھ پروا نہیں۔ ایک شخص نے مجھ سے کہہ دیا کہ وہ چاروں طرف پر خیر کیا میں نے اس کی اولاد کو دیکھا کہ سات سات فلتے گزرتے ہیں پس انسان فانی دنیا کے لئے کیوں خدا کو بھلا دے اور تجر کیوں کر ہے جس قدر اسود گیاں اور نعمتیں خدا دی ہیں ان کی نسبت ضرور سوال ہوگا اور تو اور انبیاء سے ہی باز پرس ہوگی۔ بعض لوگ یوں کفران نعمت کرتے ہیں کہ انعامات الہی کو انعام ہی نہیں سمجھتے۔ ایک عورت مجھ سے کہنے لگی۔ خدا نے جو کچھ مجھے دیا تھا سب کچھ لے لیا۔ میں نے کہا کیا تمہاری آنکھیں نہیں۔ کان نہیں۔ ناک نہیں۔ ہاتھ نہیں پاؤں نہیں۔ اس پر وہ بہت شرمندہ ہوئی۔ اس رکوع میں ایک نبی سے باز پرس کا ذکر ہے جسے خدا بنایا گیا۔

داعی الہدین۔ مریم کو بھی خدا کی مان کہتے ہیں۔ اور رومن کی تصویر اس کی تصویر سجدہ کرتے ہیں۔ لارڈ پن نے اپنی حبیبہ پندرہ تصویریں پیل کی دکھائی تھیں۔ مہاراج نے مجھے کہا یہ تو ہمارے ہی بھائی ہیں آپ ان کو اہل کتاب بنائے پھرتے ہو۔ مافی نفسی۔ میری باتیں۔

مافی نفسک۔ تیری باتیں۔

ان اعبدوا اللہ دینی و دیکم۔ انبیاء توحید ذاتی پر نہیں بلکہ صفاتی پرندہ دیتے ہیں کیونکہ اسی کے متعلق قوموں میں غلط فہمیاں ہیں شرک کا مسئلہ باریک، ایک طرف خدا کا نام ایک طرف نفس کی تحریک۔ اب جو نفس کا کہنا مانتا ہے وہ بھی شرک میں گرفتار ہے اسی واسطے جھوٹ بولنے والے۔ زانی۔ چور۔ بد معاملہ۔ غافل۔ سست۔ حرام خرب شرک میں۔

توفیق تھی۔ جان کو قلعہ کر لیا۔

اس سورۃ میں معاشرہ کے اصول بتائے۔ بیویوں۔ بچوں۔ یتیموں اپنے ہم مذہبوں غیر مذہبوں سے برتاؤ بتایا۔ اور سمجھایا کہ سب کے مقدمہ اللہ کی رضا مندی ہے۔

ذلت المفوز العظیم۔ لوگ پاس پاس لئے پھرتے ہیں جب بڑھ کر پاس ہونا

تو یہی ہے۔ پھر فرماتا ہے تم غواہ کہنے بھی بڑھ جاؤ گے پھر ہی خدا سے نہیں بڑھ سکتے زمین و آسمان اسی کا جو بلکہ مافیہا بھی اور پر یہی نہیں کہہ سکتے کہ ہے تو اس کا بگڑتو کوئی اور ہے۔ بلکہ

دھو علی کل شیء قدیر۔ وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

سورہ النعام

۱۰۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(۷ رکوع)

آپ لوگوں کو یاد ہو گا کہ سورہ بقرہ و آل عمران میں خانہ جنگیوں کے متعلق ہدایت اور یہ کہ جہاد میں متقی ہی کامیاب ہوں گے پھر نساء اور مادہ میں معاشرہ کے متعلق ہدایت میں اب اس سورہ النعام میں حضرت نبی کریم کی رسالت کی نسبت ثبوت اور اعتراضوں کے جواب ہیں۔

خلق السموات والارض۔ اور دیکھو اور مختلف ستاروں کی ودی اور حالات کی طرح توجہ کرو۔ پھر نیچے زمین اور مافیہا پر نظر کرو۔ سوئی کے ایک ٹکے پر جو پانی کا قطرہ اس میں بھی صد ہا کیتھے ہیں ایک صابن کے ٹکڑے پر انسان نے بڑے بڑے جانوروں کا مقابلہ کیا اب چوڑے چوڑے جانوروں طاعون کا کیترا۔ مہینہ کا کیترا۔ مرگی کا کیترا وغیرہ کا مقابلہ ہے۔ دیکھئے۔

جعل الظلمات والنور۔ روشنی اور اندھیرے کا فرق۔ دوپہر اور آدھی رات کی وقت معلوم ہو سکتا ہے۔ روشنی میں نیر اور اندھیرے میں بے تیزی ہوتی ہے۔

ہر ہم بعد یوں۔ پس خالق السموات والارض اور جاعل الظلمات والنور سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ بے تیزی سے تیز دنیا ہی اسی اللہ کا کام ہے اور اسی میں ثبوت ہے۔ بعثت نبوت کا۔ عالم روحانی میں جب ظلمات پڑے۔ تو نور ضروری ہے۔

یستخفون۔ ہر دے کسی چیز کو خفیہ سمجھنا۔

الم ید۔ اعتقاد کرتا۔ سبق حاصل کرتے۔

سحر مبین۔ دلربا یا سحر مرقوم سے کاٹ لینے والی۔

لو انزل علیہ ملک۔ فرشتوں کا نازل ہو طبع ہے ایک تو خدا کے لئے سوا اس کے لئے فرمایا کہ اگر فرشتہ پہنچا ہوا جاتا۔ اھا ایک وحی کے لئے سو وہ تمہاری سامنے کس طرح آئے۔ لامحالہ مروت کی صورت میں آئیگا۔ پھر وہی التباس پڑیگا کہ یہ فرشتہ کیوں کر ہے۔

مکن ہی کوئی آدمی ہی ہو۔ ۱۱۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(۸ رکوع)

یہ سورہ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں رسالت کے ثبوت میں، جو لوگ اپنا مال۔ اپنی جان

اپنی اولاد اپنی عزت برباد کر چکے ہیں وہ ہرگز عقل مند نہیں ہیں۔

کیف کان عاقبتہ المکذبین۔ فرما کر بتایا ہے کہ تم سوچو اور فراغت مصر کا انجام کیا ہوا کیا ان کا نام و نشان باقی ہے۔ ابراہیم کے مذہب کا کیا انجام ہوا جس کے نام کی نسبت بھی مفسرین اختلاف کرتے ہیں۔ وہ... نام و نشان ہوا اس کے مقابلہ میں ابراہیم کو دیکھو کہ اس وقت یورپ امریکہ ایشیاء کے عیسائیوں یہودیوں مسلمانوں کا پیشوا ہے پھر فرماتا ہے کہ لیجمعنکم الی یوم القیامۃ۔ اس قیامت کے دن کا ہی فکر کرو جہاں اولین آخرین جمع ہوں گے۔ ایک شخص نے محمد سے کہا خدا اب غیر مقطوع ہے یا نہیں۔ میو کہا میرے نزدیک غیر مقطوع نہیں اس نے کہا پھر تو ہم ہی آپس آئیں گے میں اس وقت خاموش رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے چمک میں پوچھا یہاں آپ کا کوئی قصہ ہے کہا نہیں۔ میو کہا کہ میری کیا انہیں پس یہ لو دور پیسے اور مجھ کو ایک جوت سر پر مار لینے دو۔ بول اٹھا میں سچ کہتا ہوں کہ انہوں نے اسے کہا خدا انہوں میں تو اپنی تنگ گوارا نہیں کر سکتا تو وہ ان جہاں سب جمع ہوں گے اپنی تنگ کیوں کر گوارا کر سکیگا۔

ما سکنت فی اللیل والنہار ھو السمیع العلیم۔ تمہارے احوال و اعمال کا سننے اور جاننے والا ہے کیا تم انکار کر سکتے ہو۔

اغیث اللہ۔ اتخذ دلیلاً ہر ایک کو اپنے حامی و مددگار کی ضرورت ہے اور دنیا کے حاسین میں فقاوت ہے جس نے آسمان زمین بنا با اس کے سوا اور کسی کو حاسی بنا نا کیا کوئی دانشمند ہے۔

ادل من اسلم۔ اول ورجہ کا فرمانبردار ہوں اور منہیات سے بچنے والا ہوں

عذاب یوم عظیم۔ فطرنا انسان دیکھ سے پتا ہے پھر عید میلے کے دن تو کوئی بھی رنج و ہنک پسند نہیں کرتا۔ فرماتا ہے اس عظیم الشان دن میں نافرمانی کی وجہ سے عذاب ہو گا اس سے ڈرنا ہوں۔

فلا کاشف لہ۔ سب سے بڑے کرم تو اسے مغوار ہے مگر ایک ادنیٰ ذکر بھی (مثلاً شکم میں درد) بانٹ نہیں سکتی۔

قل اللہ شہید بینی دہشکم۔ ہمارا تمہارا مقدمہ ہے پھیلی کتابوں میں شہادت موجود ہے تم دیکھ لو کہ کذب میں رسل کا خبا کیا ہوا۔ تازہ شہادت چاہتے ہو تو آجے اور میرے اتباع کو دیکھ لو۔ بول علی سینا ایک طبیب تھا۔ امام غزالی و امام رازی (جہی عربی لکھنے والے ہیں۔ مگر یہی ان سے کم نہیں ایک نیک شخص عمدہ تقریری کی۔ ایک آلو کا چٹا شاگر و بیٹھا اس نے کہا آپ نبوت کا دعویٰ کرتے تو آپ کو زیبا تھا ان وقت ان سینا خاموش ہو رہا ایک دن صبری تھی۔ سختی ہوا اور رخ بستہ پانی موجود اسی شاگرد سے کہا ذرا کپڑے اتار کر اس میں ہواؤ وہ کہنے لگا میرے کیا آپ مجھ کو نہیں ہونگے۔ کہا کیا اسی حمت پر مجھ پر پیغمبر بنانا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو گھماؤں میں جاتے کا جو حکم دیتے تھے۔ کیا وہ بھی دیاب دیتے تھے۔ غرض یہاں اتباع کو مقابلہ میں پیش کیا گیا۔

وادی الی۔ اور میرا دعویٰ تو یہ ہے کہ قرآن مجید پر وحی ہوا ہے مگر یہ صرف وحی نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ خطرناک بات ہے کہ جو

لا تذرکم بہ۔ اسی وحی کے خلاف کریگا وہ یقیناً عذاب میں گرفتار ہو گا اور

نہ صرف تم بلکہ۔

من بلیغ۔ جن لوگوں تک یہ قرآن پہنچے گا اگر وہ اس کی ہدایات پر کار بند نہ ہوں گے تو خوار ہوں گے۔ تباہ ہوں گے۔

الذین یتخضم الکتاب۔ فقار (جن کے سینوں میں کتاب جوتی ہے) علماء (جن کے انہوں میں کتاب جوتی ہے) امرار (جن کی زبان پر کتاب جوتی ہے) حق سمجھ تولیتو میں مگر شہادت میں رہنے میں مالا نکہ ایسے شہادت وہ اپنی اولاد کی نسبت ہی کر سکتے ہیں پھر بھی اپنی اولاد کو ماتو میں۔

۱۲۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱)

انہ لا یفلح الظالمون۔ مفری اور غیر مفری کی شناخت کا معیار بتایا ہے کہ مفری ظالم ہو وہ کبھی مظفر و منصور نہیں ہوتا۔ انسان تنہا بیٹھ کر فربت ہی عار میں بالیتا ہے مگر نہیں سمجھتا کہ خدا ہی ہے۔

تو عیون۔ جنہیں تم اپنے زعم باطل میں شریک باری تعالیٰ سمجھتے ہو۔

فلننتہم۔ عذر اور قول ان کا۔ فت نہ کے معنی عذر کے اس کے میں کہ یہ عذر بھی ان کے فتنہ و شرارت کے ضمن کی بات ہے۔

یستم۔ سلع وہی ہے جو دل کے کاؤن سے سنا جائے اور قبول کر لیا جائے۔ وقرآن۔ یون تو سن دیتے تھے مطلب یہ کہ حق نہ سنتے تھے۔

اساطیر۔ استوریان ہیں۔ مگر میں تمہیں سچے یقین کے ساتھ بتاتا ہوں کہ قرآن میں کوئی قصہ نہیں۔ بے شک۔ آدم۔ نوح۔ یعقوب۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ صلح۔ ہود۔ شعیب کا بیان ہے۔ مگر صرف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے مطابق کرنے کے لئے گویا ان واقعات کے ذریعے پیشگوئی کی گئی ہے کہ تمہارے ساتھ ہی یہی معاملہ ہو گا پس وہ قصے نہیں بلکہ تمہیلی رنگ میں پیشگوئیاں ہیں۔

ان ہی الا حیاتنا۔ منہ سے نہ کہیں۔ مگر اکثر لوگ اپنے اعمال سے ہی ظاہر کرتے ہیں اور یہی گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ ہے دنیا ہی دنیا ہے۔

قال۔ عام ہے جو صرف بولنے کے لئے مخصوص نہیں بلکہ جس طرح کوئی امر ظاہر ہو۔

۱۳۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۰)

ما فرطنا۔ جو ہم نے کوتاہی کی۔

اوذا۔ جمع وزر۔ اٹھ۔

لعب۔ بے حقیقت چیز۔

لہو۔ خدا سے غافل کرنے والی۔

پس مومن کو چاہیے کہ وہ ہر کام سوچے کہ یہ بے حقیقت خدا سے غافل کرنا تو نہیں اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے یا نہیں۔

یکذبون۔ بے حق تو یہ چھوٹا نہیں کہتے۔ کیونکہ دعویٰ نبوت سے پہلے انہوں نے کبھی سچے ایسا نہیں کہا اور اب دوسرے معاملات میں چھوٹا نہیں کہتے۔ صرف وحی الہی کو جھٹلاتے

میں۔ گویا میری آیات کو چھٹلاتے ہیں۔ یہ زبردست شہادتیں۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت پر۔

۱۴۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۰)

لیجنڈٹ۔ جس طرح باپ بیٹے کے لئے بادشاہ رمایا کے واسطے یہ چاہتا ہے کہ وہ فرمانبردار ہوں اسی طرح انبیاء جن کو اسے بھیجتے خدا کی عظمت مد نظر ہوتی ہے۔ یہی چاہتے ہیں کہ تمام لوگ خدا کے نیک بندے بن جاویں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی قوم کو کفر و شرک چوری۔ زنا۔ شراب قمار وغیرہ اور طرح طرح کے گناہوں میں مشغول دیکھتے ہوں گے تو بہت ہمت کر لیتے ہوں گے۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا ہے۔ "لعلک بائع نفسك"

۱۵۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۱)

اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات اپنے اپنے وقتوں میں اپنا کام کر رہی ہیں مثلاً ایک وقت دن کا ہے ایک رات کا ایک نور کا ایک ظلمات کا۔ المراعہ المخاص۔ انصار الذناہم اللہ تعالیٰ ہی کے اسرار حسنی میں سے ہیں۔

سنمقر غلکم۔ میں بعض لوگوں کو وہ ہم گنہگار ہے کہ کیا خدا کسی کام میں ایسا مصروف ہے کہ دوسری طرف توجہ نہیں اور پھر توجہ ہوگی یہ بات نہیں بلکہ ہر کام کے لئے ایک وقت ہے ایک ہزار برس آنا ہے کہ نافرمانوں کی سزاؤں کا وقت ہوتا ہے اور اسمیں ہر جرم کو سخت پکڑ ہوتی ہے۔ دوسرے ہزار میں ایسا نہیں ہوتا۔

میں نے ایک شخص کو زنا وغیرہ سے منع کیا اس نے مجھے نہایت حقارت سے جواب دیا کہ ملتا۔ ہم تو اتنی مدت سے ایسا ہی کر رہے ہیں کوئی تکلیف نہیں پائی اس وقت میں سمجھ گیا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ اپنے کئے کا پھل پائے چنانچہ کچھ دن بعد دیکھا کہ دے دے کر تار آ رہے دیکھا تو خطرناک قسم کی آتش آگ تھی جو تین دن میں ہلاک کر دیتی ہے۔ ہم نے اسے روک رکھا دیا لیکن اس نے اپنے معالجہ کی پروا نہ کی اس لئے مرض اندر ہی اندر بڑھتا گیا اور اسے چپ سی لگتی گئی اب اس کے گہروائے اس کا علاج نہ کرتے یہ سمجھ کر کہ بدستی کی وجہ سے چپ ہوئی اس کی ہلاکت کا نشان ہوئی۔ چنانچہ وہ آخر بالکل فانی ہو گیا پھر گیا۔

غرض اس رکوع میں بتایا ہے کہ ہم رسول بھیجتے رہتے ہیں اور ان کے منجانب سے ہونے کا یہ نشان ہوتا ہے کہ تمام اقوام کو۔

ہاساء۔ قسم قسم کے قحط

الغلاء۔ قسم قسم کی بیماریوں میں پکڑ لیتے ہیں۔ غرض کیا ہوتی ہے۔

لعلکم یتضرعون۔ تضرع اختیار کریں۔

کبر بہت بری چیز ہے ہمایوں نے ایک دفعہ اپنی فوج کا جائزہ لیا فوج کی کثرت دیکھ کر کہنے لگا۔ اتنی کثیر تعداد فوج کہ ہلاک کرتے خدا کو اپنی قسمی دن لگ جائیں شیر شاہ پاس کھڑا تھا۔ الگ ہو گیا کہ یہ تو بے ایمان ہے آخر ہمایوں پر وہ دولت کا

زمانہ آیا کہ ہند میں سر چھپانے کی جگہ نہ ملی ایران چلا گیا۔ کبر کے کلمے یوں کر دیتے ہیں یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ کئی ایسی جگہوں میں عذاب کیوں آتا ہے جہاں اس وقت کے رسول کی اطلاع تک نہیں پہنچی۔ ہم کہتے ہیں وہ وقت رسالت کے پہنچانے کا نہیں وہ تو مجرموں کی گرفتاری کا ہے اور یوں ہی بائبل کا ترجمہ ۲۸۰۰ زبانوں میں ہو چکا اور احکام الہی کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی رنگ میں تمام اقطار عالم و انسانی جہان میں پہنچ چکا ہیں۔ آریہ۔ برہمہ۔ یہی توحید کا پرچار کرتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ اس تضرع چاہتا ہے۔ یہاں قادیان میں پچھلے دنوں طاعون پھیلنے لگا۔ میو خد کی جناب میں نہایت تضرع سے دعا کی کہ ابھی تیری چھوٹی سی جماعت ہے اب تو اس جماعت میں اس درجہ کا دعا کرنے والا بھی نہیں۔ پس تو اپنا فضل کر۔ میں دیکھتا ہوں کہ طاعون مچا چلا گیا جو بیمار تہا۔ وہ بھی اچھا ہو گیا۔ یہ تضرع کا نتیجہ ہے۔

جاء ہم بلسنا۔ یہ بائس (جنگ وجدال) جس میں کئی کئی طرح کی مصیبتیں آتی ہیں۔ بائس کے مقابلہ میں ہے۔ آجکل ہی جنگ وجدال عجیب عجیب رنگ میں ظاہر ہو رہی ہے قسطنطنیہ کی جو حالت ہے ایران کی جو حالت ہے وہ تم اخبار دن میں پڑھتے ہو چالبا زہد بر عرب اللہ کو سبھا رہے ہیں رحم الگ ہو جاؤ۔ ترکوں کی ماتحت نہ رہو۔ مطلب یہ کہ متفرق ہو کر قحط کم ہو جاوے۔ پھر قبضہ میں آسانی ہو۔

ذین لہم الشیطان اعمالہم۔ ایک اصل بتایا جاتا ہے کہ دنیا کے کام یوں کر ہو گویا مرنہا ہی نہیں یہ بھی اسی مثل سے ہے۔

داب القوم الذین ظلموا۔ ساری قوم ہلاک نہیں ہوتی۔ جو بدترین ہیں وہ ہلاک ہو جائے ہیں۔

فاللہ رب العالمین۔ یعنی مالک یوم الدین کی صفت جب اپنا جلوہ دکھائی پکتی ہے تو پھر الحمد للہ رب العالمین کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔

میں حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور اسلام نہایت نازک حالت میں ہے اس طرف آ کر یہ زور دے میں اور ہر مصلحتی اور ہر کامیاب سے دہریہ بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ فرمایا تختی جب تک صاف نہ ہو نقش خوب نہیں چھپتا۔

الامم مبشرین و منذرین۔ رسول مذاب کے لئے نہیں آتے بلکہ وہ تو پاک لوگوں کو تیار کرنے ہیں جن کو بشارت کامیابی دیتے ہیں اور کچھ گندے لوگ تیار ہوتے جلتے ہیں ان کے لئے منذر ہوتے ہیں۔

من آمن واصلح۔ جو ایمان لائے۔ زبان ہی سے نہیں بلکہ اصلاح بھی کیے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ واقعی مومن لا خوف ولا یحزن ہوتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور ہم کو یہ دکھ ہے وہ دکھ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کلمہ پر غور کرو۔ ولكن النفاق فی قلوبہم۔

ایک شخص نے مقدمہ میں مجھ سے سفارش کرائی چاہی۔ میں نے کہا کہ انکلی بعض الظالمین بعضاً۔ آپ کوئی ظالم ہوتا ہے تو اس پر ظالم کو متولی کرتا ہے پس تم اپنے ظلم کو دور کرو۔ میں نے سفارش کرنے والے کو حاکم بدل گیا۔

سوا اس نے جب استنفار کی کثرت کی تو اتفاق ایسا ہوا کہ جس روز اس کا مقدمہ پیش ہونا تھا وہ حاکم کسی کو چارج دے گیا اور قائم مقام نے اس کے حق میں فیصلہ کیا۔

بہا کا فدا ہستیوں۔ بدھدی کی وجہ سے عذاب الہی آتا ہے ہمارا بادشاہ ایسا نہیں کہ اسے کچھ خبر نہیں اس کی غیہ پوس ہرقت عن البین وعن الملک موجود رہتی ہے۔ اور ما یلفظ من قول الا کہ یہ رقیب عیتہ۔

لا اقول ملک۔ اس آیت نے مجھ کو رسول کریم کی بہت ہی محبت بڑھائی ہے ایک دفعہ میں ایک کنوئین پر گیا تو زمیندار نے میری بڑی غلطی کی۔ میں حیران ہوا کہ کیا وہ ہے آخر اس نے بتایا کہ آپ کے باپ نے زمین ایک تعویذ دیا تھا جس سے ٹیڑھا پار ہو گیا۔

عرب جیسا مشرک ملک لوگوں کو یقین کہ یہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مقرب بارگاہ الہی بنتا ہے پس یہ تو سب کام کر ادیگا۔ آپ ان کی شرک آمیز قوت سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ صاف کہتے ہیں۔ میرے پاس خزانے نہیں میں غیب دان نہیں میں دیوتا کا نام نہیں۔ میں تو ایک بشر ہوں جو حکم آئے اسکی تابعداری کرتا ہوں۔ اللہم صل علی محمد

۱۷۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۲)

امداد بہ الذین یحافظون۔ وعظ۔ ان کے لئے مفید ہوتا ہے جنہیں یوم الحشر کا خوف ہے۔

ولی۔ ظلمات نوز کی طرف نکالنے والا۔

ولا تظہر الذین۔ انبیاء ایک آدمی کو دیکھنا نہیں کہتے کیونکہ ممکن ہو کہ ضائع چلا جاوے اس لئے وہ عام مجلس میں سمجھاتے ہیں تاکہ کوئی سعادتمند روح نجات پا جائے۔

نبی کریم نے فرمایا ہے۔ ذب مبہم ادعی بالسامع

وجہ۔ اس کی ذات اور توجہ۔

تاب من بعدہ واصلہ۔ توبہ کے ساتھ اصلاح کی قید ہے۔

الحجۃ میں۔ جناب الہی سے قطع کرنے والے۔

۱۸۔ جولائی ۱۹۰۹ء

نبی کریم میں ملک میں جس وقت رہتے تھے۔ وہ ملک وہ وقت عظیم الشان بت پرتی کا تھا۔ مکہ کے اندر ۹۰ سببت پوجے جاتے تھے۔ عیسائی جو تھے وہ حضرت مریم کے بھاری تھے ایک کتاب میں میں نے پڑھا ہے کہ مریم کے بت کو رو پہلی گوٹے کناری کے کپڑے بھی پہنائے جاتے تھے۔ بت پرست کی عقل عجیب طور پر ماری جاتی ہے۔ ایک عظیم الشان بت پرست کا ذکر ہے کہ وہ اکتوبر کے آخری دنوں میں توشہ خانے میں تنہا بیٹھا ہے اہتمام کے ساتھ درزی سے کچھ کپڑے پھینکے سلاوا ہتا میں انکو دیکھ کر بہت جبران ہوا کیونکہ وہ کپڑے کسی انسانی قدر کے معلوم نہیں ہوتے تھے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بتیاجی کے ہیں۔ میں نے درزی سے کہا اس میں روئی ہی ڈال دینا۔ روئی موسم ہے مولانا کا مطلب اس کی فطرت کو بیدار کرنے کا تھا وہ بول اٹھ گیا کہ کوئی کی کیا ضرورت ہے بت کو سردی نہڑی ہی لگتی ہے۔ پھر اعتراض ہو سکتا کہ پھینکے کی پھر لباس کی کیا ضرورت ہے

اس پر وہ خاموش رہ گیا۔ سو اس کے کچھ نہ کہا آپ مذہبی معاملہ میں ہی ملتے نہیں بت پرستوں کی عجیب عجیب جکائیتیں ہیں۔ کہیں گرمی سے بے ہوش ہو کر پتھر پر گر

پڑے۔ خون لکھنے سے ہوش آیا تو اسی پتھر کو پوجنا شروع کر دیا کہ ہی ہوش میں لایا میرے تین لڑکے مرچکے تھے۔ ایک ہندو دوست مجھے کہا کہ میرے باپ کے اولاد نہیں ہوتی تھی۔ دو پستے میری مان کو کھلائے گئے۔ تب میں اور میرا بہائی ہوئے۔ یہ تجربہ شدہ بات ہے۔ ... پس آپ ہی آزمائیے۔ جیسے دواؤں کو آزمائے

اگر آپ کو شریعت مانع ہو تو آپ کی طرف سے میں ترکشا دیوی کی منت کروں گا۔ میں نے کہا آپ تکلیف نہ کریں دیوی نے آپ کے باپ کو آپ جیسا دائم المرض آپ کے بہائی جیسا پاگل دیا مجھے ایسی اولاد نہیں چاہیے۔

غرض بت پرستی میں بالکل ماری جاتی ہے۔ بت پرست یہ نہیں سمجھتا کہ دنیا کی سب چیزیں میری خادم بنائی گئی ہیں اور پھر اپنے خادموں کو مذہب بلکہ معبود بناتا ہوں

مفاتیح۔ جمع ہے مفتوح کی۔ جس کے معنی خزانے کے ہیں۔ قارون کے بیان میں یہی مفادہ آیا ہوا ہے۔ جس سے مراد خزانے ہیں۔ مفاتیح نہیں کچا ہیں اس کے معنی ہوں۔

۱۹۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۲)

ہمارے ملک میں بعض الفاظ کے معنی غلط کرتے ہیں مثلاً قاہر ہے اس کو قہر و غضب کے معنوں میں لینا سخت غلطی ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرما ہے۔

هو القاهر۔ فوق عبادہ یعنی قاہر کے معنی یہ ہیں کہ بندے دوسری مخلوق غالب ہیں تو خدا بندوں پر۔

حفظہ۔ انسان جب پیدا ہوتا ہے اپنی نگہبانی کے سامان ہوتا ہے کہ وہ موت پہنچنے سے لئے کئی دوائیں تلاش کریں۔ جب کچھ چارہ نہ دیکھا۔ تو بی بی کو اپنا بھڑا بنایا

تامن نہ رہوں تو اولاد ہی ہے۔ لیکن خدا فرماتا ہے میرے ہی بچانے سے بچتے ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔

اذا جاء احدکم الموت توفته دملنا۔ جب موت آتی ہے ہمارا فرستاد روح قبض کر لیتے ہیں۔ مگر روح کو فنا نہیں اس لئے فرمایا۔ ثم دود والی اللہ۔ پھر اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ وہاں آخرت میں ہی نجات خدا کے ہاتھ میں ہے اس کے ثبوت دنیا کی مشکلات کی نجات کے لئے فطرت کی گواہی پیش کی ہے۔

تدعونہ تضرعاً وخفیہ۔ معلوم ہوتا ہے اس زمانہ سے مشرک نہیں تھے۔ کیونکہ مسلمانوں کا شرک اس حد تک میں نے دیکھا کہ دنیا میں کشتی خطرے میں پڑے تو چاروں طرف بہاؤ الحق کا نام لیتے ہیں۔ عدن کے قریب یا اوروس کہتے ہیں۔

اضربس! مسلمانوں میں کوئی عبادت خدا سے مخصوص نہیں رہی۔ طواف۔ تہجد۔ ہاتھ باندھ کر دعا۔ قربانیاں۔ روزے۔ مال کا عشر۔ سنے کہ صلوة (غوثیہ) سب غیابہ کے لئے ہی کرتے ہیں۔ ایک بڑا پیر تھا میں نے دیکھا کہ وہ جنوب کی طرف جہاک کر

سناڑ پڑتا ہے۔ پوچھا تو کہا ہمارے حضرت اسی طرف ہیں ہمارا قبلہ تو وہی ہیں اب ان کا قبلہ کوئی اور ہو تو خیر! اس وقت مجھ پر آیت یار آئی۔ ما جعلنا القبلة

التي کنت علیہا الا للعلم من تتبع الرسول۔ (باقی آئندہ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ ہفتم

سورہ انعام

مورخہ ۱۹ - جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۴)

گذشتہ سے پیوستہ

عذ اباً من فوقکم - فوق کے تین معنی میں کوئی ظالم بادشاہ مسلط کرے۔ بیرونی دشمن حملہ آور ہو۔ ہوائیں ایسی آویں جن سے لوگ پہاڑوں کے نیچے دب کر مر جائیں اور من تحت ارجلکم - اس کے بھی تین ہی معنی ہیں۔ زلزلوں سے زمین چھٹ جائے۔ خشک ہو جائے اپنے نوکروں کے ہاتھ سے ہلاک ہو جائے۔ جن کو ذلیل سمجھا ہوا ہو وہی تسلط پا جائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اہل میری قوم کو بیرونی دشمن سے بچاؤ عذاب میں ہے کہ پروردگار نے فرمایا۔ میں نے قبول کی۔ پھر عرض کیا کہ خانہ شکیوں کا استیصال نہ ہو۔ یہ دعا بھی قبول ہوئی۔ پھر راقی رہ گیا۔ یذیق بعضکم باس بعض۔ چونکہ یہ نتیجہ ہر فراموشی کا۔ و نسوا حظاً ازکرت ابیہ فاعزینا بینہم العداۃ والبغضاء۔ اسلئے یہ برقرار رہا۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ غیروں کو تم نے لٹائی کی کہ انہوں نے مسیح کو زندہ کر کے قرآن کو چھوڑا۔ گویا نسوا حظاً ازکرت ابیہ کے مصداق ہوئے۔ مگر تم لوگ آپس میں لڑائی کرو۔ تو اللہ ہی پھر بنا چاہیے۔

اس میں ہینگوئی بھی تھی یہ تمام عذاب اہل کفر پر آئے باہر سے نبی کریم نے حملہ کیا خود اپنے مقتول سے مشرک قتل ہوئے۔

کذب ہر قوم کا۔ اس پر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا۔ مالیر کوئلہ میں شیعہ بہت ہیں۔ ساڈہ بورہ سے ایک اشتہار آیا۔ کہ کوئی سنی ابو بکر کا ایمان ثابت کر دے ایک حدیث مسلمہ اہل سنت میں ہے کہ عائشہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کوئی بڑی تکلیف کس سے پہنچی تو اپنے فرمایا تیری قوم سے۔ اب قوم کسی آدمی کی باپ دادا سے ہی ہوتے ہیں یا میں نے کہا۔ کذب ہر قوم کے معنی ہیں۔ عمل ہو گئے۔ آخر نبی کریم کی قوم عبد اللہ۔ ابو طالب۔ اور علی ہی تھے۔ اہل شیعہ سے شرمندہ ہونے کے پھر اشتہار چھپا دیا۔

میں جنہوں - غرض کا ترجمہ ٹھیکہ پنجابی میں بہت موزوں ہے۔ لانفعد - بالکل نہ بیٹھے یا بیٹھے جب یاد آئے اٹھ جائے۔ لعباء بے حقیقت۔

لہواً - خالص غافل۔

کالجوں میں کس قدر غفلت کا سامان موجود اور دین کو کیا بے حقیقت سمجھا جاتا ہے اس کے کالجیوں کو بڑے ہی استغفار کی ضرورت ہے کیونکہ یہ لوگ تو غفلت اور سیاہ دلی کا سامان ہوتا کہ تہمین۔

تنبیل - کے پانچ معنی صحابہ اور تابعین کے مروی یا دہین - تسلیم (سوچا جائے) تمہیں (بند کیا جائے) ترہن رہن پڑ جائے - تجوی - سزا دیا جائے - تحرم (حرام کیا جائے)

۲۰ - جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۵)

استھوتہ - نیچے اتار دین۔

الشیطین - بدعاش۔ اللہ سے دور ہلاکت والی روحیں۔ سافز کو نیچے کھنکھو میں اتار دین تو پھر وہ حیران رہ جاتا ہے۔

جہد کا پرہیز - یادگاروں کے آتش - انکو کیا بدانت مل سکے۔ بدبختی بچو۔ جہان تفسخ ہو رہا ہو وہ ان کو بھی پہلانا س چلا جائے تو وہ بھی کوئی بات سمجھ کر دینگا پس ایسی صحبت چنی نہ بیٹھو۔

حدیث میں آیا ہے کہ کسی شخص کے حالات معلوم کرنے میں اس کے دوستوں کو دیکھو ان المرء علی دین جیبہ - مومن کو چاہیے کہ دعا کرے کہ شہر والے مجھ سے محبت کریں پر میں صلوات سے محبت کروں۔

وامرنا للنسلم - یہ دہی اللہ کے پکی راہ بتائی ہے۔

المیہ تحشرن - اگر کسی کا قصور ہو جائے تو انسان اس کے سامنے نہیں ہوتا۔ پر خدا کے حضور ضرور جانا ہے۔ ان تنفذ دامن اقطار السموات والارض فالنفۃ - کا - تنفذون الا بسطن۔

عالم الغیب والشہادۃ - غیب جواب نہیں۔ شہادت جو موجود ہیں۔

کلابیہ - اب عام ہے مراد کوئی بزرگ رشتہ دار و الامراء نہیں کیونکہ ابراہیم نے آخر عمر میں جو دعا کی ہے۔ اس میں آتا ہے۔ دبتنا اغفر لی ولوالدی۔ حالانکہ دوسری جگہ داغفر لابی کہنے کی ممانعت آئی ہے۔

کذالک - پس اب اسی فرمانرواری اور جوش توجہ کے۔

ولیکون - انجام یہ ہوا کہ جو یقین کر موالوں میں سے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب کے میں نے پوچھا۔ یقین کی کوئی انتہا یہی ہے۔ فرمایا۔ جب میں بچہ تھا تب ہی خدا پر ایمان تھا جب جوان تھا تب اور ایمان بڑھا جب کچھ بڑھا تب اور ایمان بڑھا۔ پھر جب الہام ہوا۔ پھر اور ایمان بڑھا پھر الہاموں کو پورا ہوتے پایا پھر اور ایمان بڑھا پس یقین کی کوئی حد نہیں اور مراتب یقین کی کوئی حد نہیں۔

کوکب - مرکزی۔ اس کی بہت پریشانی ہوتی ہے۔ کام دیوتا اسی کو کہتے ہیں۔

علامہ اس کی استیصال کا ذکر ہے

اس لئے ثابت ہوا کہ ان کو کسی کی تکلیف نہ ہوگی (نور الدین)

هذا البقی۔ یہ اشارہ بطور تفسیر ہے۔

لہم یصلی۔ اگر مجھے ہدایت نہ کی ہوتی معلوم ہوا کہ آپ اس پہلے ہدایت یاب تھے۔ یہ نہیں کہ اس وقت پہول سے تارے چاند کو رب کہہ رہے تھے۔

والشمس بازغۃ۔ جب سورج بروج حمل میں آتا ہے۔ تو جوسی۔ آتشی شیشے کے آگ سیاہ لپڑا رکھ دیتے اور چندن کی لکڑیوں کو آگ لگاتے پھر وہ برس تک محفوظ رکھتے اور موسم بنیان شام کے وقت اس سے جلاتے اور کہتے۔ سورج قنوجوب ہو چلا۔ پر یہ تیری ہی آتش کا فیض ہے کہ بتیان روشن ہوئیں۔ یہ دراصل چوٹ کی ہے۔

لہم یصلی۔ ایمان ہم یصلی۔ اس کے معنی صحابہ نے نبی کریم سے پرچھے ہیں۔ کہ ایتنا لہم یصلی یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ علم سے مراد شکر ہے۔

۲۱۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۴)

قلک جھکتا۔ یہ بات خوب یاد رکھو کہ کبھی اپنی طرف سے مباحثہ کی ابتدا نہ کرو اور اپنے علم پر مغرور نہ ہو جاؤ بلکہ جب چاروں طرف بات گئے پڑ جاوے تو اس وقت دعا کرے کہ میرا علم۔ میری قدرت۔ میری عقل ناقص ہے تو ہی اپنے فضل سے میرا معین و ناصر ہو میں پچاس سال تجربہ کر رہا ہوں اسی طرز میں ہمیشہ کامیاب ہوا ہوں۔ تنک جتنا میں بتایا کہ کہ وہ ہزار بی کی دلیل خدا کی طرف سے دی گئی ہے۔

هذا البقی۔ یہ بطور استفہام ہے۔

فوضع درجۃ من نشاء۔ اس میں بتایا ہے کہ یہ کوئی ابراہیم کی خصوصیت نہیں۔

۲۲۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۴)

ما قدرہ اللہ حق قد دہ۔ لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں جانی اس کی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔

ما انزل اللہ علی بشر من شیء۔ اللہ نے کسی بندے پر کچھ نازل نہیں فرمایا۔ ہمارے ملک میں ایک فرقہ ہے جس کا نام ہے۔ برہمہ سماج وہ تمام مذاہب عالم کے ساتھ نہایت ہی نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں مگر جب گند بولنے پر آتے ہیں۔ تو ایسا گند بولتے ہیں کہ سب انبیاء کو کذاب قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کا یہی عقیدہ ہے۔ ما انزل اللہ علی بشر من شیء۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ انبیاء نے بڑی عمدی کے ساتھ باصرار کہا کہ ہم پر یہ خدا کی وحی نازل ہوئی اور اس کلام میں کچھ دخل نہیں۔ یہ لوگ اذکذب بالحق لما جاءہ۔ کہہ دیتے ہیں کہ تم کہتے ہو۔

چونکہ ایک یہودی نے ایسا کہا اس لئے اس کو جواب دیا گیا۔

من انزل الكتاب الذی جاءہ موعی۔ کہ وہ کتاب جو موسیٰ پر اتاری تھی اور جسے تم مانتے ہو وہ کیا وحی الہی نہ تھی۔

برہمہوں کے لئے بھی یہی جواب ہو سکتا ہے کہ موسیٰ کو فرعون کے مقابلہ میں جو نصرت ہوئی۔ کیا ایک کذاب مغربی کی ایسی نصرت ہو سکتی ہے۔

قرطیس۔ معمول کا عند قرار ہے رکھا ہے۔

ما لم تعلموا۔ احمی قوم کو مخاطب فرما کر حضرت مولانا نے قرآن مجید اور اس کی تفاسیر اور اس کے پڑھنے کے متعلق تمام سہولتوں کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ اس پہلے زمانے کے لوگوں کے لئے یہ اسباب نہ تھے۔ پھر آپ نے لفظ یسنا القرآن کی تفسیر میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے طور پر تحقیق حق کے لئے بیٹھا۔ تو اس کے لئے ضروری تھا تمام مذاہب عالم کی کتابوں کو اول سے آخر تک مطالعہ کرنا۔ مطالعہ کرنے کے لئے ان کی زبان کا صحیح علم حاصل کرنا۔ پھر انتخاب کرنے کے بعد جو کام ایک انجن سے ہو سکتا ہو (کچھ صد اقسیم لکھی کرنا پھر بھی ان کے فیصلہ کرنے میں عاجز تھا۔ لیکن قرآن مجید نے دنیا کے مذاہب کی تمام صداقتوں کو نہ صرف جمع کیا۔ بلکہ ان دعاوی کے دلائل بھی دئے ہیں۔ جو صرف اسی کتاب کا خاصہ ہے۔ دیکھئے اس پہلو سے قرآن کریم حصول صداقت و حق کے لئے کس قدر آسان ہے۔

والذین یؤمنون بالآخرة یؤمنون بہ۔ یہ آیت ان لوگوں کے لئے جو صرف ایمان باحد دایمان بالآخرة کو ہی ذریعہ نجات ٹھہراتے ہیں ایک جوت قوی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں ان کے ایمان کا نشان یہ ہے کہ وہ قرآن کی بات پر بھی ایمان لاتے ہیں اور پھر نماز کی پابندی کرتے ہیں اور نماز ہی ایسی چیز ہے جو مسلمانوں کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کرتی ہے۔ بعض لوگ نماز میں باحد دایمان بالآخرت آیت کو قرآن مجید سے پیش کیا کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس آیت کو نہیں پڑھتے ایسوں کے لئے چھٹے پارہ کے پہلے رکوع میں خدا نے فرمایا ہے۔

یریدون ان یضربوا بین اللہ ورسولہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض یریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا۔ اولئک ہم الکفرون حقاً ولولئى اذا الظالمون فی غمرات الموت۔ ایسے ظالم جو انفرادی وحی کے مدعی ہوتے ہیں وہ ضرور ہلاک ہوتے ہیں اور ذلت کی موت مرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ تجزون عذاب الہون۔

خولکم۔ اتینکم اصلحکم۔ جو کچھ مال۔ مویشی وغیرہ تمہاری پہلائی کے لئے دیا۔

۲۳۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۸)

کیسی قدرت نہائی ہے ایک دانہ ہوتا ہے اس سے کئی دانے بنا دیتا ہے۔ برہمہ کا بیج کیسی باریک چیز ہے۔ مگر اس سے خدا جیسا عظیم الشان درخت نکالتا ہے تخم ریزی جو ہوتی ہے۔ تو گویا جو کچھ ہوتا ہے۔ گھر سے باہر نکال کر پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر پرندے چرندے کیڑے ہزاروں بلائیں ہیں ان سے محفوظ رہ کر کیسا کیا بن جاتا ہے۔ اسی طرح خدا اذن سے اعلیٰ بنا دیتا ہے۔ پھر اسی طرح گٹھلی کیا چیز ہے۔ مگر اس سے کیا کیا درخت بنتے ہیں۔

فالق الحب والذی۔ ہے اس کے سوا کون ہے جو کھیا دی ترکیب یا کسی کل کے ذریعے بیج سے اتنا بڑا درخت لگا دے۔

میں نے ایک شکل کے وقت یہی دعا کی تھی کہ جو دانہ سے گٹھلی سے اتنا بڑا

درخت بنا دیتا ہے۔ مجھے بھی بار آور کر۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ - گندوں کے گھر میں پاک پیدا کر دیتا ہے۔

يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ - بڑے بڑے زندوں کے مرنے پیدا ہوتے ہیں۔

دیکھو۔ اکرم کا ایک بیٹا۔ نوح کا بیٹا۔ سلیمان کا بیٹا۔ اس میں ہم کو دو امیدیں دلائیں۔ کہ اگر ہمارے بزرگ سست تھے تو پر وائیں ہم چست ہو سکتے ہیں اور ہم چست ہیں تو گھمٹ نہ کریں کیونکہ ممکن ہے ہماری نسل سست ہو خانی تو فکون۔ خدا تعالیٰ سمجھاتا ہے کہ جیسے دانہ سے درخت اور

درخت سے گٹھلی کا نرے سے مومن بگڑے نشان سے نام و نمود والے بناتاہوں۔ ویسے میں ان چند مسلمانوں کو بہت بڑی قوم بنا سکتا ہوں۔ یہ ذیل بھیجے جاتے ہیں۔ پر میں انہیں عزت و دنیا دہنگار۔

فائق الاصلاح - اب یہ چوتھی مثال دیتا ہے کہ میں صبح کی وقت رات

کو پہاڑ کر دینا چاہتا ہوں۔

جَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا - رات اندھیری ہے قیدی بادشاہ کا ایک رنگ

ہوتا ہے۔ خوبصورت۔ بدصورت۔ بیمار تندرست سب کیساں ہو جاتے ہیں بلکہ

بعض وقت بادشاہ خواب دیکھتا ہے۔ میں قید ہو گیا اور قیدی خواب دیکھتا

ہے میں بادشاہ ہو گیا۔ نیند کے ہی عجائبات بے شمار ہیں۔ ایک دفعہ ایک

شخص نے مجھ سے پوچھا۔ کہ خواب کے عجائبات کے متعلق حکما کی کیا رائے ہے

میں نے کہا ہم کتاب کیوں دیکھیں۔ جب کہ ہم بھی سب کچھ دیکھتے ہیں۔ اس

نظارہ میں حکما کی تحقیق نہیں۔ اب اس سے بڑھ کر ایک اور نظارہ قدرت

کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حِسَابًا - حساباً کے معنی میں اپنے محور پر گردش کرنا۔

جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِحِسَابِ وَايَها۔ ایک ستارہ تو وہ ہے۔ جس پر تمام

جہاز رانی موقوف ہے۔ یعنی قطب۔ قطب نما ایسی چیز ہے۔ کہ آجکل تمام جہاز

اسی پر چلتے ہیں۔ عرب۔ دوسرے ستاروں سے بھی بہت کام لیتے اور

راہ پاتے۔

خدا تعالیٰ یہ تمام نظارے اپنی قدرت کی بیان فرما کر سمجھاتا ہے۔ کہ

بڑا ہی نادان ہے وہ جو مسئلہ نبوت کا منکر ہے۔ ان معمولی پڑاؤں اور نیرنگوں

کے لئے تو اس نے رہنمائی کا اتنا بڑا سامان کیا جو اس کی سنت ہو

کہ ظلمت کے بعد روشنی عطا کرے لیکن اپنے حضور پہنچنے کے لئے کوئی شمس

کوئی نیر کوئی ستارہ نہ ہو۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اے منکران نبوت جب تم ضلالتی سے نفع اٹھا رہے ہو تو قول الہی

سے بھی اٹھاؤ۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ جسے ریل تار۔ موٹر وغیرہ بنے ہیں۔

اس وقت سے خدا تک پہنچنے کی راہیں بھی سہل ہو گئی ہیں۔ ایک زبانہ تھا

کہ صحابہ کے لئے بہت سخت مجاہدہ تھا۔ یہاں تک کہ جان بھی دینا پڑتی تھی۔ مگر اب

تو یہ باتیں نہیں۔

مستقر۔ جہاں ٹھہرتا ہے۔ یعنی بہشت۔

مَسْنُودٌ - جہاں بطور امانت عارضی قیام تھا۔ ماں کا پیٹ۔ پھر ماں کی گود۔ پھر

کا صحن پھر وطن یہ سب عارضی ہی ہیں۔

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً - جیسے آسمان پر سے پانی اترتا ہے۔ اسی طرح وحی کا

نزدول بھی ہے۔ اور قرآن۔ رسول کریم کی پاک تعلیم ہے اور اوپر دلوں کی

سرزمین اس آب حیات کو قبول کرنے کو تیار ہے۔ جیسے مینہ اترتا ہے

تو ہر قسم کی روئیدگی اگتی ہے اور ایک نیا لباس عطا ہوتا ہے اسی طرح وحی الہی

کے وقت ہر چیز میں نشوونما آتا ہے اور زمانہ میں ایک تبدیلی پیدا ہوتی چاہتی

ہے۔ جسے کوئی روک نہیں سکتا۔ پھر اس پانی سے قسم قسم کے درخت اور

طرح طرح کے سیوے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح وحی الہی سے ہر قسم کی

علم و ہنر و تہذیب میں ترقی ہوتی ہے۔ لیکن جیسا کہ ایک دانہ کے بیج کے

وقت ایک نادان کہہ سکتا ہے کہ او ہو یہ تو مٹی میں مل گیا۔ اسی طرح اس

رسول کی قدم پہلے حقیر و ادنیٰ اسی معلوم ہوتی ہے۔ مگر وہ فائق الحب

والنوی۔ اسی کو ادنیٰ سے اعلیٰ۔ بے برکت سے بابرکت۔ ناچیز سے

چیز بنا دیتا ہے۔ لوگ خدا کی رحمت سے ناامید ہوتے ہیں۔ مگر میں تو

دیکھتا ہوں۔ اس نے ایک وقت میں ایک بے جان مکڑی سے جو چند

پیسوں کی ہوگی۔ خدا کہلانے والوں کا تختہ الٹ دیا (موسیٰ کا عصا) ہمارے

حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کسی کو خوشی ہے کہ میرے پاس مال ہے

کسی کو خوشی ہے کہ میری اولاد بہت ہے اور کسی کو خوشی ہے کہ میرا چھٹا

بہت ہے۔ پر میں خوش ہوں کہ میرا خدا جو ہے وہ قادر مطلق ہے۔

(خاکسار اکمل نے رباعی عرض کی ہے۔

کوئی خوش ہے کہ میں ہوں صاحب اولاد بڑا

کوئی خوش ہے کہ مرا بہائون کا ہے یہ جھٹا

کوئی خوش ہے کہ مرے پاس ہے دولت اکمل

اور میں خوش کہ مرا قادر مطلق ہے خدا)

وَجَلَّ اللَّهُ شَرَكًا - احمق لوگ خدا کو جب چھوڑتے ہیں۔ تو پھر پتھروں

کی۔ پھرادنے سے اونٹنے چیزوں کی پریش شروع کر دیتے ہیں یورپ

امریکہ نے اس خدا کو چھوڑا۔ تو ایک انسان کو خدا ماننے پر مجبور ہوئے

مورخہ ۲۷ - جولائی ۱۹۰۶ء

(رکوع نمبر ۱۹)

بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - پہلے رکوع میں یہ بات ذکر کی ہے۔ کہ دانہ

کو میں کہوں ہوں۔ گٹھلیوں سے درخت۔ میت سے حی بناتا ہوں۔ دانہ

سے گٹھلی بڑی۔ پھر آگے جاندار اس سے بھی بڑا۔ پھر اس سے بڑھ کر

شمس و قمر۔

اب اس سے بڑھ کر بتانا ہے۔ آسمان وزمین۔

باوجود قہمت کے نظارے کرنے کے پھر بھی خدا کا بیٹا ایک انسان کو قرار دیتے ہیں۔

انجیل کی بات! جو بات تو نے حکیموں کی نظر سے چھپائی۔ وہ بچوں کو دکھائی صادق آتی ہے۔ انگریز کیسے عقلمند اور پھر اس معاملہ میں کیسے کودن نکلے۔ کفارہ اور تثلیث جس پر اسٹے ہیں کوئی چیز ہے!

لہم تکلن لہ صماجبتہ۔ نتیجہ جو ہوتا ہے۔ دو چیزوں کے ملنے سے۔

پس عورت کا ہونا لازمی ٹھہرا تم صاحبہ ماننے نہیں اور بیٹا بننے ہوا!

ایک عورت مسیح کے پاس آئی کہا۔ میرے بیٹوں نے تمہارے لئے

سب کچھ چھوڑ دیا۔ جب قبادشاہ نے ایک کو دائیں بائیں جھٹایو! کہا یہ تو

مولیٰ کے اختیار میں ہے۔ پھر قیامت کے بارے میں کہا۔ اس گھڑی

کا ہم مجھے نہیں۔ الوہیت کا مدار صفات کا مد پر ہے۔ اور مسیح بن اسکا

اس بیان سے علم و قدرت ہی نہیں۔

لا تذکرہ الابصار۔ اب رد الوہیت کی ایک اور دلیل فرماتا ہے

کہ مسیح کو تو آنکھ نے احاطہ کر لیا۔ حالانکہ اللہ کا احاطہ نہیں ہوتا۔

وہو اللطیف۔ یہ لا تذکرہ الابصار کا ثبوت ہے۔

النجیر۔ یہ چھویدرگ الابصار کا ثبوت ہے۔

بصائر۔ انسان کی فہم و فراست کا سب سامان موجود ہے۔

ومن عی فعلیہا۔ کوئی کہے کہ ہمیں نفع کی ضرورت نہیں۔ فرمایا نفع نہ

اٹھاؤ گے۔ تو اندھے ہو کر دکھ پاؤ گے۔

وما انا علیکم بحفیظ۔ تم جان بوجہ کر اندھے بنو گے۔ تو میں تمہارا لاٹھی

کپڑے والا نہیں کہ ذمہ دار ہوں۔

انتہ۔ یہ خطاب عام ہے۔

لا الہ الاہو۔ یہ تمام وجود کا خلاصہ ہے کہ وہ معبود ہے۔ جس کے

فرمان پر عمل کیا جائے ایک طرف رسم عادات۔ احباب بلا تے ہیں۔ دوسری

طرف اللہ کا حکم۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے۔ کہ بندہ اللہ کا فرمانبردار ہی یا نفس کا اور احباب کا۔

لا الہ الا اللہ۔ کس دل سے مانا ہے۔

یروشلیم کے محاصرہ میں پادریوں نے کہا تمہارا خلیفہ آوے تو اسے ہم دخل دے

دین۔ حضرت عمر اسی سادگی میں روانہ ہوئے۔ غلام کے ساتھ باری باری

اونٹ پر چڑھتے آتے تھے۔ ہر عبیدہ نے عرض کیا۔ آپ کپڑے بدل

لین۔ گھوڑے پر سوار ہوں۔ آپ نے عرض مان لی۔ مگر تھوڑی دور جا کر

گھوڑا اتر بیٹھے۔ کہا میرا وہی لباس اور اونٹ لاؤ۔ آپ جب گئے۔ تو مطہر بن وغیرہ

نے رعب میں اگر چاہیں پھینک دیں کہ اس سپہ سالار کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے

پس میں کس لئے الناس باللباس کہنے والوں کا قاتل ہو جاؤں۔ وجہ کیا تھی

تو اللہ کا فیاض و دربار۔ سب مخلوق تیری فرمانبردار ہو جاوے گی۔

لو شاء اللہ ما اشرکوا۔ جبر سے کام لیتا تو کوئی مشرک نہ رہتا۔

اب ایک اخلاقی تعلیم پیش کرتا ہے کہ حق بات کہو۔ دین کی تبلیغ کرو۔ مگر کسی کے بزرگ کو گالی نہ دو۔ نہ رام چندر کو نہ کرشن کو۔ نہ بدھ کو۔ اور کسی اور کو

کذلک ذینا لکل امتی عملہم

اس آیت کا ترجمہ نہایت گندہ کیا جاتا ہے۔ کسی معبود کو برا نہ کہو ورنہ ہمارے

مولیٰ کو برا کہیں گے اسی طرح خوبصورت خوبصورت کر کے دکھلایا ہے۔ ہم

نے ہر قوم کے لئے وہ کام جو ان کو کرنا چاہیے۔ یعنی جو عمل ہم ان سے

کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی خوبصورتی ہم نے اسی طرح بیان کی۔ دیکھو اللہ کا بیٹا

نہ بنانے اور شرک کی برائی کے لئے کیسے معقول دلائل دئے ہیں۔

لئن جادلتم ایتہ۔ مجھو اتکے منکر لوگ اعراض کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم نے

کوئی نشان نہیں دکھلایا۔ یہ بات غلط ہے۔ انما آیات عند اللہ میں تو

یہ بتایا گیا ہے۔ کہ میرے اللہ کے پاس تو ایک چھوڑ کئی آیات ہیں۔

میں کیوں نہ تمہیں نشان دکھاؤں گا۔ جس مڑلے نے مجھے بھیجا اس کے پاس

تو آیات ہیں پس وہ نشان کیوں نہ دکھلایا گا۔

کھا۔ کیونکہ۔

پارہ قسم کے یہاں نوٹ ختم

ہوئے

الحمد لله

رَبِّ الْعَالَمِينَ

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے سوائے و فرماندوس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ ہشتم

(سورۃ انفام)

مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۰۸ء رکوع نمبر ۱

انزل الیکم الکتاب - بدکار یوں کے علم کے لئے فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کی طرف توجہ نہ
مفصلہ - جس میں نیکی بدی کی تفصیل جدا جدا دی ہے۔

الظن - اکثر لوگ اپنی انکل بازی سے نیکی بدی کی تشریح کرتے ہیں اور یہ کھل غلط ہے۔

مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۰۸ء

(بقیہ رکوع ۱ و رکوع ۲)

فکوار جس طرح ایک جانور خاموش مالک کے آگے گردن رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح مومن کو چاہیے
کہ وہ اپنے مولیٰ کے آگے سر رکھ دے چونکہ جانور پر مولیٰ کا نام لیا جاتا ہے اس لئے اس میں
کے ذہن میں ایک تعلیم حاصل کرنا چاہیے۔

حورث کے چار قاصدے ہیں - ایک وہ حرام ہے جو انسان کی جان کو ہلاک کر دے مثلاً سور
دوم - وہ جو اخلاق میں شہوت و غضب کو بڑھائے۔ مثلاً سور

سوم - وہ جو طبعی تو قوت کو برباد کرے مثلاً سور - جسکی زہر تشنخ - اسٹرخا پیدا کرتی ہے جو
قوت میں دوزخ و جہنم کا نام لگتا ہے۔ ان میں الہیات کے سمجھنے کی قوت نہیں رہتی۔

و ذروا ظاہر الاشتم و باطنہ - گناہ دو قسم کے ہیں - ایک ظاہر کسی کا مال چرا لیا

دکھ دے دیا - چھوٹ بول لیا - ایک باطن یعنی مخفی گناہ - مثلاً کینہ - بغض - حسد - کینہ

دوسرے کی تحقیر - جس - کفر - یعنی لوگ خدا کے منکر میں بعض منکر نہیں - مگر ان کو

پروا نہیں کرنے - بعض اس خدا کے برابر کسی اور کو بھی قرار دیتے ہیں - اور مثال دیتے

ہیں کہ جیسے بادشاہ کے پاس بغیر وزیر نہیں جاسکتے ویسے ہی خدا کے حضور بجز رست

نہیں جاسکتے - یہ مثال غلط ہے کیونکہ بادشاہ بوجہ بشریت و عدم اطلاع معذور ہے

مگر خدا تو سب کی سزا دے چھٹ گئے بے شک پڑھی کی ضرورت ہے - مگر خدا تو اوقرب

سے اقرب ہے۔

ان الذین یکسبون - اب عام اصول بتلاتا ہے کہ جو گناہ کرے اس کے نتائج ضرور
جھلکے گا جن لذتوں کے لئے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہی اس کے لئے وبال جان بن
جاتی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ عقوبت کرے۔

ایجاد لوکم - مثلاً چوڑے کہتے ہیں کہ خدا کی ماری حرام اور تمہاری ذبح کی چوٹی

حلال - حالانکہ یہ ان کی غلطی ہے - ایک محبوب کے نام پر کشتہ ہے - (روح ۱۱)

میتا - انہی جکم من بطون امہاتکم لاتعلمون شیئا - میں اس کی تفسیر ہے -

جب تک انسان خدا کی فرمان برداری کی نہ کو پہنچتا - مردا ہی ہوتا ہے - لیکن جن جن

خدا کی عظمت و جبروت کو سمجھتا ہے زندہ ہوتا جاتا ہے۔

جعلناہ نوراً - عقل و سمجھ و سچائی و کتاب الہی کا علم - لوگوں میں بھی اس کا

میشی بہ فی الناس ذکر کرتا ہے - ایسے بھی لوگ ہیں - جو افراد قوم - ملک کی بہتری تو

فی الظلمت

۱۔ انسان تیز دریا بہتا دیکھ کر دوڑتا چلا آئے کہ اس سے پار نکل جاؤں تو وہ بیوقوف ہے۔

۲۔ کسی شخص نے مرنے کو بازو پھڑپھڑا کر اذان دیتے دیکھا کہا میرے سامنے اکڑتا ہے۔

میں بھی ایسا کروں گا۔ پھر مرنا ایک دیوار سے دوسری دیوار پر چلا گیا اس نے بھی زندقہ
لگائی۔ تو گر پڑا اور مر گیا۔ یہ حد سے بڑھنے کا نتیجہ ہے۔

۳۔ قرآن نے مثال دی ہے کہ ایک شخص دور سے کلر دیکھتے پانی سہا پائی گئے دوڑا جب پانی

تک پہنچا تو کچھ بھی نہ پایا بلکہ پیاس اور بھی بڑھی۔ دیکھو پارہ ۱۸ - الذین کفروا

اعمالہم کسراب بقیعة یحبب الظلمات ماء - الایہ - بعض لوگ غلطی سے جو چیز

مفید نہیں اسے مفید سمجھتے ہیں اور مسرت کی شیخیاں بگھارتے ہیں - جیسے مسلمان آگے

قلعہ فتح کرنے پر تازہ کرتے تھے اب بعض ایسے ہیں کہ کسی عورت کے ناجائز تعلق میں کامیاب

ہوں - تو کہتے ہیں ہم نے قلعہ فتح کر لیا۔

۴۔ بددیانتی یہاں تک بڑھی ہے کہ جو معمار ہیں وہ جان بوجہ کمرات ناقص بناتے

ہیں پوچھو تو کہتے ہیں ہمارا کام کس طرح چلے اور پھر ہمیں کون بلائے۔ حالانکہ ایسے لوگ ہمیشہ

غریب رہتے ہیں - غرض انسان جس راہ پر اپنے تئیں ڈال لے اسی کے موافق نتیجہ نکلتا ہے

دیکھو حق کو نہ ماننے کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ

قلوب اندہم و ابصارہم - سمجھ بھی الٹی ہو گئی اور حق کے بینا نہ رہے پھر بڑھتے بڑھتے کفر

میں پہنچتا رہتا ہے۔

لوانا منزلنا الیہم السلامتہ - یہاں تک کہ اگر فرشتے بھی اتریں - موتی کلام کریں تو بھی نہ مانیں۔

بڑے بڑے بدکاروں کو ہی کرتے کرتے نیکی کا خیال اٹھتا ہے یا کسی وقت ان کے دلوں

میں جی نیکی کی تحریک ہوتی ہے اور پھر وجود اس نزول ملائکہ - نہیں مانتے۔

کلمہ الموتی - یہ بھی اکثر لوگوں کو اتفاق ہوتا ہے - کہ خواب میں کچھ ہدایت ہوتی ہے

مردہ کچھ ان کو بتاتا ہے مگر پھر بھی نہیں مانتے۔

حشرنا علیہم کل شیء - ہر بدکار کو کسی نہ کسی سزا کے نیچے دیکھتے ہیں مگر پھر بھی عبرت نہیں لیتے

و کذلت جعلنا - ایسے ہی بدکار لوگ پھر بڑھتے بڑھتے انبیاء کے انکار پر کمر باندھ جاتے ہیں۔

شیاطین الانس والجن - بعض اپنے تئیں ظاہر طور پر مقابل کہتے ہیں - بعض چھپتے ہیں - اور حقیقت روحوں کا ان سے تعلق ہو جاتا ہے۔

و خفوف القول - طبع سازی کی باتیں۔

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے سوائے و فرماندوس قرآن شریف کے نوٹ

لیس بخارج منها۔ ہر روز ضرور سوچو کہ ہر نسبت کل کے تم نے خدا سے نزدیک ہوئے یا غفلت پر شفقت کر کے میں کیا ترقی کی تا سمجھ آئے کہ ظلمات سے نور میں ایسے بے تمیزی سے تمیز میں کہان تک پہنچے۔ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ من استواء یوماہ فہو مغبون۔

پس تم ضرور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو۔ اور ایک پہچان "نبوت" کی بتلائی ہے۔ وہ یہ کہ اکابر جو جوتے ہیں وہ انبیاء سے قطع تعلق کرنے والے ہوتے ہیں۔ تم خدا کی بڑائی کے لئے وعظ کرو۔ امیر تمہارے بھی دشمن ہو جاویں گے۔

میرے سامنے کسی نے سوال کیا۔ کیش۔ دیانند۔ سرسید۔ مرزا صاحب۔ چاروں اصلاح کے مدعی ہیں۔ ان میں کیا فرق ہے۔ میں نے کہا یہی کہ اکابر صرف مرزا صاحب کے دشمن ہیں۔

حقیقتی ذاتی۔ ہم کو بھی الہام ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے زمیں دار مالگاری وصول کرنے والے کو کہے اگر بادشاہ نے یہ وہ پہن لینا ہے تو وہ خود کیون میر گھر نہیں آتا

مورخہ ۳۱۔ جولائی ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع نمبر ۲)

۱۔ اللہ تعالیٰ دلوں کی پہچان کا ذکر کرتا ہے۔ (۲) بعض جیتین۔ مکان۔ دوست ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان سے تعلق بری کی طرف رجعت دلاتا ہے۔ (۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں ستر بار سے زیادہ استغفار فرماتے تھے تاکہ قلب پر رین تک بھی نہ آئے۔ (۴) استغفار بہت ضروری ہے ورنہ رین پڑھتے پڑھتے ختم۔ قفل تک فہمت پہنچتی ہے۔ (۵) جو لوگ ہمت پانے کے قابل ہوتے ہیں وہ حق بات کے ماننے کے لئے ہر وقت بشرح صدر تیار ہوتے ہیں۔ جیسے ابراہیم نے تسلیم کے جواب میں اسکت کہا۔

حرا جاتی السماء۔ پہاڑ میں ڈھوان۔ تنگ راستہ۔ پھر اس میں ہندی پر چڑھنا پڑے۔ تو تکلیف ہوتی ہے۔ ایسے ہی اس آدمی کا حال ہے۔

کایو منون۔ اعتدال کن کا ہوتا ہے۔ بن کا سید حق بات کے ماننے سے تنگی کرے۔

یذکون (آیت کا دن امری) لہم دار السلام۔ احکام الہی کے ماننے کا فائدہ یہ ہے کہ ان کو دنیا میں قبر میں۔ قیامت میں۔ پھر اطمینان۔ جنت میں سلامتی کا گھر ملتا ہے۔ پھر خدا اس مومن کا والی ہو جاتا ہے۔

ہو ولیکم۔ ایسے مومن پر خواہ کس قدر نصیبین آئیں۔ وہ سلامتی کے ساتھ نکل جاتا ہے وہ ظلمات سے بدترج نکلتا رہتا ہے۔ کسی قسم کی ظلمتیں ہیں۔ (۱) ظلمت جہل (۲) ظلمت زعم وعات (۳) ظلمت ثب (عجب الشی یعنی ولیم) (۴) ظلمت افلاس و دولت۔ (۵) ظلمت مجلس (۶) ظلمت شرک جس نے عیسائین کی عقل دین کے بارے میں باوجود اس وجہ ترقی صنعت و حرفت کے ماری ہے)

وینا استمتع بعضنا ببعض۔ امرا سے دوپے لئے۔ غریبوں نے اس کے معاوضے میں ان کے کام کئے۔

یکم۔ اگست ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۳)

منہن میں دو قسم کے قہرے ہیں۔ ایک جن پر قدرت تھم۔ دوم جن پر کوئی قدرت نہیں

پہلی قسم کے متعلق شریعت کے دوسری کے متعلق ہرگز نہیں اگر کوئی شریعت اس کے بارے میں حکم دے تو وہ شریعت جھوٹی ہے۔ دیکھ لو۔ رنگ قد۔ اندرونی پھولوں ڈھون کے بارے میں کسی شریعت عقد نے حکم نہیں دیا۔ ان

مشک قوموں نے ایسے مسئلے گھڑے ہیں۔ مثلاً عیسائی کہتے ہیں۔ تین خدا ہیں مگر ایک ہے۔ اس بات کو کوئی انسانی عقل باور نہیں کر سکتی۔ بت میں منتر پڑھنے کے بعد خدا آجائے کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔

زبان دونوں قسم کے قوی کا مظہر ہے۔ کٹھے کو میٹھا۔ کپگی مگر خدا کو گالیان دلاو۔ اسی آخری قدرت و تصرف کے متعلق اصلاح کے لئے اللہ رسول بھیجتا ہے۔ چنانچہ اس رکوع میں جن دانش۔ امرا اور غبار و دونوں کو مخاطب کرتا ہے۔ دمسلم منکم۔ تم ہی میں سے رسول ہوئے۔ انبیاء امرا بھی ہوئے ہیں۔ جیسے سلیمان غبار بھی۔ جیسے عیسا علیہ السلام۔

برہم سلسلہ رسالت منکر میں وہ تمام انبیاء کو مفتری قرار دیتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ انبیاء نے یہ کہنے میں کہ میں خدا سے وحی ہوئی ہے۔ دروغ مصالحت آمیز ہے کام لیا ہے۔ پھر وہ ملائکہ کے منکر ہیں۔ نہایت لطیف پیرائے میں اس اعتقاد کو انوکھا شرک عظیم قرار دیا ہے۔ گویا تمام قسم کی نیکی کی تحریکوں کے مخالف ہیں۔

غیر تمام الخیولہ الدنیا۔ دنیا نے ان کو بڑا دھوکہ دیا ہے۔ پھر پیدا ہوتے ہی کہا طلب کرتا ہے۔ پھر اس میں غضب پیدا ہوتا ہے۔ پھر حرص۔ چنانچہ ایک پستان چرتا دوسرے پر ہاتھ رکھتا ہے اور اپنے دوسرے بھائی سے سیر پیدا کر لیتا ہے پھر غضب کے ساتھ ساتھ حب بھی بڑھتی جاتی ہے۔ یہ سب قوت بھیسی کے کرشمے ہیں۔ پھر شہوت میں ترقی ہوتی ہے جس کا نتیجہ ہم نوجوانوں کے ہر روز آنیوالے خطوط میں پڑھ رہے ہیں۔

غرض کہا نا۔ مینا۔ بغض خداداد۔ حب۔ شہوت۔ حرص۔ تو پہلے قبضہ جمالیات میں اور انبیاء کی تعلیم اور عقل بعد میں آتی ہے۔ پھر یورپ۔ امریکہ کے لئے تو او بھی مشکل ہے وہ جب ہوش سنبھالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کسی انسان کو خدا بنا لیا گیا ہے تو وہ ایسے لغو عقیدے کو دیکھ کر نہیں ہنسنے لگے کہ ایک انو اور جھوٹی چیز خیال کستے ہیں کیونکہ ان کے سامنے توحید کی پاک تعلیم ہمیں آئی۔ پھر موجودہ ساز و سامان رہائش کچھ کم غافل کرنے والا نہیں۔

غافلون۔ جب تک خدا کی طرف سے غافلوں کو خبردار کرنے والا آنے جلے۔ عذاب نہیں آتا۔

ان یشاء ینیکچا میں تو کسی قوم کو تباہ کر دیں۔

یستخلف۔ ایک قوم چلی جاتی ہے۔ دوسری قوم اس کی جانشین ہوتی ہے ان کا بٹا خلیفہ کہلاتا ہے۔ آدم کی خلافت کے مسئلے پر اس آیت سے روشنی پڑتی ہے (جس پر اللہ اپنے ادا امر و فراہی بھیجتا ہے۔

مکانتکم۔ اپنی پوری طاقت پورے زور سے کام کرو۔ پھر دیکھو انجام خیر کس کا تلو جو ایک طرف ایک بے کس کس میں انسان ہے۔ دوسری طرف تمام امرا و رؤسا پھر

دیکھو کس تضحی سے کہا جاتا ہے تم پورا زور دگالو۔ یہ نبی کی نبوت کی صداقت کا ثبوت ہے
مورخہ ۲۔ اگست ۹

(بقیہ رکوع ۳)

وجعلنا للہ۔ جو لوگ شریعت کی پروا نہیں کرتے انہیں بھی کسی نہ کسی اصل یا رسم پر چلنا ہی پڑتا ہے۔ پس انسان کیون شریعت کا پابند نہ ہو جسکی پابندی مشرکین پر برکات مقدودہ ہے۔

ایک شخص کو جو قرآنی احکام کی تعمیل کو بہت ہماری سمجھتا تھا۔ میں نے قائل کیا کہ تم جس سررشتہ کے ملازم ہو اس کے پھر میں نیپلٹی کے قوانین کے ہر گورنمنٹ کے قوانین کے ماتحت ہو۔ کیا ان سب کا حجم قرآن سے زیادہ نہیں اس پر اس نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ ورنہ میں نے اسے کہنا تھا۔ تم نیچر کے ذرے ذرے کے قوانین کے ماتحت ہو۔ قرآن کریم نے کیا لطیف فرمایا ہے۔ ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا۔ لا تنفذون الا بسلطان۔

غرض جو لوگ شریعت کو چھوڑتے ہیں۔ وہ اس دو چندہ چند رسوم کی مشکلات میں پھنستے ہیں اور دکھ اٹھاتے ہیں۔

وجعلنا للہ۔ دیکھئے ذکوۃ نہ دی۔ تو کس گمراہی میں پڑے

لشراکائنا۔ ہمارے قرار دادہ یا خدا فرماتا ہے ہمارے شرکا۔

یصل الی شراکائکم۔ خدا کا حصہ بھی اپنی ہنسنوں کو دیدیا جاتا ہے۔

قتل اولاد ہم۔ ہندوؤں میں ایسے کئی معاملات ہوتے ہیں۔ ایک بہنت آیا ہے اور اس نے کہا ہے۔ کہ ہم اس کہاتے ہیں اور اس ہی تمہارے بیٹے کا شرط یہ ہے کہ قیمہ بناتے ہوئے خوشی کے گیت گاؤ۔ اس پر معتقدین نے ایسا کیا ہے۔ پھر تم نے سنا ہو گا کہ یہ فلان بزرگ کا توشہ ہے اس میں فلان فلان آدمی شریک نہیں ہو سکتے لایذکر دن اسم اللہ علیہا۔ بلکہ بے دیوی کہتے ہیں۔

مورخہ ۳۔ اگست ۹

(رکوع ۴ و ۵)

محرذ شیت۔ چھتری والے جیسے انگوڑ کی بیل۔ گلو کی بیل۔

غیر محرذ شیت۔ جن کی بیل نہیں ہوتی۔ مثلاً گلاب۔ چنبلی۔ انب۔ سنگترہ۔ کچور۔

مختلفاً اکلہ۔ چادل کا مزہ اور ہوتا ہے۔ اجڑے اور کی کا اور۔

والنہیتون۔ مثلاً بادام۔ اخروٹ اور چکنائی والے درخت۔

لا تفسوا۔ خطا کاری مت کرو۔ یعنی کھانا اور کھانا۔ مگر بھوکوں کا خیال نہ کرنا۔

حولۃ۔ لا دو جانور (۱) جو سواری کے قابل ہیں (۲) بار برداری کے لائق

(۳) جن جو تھے یا کنوآن چلانے کے لئے۔

فرشاً۔ وہ جانور جو چلے اور زمین کو لگے۔ مثلاً بھیڑ۔ بکری۔ خرگوش

علی طامع یطعم۔ شرفاً میں جو کھائی جاتی ہیں ان میں کوئی حرام نہیں سوائے.....

وما مسفوحاً۔ خون ہا ایک عضو کو ہلاک کرتا ہے اور اس میں نہر ہوتی ہے۔

لحم التحنیر۔ کیونکہ اس سے شہوت۔ غضب۔ اہیات سے دوری ہوتی ہے

نہر جو تو مومن کو دیکھ لو۔

مورخہ ۴۔ اگست ۹

(رکوع ۵)

جنہم بیغیم۔ جس طرح بیمار انسان کو بعض پرہیزگار بتائی جاتی ہیں اور وہ وقتی بات ہوتی ہے۔ اس طرح سے یہودی قوم پر ایک وقت وہ تمام چیزیں حرام کر دی تھیں جن کے ناخن تھے اور محمد ان کے اونٹ بھی تھے۔ اور ان کی چربیاں سوا پیچھے کی چربی کے۔ یا جو انٹریوں سے ملی ہوئی ہو یا بڑی سے لگی ہوئی۔ یہ سب مناسی صرف وقتی تھی۔

سیدقول الذین اشراکو الوشاء ما اشراکنا آد۔ اس اعتراض کے مفصلیہ جواب لے رہے ہیں۔ (۱) اشراکوا کہا (۲) کذب الذین من قبلہم (۳) ذاقوا باسنا (۴) فلو شاء لہدکم اجمعین (۵) ہلم شہد اعلم الذین یشہد دن (۶) لایؤمنون بالآخرة (۷) وہم بدہم یعد لون۔

قل هل عندکم من علم۔ یعنی کبھی اللہ تعالیٰ نے اپنی طاقت تمہیں کان سے پکڑ کر نیکی سے روکا ہے۔ یا بدی کی طرف چلایا ہے۔ اگر ایسی بات ہے۔ تو ثبوت پیش کرو۔

۵۔ اگست ۹

(رکوع نمبر ۶)

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ اول جو دوسرے لوگوں کی تجارت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کی باتوں کو مانتے ہیں۔ دوم وہ جو اپنے تجربے اور اپنی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ عقلندی کا کام یہ ہے۔ کہ جو صداقتیں دنیا میں تسلیم ہوئی ہیں۔ ان کو مان لیں۔ پس انبیاء علیہم السلام کی کتابوں سے (جو صداقتوں اور تجربوں کا مجموعہ ہیں) ضرور فائدہ اٹھاؤ۔

الا تشراکوا بہ شیاء۔ شرک چار قسم سے (۱) شرک فی الذات (۲) شرک فی الصفات۔ (۳) شرک فی الافعال (۴) شرک فی التعظیم۔ یہ چوتھا شرک عام ہے۔

ولا تقتلوا اولادکم۔ (۱) ایسی دوا کھانا کہ حمل گر جائے (۲) دختر کشی (۳) اولاد کی پروا نہ کرنا۔

ما ظہر منہا۔ زنا۔ چوری۔ ڈاکہ۔ گایان۔

وما بطن۔ کینہ کپٹ۔ بغض۔

لا تکلف اللہ نفساً الا وسمہا۔ اللہ انسان کو کوئی ایسا حکم نہیں دیتا۔ جو اس کے موجب تکلیف ہو۔

مورخہ ۵۔ اگست ۹

(رکوع نمبر ۷)

الکتاب۔ کتاب بہت سی چیزوں کی جامع کو۔ کتبہ تشکر کو بھی کہتے ہیں

مورخہ ۱۰۔ اگست ۹
(رکوع ۱۰)

تین قسم کے لباس ہیں۔ (۱) یواری سدا تکم (۲) ودریشا وہ لباس جو کہ جمع کے دن عید کے دن۔ بیاہون شادیوں کے موقع پر لیا جاتا ہے۔ یعنی زمینت لباس (۳) تھیک باسا جو لڑائی و کھڑائی کے لیے لباس الحمر والبرد لباس التقویٰ۔
من الجنة۔ جنت سے باغ سے۔
وجوہکم۔ اپنی ساری توجہ۔

حق علیہم الضلالتہ۔ اس فرد جرم گننے کے اسباب ہیں (۱) مان باپ بدکا ہون۔ خوراک حرام کی۔ پرورش بدکاروں میں صحبت بد۔ نذر لبری۔ حرام کھانا۔
مورخہ ۱۱۔ اگست ۹
(رکوع نمبر ۱۱)

صرف معمولی ترجمہ کیا۔
مورخہ ۱۳۔ اگست ۹
(رکوع نمبر ۱۲)

جمل۔ اونٹ کو بھی کہتے ہیں۔ اور جہانزادہ بری یون کے بڑے رستے کو بھی۔
عملا الصالحات۔ وصال پنے اس شبہ کو بہت بڑھایا ہے۔ چنانچہ پولس کہتے ہیں کہ شریعت انسان کو کمزور کرنے کے لئے آئی ہے یہ بالکل غلطی غلطی پر ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ قرآن پر عمل نہیں ہو سکتا۔ لوگ قرآن کے احکام سے بڑھ کر نہایت ہی معاملات پر اپنی قوم پر عمل کرتے ہیں۔ اسلام نے قرآن کی کو احباب و قبول اور غمی کو بنا زہ اور انا لشد پر ختم کر دیا ہے۔ اور لوگوں کو ان دونوں امور میں جو کچھ کرنا پڑتا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ کہتے ہیں۔ شریعت پر عمل مشکل ہے اور شادیوں کے لئے تو اپنی زمینوں تک رہن کر دینے سے نہیں جھکتے پس کیا خدا کے نام کچھ دینے کا حکم ناقابل برداشت کہا جاسکتا ہے۔
من علی۔ دنیا میں دوزخ ہے کسی کا حسد و بغض۔

اہل جنت وہ ہیں جن کے سینے دنیا میں بھی بغض و کینہ سے صاف رہتے ہیں۔
نودوا۔ آواز دی جانیگی۔ عیسائی سوال کرتے ہیں کہ نجات فضل سے ہے یا عمل سے۔ اگر فضل سے ہے تو عملوں کی کیا ضرورت ہے۔ اگر عمل سے ہے تو پھر درخواست فضل کیسی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ قرآن شریف میں تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ الحمد للہ الذی احلنا داد المقامت من فضله لا یستأفیہا نصیب۔ یہاں تو فضل کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک یہ آیت ہے۔ اس میں بجا کتتم تعلون۔ فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ عمل سے وارث جنت ہوتا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ قد اخلص المؤمنون جس کے اخیر میں ہے۔ اولئک ہم الوارثون الذین یدعون الفراضین اس سے معلوم ہوا کہ ایمان سے انسان وارث جنت بنتا ہے۔ تطبیق دینے سے اصل معاملہ کھلتا ہے۔ کہ تینوں ضروری ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کو کتاب فرمایا ہے۔ کہ اس میں تسلیم اور دفع ہوتا ہے کے لئے ایسے لشکر ہیں جو جہنم سے ہاتھ ملانے کے لئے بہت ہیں۔
مبادک۔ اپنی برکتوں میں بڑھتی رہیگی۔ برکہ کا لفظ جس کے معنی عوض کے ہیں جیسا کہ کتاب۔

بیان سورہ اسام کے نوٹ ختم ہوئے

الحمد للہ

سورہ اعراف

مورخہ ۸۔ اگست ۹
(رکوع ۸)

المص۔ انا اسلم۔ صادق القول۔ صادق الوعد
ما انزل الیکم۔ صرف نبی کریم پر انزال نہیں ہوا۔ بلکہ کم ظاہر کرتا ہے کہ اور بھی اس نعمت سے سرفراز ہوئے۔ گویا ان کی طرف ہی نازل ہوا۔
وعراہم۔ ان کا عذر۔
یا ایہا المتظلمون۔ آیات کے مراد ہے۔ اللہ کے پاک انسان۔ اللہ کا پاک کلام ساری دنیا۔ اور شہادت نبوت۔

مورخہ ۹۔ اگست ۹
(رکوع ۹)

بنو عامر۔ کعبہ کا طواف لگے ہو کر کرتے تھے۔ یہ سمجھ کر کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں۔ ان کے ساتھ کیسے طواف کریں۔ اس لئے ان کو رکوعوں میں لباس کے متعلق ذکر آئے گا۔
اسجدوا لآدم۔ آدم کا ولد بھی آدم ہی ہے۔
الیوم یبعثون۔ یعنی وہ وقت جب انسان خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے از سر نو زندہ ہوتا ہے اور شہوت۔ غضب کے ساتھ مقابلہ کر کے فتنہ ہو جاتا ہے
من المنظرین۔ یہ قابل غور ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ یبعثون نہیں فرمایا۔ پس اگر یوم یبعثون سے قیامت مراد ہو۔ تو کوئی حرج نہیں۔
من شما ملہم۔ آگے۔ پیچھے۔ دائیں بائیں کا ذکر کیا۔ مگر اوپر کا ذکر نہیں پس انسان یہ نہ سمجھے۔ کہ شیطان سے گھر گیا۔ بلکہ آسانی فضل اور خوف الہی کی جانب شیطان مجاہدہ غالب ہے۔

نجات تو فضل سے ہے۔ لیکن فضل کا جاذب ایمان ہے۔ جیسے ہم ایک مکان میں ہیں اگر ہم چاہتے ہیں کہ روشنی آئے تو دروازہ کھولیں۔ روشنی فضل سے ہے۔ مگر فضل نہیں آتا۔ جب تک فضل کا جاذب نہ ہو۔ پھر جیسا کسی کا ایمان ہوتا ہے۔ ویسے ہی اس کے عمل ہوتے ہیں۔ پس نجات کے لئے ایمان۔ عمل اور فضل تینوں ضروری ہیں۔

ہو جا۔ اللہ کی راہ میں شہادت نکالتے ہیں۔ چاہتے ہیں اس راستہ کے لئے کوئی ٹیڑھا پن پیدا ہو سکے معنی یہ ہیں کہ بعض آدمی جھوٹ بولتے ہیں۔ احکام شریعت کا پابند نہیں۔ پھر حجت چاہتا ہے گویا ٹیڑھا کرے۔ پھر ان انعامات کا وارث ہونا چاہتا ہے۔ جو سچے مسلمانوں کے لئے ہیں۔

دعائے الاعراف۔ اعراف کے متعلق مفسرین کو مشکل پیش آئی ہے۔ منزل کہتے ہیں۔ منزلتہ بین المنزلتین۔ یعنی دو درجہ اور بہشت کے درمیان جگہ ہے۔ اہل سنت کا یہ خیال نہیں۔ صوفیوں نے اسے خوب حل کیا وہ کہتے ہیں اعراف میں عارف لوگ ہوں گے۔ جو دوزخیوں بہشتیوں کا تماشا دیکھ رہے ہوں گے۔ اعراف کہتے ہیں اونچی جگہ کو۔ گویا وہ اونچی جگہ پر بیٹھے تماشا دیکھ رہے ہوں گے۔

مورخہ ۱۴۔ اگست ۱۹۷۶ء

(۱۳ رکوع)

جمعہ۔ تمہارا مال۔

ماکنتم تستکبرون۔ وہ جو تمہارے تکبر کا بڑا ذریعہ ہے۔ خدمتگار۔ بہائی بند ادخلوا۔ داخل ہو۔ کہنے والے اصحاب الاعراف ہونگے۔ لا خوف علیکم۔ سب بڑا خوف تو حشر میں ہوگا۔ جہان اولین و آخرین جمع ہوں گے۔

الذین اتخذوا۔ یہ کافروں کی تعریف ہے۔

لہوا۔ جو غافل کروے۔ ایسا وظیفہ بھی لہو ہے۔ جس کو پڑھتے پڑھتے لوگ فرض قضا کر دیتے ہیں۔

لعب۔ جبے حقیقت ہو۔ یہ مرض آجکل بہت زور پر ہے۔ لوگ مین کو بے حقیقت سمجھتے ہیں۔ کسی حق کے لینے کے لئے وکیل سے مشورہ لیتے ہیں۔ پہلے یہ دریافت نہیں کر لیتے۔ کہ شریعت میں جائز ہے یا نہیں۔

ففسم۔ آج ہم ان کو ترک کرتے ہیں۔

ینظر۔ انتظار کرتے ہیں۔

تادیل۔ بہت سے الفاظ کے قرآن کریم میں اور معنی میں مخلوق اور مثلاً کلمہ کا لفظ ہے اس کے معنی کرتے ہیں لفظ وضع لمعنی جو متعمل صدق و کذب نہ ہو۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے

تمت کلمۃ صدق و عدل۔ یہاں کلمہ کی صفت عدل فرمائی ہے۔

الا اصدق کلمۃ قالہا لیلید۔ الا کل شیء ما سوی اللہ باطل اسی طرح قرآن شریف میں ”عالم“ کے اور معنی ہیں۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ اور عام طور پر علم موجب کبر ہے۔ اسی طرح تادیل کے معنی لوگ پیر پھر کر مطلب کے مطابق بنالینے کے کرتے ہیں۔ مگر قرآن کریم میں۔ انجام۔ حقیقت۔ اصلیت کے معنی ہیں۔ چنانچہ سورہ یوسف میں ہے۔ ہذا تادیل رویا کے۔ اور ایک جگہ ایلہ۔ ولہا یا تم تادیل۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ وما یعلم تادیلہ الا اللہ۔ یعنی اس کی حقیقت کو۔ پس یہاں معنی ہیں کہ لوگ چاہتے ہیں۔ عذابوں کے نتیجے ظاہر ہوں۔ مگر میں روز انجام ظاہر ہوگا۔

مورخہ ۱۵۔ اگست ۱۹۷۶ء

(۱۴ رکوع)

فی سنتہ ایام۔ چھ وقتوں میں۔ ۱۲ گھنٹے کا دن مراد نہیں اس کی تفسیر مبارک حضرت صاحب نے خوب لکھی ہے۔ ہر چیز کی تکمیل چھ مراتب کے طے کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ مثلاً انسان پہلے نطفہ پھر علقہ۔ پھر مضغہ۔ پھر لحم پھر کسوا اللحم عظاماً۔ ثم انشاناہ خلقاً آخر۔

میں نے غور کر کے دیکھا ہے کہ انگریزوں کو شریعت سے تعلق نہ تھا۔ مگر ایمان تک چھ درجے تکمیل کے لئے رکھے ہیں۔ زمین کو پہلے درست کرتے۔ پانی دیتے۔ بیج ڈالتے ہیں۔ دو دن میں یہ کام ہوتا ہے اور چار دن کے بعد بیج اگتا ہے۔ کل چھ دن ہوئے۔

قرآن کریم میں یوم بہت معنوں میں آیا ہے۔ بارہ گہنتوں سے لے کر سال ہزار سال۔ پچاس ہزار برس تک کے معنوں میں آیا ہے۔ مطلق وقت کے معنوں میں بھی جتنے میں وہ واقعہ ہو گیا۔ جیسے یوم حنین۔ ذکر ہم با یام اللہ استوی۔ کے معنی میں ٹھیک۔ یعنی اس کے تحت سلطنت میں کوئی نقص نہیں پھر تمام کائنات کا ورا الوری اُس کے قبضہ قدرت میں ہے اس لئے اس کے معنی عالی بھی درست ہیں۔ بعض نے کہا ہے معنی ظاہر میں۔ مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں۔ اس کی مثال سنئے جیسے بیٹھنا۔ اب جیسا جیسا کوئی موصوف ہو ویسے ویسے معنی ہوں گے۔

مثلاً میں بیٹھ گیا۔ (۳) دیوار بیٹھ گئی (۳) سامو کا رہا اب بیٹھ گیا۔ (۴) ہندو کے تحت پر بودپ کا بادشاہ بیٹھا ہے۔ (۵) فلاں شخص کی محبت یا اس کا کلام یا بغض فلاں کے دل میں بیٹھ گیا۔ یہ سب ”بیٹھنے“ الگ الگ معنی رکھتے ہیں۔ پس اسی طرح استوی تو عام ہے۔ مگر اللہ کا استوا ایک خاص شان رکھتا ہے وہ لیس کشتہ شئی ہے۔ پس استوا بھی لیس کشتہ ہے۔ خدا کی ہر صفت کا یہی حال ہے۔

حیثاً۔ لگاتار۔ مثلاً یہاں رات آتی ہے تو دوسری اللہ تعالیٰ صبح کی تیاری ہے اس میں اشارہ ہے کہ ظلمت کے بعد نور۔ فتر کے بعد نبوت کا وقت آنا رہتا ہے۔

ادعوا۔ تمام صفات کو بیان فرما کر دعا کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اس زمانہ میں تمہارے لئے دعا کا میدان وسیع اور خالی ہے۔

(۱۱) بعض خدا کے منکرین (۲) بعض خدا کو مانتے ہیں۔ مگر اس کے متصرف ہونے کے قائل نہیں۔ (۳) بعض دعا کے قائل ہیں۔ مگر اسباب پرستی میں منہمک ہیں۔ پس تم کامل اسید۔ کامل یقین۔ کامل مجاہدہ سے دعا میں لگے رہو۔ اور دعاؤں میں لفظ رب کا بہت استعمال کرو۔

خفیۃ۔ چلتے بیٹھتے بات کرتے کتاب پڑھتے سب حالات میں۔

انہ لا یحب المعتدین۔ ایک شخص نے بلند آواز سے دعا کی۔ تو رسول اکرم نے فرمایا۔ لا تدعون اسم ولا غائباً۔ ایک شخص نے دعا کی کہ جنت میں ایسے ایسے کوٹھے مجھے دے۔ آپ نے فرمایا۔ جنت مانگو۔ حد سے نہ بڑھو۔

ان رحمۃ اللہ۔ قبولیت کے لئے فضل کی ضرورت ہے۔ وہ محسنوں کے قریب ہیں تم محسن بن جاؤ۔

یوسل الریح۔ زمانہ بعثت نبوت۔ بہار کا وقت ہوتا ہے۔ جو کچھ کسی کے اندر ہو۔ باہر نکلتا ہے۔

نکدا۔ وقت ہے۔

مورخہ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۵ء

مالکم من آلہ غیریہ۔ یہ تمام اسبیا کا اجماعی مسئلہ ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اخات علیکم۔ اس قوم میں شفقت۔ علی خلق اللہ کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے حضرت بنی کریم صلے اللہ علیہ وسلم طائف گئے۔ ایک نبرد اس سے کہا۔ میں چند باتیں پہنچانی چاہتا ہوں اس نے کہا اکیلا کیوں سنوں سب کو بلاتا ہوں اس کے بعد چند بد معاش اکٹھے کر لایا۔ جنھوں نے آپ کو دکھ دیا۔ آپ سر سے پیر تک لوہاں ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ بارہ کوس تک مجھے پتہ نہیں لگا کہ میں کدھر جاتا ہوں ایک فرشتہ نے کہا کہ حکم ہو تو طائف کو تباہ کر دیں۔ فرمایا یہ قوم نادان ہے۔

اگر مجھے رسول اللہ جانتے تو ایسا نہ کرتے امید ہے یہ نہیں تو ان کی اولادوں پر جو جائے گی۔ زید بن حارث ساتھ تھے وہ کہتے ہیں طائف والوں نے بارہ کوس کے بعد پیچھا چھوڑا۔ آگے باغ تھا باوجود مخالفت کے انھوں نے اپنے نوکر کے ہاتھ انگوڑی بھیجی۔ جب اس نوکر نے انگوڑی آگے کہی۔ تو اپنے املا کا نام لے کر انگوڑی اٹھایا۔ جس پر اس نے تعجب کیا۔ آپ نے وعظ شروع کیا اس نے کہا ایک یونہی گدرا ہے ہمارا ملک میں فرمایا وہ میرا بھائی تھا۔ اس پر وہ مسلمان ہوا۔

الملاء۔ جو اشراف بنو پھر تے تھے۔

دسول من دب الاعمالین۔ سارے جہان پروردگار نے مجھے منتخب کر کے بھیجا ہے۔ کیا میں گمراہ ہو سکتا ہوں۔

مورخہ ۱۷۔ اگست ۱۹۰۵ء

(رکوع ۱۶)

اعبدوا اللہ۔ ایک تعظیم اپنی شکل پر ہوتی ہے اور ایک خدا کے حکم کی ماتحت

انبیاء آخر الذکر تعظیم کی تعلیم لاتے ہیں۔ کہ حرکت و سکون ہر قول و فعل خدا کے حکم کی ماتحت ہو۔

الملاء۔ ملا۔ وہ لوگ جن کی بات دل کے اوپر گہرا اثر کرے کیا ان کے کہنے کا اثر بڑے اور رقب بڑے دنیا میں چار قسم کے لوگ ہیں۔ علماء۔ فقرا۔ اعداء۔ عوام۔ یہ سب امرا ہی کی ماتحت ہوتے ہیں اور یہی انبیاء کا مخالف گروہ ہے۔

لیس لی صفاتہ۔ سوائے نبی کے کوئی ایسا نرم جواب نہیں دے سکتا۔

مورخہ ۱۸۔ اگست ۱۹۰۵ء

(رکوع ۱۷)

سورہ اعراف میں نبوت کی بحث ہے اور اس بات کے نظائر پیش کئے ہیں کہ راستبازوں کی مخالفت کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ عدن سے لیکر مغربی طرف عرب کے نمود قوم رہتی تھی جن قدر لوگ انبیاء دور سے چلے جاتے ہیں انہیں اختلاف پڑتا جاتا ہے اور جس قدر قریب ہوتے ہیں انہیں اتفاق ہوتا جاتا ہے مثلاً فلا سفر انہیں عجیب عجیب اختلاف ہوتے ہیں۔ نبیوں میں یہ بات نہیں۔ اسی لئے سب کی تعلیم اصولاً ایک ہی ہے۔ اسی واسطے اعدوا اللہ مالکم من آلہ غیریہ۔ ہر نبی کی تعلیم یکسی ہے۔ ہیں تختوں الجبال۔ اس زمانے میں بھی امیر لوگ گرمیوں میں پہاڑوں پر چلے جاتے فقرا دا۔ یہ ان کے کفر کا ثبوت ہے۔

عن امورہم۔ قرآنی محاورے میں نبی سے کہتے ہیں امر ہی آجاتی ہے۔ لا تمسوا بسوءہم اثنا۔ گناہ کر کے پھر شومی۔

جاثمین۔ مرغی جب زمین کرید کرید اپنا سینہ رکھ دیتی ہے تو اسے جھمکتے ہیں۔ تساقوت الرجال۔ اس کی سزا میں تین باتیں فرمائی ہیں۔ (۱) اس قوم کو ہلاک کر دیا (۲) انہیں بسبیل مقیم عذاب دیا۔ پھر عذاب نشان قائم ہوا (۳) کوئی نہیں چاہتا کہ عالی ہو کر سافل بنے۔ مگر اس عذاب کے لئے فرمایا۔ جعلنا علیہا سافلہا۔

یتطہرون۔ طہر آگیا۔

مورخہ ۲۰۔ اگست ۱۹۰۵ء

(رکوع ۱۸)

فاوذ الکلیل۔ جو سچا خیر خواہ ہو۔ وہ اپنے بھائی کو اس کے عیب پر مطلع کرتا ہے۔ چنانچہ شعیب نے اپنی قوم کو ان کے نقص بتائے۔

برتن وہاں سے ٹکرایا جاتا ہے۔ جہان کمزوری کا شبہ ہو۔ اسی طرح مومن کو ابتلاء اسی بات میں آتا ہے۔ جس میں وہ کمزور ہو۔

بعد اصلاحہما۔ اب تو میں (شعیب) اصلاح کے لئے آچکا۔ اب تو فساد میں تم معذور نہیں سمجھے جاسکتے۔

یہاں پارہ ہشتم کے نوٹ ختم ہوئے

الحکم للہ

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ ۱۴

(سورہ اعراف)

(مورخہ ۲۱ - اگست ۱۹۰۹ء رکوع نمبر ۱)

ادلوکتا کا دھین۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ ایمان جبر و زور سے کبھی نہیں آتا۔
الآن ننبأ الله۔ یہ آیت سے کہ مشیت الہی کو ہر حال میں مقدم رکھا ہے۔ ایک مولوی نے
حضرت صاحب کو لکھا بھیجا کہ تم تمہارا مذہب کسی صورت میں نہ مانیں گے۔ خواہ تم کیانتان دکھاؤ
اپنے فرمایا۔ شعیب کا قول ہی یاد کر لیتا۔

مورخہ ۲۱ - اگست ۱۹۰۹ء

(رکوع ۲)

حتى عفو۔ بڑھ گئے۔ اسودگی کے ساتھ۔ کبیر غلم تحقیر۔ پانچ گناہ آجاتے ہیں
اتقوا۔ مجرمین کو ہلاک ہونے سے ڈرنا۔ دیکھ کر گناہوں سے احتیاب کرتے۔
برکت من السماء۔ الہام کے صدق کا ایک یہ نشان ہی ہے۔ کس کے ساتھ پڑ
ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ فانیہ یسک من بیوت یہ ومن خلفہ رعداً۔
افاض۔ یہ تو کہتے ہیں کہ خدا غفور رحیم ہے۔ پر نہیں جانتے کہ وہ شدید العقاب بھی ہے
ونہم ناثمون۔ ایک سانپ جو سوسے ہوئے آدمی کو ڈستے ہے اس سے ڈرتا ہے۔ جو ہتھیار ہوا تو
بڑا لیتا ہے۔

دھم یلعون۔ بس عذاب الہی ایسے ہی لوگوں پر آتا ہے۔ استغفار کرنے والے ڈرنے
والے کو کوئی خطر نہیں۔

مکر اللہ۔ تدبیر الہی۔

مورخہ ۲۲ - اگست ۱۹۰۹ء

(رکوع ۳)

الارض۔ کسی زمین کے۔

اهلہا۔ ان زمینوں کے مالکوں کے بعد۔

ادلم یسد۔ زمین کے وارث ہو نیوالوں کو ہدایت آتی چاہیے کہ جن کی زمین ہم نے
لی ہے آخر وہ کسی گناہ ہی میں پکڑے گئے ہیں اور ذلیل ہوئے ہیں غلبہ ہے کہ ہم ہی ایسے
گناہوں کی سزا میں ذلیل ہوں۔ پس نیکیاں کریں۔

ونطیع علی قلوبہم۔ بلکہ گناہوں کی سزا میں یہاں تک قربت ہو چکے کہ دلوں پر ہر
لگ جائے اور ہر کچھ حق بات سننے کے قابل نہ رہے۔ آخر میں ہلاک ہو جاؤ۔

کذلک یطیع۔ نطیع علی قلوبہم کی تفسیر فرمائی ہے۔

شعبستان۔ قریب کا تاریخی واقعہ بیان کرتا ہے۔

انی رسول۔ تو تو صرف مصر کا بادشاہ ہے میں تمام ممالک کا بادشاہ۔ بلکہ رب فرستادہ ہوں

مورخہ ۲۲ - اگست ۱۹۰۹ء

(رکوع ۴)

بیضاء۔ بے عیب۔ جیسے فرمایا۔ الذین ابیضت وجوہہم۔

تلقف۔ تباہ کر دے گا۔

بولگ علم النفس۔ علم توبہ۔ مسریم۔ اس پر بچ لازم جانتے ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ موسیٰ اور ان
لوگوں نے توبہ خاص سے عصا اور سیون کی شکل سانپ کی دکھائی۔ موسیٰ کی قوت بڑھ کر
تھی۔ اس لئے وجہ گیت گیا۔ اس لئے زمین ہم دیکھتے ہیں کہ گولیاں آگ پر رکھنے سے سانپ
کی شکل بن جاتی ہیں۔ اور سنا مارنے سے کچھ ہی نہیں رہتا۔ بعض لوگ اسے استعارہ
کے رنگ میں پیشگوئی سمجھتے ہیں۔

ین ایمانی رنگ ین تو ہر سیون کے ایمان کی طرح بلاویں ماییتا ہوں۔ مگر خصم کے مقابلہ
میں قول موجب کی ضرورت ہے۔ قرآن نے حضرت نبی کریم کو حضرت موسیٰ کا قیل (انا ارسلنا
الیکم دسوکا شہاداً علیکم لما ارسلنا الی فرعون دسوکا وشہداً شہاد من

بنی اسرائیل) فرمایا ہے۔

پس عصا کے سانپ بن جانے کے بار بار ذکر میں حکرت ہے۔

ان الاسلام لیأرز الی۔ اللہ بینہ۔ کما تاذ الحیة الی حجر۔

یہ اسلام مدینہ طیبہ میں اس طرح جمع ہو گا۔ جس طرح سانپ اپنے بل میں پھر مدینہ کے لئے
فرمایا ہے۔

موسیٰ ایک شہر دکھایا گیا۔ تامل القرائی۔ ایک طرف اسلام کو دشمن کے ہلاک کرنے کے
لئے سانپ فرمایا ہے۔ دوسری طرف مدینہ کو سانپ کی جگہ۔ پھر ساحر کے ساتھ علیم کا لفظ موسیٰ
کے لئے آیا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ساحر کہا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ ساحر کی علیم سے تفسیر فرمائی ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ الساحر۔ الماھر۔ النجی
کلما حق و لطف مانخذہ۔ جس کا لوگ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اسے ساحر کہہ دیتے ہیں
موسیٰ نے جو کچھ پیش کیا۔ وہ بے عیب تھا۔ پس مخالفین نے جو کچھ پیش کیا اس کے سامنے
وہ کچھ بھی نہ تھا۔ تلقف مایا فکون۔

قال القوا۔ انبسیا پہلے حد نہیں کرتے۔

اما ان تلقی۔ یہ ساحروں کا ادب ہے جس نے انہیں مؤمن بنایا۔ حضرت صاحب اکثر
فرمایا کرتے تھے۔ الطریقہ لقت کلہا ادب۔

دوسرا نکتہ صوفیائے یہ کہہ رہے کہ مومن و کافر میں کیا فرق ہے۔ ایک وقت ایسی
مزدوری کہ قیاب ہو کر پھر بھی مزدوری کے طالب ہیں۔ انعام بھی نہیں کہا۔ دوسرے
وقت یہ حالت کہ اسی فرعون کو ڈانٹ دیا اور اس کی کچھ حقیقت نہ سمجھی۔ اسکی دیکھیں

کی کچھ بھی پروا نہ کی بلکہ مال چھوڑ کر جان کی بھی پروا نہ رہی۔

مورخہ ۲۴۔ اگست ۱۹۷۷ء

(رکوع نمبر ۵)

الہٰی۔ یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ وہ اپنے معبود کو ایسا کمزور خیال کرتے ہیں کہ موسیٰ سے اسے موقوف کر سکتا ہے۔ جو تو میں رب العالمین کہ چھوڑ کر غیر کی طرف جھکتی ہیں ان کی عقل ایسی ہی ماری جاتی ہے۔

بعض ملکوں میں رعایا تو بادشاہ کی پوجا کرنے پر مجبور ہے اور بادشاہ خدا کی۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ رعایا پر شرک کی وجہ سے ناراض رہے تو وہ ہمیشہ محکوم ہیں اور بادشاہ پر جو جو حید راضی رہے۔ تو وہ ہمیشہ حاکم بنا رہے۔

نیت پرستوں سے بدتر وہ ہیں جو بتوں کو چھوڑ کر نفس کی دیوی کی پرستش کرتے ہیں۔ پھر ان سے بھی بدتر وہ ہیں جو یہی کہتے رہتے ہیں کہ فلان فلان فلاسفر کا یہ قول ہے حالانکہ فلاسفروں کا کسی بات پر اجماع نہیں ہوتا۔ میں نے ایک فلاسفر کا قول پڑھا ہے کہ وہ اپنے تئیں خدا سے اعلیٰ سمجھتا۔ وہ کہتا۔۔۔ کہ گلاب کی جڑ سے گلاب کا پھول جو اس کا نتیجہ ہے۔ اچھا ہے۔

استعینا۔ اللہ کی توجہ۔ عنایت۔ اعانت چاہو۔

واحدوا۔ استقلال سے کام کرو۔

قالوا۔ وہ جو سطحی خیالات کے تھے۔

فی نظر کیف تعلون۔ ایک جگہ مسلمانوں کو بھی فرماتا ہے کہ تم کو بھی ہم دنیا میں بادشاہ بنائیں گے پھر دیکھیں گے۔ تم کیا عمل درآمد کرتے ہو۔ منتظر کیف تعلون

مورخہ ۲۵۔ اگست ۱۹۷۷ء

(رکوع نمبر ۶)

میں نے بارہا سنا ہے کہ مجرموں کی گرفتاری کا جواب الہی میں ایک وقت ہوتا ہے بن لیل کی کچھری میں ایک شخص کو سزا دی گئی اس نے کہا کہ یہ میرا بھلا جرم تھا۔ سزا الہی دینی چاہیے تھی۔ آپ نے سزا بڑا دی وہ یہ بتائی کہ اس نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ اگر یہ پہلی دفعہ کرتا۔ تو پکڑا کیون جاتا۔ خدا نے خود فرمایا ہے۔ ویغوا عن کثیرا۔

وہ خدا اخذ نا۔ فرعون کی گرفتاری کا وقت آگیا۔

بالسین۔ معلوم ہوا کہ قحط سالی اور کمی پیداوار اس لئے ہوتی ہے کہ لوگ ذکر الہی میں مشغول نہ ہوں۔ خدا کی قدرتوں سے لوگ ایسے غافل ہیں کہ ہمارے حضرت صاحب فرائض تھے کہ اگر کوئی شخص کہہ دے کہ امریکہ میں ایسی کل نکلی ہے جس سے درخت پلنے آتے ہیں۔ پتھر بولتے ہیں تو وہ مان لیتے ہیں۔ مگر انبیا کی نسبت ایسی بات سن کر صاف انکار کر دیتے ہیں۔

یطیروا یموسیٰ۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی یہود نے کہا

مذا تانا۔ غلت سحارنا۔ وقلت امطارنا۔

طاؤر۔ خط۔ حصہ۔

لتسحقنا۔ وہ کہہ رہے ہیں۔

الطوفان۔ بہت سیلاب پانی کا۔

نوح کے قصہ میں آتا ہے۔ فاخذ ہم الطوفان دھم طالمون۔ طوفان موت اور عذاب کو بھی کہتے ہیں۔

الحجاد۔ جو کہتے ہیں پھیل دینے کو

القل۔ گھن۔ سوس۔ لٹٹی دل کے چھوٹے بچے۔ چھڑی

الدم۔ نکمیر کا مرض۔ بعض کہتے ہیں۔ پانی گندہ ہو کر سرخ ہو جاتا ہے۔ یہ سبھی صحیح ہیں۔ بجا احمر مشہور ہے۔

بما۔ اس منتر کے ساتھ حواس نے تجھے سکھایا۔

فاتوا علی قوم۔ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ اس واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھتے۔ تو ستر بار استغفار فرماتے۔ موسیٰ کی قوم کی درخواست تھی۔ دوسری

قوم میں میل و جل کی وجہ سے تھی۔ انگریزوں کی قوم اس معاملہ میں بہت ہوشیار ہے

وہ ہندوستان میں آئے مگر ہندوستانیوں سے بہت کم میل و جل رکھتے ہیں۔ اس طرح

قومی خصائص جاتی رہتی ہیں۔

فضلکم۔ پھر کس قدر بیوقوفی ہے کہ افضل مفضل کی پرستش کرے۔

یسحقون نساءکم۔ مکہ کے بے ایمان فرعون سے بڑھ کر تھے کہ انہوں نے عورتوں کو

بھی قتل کیا۔

مورخہ ۲۹۔ اگست ۱۹۷۷ء

(رکوع نمبر ۷)

ادبعین لیلۃ۔ چالیس کے عدد سے انسان کو ایک خاص مناسبت ہے نطفہ چالیس دن

میں صورت انسان اختیار کرتا ہے۔ ۴۰ دن کے بعد اس کی جان تندست ہوتی ہے چالیس

سال پر آدمی کے تمام قوت کمال کو پہنچتے ہیں۔ خدا نے موسیٰ سے فرمایا۔ روحانی بکارت

کے حصول کے لئے تیس دن پہلی طرف قبل تمام کرو۔ اور اگر دس دن اور رہو۔ تو پھر رکھ

ہے۔

اخلفنی فی قومی۔ ثابت ہوا کہ جب کوئی بڑا آدمی قوم کا لیڈر مقرر کرے جدا ہو تو بڑا ایک

خلیفہ مقرر کر کے جائے۔

جعل دکا۔ سو فیاض اس مقام پر بحث کی ہے وہ کہتے ہیں پہلا تو اب بھی برقرار ہے

پس وہاں ویدارا الہی ہوا۔ علماء کہتے ہیں کہ وہ ایک تجلی ربانی کو نہ برداشت کر سکا اس لئے

جب استقرار مکان پورا نہ ہوا۔ تو لائق ترائی کیوں کر پورا ہوتا۔

وکن من الشاکرین۔ تدر کرنے والوں میں سے ہو یعنی اس پر عمل کرو۔

سافر عن آیاتی۔ یہ حکم کی سزا ہے۔

ولقد الاخرۃ۔ یہ ضروری نہیں کہ منہ سے تخریب آخرت کی جائے بلکہ کئی ہیں۔ جو اپنے

اعمال سے ثابت کرتے ہیں کہ گویا مرنا ہی نہیں۔

مورخہ ۳۱۔ اگست ۱۹۷۷ء

(رکوع نمبر ۸)

بچہ میں طبع حب غیر اللہ غضب شہوت پہلے آجاتی ہے اور قوت معینہ انبیا کی

فی البیت - سب کے معنی آرام کے ہیں جس کو ذرا آرام ملا - حد سے گزرا شروع کر دیا۔
نفس ہر کس کمتر از ذرخون نیست - لیکن اور اعز من بار اعز است
دوسرے معنی سب کے ہفتہ کے ہیں - ہر دو کو اس دن شکر کی ممانعت تھی جیسے مسلمانوں
میں جمعہ ہے۔

نبطوہم - مخلصوں اور شہرؤں کا اظہار کرتے
نسوا - چھوڑ دیا انہوں نے۔

مورخہ ۸ - ستمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۱-۱۲)

وہوہم ہم ہر ایک لڑکے کو جب ہوش آتا ہے تو وہ اپنے آپ پر گواہ ہوتا ہے کہ میں اپنا
رب نہیں ہوں - بلکہ ایک اور مدبر بالارا وہ ہستی ہے۔
میں تو اپنا آپسے یہ سوال کر کے اس نتیجے پر پہنچ چکا ہوں کہ میرا رب وہی ہے جو رب العالمین
ہے - ایک شخص نے کیا ہی عمدہ دلیل دی ہے - البعۃ تدل علی البعیر - دائرۃ القدم
علی السیر - اما تقول ان الارض والسموات تدل علی العظیم القدید۔
آئینہ آیتنا - کچھ کتاب دی۔
فانسلخ منها - اس پر عمل نہ کیا - الگ ہو گیا۔
لوقعہ بھا - اس کو بہت ترقی دیتے - درمغ غشت جزاں - دکشند۔
سلخ کہتے ہیں اس جگہ کو جہاں جانوروں کی کھال اتاری جائے۔
تخل علیہ - دھتکارنے کا پتھر اٹھاؤ۔
او تزلک بکشت - یعنی بہر دو حال بے آرام ہے۔
دلہ الاسماء الحسی - جس قسم کا عیب اور نقصان انسان میں ہو اسی کے مقابل خدا کو

نام سے دعا کرے۔

مورخہ ۱۱ - ستمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۳)

فی ملکوت السموات - غور کریں کیا کوئی آسمانی باوشاہت - کلام الہی کے نزول کا مدعی تھا
پھر تم اگل آسمانی کتب کے موازنہ کر لو کہ یہ سلسلہ منہلج نبوت پہلے یا نہیں۔
والارض - پھر زمین والے گواہی دے سکتے ہیں - کہ میرا کبر کیسی ہے اور میرے
پیرو کیسے ہیں۔
وان عسی ان یکون قد اقرب اجلہم - آسمان میں ایک وقت خاموشی ہوتی ہے دوسرے
وقت بجلی کا کوئٹا - ہاں اگر جتنا اسی طرح زمین کا حال ہے - ایک وقت سیلاب - دوسرے وقت
مطلع صاف - پس یہ الامون کا زور یہ نظر ہوں کے آپس میں مبلتے مزدور ایک مفید نتیجہ نکھرتی
ہیں یہ جھگڑے خود گواہ ہیں اس بات کے کہ دنیا میں امن عامہ آئے والا ہے۔
من یضلل - یہ نتیجہ انسان کی اپنی اختیار کردہ غلطی کا - دو خطاب زاویہ پیدا کرے
تو چون جوں بڑھیں گے - فاصلہ بھی بڑھنا جاوے گا۔
عن المساعیہ - پیری نہ میانی اور دشمنوں کی تباہی کا وقت۔
تقلت فی السموات والارض - کیا کبھی کسی نے سنا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کی

تمام قوم اور تمام ملک سب کے سب مسلمان ہو گئے ہوں اس واسطے یہ عظیم بات ہو۔
ان انا الاذیر و البشیر - ان یہ بات کہ حق کے دشمنوں کے لئے درانیوالا ہوں۔

مورخہ ۱۳ - ستمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۲)

شکر بڑی بلا ہے اس قوموں میں تفرقہ پڑتا ہے - مشرک کبھی سچے علوم کا وارث نہیں ہوتا
یہ سورۃ اب ختم ہوتی ہے - اس لئے اخیر میں پھر رسالتاب کی تعلیم کا خلاصہ بیان کر دیا ہے
جو توحید ہے۔

من نفس واحدة - ہر ایک شخص ایک آدمی کا لفظ ہوتا ہے۔

منہا - اسی کی قسم کا - یہ ظاہر ہے - آدم زاد کے حیوانات کے دخل نہیں ہونے۔
گدہ - بکری - بوٹری سے اولاد نہیں لے سکتے۔

لیسکن الیہا - دوسرے مقام پر فرمایا - لتسکنا الیہا وجعل بینکم مودة ورحمة۔
عورت ذات بوجہ اپنی کم علمی - ناجز یہ کاری کے بہت ہی قابل رحم و قابل مہربانی ہے جن
کے گھر میں آرام ہو اور سیوی ہو وہ بہت آرام پاتے ہیں - شہوت کے بد استعمال میں کم گرفتار
ہوتے ہیں۔

جھلا شکار - کئی ایسے لوگ ہیں جن کا یہ حال ہے۔

لاستطیعون لہم نصراً - وہ ان مشرکان عرب کی کچھ مدد نہ کر سکیں گے۔
دکا انفسہم - ان کی اپنی ہی خبر نہیں چنا چھب ٹوڑے گئے - قطب شمالی یا جنوبی کی دریافت
کوئی بڑا کام نہیں - کام قویہ بے نظیر ہے کہ اپنے تمام عرب میں وحدت و یکجہتی کی نوع
بھونک دی - اور انہیں میدان سے بااخلاق باخدا انسان بنا دیا - کوئی ہے جو اسکی
نظیر دکھائے۔

ثم کید و - مجھ سے سب ملکر جنگ کرو اور مہلت بھی نہ دو یہ جزاؤں و استبازہی
کے سوا کسی میں نہیں ہو سکتی۔

وہوہی یولی الصالحین - خدا کی توفیق کی علامت یہ ہے کہ انسان دن بدن ظلمات سے نکل کر
نور کی طرف آتا ہے۔

فاتحین - مورخ - سائنس دان سب قرآن کی مخالفت میں مکر بستہ ہیں اور مسلمان خفتہ۔
لعلمکم توحون - اس سے ظاہر ہے کہ یہاں مومن مخاطب نہیں - مگر لوگ ہیں کہ انھیں
امام کے پیچھے نہ پڑے گا جھگڑا لے بیٹھتے ہیں - رتنا نہیں سمجھتے - کہ یہاں مومن مخاطب
نہیں - پھر دور کی صفت میں کھڑا ہوا تو کس ہی نہیں سکتا - پھر ظہر و عصر کی نمازوں میں تو
جہری قرأت نہیں ہوتی - پس خلف الامام الحمد پڑھنے سے کیوں منع کرتے ہیں۔

والیعبادہ دن - اس کے فرمانبردار ہوتے ہیں۔

یہاں سورہ اعراف کے نوٹ ختم ہوئے

بسم اللہ

حضرت مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ دس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

تستفیثون۔ پانی پر کفار قبضہ کر چکے تھے۔ اس لئے مورخان نے بادل مانگا

مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۶)

جنگوں میں بھی اور عام طور پر بھی دیکھا گیا ہے کہ بیٹھے بیٹھے دل کو غیر معلوم وجہ سے غشی یا غم پر پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد کسی دن یا تو غشی کی خبر آتی ہے یا غم کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کو آئندہ واقعات کے ایک تعلق ہے اسی قانون کی ماتحت فوجی آدمی کو نیند آجائے تو یہ اس بات کی فال سمجھی جاتی ہے کہ مزدور ہماری فتح ہوگی۔ گویا اس طرز پر روح کو اللہ تعالیٰ ایک باریک علم عطا کرتا ہے۔ اسی واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔ اذ یغشیکم الغمام اھنتہ دیننا علیکم من السماء ماء۔ پانی پر کفار کا تسلط تھا۔ اس پانی کی تکلیف کے رفع کو بطور احسان فرمایا۔

لیطھوکم بہ۔ تاکہ تمہارے دل در دوز ہو جاویں۔

اذ یوحی ربک الی الملائکۃ۔ ملائک کا نفل پاک بندوں پر ظہور پکڑتا ہے جیسا کہ خدا کا نفل فرشتوں پر ظہور کا نفل پکڑتا ہے۔

فرشتوں کا انکار تین قوموں نے کیا ہے۔ دہریہ۔ برہمنو۔ نیچری۔

حالانکہ جس طرح اللہ پر ایمان ضروری ہے۔ اسی طرح ملائکہ پر۔

شدید العقاب۔ عقاب کے ظاہر ہے کہ پہلے انسان جرم کرتا ہے پھر اس کو سزا ملتی ہے۔

فلا تدھم الا دیار۔ اس وقت بھی مذاہب میں ایک بڑی جنگ ہو رہی ہے۔ اور وہ دلائل کی جنگ ہے اعتراضوں کے جواب دینے کی جنگ

ہے۔ نیک نمونہ دکھانے کا دن ہے۔ پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ

مخالفین کے مقابلہ میں بیٹھ نہ پھیریں۔ اگر ایسا کرو گے۔ تو بہت سی روہین قبل حق کے لئے تیار ہیں۔

اذہمیت۔ تھک سار چھینکا توڑنے۔

ان تستفتحوا۔ یہ کفار کو خطاب ہے۔

مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۹ء

(سورہ انفال۔ رکوع ۱۷)

کھانا جو حفظ حیات و حفظ طاقت کے لئے ہے۔ اس میں بھی طبائع مختلف

ہیں۔ کسی کے لئے اولیٰ اس کا کھانا بہت اعلیٰ۔ اور کسی کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ

کھانا مضر ہوتا ہے۔ یہی حال لباس کا ہے۔ بعض صرف لنگوٹ باندھتے ہیں۔

بعض ضرورت کے مطابق۔ بعض بہت سے کپڑے پہنتے ہیں۔ پھر اس میں قسم قسم کے

اختراع کئے ہیں۔ اور ہر وقت فیشن کی دھت میں کتر بیونت کرتے رہتے ہیں

انفال

(پارہ پنجم)

مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۵)

سورہ نسا۔ مادہ۔ انسان کو تمدن و معاشرت سکھاتی ہیں۔ سورہ اعراف انفال۔ رسول علیہ السلام کی نبوت کو ثابت کرتی ہیں۔ ایک علمی نبوت ہوتی ہے جس سے عامۃ الناس فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہ عالی دماغ لوگوں کے متعلق ہے۔

یسئلونک عن الانفال۔ تین لفظ ہیں۔ فتنہ۔ غنیمت۔ نفل۔

فتنہ۔ جس مال پر مسلمانوں کا کچھ بڑا خرچ نہ ہوا ہو۔ جیسے کہ سورہ حشر میں فضا و جفتم علیہ من خیل و لاد کا پ۔ نفل وہ مال جو خرچ کے بالقابل زیادہ ملا ہو۔

غنیمت۔ اس لفظ کے معنوں میں عام لوگوں نے سخت کجائی ہے۔ جیسے صاحبزادہ اور حضرت گندے معنوں میں لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح غنیمت کے معنوں لوٹ کے مال کے کئے ہیں۔

عرب زبان میں غنیمت کہتے ہیں مطلق حصول مال کو۔

عرب میں کسی کو رخصت کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں سالماً فاناً۔

داصلحو اذ انت بینکم۔ بر آدمی کا وہ تعلق جو دوسرے سے ہے اس میں سنا پیدا کرو۔

کما۔ کئے کیون۔

لکڑھوون۔ السابقون الاولون۔ خدا کے حکم سے کراہت کریں ہرگز نہیں مشکل سمجھنے والے جیسے کتب علیکم القتال وھو کدہ لکم حمتہ امہ کوھا دو وضعہ کرھا۔ حل سے کوئی شریف عورت کراہت نہیں رکھتی۔

وھم ینظرون۔ کفار دیکھ رہے ہیں کہ مرنے کا مقام ہے۔

صبار کرام کی ہر گویا حالت دھکی کہ وہ میدان جنگ میں جانے سے ڈرتے اور ان کی حالت یہ قانون الی الموت ہوتی۔ اونہوں نے تو کہا لا نقول لکما قلنا بنوا اسلحہ لکما فھب انت وربک الایۃ۔

خیر الماکرین۔ تدبیر کرنے والوں میں تو خیر و برکت والا تو خدا ہی ہے۔

الاساطیر الاولین۔ اس زمانہ میں بھی ایسا کہنے والے موجود ہیں وہ ہر پال نے ایک رسالہ اس نام کا لکھا ہے۔
فامطر علیہا۔ شقی لوگوں کی یہی علامت ہے۔ کہ وہ کسی کے حق ہونیکا ثبوت اسی میں مانگتے ہیں۔ ابو جہل نے ہی یہ دعا کی تھی۔
ان اولیاء الا المتقون۔ یہ پیشگوئی تھی جو پوری ہو گئی۔ خانہ کعبہ کے متولی۔ نبی کریم ﷺ اور ان کی جماعت ہوئی۔

مورخہ ۱۹۔ ستمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۹)

ان ینتھوا یغفر لھم۔ مغفرت کی شرط ہے کہ جن بدیوں میں گرفتار ہیں۔ ان کو چھوڑ دیں۔
حتی لا تکن فتنہ۔ یہ لڑائی کی غرض بتائی۔ کہ فساد نہ رہے۔
ویکون الدین کلہ للہ۔ یعنی جو عقیدہ دل میں ہو وہی ظاہر کر سکیں
سب دین اللہ کے لئے ہو جائے۔ مومن کے لئے کوئی خوف مذہبی معتقدات
و اعمال کا نہ رہے۔

پارہ ہم کم نوٹ ختم ہوئے

الحمد للہ

رَبِّ الْعَالَمِينَ

یہی اولاد کے اخراجات کا۔ یہی مکانات کا۔ یہی کتب کا۔ یعنی ایک درجہ ضرورت
اک حد سے بڑھ کر فضولی۔

دوسری بات۔ عجائبات قدرت اور اللہ کے انعاموں کے مطالعہ سے فرمانبرداری کا
لطف بڑھتا ہے۔ اس رکوع میں ان باتوں کا ذکر آتا ہے۔
لما یحیکم۔ حدیث شریف میں اس کی تفصیل ہے۔ کل کم عاد الامن کسرت
دکل کم ضلال الامن ہدیت۔
یحول بین المرء و قلبہ۔ کبھی اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان
رہک ڈالتا ہے۔ یہ سزا ہے اس بات کی کہ تحریک ملک پر عمل نہیں کیا۔ جو وقت
نیکی کرنے کا تھا۔ اس میں نیکی نہیں کی۔

لا تعصبن الذین ظلموا۔ جب معصیت آجائے۔ تو سب پیٹے جاتے ہیں۔ عیسیٰ
برین خود موسیٰ برین خود کا اصل نسل ہے۔ داور المعروف کو مت چھوڑو۔ ورنہ
برسی کی وجہ سے عذاب آنے پر سب کو موت ہونا پڑے گا۔

مستضعفون۔ یہ اس بات کا جواب ہے۔ کہ کمزوری تبلیغ سے مانع نہیں۔
فتنة۔ کٹھالی پر چڑھانا۔ اولاد اور اموال سے آدمی کے ایمان کا امتحان ہو
جاتا ہے۔ اور وہ خالص کیا جاتا ہے۔

مورخہ ۱۸۔ ستمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۸)

ایک روحانی طب بھی ہے۔ جس میں بخل۔ حسد۔ جھوٹ۔ چوری۔ زنا وغیرہ
روحانی امراض کے علاج ہیں۔

یجعل لکم فرقاناً۔ ہر ایک شخص میں کامیابی چاہتا ہے۔ اسے فرقان کہتے ہیں
موسے کو یہ فرقان حاصل ہوا۔ افسر قنائل فرعون و انتم تنظرون۔
دشمن ہلاک ہوا۔ وہ بھی آنکھوں کے سامنے۔ اس سے بڑھ کر کامیابی ہمارا
نبی کریم ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی۔ بن کا فرعون خشکی میں غرق ہوا۔
یہ موقوف ہے تقویٰ پر۔

و یکفر عنکم شیئا تکم۔ انسان کا دل نہیں چاہتا کہ اس کی کمزوری
اس کا گناہ کسی پر ظاہر ہو۔ چنانچہ ایک خورد سال بچہ بھی کسی بات کے براہوں
کا علم حاصل کر کے پھر اپنی طرف اس کا۔۔۔ منسوب ہونا پسند نہیں کرتا۔

انسان کی روح چلہ باتیں چاہتی ہے۔ دشمن کا ہلاک۔ گناہوں کی
معافی۔ اپنی ترقی۔ فضل۔ ان چاروں کے حصول کا اگر تقویٰ بتایا ہے
کیا یہ نسخہ مجرب ہے۔ ضرور۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام
کے حالات سے ظاہر ہے۔ دنیا کے تمام بادشاہوں کے نام مجاہدے ادبی
سے لئے جاتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کا نام بھی ادب سے لیا جاتا
ہے۔

واذیکربلٹ۔ متقی کو تمام مشکلات سے غلصی اور کامیابی حاصل
ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ پیش کرتا ہے۔

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے قرآن مجید کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ ۱۰ سورۃ انفال

(مورخہ ۱۹ - ستمبر ۱۹۰۹ء - رکوع ۱)

انما غنمتم - جو مال تم جنگ میں حاصل کرو - شرعی جائز طور پر -
یوم الفرقان - چھپے فرمایا تھا - ان تتقوا اللہ یجعلکم فرقا - اب یہاں اس
حصول یاد کر لیا ہے -

عن بئینہ - حجت منہ کے ساتھ -

یریکم اللہ فی سبیلک - امام ابن بصری نے منام کے معنی اٹھانے کے لئے کہیں کیونکہ
منام کے معنی نیند کی جگہ کے ہیں جو اٹھتا ہے - یہی معنی دلچسپ میں ایک سوال کی ہے
کیا تھا - کہ بعض واقعات الہام کے خلاف کیوں معلوم ہوتے ہیں - میں نے یہ آیت یاد دلائی
فی اعینکم قلیلاً -

(مورخہ ۲۰ - ستمبر ۱۹۰۹ء - رکوع ۲)

تفحون - مظفر و منصور ہونے کا گڑبنا یا کہ ثابت قدم رہو اور اللہ کے حضور دعا بہت کرو
(یہ واڈ کرو اللہ کثیر کے معنی میں)

ایک فوج سے بھیرہ میں اولیاء اللہ سے پکار کر دعائیں مانگنے کے عدم جواز میں
سب سے پہلے مخالفین نے یہ بات مان لی کہ ہم زمانہ سلف کے کسی بزرگ کا قول مان لیں گے -
شاہ عبدالعزیز رحمہ کی تفسیر میں بھی وبتل الیہ نتیجہ کے نیچے یہ لکھا کہ مسلمانوں میں
جو اپنے پیروں کے حق میں علم غیب کا اعتقاد رکھتے ہیں وہ مشرک ہیں وہاں بڑے مکار مولوی
جمع تھے - ایک سے دوسرے پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا کہ کچھ کیوں بگڑتے ہو - ہم تمہارے دشمن نہیں
گواہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ میں گواہ کی حالت میں سب کچھ کہتا ہوں - دوسرے سے میں نے
کہا تم ہی یہ عبارت پڑھو وہ وہ کھڑا ہو کر روئے دگا اور کہا کہ تفسیروں میں بھی تحریف ہو گئی یہ
لفظ بیان ہے - جس سے مراد ہے کہ مہمان و غیرہ سے دعا نہ کریں گواہی دہیں کہ اپنے
فریضے مشقہ کر دیا اس وقت میں نے دعا کی اور ثابت قدم رہا - آخر میری فتح ہوئی -

(مورخہ ۲۱ - اکتوبر ۱۹۰۹ء - رکوع ۳)

(الانفال رکوع ۳)

لوگ اپنے دوستوں - حاکموں - محسنوں کا لحاظ تو کرتے ہیں مگر اللہ جل شانہ کی عظمت و
جبروت کا کچھ لحاظ نہیں کرتے اس کی نافرمانی کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -

ولا یحسبن الذین کفروا سبقوا انہم لایجحدون -
واعداد اللہ ما استطعتہم - اب یہی مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے مخالف کے مقابل
دلائل و براہین کے ہتھیاروں سے مسلح رہیں - دشمن کے مقابلہ کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہے
(۱) دل یقین سے لبریز ہو - ایمان پکا ہو متزلزل نہ ہو (۲) دشمن کے حالات اور اس کی کھان
کی خبر نہ ہو - (۳) دلائل مضبوط - قول موجب جانتا ہو کہ جیسے یہ باتیں نہ ہوں وہ ایسے لوگوں کو
مرد دین - غرض و قسم کے لوگ ہونے ایک وہ جو مقابلہ کر سکتے ہیں - دوم وہ جو مالی مدد سے
سکتے ہیں ان کو ارشاد فرماتا ہے - وما تنفقوا من شیء فی سبیل اللہ یوف الیکم -
ان چند عورت - یہ لوگ چندہ دینے سے مضائقہ کریں - تجھے جو پور دین تو اللہ پس جو -

(مورخہ ۲۲ - اکتوبر ۱۹۰۹ء - رکوع ۴)

(رکوع ۵)

حرقہ - ایک جوتاسے حرقہ یہ نرم لفظ ہوتا ہے اس کے معنی میں مرغیہ دوسرا لفظ ہے
حرقہ - تیسرا لفظ ہے حرقہ - چوتھا لفظ حرقہ ہے - جس میں ان تینوں کے علاوہ اور اور
بھی ہے - اس کا ترجمہ اردو یا پنجابی کا تھا لفظ برواشت نہیں کر سکتا -
المومنین - کہ اس لئے کہا ہے کہ مومن ہمیشہ اللہ کو اپنا کار ساز سمجھتا ہو اور اسی پر ہر حال
میں بھروسہ کرتا ہے -

صوفیوں میں ایک بحث ہو کہ تفویض اعلیٰ ہے یا توکیل بعض کہتے ہیں کہ تفویض اعلیٰ
ہے کیونکہ اس میں سب کچھ سپرد کر دیا جاتا ہے -

قوم لایفقدون - کفار کا اللہ پر ہر سہ نہیں ہوتا - اللہ سے دعا نہیں کرتے اللہ کی کتاب
کے ساتھ تسک نہیں لے لے کر کسی بندے کی تائید و نصرت نہیں ہوتی - اس لئے وہ
لایفقدون ہیں -

ان فیکم ضعفاً - موجودہ حالات میں تم روحانی ترقیات کے لئے اندارج پر نہیں ہو پئے -
جنگ کا تجربہ نہیں اس لئے ایک دو کے مقابلہ میں خجایا ہو گئے - مومن ہر روز ایک قی
کرتا ہے -

(مورخہ ۲۳ - اکتوبر ۱۹۰۹ء - رکوع ۶)

(رکوع ۷)

اولئک بعضہم اذیاء بعض - ایک دوسرے کے بچے دوست -

یہاں سورہ انفال کے نوٹ ختم ہوئے

(مورخہ ۲۴ - اکتوبر ۱۹۰۹ء - رکوع ۷)

(سورہ توبہ رکوع ۷)

یہ سورہ توبہ الگ سورہ نہیں ہے - بلکہ انفال کا ایک حصہ ہے - یہ ایک سو و پچاس
کاس میں بسم اللہ کیوں نہیں ہے ہن اس ٹکڑے کے علیحدہ کرنے میں ایک

مورخہ ۱۸ - اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۹)

خدا تعالیٰ نے ہمارے تمام اقوال و افعال بلکہ دنیا کی تمام اشیاء میں مراتب رکھے ہیں۔ مراتب کو نگاہ رکھنا بڑا ضروری ہے۔ دنیا میں نیکیاں ہیں پھر ان سے بڑھ کر اور پھر ان سے بڑھ کر اور مثلاً فرمایا کہ رستے میں کوئی کاٹنا یا دکھ دینے والی چیز ہو تو اس کو الگ کر دو۔ یہ ادنیٰ نیکی ہے۔ صوفیوں کے نزدیک اماطۃ الاذنی سے مراد زنا میں جو خدا تک پہنچنے میں روک ہو جلتے ہیں پھر اس سے بڑھ کر ایمان باللہ و الرسول ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے لوگ چھوٹی چیز کی طرف توجہ کرتے ہیں اور بڑی کانیال نہیں رکھتے۔ مثلاً تہجد کے لئے اٹھیں گے خواہ صبح کی نماز قضا ہی ہو جاوے اس حفظ مراتب نہ کرنے سے نقصان پہنچتا ہے۔

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو خوب کھولا ہے۔ کہ واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کیا اور ایک یہودی سے کہا کہ دیکھو ہم حج کی خدمت کرتے ہیں اور مسجد حرام کی خدمت کرتے رہتے ہیں کیا ہم محمدیوں سے اچھے نہیں۔ جنہوں نے آکر چھوٹ ڈالی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے مقابلہ میں ان مشرکین کے چھوٹے چھوٹے کام کچھ ہی نہیں۔

یہ شمس ہم ربہم۔ اس سے پہلے اعظم درجہ بھی ایک دعوے تھا اس کا ثبوت دیتا ہے کہ انہیں جنت اور ابدی نعمتیں ملینگی پھر کامیاب ہوں گے اور یہ پانی پلانے پر ناز ان خائب و خاسر رہیں گے۔

مورخہ ۱۹ - اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۰)

دنیا میں جس قدر کام میں دین کے ہوں یا دنیا کے ہر ایک کام کے لئے ایک نہ ایک سبب ہوتا ہے اب جو لوگ صرف اس بات پر بھروسہ کرتے ہیں وہ جب ناکام ہوتا ہے ان کو بڑا دکھ ہوتا ہے۔ مگر جن کا بھروسہ اللہ پر ہوتا ہے وہ ہمت نہیں ہارتے اسی لئے مومن ایک بے نمازین پڑھتا رہتا ہے۔ جو بقول ایک امام کے واجب ہے۔ اللہم انی اعوذ بک من الهم والحزن و عن العجز و الکسل۔ جب مومن کا اللہ پر بھروسہ کم ہو تو اسے متنبہ کرنے کے لئے کسی امر میں بظاہر ناکام رکھتا ہے تا وہ اپنی ایمانی حالت کو درست کر لیں۔

ہوازن و حسنین کے مقابلہ کے وقت مجھ بارہ ہزار آدمی تھے اس وقت مسلمانوں کے دلوں میں گھمنڈ آگیا کہ اب ہم ضرور کامیاب ہونگے۔ یہ ایک عجب تھا اس لئے حسنین میں پہلے ناکامی ہوئی۔ جس طرح لاہور کی فتح کے بعد انگریزوں سے چیلیاں موجیاں وغیرہ پر جنگ ہوئی تھی۔ اور وہ سکھوں کی مذہبی حرکت تھی اسی طرح مکہ کی فتح کے بعد چند جھگڑے اور اوپر جمع ہو کر حسنین میں مقابلہ پر آئے۔

اعجبیتکم۔ جب میں ڈالا کہ ہمارا جھنڈا ہمارا فہم۔ ہمارا زور بہت زیادہ۔

علی دسولہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خچر کی باگ ان سوتیز زون کی طرح پھیری اور کہا۔ انا النبی و لا کذب۔

انما المشركون نجس۔ جن چیزوں سے عجب غفلت وغیرہ پیدا ہوتی ہوں قطع تعلق کا حکم دیا

میں ایک غرض تھی۔ مکہ کی فتح کے بعد ابو بکرؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظام کے لئے بھیجا تھا اس کے بعد انہی آیتوں کے ساتھ حضرت علیؓ کو بھیجا یہ ایک اعلان جنگ تھا جو بطور یادگار کے علیحدہ رکھا گیا اس اعلان جنگ میں وجوہات بیان کئے جاتے ہیں جن کی بناء پر جنگ... کیا جائے براءۃ۔ بیزاری کا اظہار ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔

عاهد تم من المشرکین۔ عہد کیا پھر توڑ دیا۔ (اس کا ذکر آگے آتا ہے) مختصر الکفرین۔ نبی کریمؐ نے ۱۳ برس وعظ کیا بڑے بڑے دکھ اٹھائے۔ ۱۳ برس کے بعد میں نے مکہ کے یہاں ہی آٹھ برس کفار کا باوجود نیک سلوک کرنے کے یہی بدسلوک رہا۔ اب اکیس برس کے بعد کہا جاتا ہے اگر توبہ کرو تو بہتر ورنہ عذاب الیم آتا ہے۔

الا الذین عاهدتم۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطاب ان لوگوں سے ہے جنہوں نے معاہدہ میں نقض کیا۔

الا شجرہ الحرام۔ یہ چار پہنچنے والے ہیں جن کے اندر اپنا انتظام کر لینے کا فرس دیا جا چکا تھا۔ فان تابوا۔ دیکھئے کس قدر نرمی ہے کہ میں جنگ میں جو توبہ کرے اسے یہی چھوڑ دو اور جو پناہ مانگے اسے پناہ دو۔ پھر شمر لکھتے ہیں کہ اسلام بڑا شیر پھیلا ہے۔

مورخہ ۱۷ - اکتوبر ۱۹۰۹ء

(سورۃ توبہ رکوع ۸)

نقض عہد بہت بڑی بات ہے۔ قرآن شریف کے تیسرے رکوع ہی میں ہے۔ معاہدہ ۱۹۰۹ء الا الفاسقین الذین ینقضون عہد اللہ۔ میں ہی لوگوں کے عہد لیتا ہوں۔ عہد کے بعد میں کانپ جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس سے کوئی معاہدہ نہ لون تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس میں نفاق آجائے۔ میں تمہیں معاہدہ پر قائم رہنے کی سخت تاکید کرتا ہوں۔ موت کے وقت یہ اولاد یہ دوست یہ جتنے کبھی کام نہیں آتے۔ پس خدا سے اپنا معاملہ صاف رکھو۔

خباستقاموا لکم۔ جب وہ قائم رہیں۔

المتیقین۔ معاہدہ پر پکے رہنے والے۔

ان ینظروا علیکم۔ تمہارے مقابلہ میں اگر کوئی ہی ان کی پیٹھ پر ہاتھ رکھنے والا ہو۔ الا۔ آل کے معنی میں اللہ۔ قسم کرنا۔ قرابت۔ ان کے کھانے سے۔ باپ کی طرف سے قرابت یا بیوی بہن کی طرف سے قرابت۔

فاسقون۔ فاسق کے معنی قرآن نے کئے ہیں۔ ینقضون عہد اللہ

لعلکم ینفقون۔ اس لئے نہیں کہ تمہارے ہتھیار ہو جاوین بلکہ یہ کہ بدی سے باز آ جاوین یہ غرض نہیں کہ سارا جہان مسلمان ہو جاوے بلکہ صرف یہ کہ فتنہ اٹھ جائے اور دین اللہ کے لئے ہو جاوے۔

یشک۔ وہ جو تمہیں مقابلہ سے روک دیکھ پوچھا ہے اس کو دور کر دیگا۔

جاءہذا منکم۔ دین میں آدمیوں کی کثرت کی ضرورت نہیں بلکہ ایسے لوگوں کی جنہیں استقلال و تیاری۔ عاقبت اندیشی بہت بلندی ہو۔

ولیحہ۔ دل دہنی والا۔

خیر بما فعلون۔ بیرون سے رکھنے کے لئے اس آیت کا مطالعہ بہت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ساتھ ہے۔ ہمارے کام سے باخبر ہے۔

وان خفتم علیہ۔ یہ خیال ہو کہ ہم غیب ہو جاویں گے نذر و نیاز بند ہو جائے گی تو فرمایا کہ اللہ غنی کروں گا۔

من الذین اذقوا الکتاب۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین حق انہوں نے کسی اہل کتاب سے نہیں لیا بلکہ من گھڑت باتوں کی پیروی کر رہے ہیں۔

مورخہ ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۱)

دنیا میں کئی مذاہب آئے ہیں پھر شیعہ میں ایک فرقہ تھا یہود سے وہ مسرفوت (غریبی کنارہ) بین امین رہتا تھا وہ عزیر کو ابن اللہ کہتے تھے۔ ہجری پونہوی صدی کے اخیر تک ان کا بقایا رہا ہے۔ پھر اعتراض نہیں چاہیے کہ اب قریہ وہ نہیں کہتے کیونکہ دنیا میں ایسا ہوتا آیا ہے۔ دیکھو قسطلانی داؤد ظاہری۔ لیث کے متبعین اب نہیں پائے جاتے مگر کنارہ میں ان کا ذکر ہے۔

المسیح ابن اللہ۔ جس کے الفاظ جو خاص موقع پر کسی عنایت کے اظہار کے لئے بولے جاتے ہیں ان کو شامل عقیدہ کرنا گناہ ہے خدا نے اس محاورہ کو سمجھایا ہے۔ حسن ابنا اللہ و احبنا۔ گویا ابنائے کے معنی بتا دئے۔

قاتلہم اللہ۔ اللہ پر لعنت کرے۔

ارباباً من دون اللہ۔ ربوبیت کی شان اپنے فقیروں و ملائکوں کو دیدیتے ہیں۔

وما اوردوا۔ یہ قدرت کی آیات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ تیرے لئے میرے حضور اس قدر وزین کوئی ضامن ہو۔

سبحانہ۔ اللہ کے افعال و صفات۔ عبادت میں کوئی شریک نہیں۔

باخداہم۔ اپنے منک تقررین سے۔

لیظہر۔ تا فلیح ثابت کر دے اس پیشگوئی کے لئے وہی زمانہ ہے کیونکہ تمام ادیان کے عقائد ظاہر ہو چکے اب قرآن شریف کے غلبہ کے ثبوت کا پورا موقع ہے۔

افسوس کہ مسلمان ابھی تک سوئے ہوئے میں ایک ٹکڑا ان کی زمین کا کوئی چھین سے قریہ مقدمہ بازی میں لندن تک جا پہنچیں مگر ان کا مذہب ان کی سلطنت جاتی رہی تو انہیں کچھ پرواہ نہیں۔

لیا کلون الناس۔ مسجدوں کے مٹان اپنے فرائض سے غافل ہیں۔ لوگوں نے انکی وجہ معاش کا بندوبست کیا تا وہ علم پڑھیں اور ہمارے بچوں کو دین سکھائیں مگر وہ اور ہی جھیلوں میں پڑ گئے۔

مورخہ ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

سورہ توبہ (رکوع ۱۱)

فتکوا بھا جباہم و جنہم و ظہور ہم۔ سائل جب پہلے سوال کرتا ہے تو بغیر مسئلہ اس کے سوال کا رد پہلے ماتھے کے شکن کے ذریعہ کرتا ہے پھر سو نہ پھیرتا ہے پھر پیچہ دیکر چلا جاتا ہے اس لئے سزا میں ان تینوں جگہوں کا ذکر کیا۔

فی کتاب اللہ۔ اللہ کی پاک شریعتوں میں۔ خدائی حساب چاند کے ساتھ وابستہ ہیں اور دنیاوی حساب آفتاب کے دونوں میں کئی دفن کا فرق پڑ جاتا ہے دنیا داروں نے شمس حساب کو پسند کیا ہے کیونکہ زیادہ فرق نہیں پڑتا اور چاند کے حساب پر چلین تو قین برس میں ایک اور چھتیس سال میں ایک سال کا فرق پڑ جاوے اور اس حساب سے تنخواہ لینے والا ملازم بڑے

فائدے میں رہ سکتا ہے۔

دینی کام چاند کے حساب پر کرنے میں صوفیائے ایک سخت لکھا ہے کہ اُسٹ محمدیہ شہری جیسے میں اپنی ہر عبادت کرنے کا فخر رکھتی ہے۔

انما النسی زیادۃ فی الکفر۔ چونکہ عرب کے مشرکین باہر تجارت کے لئے جاتے تھے وقت میں پڑتے تھے اس لئے وہ کبھی محرم کو صفر بنا لیتے اور کبھی کچھ جس سے لوگوں کو متاثر ہوتا اور بہت سافا پڑ جاتا۔ سو وہ خواروں نے بھی ایک فساد کیا ہے کہ لوگ کا مہینہ رکھ لیا ہے اور بارہ کی بجائے تیرہ کا سودے بیٹے ہیں اور کبھی جیسے کے دن پڑا لیتے ہیں۔ اس پہانے سے کہ حساب پورا ہو جاوے۔

مورخہ ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۲)

ہر قوم بلکہ شخص کے لئے ایک امتحان ہے جس سے اس کے جوہر مخفی معلوم ہوتے ہیں خدا نے ان کو ابوالانبیاء اور ابراہیم کا امتحان لیا۔

مبتلیکم بھ۔ کے مخاطبوں کا بھی امتحان لیا۔ امتحان کی قسم کا ہے ایک ذیل کہنے کے لئے کذلک نبی لاہم ہما کا لفظ یہ نسقون۔ ایک اس لئے کہ پہلی غلطیوں کو چھوڑے۔ بلو ناہم بالخصمات والشیات۔ ایک کمالا کے اظہار کے لئے جیسے اذابتلی ابراہیم رہے خاتھن اثاقلتم الی الارض۔ غرض ہماری اس سفر میں دنیا کی کوئی خواہش ہو رہی ہے۔

یستبدل قومنا غیرکم۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تنزل میں ہے یہ غلط ہے اسلام ضرور دنیا میں رہیگا مگر تو یہ ہے کہ اسلام ہمارے گھروں سے نکل کر کسی اور قوم میں چلا جائے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انذروا الترك ما تذکوکم۔ خوارزم کے ایک بادشاہ اس کے خلاف کیا۔ چنگیز خان یوں کو لڑائی کے لئے بلایا۔ اس نے جواب میں کیا عمدہ لکھا کہ اول تو

ہمارا قرآن شریف نافع ہے۔ کیونکہ اس میں حکم ہے قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تقاتلوا ہم تم ہمارے ساتھ لڑتے نہیں حدیث میں ترک کے ساتھ جنگ کی ممانعت ہے مگر تاجرانہ حیثیت سے آئے انہیں سلطنت سے کچھ تعلق نہیں اس ناعاقبت اندیش نے اس پر غور کیا لڑائی چھیڑ دی

آخر ۱۸ لاکھ مسلمان ہلاک ہوئے تمام کتب خانے تباہ ہوئے ہزار آدمیوں کو جین کی نسبت خیال

بھلا دعوئے سلطنت کریں گے زندہ دیوار میں چڑا دیا۔ غرض یہ سب کچھ مسلمانوں نے دیکھا۔ اور نافرمانی نے دکھایا۔ مگر نافرمانی کو نہ چھوڑا۔

انفروا۔ دینی کام میں چلو۔

خفافاً۔ میرے ذوق کے مطابق اس کے یہ معنی ہیں کہ مباحثہ میں کتابوں کے انبارے جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حسب آقا تبارک۔

مورخہ ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور چند آدمی غدر کرنے آئے کہ ہم غزوہ تبوک میں جا نہیں سکتے انبیاء کی طبیعت میں رحم ہوتا ہے فرمایا۔ اچھا۔

عنا اللہ عنک۔ اللہ تعالیٰ ناراض نہیں بلکہ محبت سے فرماتا ہے تم بڑے درگزر کرنے والے ہو اللہ نے ہی تم سے درگزر کی۔

حتیٰ شیعین لک۔ اس سے ظاہر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کارروائی نہ کی تھی
پناہ پیارہ ۱۸۔ نور کے آخری رکوع میں فرمایا۔ ان الذین یستأذنونک اولئک الذین یؤمنون باللہ
ودسولہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اذن مانگنا مومن کا کام ہے یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اذن لینا
کفار کا کام ہے۔ یہ اختلاف نہیں بلکہ اختلاف مواقع پر مبنی ہے یہاں اذن مانگنے والوں کے جھوٹ
کا ثبوت دیتا ہے۔

قلیل اللک الامور۔ تیری باتوں کو زیر و زبر کرنے کی کوشش۔

ولا تفتنی۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ۔ میری قوت شہوانی بڑی تیز ہے میں صدقوں کو دیکھ کر
گھبرا جاتا ہوں ایسا نہ ہو۔ میں وہاں گرفتار ہو جاؤں۔

احداً الحسینین شہید ہوں گے تو مقرب بارگاہ الہی ہوں گے فلاح ہوں گے۔ تو عزت پائیں گے۔

مورخہ ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۳)

نیکیاں و قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک جڑھ۔ دوم اس کی قروح۔ کئی ایسی جہی ہیں جو اس جڑھ سے تعلق
نہیں رکھتیں۔ شاخوں کی سرسبزی اصل کی آبیاری پر موقوف ہو۔ چونکہ تمام نیک کاموں کی جڑ ایمان ہے
اس لئے اس کی حفاظت ہر طرح مقدم ہے اسی طرح فرائض کو نوافل پر ترجیح ہے۔

قل الفسقوا طوعاً و کرہاً۔ بہت لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چندوں میں شریک
ہوتے مگر چونکہ ایمان میں پورے نہ تھے اس لئے فرمایا۔ یہ چندے مقبول نہیں۔

ولا یأتون الصلوٰۃ الا و ہم کسالی۔ یہ کفروا باللہ و رسولہ کا ثبوت دیتا ہے ایمانی حالت کا اندازہ
اعمال سے ہوتا ہے۔

مورخہ ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۴)

الصدقت۔ اس سے مراد یہاں زکوٰۃ کا روپیہ ہے اس کے معارف بیان فرماتا ہے۔

للفقراء۔ یہ فقیر کی جمع ہے جس کے معنی میں محتاج۔ یہ کئی قسم میں مثلاً کوئی شخص یوں تو دولت مند
ہے مگر اتفاقاً ریل کے سٹیشن پر اس کے پاس روپیہ نہ رہا تو اس وقت وہ فقیر ہو گیا۔ گویا ایک
وقت ایسا آگیا کہ محتاج ہو گیا۔

والمساکین۔ جو بچہ پاؤں نہ چلا سکے یہ بھی کئی قسم ہے مثلاً ایک جلد سارے اور اس کے پاس جلد گر
کا سامان نہیں تو وہ مسکین ہے۔

والعاطلین عیسا۔ نبی کریم کے زمانے میں زکوٰۃ۔ آپ کے حضور پہنچائی جاتی تھی۔ پس جو اس کو جمع
کرنے والے تھے۔ ان کو عالمین کہتے۔

المرفقۃ قلوبہم۔ مثلاً ایک سکھ یا عیسائی آگیا اب اسے مکان چاہیے کہا نا چاہیے وغیرہ مرفقۃ
وفی الرقاب۔ غلام اور ایسے قیدی جو بذریعہ روپیہ خلاص ہو سکیں۔

فی سبیل اللہ۔ دشمن کے مقابلہ کے لئے جیاری کرنی پڑتی ہے اگر لڑائیوں کے دن میں تو
اس میں رسول و پیغمبر کی ضرورت ہے اگر قلم کا جنگ تو پھر کتابوں کی تصنیف و تالیف و اشاعت کا
خرچ ہے اور اگر روبرو مکالمہ ہے تو عمدہ تقریر۔ کلام مہربان کی ضرورت ہے اس پر بھی روپیہ خرچ
ہوتا ہے۔

وابن السبیل۔ مسافروں کو عجیب عجیب ضرورتیں پیش آتی ہیں میرے نزدیک آجکل قرآن

حدیث کی ترویج میں لگانا فی سبیل اللہ ہے

یخسر المنافقون۔ منافقوں کی پہچان کے لئے بہت عجیب عجیب باتیں کلام الہی میں آئی

ہیں ان میں سے ایک ہوا بہالم یالو ابھی ہے۔

ان اللہ محض جہد۔ بدکار کی بدکاری عام طور سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ کتنا غرض و تلب۔ شعرون میں ہے

دل از محمد ریش دارم۔ رقیبت با خدا کے خویش دارم

تقدیر یک ناقہ نشانید و محل۔ سداے حدوث تو دیکھا قدم را

مورخہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۵)

ہر ایک چیز اپنے نشان سے پہچانی جاتی ہے (درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے) کسی پر غیب

آوے تو چہرہ پر اس کا اثر ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ غرض انسان کے اندر جو کچھ ہو اس کا اثر ظاہر ہو ہی
جاتا ہے۔

یہاں منافقوں کا ذکر ہے اس لئے ان کے نشان بتاتا ہے تاہم اپنے نفسوں کے مجاہدین
ہے۔

یأمرون بالفسک۔ منافق کے اندر چونکہ پسندیدہ بات کوئی نہیں ہوتی اس لئے وہ تحکیم

بھی ناپسندیدہ امور ہی کی کرتا رہتا ہے۔

یقضون ایدیہم۔ چونکہ اسے جزا و سزا کے مسئلہ پر پورا یقین نہیں ہوتا اس لئے وہ کھلے دل

خرچ فی سبیل اللہ نہیں کر سکتا۔

فینہم۔ پس اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ اللہ کسی کو بڑے غلط باتیں

خرچ مال بڑانے سے بڑھاتا اور گھٹانے سے گھٹاتا ہے ایک ہزار روپیہ بھی گزارہ کرتے ہیں اور

ہمارے حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ایک یمہ پر انسان آٹھ ہزار روپیہ لے سکتا ہے اور یہ تجربہ شدہ باتیں

ایک وزیر اعظم نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے یہاں دو روپے پر امید داری کے دو ماہ گزارے

میں۔

مورخہ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۶)

منویٰ میں ایک بات لکھی ہے گنے اور چادوں کو بہت پانی دیا جاتا ہے پانی میں تمام بھون کا مادہ

ہوتا ہے اس لئے کچھ اور گھاس وغیرہ بھی آگ آتی ہے اس کو بذریعہ ہٹائی کے دور کیا جاتا ہے

اسی طرح منافقین کو مومنین سے الگ کیا جاتا ہے اور اس کے لئے بڑے مجاہد کی ضرورت ہے

کیونکہ رذائل تو انسان میں پہلے آتے ہیں ان کے دور کرنے کے لئے بڑا مجاہد چاہیے۔

واغلظ علیہم۔ علیہم کی ضمیر کے معنی پر لوگوں نے بحث کی ہے بعض دونوں کی طرف

پھیرتے ہیں بعض صرف منافقین کی طرف۔ میرے نزدیک دونوں کی طرف ہو کیونکہ دوسری جگہ

اشد او علی الکفار۔ آیا ہے جس کے معنی حضرت صاحب نے یہ کہے ہیں کہ کفار کی بات تم پر

اثر نہ کرے۔

واغلظ علیہم۔ علی الکہ غلیظۃ۔ اس کے معنی مضبوطی کے ہیں۔

وما د اہم جہنم۔ جہنم عقائد فاسدہ کے جلانے کی جھٹی ہے اس سے بچاؤ ہوتا ہے۔

بذریعہ توبہ۔ استغفار۔ صدقہ۔ دوسرے سے دعا کرنا۔ مصائب کا آنا۔ قبر کے مشکلات و مرگ

بعد لوگوں کا جنازہ پڑھنا اور ان کو تاب پہنچانا۔ کہانے کا روزی کا اور دیگر نزدیک کلام الہی کا بھی۔

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

وقالوا لا تنفروا۔ شری آدمی اپنے ساتھ دوسروں کو بھی مالتا ہے پناہ دہنوں نے دوسروں کو بھی یہی ترغیب دی۔

ولیکو اکثرا۔ یہ روزانہ دن کو بہت وقت لکھنا نصیب ہوا ایک موقع کا ذکر کرتا ہے۔

فقل لن تغرہا سحی ابداناً۔ رکھو اللہ ہی دین۔ ریم۔ رحمتی وسعت کل شیء۔ ادنیٰ کریم بھی رحمت للعالمین۔ مگر پھر بھی ان کے حق میں ایک قطعی فیصلہ ہو گیا۔ یہ جو بڑی بڑی خطائیں کر کے معافی مانگن پیشہ قرار دے لیتے ہیں۔ غور کریں۔ ایمان بین الخوف والرجاء ہے۔

خالف۔ جمع مخالفت کی ہے۔ جو عورتیں پیچھے رہ جاوین۔

اعد اللہ لہم۔ دنیا میں منظم و منصور ہوں گے قرآن خشک پہاڑوں کے نہیں بلکہ نبات و فیروز کے

مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱)

پہلے لوگ کی کجی کا کب کب لیتے ہیں مگر جب ان کا خیال وہ اٹھاتے ہیں تو پھر عذر کرتے لگتے ہیں جو عذر گنا بدتر از گناہ کا مصداق ہیں کیونکہ عذر ہر جا کام دے۔ تو پھر انبیاء و کتب کی آدبے کا رہ جاوے عذر کرنے والے تو تقدیر کا بھی عذر کرتے ہیں۔ جو بالکل فضیل ہے حالانکہ قاذون کی لاعلمی کا دعوے بھی مقبول نہیں ہوتا۔ لوگنا نسع اور نفعی کہنے والوں کی نہیں سنی گئی۔

اس رکوع میں غرور و تکبر سے پیچھے رہنے والوں کو خطا ہے۔

یہاں پارہ دہم کے نوٹ ختم ہوئے۔

گیارہواں پارہ

(۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء سورہ توبہ رکوع ۱)

الغیب۔ جو اس وقت موجود نہیں۔

الشہادۃ۔ جو موجود ہے۔

فان اللہ لا یرضی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا مقدم ہے۔

ومن الاعراب من یؤمن باللہ۔ یہ قرآن کا طرز قابل غور و تقلید ہے اگر کسی قوم کی برائی کا ذکر کرتا ہے تو ان میں سے نیکوں کو الگ کر لیتا ہے اور ان کا الگ ذکر کرتا ہے۔

یکم نومبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۲)

جہاں اللہ کا منافقوں و کافروں کا ذکر کرتا ہے۔ ان میں سے ایک کا الگ ذکر کرتا ہے اس میں ایک حکمت ہے۔ یہ ہے کہ شیعوں و مہاجرین و انصار کو منافق یقین کرنے پر اس آیت سے ان کے لیے منافقین کا شمار کر کے نشانات بتاتا ہے۔ پھر مومنوں کے نشان و امثالہ سے معلوم ہو سکے کہ مہاجرین و انصار مومن تھے اور ضرور مومن تھے۔

Digitized by Khilafat Library

پارہ دہم

سورہ توبہ

(مورخہ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء سورہ توبہ رکوع ۱۶)

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

یہ جو کہتے ہیں کہ جاحد الکفار و المنافقین۔ کی اتحت منافقون سے کیوں جہاد نہیں کیا گیا یہ غلط ہے کیونکہ منافقون سے لڑائی ہوئی۔ چنانچہ قتل و اقتیلہ سے ظاہر ہے۔

یحلفون باللہ۔ چونکہ انہیں قوت فیصلہ اور تاب مقابلہ نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔

وہو اجماع ینا لہ۔ شیخ غور کریں جو کہتے ہیں حضرت علی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بلا فصل خلیفہ بننا چاہا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اس طرح حضرت علی اپنے مقدمین کا سیاب نہ ہوئے۔

عدا ابی الیمانی اللہ نیا۔ دیکھو سورہ احزاب۔ لئن یناک ہم ثم لا یجاردونک فیہا الا قلیلاً۔ یہ دنیا کا عذاب منافقون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہو چکا۔ ملعونین ایما تقفوا وقتلوا قتیلاً۔ جب دنیا کا عذاب ثابت ہو چکا تو آخرت میں ضرور آئے گا۔

فاعقبہم نقاقاً فی قلوبہم۔ بہت سادہ کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ ان کے نقص کا نتیجہ نقاق ہو۔ والذین لا یجدون الا جہد ہم۔ صحابہ میں ایسے ہی تھے جو مزدوری کرتے اور اپنی قوت لاہوت سے بچ کر خدا کی راہ میں دیتے بعض ان پر ہنس کر تے اس منع کیا ایسے ہی بہت دینے والوں کو مطعون کرتے کرنا سے دیتے ہیں۔

مورخہ ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱)

بعض وقت نا فہم۔ نا عاقبت اندیش ایک کام کرتا ہے اور اس کے نتائج کو نہیں سوچتا۔

انی اخاف علیکم مثل۔ فرعون نے کہا۔ ما اھدیکم الا سبیل الرشاد۔ جو میں کہہ رہا ہوں وہی کامیابی کی راہ ہے بہت سے لوگ ایک بات منہ سے نکال دیتے ہیں۔ مگر نہیں دیکھتے کہ وہ نتائج کے لحاظ سے کیسی ہوگی۔ ابو عامر ایک عیسائی تھا۔ قیصر کے دربار میں اسے مسلمانوں کے خلاف بہت سی کوشش کی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سنا کہ ابو عامر مسلمانوں کے خلاف کوشش کر رہا ہے اور منافقین کی جگہ کی طرف چڑھائی شروع کی ہوئی تھی ان کے قریب خرچ ہونے سے اور فصل کی ہوئی تھی اس لئے منافقین نے بہت سے عذر تراشے۔ اور پیچھے رہ گئے۔ اور اس پیچھے رہنے پر خوش ہوئے اس کا ذکر اس رکوع میں ہے۔

ایسی چھچھو گزرا ہے کہ منافقین کا ایک نشان یہ ہے۔ ہوا جہالم میں اور اب اس کے خلاف بیان فرمایا
ہے کہ مہاجرین و انصار کا مہاجر و انہوں نے رضی اللہ عنہم کا سٹینڈ پائز
انہی اہل بیت۔ جنہوں نے اللہ کے لئے اپنا گھر دار چھوڑ دیا۔ بلکہ رضا کے لئے یہ تعقیقات چھوڑ دی۔
الانصار۔ جنہوں نے ان مہاجروں کو جگہ دی۔

انتہی ہم باحسان۔ دل سے متبع ہوئے نہ بغیر تفسیر۔
رضی اللہ عنہ۔ یہی تہیں فرمایا کہ گس کو اس مرض کی گنجائش رہ جاوے۔ راضی ہو چکا اسمین نہ صرف ایڈیٹر
کے ایمان کا بلکہ تمام مہاجرین کے ایمان کا ثبوت ہے۔

لا تعلمهم۔ دوسرے موقع پر فرمایا۔ دلہن تمہیں بالقول۔ اور تم لا ینجاورونک الاقلیلہ
ملعونین ایما تقفوا۔ (اخذوا وقتلاً ثقیلاً۔ پھر۔۔ ایک پہچان بتاتا ہے کہ سنگدہم
سنہری۔ نگران کرے گا۔

مفتوح - موزن الحکم پتین میں ہے ایک نام بیان تیرا ایک مرادہ ایک کعب تھا -
والتفتوح - اس کا معنی مسجد ہے اور ضرار کا فعل افتح وافتحی وافتحوا وافتحوا -

لمن حادب لفظ۔ یہ ابو عامر کی طرف اشارہ ہے جو عیسائی تھا اس کے سکھوں سے ایک مکہ یہ بھی
 تھا کہ رسول کریمؐ اس میں نماز پڑھ لیں۔ پھر کچھ مسلمان اور بھی آجایا کریں گے اہل اسی طبع مسلمانوں
 کی جماعت کو توڑ دیں گا۔ اس ابو عامر نے اپنا ایک رویہ یہی شہر کر رکھا تھا کہ میں نے دیکھا ہے کہ
 نبی کریمؐ وحیداً طریداً شریعۃً فوت ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خواب تجا ہی
 اس نے اپنی حالت دیکھی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نام نہ لینے میں یہ باطل ہے کہ آئندہ بھی اگر کوئی ایسا کریگا
 تو اس کا انجام بھی یہی ہوگا۔

شفا۔ کنارہ۔

جبروت - کھوکھلا - کہا یا ہوا۔

فی ناد جہنم۔ دریا کا کنارہ تو پانی میں گرتا ہے مگر یہ نفاق کا کنارہ جہنم میں کرے گا۔

مورخہ ۲ - نومبر ۱۹۵۷ء

(ریکو ع ۳)

انسان کی حقیقی خواہش کیا ہے۔ آرام پر وہ یہ کہنا، جتنا حکام سے تعلق چاہتا۔ عمدہ مکان بنانا۔ غرض تمام کوششیں اسی آرام کے حصول کے لئے ہیں۔ طب، طبیات، سب علوم ہی اسی لئے ہیں۔ پھر لنگ آرام یہی ہے انت زمانہ کے لئے چاہتے ہیں اس کے لئے اس رکوع میں ایک گڑ بنانا ہے۔

اللہ تعالیٰ - اللہ کے لفظ کا ترجمہ کوئی زبان برداشت نہیں کر سکتی۔ عرب کسی معبود پر سوا خدا تعالیٰ کوئی ذات کے لفظ نہیں دیتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے زمانہ جاہلیت کے قصائد میں کہیں یہ لفظ کسی محبت یا محبوب پر نہیں آیا۔ سارے قرآن شریف میں اللہ کو موصوف قرار دیا ہے کہیں بھی صفت نہ ہو

نہیں آیا جس سے ظاہر ہے کہ ادب جتنے کام میں اللہ اس کی تفصیل و تشریح میں ہیں۔

انفسہم۔ عربی میں نفس کے دو معنی ہیں ایک وہ جو انسان کی جان ہے جس کو روح غلط مڑا
لیتے ہیں۔ دوسرے معنی ان میں سے۔

المجنّة - بنت آرام - ٨٠ -

انبیاء کے جس قدر ادا میں اگر انسان ان پر چلے تو وہ دنیا میں بجا و طلب ہی آرام سے رہتا کہ کوئی خط ناک موذی عرض ادا کر لے کے اتباع سے پیدا نہیں ہوتی۔

احمد الحسن۔ اس بات کو غیب سمجھ لو کہ مال و جان مومن کا جناب الہی کا ملک ہو چکا ہے۔ پس اس پر مومن کا اپنا کوئی حق نہیں سب کچھ خدا کے حکم کے ماتحت رکھنا چاہیئے۔

وعداً علیہ۔ وعدے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ یکٹی وعدے اور ترقی پا جلتے ہیں اس لئے ان کا الفاؤ کسی رنگ میں ہوتا ہے اس لئے بیان حقائق لنگیا ہے کہ اسی طرح لکھ دیا ہوگا۔

فی التوہاۃ۔ انجیل میں ایک جگہ آیا ہے کہ تو اپنے مال کو وہاں نہ رکھ جہاں چور کاٹور ہو تو اسے سنا
پر رکھ۔

دہلا بخیل۔ انجیل میں صاف ہے کہ اوزٹ کا سوتلی کے نام کے سے گزرتا آسان ہے مگر دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی ہم دیکھنے میں کہ ان کی نام لیوا اُمّت اپنی تمام کرامت کے جمع کرنے میں صرف کر رہی ہے۔

ادبیاتچوں۔ مؤمن دنیا میں اعلیٰ کلمہ اللہ اور غیر کے لئے پھر مٹنے والا ہو سکتا ہے۔

۱) معروف بالمعروف - معلوم حقہ کو حاصل کر کے دوسروں کو بتلینا کہ اس میں ہے۔

والمخاطبون حد والدلالة: یہ قلم ہے کہ مستحق کراست گناہ گار ناند۔ مؤمن بھی ہے۔ حد و کی مخالفت کرے۔ ہاں گناہ گار تو یہ کرے تو مستحق کراست ہوتا ہے۔

للمشراکین۔ ایک ہندو سے مجھ کو معرفت کا نکتہ یاد ہے کہ جب کسی کے والد کو کوئی چوڑا اکہر سے
لوگتسار بخ ہوتا ہے تو کہیں کسی شخص کو خدا کہنے والے ہر قسم طرح ناما من مہوں۔

لابیہ - مراد یہ ہے۔

ماکان یٰجُندُ قَوْمًا جبر کے سلسلہ پر بہت بحث ہو چکی ہے قرآن ان قوموں کے اتہوں میں مہتا
تو کبھی غلطی نہ کرتے۔ کیونکہ اس میں صاف بتایا گیا ہے کہ احکام شریعت ان قوموں کے لئے ہیں

جن پر انسان کا اختیار ہے۔ اسی بنا پر تئیکٹ و کنوارہ غلط ہے۔ کیونکہ انسان کو کوئی قوت
 نہیں دی گئی۔ جس سے وہ ایک اور ایک کو تین کی بجائے ایک سمجھے۔ اور اس نے گناہ کا

اثر دوسرے پر پائے۔

مورخہ ۳ - نومبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۴)

و کو ذرا مع الصادقین۔ صداقت عربی زبان میں ایسا نقطہ ہے کہ صحیح اور امر واقعہ پر بولا جاتا ہے
چونکہ کھڑے ہیں تو کہتے ہیں۔ الکذب۔ الکذب۔ عمدہ تلوار کو بھی صدق ہی کہتے ہیں۔ اخوفتہ
اخو صدق۔

سچے علوم کے مطابق عمل درآمد کا نام ہے صداقت راستبازان کے ساتھ سہجہانائیک ریاضی ہے اور
ٹری بیہاری قربانی۔

مورخہ ۴۔ نوامبر ۱۹۰۹ء

(۵۴)

قاتلوا۔ مقابلہ کرتے رہو۔

غلطہ اس کی تفسیر میں ہے اشد اور علی الکفار ^{آیت} مراد اس منصبی ہے یعنی کفار کا اتر قبول نہ کرو ہماری زبان میں غلیظہ کے معنی برے لئے گئے ہیں مگر عربی میں یہ بات نہیں چنانچہ آگستہ غلیظہ کے

معنی میں - مضبوط ٹیسیلا۔

میلونکم من الکقاد۔ شیخ ابن عربی نے لکھا ہے سب سے نزدیک کی کا قرعہ ہمارا نفس ہے جو اللہ کی

بہت سی نا اہلیاں کرتا ہے پس سب سے پہلے مقابلہ اس کرو۔

انہم یفتنون۔ گنہگاروں اور پاک کی تیز کی جاتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ۱۹ دفعہ ایسے فتنے آئے ہیں۔

ظاہر کو باطن سے اور باطن کو ظاہر سے ایک تعلق ہے رسول کریم کے حضور آدمی آئے ایک دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جگہ ہے وہ توجرت کر کے وہاں چلا گیا دوسرے کو شرم آئی۔ وہ آگے نہ ہوا سب سے پیچھے بیٹھ گیا۔ تیسرے نے دیکھا کہ جگہ نہیں ہے اس نے اجتہاد کیا کہ میرا بیٹھنا فضول ہے چلا گیا۔ نبی کریم کو وحی ہوئی کہ جس نے شرم کی۔ اس کے گناہوں کی پکڑ میں لٹک گیا۔ جو چلا گیا وہ بد نصیب ہے۔ نبی و راستباز کی صحبت میں بیٹھ رہنے سے بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے خواہ کچھ نہ سوسو نفس بیٹھنا بھی ان افراد پر کاش حصہ دلا دیتا ہے۔

میں اپنے بچوں کو یہی قرآن شریف سنایا کرتا ہوں اب کوئی یہ نہ جانے یہ کیا سمجھتے ہیں کیونکہ اس کی اکثر کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ ایک عورت بیمار تھی اور اس حالت میں جبریں بولتی تھی۔ لوگ حیران تھے۔ مگر آخر معلوم ہوا کہ چھوٹی عمر میں کسی پادری کی زبان سے جبریں بولنے کی بات سنائی تھی اور ان کی پکڑ میں لٹک گئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیدا ہوتے ہی اذان سننے کا حکم دیا ہے یہ نفع فعل نہیں بلکہ اس کا اثر آئندہ عمر پر پڑتا ہے۔

یہاں سورہ توبہ کے نوٹ ختم ہوئے

سورہ یونس

مورخہ ۶۔ نومبر ۱۰

(۶ رکوع)

الرا۔ انا اللہ ادلی۔ کیا دیکھتا ہوں۔ ادلی اعلیٰ اعلیٰ۔ یعنی جو کچھ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلوک کر رہے ہو۔ اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارے تعلقات میں وہ سب میں دیکھ رہا ہوں۔

الکتب الحکیم۔ جامع کتاب کس معاملہ میں۔ حق و حکمت کی بھری ہوئی۔ سزا ہوگی تو یہی حکمت پر جزا ہوگی۔ تو یہی حکمت پر۔

الی اجل منہم۔ یہ سوال ہوتا ہے کہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اور کئی ایک کو دیکھ کر گھٹا رہا ہے کہ ظاہری شکل تو تم جیسی ہے۔ پس اس میں ماہ الامتیاز کیا ہے۔ حالانکہ ماہ الامتیاز ہوتا ہے گو عام فہم نہ ہو۔ چنانچہ پہلا امتیاز تو یہی ہے کہ۔

ان انذر الناس۔ مکرہ لوگوں کو عذاب الہی سے ڈراوے۔

وبشر الذین امنوا۔ مومنین کو بشارت دے۔

لسبحان مبین۔ دلربا باتیں کرنے والی قوم سے کٹا کر الگ کر دینے والا۔

الذی خلق السموات والارض۔ آسمان و زمین دونوں اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں مگر ایک کو رفعت بخشی ایک کو پستی۔ اسی طرح کسی کو محض اپنے فضل سے رفعت شان بخش دیتا ہے۔

من شفیع۔ شفیع کہتے ہیں حجت کو۔ پس خدا کا حجت والا کوئی نہیں نہ اس کی پکڑ کوئی سزا کا باقی ہے دیکھ اور یہ بالامر میں ثبوت دیا ہے۔ بعثت نبوت اور ایک شخص کو برگزیدہ کر لینے کا۔ اور پھر

کامیاب مظفر و منصور کرنے کا اور پھر تمام انبیاء کی تعلیم کا اصل الاصل بتلایا ہے۔

اللہ موجہ حکم۔ جیسا سیدرین دہی ہے ایسا ہی سب کا انجام بھی وہی داشتہ۔ جس آن میں اللہ اول ہے اسی آن میں آخر ہے کیونکہ ذرہ ذرہ پیدائش کے ساگر وہ دھلنے بکار کے لئے بھی اسی کا محتاج ہے۔

لیجی۔ انداز و بشیر اور یہ تمام کار اس لئے ہے کہ جزا و سزا مومنوں کو اور سزا و کفار کو ہوا الذی جعل الشمس۔ ظاہری انتظام کو دکھا کر باطنی پر استدلال فرمایا۔

کلیت۔ کہ ہر چیز کا مبدو و معاد میں ہی ہوں۔

کایرجون۔ ایک معنی امید نہیں رکھتے۔ دوم معنی خوف نہیں رکھتے۔ دریم معنی چپان ہیں۔

الذین امنوا و عملوا الصالحات۔ علم کے ساتھ عمل ضروری ہے۔ گو فلسفہ قدیم کا مسئلہ

مگر انہیں ہے کہ ہم عالم ہو جائیں تو خدا سے تشبہ پیدا کریں کہ اسے علم ہے مگر عمل نہیں کرتا۔

مورخہ ۷۔ نومبر ۱۰

(سورہ یونس رکوع ۷)

ولجعل اللہ الناس الشتر۔ نادان انسان اپنے لئے عذاب مانگ لیتا ہے۔

اللہم ان کان هذا هو الحق من عندک فاصبر علینا جباراً یوبہل دعا کی تھی

ہمارے ملک میں لوگوں کو ایسی ایسی گالیاں دیتے ہیں کہ خدا یا تیری پناہ! زبیر ہند

اپنے مال مولیٰ کو اسی قسم کے لفظ کہتے ہیں۔ اگر یہ دعائیں اللہ تعالیٰ قبول کرے تو تمام

کارخانہ درہم برہم ہو جائے۔

فی طغیانہم یحسون۔ ہم نہ ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر وہ ایسے شریر ہوتے ہیں کہ انہیں

اپنی شرارت میں بیٹھتے جلتے ہیں۔

ونفذ اھلکنا۔ یہ اس بات کی نظیر دیتا ہے کہ بعض وقت عذاب آتا ہے تو وہ اٹھایا نہیں

جاتا۔ کیونکہ جرم معافی کی صفت سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

وجاءتہم دسملہم۔ غفلت میں اللہ تعالیٰ نہیں پکڑتا بلکہ انہیں محبت فرما کر پکڑتا ہے۔

ما کاذا لیومئذ۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ غفلت میں نہیں ہے۔ بلکہ انکار

بھی کیا۔

المجین۔ صرف گناہ گار نہیں۔ بلکہ وہ جس نے خباثت اپنے تعلقات قطع کر لئے ہیں

لننظر کیمت تمھوں۔ یہ ایت خصوصیت کے ساتھ قابل توبہ ہے کیونکہ تم بھی اس ایت

کے نیچے ہو۔ بظنی سے بچو۔ اوقات ضائع نہ کرو۔ علوم دین سے واقفیت پیدا کر کے

اس پر عمل کرو۔

ادبدلہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو کافی نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ کہ

شعری مولوی معنی بہت قرآن در زبان پہلوی

جیسے شعر بنائے گئے۔ لوگ قرآن شریف کو چھوڑ کر راگ وغیرہ کی طرف بھی توجہ کرتے ہیں۔ مگر اس کا اثر دیر پا نہیں ہوتا۔

عمر آ من قبلہ۔ چالیس سال کی عمر کسی بشر کے حالات کے لئے کافی ہے اس شخص کی احتیاد

تقوے کا علم ہو سکتا ہے۔

انفلا تعقلون۔ کیا تم اس کے مقابلہ سے اپنے تئیں نہیں روکتے۔

لا یفلح المجرمون۔ یہ اپنے صدق کی دلیل دی ہے کہ بن مظفر و منصور ہوں گا۔ اور دشمن شکست یاب۔

مورخہ ۸۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(پارہ ۱۱۔ سورہ یونس۔ رکوع بقیہ ۸۵)

وما کان الناس الا امة واحدة۔ اس آیت میں اس امر کا بیان ہے کہ انبیاء و مجددین کس وقت میں مبعوث ہوتے ہیں۔ سو فرماتا ہے کہ لوگ ایک رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں یعنی غیرت دینی اٹھ جاتی ہے۔ کوئی نماز پڑھے تو پڑھے شرب پیئے تو پیئے۔ یعنی جب جسے بدین خود۔ موسیٰ بن خود اور یہ کہ اپنی اپنی قبر میں پڑتا ہے کے فقرے بولے جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں۔

ما اختلفوا۔ اختلاف اس وقت پڑتا ہے کہ جب مامور آ جاوے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ کان الناس امة واحدة فبعث اللہ النبیین مبشرین منذرین الی۔ وما اختلف فیہ الا الذین اذتوا من بعد ما جاءتهم البیانات بغیاً بینہم۔ اور النحل ۱۳۔

ولو لا کلمۃ من ربی ان یكون لکرم اور ما کان اللہ لیعذبہم و انت فیہم۔

آیت۔ وہ عظیم الشان جس میں سب ہلاک ہو جاویں۔ مکروہ۔ تدبیر۔ جب کسی پر کوئی شکل یا مصیبت بنتی ہے۔ تو کئی طرح کے حیلے کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کی تشریح خود فرماتا ہے۔

هو الذی یسیرکم فی البر والبحرین۔

اذہم یمضون فی الارض۔ نادان انسان جب شکل سے نجات پاتا ہے۔ تو اپنی تدبیر پر اڑا بازی کرتا ہے۔ ایک دفعہ میری ایک بہن کا بچہ پیش سے بیمار رہ کر مر گیا۔ میں جو گھر آیا تو اس نے مجھے کہا۔ بہائی اگر تم ہوتے تو لڑکا بچ رہتا۔ میں نے کہا۔ اب ایک لڑکا ہو گا اور وہ میرے سامنے پیش سے مرے گا۔ تا ظاہر ہو کہ خدا تعالیٰ کے ارادے کے سامنے ہماری تدبیریں بچھڑاؤ ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایسے کلمات الہی غلط گفتار ہیں مثل الحیوة الدنیا۔ جو ان کے دن خصوصیت سے قابل توجہ ہیں۔ ان کی مثال دیتا ہے۔

مورخہ ۹۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۸۵)

حذیلاً۔ دیدار الہی۔

جناء شتیہ بمثلہا۔ جس قسم کا کوئی گناہ کرتا ہے اسی قسم کی سزا پاتا ہے یعنی جس غرض کے لئے گناہ کرتا ہے وہ غرض حاصل نہیں ہوتی۔ مثلاً کوئی شخص محن کرتا ہے تو اپنے لباس میں اپنی زبان میں اپنے تعلقات میں ایک شان پیدا کر لیتا ہے چونکہ یہ لوگ اپنی بُرائی چاہتے ہیں اس لئے تمام فہم لوگ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اسی طرح جو حصول مال کے لئے چوری کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ مفلس و نادار اور غریب رہتا ہے۔ ایک چور کا ذکر ہے کہ اس نے کسی عورت کا زیور چور کیا۔ عورت نے دیکھ لیا۔ کچھ مدت بعد وہی چور جس عورت کا زیور چور کیا تھا اس میں گزرا تو اس عورت نے کہا دیکھو مجھے تو خدا نے وہی زیور پھر دے دیا مگر تم ویسے ہی ہو کہن مرتے ہو اس پر وہ مایوس ہوا۔

اسی طرح قمار بازوں کا حال ہے۔ یہی انجام عیاشوں اور شہوت پرستوں کا ہوتا ہے کہ وہ اس لذت سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ جاتے ہیں۔ انین آتشک۔ سوزاک نامردی پیدا ہو جاتی ہے شرابی اور امیری میں آرام نہیں پاتے۔ جو لوگ نیکے بیٹھے ہیں آخر انہوں ذات کے کام کرنے پڑتے ہیں۔ یا ذلیل ہونا پڑتا ہے۔

خزینا بینہم۔ آپس میں ان کا جھگڑا کر ادینگے۔

هذالک مثلاً۔ ظاہر پائے گا۔ جیسے یوم تلی السرا۔

قل من یؤذکم۔ یہ مولہم الحق کا ثبوت دیتا ہے چنانچہ اپنے اسان بیان فرمائے۔

رزق مرجب زندگی ہے۔ اور سب و بصیر لطف زندگی۔

من ینخرج الی من المیت۔ انڈوں سے چوڑے اور مرغی سے انڈے۔ گندوں سے نیک اور نیکیوں سے گندے۔

انہم کلوا ممتون۔ کیونکہ مسلمان بعض میں جو نیک نمونہ ہو جو اللہ کا فرمانبردار ہو جس کا مسلک صالح و اشی ہو۔

فما لکم۔ اس کے آگے قف ہو اس بات کا اشارہ ہے کہ خوب سوچو۔

مورخہ ۱۰۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۹ درکوع ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں نبی کریم کی نبوت کے بارے میں ثبوت دے میں پہلے تو فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ پیکیں و بے بس ہے ہرگز نہیں بلکہ اس کا بھیجئے والا عرش کا مالک ہے درمیان میں ایک بات آگئی کہ میں کس طرح معلوم ہو کہ یہ راستباز ہے یا منافقانہ طور سے کہتا ہے۔ واقعی یہ سوال اہم ہے کیونکہ ہر کارخانے میں ایک کارخانہ جموٹ کا ہی ہوتا ہے اور مصنوعی اور اصلی شے میں تمیز کرنے سے بعض عقلمن عاجز آ جاتی ہیں۔ ایک دفعہ ہم نے ایک رقعہ لکھا اور ایک اس قسم کے دسی سے کہا اس کا جعل بنا دو۔ ہم نے اپنے رقعہ میں ایک باب ایک نقطہ لگا دیا۔ جب وہ جعل بنا کر لایا۔ تو تعینہ وہ نقطہ اس میں ہی تھا اور یہ تمیز نہ ہو سکتی تھی کہ اصل کونسا ہے۔

ماستبازوں کی پہچان کے متعلق ہم کو تو بہت سی آسانیاں ہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے کئی نئی چیز چکے ہیں۔ جھوٹے اور سچے کی تمیز کے لئے کئی معیار ہیں اور میں سے ایک کا بیان فرماتا ہے۔

ایک تمیز کہ تصدیق الذی بین ید یدہ۔ اگلی کتب میں جو پیشگوئیاں ہیں۔ وہ آپر صادق آتی ہیں ایک مشکوئی جو استنار باب میں ہے جسکی تفصیل فصل الخطاب میں ہے۔ پھر انیل میں خدا کی بادشاہت کا بار بار ذکر ہے۔ جس سے مراد اسلام ہے۔ کیونکہ مسیح کو حکومت حاصل نہیں ہوئی۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب علیہ السلام کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ گپ پوران

سورہ یونس

مورخہ ۱۰ - نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۹ و رکوع ۱۰)

گذشتہ اشاعت سے آگے

و تفصیل الکتاب - بائبل میں بہت سے مسئلے ہیں۔ مگر بغیر دلیل اور مختصر چنانچہ عیسے علیہ السلام سے ایک گروہ یہود نے (جو نہایت قیامت میں اور فریبی کہلاتے ہیں) کسی نے قیامت کی نسبت سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ تو رات میں لکھا ہے کہ میں ابراہیم اور اسحاق کا خدا ہوں۔ پس اگر وہ سچے نہیں تو خدا ہوں کیسے ٹھہرا۔ مگر اب قرآن شریف کو دیکھو کہ اس نے قیامت و عشر کے دلائل اور حالات کس تفصیل سے دئے ہیں۔ ایسا ہی جناب الہی کی ذات کے متعلق تو رات میں اختصار ہے اور خدا کے مجسم ہونے کی نسبت کچھ اس قسم کا بیان ہے کہ اس کی غلط فہمی سے مسیح کو خدا بنا دیا جو مگر خدا نے قرآن شریف میں اس مسئلہ کو خوب کھولا ہے ان دو ثبوتوں کی پیش کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ اس سے لاریب فیہ من رب العالمین ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ مگر ایک اور ثبوت تو وہ یہ کہ قل فا تو ابسودہ مشد۔ اس کی مثل ایک سودہ تو بناو۔ اگر ایک شخص واحد کوئی کلام بنا سکتا ہے۔ تو کئی شخصوں کی مجموعی قوت ضرور بنا سکتی ہے۔ جب ایسا نہیں کر سکتے۔ تو صاف ثابت ہوا۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔

ولنعم ساقیل۔ یہ بنا سکتا نہیں ہرگز بشر اک پاؤں کیڑے کا۔

تو پھر کیوں کر بنا نا لود حق کا اس پر آساں ہے۔

کیف کان عاقبة الظالمین۔ ایک اور بات فرماتا ہے کہ انجام دیکھو۔ مومن و فروع کے واقعہ کو یاد کرو۔ دونوں شہر سے نکلے مگر مظفر و منصور کوں ہوا اور ہلاک کوں ہوا۔ وان کذبوا۔ باوجود ان جج باہرہ کے پھر بھی جھٹلائیں۔ تو اور ثبوت تو وہ یہ کہ تم بھی اپنا کام کر رہے ہو اور میں بھی۔ دیکھیں کہ خدا اقلے کس کا حامی ہوتا ہے اور خدا کا کی قولی شہادت کے علاوہ فعلی شہادت کس کے حق میں ہوتی ہے۔

بن نے اپنے نزدیک ایک معیار رکھا ہے۔ جو اس آیت سے نکلتا ہے بہت ہی غلی الطبع ہو کر خیرات و صدقہ و استغفار کر کے بالاستقلال دعا مانگے تو کبھی دھوکے پر نہیں رہتا۔ میں نے بار بار اس اصل سے مدد لی ہے۔ یعنی ان شرائط سے دعا کرتا ہوں۔ دنیا کے حکمہ کا آفسیر جبریل ہے دنیا کے حکمہ کا آفسیر میکائیل ہے اور اموات

کے حکمہ کا آفسیر عزرائیل ہے اور جہان کے حکمہ کا آفسیر اسرافیل ہے۔ جو کام ہوتے ہیں وہ انہی کی معرفت ہوتے ہیں اسی لئے ان چاروں کا نام اللہ لے لیتا ہوں اور یوں کہتا ہوں رب۔

دوم۔ لاجل کی کثرت۔ سوم احمد۔ چارم خیرات دینا ہوں پنجم عاجزی سے نماز کے لئے دعا لگتا ہوں۔

مورخہ ۱۱ - نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۰)

ایک وعدہ ہوتا ہے اور ایک وعید۔ دونوں میں فرق ہے اگر کسی سے کہیں تم ہمارا یہ کام کرو تو ہم تمہیں دس روپے انعام دیں گے اور اگر کہیں کہ یہ کام نہ کرو گے تو سزا پاد گے۔ وعدہ ہوتا ہے کسی کو انعام دینے کے لئے۔ اور جزا رضامندی کے ظاہر کرنے کے لئے بات کی جاوے۔ یا سلوک کیا جاوے اسے وعید ہوتے ہیں۔ اس وعدہ وعید کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عربی زبان میں یہ شہور ہے۔ انی اذا اوعدتہ او وعدتہ فنجی وعدی و مختلف ا یعادى۔ جس سے معلوم ہوا کہ وعید کے خلاف کرنے کا نام جرم نہیں۔ پس اگر کسی کو ہم وعید کریں اور پھر اسے سزا نہ دیں تو کوئی یہ نہ کہے گا کہ تم جھوٹے ہو۔ اسی بنا پر وعید سے درگزر کرنے کا نام جرم اور جرم ہے۔ وعید کی پیشگوئیاں مل جاتی ہیں۔

نقد ہم۔ جن باتوں کے لئے ہم نے تیرے لئے ان مخالفین کو وعید کیا وہ یا تو وہ نہ ہوگا یا ہم تجھے وفات دیدینگے۔ ایک اور بات جو وعدہ۔ اس میں تین شان ہیں۔ کسی لڑکے کو ہم نے کہا کہ اگر تم فلاں عمر میں

پاس ہو جاؤ۔ تو ہم تمہیں لطیف کوٹ دیدینگے۔ اب اس کے پاس ہونے میں اگر ہم بجائے

کوٹ کے یہ کہہ دیں کہ ایم۔ اسے کی تعلیم تکمیل کے لوازمات اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ تو اسے

وعدہ کا اختلاف نہیں کہیں گے۔ وعدہ کی پیشگوئیاں ترقی کے رنگ میں آجاتی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اسے کہہ دے کہ ایم۔ اسے تاک کیا جس تم تو اب ہمارے ہو گئے۔

اور ہم تمہارے۔ یہ اعلیٰ درجے کا انعام ہے جس کے ساتھ کوئی انعام لگا نہیں کھاتا

تیسری بات یہ ہے کہ اس چیز کے بدلے میں کوئی اور چیز دیدی جائے مثلاً کوٹ کا وعدہ

ہے۔ مگر ضرورت دیکھ کر اسے رضائی و خوشک و بدین۔ صورت میں تو اختلاف ہو گیا مگر

نفس وعدہ میں اختلاف نہیں ہوا۔ ایک اور غلطی ہے کہ پیشگوئیاں معیار صداقت ٹھہرن

دنیا میں پیشگوئی خدا کا قول ہے جیسا اس کا قول سچا۔ فعل بھی سچا ہوتا ہے۔ کاشکاروں

کو دیکھو کہ جب ایک دفعہ انہوں نے کہہ دیں کہ ایک دانے کے بہتے دانے چھوٹے

تو پھر بیج بکڑ کر کہہ دیتے ہیں کہ اب ہماری فصل پک جاوے گی۔ یہ اگر خدا کے ایک فعل کی بنا پر

پیشگوئی کی ہے۔ اسی طرح جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں بچے کی گاری پرا جاوے گی۔ یا ہم

ایف۔ اے۔ بی۔ اے کر لیں گے تو یہ ایک طرح کی پیشگوئیاں ہیں۔ مگر ممکن ہے جیسا کہ

امید کی گئی ہے۔ یہ بات پوری نہ ہو کوئی درمیانی حادثہ پیش آ جاوے۔ مگر تاہم کچھ دے
کو جھوٹا نہ کہیں گے۔ اور نہ بعض دفعہ ان درمیان میں پیش آنی والی باتوں کی بنا پر لوگ
کام چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ کیونکہ ہمیشہ کثرت کی بنا پر فیصلہ ہوتا ہے۔ اور کثرت پر اعتبار کیا جاتا ہے
پس معیار صداقت کثرت و قلت کی بنا پر ہے۔ دیکھو لوگ مجھے طیب اور جبر کا
سمجھتے ہیں تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ سب بیمار میرے ہاتھ سے شفا پائیں گے۔ جب ایسا
نہیں ہوتا تو پھر لوگ کیوں میری طرف رجوع کرتے ہیں۔ کثرت کی بنا پر۔ پس تمام ہیگوین
کا انہی الفاظ میں پرانا ہونا ضروری نہیں۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قول میں کیوں اختلاف
ہوا۔ ہم کہتے ہیں کہ فعل آہی میں کیوں اختلاف ہوتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ بعض
اوقات متزلزل ترقیات کے لئے ہوتا ہے۔ بعض الذی فہم کے معنی اس تشریح
سے سمجھ میں آجائیں گے۔

ہدیٰ۔ بیمار کے لئے پہلے اندازہ مرض کی ضرورت ہوتی ہے پھر قوت کی۔ قرآن مجید
روحانی امراض کو دور کر کے ترقیات کے لئے قوت دیتا ہے۔

مورخہ ۱۳۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۱۔ و رکوع ۱۲)

۱۱ بات چلی ہوئی تھی کہ معیار صداقت کیا ہے۔ انبیاء اور ان کے اتباع کا قاعدہ
ہے کہ ان کو کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو خاموش رہتے ہیں۔ ایک تاریخی واقعہ یاد آیا کہ
ایک عالم سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو وہ خاموش رہے اس پر اس شخص نے کہا کہ پھر اب
کس سے پوچھیں۔ انہوں نے کہا۔ تم ایک مسئلہ کے نہ جاننے سے گھبراتے ہو حالانکہ
کس قدر میری لا اور یان میں۔ پس یہ بھی معیار صداقت ہے کہ راستباز اپنی ٹانگیں بائیں
سے کچھ پیروں کو حلال یا حرام نہیں ٹھراتا۔

لذو فضل۔ وہ اپنے فضل سے حرام و حلال بتا دیتا ہے۔ ایک اور معیار صداقت
بتانا ہے تم نے سنا ہو گا کہ حضرت عمرؓ بڑے رعب والے تھے حضرت علیؓ نے کوفہ میں جا کر
جب بہت سی مشکلات دیکھیں تو ابن عباسؓ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے پہلے
لوگوں کو اتنی جرأت نہ ہوتی تھی۔ انہوں نے کہا ابن عباسؓ تم ہی کہو۔ جب تم آذر بایجان
تھے۔ تو عمرؓ کی نسبت کیا خیال کرتے تھے۔ وہ بڑے کمین تو ایسا سمجھتا تھا کہ ایک جیڑا
توان کے ہاتھ میں ہے اور دوسرے پر پاؤں رکھا ہوا۔ چاہیں تو ابھی پیروں۔ اس پر
حضرت علیؓ نے کہا کیا تم میرا بھی رعب ایسا مانتے ہو۔ غرض ان خلفاء راشدین کی ہر قوت
کے جلال اور شوکت پر نظر کرو۔ پھر دیکھو کہ ایسے بارعجب آدمیوں کو یہی مارنے والے
نے سرحلس مار دیا۔ حضرت عثمانؓ کا پانی تک بند کر دیا۔ قتل بھی کیا۔ ان کی چلتی پڑتی قوم
کی کچھ پیش نہ گئی۔ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کی شجاعت نے ہی کچھ کام نہ دیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایسی حالت میں تھے کہ چاروں طرف سے دشمنوں کا زغہ تھا پھر بھی کوئی آپ کے قتل کا پرہیز
نہ ہو سکا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؐ غیر سے سر نکال کر باہر دیکھا کہ کوئی پہرہ دے
رہا ہے آپؐ فرمایا تم چلے جاؤ۔ پہرہ کی ضرورت نہیں۔ اس حفاظت کا ذکر و مانتوں
فی شان ات میں فرماتا ہے۔

ان اولیاء اللہ۔ اب اولیاء اللہ کے نشان بتاتا ہے۔ ایک قویہ ہے کہ ان

خوف نہیں ہوتا کہ ہم ناکام رہیں گے۔ نہ حزن ہو سکتا ہے کہ ہمیں یہ نقصان پہنچے گا۔ حضرت عمرؓ
و علیؓ کے قتل سے بھی اسلام کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے مقبوضات
ابھی تک تیرہ سو برس سے مسلمانوں کے قبضے میں چلے آئے ہیں۔ کہ بلا کا واقعہ جو پیش کرنا ہے
اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ان کے عارضی فائزین کا نام و نشان تک نہیں اور وہ جو وہاں شہید
کئے گئے ایک دنیا میں ان کا ڈھنگ راج رہا ہے۔ یہ قدر گراؤں میں ملین گے۔ مگر کوئی نہیں
بے گنا جو اپنے تئیں پزیر کی اولاد سے کہے بلکہ نام بھی پزیر ہو۔ خواجہ گک کا یہ نام تئیں ہوتا
الذین استواذ کا نوا یستقون۔ یہ دل اللہ کی تعریف ہے ایمان لائے اور پھر تقویٰ
میں ترقی کرتا رہے۔

لہم البشریٰ۔ ضرور ہے کہ وہ دنیا میں بھی بشارات (الہامات) سے مشرف ہوں اور
اس دنیا میں وہ آخر کی زندگی کا جلوہ دیکھیں۔

کالتبدیل لکلمات اللہ۔ خدا کی باتیں اٹھ ہوتی ہیں عیناً میری جہان وہ کہہ لیا ہے
وہ کہتے ہیں کہ کلام اللہ میں تحریف نہیں ہوتی حالانکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم بشری کی
پیشگوئی میں ضرور واقع ہوتے ہیں۔ اور ان کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

قولہم۔ مخالفین عجیب عجیب طرح سے عقارت کے کلمات بولتے ہیں مگر خوب جھوٹے نظموں
میں رنح کے ساتھیوں کو کہا گیا ہے کہ اذ لنا بادی الراضی۔ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بھی
ان کی قوم ہماری غلام ہے۔ پھر یہ بھی کہتے ہیں۔ ہم پر برتری چاہئے ہے۔ یہ سب باتیں
غلط ہیں اولیاء اللہ اپنی عزت نہیں چاہتے۔ وہ تو خدا کا جلال اور خدا کی عزت کے طالب
رہتے ہیں۔ ان لوگوں میں زیادہ کا نام تک نہیں ہوتا۔ (حضرت صاحب ایک دفعہ مولوی
عبدالکریم صاحب نے پوچھا حضرت آپؐ کبھی کیا آیا ہے فرمایا تم اگر موشیوں میں نماز پڑھو
تو تمہیں زیادہ آتا ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا پس عام مخلوق خدا کے برگزیدوں کی نظروں
میں موشیوں سے بھی کم ہے۔ ریاکیا) پس عزتیں تو خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ جس کو چاہتا
ہے دیتا ہے۔ کیونکہ آسمان و زمین اسی کا ہے۔ ان کے تحقیر آمیز کلمات کا کچھ خیال نہ کرو۔
جعلکم اللیل۔ رات کے وقت سونے میں بادشاہ و فقیر یکساں ہو جاتے ہیں۔ مگر جب دن
چڑھتا ہے۔ تو ہر امتیاز شروع ہو جاتا ہے اسی طرح نبی جو سراج منیر ہے اس کے جلوہ
کے وقت سعید و شقی میں تمیز ہونے لگتی ہے۔

ان الذین یفترون۔ یہ سب کے لئے معیار صداقت ہے کہ مغزی کامیابی کا نہ نہیں دیکھتا

مورخہ ۱۴۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۳)

کئی ایک تاریخوں میں میں نے پڑھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن دنوں میں مکہ
میں برد و بارش رکھتے تھے۔ آپؐ مخالفین کی ایذا رسانی کے مقابلہ میں کچھ نہ کیا۔ مگر یہ
جلتے ہی جب جھٹھا ہو گیا تو لڑائی شروع کر دی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ نبی جھٹھے کے منظر رنچ
میں۔ تین طرح سے اس کی تردید ہو گی ایک جگہ فرمایا۔ لا یكلف اللہ نفساً۔ اور کہوں
کے لئے صرف حوض المومنین فرمایا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ عاطفت
میں بارہ ہزار سپاہ تھی۔ جب آپؐ غزوہ حنین کر جا رہے تھے کسی کو خیال اٹھا کہ اب ہم
استے نہ رہیں۔ ہمارا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے۔ وہاں آستین نازل ہوئیں۔ ویدم حنین

دروازے ایک دوسرے کے مقابلے پر بناو تاکہ خطرہ کے وقت ایک دوسرے کے کام آسکو۔ وہ وقت تو یوں گذر گیا۔ پھر خدا نے میری معرفت بڑائی اور میں نے قورات میں پڑا۔ کہ حکم دیا گیا۔ کہ تم قربانی کے خون کے نشان اپنے گھروں کی چوکھٹوں پر لگا دو۔ تاکہ عذاب کے وقت ڈٹنے ان کو پہچان لین۔ میں نے کہا کہ کیا فرشتے بغیر اس کے پہچان نہ سکتے تھے۔ یہ تو اس پر اعتراض کیا۔ اور معنی یہ کئے۔ کہ اب تم اپنے گھروں کو قربان گاہ بنا لو۔ اور خون کے نشان لگنے سے ان کے گھر اس کے گھر بن گئے۔ اس لئے بھی ان کو قبلہ کہا گیا۔

چوتھے معنی یہ ہیں۔ کہ نماز میں بھی اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو۔ فلا یؤمئذوا حتی یروا العذاب الالیم۔ انبیاء بہت رقیق القلب تھے ہیں۔ مگر جب جنت پوری ہو چکی ہے۔ تو پھر وہ بڑے سخت ہو جاتے ہیں۔ ایک وقت ان کے مومن بننے کی کوشش فرمائی جاتی ہے۔ دوسرے وقت میں کہا۔ کہ ایمان لانے کی توفیق ان سے چھین لے۔ فاستقیما۔ احببت دعوتک کے باوجود یہ وہ شریفین ظاہر کرتی ہیں۔ کہ عذاب کا وہ مدد مل بھی جاتے۔

لن خلفک ایہ۔ اس زمانہ میں اس کی لاش نکلی ہے۔ یہ قول شریف کا عجیبانہ ہے۔

مورخہ ۱۷۔ نومبر ۱۹۰۹ء
رکوع نمبر ۱۵

اللہ کا کوئی بے توبہ نہ تھا۔ مگر افسوس بعض لوگ اپنے علم و فضل پر ناز ان رہتے ہیں۔ بعض اپنی قومیت پر۔ بعض جتھے پر۔ نبی اسرائیل کو مصر میں پہلے سب باتین حاصل تھیں۔ جتنا بھی تھا۔ قومیت بھی۔ علم و فضل بھی۔ جب اللہ تعالیٰ سے تعلق منقطع ہوا۔ تو یہ سب باتین کسی کام بھی نہ آئیں۔ وہ غلام بنائے گئے ان سے اینٹیں پکوانے کا کام لیا گیا۔ بلکہ یہ بھی حکم ہوا کہ اس کا سامان ہی یہی ہوتا کہ یہ۔ پھر جب ان کو خدایا دایا۔ تو خدا ہی ان پر متوجہ ہو رحمت ہوا

صدق۔ عربی زبان میں صدق مضبوط جگہ کہہتے ہیں
یوم القيامة۔ وہ دن بھی ہوتا ہے۔ جہنم انسان مرے۔ فان کنتم فی شک۔ یعنی اے شک کرنے والے اگر تو شک میں ہے عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ فعل سے فاعل مشتق ہو جاتا ہے۔ بارہ ۱۵ سورہ نبی اسرائیل میں پڑھئے۔ کہ فلا تقل لہما آف ولا تنفرا۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم تھے۔ پس وہ مخاطب نہیں ہیں۔ اگر یہاں صما انزلنا الیک آباءہ۔ تو اس سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ثابت ہوگی کیونکہ سورہ اعراف میں ہے۔ ابتعوا ما نزل الیکم من ربکم۔ تکون۔ اے مخاطب نہ ہو شک کرنے والوں سے۔

اذ اعجبکم کثرتکم۔ چنانچہ یہ کہنا تھا کہ یہاں کے سوت و خیرات نے شکست دی اور اس وقت صحابہ کی یہ حالت ہوئی۔ وضاقت علیکم الارض بما رجت۔ جھلگنے کی بھی جگہ نہ رہی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک منجر پر سوار تھے جب دیکھا کہ لوگ پیچھے پھیرے جاگے جا رہے ہیں تو عادت کو کہا کہ باگ موڑ دو۔ اور ایسے خطے کے وقت میں فرمایا انا النبی ولا کذب انا ابن عبد المطلب۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آپ کو جتنے کی پروا نہ تھی۔ تیسری بات۔ واللہ یعصمک من الناس کا نزول ہے۔ جس پر آپ نے پیرہنے سے منع کر دیا۔ ایسا ہی اس رکوع میں حضرت نوح کے حالات پر غور کرو۔ کہ اکیلا شخص بکارتا ہے۔ فاجعوا امومکم وشرکاءکم ثم لا یکن امومکم علیکم غمۃ ثم اقتضوا الی ولا تنظروں۔ کیا اس کلام کو پڑھ کر یہ شک بھی رہ سکتا ہے۔ کہ انہوں کو جتھوں کی پروا نہ تھی ہے۔ پھر حضرت موسیٰ کے واقعات پر غور کرو۔ کہ جب آگے دریا کے نیل تھا اور پیچھے فرعون کی فوج۔ اس وقت صحابہ موسیٰ نے کہا انا لمدو کون۔ مگر حضرت موسیٰ نے کس اطمینان سے کہتے ہیں۔ کلا ان معی دبتی وسیحہ میں پس مکہ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صبر اس لئے تھا کہ یہ لوگ کسی طرح سمجھ جاویں۔

کبر۔ بڑا لگتا ہے۔ قل کا وزن ایسی ہی معنوں کے لئے مخصوص ہے۔ علیکم غمۃ۔ چھپ چھپ کے نہ کرو۔ بلکہ کھلم کھلا مخالفت کرو۔ کھلے بندوں زور لگاؤ واعفوا الدین کذبوا۔ بس نبیوں کو تو اپنے موئے کا بھروسہ ہوتا ہے۔ حضرت نوح کی ایک دعا لا تذری علی الارض من الکافرین دیا۔ اس کا کام کر گئی بعثنا من بعدہم موسیٰ۔ موسیٰ کی طاقت تو یہ تھی کہ ایک آدمی مر گیا۔ تو وہاں سے بھاگ نکلے۔ تلاشی برسنے لگی۔ تو صندوق میں ڈالے گئے۔ آخر اسی موسیٰ نے فرعون پر فتح پائی۔

مورخہ ۱۵۔ نومبر ۱۹۰۹ء
(رکوع نمبر ۱۳)

نبی اسرائیل ایک روایت کے مطابق ۲۵۰ سال اور برداشتے چار سو فرعون کے ظلم میں گرفتار رہے۔

یفتنہم۔ ایسے چکر میں نہ ڈالیں کہ ہماری کمر و بیان ظاہر ہو جاویں۔ رہنا لا تجعلنا۔ مومن تمام مشکلات کا مقابلہ دعا سے کرتا ہے۔ اور اسی سے کامیاب ہوتا ہے

ان تبوا۔ مختلف علاقوں سے اکٹھے ہو کر سب مصر میں اپنا گھر بنا لو۔ واجعلوا بیوتکم قبلۃ۔ بچپن میں ایک عیسائی نے مجھ پر اعتراض کیا کہ اس کے سینے میں اپنے گھروں کو قبدر رخ بناؤ۔ اب تم بناؤ کہ موسیٰ کو تمہارا قبلہ کی کیا ضرورت تھی۔ دوم۔ یہ ثابت کرو۔ کہ ان کا بھی کوئی قبلہ تھا۔ میں نے اس وقت لغات کی کتاب کو دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ قبلۃ کے معنی متقابلہ ہیں۔ پس میں نے اسے بتایا۔ ان کو حکم یہ ہوا۔ کہ اپنے گھروں کے

خلو کائنات قرینہ۔ عرب میں بھی ایک امن کی بستی۔ حرماً آمناً۔ امنہ من خوف۔ اس کو سمجھایا ہے۔ کہ ایمان لائے۔ یونس کی قوم کی طرح فائدہ اٹھائے درشاہ ربک لامن من فی الارض۔ اگر اللہ چاہتا تو انسان کے تمام ایسے قوی ہوتا۔ کہ ان پر نعل یا ترک کا کوئی فعل و تصرف نہ ہوتا اور اس طرح نہ انسان کی نظرت میں ہی نہ رہتا۔

لا یعقلون۔ جو بدیوں سے نہیں رکتے۔

حقاً علینا نبح المومنین۔ مومن کو تمام مشکلات سے نجات دیتے ہیں مگر کوئی مومن بھی ہر۔

مورخہ ۱۷۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۶)

میتوفکم۔ روح کے بقا کے مسئلہ کو ذہن نشین کرنے کے لئے یقینی استعمال میں آتا ہے۔

بیان سورہ یونس کو نوٹ ختم ہوئے

سورہ ہوو
(رکوع اول)

الرا۔ انا اللہ ادری۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے۔ تمہوں کے حامی جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے رہتے ہیں وہ میں دیکھ رہا ہوں (جس کے معنی یہ ہیں کہ میں ان کی شرارتوں کا علم ہے اس کے متعلق باز پرس ہوگی) اس سورہ میں دشمنان رسالت کی شرارتوں کا بیان ہے کتاب۔ تمام راستبازوں کی تعلیم کی جامع کتب۔

ثم فصلت۔ ایک مقام پر فرمایا ہے۔ ولجعلناہ قرآناً عجیباً۔ لقالوا لولا فصلت آیاتہ العجیبی و العربی۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ نصیحت کی مصداق عربی زبان ہے۔ جو بہت فصیح اور تمام قسم کے معانی و مافی الضمیر کے اظہار کے لئے کافی ہے۔ کوئی زبان اللہ کا ترجمہ مفرد لفظ میں برداشت کرنے کے لئے پیدا نہیں۔

من لدن حکیم خبیر۔ یہ کتاب حکیم کی طرف سے ہے۔ عام حکیم جو کچھ کہتے ہیں۔ اس کے سامنے عوام کو چون و چرا کا یار نہیں۔ چہ جائیکہ ایک عظیم نشان حکیم کی طرف سے ہو۔ اور حکیم بھی ایسا۔ کہ جو ہر طرح سے باخبر ہو۔

الا تعبدوا الا اللہ۔ میں یہ اس کتاب کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ یہی کلمہ کار روح رواں ہے۔ جس کے اعلان کا جہان تک اہتمام ہے۔ کہ پانچ وقت کو ٹھہرنے پر چڑھ کر تبلیغ کی جاتی ہے اور دنیا میں کسی مذہب نے کسی بات کی اس زور سے اشاعت نہیں کی۔

انہی لکم حینہ نذیر و بشیر۔ یہ توحید کو کامل کرنے کے لئے اس کا دوسرا حصہ ہے۔ کیونکہ سب احکام انہی مبارک وجودوں کے ذریعے

سے ظاہر ہوئے۔

یستعکم متاعاً حسناً۔ بعض لوگ قرآن سیکھنے یا اس پر عمل کرنے کی نسبت یہ عذر کرتے ہیں۔ نیک سماش۔ وودن کی زندگی میں پہلا کیا کرے کوئی۔ فرماتا ہے۔ رزق کا سامان ہم خود کر دیں گے۔ دما من دابستہ۔ میں اس مسئلہ کو کہہ رہا ہے۔

ان تو توار۔ مذہب حق اختیار کرنے سے بعض دکھوں سے ڈرتے ہیں فرماتا ہے۔ کہ وہ عذاب جو حق کے انکار کرنے کی سزا میں ہے۔ اس سے بہت بڑھ کر ہے۔

فی ستۃ ایام۔ ہر چیز جو کمال کو حاصل کرتی ہے۔ چھ مراتب کو طے کر سکے۔ فرماتا ہے۔ کہ آسمان و زمین کو پیدا کیا اور پھر اسے کمال تک پہنچایا۔

(باقی آئندہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

ایں جگہ پارہ گیارہ بیان کے
Digitized by Khilafat Library

نوشہ ختم ہوئے

الحمد لله رب العالمین

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ بار ہواں

سورہ ہود

مورخہ ۲۰ - نومبر ۱۹۲۹ء

(بقیہ رکوع اول رکوع دوم)

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

دلشن اذ قنا الانسان - جو لوگ خدا کی کتاب اور خاتم النبیین کے حالات و تعلیمات سے ناواقف ہیں ان کی یہ حالت ہوتی ہے

دنیا میں بھی خوشی آتی ہے اور کبھی غمی - اور کبھی صحت ہوتی ہے اور کبھی بیماری اور کبھی دکھ اور کبھی سکھ - انسان پر یہ دونوں حالات ضرور ہوتے ہیں - مگر ایک نبیوں کے متبع ہوتے ہیں ایک جو ان کی تعلیمات کی پروا نہیں کرتے - یہاں آخر الذکر کا ذکر ہے - لیٹس کفور - بے ایمان انسان نامید ہو جاتا ہے مگر نبیوں کے متبع کی نسبت شنی من آیا ہے -

ہر بلاکین قوم راحق دادہ است : زیر او گنج کرم بنہادہ است

ایک بیوی کا خاندان فوت ہو گیا اور اس کے دل میں خیال آیا کہ اب اس کی مثل کون ہوگا مگر معاً اس نے استغفار کیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ کو سب قدر تین میں چنانچہ اس کے بعد اس کا نکاح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو گیا - اور اس نے خود اقرار کیا کہ یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا - یاس مومن کا کام نہیں - حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ایک موقع پر فرمایا ہے - ولا یس من دع اللہ الا القوم الکافرون - چنانچہ اس کا پہل پایا -

دلشن اذ قنا انسان - حدیثوں میں ایک شخص کا ذکر ہے جسے جہاد تھا اس کے سامنے فرشتہ متحمل ہو کر آیا اور پوچھا کیا چاہتا ہے - کہا توں من - رنگ اچھا ہو - جسمانی صحت ہو چنانچہ ایسا ہو گیا - پھر اس نے کہا کیا چاہتا ہے - کہا مال موشی ادنٹ وغیرہ - یہ بھی مل گیا پھر وہی فرشتہ گدا کی شکل میں اس کے سامنے آیا اور سواری کے لئے گھوڑا مانگا تو اس نے اسے جھڑکا کہ یوں دینے لگے - تو ہمارے پاس کیا رہے اور اسے ذلیل سمجھا - بدبخت انسان خھوڑے سے ننگے پر پھول بیٹھتا ہے اور اکڑ باریں جاتا ہے -

فلعلک نادلک بعض مایوحی الیک - کئی لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بعض حصہ کلام کی مطلق پروا نہیں کرتے دوسروں کی عیب چینی معمولی معمولی باتوں پر کہنے میں اور خود اپنے نفس پر غور نہیں کرتے کہ ہم سے اہم فرض کے تارک ہیں - حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص آیا - اور پوچھا کہ بے وجہ کھسی مارنے کا کیا قصا

اپنے اس سائل کو دیکھ دیکھ کر فرمایا کہ تیرے گھر کے مین اس نے کہا ہاں - فرمایا - امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کے وقت تہین فوسے کی ضرورت نہ تھی -

وصالیق بصدد - جب کوئی حکم قرآنی آئے تو پھر شرح صمد سے اسے نہیں کرتے بلکہ یہاں سے بناتے تھے مین کہ اپنی قوم کا بھانڈا ہے یہ بات کہ وہ بات ہے -

افمن کان علی بیعة - اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دین آیا اسکی صداقت کے تین نشان فرمائے - ایک مینہ - دوم شامہ - جو اس کے اندر سے ہو یعنی غمیر کی شہادت - فریست مومن - سوم انکی کتب - مثلاً موسیٰ کی کتاب کی شہادت - انبیاء و فلاسفوں مین یہ فرق ہے کہ فلاسفوں کا آپس مین ضرور فرق ہوتا ہے مگر انبیاء اصولاً سب کے سب متفق ہیں -

مورخہ ۲۱ - نومبر ۱۹۲۹ء

(بقیہ رکوع دوم)

ہر حق کے سامنے ایک جھوٹ ہوتا ہے اور ہر جھوٹ کے مقابل سچ - یہاں دمن الظلم مین جھوٹے مفتری کا نشان اور اس کا انجام بتاتا ہے -

الا لعنة اللہ علی الظالمین - موٹے اور فزحون دونوں مرچکے مین مگر موٹے پر سب علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھتے ہیں اور فزحون پر کوئی رحمت بھیجنے والا نہیں -

یسفون عجا عوجاً - بے دین (شیر ہے) رہ کر چاہتے ہیں - اللہ کی راہ کو - مسلمان بھی ایسے مرض مین گرفتار ہیں -

وہم بالآخرۃ ہم کافرون - ان تمام فراموشوں کی جڑ ایک ہی بات ہے کہ وہ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ ایک وقت آتا ہے - جب ہم کو جواب دی گئی پڑے گی -

ان الذین استذا - اس مین دوسرے گروہ کا ذکر فرماتا ہے - جو راست باز دین کا گروہ ہے - اولئک اصحاب الجنة - صحابہ کرام کے لئے ایک جنت تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت تھی کہ وہ معاصی اور ان کے بد نتائج سے بچکر نیکوں سے لطف اٹھاتے تھے -

ایک شرابی ہی کو لور شراب پی رہا تھا کہ اسے بھر دین لگے - پاس جو نقدی تھی وہ لگتی - ایک پشت - اللہ پر بھروسہ اور ایمان کا ہے جو مصائب مین بھی آرام بخشتا ہے - پھر صحابہ کے لئے - مدینہ منورہ ایک پشت تھا پھر کہ کی فتح - اور دوسری فتوحات مثل عراق - عجم - شام - مصر اور وہ مالک مین کی نسبت موٹے علیہ السلام نے اپنی قوم کو مدد دیا کہ وہ دن دودھ اور شہد کی ندیاں بہتی ہیں - ایک پشت قرآن - اور اس کی حج قاطعہ و برامین ساطعہ مین - جس کے ذریعے تمام مذاہب پر فتح پا کر منظر و منصور ہو کر شاد کام رہتا ہے -

ایک دفعہ مین سکر گیا ایک مولوی سے ملاقات ہوئی - مجھ سے پوچھا - مرزا صاحب کیا لکھتے ہیں - مین نے کہا علامات المقربین لکھتے ہیں اس مین ایک بات لکھی ہے - کہ ان الابرار لفی نعیم - دان العجبار لفی جحیم - مومن اسی دنیا مین نعمتیں پاتا ہے - اور فاجر دوزخ مین ہو جاتا ہے - جل جل کر کہا کہ دنیا آگ ہے - مولوی بولا یہ بات تو ٹھیک نہیں دیکھئے ہم نان شبیہ کو ترستے ہیں اور یہ کا ذکر کرنا بھیاں گزارنے ہمارے سینے پر بڑا سنگ تو

میں۔ میں تو دیکھ کر کباب مچھتا ہوں۔ پاس ایک بولہ بیچے تھے وہ بولے مولوی صاحب
دنگ بھی تو اس جتنے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا ہے مولوی صاحب بولے۔ سچ کہتا ہے
گیا اس طرح پر اس نے اپنی جینی زندگی کا اقرار کیا۔

مورخہ ۲۲۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۳)

ان یقینکم۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کے تقاضے کے مطابق سلوک کرتا ہے۔
جب کسی کے اعمال کا تقاضا جہنم ہے کہ وہ دعویٰ سقر ہو تو وہ ایسا ہو جاتا ہے۔

پولوس نے تقدیر کے مسئلہ کو نہیں سمجھا اس لئے اس نے آخر بگڑ کر کہا کہ کاریگری
کاریگری کو کیا کہہ سکتی ہے۔ حالانکہ یہ مثال ٹھیک نہیں کیونکہ برتن وغیرہ میں تو عقل اور اختیار
فعل کی حد تک بھی نہیں اور انسان میں یہ بات ہے۔

مورخہ ۲۲۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۴)

آسودہ حالوں پر غریب ناصح کی بات کم اثر کرتی ہے حضرت نوح کا زمانہ بیت آسودہ حالی
تھا اس لئے انہوں نے اپنے ناصح کی باتوں پر سے فائدہ نہ اٹھایا۔ بیت افسوس ہے
کہ یہ مرض مسلمانوں میں بھی پھیلنا جاتا ہے۔ اسی واسطے میں نہیں چاہتا کہ بہت روئندہ
میری بیت میں داخل ہوں۔

کائنات پر۔ ایک معنی یہ میں اس لئے ہم جہنمی کرنے میں کہ تم بھی جہنمی کرتے یا یہ معنی کہ
ہم جہنمی کر رہے ہیں تم کرتے ہو۔

فاد التور۔ اس کے پانچ معنی ہیں ۱) تیز کے معنی وہ الارض زمین کا اوپر لافضہ
(۲) اونچی جگہ۔ ۳) اونچی جگہوں کے چٹے چھوٹے ٹکے۔ (۳) اس گڑھے کو کہتے ہیں جہنم
لوگ روٹیاں پکاتے ہیں یعنی وہاں ہی پانی نہ نکلا۔ (۴) پو پھٹنے کا دنت اگیا نوح کی قوم پر
عذاب سحری کو آیا تھا۔ (۵) اپنے مخلصوں پر پانی حملہ آور ہوا۔

آقا قلیل۔ بہت روایتوں میں میں نے پڑا ہے کہ ۸۰ سے زیادہ نسخے یہ مثال یاد رکھنے کے
قابل ہے۔ بیان ایک واقعہ مجھے یاد آگیا ہے جو تمہارے نفع کے لئے تھیں سننا ہر
سفر میں ایک شخص نے حضرت کے متعلق مجھ سے میں سوال کئے ایک ان میں سے اس سبق کو
ساتھ لے کر کہتا ہے وہ یہ کہ ایک جگہ حضرت صاحب کے گہارے کے میں علی التریک فریجی جاردن
کے اچھا کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ ورنہ مسیح سے بڑھ جادوں۔ دوسرا یہ علی تو کفار ہی کہ
لئے میں۔ ان دونوں میں ایک نبی کی بات کی محنت ہنگ ہے نیز ایک نبی کے علی کو کہہ دیا
میں نے کہا آپ مولوی عبداللہ صاحب کو جانتے ہیں۔ جنہوں نے تحفہ اللہ لکھی ہے کہا
وہ تو میرے پیر و مرشد تھے۔ میں نے سنا ہے کہ جیسے ہندوؤں کو مسلمان کر لیا تھا کہ کیوں نہیں
تین سے زیادہ کو مسلمان کر لیا تھا جس مدرسہ میں پڑھتے تھے اس کے تمام طالب علم مسلمان ہو گئے
میں نے کہا تم نے تو رات پڑھی ہے اس میں لکھا ہے کہ نوح نے ۸۰ آدمی ۹۵ برس

کی تعلیم میں مسلمان کئے اب میں کس طرح مان لوں کہ مولوی عبداللہ نے چند سالوں میں ۸۰۰ کافر
مسلمان کر لئے کیا ایک اتنی ہی سے بڑھ کر ہو سکتا ہے اس نے کہا بات تو ٹھیک ہے آپ ہی
جواب دیں۔ میں نے کہا۔ سنو! جو ہتھیار مولوی عبداللہ کے پاس تھا (قرآن مجید) وہ نوح

کے پاس نہیں تھا۔ پس یہ فضیلت تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہے۔ یہی بات
بیان سمجھ لو۔ دوم۔ یہ بتاؤ۔ کہ قرآن شریف خدا کا معجز کلام ہے یا نہیں۔ کہا ضرور۔ میں نے
کہا کہ وہ کس زبان میں ہے۔ کہا عربی میں۔ میں نے کہا کہ ابو جہل کو کون سی زبان بولتا تھا
عربی۔ میں نے کہا کہ ہنگ کر رہے ہو۔ جو زبان خدا کی طرف سے معجزہ ہے وہی ایک کافر
کا فعل قرار دے رہے ہو۔ یہ سن کر مہوت رہ گیا۔ سوم۔ میں نے اسے کہا آپ ایک تصویر
یا بت بناؤ۔ میں آپ کو ایک مسئلہ سمجھاتا ہوں اس پر وہ جھٹ بولا کہ تصویر یا بت بنانا تو
حرام ہے۔ میں حرام فعل کا ارتکاب کیوں کر کروں۔ میں نے دو تین بار یہ فقرہ اس سے
دہرایا۔ پھر کہا کہ موش کرو۔ ایک نبی کے فعل کو حرام قرار دے رہے ہو۔ (۱) انی اخلق
لکم من الطین کھیت۔ الطین۔) دیکھو حضرت صاحب نے تو ادب کیا اور صرف یہی فرمایا کہ
میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں ورنہ ایسا کر سکتا اور تم جو صریح حرام کہہ رہے ہو وہ بہت نادوم
ہوا اور کہا کہ سب باتوں کا جواب آگیا یہ باتیں علم سے نہیں آتیں۔ خدا کے خاص فضل سے
آتی ہیں۔

مورخہ ۲۲۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۴)

انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کا ادب کس طرح کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔
جان بتایا ہے حضرت نوح نے اپنے بیٹے کے لئے دعا کی اس بنا پر کہ اہل کے بچانے کا
وعدہ کیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ حضرت نوح کو ایک ادب سکھاتا ہے۔

فلا تسئلن مالیس لک بہ علم۔ نوح! تو کیوں کہتا ہے یہ میرا اہل ہے۔ جب ہمارا
وعدہ تھا تو ہم کو خود ہی اس کا پاس تھا۔ تم کیا جانو کہ یہ تمہارے اہل میں سے نہیں۔ اب دوسری
بات دیکھو کہ اس طریق ادب کے سکھانے کے جواب میں اگر ہم ہوتے تو کیا کہتے۔ مجھے نیون
کا علم نہ ہوتا۔ تو میری فطرت یہ گواہی دیتی ہے کہ میں یہ کہتا آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ مگر
حضرت نوح نے ایسا نہیں کیا بلکہ ادب سے اپنی محزوری کا اقرار کیا ہے اور یوں کہا۔ کہ
رب اتی اعوذ بک ان اسئلک مالیس لی بہ علم۔ یعنی آپ ہی توفیق دین کہ میں ایسی
دعا نہ کروں۔ جس کا مجھے علم نہ ہو۔ دعویٰ نہیں کیا کہ میں ایسا نہیں کروں گا ایسا واسطے
صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ توبہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک کام چھوڑے۔ دوم۔ دعا کا
کے۔ وعدہ کر لینا اچھی بات نہیں۔ کیوں کہ پھر ایسا کرے گا۔ تو ایک گناہ اس ہی کا۔
دوم۔ گناہ وعدہ شکنی کا کیوں کہ بعض انسانوں کو ایک بات کی لت ہو جاتی ہے۔ تو وہ جب
موقعہ آجاتا ہے۔ بول اٹھتے ہیں۔ ہمارے تو یہ شکن آمد و چہ چارہ کنم۔ دیکھو حضرت نبی کریم نے
دعا کی ہے۔ دحمت ارجوا فلا تمکن لی طرفتہ۔ قرآن مجید مومنوں کو ادب سکھاتا
ہے۔ اور فرمایا لا توفعوا اصواتکم فوق صوت النبی اور لا تقدموا بین یدی اللہ
دوسو۔

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقسیم کردہ مال غنیمت کی نسبت اتنا کہا کہ میں
انصاف ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ خالد بن ولید قتل کرنے کے لئے اٹھے آنحضرت نے
روک دیا اور فرمایا کہ مومن ہونے کا دعویٰ کرنا ہے درگزر کرو۔ مگر دیکھو گے کہ ایک قوم
اس کے ذریعے پیدا ہوگی۔ قرآن کریم جن کے خلق سے نیچے نہیں گزریگا جہو راہی اسلام کا

مذہب ہے کہ حضرت علی نے ایسے لوگوں کو قتل فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بڑے الزام لگائے گئے۔ عبد اللہ بن سلام نے سمجھا یا کہ تم یہ جرات دے اہل دلی نہ کرو۔ ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیامت تک تلوار مسلمانوں سے نہ اٹھگی قتل کرنے والے نہ مانا تو اس کا نتیجہ بھگتا۔

مکہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے آئے۔ معمولی بات تھی مگر اس کا نتیجہ دیکھنے والوں نے دیکھا۔ حضرت علی بھی مجبور ہو کر مدینہ سے چلے آئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر مدینہ دارالمنافقہ نہ بنا۔

بسم ونا۔ سلامتی ہماری طرف سے۔ اس تعویذ کا نتیجہ ہے یہ فرد کا بدلہ ہوا۔ اب برکات خیر پر اور تیرے ساتھیوں پر ہوں گے۔ یہ اس ادب کا انعام ہے ایک صوفی نے عجیب نکتہ لکھا ہے کہ ساحران فرعون کے ادب کا نتیجہ تھا کہ انہیں ایمان لانے کی توفیق عطا ہوئی۔ انہوں نے جناب موسیٰ کا ادب کیا۔ اور کہا۔ اما ان تلقی۔ میں نے بھی اس سے ایک نکتہ نکالا ہے۔ وہ یہ کہ مباحثہ میں ہمیشہ پہلے دشمن کو اعتراض کرنے دے پھر اس کا جواب دے یونہی اس طریق سے فتح پاتا ہے۔

تلك من ابناء النبی۔ نبی کریم کو مخاطب فرمایا ہے کہ یہ آئندہ کا واقعہ ہم بیان کر رہے ہیں۔ قصہ نہیں۔ فرماتا ہے کہ تم خدا سے دعا میں کرو۔ اور وہ ادب سے ہوں۔ اور حضرت نوح کی طرح استغفار سے اپنی تعلیم پھیلاؤ۔ وہ تعالیم جسے تو اور تیری قوم اس سے پہلے ہرگز نہ جانتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان العاقبة للمتقين۔ انجام کار متقی فتح پائیں گے۔

اعبدوا اللہ۔ یہ اصل الاصول بہت ضروری ہے۔ پہلے جو کام کرو۔ خدا کے حکم کو ماتحت کرو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو۔ پھر تمہاری نفسانی غرض اس میں شامل نہ ہو۔

ما لکم من اللہ غیرہ۔ اے اللہ کا ہی مطلب تھا۔ اسے تاکید کے لئے فرماتا ہے کہ کوئی سوائے اللہ کے تمہاری نیت قول و فعل میں محبوب اور مقصود نہ ہو۔

مورخہ ۲۵۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۵ و رکوع ۶)

کید دنی جیسا۔ تم بھی اور تمہارے بھتیجے بھی۔ انبیاء جتنے کے محتاج نہیں ہوتے دیکھو۔ یہاں کا کوئی جتنا نہیں۔ کس سجدی اور جرات سے اعلان کرتے ہیں۔

وما من دابۃ۔ جب رب جانداروں پر خدا تعالیٰ کی حکومت ہے تو ہمیں کوئی چیز ضرر کیوں کر دے سکتی ہے۔

قریب بحیب۔ قریب و عاصی ہے اور پھر قبل کرتا ہے۔

مورخہ ۲۶۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۶)

ھذا ناقة اللہ۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے۔ نشان قرار دے۔ یہاں ایک

معمولی اونٹنی کی نسبت کہہ دیا۔ چلہری بطور نشان تھی۔ وعدہ غیر ممکن دب۔ بعض وعدے تل بھی جانے میں یہاں غیر کذب فرمایا۔ کہ اس خلافت نہ ہوگا۔

جہنمیں۔ زمین کے ساتھ لگے رہے۔ مرغی زمین گرید کہ اس پر ہناسینہ رکھ دیتی ہے اسے جہنم کہتے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے۔ جہنم الطائر۔

الصیحة۔ جیسے ایک مصرع صالح الزمان ہاں۔

کان لم یفندوا۔ گویا ان کا معنی ہی کوئی نہ تھا معنی کہتے ہیں۔ آباوی کو۔

قالوا مسلماً۔ کہتے ہیں مسلمانے سلام بڑھ کر ہے۔ سلام کے چلے کوئی فعل ہے جو اوقات سے متعلق ہے یعنی مانسی یا مال یا استقبال کا۔ بہر حال دوام نہیں ہے مگر سلام میں زمانہ کوئی نہیں اس میں دوام پایا جاتا ہے۔ گویا ابراہیم نے ان سے پتہ جواب دیا۔ حسب آیت حنیتم خبیثۃ فخبوا باحیث منھا۔

ضمالیث ان جاء بھل۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہمان سے پوچھا کہ روٹی کہاں ہے یا نہیں۔ لغویات کہ جو حاضر ہو پیش کر دیا ہے۔ تو کہالے۔

حذیذ۔ تلا تھا ترجمہ وہی کی رہائش کی وجہ سے ہے۔ اصل میں اس کے معنی ہیں کہ گوشت کی بساؤں و رطوبت جلائی گئی تھی۔ ایک پتھر گرم نیچے ایک اوپر رکھ دینے میں اور اسی طرح گوشت تیار کیا جاتا ہے۔ ہمارے علاقے میں بھی ایسا کرتے ہیں ایک کھال بن رکھ کر گرم رہتے ہیں رکھ دیا۔

داد جس منہم خیفۃ۔ صوفیوں نے لکھا ہے کہ ابراہیم کے قلب سے۔ معلوم کر لیا کہ یہ عذاب لائے اور ابراہیم اللہ کے غضب سے ڈرے۔

ففضلت۔ اس کے ایک منہ کرتے ہیں کہ وہ بڑا ہے میں حاضر ہوئی۔ یوینقی۔ یہ عورتوں کا طرز کلام ہے۔

ھذا اہل شیخا۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جناب ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۹ سال تھی۔

علیکم اھل البیت۔ اس سے یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ اہل بیت میں بیہان شامل ہیں اھل اذکم عیۃ اھل بیت یکفلو نہ۔

لکن۔ سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ پس بڑا افسوس ہے کہ شیعہ اہل بیت میں بیہون کر شامل نہیں کرتے۔ اور پھر کم میں کم ضمیر کو ذکر کے لئے بناتے ہیں۔ وہ دیکھیں کہ یہاں بھی ایک عورت کے لئے ہوکتا علیکم آیا ہے۔

ولما جاء ت مسلماناً مسوحاً لحم۔ چونکہ قرآن میں لکھا ہے کہ تو طہ خود ان کو گھر میں لائے۔ اس لئے بعض مفسرین نے اس کے اچھے معنی کئے ہیں کہ طہ اس امر پر تنگ ہونے کہ یہ کیوں ہمارے ساتھ نہیں چلتے اور یہاں نہیں بنتے۔

مورخہ ۲۸۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۷ و رکوع ۸)

ھو کاء بناتی من اھلکم۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت و طہ کی سات

بہیمان تھیں۔ پانچ اسی گاؤں بن یا ہی ہوئی تھیں تو حضرت لوطؑ
نے ان کو شرم دلائی کہ دیکھو سب لڑکیاں تمہارے ہی گھروں میں
ہیں۔ پس کہا میں تمہارے بڑے بن ہوں کہ اجنبی لوگوں کو بطور جاسوں
داخل کروں۔

اطمینان۔ یہ لڑکیاں میں نے تمہارے تقوے کے لئے پیش کی ہیں ان کا ساتھ
سوچو۔ کہ جب یہ تھیں دسے دین تو میں گاؤں کے برخلاف کوئی منصوبہ کیوں
کرتے تھے۔

لن لی بکم قرة ادا دی الی دکن شدید۔ حضرت لوطؑ نے پہلے قوت کا ذکر کیا۔
مگر پھر انبیاء کے طریق پر اللہ کی طرف جھک گئے اور کہا کہ نہیں بلکہ میں اللہ کی
پناہ لوں گا۔ رکن شدید سے مراد یقیناً اللہ ہے۔

عالمیسا سا فلھا۔ جو عالم تھے ان کو ساقل کر دیا۔ بڑوں کو چھوٹا اور چھوٹوں
کو بڑا بنانا۔ خدا کی عجائبات قدرت کے نمونے ہیں۔

مورخہ ۲۹۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(دیکھ ۱۸)

ردحق منہ۔ میں بد معاملگی نہیں کرتا۔ لین دین میں دھوکہ نہیں کرتا۔ پھر
جی بچے خدا نے اپنی جناب سے بہت عمدہ رزق دے رکھا ہے۔ تم
کیوں لا ینقصوا لکمال والمیزان پر عمل نہیں کرتے۔ میری مثال سے
ظاہر ہے کہ حصول رزق۔ ماپ تول کی کمی پر موقوف نہیں۔

وما تو فیقی الا باللہ علیہ توکلت۔ میرے ایک دوست بڑے ہما نواز
تھے۔ ایک دفعہ ایک مہمان آیا۔ عشاء کی نماز کا وقت تھا۔ پاس پیسہ تک نہ تھا
اسے کہا کہ آپ ذرا لیٹ جاویں۔ میں آپ کے کھانے کا بندوبست کرتا ہوں اس
کے بعد انہوں نے دعا کی طرف توجہ کی اور کہا اخوض امری الی اللہ
ان اللہ بصیر بالعباد۔ سولا تیرا ہی مہمان ہے یکایک ایک آدمی نے آواز
دی۔ کہ لینا میرے اٹھ جاؤ گئے۔ ایک قاب پلاؤ کا تہانہ اس نے اپنا کام
بتایا نہ ان کو جلدی میں خیال رہا۔ وہ قاب مدت تک ہوا امانت رہا۔ کوئی
الک پیدا نہ ہوا۔ تو کل عجیب چیز ہے۔

کایچ منکم۔ اللہ تعالیٰ کا تم سے قطع تعلق نہ کر دے۔
ما لفقہ کشرأ متا تقول۔ یہ ایک ہمانہ ہے۔ انبیاء جو دین لاتے ہیں وہ
بالکل سہل ہوتا ہے۔ لوگ عجیب پیچیدہ رسمیں ادا کرتے ہیں۔ اور
خدا کے حکم پر عمل نہیں کرتے۔ بن نے ایک خوجہ قوم شیعہ کو دیکھا ہے
کہ ان میں سو سو سال کے بوڑھے ہو گئے اور فتنہ نہیں کرایا۔ کیونکہ فتنہ کی
رسوم کے لئے سو سو روپیہ چاہیے تھا۔ لوگوں نے خدا اپنے تئیں شکلا
میں ڈال رکھا ہے۔

مورخہ ۳۰۔ نومبر ۱۹۰۹ء

(دیکھ ۹)

ہر بن میں جو اس فن کا ماہر ہو اس کی بات ماننی چاہیے۔ مثلاً کوئی انگریزی زبان کے متعلق
مسئلہ ہو۔ تو انگریزی جانتے والوں سے۔ شعر۔ شاعروں سے۔ غرضیکہ ہر ایک کسب اس
کے اہل سے دریافت کرنا چاہیے۔ دنیا میں ہر قسم کی تجارت و سیاست کو جس طرح یورپ والے
جانتے ہیں۔ ہم لوگ واقف نہیں ہیں لہذا ان سے سیاست و تجارت کے متعلق باتیں
دریافت کرنی چاہئیں۔ لیکن بن معلوم سے وہ ناواقف ہیں۔ مثلاً یورپ و امریکہ والے
علوم روحانی اور خدا شناسی سے بالکل نا آشنا ہیں

ولقد ارسلنا۔ ہم نے موسے کو فرعون کی طرف بھیجا۔ فرعون تو اس فن سے ناواقف
تھا۔ جس کے متعلق موسے۔ اس کے قبیلے نے اس خاص میں بھی فرعون کی ہی اتباع
کی۔ پس اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔

ودد۔ کاٹھ کا بڑا پیالہ۔ گھاٹ میں اترنے کو بھی کہتے ہیں۔ د خدا بھی کہتے ہیں۔
ذلک من ابناء القری۔ یہ باتیں ان واقعات و حالات سے متعلق ہیں جن کے متعلق انبیاء
آتے ہیں۔ فرعون کو مصری کا تو گھمنڈ تھا۔ پھر مصر اب موجود ہے۔ اس کی حالت کو دیکھو
بعض ایسی بستیوں میں جو تباہ ہو گئیں۔ مثلاً لوطؑ کی بستیوں جن کے نام سدّام وغیرہ
پانچ بستیوں۔

تقیب۔ ہلاکت جیسا کہ سورہ تبت میں بھی آیا ہے۔ صدیقوں لکھا ہے کہ انسان کا جسم
بھی ایک بتی ہے۔

مورخہ یکم و ستمبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ دیکھ ۹ نمبر ۱۰)

فاما الذین شقوا۔ جو اپنے مطالب میں کامیاب نہ ہوئے۔ ناکام نامراد اسے عربی زبان
میں شقی کہتے ہیں۔

ما وامت السموات والارض۔ کہان کا آسمان و زمین؟ وہاں (جنت) کا
الماشاء دیکھ۔ اس کی بابت بہت بحث ہے کہ ماشاریک سے کیا مراد ہے۔
بعض نے لکھا ہے کہ دنیا کی زندگی میں جو آسائش پہنچ جاتی ہے۔ اس کا استثنا
مراد ہے۔ بعض نے اس فاصلہ کو اور وسیع کیا ہے۔ کہ قبر سے شرنک۔ بعض نے
اور بھی وسیع کیا ہے اور کہا ہے کہ شرنک فیصلہ تک۔ بعض نے یہ کہا ہے۔ کہ
آخر دوزخ سے سب نکالے جا دیں گے۔ میرے نزدیک اس سے اظہار غفلت
و جبروت ہے۔ کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ مثبت الہی کی ماتحت ہوتا ہے۔

فلا تلک۔ یہ خطاب عام ہے۔ ہر مخاطب قرآن سے۔
فاستقم۔ حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا ہے۔ کہ شیتنی ہود۔ کہتے ہیں اسی آت
کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک استاد کو اپنی جماعت۔ مرشد کو اپنے مریدوں کا
سخت فکر ہوتا ہے۔ یہاں نبی کریمؐ کو استقامت کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی من
قاب معک۔ انسان کو اپنی ذات کی ذمہ داری مشکل ہے چہ جائیکہ دوسروں کا ذمہ
اٹھانا ہو۔ ان حضرت علیہ السلام دعا فرماتے تھے۔ اللهم رحمتک ارجوا
فلا تلکنی الی نفسی طرفتہ عین۔

(باقی آئندہ انشا اللہ تعالیٰ)

طریقی النہار۔ صبح و عصر کی نماز۔

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ بار ہواں

سورہ ہود

مورخہ ۲ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۱۰)

تھے ایسا ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف ہی تسعة دھندہ نہ گروہ تھو۔

آیت ۱۳ - قصص - بیان زیادہ کرنا چاہیے کہ یہاں لفظ قصص قی پر فتح کے ساتھ ہے یہ مصدر اور اس کے معنی ہیں - بیان کرنا - بعض لوگ غلطی سے اس کے معنی کرتے ہیں - قے - قے اور لفظ ہے جوق کی زیر اور کسرہ کے ساتھ ہے - اور اسکی جمع ہے - قصص - قی کے نیچے زیر کے ساتھ - نبیل بن حضرت رسول کریم حضرت نوح حضرت موسیٰ حضرت ابراہیم علیہم السلام والبرکات بٹے اولاد العزم لوگ ہوئے ہیں اور ان کا معاملہ حضرت یوسف علیہ السلام کہیں بڑھ چڑھ کر ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا معاملہ حضرت یونس یا ایک عورت کے ساتھ ہوا تھا اور وہ ان تمام اقوام کی مخالفت کا بہت خوفناک مقابلہ پیش تھا۔

آیت ۴ - دایت - میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ اس کا نام خواب کہتے ہیں مگر حضرت یوسف اس کو دیکھنا ہی فرمایا اور یہی اصطلاح صحیح ہے وہ بھی ایک قسم کی بیداری ہی ہوتی ہے جس میں دوسرے شریک نہیں ہو سکتے۔

فی مسجدین - میرے سب سے دو مسجدیں گئے ہوئے ہیں کوئی ایسا امر واقعہ ہوا ہے کہ وہ سب کے سب مسجدوں

ہو رہے ہیں - آیت ۵ - اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب تعبیر روایا کی سمجھ گئے تھے - فرمایا

تیرے بھائی تو تیرا مقابلہ کریں گے اور یہ ان کا شیطانی فعل ہو گا - کیونکہ شیطان ہی آپس میں جنگ کر دیتا ہے

آیت ۶ - یعلک - اللہ تعالیٰ تجھے اس روایا کی اصل حقیقت بتا دیگا اس بات سے حضرت یعقوب نے

پہچان لیا کہ یوسف پر خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہو رہا ہے - میرا اور میرا باپ اسحق میرے دادا ابراہیم کا وارث ہو گا

مورخہ ۵ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۲)

اس رکوع میں خدا تعالیٰ کی صفات ہئین اور حافظہ کا خوب اظہار ہے - آیت ۱ - سائلین - آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے متعلق سوال کرنے والوں کے واسطے یوسف اور اس کے بیانیوں کے بیان میں جواب

ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ہی کہ ان لوگوں نے یہی ارادے کئے تھے کہ ان کو قتل کیا جائے یا قید

کیا جاوے - یا جلا وطن کیا جاوے - آخر آپ ہجرت پر مجبور کئے گئے اور بالآخر یوسف کی طرح ان کو پر فتح پائی اور

انہیں معاف کر دیا اس آیت میں پیغمبر کی ہے کہ جو حال یوسف کے بیانیوں کا اس کے مقابلہ میں ہوا تھا وہ ان فریق کا ہو گا

آیت ۲ - عصبة - ہم ایک بڑی جماعت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں ایسا ہی کیا

گیا تھا - من القرمین عظیم - ضلی مبین - کاٹنے والی جوت - یوسف کے ساتھ ایسی جوت جو جو ہم سے

قطع محبت کرائی ہو - آیت ۳ - من بعدہ - بعض لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ یہ بی بی ہم کرکین پھر نیک بن

جائیں گے - ایسے آدمیوں کو نیکوں کی توفیق نہیں حاصل ہوتی - بعد میں توبہ کرنے کی نیت کیسا کچھ بدی کی

طرت چھٹنا کبھی اعمال صالح کی توفیق نہیں دیتا

آیت ۴ - غیبت الحب - قمر میر - وہ کنواں اس کو غائب کر دے وہ ایک خاص کنواں تھا اور اسی کی طرف اشارہ

آیت ۵ و ۶ - ان سب عہدوں میں جو یوسف کے بیانیوں نے کئے کہیں انشاء اللہ نہیں کہا - خدا کا نام باطل

نہیں لیا اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام کو خوف پیدا ہوا کہ ان کی ان باتوں کا نتیجہ چاہا نہیں ہو گا کیونکہ ان کو

جواب آئی کا خیال بھی نہیں آیا انشاء اللہ تعالیٰ کہہ نہیں سکے - یوسف - کھیل گیا - کو دیکھا جنگل کے پہلے کہہ گیا

چرانا کھیل گیا - آیت ۵ - ادھینا - اس جگہ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف کی تشفی فرمائی - وہی کی آواز اور اپنی

ہوتی ہے - مگر پاس دے نہیں سکتے - آیت ۱۱ - نستقی - ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں -

آیت ۱۲ - دار دہیم - اپنا ستہ - پانی پر نہ والا - غلام - عیسائی اعراض کرتے ہیں کہ باجوہ ٹوٹی

ہی اور اسٹیل ٹوٹی سے پیدا ہوا - اللہ تعالیٰ نے تمام نبی اسرائیل کو فرعون کا غلام بنایا - یوسف علیہ السلام

آیت ۱ - ادوبقیۃ - جنہیں نیکی کا اثر باقی ہو - صاحبان عقل و شعور - ما اثر فوافیہ جس راہ میں کہ انہوں نے پیش و عشرت کو پایا - جب تک کسی قوم میں ایسے لوگ ہوں جو میرے منع کرنے پر ہیں اور نیکوں کی طوط لوگوں کو بلانے پر ہیں تب تک وہ قوم ہلاک ہونے سے بھی بڑھی ہو -

آیت ۸ - بظلم - اللہ تعالیٰ بے وجہ کوئی عذاب نہیں دیتا لوگ خیال کرتے ہیں کہ دنیا میں مصائب ایسے ہی بلا سبب آجاتے ہیں - قرآن شریف ایسا نہیں کہتا بلکہ فرماتا ہے کہ جس بستی میں مصلح موجود ہوں وہ ان عذاب نہیں آتا -

آیت ۹ و ۱۰ - لذلک خلقہم - ہم کے واسطے ہی ان کو پیدا کیا ہے - اس آیت سے ظاہر ہے کہ دنیا میں اختلاف مذاہب کا ہمیشہ رہے گا - تمت - یہ بھی خدا تعالیٰ کی ایک بات ہے - اور پوری ہوگی کہ جن دناس کا ایک گروہ داخل جہنم ہو گا -

آیت ۱۱ - کلا لقصص - پر سب جو ہم نے بیان کیا یہ اس واسطے ہے - کہ پہلے انبیاء کے حالات سننے اور معلوم کرنے سے تیرا دل مضبوط ہو کہ تمام انبیاء کے ساتھ ایسا حال ہوا اور تو بھی ایک نبی ہو و جاء لک - اور جو پیشگوئی تیرے متعلق تھی وہ اب آگئی ہے -

آیت ۱۲ - علی مکانکم - تم اپنی پوری طاقت میرے مقابلہ میں زور لگاؤ اور اپنی جگہ پر ہی طرح سوچ بچار کرو -

آیت ۱۴ - غیب - یہ سب انبیاء کے واقعات جو قرآن شریف میں بیان کئے ہیں یہ غیب یعنی پیشگوئی ہیں جیسا کہ ان انبیاء کو کامیابی ہوئی اور ان کے مخالف ہلاک اور تباہ ہوئے ایسا ہی حال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے احباب کا اور جس طرح انبیاء کے مخالفوں کا حال ہوا اسی طرح آپ کے مخالفوں کا ہو گا -

یہاں سورہ ہود کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ یوسف

(مورخہ ۴ - دسمبر ۱۹۰۹ء رکوع ۱۱)

آیت - آلہ - انا اللہ امری - میں اللہ کو کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

کرتے ہو جس طرح تم اس رسول کیساتھ برتاؤ کر رہے ہو اسی طرح یوسف کے ساتھ اس کے بیانیوں نے کیا

حقا تھا کہ یہی اس رسول کے سامنے وہی حال ہو گا جو یوسف کے سامنے یوسف کے بیانیوں کا ہوا تھا حضرت یوسف

علیہ السلام گویا یہ یہاں سے ایک بنیامین آن ہی عمر میں چھوٹے تھے اور یہی گئے یہاں

یوسف علیہ السلام کے تھے باقی بیانیوں میں سے جو سونپے تھے ایک ان کے خیر خواہ تھے باقی تو مخالف

مقدمہ اچھا دیتا ہے ان کو سب سے پہلے دیکھو۔ کہ ان لوگوں کی بات بنا کر ان کو اور سب سے پہلے اچھی سمجھ جائے۔

یہاں پارہ دوا درم کے کوں م ہو کے احمدیہ رب میں

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ تیرہواں

سورہ یوسف

مورخہ ۱۱ - دسمبر ۱۹۰۹ء ۶ رکوع ۱
(گزشتہ اشاعت سے آگے)

وما برئ نفسی - یہ قول بھی اس عورت کا ہی ہے (حضرت مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ ان ربی غفور رحیم نبی کا قول ہو سکتا ہے نہ کہ مشرکہ عورت کا - اس صورت میں ہم اخنہ بھی یوسف کا قول ہے - اپنے مالک کی عدم موجودگی میں اس کی عورت کی طرف بری خواہش نہیں کی -

استخلص - اپنے خاص لوگوں میں اسے رکھوں گا -

قال اجعلنی - یوسف نے باو شاہ کے پاس رہنا بھی پسند نہ کیا وہ عہدہ دیتا تھا اس کا انکار بھی نامناسب تھا - الگ رہنا بھی ٹھیک نہ تھا اس لئے خزانہ الارض پر قبضہ کیا - اذہر مال بن گئے - سب محتاج ہو گئے - کوئی مخالفت نہ کر سکا - خزانہ الارض - محاصل زمین -

محنین - خدا نے بھی یوسف کو محسن کہا - قید کے ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کہا تھا

مورخہ ۱۲ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۲)

لعلکم یعرفنھا - تاکہ وہ اسے پسند کریں -

آلا حاجۃ - مطلب یہ تھا کہ یوسف کو اپنے بہائی سے الگ لئے کا موقع مل جاوے ہی حکمت تھی - ابواب متفرقہ سے بھجوانے کی -

مورخہ ۱۳ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۳)

جعل السقایۃ - امداد کے پاس ہر کام کے لئے نوکر ہوتے ہیں - پانی پی کر جو برتن رکھ دیا - تو نوکر اٹھانا بھول گیا - اسباب غلطی سے بندہ گیا - اذن مؤذن - خیال کیا شاہی مہمان میں ان کی بے عزتی نہ ہو - آپس میں فیصلہ کرنا چاہا -

قبل دعاء اخیر - یوسف کے بھائی کے خیلے سے پہلے دوسروں کی تلاش شروع کی یہ اس لئے کہ اس ملازم نے دیکھا کہ بنیامین زیادہ قرب والا ہے - اس لئے اس سامانِ اول نہ کھولا -

کذلک یوسف - یوسف کے فائدے کی تدبیر ہم نے کی تھی تاکہ اپنے بہائی کے ذریعے

اپنے باپ کا علم حاصل کرے -

مورخہ ۱۸ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع چہارم)

حق یا ذلت لی ابی اذیکم اللہ لی - اس موقع پر پہلے یہ نکتہ سوچا ہے کہ ادنیوں نے یہ نہیں کہا کہ اول خدا کا نام لیتے پھر باپ کا - پس معلوم ہوا کہ عامی آدمی کے الہامات نبی کے ماتحت ہوتے ہیں - اسی واسطے اول باپ کا نام لیا -

فصیر جمیل - صبر اچھی چیز ہے - میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ یوسف اور اس کا بھائی اور سب آبادین گئے - دیکھو کتنا یقین ہے خدا کی ذات پر -

وابیضۃ عینا - آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں -

کظیم - غم سے بھر گیا -

حر ضا - جسم یا عقل میں کسی عین یا مرض کے سبب فساد آ جاوے - اس فساد کو مرض کہتے ہیں -

فتکسوا - التماس کرو - عرض کرو -

مزہاچ - وہ حقوڑا مال جو ہم کو چلا کر بیان لے آیا ہے -

مورخہ ۱۹ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(بقیہ رکوع ۴ و رکوع ۵)

من یتق دیصبر - یحسب کی تفصیل فرمائی ہے - حضرت یوسف نے یہ قاعدہ کلیہ بتا دیا ہے - صبر دو قسم ہے - ایک عن - مثلاً صبر عن الغضب - یعنی انسان غضب طبع - حرص سے اپنے آپ کو روکے -

دوم - علی - مثلاً صبر علی الصاۃ - یعنی جو نیکی کرتا ہے اس پر دوام کرے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے کاموں پر مضبوط رہے -

تقوئے کے معنی ہیں ایمان اللہ پر - ملائکہ پر - انبیاء پر - کتب پر - اور اللہ کی راہ میں خرچ کرے - مسکین و یتیم و افاغیر کی خبر گیری کرے - رنج و راحت عسر و دسر میں صابر رہے -

لا تشریب علیکم الیوم - حضرت یوسف کے سبب ساتھ ان کے سبب ان کے باپ کے ساتھ ان کے بھائی کے ساتھ ان لوگوں نے کیسی کیسی بدی کی - مگر آپ نے کہہ دیا - لا تشریب علیکم - یعنی بن نہیں کبھی ملامت نہ کروں گا - نہ کبھی عار دلاؤں گا -

یعفر اللہ لکم - دیکھئے - حضرت یوسف نے تو یعفر اللہ کہہ دیا - مگر حضرت یعقوب نے

سوٹ فرمایا - یہ اس لئے کہ یعقوب کی معرفت بڑی ہوئی تھی - انکھ عارف تراست

ترسان تر - نبی اس وقت دعا مانگتا ہے - جب مغفرت کے لئے مامور ہو - عبادت گاہ

کو بھی لا تشریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا - مگر یعفر اللہ نہ کہا -

اذہو البقیۃ - حضرت یوسف کے تمام کام تمہیں ہی سے متعلق رہے باپ کے

پاس بھی بہائی قمیص ہی پُر خون کر کے لے گئے تھے۔ کہ بھیڑیا کہا گیا۔ پھر مصر میں بھی جب ایک عورت نے اہتمام لگایا تو قمیص ہی سے بریت ہوئی۔ اب حباب کی خوش حال کا وقت آیا۔ تو اب بھی قمیص ہی بھیجا۔ یہ ایک مناسبت ہوتی ہے باریک نگاہ لوگ اس قسم کی باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔

عسل و حہ ابی۔ میرے باپ کے آگے رکھ دو۔

یأت بصیراً۔ وہ یقین کر لے گا۔

لا جہد یح یوسف۔ فلسفی طبع لوگ اس کے معنی کرتے ہیں کہ یعقوب نے کہا۔ میں یوسف کی حکومت کے آثار پاتا ہوں۔ موفیا نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ حبیباً ہے بعض حد اس میں غیر معمولی ترقی بخشتا ہے یہ لوگ زیادہ تجزیہ کار اور اس کو پسے کے واقف ہیں۔ اپنی کی بات ماننی چاہیے۔

ولان قمتدون۔ تفنید ملامت کرنا۔ احسن بنانا۔ خطا کار بنانا۔ گنہگار ٹھہرنا۔ اپنے ڈر آیا کہ ایسا نہ ہو میری تکذیب کے گنہگار ہو جاؤ۔ انی اعلم۔ وقوع کے بعد کہا جب یقین ہو گیا۔

ادخلوا مصر۔ اس سے ثابت ہے کہ استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے تھے یہ بھی ایک ادب ہے۔

خردالہ مجداً۔ میرا تو یہی اعتقاد ہے کہ یہ سجدہ خدا کے شکر کا تھا۔

اذا خرجنی من السجن۔ یہاں کنوین سے نکلنے کا ذکر نہیں کیا تاکہ بہائون کا دل نہ دکھے۔ ان سے وعدہ لا تشریب کر چکے تھے۔

توفی مسلماً۔ چون کہ حضرت یعقوب نے اپنی اولاد سے عہد لیا تھا کہ لا تموتن الا واثم مسلمون۔ اس کی ماتحت حضرت یوسف نے یہ دُعا مانگی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توفی اور موت کے ایک ہی معنی ہیں۔

انباء۔ نباء کہتے ہیں عظیم الشان بات کی خبر الغیب۔ یعنی یہ ایک پیشگوئی ہے۔

مورخہ ۲۰۔ دسمبر ۱۹۰۹ء

(سورہ یوسف رکوع نمبر ۱۶)

جناب یوسف علیہ السلام کے قصہ میں بہت بڑی نصیحت ہے۔ چھوٹے بچے کو بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ انبیاء علیہم السلام کسی کی حقارت بھی کرتے ہیں تو نام نہیں لیتے۔ دیکھو حضرت یوسف کی حقارت کرنے والوں نے کتنے بڑے بڑے مصائب دیکھے۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ کی طرف جھکتا ہے اللہ تعالیٰ کو پسند آتا ہے چاہے وہ چھوٹا بچہ ہی کیوں نہ ہو۔

ایسی ضمن بن کہ والوں کو بتایا کہ تم نبی کریم ص کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مبعوث ہونے کی حیثیت سے بچہ ہی لگایا اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا بعض وقت سخت لفظوں کا برا خیازہ اٹھانا پڑتا ہے۔ انالہ لفظون وغیرہ الفاظ کہہ کر کیا نتیجہ اٹھایا۔

وما یؤمن اکثرہم باللہ۔ بہت لوگ بات ماننے کے لئے طیار ہوتے ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو انکار کرتے ہیں۔

الساعة۔ ساعت کے معنی صرف قیامت ہی نہیں۔

افلا تعقلون۔ تم لوگ کیوں نہیں اپنے آپ کو روکتے۔

حتی اذا استأیئس الدسل۔ یہاں تک کہ جب رسول ناسید ہو جاتے ہیں دس سے؟ خدا سے نہیں کیوں کہ قرآن شریف میں تو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یاس کرنے والا تو کافر ہوتا ہے۔ ولا تأیسون روح اللہ (اس بات سے کہ ہماری قوم ہم کو مانے اور وہ جو ان کے مخالف ہیں۔ گمان کر لیتے ہیں کہ ہم سے جھوٹے وعدے کئے گئے تو اس وقت ہماری پہچانی ہے۔

وتفصیل کل شئی۔ ہم نے قوس بیان کھول دیا ہے۔

یہاں سورہ یوسف کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ رکوع

مورخہ ۱۴۔ دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۷)

اللہ تعالیٰ فطری مسائل کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ بالخصوص دو مسائل کی طرف۔ (۱) من کی شکرگزاری (۲) اپنے سے بڑے علم والے طاقت دار کے کی طرف جھکنا (۳) جو دلائل سے نہ مانے اس کو سختی سے منوایا جاتا ہے۔ (۴) جو اس پر ہی نہ مانے اسے ہلاک کیا جاتا ہے۔

المرا۔ انا اللہ اعلم واری۔

الکتب۔ کامل۔ جامع۔ محفوظ۔

الحق۔ حکمت سے بھری ہوئی۔

دفع السموات۔ پہلے ربوبیت کا ذکر کیا ہے۔

علی العرش۔ تخت حکومت پر۔

یدبر الامر۔ نبی کو بھیجتا اور اس کے متعلق فیصلہ کرتا۔

مداد ارض۔ زمین کو وسیع بنایا۔

جعل فیہا ذوجین اثنین۔ نباتات میں زودادہ ہے اس کی عمدہ نظیر عرب میں کھجور کے نر کے پھول کو مادہ پر ڈالتے ہیں۔ نر نباتات کے نر کی کمزوری کا علاج کرتے ہیں اور مادہ نباتات کے مادہ کا علاج۔ یہ طب کا اصول ہے۔ لہٰذا بڑی اعلیٰ دہشت ہے۔ نر لہٰذا مرد کے لئے اور مادہ لہٰذا مادہ کے واسطے مفید ہے۔

ولکل قوم ہاد۔ اس سے ثابت ہے کہ قرآن شریف نام جہان کے لئے اور اسلام یونیورسل ریلیجن ہے۔

مورخہ ۲۲ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(سورہ رعد - رکوع نمبر ۸)

اللہ یعلم - اب قدرتی بعد اپنے علم کا ذکر فرماتا ہے۔
ما تملک کل انشی - شقی پیدا ہوں گے یا سعید - کفار کو اشارہ کیا ہے کہ تم کو اولاد کی فکر
لگی ہے - تم کو کیا خبر کہ کیسے پیدا ہوں گے - ایک وقت آئیگا کہ یہ سب مسلمان ہو جاویں گے۔
تغیض الارحام - غیض - جذب کرنا - گھٹ جانا - کس حصہ کو رحم پہنچا دیتا ہے۔
وکل شیء عندنا بقدر - اس میں بتایا ہے کہ اب تمہارے کفر کا زمانہ ختم ہوا جاتا ہے
مستخفی باللیل - جو ظاہر ہے - خفا کا جس میں ازالہ ہو - قرآن مجید میں دوسرے مقام
پر فرمایا - ان الساعة آتیة اکاد اخیھا۔

سادب - جو مخفی رکھتا ہے - کیونکہ سب زمین میں سرنگ لگائے کو کہتے ہیں۔
۱۵ - اس رسول کے لئے۔

مُعَقَّبَت - ہر ایک انسان کے لئے فرشتے ہیں - جو صبح کو آتے ہیں اور عصر کو چلے جاتے
ہیں اور عصر کو آتے ہیں صبح کو چلے جاتے ہیں - سورہ کہف میں دائیں بائیں کا ذکر ہے۔
یہاں آگے پیچھے کا ذکر دیا ہے۔
یرکب البرق خفا وطمعا - پیگھوٹی کہ تم پر سبلی کرگی - طوعاً سے یہ مطلب ہی ہے کہ
برق سے جراثیم دبا دمر جاتے ہیں۔

خفیة - جب آسمان پر دھجی ہوتی ہے - تو فرشتے ڈر کر گر جاتے ہیں۔

الصواعق - بڑے بڑے عذاب۔

شدید المحال - محال - عذاب دینا۔

مورخہ ۲۳ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(الرعد - رکوع ۹)

والذین صبروا - نیکی پر صبر تو اس پر دوام ہے اور بدیوں پر صبر کہ ان سے بچا ہے۔
والذین یصلون ما امر اللہ بہ - جن لوگوں کے ساتھ خدا نے ملنے کا حکم دیا ہے
ان سے فوراً مل جاتے ہیں۔

جب اللہ اکبر کی آواز کان میں آتی ہے اس وقت کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی جس کا جوڑ
میں خدا کے مقابلہ میں ٹھراؤں - کوئی پیاری سے پیاری چیز بھی جبکہ اللہ اکبر سے نہیں ہٹا
سکتی یعنی کوئی اللہ کے جوڑ کا نظر نہیں آتا۔ اگر کوئی شخص ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
پر ہماری شریعت پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو ہم کو چاہیئے کہ کسی رشتہ دار تک کی پروا نہ کریں
غیر اس کا مقابلہ کریں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرام تابعین
تابع تابعین - ائمہ حدیث ائمہ تصوف ائمہ فقہ ان کے ساتھ ہی ایسا ہی تعلق ہونا چاہیئے۔
علی ابن دینی نے اسماء الرجال ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کے باپ نہایت عابد زاہد
تھے صاف لکھد یا کر میرے باپ علم حدیث میں ہرگز قابل سند نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ تم نے
باپ کا خیال نکلیا۔ فرمایا کہ مجھ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دھل باپ کے وصل
سے زیادہ عزیز ہے۔ ان ائمہ کے بعد ماں باپ اور ان کی رشتہ دار - بیوی اور اس کے رشتہ دار
یہ سب اس قابل ہیں کہ ان کا بہت لحاظ رکھے۔ ان سے تعلق بڑھائے لیکن اللہ اور اس کے

رسول کے مقابلہ میں یہ سچ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس درخت سے
تم سایہ کا فائدہ اٹھاتے ہو اس کے نیچے پاخانہ نہ پھرو۔

وینحافون سوء الحساب - اس بات ڈرتے ہیں کہ کہیں حساب کے وقت بدیاں نہ بڑھ جاویں
اولئک لہم اللعنة - لعنت اللہ کی رحمت کے دہریے ہیں۔ جب اس سے دوسری ہوتی جو
تو نکھون سے بھی دوسری ہو جاتی ہے۔
متاع - مقصوری چیز اور وہ بھی جانے والی۔

مورخہ ۲۵ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۰)

۱۱ - وہ ہلاکت کا نشان مانگتے ہیں۔

۱۱ - اس کے ساتھ علم الصلوات کا ذکر فرمایا۔ کیونکہ کائنات دہی ہے جس کے فترات
اعمال صالحہ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔

ذکر اللہ - اللہ کی یاد کرنا۔ یہ تین موقع پر ہے۔ (۱) باساد جب جھوک ہو اور افلاس (۲)
مرا اوجب بیماری ہو۔ بیماریاں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ظاہر کی جیسے خارش - جذام - جنون
باطنی - جیسے نامرد - سرخوت - انزال - (۳) حین الباس - جب مقدمہ ہو پھر اس کے مقابل
رغنا - آسائش - فارغ البالی صحت (۴) تدرستی جوانی (۵) حین الاسن جب کوئی
مہیت نہ ہو۔ یہ چھ حالتیں انسان کی ہیں۔

ان حالتوں میں اللہ یاد رہے یعنی تنگی کے وقت معیت ذکر بیٹھے۔ تا فرامی سے اپنے
تین بچاؤ سے اور فرامی کی وقت شکر کرے۔ صوفیوں میں ایک بحث ہے کہ غنی شاکر اچھا یا
فقیر صابر۔ حضرت سید عبد القادر جیلانی کے بھی یہ بحث پیش ہوئی۔ تو اوہوں نے فرمایا کہ
ہمارے نزدیک فقیر شاکر اچھا ہے۔

اس سے اوپر ایک درجہ ہے اس میں صحت - غریبی - تنگی کی کچھ پروا نہیں ہوتی۔
بلکہ اس درجے والا ہر حالت میں اللہ کا شکر اور اس کی رضا پر شرح صدر سے راضی ہوتا جو
سیرت الجبال - اڑا دئے گئے یا چلا گئے پہاڑ۔
قطعت بہ الادھن - زمین و درنگ قطع کر دی جائے۔

تو کجا جواب مذکور نہیں اس لئے جزا کی نسبت انتہائے دو جواب اس کے بتائے ہیں۔
قرآن سے مراد کوئی کلام الہی ہے۔ پس فرماتا ہے کہ اگر کسی کلام الہی میں یہ بات ہے
کہ اس سے پہاڑ چلائے جائیں - زمین قطع ہو - مروجے بنولیں - تو ہم اس قرآن میں ہی دیکھا
دینگے۔

دوم - یہ کہ اگر قرآن سے ہم ایسا ہی کر دیں - تو وہ ہی قرآن ہے۔ میری سمجھ میں یہ ہے
کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآن تمہارے تمام جہاں سے امرار کو اڑا دیگا اور تمام زمین
میں چھیل جاویگا۔ اور عروہ دل کفار زندہ مومن بن جاویں گے۔

بل للہ الامم جمیعاً - بلکہ سب رکھو کہ تمام ملک میں اسلامی حکومت ہو جاوے گی۔
یائیس - کے معنی متین کے ہیں یعنی کیا نہیں جانا۔ دو شعر بڑی جہت سے سمجھئے ہیں
الم یبشروا ان ابن ماریس -

مجھے لعین میں قید کرنے لگے۔ تو میں نے کہا کہ تم کو علم نہیں اس بات کا کہ میں کون ہوں۔

ایک امر القیس کا شعر ہے ملا۔ میں سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔

فلو امھالفس تموت سریحۃ۔ دلکھا نفس تقطع انفسا۔

اس کے معنی میں بعض لوگوں نے دہوکہ کہا ہے۔ بلکہ ایک کافر نے ٹھٹھا اڑایا ہے چنانچہ وہ القارعا القارعة کے معنی لکھتا ہے۔ کہ ٹھوکنے والی تو کیا جانتا ہے ٹھوکنے والی عربی زبان میں چھوٹے لشکروں کو قارعہ کہتے ہیں۔ قارعہ کے معنی میں کتبہ و سریہ۔ وہ دستہ فوج جو دشمن کی سرکوبی کے لئے بھیجا جاوے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ پہلے ہم چھوٹے چھوٹے دستے سرکوبی کے لئے بھیجائیں گے۔ یہاں تک (یہ آؤ کے معنی ہیں) کہ تو ان کے دار (مکہ) میں فتمیاب داخل ہوگا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ آپ مکہ کہاں نازل ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ خیف بنی کنانہ۔ جہاں کہ قطع تعلقات کا کفار نے مشورہ کیا تھا آجکل اس کا نام معبدہ رکھا ہوا ہے۔

یاتی وعد اللہ۔ یعنی اللہ اکابر جمیعہ کا وقت (جب اس علاقہ میں اسلامی حکومت ہو جاوے) آجاوے گا۔ یہ لولا انزل علیہ آیتہ کا جواب ہے۔ کہ نشان جس طرح کا تم تھے ہر وہ بھی دکھایا جاوے گا۔

مورخہ ۲۶۔ دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۱)

خداوند تعالیٰ نے مخلوق کو رنگ برنگ بنایا ہے۔ ہم اس وقت جس قدر اشخاص موجود ہیں۔ دیکھو سب کی خواہشیں اور غرضیں الگ الگ ہیں۔ عمر کے اعتبار سے تدریج سب کی جدا جدا ہیں۔ پہلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ساری دنیا ایک ہی رنگ میں رنگین ہو جاوے ہرگز ساری دنیا ایک رنگ میں رنگین نہیں ہو سکتی۔ یہ بات غلط ہے کہ ساری دنیا ایک حالت میں ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول جب آتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو تعظیم فرماتے ہیں اور گویا خدا کے حضور سے نبوت کی دگرگئی اصلاح کے لئے آتے ہیں۔ اس لئے لوگوں کی عقلیں اور رسوم اور حالتیں سب ان کو اپنی اصل حالت میں ناقص ہی نظر آتی ہیں لوگ جب دیکھتے ہیں کہ یہ سب کے نقص بتاتا ہے تو وہ تحقیر کرتے ہیں اور وہ تحقیق خالق نے چار طور پر کی ہے۔ (۱) اس لئے عقل والوں نے کہا۔ یخ حکم من ارضکم (۲) ان سے بڑھ کر عقل والوں نے کہا۔ یرید ان بتفضل علیکم۔ صرف بڑائی چاہتا ہے (۳) ان سے بڑھ کر عقل والوں نے کہا اسے جنوں ہے (۴) بعض نے کہا کہ اس کو خواب آتے ہیں۔ بلی کو چھپڑے ہی نظر آتے ہیں۔ اضغاث احلام۔

استغفرنی۔ استہزاء صروصے نکلا ہے۔ صروصی چیز کو ہلکا سمجھنا۔ خفیف گردانا۔

المیت۔ ڈھیل دی۔ مہلت۔

عقاب۔ بدکاری کے بعد اس کا نتیجہ۔

سموہم۔ کسی کا نام تولو۔

جمالا یسلم فی الارض۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا بے خبر ہے اور ان بتوں کے ذریعے اس کو خبر دیا جاتا ہے بظاہر۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے۔ صحابہ نے اس کے معنی میں باطل طریقہ سازی کی باتیں۔ متاخرین نے معنی میں جو بات دلائل نہ ہو۔

لھم عذاب فی الخیۃ الدنیا۔ کفار نے صلح حدیبیہ میں ایسی شرائط کی تھیں جن میں ان کی عزت ہی عزت تھی۔ مگر خدا نے وہی شرائط ذلت کا موجب بنادیں۔

غرض ہر ایک بدعمل۔ ہر ایک منکبر ہر ایک جھوٹا اسی دنیا میں ذلیل اور بے اعتبار بنتا ہے بد معاملہ کرتا ہے۔ اولاد کے لئے مال چھوڑنے کے لئے مگر وہ اولاد بھی نہیں رہتی اور جہل کو اپنے معزز و مکرم ہونے پر گھمنڈ تھا۔ خدا نے اسے دو کاشتکار لڑکوں کے ہاتھ سے مر دایا۔

مالھم من اللہ من واق۔ اس میں اشارہ ہے کہ بت کیا بچائیں گے۔ ان کو اپنی ہی خبر نہیں مثل الجنۃ۔ اسے صفت الجنۃ۔

اتیتھم الکتاب۔ اپنی کتاب کا نعم بخشا ہے۔

افنھو قانم۔ وہ ذات پاک جو ہر ایک چیز کے پاس نگران موجود ہے اور ہر ایک چیز کو دیکھتی ہے یعنی خدا۔

جعل اللہ شہکاء باوجود اس کے کہ وہ زن برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر بھی لوگوں نے اللہ کی سی امیدیں دوسروں کے ساتھ لگا رکھی ہیں۔

مورخہ ۲۷۔ دسمبر ۱۹۰۹ء

(رکوع ۱۲)

بعض لوگ اس خیال کے تھے کہ دنیا سے تعلقات نہیں چاہیے۔ تعلق محض حضرت سبحان سے چاہیے۔ ایسے لوگ اس زمانہ میں ہی پائے جاتے ہیں جن کو سادہ ہو۔ اداسی وغیرہ کہتے ہیں ان کے جواب میں یہ آیات فرماتے ہیں۔ کیونکہ اسلام جامع کلمات مذاہب مختلفہ ہے۔ اس نکتہ کو نہ سمجھ کر ہر فرقہ نے اپنے مذاق کے رو سے اس پر اعتراض کرنے میں غلطی کہائی ہے اگر بیاہنوں میں رہنے والوں نے ازدواج اور ذریت کو برا سمجھا تو دنیا واروں کو یہ اعتراض تھا کہ ذکر و شغل کے لئے اتنا وقت کیوں ہو۔ اسی طرح صحابہ کرام جہاد کے متعلق تدار و تیر کو درست کرتے رہتے۔ جس کو بعض فقراء جو مرنے کا فوج کرنا بھی نہیں دیکھ سکتے دیکھ کر برا رہ جاوے۔ اسلام نے ایک درمیانی راہ اختیار کی۔ اور سب باتوں کو لے کر ان میں اصلاح فرمادی۔

اد مسلماً مسلماً۔ جواب یوں دیا ہے کہ سب انبیاء کی بیبیاں اور اولاد تھیں۔ اس نبی میں نئی بات نہیں۔ کوئی شخص جب تک گھربار والا نہ ہو تمام کمالات السانیہ کا منظر نہیں ہو سکتا اور نہ تمام خلقت کے لئے نمونہ بن سکتا ہے۔ پس ضرور تھا کہ راستہ زون کی جماعت بیوی بچوں والی ہوتی۔ جن لوگوں نے تقدس و تہر کے لئے نکاح سے علیحدگی لازم ٹھہرائی۔ آخر سخت سے سخت بدکاریوں میں گرفتار ہوئے۔ ان یہ صحیح ہے کہ بیوی بچوں میں اتنا انہماک کہ خدا کو بھول جاوے نا جائز ہے۔

دعا کاں لوصول۔ ہر شخص کو نشان دکھانا ضروری نہیں۔ بعض قومیت ہی اس معیار کرتے ہیں کہ بیعت کے بعد آسائش ہو جاوے اور ہر ایک مراد پوری ہو جائے۔ جو ذرا ہی خلاف مرضی ہوا۔ تو بس کہہ دیں گے دیکھ لیا۔ نال سا یہ خبر طیش بر وان اصابت فتنۃ انقلب علی وجہہ۔ خسر الدنیا والآخرۃ۔

نکل اجل کتاب۔ ہر وقت کے لئے ایک قانون ہے اسی کے تحت سب مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں (باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

فارغہ۔ آخری سطر کا لفظ شریعت میں ہے۔ سہ اولیٰ لم بالشعب ذی السورۃ۔ الم تاسوا انی ان فانی ندم۔

حضرت نامولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ تیر ہواں

سورہ رعد

مورخہ ۲۸ - دسمبر ۱۹۰۹ء

بقیہ رکوع ۱۳

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

یہی اللہ ما یشاء۔ کئی بادشاہتیں ایسی گزر چکی ہیں کہ ان کا اب کوئی نام بھی نہیں جانتا۔ سب باتوں کا علم اللہ ہی کو ہے۔ یہ جو مقرر کرتے ہیں کہ دنیا سات ہزار برس سے ہے یا دواڑیسے یا سترہ صدیوں سے پہلے بڑا کائنات کیا تھا؟ کیا اللہ کے سامنے یہ اعداد کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ اسی لئے ہماری کتاب کے کوئی مدت مقرر نہیں کی۔ فرعون نے حضرت موسیٰ سے پوچھا کہ مال القرون الادلی۔ ادنیوں نے صاف سنا دیا۔ علمہا عند ربی۔ مجھے کیا معلوم۔ خدا کو سب علم ہے یہی اس شخص کی نسل سے ہوں۔ جس نے کہا۔ ان کنت کتبتہ من الاشقیاء فاصبح اسمی من الاشقیاء والبتی العلاء من ایک دفعہ محنت اقبال میں تھا۔ ایک بکھڑا جذبہ دوسرے مجھے کہا۔ واعد غالب علی امرہ۔ وہ تو اپنے حکم پر بھی غالب ہے۔ جس کو سنتے ہی سب غم کا فور ہو گیا۔

اطرافہا۔ عربی زبان میں حاکم۔ محکوم۔ امراء۔ غبار۔ اختیار۔ فقار۔ کہتے ہیں۔ یہ گویا نشان بتایا ہے۔ کہ تم لوگوں نے مذہبی جنگ شروع کر دی۔ اجتماع اب دیکھ لیا کہ ہم تمہارے اس ملک میں کسے ہیں۔ تمہارے امراء اور غبار کو تعلیم قرآنی میں داخل کر کے تمہاری تعداد گھٹا رہے ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ۔۔۔ دائرہ کے بیچ کو ہم گھٹا رہے ہیں۔ یہ غیر ضروری باتیں ہیں۔ عوام الناس ایسی باتوں کو کیا سمجھتے ہیں۔

وہو صدیم الحساب۔ یعنی تمہاری جلدی ہی خبر لی جاوے گی۔ یہ آؤ تو فینک کھولا ہے۔

مکو۔ ہمارے ملک میں اس کے معنی خراب ہو گئے ہیں۔ دیکھئے عرب میں گالی یہ ہے کہ کسی کو کہنا شکست۔۔۔ باگیا یا اس نے تھپتھپ کر بھوکوں کو کھانا نہ دیا اور ہمارے ملک میں گالی کا مفہوم پورا ہی نہیں ہوتا جب تک اپنی مادیوں کو سوروں کے سپرد نہ کر لیں۔

مکو۔ عربی میں تدبیر کہتے ہیں اور یہ تدبیر دو قسم کی ہیں۔ بُری اور پاک۔ چنانچہ قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ واللہ خیر الماکورین۔ اور لایحیی المکو السی الباطل۔

یاد رکھو کہ ہمیشہ لفظوں کے وہ معنی لین جو کہ اصل زبان میں ہوں۔ ہندوستان کا مذاق عجیب ہے۔ لکھنؤ میں خلیفہ حجام کو کہتے ہیں۔ اور ٹوٹا کی مرغی کو علت المشائخ۔ حالانکہ عربی زبان میں خلیفہ اور شیخ بڑے پاک اور اعلیٰ خطاب ہیں۔

یعلم ماتکب کل نفس۔ چور۔ زانی۔ شراب خور۔ غرض تمام نافرمان کبھی اخیر عمر میں سکھ نہیں پاتے۔

ایک تاریخی واقعہ۔ ہرون رشید کا ایک بھائی بڑا زیرک تھا اس نے اسے احتساب پر مقرر کیا۔ اس نے بازار کی دوکانوں کی تحقیقات کی۔ ایک دوکاندار سے پوچھا اس نے بتلایا کہ پیسہ روپیہ نفع لیتے ہیں اور کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ بڑا اسے پوچھا اس نے کہا کہ چار آنہ فی روپیہ نفع لیتے ہیں۔ کوئی رقم مار ہی لیتے ہیں۔ مگر معمولی کام چلتا ہے۔ پھر ان دوکانوں کی خبر لی۔ جن میں چور اپنا مال تھوڑی قیمت پر فروخت کر جاتے ہیں۔ اس نے کہا نفع تو ہم ایک روپیہ کا سو بھی کما لیتے ہیں۔ مگر ہمارا مال نقصان ہو کر حساب برابر ہی رہ جاتا ہے بلکہ بعض وقت کھوٹ و ہو کر بنے کر سخت نقصان اٹھاتے ہیں۔ ہرون رشید کے بھائی نے جاکر کہا احتساب کی ضرورت نہیں۔ خدا خود ہی اپنا کفیل باللہ شہیداً۔ اپنی صداقت میں اللہ کی نصرت کی گواہی پیش کی ہے۔ کہ باوجود کوئی جتنا وغیرہ نہ ہونے کے میں کامیاب ہوں گا۔ دو قسم اہل کتاب اپنی اپنی کتابوں سے اس کی تعلیم کا مقابلہ کر لیں اور دیکھیں کہ کسی جاسع و اعلیٰ تعلیم ہے۔

یہاں سورہ رعد کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ ابراہیم

(مورخہ ۲۸ - دسمبر ۱۹۰۹ء رکوع ۱۳)

یسعوا نھاعوجبا۔ ایک عروج آیا ایک عروج۔ دین و زمین میں عروج ہوتے ہیں اور عروج نیزہ۔ دیوار۔ و انت پر پڑتے ہیں۔ بعض لوگ ٹیڑھا کر دیکھ رہے ہیں۔ لیستین لھم۔ معلوم ہوا کہ رسول کے نواب کو بہت سی زبانیں سیکھنی چاہئیں۔ تاکہ سب کھول کر دین حق بتا سکیں۔

ولقد ابعلنا موسیٰ۔ ایک مثال بیان فرماتا ہے۔

بایام اللہ۔ نعم اللہ ونعم اللہ۔ خدا کی نعمتیں اور اس عذاب۔

ایک شعر یاد آگیا۔ دایام لنا عطر طوال عصینا الملك فیہا ان ندینا۔

صبار۔ جو صبر سے کام لے اس کو خدا اپنی جناب کے بہت سے نشان دکھاتا ہے۔

ینجون ابناء کم۔ جو قومیں اکٹھی رہتی ہیں ظالم لوگ ان کی نگاہ میں پکڑ لیتے ہیں۔ جیسا کہ سکھوں کے عہد میں جولاہوں کو پکڑ لیتے تھے۔ نبی اسرائیل کے ساتھ ہی فرعون نے یہی معاملہ کیا۔

مگر محنت سے جب ان کی اولاد لڑائی ہوئے گی۔ تو پھر اس کو قتل کرنے کی تدبیریں چھین۔

بلاء۔ خدا کا بہاری انعام کہ موسیٰ کو بھیج دیا۔ وہی نبی اسرائیل کو جو بیکار میں پکڑے جاتے تھے۔ آخر جب تک خدا کے حکموں کے مطیع رہے۔ ناسخ بھی ہوئے۔ عمار بن یاسر کے ساتھ

کیا کیا کدہ والوں نے۔ اور اس کی مان کے ساتھ کیا کیا۔ اس کی شرمگاہ میں نیزہ مار دیا۔ او

اور ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ کر مخالف طرفوں میں چلائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی قوم کو فاتح بنایا۔ انہوں نے نہ صرف عرب کو فتح کیا بلکہ چین و تاتاریک پہنچے۔

مورخہ ۲۵ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(سورۃ ابراہیم - رکوع ۱۳)

ایک شخص کو گدا کی عادت تھی۔ دن بھر لقمہ لقمہ کے لئے پھرتا رہتا۔ آخر اس نے کعبہ کا دامن پکڑ کر توبہ کی اور دیا مسلمان بن گیا۔ پھر شریعت کے تحت تجارت شروع کی۔ جس کے پیچھے پیسے بن گئے۔ آخر یہاں تک نفع حاصل ہوا کہ وہ ایک کوٹھی کا مالک بن گیا۔ پھر یہ ہے کہ صداقت و راستبازی پر چلے اور جو نفع مل جائے لے لے۔ یہ شکرگزار ہی کا نتیجہ تھا۔ ایک عورت نے بچہ طبابت میں اوصیل دیا۔ جسے میں نے شکریہ سے لیا۔ اور ہزار دین کمائے۔

تاذن - اعلیٰ علم - علم دے دیا - بتا دیا۔

خود دایہم فی احوالہم - اس کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ لٹا لٹا کر ان کا فروغ بخانا اپنے بیویوں کے منہ پر۔ یعنی بد معاشی ان کے منہ پر نہ رکھ دیتے کہ آپ بات نہ کریں۔ ہم نہیں سنا چاہتے۔ دوسرے معنی جو عضو اعلیٰکم الا شامل من الفیض - کے مطابق ہیں یہ کہ اپنے ہاتھ اپنے منہ میں ڈالتے تھے۔ بوجہ شدت غیظ و غضب۔

افی اللہ شہاد - چار قسم کے لوگ ہیں۔ ایک عام جو خاص سے سن کر ایمان لاتے ہیں۔ دوم۔ جو کتب پڑھ کر یقین کرتے ہیں۔ سوم۔ گروہ حکما کا ہے۔ جو عالم کے انتظام کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ایک گھڑی خود بخود نہیں بنتی۔ تو یہ کارخانہ اتنا بڑا کارخانہ خدا کے بغیر کس طرح چل سکتا ہے۔ چہارم گروہ ہے۔ اللہ کے پیارے بندوں کا۔ جن کو یقین ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خدا ان سے کلام کرتا ہے۔ اور انہیں اپنی قدرت نمایاں کرتا ہے۔ یہ گروہ تعجب انگیز ترقی کرتا ہے اور خدا پر ایسا یقین رکھتا ہے کہ جو ذرا بھی شک رکھنے والا دیکھیں۔ تو تعجب سے کہتے ہیں۔ کیا اللہ کے معاملہ میں یہی شک ہو سکتا ہے۔

فطر السموات والارض - وجد ان شہادت کے بعد دلیل بھی دی ہے۔ جو حکما کی دلیل ہے اور ساتھ ہی کہا ہے کہ وہ ہم سے خود ہوتا ہے۔ اس نے ہمیں کہا ہے کہ خلقت کو میری طرف بلاؤ۔ تاہم ان کے گناہ معاف کر دوں۔ کز وریان ڈھانپ لوں۔ وکن اللہ یمن علی من یشاء۔ یہ تفاوت خود انسان کے وجود میں ہی ہے۔ ایک مکان ہے۔ جس سے پاخانہ نکلتا ہے۔ لیکن ایک جگہ ہے جس سے خلائق نکلتا ہے۔ پس وہ مالک اور حکیم و علیم ہے۔ جس پر چاہے۔ اپنے مکالمہ اور نیکوئی کا انعام کرے۔

مورخہ ۳۰ - دسمبر ۱۹۰۹ء

(سورۃ ابراہیم - رکوع ۱۵)

انسان کو جس چیز کی عادت یا عفت پڑ جاتی ہے۔ وہ اس کو چھوڑتا نہیں۔ جبکہ الشی یعنی دیہم۔ درجہ بیکے عیوب کا بنیاد بنو نہیں جاتا۔

انبیاء جب سبائی کو لاتے ہیں۔ ان کی تعلیم کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ عقائد کے متعلق جس کے دلائل بڑے کھلے ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ کو ماننا۔ فرشتوں پر ایمان لانا۔ کتب پر ایمان۔ انبیاء پر ایمان۔ تقدیر پر ایمان۔ جزا و سزا پر ایمان۔ وہ سراسر حق

عمل درآمد کا ہے جو تقابل کے نیچے ہوتا ہے۔ اس میں ہی کوئی مشکل نہیں۔ تقدیر بعض باتیں علمی تدبیرات کے لئے ہوتی ہیں۔ مجتہدین و ائمہ دین کا امتیاز ایسے ہی مسائل پر ہوتا ہے۔

نبی جب آتے ہیں تو ایک گروہ ان کی تعلیم کو اپنی رسم و عادت و الف کے خلاف دیکھ کر مقابلہ کرنے لگے اٹھتا ہے۔ اور کفر و عناد میں یہاں تک پہنچتا ہے کہ کہہ دیتا ہے لغیر جنکم من ارضنا و لتعودن فی ملتنا۔ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے۔ مگر کہ تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ۔ آؤ۔ بمعنی جتنے اور لاکھ ہیں۔ امر القیس اپنے ساتھ لے کو کہتا ہے۔ جب اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لئے شاہ رولہ سے مدد لینے جاتا ہے اور کہتا ہے کہ فقلت لہ لا تبتک عینک انما بتعادل ملکاً و موت فتعذر ا۔

الارض - اور ایک زمین۔ اس کا ترجمہ ہے۔

واستفتوا - قضا و قدر کا فیصلہ چاہا۔ نبی بھی دہم انگشت میں اور کفار بھی فیصلہ کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

جبار - کے معنی متکبر۔

عنید - جوق کا مقابلہ کرے۔

من درأت - و سار کا ترجمہ ہے آگے۔ بعض وقت اس کے معنی پیچھے ہونے ہیں۔ الموت - دکھ اور مصیبتیں۔ دل میں ہی جسم میں بھی۔ گھر۔ دوست۔ احباب۔ بیوی۔ بچے میں مصیبت ہی مصیبت نظر آئے گی۔

مورخہ یکم جنوری ۱۹۱۰ء

(سورۃ ابراہیم - رکوع ۱۶)

بما - اشترکتون - انکار کیا ہے اس سے کہ تم نے اس کا بھائی ٹھہراؤ۔ میری فرمانبرداری کرو میرا کہا مانو۔

فی السماء - بہت بلندی میں۔ حضرت صاحب نے ایک مقام پر فرمایا ہے کہ پاکیزہ بات مل میں گڑ جاتی ہے اور اس پر اعتراض کا ہاتھ نہیں پہنچتا۔

کشجہ خبیثہ - صحابہ کرام نے فرمایا ہے کہ جیسے خنظل کا درخت۔

مورخہ ۲ - جنوری ۱۹۰۹ء

(رکوع نمبر ۱۷)

بدوا نعمت اللہ - اوئے احکام اگر کوئی پروانہ سمجھیں اور ان کی کوئی ناشکری کریں پھر وہ ان کے اس پر عتاب نازل ہوتا ہے۔

پھر وہ فرمان جس کا نبی نے والا احکم الحاکمین ہے اور لائے والا جو کالات رسالت کالات انسانیت کالات نبوت کا قائم ہے اس کے منکر کا کیا حال ہونا چاہیئے۔

نعمت اللہ - قرآن - اسلام - جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - بدوا - ان لوگوں نے جو نعمت اللہ کا انکار کیا پھر ان کو پھیل کھلائے۔

البدار - ہلاکت۔

یصلیٰ نھا - یہ اٹھو اور اٹھو - تا مضمون ذہن نشین ہو۔ داخل ہوں۔

وجعلوا - یہ کفر کی تفصیل ہے۔

میں اندر دیکھتا ہوں۔ یہ اس سورۃ کا ابتداء تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ میں
مگر ان حاکم ہوں۔ خلافت ورزی پر سزا دوں گا۔ چنانچہ اس کو کہہ لیا ہے
اور فرماتا ہے۔

غافلًا۔ بے خبر
لیوم۔ ایک وقت کے لئے۔

مہطعین۔ اہطاع کے معنی "جلدی کرنے کے ہیں" اور ٹکٹلی باندھ کر
دیکھنے کے۔

لا یرتد الیہم طرفہم۔ آنکھ جھپک نہ سکیں گے۔
ھعاکو۔ خالی ہون گے۔ عربی زبان میں اس دل کو کہتے ہیں۔ جس میں خیر و عفت
ہو۔ عقل وہ صفت ہے جس سے مومن اپنے تین بدیوں سے روک سکتا
ہے۔

یوم یا قہم العذاب۔ جب ایک بچے کے سامنے بھی شرمندگی والا نبی والا
کوئی کام کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ تو جہاں اولین و آخرین جمع ہونگے
وہاں کسی مذمت ہوگی۔ اس سے بچنے کا سامان کرو۔
من ذوال۔ زوال نہیں ہوگا۔ یا تمہیں انتقال نہ ہوگا۔ اس دنیا سے
دار آخرت میں نہ جاؤں گے۔

کیف فعلنا بہم۔ فارسی میں ایک شعر ہے۔

مجھے دغ و غرت ہوس است بہ مرگ ہمایہ داغ و غت بس است

ہر ایک شہر میں جہاں کوئی آسودہ گھر ہوتا ہے اس کے پڑوس میں یا اس
کے اوپر چڑھ کر دیکھنے سے کوئی نہ کوئی ویران شدہ مکان یا گھر یا
نظارہ ضرور عبرت و نصیحت کے لئے نظر آتا ہے۔ یہ نکتہ مجھے میرے ایک
استاد نے بتایا تھا جسے میں نے اکثر مقام پر صبح دیکھا۔ اس کی نسبت بہت
مثالیں حضور نے سنائیں۔ جہنم میں۔ قادیان میں۔ اور چند روسا کی زبانی
فرمایا ایک رئیس کو مجھ سے فقار تھا۔ مگر میں نے نصیحت کرنا چاہی۔

..... اس کی مجلس میں چلا گیا۔ آخر مجھ سے پوچھا کیوں آئے۔ میں
نے کہا کہ آپ کا ناصح کون ہے۔ میرے تعلقات تو آپ سے ایسے نہیں
ورنہ میں یہ فرض بڑے شوق سے ادا کرتا رہتا۔ پھر یہ استاد کا نکتہ سنایا
تو اس نے کہا۔ جہاں میں بیٹھتا ہوں۔ اس کے سامنے کا محراب ایک بڑے
رئیس کا تھا۔ اور اس کی گھر والی ہمارے برتن صابن لگاتی ہے۔

(۲) اس مسجد میں جلسہ کے دنوں میں نماز پڑھنے لگے۔ تو اس پڑوسی
نے گالیاں دینی شروع کیں اہم فرمایا۔ شاہی خیمے کے پاس کسی کا محل
ہونا اپنے پر شامت لانا ہی ہوتا ہے۔ یہ مسجد خدا کا شاہی خیمہ ہے۔ ایک وقت
میں نے عرض کیا۔ حضور وہ تو فروخت کرتے ہیں۔ کہا میں تو دس روپے
کو بھی نہیں لون گا۔

ذو انتقام۔ بعض لوگوں نے اس صفت کو نادانی سے کراہت کے ساتھ

بامور۔ یہ لفظ یاد رکھئے والا ہے ہذا سلیمان علیہ السلام میں کام دیکھا
ستخ لکم۔ ایک شخص مجھے کہنے لگا کہ آدمین تسخیر کا عمل بتاؤ۔ میں نے کہا کہ
مجھے ضرورت نہیں۔ کیونکہ مجھے ایسا عمل یاد ہے۔ کہ جس سے نہ صرف سورج بلکہ چاند
اور رات دن۔ نہ زمین سب مسخر ہوں۔ اس آیت کریمہ نے ان تسخیروں سے ہمیں بڑا
کردیا ہے۔

مورخہ ۳ جنوری ۱۹۱۰ء

(رکوع نمبر ۱۸)

جو لوگ دنیا میں سب بڑے آدمی گزرے ہیں ان کے سرتاج ابراہیم علیہ السلام تھے دنیا
میں دو خلیل گزرے ہیں۔ ایک خلیل الرحمن۔ ابراہیم میں وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم۔ مجھے کسی تیسرے کا نام معلوم نہیں۔
تم نے سنا ہوگا۔ کہ ساری یورپ ساری امریکہ اور پھر سب مسلمان۔ ابراہیم کو راستباز اور
عظیم الشان مانتے ہیں۔ اسٹنٹ بڑے عظیم الشان انسان کی بات خاص توبہ کے قابل ہے
سنو کہ وہ اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے کیا چاہتا ہے۔

رب اجعل هذا البلد آمناً۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سے
معاہدہ کیا تھا۔ کہ ہم تیری بات مانیں گے۔ چنانچہ جب ہاجرہ بی بی
کے لڑکا پیدا ہوا تو جنابارہ کو کسی ہتھوڑکھ ہوا۔ جس پر انہوں نے کہا کہ اسے ابراہیم بوجہ
اپنے وعدے کے اس لڑکے کی مان کو ایسے جنگل میں چھوڑ آ۔ جہاں سے ہمیں
ان کی کوئی خبر نہ آئے۔ انبیاء ایسے معاہدے خدا کے حکم سے کرتے ہیں چنانچہ
وہ اپنے بچے اور بیوی کو ایک جنگل میں چھوڑ آئے۔ مگر خدا پر ایمان کی یہ کیفیت
ہے۔ کہ اس بیابان کو البلد فرماتے ہیں۔ آپ کو یقین تھا کہ یہ شہر ہو جائیگا۔
ان نعبد الاہنام۔ میرے ایک دوست بیمار تھے۔ ان کی موت میں
تین دن باقی تھے۔ کہ کہنے لگے۔ ایک نکاح چاہتا ہوں۔ رہنے تعجب کیا۔ تو
کہنے لگے۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ کوئی لا الہ الا اللہ کہنے والا
اور پیدا ہو جاوے۔

دھبلی علی الکبر۔ اسماعیل ۸۴ برس کی عمر میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ۹۹ برس
کی عمر میں اٹھ پیدا ہوئے تھے۔

دبنا اغفر لی ولوالدی۔ قرآن شریف میں دوسرے مقام پر فرمایا۔ لا
قول ابدا ہیم لابیہ۔ لاستغفرن لک۔ اس جگہ دعائیں آپنے والدی فرمائی اور یہ آفر کی دعا ہے اور
جہاں منع ہے وہاں آگیا لفظ ہے۔ صلوات ہو۔ اب سے پچام ارادنا والوین۔

مورخہ ۳ جنوری ۱۹۱۰ء

(رکوع ۱۹)

حضرت نامووی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ چودھواں

سورہ الحج

(مورخہ ۵ جنوری ۱۹۱۰ء رکوع ۱)

الر - انا اللہ - - - - ارئی - دیکھنا خدا کی وہ صفت ہے جو ظاہری امور کے ساتھ تعلق ہے اور مسلم صفت کا چھٹی اور سورہ میں ان شوقیوں و شرارتوں کا ذکر فرماتا ہے - جو کفار نے رسل اور ان کی جماعت سے کیں اور بتائے ہیں ان شرارتوں کو دیکھتا ہوں - الکتاب - کتبہ فوج کو کہتے ہیں - اللہ تعالیٰ کی کتاب دشمنوں کی مختلف حملوں اور شہادت اور بدین کی دافع ہوتی ہے -

یود الذین کفروا - اس کتاب کے دلائل ایسے پختہ ہیں کہ کافروں کا بھی بعض اوقات ہی کہتا ہے - کہ ہم مسلمان ہو جاویں - اسلام نے خدا کی کوئی ایسی صفت بیان نہیں کی - جس کو پبلک کے سامنے پیش کرتے ہوئے شرم آئے -

ہندو کہتے ہیں کہ خدا نے سورہ کا اتار لیا - تو انہیں اس کی کوئی توجیہ کرنی پڑتی ہے اسی طرح عیسائی جب بیٹا کہتے ہیں تو اس کو عجیب عجیب تاویلین کرتے ہیں - مگر اسلام نے جو خدا پیش کیا ہے وہ ہر عیب سے منزہ اور کمزوریوں سے مبرا ہے

خدہم - خدا کی طرف سے کوئی مذہب ایسا نہیں آیا - جو تمام آدمیوں کو بھر منوایا جاوے اسلام نام ہے صدق دل سے مان لینے کا اور جبر و اکراہ میں یہ بات ہرگز نہیں -

وما اھلکنا من قبیۃ - اللہ تعالیٰ تبدیل مذہب نہیں پکڑتا - بلکہ نقص امن اور شومی و شرارت پر اس دنیا میں مواخذہ فرماتا ہے -

کتاب معلوم - اس دنیا میں بھی اس کا نظارہ ہمارے سامنے ہے - کہ زنا و ایک حد تک کر کے بعد سوزاک یا آتشک ہوتا ہے -

انک لیجنون - راستبازوں کو آج تک ایسا کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے سورہ نون میں ایک بات فرمائی ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے ان کے خلاصے در خلاصے اور علوم کو جمع کرو - تو رسول اللہ مجنون ثابت نہیں گئے - بلکہ عقل الناس -

سورہ میں فرمایا انک لھلک خلق عظیم - سات موقع پر انسان کے خلق کا جلوہ ہوتا ہے اور ایک مثلاً انسان گھوڑے یا ہتھی پر جانا ہے اسے دیکھ کر کئی لوگ حد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا دادا ایسا تھا یا پردادا ایسا - اخلاق فاضلہ ہوں تو یہ فضول کار رواجی نہ کریں - پس ایک بہشت قیومہ ہوا - جب ایسی کھلیں نہ لگیں - دوسرا بہشت - بیوی کے ساتھ اچھے تعلقات میں - اسی طرح بچوں اور نوکر دن کے ساتھ اچھا تعلق ہے - تو یہ تیسرا بہشت اور نیلہ ہے پھر اپنی

قوم کے ساتھ معاملات میں عمدہ اخلاق رکھتا ہے - تو یہ پوتا بہشت ہے - پھر قوم کی دو قسمیں ہیں - اپنے ہم مذہب یا غیر مذہب ان سے تعلقات محبت والے ہوں تو پانچواں بہشت ہے - ایک بادشاہ سے تعلقات میں ایک خدا سے محبت کی تم کو فرمایا تو بڑے اعلیٰ خلق پر ہے - رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق اپنی ذات میں بے نظیر تھے بیویوں کے ساتھ اس سے بڑھ کر - قوم کے ساتھ ایسا صاف معاملہ - کہ جب تک خدائی پیغام نہیں پہنچایا - سب آپ کو صادق و امین سمجھتے تھے - دلائل بونٹ و دلائل الظالمین بایات اللہ یحجودن - بادشاہوں کے ساتھ ایسے اچھے تعلق کہ آپ کے مریدوں نے حبشہ میں کہ اس سے زندگی گزاری اور خود مگر کے شررا انگیز رئیسوں میں کیسے امون رہے - پھر خدا سے ایسا تعلق - کہ قرآن شریف جیسی خاتم الکتاب کی وحی کے مہبط ہوئے - کیا ایسا شخص مجنون ہو سکتا ہے - جو تمام مہران ملک کی تجویزوں اور تدبیروں کے مقابل میں کامیاب ہوا و ہا کا اذا منظرین - چنانچہ جب فرشتے آئے - تو کفار کو نہ بدر میں مہلت ملی کسی اور غزوہ میں -

انا نحن نزلنا الذکر - فرشتوں کا ایک ثبوت دیا ہے - کہ دیکھو یہ کتاب ہے اس کی حفاظت اخیر زمانے تک فرشتے کریں گے - تم اس کے خلاف کوئی غلطی تو ثابت کر دو - سائیس نے کس قدر ترقی کی - تارخ کی کیسی چھان بین ہوئی - مگر قرآن شریف کی کوئی بات جھوٹی نہ ہو سکی بیچ فرمایا - لایاتہ الباطل -

قد خلت سنۃ الاولین - یہ فرشتوں کے نزول کا دوسرا ثبوت فرمایا - کہ نشان جو تم مانگتے ہو وہ ہی آج صاف گاہ - جیسا اگلے مکتوبوں سے ہوا دیکھا ہی تم سے ہو گا چنانچہ ہوا - ہندو فرشتے آئے اور کفار کو ہلاک کر دیا -

ولو فتحنا علیہم - یہ ضدی لوگوں کا بیان ہے -

سکرت البصا دنا - ہماری آنکھیں کسی نشے کی متوال ہو گئیں - ہم پر سحر ہو گیا - وغیرہ وغیرہ

مورخہ ۶ جنوری ۱۹۱۰ء

(سورہ الحج - رکوع ۲)

آئندہ کے واقعات قبل از وقت ان کی معلوم ہوں یہ آدمی کو تڑپ لگی ہوئی ہے - اس کے لئے مخلوق نے عجیب عجیب تجویزین کی ہیں - میں نے ایک شانہ بی بی کی کتاب دیکھی - ایک دنہ ^{بانی میں ادباً دیتے ہیں} کو خاص خیال پر فوج کرتے ہیں اس کے شانہ کو چند لفظ نظر آتے ہیں - جن پر احکام مرتب کرتے ہیں - دوم - خط تقدیر اس کے لئے چار مقامات میں (۱) بعض نے ہاتھ کے شکنوں پر کتابیں لکھی ہیں بعض نے چین چین پر بعض نے انسانی بدن کی دو سرکوں پر (۲) ایک اور علم ہے - جو کھوپڑی کے متعلق ہے - اس علم کی بھی غرض ہے - رسل بھی ایسی

لے سیکھی جاتی ہے۔ کان بنی یحییٰ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ یحییٰ کے پیغمبر نہیں کہ فقط دالکد شکلیں بنائی جادین اور پھر ان پر احکام مرتب کریں۔ پائے جو میں ہے۔ اسی غرض کے لئے ہیں۔ پھر پرندوں کے بائیں یا دائیں نکلنے پر بحث کرتے ہیں۔ پھر ایک علم سے سرودہ۔ جسے عربی میں علم النفس کہتے ہیں۔

یہ ناک کے سانسوں پر احکام مرتب کئے جاتے ہیں۔ اختلاف الاعضاء اور بالبال سے بھی غیب دانی کرتے ہیں۔ یہ ادنیٰ طبقے کے لوگ ہیں۔ ان سے اعلیٰ نجوم کا علم ہے۔ جس کے دو حصے ہیں۔ ایک سورج گرہن چاند گرہن اور پھر ان پر احکام لگاتے ہیں۔

ایک جفر کا علم ہے۔ اس سے بڑے بڑے احکام نکالنے کو دعوت کرتے ہیں ایک قوم ان سے بھی آگے ہے۔ جنہیں کائنات کہتے ہیں۔ ان کا چھوٹا سا شعبہ یورپ۔ امریکہ میں آجکل پایا جاتا ہے۔ اس کو سپر ہیرجوم کہتے ہیں انسان کی روح وغیرہ اس ذریعہ سے نکال دیتا ہے۔ ایک دن سے کسی قدر آگے ہیں۔ وہ ہمارے ملک میں حضرات والے کہلاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو معمول بنا کر ان سے کام لیتے ہیں۔ عرب میں جو لوگ کائنات کہلاتے ہیں۔ وہ کم کھاتے کم سوتے کم اشتہار کرتے اور ایک خاص بات کی دھت رکھتے۔۔۔ ہزاروں والے بھی انہی میں سے ہیں ایسے لوگ اپنے تین بہت نجس رکھتے ہیں۔ جناب میں نہیں نہاتے۔ محرمات ابدی سے جامع کر لیتے ہیں۔ انسان کی کھوپڑی میں کھانا کھاتے ہیں۔ آدمی کے ذانت کی تیج رکھتے ہیں لوگوں سے چھپانے کے لئے چاندی کا خول چڑھاتے ہیں۔ اور عبادت کثرت انسان کے چڑے پر بیٹھتے ہیں۔ بلکہ کھانا ہی دیاں پکاتے ہیں جہان کو ہی مردہ جلایا گیا ہو ایسے تمام لوگ میں نے دیکھے ہیں۔ اور ان کے اعمال سے واقفیت حاصل کی ہے۔ کائنات لوگوں کو جو غیب سے آوازیں آتی ہیں ان میں بعض باتیں سچی بھی ہوتی ہیں۔ مگر کثرت کے ساتھ جھوٹ ہوتا ہے۔

یہ جو غیب بینی کی کوشش کرتے ہیں ان میں غور کر کے دیکھا جاوے تو عجیبانہ ہمارے تمام جہان پیشگوئی ہی کرتا ہے۔ مثلاً دوست کو کھدینا کہ (۱) ہم فلاں نبی تمہارے پاس گاڑی پر پہنچیں گے۔ باوجود اندیشہ لیٹ و کیشن کے (۲) کاشتکار کا آئندہ ناچ کی امید پر بیج بنا۔ باوجود اندیشہ ارضی و سماوی کے۔ (۳) ملازم کا کام (۴) تاجر کا مال سنگدانامید نفع (۵) اشتہار دینا پہلے گھر سے خرچ کر کے۔

غرض پیشگوئیں پر دنیا کا سارا مدار ہے ان سب کا معیار صداقت کثرت و قلت پر ہے۔ کائنات اسی لئے جھوٹے ہیں کہ ان کی اکثر باتیں صحیح نہیں نکلتیں۔

نبیل میں بھی کثرت کا اعتبار ہے۔ جب خدا کے فعل میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ قول میں کیوں نہ ہو۔

بودج۔ بُنح کہتے ہیں گول چیز کو۔ زدن ستارے جو آسمان میں ہیں ان سے مراد ہے بعض کہتے ہیں کہ منازل شمس و قمر مقصود ہیں۔ مگر عرب لوگ تو ان باتوں کو نہیں جانتے تھے بہر حال ستارے بہت مفید ہیں۔ ارض کے لئے۔ مگر خبیث لوگ ان سے عجیب عجیب جزوی و شخصی احکام نکالتے ہیں۔

الآمن استرق السم۔ کوئی ایک اودھ بات صحیح ہی مستنبط کر لیتے ہیں۔ مشہاب مبین۔ بات پوری نہیں ہوتی تو آگ سی لگ جاتی ہے۔ جو ان کے تمام جھوٹے تودہ کو جلا دیتی ہے۔

موزون۔ دو معنی ہیں ایک معلوم۔ دوسرے مقدار کے ساتھ ہر چیز بنی ہوئی ہو۔ دان من شیخ الاصفہا خزانہ۔ جتنی ایجادیں میں ان کی تحقیقات کرو۔ تو یہی معلوم ہوگا کہ اس کا اصول اتفاقاً معلوم ہوا اور اول اول کسی بالا راہہ کوشش کا نتیجہ نہیں ہوگا مثلاً چھاپنے کے پتھر کی دریافت۔

لواقم۔ جمع لاقمہ کی لاقمہ محققہ کے معنی رکھتا ہے۔ ناقص یعنی مفعول کئی جگہ آیا ہے۔ کلینی اہم یا اہمیت نامی۔ دلیل اقصیٰ بطلی اکلواکب۔ اے منصب۔

لیسٹین یا بس بصلاعتہ و اشعث مٹا طوحہ الظلم و مٹا طوحہ اس کے معنی میں حمل بنے والی۔ ایک انگریزی کتاب میں لکھا ہے کہ نباتات میں نر و مادہ کی دریافت عربوں نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی برائیں اٹھاتا ہے کہ جو نر و مادہ پر چڑھتی ہیں۔ قرآن مجید نے اس کو پہلے بیان فرمایا ہے۔ من کل زوجین اثنین۔

المستقد میں۔ کے معنی پہلے کے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا۔ اہم گذشتہ مراد میں بعض کہتے ہیں۔ وہ مراد میں جو نیکی میں سب پر ترقی لے گئے۔

موضوعہ خبری ۹۱۰

(رکوع نمبر ۳)

صلصال۔ خلاصہ در خلاصہ جو چیز ہوتی ہے اس کو صصال کہتے ہیں۔ صل سے نکلا۔ حملاً۔ (۱) جو مٹی متغیر ہو جاوے چکی پوری صورت بن جاوے (۲) جو کین ڈالی جاوے (۳) جس میں سے برآمد۔

مسنون۔ کسی چیز کو کسی کے مناسب بنانا۔ سنت المار علی الوجہ۔ من روحی۔ اپنا کلام۔

السموم۔ تیز بو کو سموم کہتے ہیں اس کے اندر جو صفت جو وہ ناری ہے جان میں شامل ہیں وہ تمام جاندار جن میں ناری مادہ ہو یا ایک سانپ کو بھی جان کہتے ہیں۔ طاعون کو کڑے کو بھی وغیرہ ابن فرمایا ہے۔ مرگی کے کڑے کو بھی جن فرمایا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب کو بھی آگ فرمایا ہے۔ اسی واسطے اُس کے اطفال کے لئے کھڑے کو بیٹھنے پر لیتے اور لٹکتے میں شدید زہر تو ہے اُسے ایک جگہ شیطان فرمایا۔ اسی طرح جن لوگوں کو شیطان سے تعلق ہوتا ہے ان میں ہی خاص تیزیان ہوتی ہیں۔

فجاء الملائکۃ۔ ملائکہ مامور من اللہ کے کاموں میں لگ جاتے ہیں۔ سعید الفطرون کر قلب پر وہی ایمان لانے کی تحریک کرتے ہیں۔ مع السجدین۔ فرمانبرداروں کے ساتھ شامل نہ ہوا۔ ہر آدمی کو میں دیکھتا ہوں کوئی کوئی کا نافرمان ہوتا ہے۔ (باقی آئندہ اشارہ اللہ تعالیٰ)

حضرت نامولوی نوح الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ چودہواں سورہ الحج

(مورخہ ۹ جنوری ۱۹۱۰ء رکوع ۳)
گذشتہ اشاعت سے آگے

فاخر ج منها۔ نکل جاتو اس مرتبہ سے۔

فاناک رجیم۔ کیونکہ تو دہنگا رہا ہے۔

فانظرنی۔ یہ اس کی خواہش ہے۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ شیطان کی یہ خواہش

پوری ہوئی۔ غلطی کرتے ہیں۔ ان فرمایا۔

الی یوم الوقت المعلوم۔ ہر آدمی کے ساتھ بقدر اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے

ایک وقت آتا ہے کہ نیک انسان بیدار ہوتا ہے پھر شیطان کا دوا پر نہیں چلتا۔

عبادی۔ کچھ ضرورت نہیں کہ عبادی سے خاص بندے مراد لے جاوین کسی آدمی پر شیطان کا

غالب نہیں ہوتا۔ چنانچہ دس کا کہا گیا ہے جیسا کہ میں نے کئی بڑے بڑے ڈاکوؤں سے پوچھا ہے اور

اونہوں نے مانا ہے کہ کوئی جہن جبرائیل نے جانا بلکہ خود ہی جاتے ہیں۔

مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۱۰ء

(سورہ الحج۔ رکوع ۴)

المتقین۔ تقویٰ اختیار کرنے والے۔ ایسے لوگوں کے عقائد صحیحہ ہوتے ہیں۔ اللہ پر

ایمان۔ فرشتوں پر۔ کتابوں پر۔ نبیوں پر ایمان۔ جزا و سزا پر ایمان اور اعمال کا کچھ نہ ہیں اس

لئے فرمایا۔ مال کو خرچ کریں۔ ذری القربیٰ۔ یتامیٰ۔ مساکین۔ سائلین۔ غلاموں کے آزاد

کرنے پر۔ نماز پڑھیں۔ زکوٰۃ دیں۔ صابر ہوں۔ (مٹائی۔ غوی۔ دواوی۔ بیماری کی اوقات میں)

ہیں یہی شقی لوگ ہیں۔

کچھ اور نشان بتاتا ہے وہ سلامتی کے گھر میں رہتے ہیں۔ کسی نیک بندے کی نسبت

ان کے دل میں رنجش نہیں رہتی۔

نبی عبادی۔ امید و بیم دو چیزیں۔ اللہ کے حضور میں پہنچنے کے لئے۔ اس کا

ثبوت آگے آئیو اے بیان میں دیتا ہے۔

بغلیم۔ اس بچے کے جوان ہونے کی خبر بھی دیدی۔

الصنانون۔ خدا کے صفات کا واقف ہیں۔

فما خطبکم۔ حضرت ابراہیم کا قلب محسوس کر رہا تھا۔ کہ یہ کوئی عذاب بھی لائے ہیں۔ اس لئے

بشارت منکر بھی دریافت کیا۔

قوم مجسمین۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اگر قرآن شریف میں اس کا ذکر نہ ہوتا۔ تو میرے

دہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی انسان مردوس ہوگا۔

مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۱۰ء

(رکوع ۵)

لوٹا کہ قوم کے شمال مغرب میں آباد تھی ان کی بستی ان کی بستی تھی۔ ایک کا نام یثدوم

ایک کا گمارا۔ ایک کا نام صغیر تھا۔ اسی واسطے اس قوم کے بزرگاریوں کو یثدومی کہتے ہیں

منکرون۔ پائندہ کئے گئے۔

فیہ یمتدون۔ وہ عذاب جہنم یہ شک کرتے تھے۔

لا یلیقت منکم احد۔ چونکہ عذاب میں گرفتار ہونے والی نے پیچھے ہٹ کر دیکھنا تھا

اس لئے دوسروں کو ایسا حکم ہوا۔ بعض حکم خاص مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں۔

حیث تو مرون۔ پاس ایک پہاڑ تھا اس پر چلے جانے کا حکم تھا۔

دابہ۔ (۱) اول (۲) آخر (۳) جہنم و مدبر ہوں۔

یستبش دن۔ کیونکہ وہ لوگ حضرت لوط پر کسی قسم کا الزام آنے کے منتظر تھے

ملا تفضھون۔ ہمالیوں کی بے عوق کر کے بچے ذلیل کر دو۔

عن العالمین۔ اجنبی لوگوں کو آئندہ منع نہیں کیا۔

ان کنتم فاعلین۔ اگر تم اس مقدمہ کی تحقیق کرنا چاہتے ہو تو میری بیٹیوں کو بطور ضمانت

بیسہون۔ (۱) اندھے (۲) ناماقبت اندیشی کرتے۔

للمتوسمین۔ وہ لوگ جو بڑی فراست والے ہوں اور عبرت پکڑنے والے

اتھا۔ وہ بتایا عذاب کا نشان۔

مقیم۔ موجود۔ وضع۔ دان کی جہیل کا نام۔ ڈیڈسی۔ جھیل مردار۔ جس میں کوئی جاندار

نہ زندہ نہیں رہتا۔

الابکتہ۔ بن۔ جنگل۔ جس میں بہت سے درخت ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔

لبا مایم۔ امام اس شاہ راہ اور اس شخص کو کہتے ہیں جس کی طرف لوگوں کا قصد ہو۔ چونکہ

شاہ راہ کی طرف اکثر لوگ منزل تک پہنچتے۔

مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۱۰ء

(سورہ الحج۔ رکوع ۶)

الحجر۔ ٹھوک کی قوم جہان ربی تھی اس کو حجر کہتے ہیں۔

حجرین بحث ہوئی ہے کہ حجر کیا چیز تھی بعض لوگ کہتے ہیں اس قوم کے دار السلطنت کا

نام ہے بعض اس میدان کا نام بتاتے ہیں۔ حدیدہ۔ حضرت موت۔ حجاز۔ ہمارے ملک

کو حجر کہتے ہیں۔ دان کی قوم ٹھوک میں علی بنی آئے ہیں۔

ایا تناء۔ اپنے احکام۔

دکاؤں یا بختوں من الجبال۔ اس نے زمین بھی اس کا رنگ پایا جاتا ہے۔ یعنی چار پڑھیاں بنانا۔ ایک پہل زمین ہوتی ہے ایک جبل زمین۔ دونوں مقامات پر اس زمانے کے لوگ بھی کوٹھیاں وغیرہ بناتے ہیں اور اس پر اترتے ہیں۔

الصيحة۔ اس کے معنی عذاب کے ہیں۔ آواز کے معنی بھی درست ہیں۔ جب پہاڑوں میں بڑے زلزلے آئے ہیں تو زلزلوں سے پہلے گونج اور گرج پیدا ہوتی ہے۔

صاح الزمان لال بوملک صيحة۔ خرقا بصيحة عطا الا ذقان۔ برک ایک قوم تھی۔ جس نے لدون الرشید علیہ رحمۃ اللہ کے زمانے میں بڑی ترقی کی۔ اوھون نے تمام طاقتور جاگیردار اور علاقوں بلکہ شعراء و علماء کو اپنے قبضے میں کر لیا اور رشید نے ان کی قیمت پر اطلاع پاکر انہیں ایک ہی دفت میں ہلاک کر دیا۔ شاعران کو چونکہ بہت انعام دیتے تھے اس لئے انہوں نے ان کی سخاوتوں کی بڑی تعریف کی ہے۔

وما خلقنا السموات۔ یہ آیت اس اعتراض کے جواب میں ہے۔ جو اھل حق ہم اللہ صحت سے کسی نادان کے دل میں پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ زلزلے آنا تو ایک نیچرل رول ہے۔ پھر زلزلہ آنے پر صلحاء کی ہلاکت بھی ہو جاتی ہے۔ فرماتا ہے۔ آسمان و زمین کو ہم نے حق و حکمت سے پیدا کیا۔ ہم نے پہلے ہی سے یہ انتظام کر رکھا ہے۔ عذاب اسی وقت آئے گا۔ جب صلحاء بالعموم نہ رہے اور زلزلہ اگر کسی ظاہری سبب سے پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کا باطنی سبب یہی ہے۔ اور ہم اسے خوب جانتے ہیں۔

فاصفهم الصغیر الجمیل۔ عذاب کے لانے کے لئے صبر بھی بہت مفید ہے یہاں سے ایک انبار شہد چٹنا نکلتا تھا۔ وہ اس سلسلہ پر سخت مفتریانہ اور مفرحہ کرتا۔ میرے دل میں بعض اوقات اس کے جواب کا جوش اٹھتا۔ اس لئے میں نے ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ تو فرمایا کہ تمہارے جواب کیسے کیا بنے گا۔ مگر کہہ دو کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ پھر ایک موقع آیا۔ تو آپ نے توبہ فرمائی اور ایسی توبہ فرمائی۔ کہ جناب الہی عزت و قانان ان کا صفایا ہی ہو گیا۔

سبعاً۔ اس کے معنی سات آئین۔ یعنی اٹھ شریف۔ یہ ان آیتوں میں سے ہیں۔ جو کئی ہزاروں میں پڑی باقی ہیں۔ چنانچہ وراثت میں بالعموم چالیس رکعتوں میں یہ سورہ دہرائی جاتی ہے۔ کئی تابعین نے کہا ہے۔ بقرہ۔ آل عمران۔ نساء۔ مائدہ۔ انفاس۔ اعراف۔ توبہ ان سات سورتوں کا نام ہے۔ بعض نے توبہ کی بجائے بقرہ کو رکھا ہے۔ کیونکہ ان کا بیان آپس میں ملتا جلتا اور دہرا ہوا ہے۔

لا تمدن عیونکم۔ تو ان شریف الہی نعمت کے مقابل میں اس فانی دولت کی کچھ پروا نہ کرو اور آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔

اذوجاً۔ رنگ برنگ۔ المقتضین۔ مقسم کے کئی معنی گئے ہیں۔ ایک یہ کہ یومنون بعض دیکھو بعض بعض۔ دوم یہ تقاسموا باللہ۔ جیسے حضرت خدیجہ کی قوم نے قسم کھائی تھی۔ کہ رات حضرت صالح کو مار ڈالیں گے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ۴۴ آدمیوں نے بھی مشورہ کیا۔ (۳) تقاسموا علی سبل مکہ۔ کفار نے اسلام کے

خداوت اُبھارنے کے لئے مختلف شاہ راہوں پر آدمی مقرر کر رکھے تھے۔ اس کا ثبوت میں نے دیکھا ہے۔ کہ لوگوں کے ہکالے کے لئے رستوں میں اپنے ایکٹ چھوڑ دیتے ہیں (۴) عجیب عجیب معنی کر کے کئی فتنے بنا دئے۔ چھ شخصوں کے نام مجھے یاد آ گئے۔ (۱) اسود بن زرارہ (۲) اسود بن زہرہ (۳) ولید فزوحی (۴) عاص سہمی (۵) اسود بن مطلب (۶) عادت خزاعی۔ یہ سب مختلف عبرت و درشت ناک امراض سے ہلاک ہوئے۔

فسمع محمد دیک۔ بعض لوگوں نے سجدوں میں عجیب عجیب طرح کی دعائیں قرآن کریم کی مختلف آیات سے لے کر پڑھنی شروع کر دی ہیں حالانکہ سجدوں میں قرآنی دعاؤں کے پڑھنے کی ممانعت ہے۔ وہ دیکھیں۔ کہ یہاں جو صاف حکم ہے اس کی تعمیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح فرمائی۔ رکوع و سجدوں میں پڑھا جاتا ہے۔ سبحانک اللہم و بناو محمدک اللہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کہ رات کو سبحان اللہ۔ الحمد للہ اللہ کی پڑھ کر سوئے ایک نکتہ لکھا ہے وہ یہ کہ جیسا کسی کو خوف و ہر یہ دین و دنیا ہی انعام ملتا ہے۔ جناب الہی میں جو تسبیح و تحمید کا یہ پیش کرے گا۔ خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں اس شخص کو جس نے یہ پیش کیا۔ گناہوں سے پاک کر دے گا۔ اور چند دفعہ غفلت سے بخود پڑھا جائے گا۔ یاتیک الیقین۔ یقین سے مراد موت ہے۔

یہاں سورہ الحج کے نوٹ ختم ہوئے

انخان سورہ النحل

مورخہ ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء
(رکوع نمبر ۷)

چند سورتیں۔ آلہ۔ آلہ سے شروع ہوتی ہیں یہ لفظ بہت خطرناک ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو کچھ تم لوگوں نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا وہ میں خوب دیکھ رہا ہوں۔ اب اس سورہ میں اس کے نتیجہ کا ذکر کرتا ہے۔

امر اللہ۔ امر کے معنی حکم کے ہیں۔ لا تستعجلوہ سے ظاہر ہے۔ کہ یہاں وعید کا ذکر کر رہے

یمنزل الملائکۃ۔ شرک کے دفعیہ کے لئے اس نے فرشتوں کو اپنا کلام دے کر نازل کیا ہے امن یشاء۔ مراد یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے۔ بالحق۔ ازل میں مقدر تھا کہ ایک دفت آئے گا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صیغہ ہوں گے اور لوگ ان کے مقابل میں شرارتیں کریں گے۔ جو سزا پائیں گے۔ چنانچہ اس کے مطابق انتظام ہو رہا ہے۔

دفت۔ دفت کے معنی حاصل کرنا۔ جو جانور دن کی پرستینوں سے حاصل ہوتی ہے۔ اور دفت کے معنی نسل کے بھی ہیں۔
حمال۔ عزت کا نشان۔

ترجیوں۔ واپس پڑنے کا ذکر پہلے اس لئے فرمایا کہ اس وقت جائز مٹانا زہ ہو کر واپس آتا ہے اور اس میں زیادہ تر اظہار شوکت ہوتا ہے۔ یہ تمام انعام اس لئے ذکر فرمائے کہ دیکھیں ان نعمتوں کا تم کفر رہے ہو جس کا نتیجہ بد اٹھاؤ گے۔ یا شکر کرتے ہو۔
و یخلق ملائکلوں۔ وہ نئی نئی سوار یاں جو تمہارے علم میں نہیں پیدا کی گئی۔
قصص السبیل۔ قصہ کے معنی بیان کرنا کیا معنی وہ جو صراط مستقیم ہے اس کا بیان کرنا خدا کے ذمے ہے۔ دوسرے معنی یہ کہ میانہ راہ۔ دو فو معنی صحابہ و تابعین سے ثابت ہیں۔

مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۱۰ء

(۸ رکوع ۸)

هو الذی انزل من السماء۔ جس طرح ظاہری بارشیں ہوتی ہیں اسی طرح روحانی بارشیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایسی بارش میں ایک اعلیٰ درجہ کا دقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ جس کے ساتھ ہر قسم کے درخت نکلے۔ کچھ مثل ابو بکر و عمر و عثمان و علی۔۔۔ اعلیٰ درجے کے۔ کچھ ان سے کم درجہ کے۔ کچھ مخالفت قسم کے درخت بھی پھوٹ نکلے۔ جیسے ابو جہل وغیرہ شیبہ و ربیعہ۔

آسمان سے جب پانی برتا ہے۔ تو قسم قسم کے درختوں کو پہونچتا ہے اور انہی کی قسم کے موافق نکلتے دیکھا ہوتا ہے۔

وما ذرناکم فی الارض۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خراب قسم کا بیج کسی اچھے سو پیوند کرتے ہیں۔ اسی طرح تعلیمات الہی سے لوگوں کے حالات بدل جاتے ہیں۔
لما کلو امانہ علما ط یا۔ سمندر کا بعض پانی بہت تلخ ہوتا ہے۔ مگر اس کی پھل خوش ذائقہ ہوتی ہے۔ اسی طرح خدا کی مخلوقات میں۔ جو شریر ہیں۔ انہی میں سے ایک نیک مبعوث ہو جاتا ہے۔

مواخر۔ بوجہل۔ ہواؤں کو چیرنے والی۔ بڑی آواز سے۔

والذین یدعون۔ یہ آت حضرت مسیح کے خالق ہونے کے اعتقاد کو رد کرتی ہے (اور اسی سے ان کی دفت بھی ثابت ہوتی ہے)

تمیذ بکم۔ تمیذ۔ چکر کھانا۔ دوران سر کو بھی کہتے ہیں۔ تمیذ بکم کے معنی ہونے وہ بھی تمہارے ساتھ ہی چکر کھاتے ہیں۔ دوسرے مید کے وہ معنی ہیں۔ جس سے میدہ کا لفظ نکلا ہے۔ جسکو کھاتے ہیں۔

مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۱۰ء

(سورۃ النحل ۹ رکوع ۹)

جب انسان مطالعہ کرتا ہے نعمتیں دی ہوئی کسی کی۔ اور کس کے ذریعے سے ہم منتفع ہو سکتے ہیں۔ اور ان نعمتوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور ان نعمتوں کے کفران پر سزا دینے والا کون ہے۔ اے امر اللہ کہنے والا کون ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان

بڑھتا ہے۔

اللہ واحد۔ اعلیٰ درجہ کی محبت اعلیٰ درجہ کی اطاعت اعلیٰ درجہ کا تذل ان باتوں کی مستحق ایک ہی ذات ہے۔

تعجب ہے کہ لوگوں نے ان انون میں سے ہی معبود بنائے۔ مگر ایسے تمام معبود بڑی بڑی سخت مصائب میں گرفتار ہوئے تاکہ ان کی بشریت واضح ہو جاوے امام حسینؑ یحییٰ بن مریم علیہ السلام رام چند گنبد پر سخت مصیبتیں پڑیں۔

مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۱۰ء

(۱۰ رکوع ۱۰)

مکر۔ آریوں کو مکر کے متعلق بہت سے جواب دئے گئے ہیں۔ مگر وہ اپنے سوال کو پیش کئے ہی جاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ بعض الفاظ کلی حالات کے لحاظ سے خاص معنوں میں لئے جاتے ہیں۔

عربی زبان میں مکر تمبیر کو کہتے ہیں۔ جو دو قسم کی ہیں۔ ایک بُری۔ دوم اچھی۔
فاتی اللہ بنیانہم من القواعد۔ یعنی استیصال فرما دیا۔ تعلیم اور ذہن نشین کرنے کے لئے اطناب فرمایا۔

من حیث لایشہ دت۔ ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے جن باتوں سے منع کیا ان سے ابتدائی مرحلہ ہی میں ترک جا دیں۔ ورنہ عذاب ایسے طور سے آئے گا کہ پتہ بھی نہ لگے گا۔

یحییٰ اللہ المتقین۔ اس میں بشارت ہے کہ وہ انعام جو صحابہ کی جماعت پر ہوئے اب بھی ہو سکتے ہیں۔

یستعزڈن۔ ہر وہ کہتے ہیں کسی چیز کو ہلکا جانتا۔ حقیر مانتا۔

مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۱۰ء

(سورۃ النحل ۱۱ رکوع ۱۱)

اچھی بات کو بھی بُرا آدمی گندے معنوں میں لیتا ہے۔ یہی بات تو یہ تھی کہ جیسی خدا کی مشیت مجبور کر کے مسلمان نہیں بناتی۔ اسی طرح مشرک بھی نہیں بناتی۔ مگر وہ ایک شق کو لیتے ہیں۔ جس سے خدا پر لازم آئے۔

۸۔ انعام۔ رکوع ۶ میں بھی مشرکین کے اسی قول کا ذکر ہے۔ جسکی خوب تردید فرمائی گئی ہے۔

من یضل۔ ایسے انسان جن کے بد معنوں کا نتیجہ ہی یہ ہے کہ خدا کی طرف سے اضلال

مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۱۰ء

(سورۃ النحل ۱۲ رکوع ۱۲)

مکہ میں مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ صرف مالوں کا ہی فکر نہ تھا بلکہ جانوں کا بھی۔ ایسے وقت میں حضرت حق سبحانہ وحی فرماتے ہیں کہ لوگ مہاجر ہوں گے اور پھر منظر منصف

ہوں گے۔ شیعہ قوم بھی غور کرے۔ جو مہاجرین کی معائب شہاری اپنا فرض سمجھتی ہے یا ورکھو۔ کہ جو شخص کچھ اللہ کے لئے چھوڑتا ہے۔ وہ دنیا میں اس کا بدلہ پاتا ہے۔ دلائل الاخیرۃ۔ دنیا کے سکھ سے اجر آخرۃ پر دلیل قائم کی۔ جب ایک بات محل ہوگئی۔ تو بدیل اربعہ مناسبہ دوسری ضرور حاصل ہوگی۔

الذین حبسوا۔ نیکوں پر قائم رہنا اور بدیوں سے رکنا۔ خبر ہے۔
یلا رجلا۔ الّا بمعنی غیر ہے۔

اهل الذکر۔ قرآن شریف میں دوسرے مقام پر ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ اور فرمایا۔ ان الذین کفروا بالذکر لما جاءهم۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔ انا نزلنا الذکر میں بھی اس کی تشریح فرمائی۔
الذین مکروا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قید کر دین۔ قتل کر دین۔ یا جلا وطن کر دین۔ کفار مشرکین یہ تدبیریں کر رہے تھے۔

ان خفیث اللہ ہم الادھن۔ اس ملک میں ہم تہین ذلیل کر دین۔ ایک شعر یاد آ گیا۔ حمارہ میں ابو شامہ کا شعر ہے۔

دان ابیتم خافنا معشر الف۔ لا نعلم الخف ان السهم مشرب
علی خوف۔ خوف کے معنی عربی زبان میں گھسنے کے ہیں۔ یعنی ہم تہین ایسے گرفتار کریں کہ تم گھسنے جاؤ۔

مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۱۰ء

(سورہ النحل رکوع ۱۳)

قال اللہ۔ اور فرمادیا ہے اللہ نے۔

الھدین اثنین۔ دو معبود بھی نہ بناؤ۔ چہ جائیکہ دوسے زیادہ۔

فایاتی خادھبون۔ اس کے ترجمہ کی اردو زبان معمل نہیں ہو سکتی۔ ق۔ ایاتی ق۔ تین چیزیں میں میں یس لے ان کا ترجمہ یوں ہو سکتا ہے۔ تہ تہی سے ہی پھر مجھ سے ہی ہو۔

الدین۔ دین کے معنی۔ مذہب و ملت۔ فرمانبرداری۔ جزا و سزا۔

واصباء۔ دائماً۔ ہمیشہ۔ ایک شعر یاد آ گیا۔ بڑے آدمی کا جو زبان عربی کراموں میں سے ہے۔

لا تبغی الحمد القلیل بقاء۔ یوماً۔ بزم الدھر اجمہ و اصباء۔

میں ایسی مدح کسی کی نہیں چاہتا۔ جس کا بقا تھوڑی مدت ہو اور جو لعنت۔ بُرائی ہو وہ ہمیشہ تک چلی جاوے۔

تجرون۔ فریاد کرتے ہو۔ آوازیں اٹھاتے ہو۔ گڑگڑاتے ہو۔ زاری کا لفظ ہمارے ملک میں اس کے لئے رائج ہے۔

لیکھو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ کفر نمت کریں۔

مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۱۰ء

(سورہ النحل رکوع ۱۴)

لو یؤخذ اللہ الناس بظلمهم۔ کس قدر بدکاریاں ہوتی ہیں۔ کس قدر بد معاملہ گیان ہوتی ہیں۔ کس قدر شرک ہوتا ہے۔ اگر ان سب کی سزا میں اللہ پکڑے۔ تو سب ہی ہلاک ہو جاویں۔ جب آدمی ہلاک ہو گئے۔ تو میدان وغیرہ خود بخود ہی ہلاک ہو گئے۔ کیونکہ یہ تو انسان کی خاطر سے ہیں۔

لا یستأخرون ساعۃ۔ آئے ہوئے وقت کو پیچھے نہیں کر سکتے۔

ایک بزرگ کی بات سنا ہوں۔ ان سے کسی نے کہا۔ میں نے دو سوھ میں پانی ملا کر پیچا ہے۔ مجھے تو بڑا ہی نفع ہوا ہے۔ کوئی نقصان نہیں ہو چکا۔ اس بزرگ نے کہا کہ جتنا پانی تم اب تک ملا چکے ہو۔ اتنا ایک گڑھا کھود کر اس میں پانی ڈالو اور پھر اس نے ایسا کیا۔ تو اس کے گلے تک آیا۔ بزرگ نے فرمایا۔ دیکھو ابھی تمہارے دوست کا وقت نہیں آیا۔ غرض بدکاری کی بدکاری کی سزا کے لئے ایک وقت ہوتا ہے۔ دلائل مستقدمات۔ اور نہ پیچھے کر سکتے ہیں۔

لاجرم۔ لاد۔ ضرور۔ جرم کے معنی کے کسب بھی کئے ہیں پس لاصح تاکید ہوگا۔ مفرطون۔ ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ افراط سے ہے۔ عربی زبان میں فراط اسے کہتے ہیں۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انا خذ حکم علی المحض۔ بچہ فوت ہوتا ہے۔ اس کے لئے دعا ہوتی ہے۔ اللھم اھل لنا خراطاً۔

ایک فارط ہوتا ہے جو آپ جاتا ہے۔ اور جو آگے بھیجا ہوتا ہے۔ اسے فرط کہتے ہیں۔

فارط اور فراط کے لئے ایک شعر یاد آ گیا۔ واستجیون دکانا من صحابتنا کما تعجل

مفرطون کے معنی ہوئے (اگے بھیجے گئے)

اللہ نے انسان میں دو دنوں قسم کی طاقتیں دی ہوئی ہیں۔ اگر غضب ہے۔ تو ساتھ رحم بھی ہے اگر عفت ہے تو شہوت بھی۔ انسان کو اللہ نے حکومت بخشی ہے۔ کہ وہ غضب و رحم میں رعت و شہوت۔ حرص و فحاشی میں عدل قائم رکھ سکے۔ ہر ایک کو اپنی حد سے نہ بڑھنے دے۔ لیکن کسی کی تحریک سے متاثر ہو کر وہ غلطی کر بیٹھتا ہے۔ جب ایسی باتیں کثرت سے بڑھ جاتی ہیں۔ تو ان سے روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی بنائے کسی شخص کو خلعت نبوت سے سرفراز فرماتا ہے پھر اس کے بعد خلفاء ہوتے ہیں۔ ان کے قواب ہوتے ہیں۔

فھو ویسہم۔ ایمانداروں کا تو اللہ والی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من الظلمت الی النور۔ مگر وہ جو کفر کرتے ہیں ان کا ولی شیطان ہوتا ہے انزل من السماء ماء۔ زمین میں بہت سے بیج ہوتے ہیں۔ جن میں تغزنی نہیں ہو سکتی۔ مگر بارش جب برسی ہے۔ تو ہر بیج پھوٹ کر نکل آتا ہے۔ پھر ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ گلاب ہے۔ اور یہ سیب ناسی۔ اسی طرح وحی الہی آ کر حق و باطل سے ممتاز کر دیتی ہے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی خالدین صاحب کے فرمائے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۰ء

(سورہ النحل - رکوع نمبر ۱۴)

اس رکوع میں دو عجیب باتیں ہیں۔

(۱) ہمیں کیسا ہونا چاہیے۔ اور ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ دوسری بات یہ بتائی کہ یہ مشرک اور کفار کے عقل سے بھی کام نہیں لیتے۔

فما الذین فضّلوا۔ اس میں سمجھایا کہ جیسے تم اپنے غلاموں کو تمام رزق نہیں بخش دیتے۔ اسی طرح گو خدا کے حضور انبیاء بھی ہیں ملائکہ بھی ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ اپنی خدائی کسی کے سپرد نہیں کرتا۔

ضرب اللہ مثلاً۔ ان مثالوں میں مشرکین عرب کو سمجھایا ہے کہ تم بھی ہو۔ اور ایک طرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی جماعت ہے۔ ان میں خدا تعالیٰ کی تعلیم کا کام کون کر رہا ہے۔ اور مخلوق کی بہتری کی فکر کس کو ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جناب رسالت اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان اور استطاعت دونوں فریق کو دی ہے۔ مگر ایک گروہ ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرتے بیٹھتا ہے اور دوسرا ہے جو مال و جان نثار کر رہا ہے۔ خدا کے حضور وہی عزت پائے گا۔ جو کام کرنے والا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتخاب کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے موٹے کاکارگن۔ جان نثار۔ آمر بالعدل صلح العمل بندہ ہے۔

مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۱۰ء

(سورہ النحل - رکوع ۱۴)

واللہ غیب السموات والارض۔ اللہ تعالیٰ سمجھاتا ہے۔ کہ کون کون سے قومیں کب کبھی رہتے تھے۔ ان میں سے ایک کو خاتم الانبیاء۔ سید الاولین والآخرین بنا دیا۔ یہ کس کو معلوم تھا۔

کلم البصر۔ بڑے بڑے بدکار ایک دم میں نیکو کار ہو جاتے ہیں اور نیک بد۔ امیر۔ فقیر۔ اور غریب امیر۔

لا تعلمون شیئاً۔ کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ یہ بھی خبر نہ تھی کہ گونگا ہے یا بولنے والا۔ چہ جائیکہ۔ اے۔ بی۔ سی۔ آ۔ یا۔ تا۔ پڑھتے ہوئے عالم فاضل ہو جاؤ گے۔

وجعل لکم السمع۔ معلوم ہوا کہ سب سے پہلے کان ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ مولود کے کان میں اذان دینا۔ سنت نبوی ہے۔ چاہیے کہ سب سے پہلے ہی کام کیا جاوے۔ الم یروا الی الطیر۔ یہ کی آیات ہیں۔ ان میں ایک پیشگوئی ہے کہ

پارہ چود ہواں

سورہ النحل

مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۰ء

(رکوع نمبر ۱۵)

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ نبی کیوں آتے ہیں۔ کتاہیں کیوں لاتے ہیں۔ وہ راستہ زبان جو یہ پیش کرتے ہیں۔ قوموں میں پہلے ہی سے کچھ نہ کچھ موجود ہوتی ہیں۔ پھر یہ کیوں آتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو ہر قوم میں کچھ نہ کچھ خدا کی عبادت کا ذکر بھی ہے۔ جھوٹ۔ بدعالمگی۔ چوری۔ زنا۔ منع ہے۔ ہمارے اور ان کے مقابل استغباری خوش معاہدگی امانت عفت عہد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں نبوت کی وجہ بتائی ہے۔ چنانچہ پہلے تو فرمایا کہ کتاب نفع اختلاف کے لئے نازل ہوئی۔ پھر یہ ظاہر کیا کہ حق کو باطل سے امتیاز دینے کے لئے۔ جیسے بارش کے بعد بیج زمین سے چھوٹ نکلتے ہیں اور پھر وہ اپنا اپنا اثر ظاہر کرتے ہیں۔

لعلہ۔ جسمانیات سے روحانیات کی طرف عبور کرو۔ عبور دیکھو کہ گوبر و لہو میں کبھی دو دھ ہے۔ مگر وہ خدا کی بنائی ہوئی کل کے سوا نکالنا دشوار ہے اسی طرح راستبازی دنیا میں موجود ہے۔ مگر باطل سے الگ کر کے دکھانا خدا کا ہے۔

لقوم یعقلون۔ جس طرح عقل سے انسان اپنے تئیں بعض نامناسب باتوں سے روک لیتا ہے۔ اسی طرح وحی ربانی سے ہر قسم کی بدیون اور نامناسب امور سے اپنے تئیں روکنے والا روک سکتا ہے۔

واضحیٰ ربک۔ پانچ قسم کی وحی ہے۔ زمین کو بھی وحی ہوتی ہے۔ بان دبتک اوحیٰ لہا۔ اس کے مقابل واضحی فی کل سما۔ پھر کبھی کو بھی وحی ہوتی عورتوں کو بھی وحی ہوتی ہے۔ اوحینا الی ام موسیٰ۔ پھر عام سعادت مندوں کو بھی ہوتی ہے۔ اذ اوحیت الی الموحدرین یہ پانچ۔ وعیان اوتے اور جے کی میں۔ جو غیر نبی کو بھی ہوتی ہیں۔

شہد کی کمی کے متعلق عجیب عجیب معلومات ہیں۔ جو آج تک دریافت ہوئی ہیں۔ جب اوتے نے وحی کے متعلق ایسے ایسے عجیب عجیب کام ہیں۔ تو پھر انبیاء وحی کے باعث کیا کیا کام ہو سکتے ہیں۔ وہ ان کے کارناموں سے ظاہر ہیں۔

مختلف الادانہ۔ عربوں نے چار سو قسم شہد کی معلوم کی ہے۔ کیونکہ اس کے لئے زبان عربی میں مختلف نام ہیں۔

غفریب یہ پرندے ان مسکین، مشرکین، مکذبین کا گوشت، فوج، فوج کرکھائیگو
اللہ تعالیٰ ان کو روکے ہوئے ہے۔

سودۃ الکلبین بھی اسی کا اشارہ فرمایا ہے۔ بلکہ کھول کر سنایا ہے۔ ادا
لم یرد الی الطیر فو قہم صفیٰ و یقبض۔

واللہ جعل لکم۔ کہ میں مسلمانوں کو آرام نہیں تھا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔
گھبراؤ نہیں۔ ہم نے تمہارے لئے آرام کے گھر تجویز کر دیئے ہیں۔
اوبادھا۔ اونٹ کے بالوں کو دبہ کہتے ہیں۔ بھیڑوں کے بالوں کو
صوف کہتے ہیں۔

نعمت اللہ۔ آپ کی سپائی، بہت۔ استقلال اور رعیت پہچان گئے ہیں کہ
یہ نبی ہمارے لئے اللہ کی نعمت ہے۔ مگر اس کا کفر کرتے ہیں۔

مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۱۰ء

(سورۃ النحل رکوع نمبر ۱۸)

امتحان کا دن ہر ایک شخص کو ہوشیار کرتا ہے۔ امتحان کا دن تو ایک آتا ہے۔ تو
امتحان والے جیت ہو جاتے ہیں۔ بڑی فکر ہوتی ہے۔ دُعاؤں کی جاتی ہیں
جو دُعاؤں کے منکرین وہ کوششیں کرتے ہیں۔

فرمایا تمہارا ایک امتحان ہو گا اس امتحان میں سب اکٹھے ہوں گے۔
یستعقبون۔ عتاب۔ عتبہ سے نکلا ہے۔ عتبہ دروازہ کی چوکھٹ کو کہتے
ہیں۔ جس پر عتاب ہو۔ وہ عتبہ کے پاس نہیں آسکتا۔ اس واسطے فرمایا ان کفأ
کو ہم اپنے حضور نہ پھٹکنے دیں گے۔

عذاباً فوق العذاب۔ ایک اپنی بری کا۔ ایک دوسرے کو بری
سکھانے کا۔

تبیاناً لکل شیء۔ جو انسان کو اللہ سے ملنے۔ اس کی رضامندی و تقرب کی
راہوں۔ اخلاق فاضلہ۔ معاشرت کی خوبین کے بیان میں کافی و مدلل بیان ہو

مورخہ یکم فروری ۱۹۱۰ء

(سورۃ النحل رکوع ۱۹)

اس رکوع میں آٹھ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو تین طرز پر ثابت کیا گیا ہے
یہ سورہ تمام ہی نبوت نبوت میں ہے۔ مگر اس رکوع میں خصوصیت سے یہ نبوت
دیا ہے۔ پہلا نبوت قودہ ہے۔ جہاں گذشتہ سے چوتھ رکوع میں آقا کے
دو غلاموں کی مثال دی ہے۔ ایک وہ غلام جو آقا کے حضور دو بھر ہے۔ کوئی کام
نہیں کرتا۔ جہاں بھیجے وہاں کوئی بھلی بات کہے وہاں نیل آدو سرا غلام علی صراط مستقیم
ہے۔ جو خود عمل صالح کرنے والا ہے۔ پھر دوسرے کے لئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر

بھی ہے۔ کیا یہ دونوں مساوی ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح کہ میں دو فریق تھے
ایک فریق کی کارگزاری اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خدمت اسلام کے رنگ میں اب

تک ظاہر ہے۔ دوسرے فریق نے خدا کی کوئی بھی خدمت کی بلکہ راستہ باز مقابلیں نعمت آہستہ
ان اللہ یا مبر بالعدل۔ اس آیت پر لوگوں نے بڑی بڑی کتبیں لکھی ہیں ہمارے
امام نے بھی لبامعنون لکھا ہے۔

العدل۔ صحابہ کے نزدیک عدل کے معنی انصاف میں اول ہم انصاف کر کے
دیکھیں کہ بتوں نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا اور خدا نے کیا کیا۔ خدا کے اصنافوں
کا کچھ ذکر۔۔۔۔۔ ان فی خلق السموات کے رکوع میں پڑھو۔ کس کس احسان کا
ذکر کیا جاوے۔ ارضی کا رخا نہ ہوتا۔ تو ہم اور تم ہی کہاں ہوئے۔ پھر ہم کو زندگی
دی۔ مسلمان بنایا۔ آنکھیں دین اور کان دئے۔ قرآن مجید کا وعظ نصیب کیا۔ اسباب
کے مقابل ہم دیکھیں۔ کہ جو ہمارے مولیٰ نے احسان کئے کسی اور نے بھی کئے
ہرگز نہیں۔

اس وقت بے اختیار مونہ سے نکلتا ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ ان نے عدل کے معنی کے میں کہ انسان کا ظاہر و باطن
ایک ہو جائے۔ حُسن صورت کے ساتھ حُسن سیرت بھی ہو۔ میں نے قہرہ داروں
کے ذریعے بار بار تجویز کی توفیق پائی ہے۔ وہ بارش اور سردی کے موسم میں چار
پانچ روپے کی خاطر خبردار ہو شید۔ جاگتے رہو۔ کہتے پھرتے ہیں۔ اس وقت
مجھے اللہ کے احسان یاد آئے ہیں کہ وہ کس قدر لا تعدو لا تحقی میں کیا ہم اس کے
لئے اس کے حضور کربتہ نہ ہوں۔

الاحسان۔ یہ مرتبہ عدل سے آگے کا ہے کسی نے السلام علیکم کہا۔ ہم نے ہی
کہہ دیا۔ تو کوئی بڑی بات ہو گئی۔ احسان یہ ہے کہ پیشین گوئی اور بڑے بڑے کر سلوک کریں۔
ذاتنا ذی القربی۔ کے عام معنی یہ کہ گئے ہیں۔ کہ رشتہ داروں کو کچھ دو۔ صوفیاً
نے اس کے یہ معنی کئے ہیں۔ کہ غیروں کے ساتھ ایسا سلوک کر جیسے ذوی القربی
کے ساتھ طبعاً کرتا ہے۔

عن الغشاء والمنکود البغی۔ انسان کے ایک ذاتی معاملات ہونے میں۔ ایک وہ
جن کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے۔ ایک جن کا اثر سلطنت پر پڑتا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ
نہ ایسا کام کریں کہ با اثر تہہ پر پڑے۔ نہ ایسا جن کا اثر دوسرے پر پڑے۔ اور
نہ ایسا جس کا اثر حکومت پر پڑے۔

یعظکم۔ فرماتا ہے کہ ایسی اعلیٰ تعلیم کوئی تم میں سے اور بھی دیتا ہے۔ ہرگز نہیں
پس یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہیں۔

ولا تنقضوا الایمان۔ یہ ایک پیشگوئی فرماتا ہے کہ ایک وقت مشرکین عہد شکنی
یہ بھی نبوت نبوت ہے۔ کیونکہ آخر حدیبیہ کی صلح کو کفار نے توڑا۔
دخلا۔ اس کے معنی ہیں۔ "دھوکہ"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک وقت مکہ میں قشر لے گئے۔ اپنی رویاؤں لفظین
کے مطابق جب آپ حدیبیہ میں پہنچے۔ تو ان لوگوں نے مزاحمت کی۔ آخر صلح ہوئی
اور کچھ معاہدے ہوئے۔ جس میں سے عرب کے تمام قبیلوں کی فہرستیں بنیں اور جو مسلمان
کے طرفدار تھے وہ بھی اور جو مشرکین کے جانب دار تھے وہ بھی لکھے گئے۔ اپنے

مذہب کے اصل الاسول کفارہ و تنلیت کی تردید کی ہے۔ ایک کے پاس سے منہ کیا۔ ہند کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثہ۔ اور دوسرے کی نسبت ارشاد کیا۔ لا تذروا الذین دذراخری۔ پس قرآن شریف اگر کسی یہودی یا عیسائی کا سکھایا ہوا ہے۔ تو وہ خاص اپنے مذہب کی اس قدسیت تردید کیوں کر گوارا کرے گا۔ پھر اب تو اس زمانے سے بڑھ کر سامان موجود ہیں اب ہی قرآن شریف کا مقابلہ کر دکھاؤ۔ عیسائے دہلی ان اس قرآن مجید میں ہے وہ قرات و انجیل میں مطلق نہیں۔ پس اس کا استنباط کیسے ہو سکتا ہے۔

یلحدون۔ عربی میں یحدون اللہ۔ یعترضون اللہ کے معنوں میں آتے ہیں۔ لسان۔ یہ زبان جو گوشت کی ہے اس کو بھی سان کہتے ہیں۔ لیکن جو بات اس کے ذریعے کی جاوے اُسے بھی سان ہی کہتے ہیں۔

لسان السوء تھد یھا الینا

لسان السوء

وجئت وما حسبك تھتد یھا

اس قصیدے کو کہا ہے جو شاعر کے خلاف کہا گیا۔ لسان کا لفظ مذکر بھی ہے مؤنث بھی ہے۔

لا یھدیہم اللہ۔ ساتویں پارے کے ختم پر فرمایا۔ واقموا باللہ جھد ہم لئن جاء تم ا بۃ آہ۔

ضدی انسان جب کسی راستباز کی تکذیب کر بیٹھتا ہے تو پھر اُسے ہٹ ہو جاتی ہے اور وہ باوجود روشن نشاں کے اتنا نہیں۔ اس پر لایہدیم اللہ کا قول لگ جاتا ہے۔

فعلیہم غضب من اللہ۔ یہ تو ان کے لئے ہے جو بعد الایمان کفر کرین اور کفر کے لئے اپنا سینہ کھول دین۔

ان دبت من بعد ہا لفقور رحیم۔ جو الامن الہ من داخل ہوا اس کے لئے فرمایا۔ کہ اگر وہ ہجرت کرے اور مجاہدہ اور ہر نیکی پر جہاد ہے۔ تو خدا اس غلطی کو معاف فرما دے گا۔

مورخہ ۳۔ فروری ۱۹۱۰ء

(رکوع ۱)

یوم تاتی کل نفس۔ یہ دن دنیا میں بھی آتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی آیا ہے۔ خود ہم پر بھی۔

کوئی کسی کے ساتھ محبت کرے یا بغض وہ بمنزلہ بیج کے ہے۔ جو اپنے وقت پر پھل لاتا ہے۔ صاحب زراعت جس قسم کے بیج بوئے۔ ضرور اُس کے مطابق کاٹتا ہے اس میں مکہ والوں کو سمجھایا کہ تم کب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے او آپ کے اتباع کو دیکھ دو گے۔ ایک وقت اس کا خمیازہ اٹھانا پڑے گا۔ نبیوں کی ذات بڑی رحیم ہوتی ہے۔ مگر نفوذ باللہ من غضب الحلیم۔ نبی پر ایک وقت آتا ہے۔ کہ وہ بول اٹھتا ہے۔ لا تذروا علی الارض من الکافرین دیاراً۔ اور پکارتا ہے۔ واشد قلوبہم

حج و عمرہ کی اجازت چاہی۔ تو انہوں نے کہا اس سال نہیں پھر آنا۔ اور مہتمم بذر نہنا ہوگا۔ آپ نے یہ بھی تسلیم کر لیا۔ ایک خزانہ قوم تھی جنہوں نے اپنا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانبداروں میں لکھنا دیا اور دائل نے مشرکین کے طرفداروں میں۔ آخر ایک وقت دائل نے خزانہ پر حملہ کر دیا۔ خزانہ قوم نے فوراً ایک آدمی بھیج دیا اور خود بطور پناہ لینے کے مکہ میں آئے۔ اس امید پر کہ ہماری مدد ہوگی۔ مگر انہوں نے مدد نہ کی بلکہ دائل کی فتنہ داری کی۔ پھر انہوں نے اپنا ایک آدمی اور بھیجا جو چند شعر بنا کر بھی لے گیا۔ جس نے جا کر اپنا تمام حال کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بدعہدی پر مکہ والوں پر چڑھائی کی۔ اللہ تعالیٰ اس قصہ کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ دیکھو انہوں نے خدا کو ضامن بنایا۔ مگر معاہدات کی کچھ پروا نہ کی۔ اور سب سافٹ پر داخستہ ٹوڑ ڈالا۔

ولو شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر جبر مقصود ہوتا تو سب ہی سلمان ہو جاتے۔ مگر خدا نے جبر نہیں کیا۔ جو ضلالت کی راہوں پر چلتا ہے اُسے گمراہ ٹھہرتا ہے اور جو ہدایت کی راہوں پر چلتا ہے اسے ہدی بناتا ہے۔ فتنہ ل قدم۔ یہ ایک محاورہ ہے۔

ولکم عذاب عظیم۔

سبیل اللہ کے روکنے والوں کو جتا دیا۔ کہ ایک وقت آتا ہے کہ تمہارے بُت توڑے جا دیں گے۔ اور مکہ فتح ہو جاوے گا۔ یہ مشرکوں کی ضمیر پر بڑی بڑی بخین ہوئی ہیں میرے نزدیک یہ اللہ کی طرف راجع ہے۔

مورخہ ۲۔ فروری ۱۹۱۰ء

(سورہ النحل رکوع ۲۰)

واذا بدلنا آیت۔ جب بدلا دیتے ہیں ہم کسی نشان کو بدلے کسی نشان کے۔ انہما انت مفتقر۔ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے ہیں۔ آپ تو مفتقر ہیں۔ بعض لوگ ان آیات سے بعض آیات کے نسخ کو ثابت کرتے ہیں ان کے لئے دو مشکلیں ہیں ایک کائنات سے مراد آیت قرآنیہ لیتے ہیں پھر اس میں تبدل و منسوخ آیت کو موجود فی القرآن ہونے کا ثبوت ان کو دینا پڑتا ہے۔

انہما یعلم بشر۔ ایک کتاب میں نے مسایون کی پڑھی ہوئی ہے۔ اور ہماری پرانی روایتوں میں۔ بلعام۔ یاسر۔ یاسر۔ جبریل۔ ایسے نام لئے گئے ہیں۔ کران کے اقوال سے گویا قرآن کریم کا استنباط کیا ہے۔

ایسی باتوں کا جواب ایک تو یہ ہے کہ وہ تو غلام تھے اور تم آقا ہو۔ تم ہی قرآن مجید کی کسی خوبی کا معارضہ کر سکتے ہو۔ اور ان غلاموں سے کیا سیکھنا تھا۔ جبکہ معترضین کے

فلا يؤمنوا حتى يرووا العذاب الالیم۔ کہ میں ان کا ایمان بھی اب نہیں دیکھنا چاہتا۔

دضرب الله مثلاً قریبہ۔ خود مکہ ہی سمجھ لو۔ میں میں ہر طرح اسن واطیان تھا۔ چنانچہ عورت جب اپنے خاوند سے سکھ پاتی۔ تو کہتی۔ ذبحی کلید تھامہ۔ لاخافہ ولا سآمتہ لاخافہ ولا سآمتہ۔

من کل مکان۔ اوپر شام۔ اوپر افریقہ تک سے تجارت کرتے۔ پہر پجاری لوگ آتے وہ روپیہ لاتے۔ حکومت کا سعادۃ الگ ملتا۔

فکلفت۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔ بد قوائیمہ الله کفراً واحلاً قومہم دار البوار۔ یہ آیت اس کی تفصیل فرماتی ہے۔

لباس المروج والمخوف۔ مشرکین نے صحابہ کو یہی دو دکھائے تھے ایک تو ان کو پہو کا رکھا۔ چنانچہ وہ غلہ خرید لیتے۔ قبل اس کے کہ شعب بنی ہاشم تک پہنچے۔ اس کی سزا میں ایسا شدید قحط پڑا کہ ہڈیاں اور چمڑے تک کھانے پڑے۔ خوف مشرکین کی طرف سے یہاں تک پہنچا یا گیا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہ شہر چھوڑنا پڑا۔ جس کی عقوبت میں ان پر بنگ کی سزا وار د ہوئی۔

ولقد جاءهم رسول منہم۔ کیسا صاف نقشہ کھینچا ہے کہ خود مکہ والوں ہی کو سمجھا رہا ہے مگر وہ نادان کہانی سمجھ رہے ہیں۔

فکفوا مبادئکم اللہ۔ فرماتا ہے حرام غریبان جن کی تفصیل آگے ہوتی ہے۔ چھوڑ دو اور حلال کھاؤ۔ غنیمت سے بڑھ کر حلال طیب کیا ہوتا ہے۔

وما ظلمنہم۔ یہودیوں پر جو چربی اونٹ وغیرہ حرام تھا۔ تو ان کے ہی بد عملوں کی وجہ سے اور ارض مقدسہ سے جو پہل سال محرم رکھے گئے تو یہ بھی عدول حکمی سزا تھی۔

مورخہ ۵۔ فروری ۱۹۱۰ء

(رکوع نمبر ۲)

انسان کی فطرت میں یہ خواہش ہے کہ وہ معزز ہو اس کی اولاد اچھی ہو۔ اس کا ذکر خیر دنیا میں چلے۔ خدا کا اس سے بہت تعلق ہو۔ وہ شہر کر بھی عزت پائے۔ ابراہیم علیہ السلام ان تمام افہامات سے متبع ہوئے۔

آئمۃ۔ ایک معنی امام کے ہیں۔ دوسرے معنی گروہ ہے۔ لیس علیہ اللہ المستنکر تجمیع العالم فی واحد۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس لحاظ سے ایک قوم تھے اب بتاتا ہے کہ اس کی اولاد میں سلطنت ہے۔ نبوت ہے۔ تمام جہان کے لوگ اس پر سلام بھیجتے ہیں۔ توہات میں ہے جو چہرہ پر اسے ابراہیم برکت بھیجے۔ میں اس کا گھر برکت سے بھر دوں گا۔ ابراہیم میں کیا خوبی تھی۔ ان آیات میں کچھ ذکر ہے۔

حنیفاً۔ کے معنی میں۔ مستقیم راہ پر چلنے والا۔ عربی میں جس کے پاؤں ٹیڑھے ہوں اسے بطور دعا حنف کہتے ہیں۔

شاکک الکعبۃ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو ایک دفعہ فرمایا۔ تم بہت عورتیں دوزخ میں جاؤ گی۔ ایک عورت نے پوچھا کیوں؟ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم اللہ کی نعمتوں کا کفر کرنے والی ہو۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عورت معمولی بات پر ناراض ہو۔ تو باوجود بہت سی آسائشوں کے کہ اٹھتی ہے۔ میں نے اس گھر میں ایک لحظہ آرام نہیں پایا۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لئن شکرتم لا ذیقکم اللہ شکر سے مال کو بڑا دیتا ہے مگر بہت میں جو اس سہل علاج کو چھوڑ کر کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ ایک شاعر نے کہا۔ سرفروشت مابہت خود فروشت۔ خوش ذریعہ بخوابد بد ذریعہ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے شکر کا اجر کیا کچھ دیا۔ حضرت یعقوب کے بارہ لڑکے۔ حضرت اسماعیل کے بارہ لڑکے۔ پھر انہی کی اولاد میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نبی۔

جعل السبقت علی الذین اختلفوا فیہ۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا۔ غلطی سے یہودی نے مفتہ۔ نصارے نے اتوار سمجھ لیا۔

الموا۔ سے عملی طور پر کفار کو ڈرایا تھا۔ سورہ نحل میں عملی رنگ میں کفار کی شرارتوں کا ذکر کیا۔ اب آپ کی ہجرت کا واقعہ آتا ہے۔ اگلی سورت میں تمام قیامتیں ظالم کا ذکر فرمائے گا۔

وما صبرک الا باللہ۔ صبر کبھی کمزوری سے ہوتا ہے۔ مگر فرماتا ہے۔ تمہارا صبر اللہ کے لئے ہو۔

یہاں پاپے چودھویں کے نوٹ ختم ہوئے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت نامولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ پندرھواں

سورہ بنی اسرائیل

(مورخہ ۶ - فروری ۱۹۱۰ء رکوع اول)

قرآن مجید جو کچھ ہم کو سناتا ہے کئی حصوں پر منقسم ہے۔ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ۔ نکاح طلاق وراثت وغیرہ کے متعلق جو آیات ہیں وہ ڈیرہ سو کے قریب ہیں اور قریبا ڈیرہ سو احادیث ہیں۔ پس یہ جو حد باآیات باقی ہیں۔ یہ کس لئے ہیں عین انسان کو بہت ضرورتیں ہیں۔ ایک خدا شناسی ایک خدا کو راضی کرنا۔ ایک مخلوق پر شفقت۔ غرض اس قسم کی کئی باتیں ہیں جن سے باقی قرآن شریف بھرا ہوا ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ ڈیرہ سو آیات کے متعلق ہی کل بحثیں ہیں اور پھر اس پر بھی اکثر مسلمانوں کا عمل نہیں جیسا کہ عام طور پر مسلمان بے نماز ہیں۔ کسی کا مال کہانے میں بعض کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ وراثت کے متعلق تو لڑکیوں کے بارے میں عمل ہی اٹھا دیا ہے۔ حلال کمائی کے لئے کچھ ٹپ نہیں رکھتے۔ چہ جائیکہ خدا کا عافان اس کی غلامی اور شفقت علی خلق اللہ کی ٹپ ہو۔

یہ سورہ یہ بتانے کے لئے ہے کہ متقی کو کیا انعامات ملتے ہیں اور فاسق شریعہ شکن کو کیا سزا ملتی ہے۔ مدینہ میں یہودی ستمیہ اس لئے ان کو بیدار کیا۔ سبحن۔ اللہ تعالیٰ سمجھاتا ہے کہ یہود کو جو بابلیوں اور رومیوں نے تباہ کر دیا اس میں اللہ ظالم نہیں۔ بلکہ اس نے جو کچھ کیا اس سے اس کی تنزیہ ثابت ہوتی ہے۔ گندوں سے اس کو پیار نہیں۔

اسرہلی بھید۔ یہاں لوگوں نے معراج کا ذکر کیا ہے یہ بہت مناسب ہے کیونکہ معراج ان واقعات صحیحہ کا بیان ہے۔ جو آپ کے بعد آپ کے جانشینوں کو پیش آنے والے تھے۔ میرا ایمان ہے کہ معراج یقظہ میں ہوا ایسے یقظہ میں جس کے سامنے ہماری بیداری بمنزلہ خواب کے ہے۔ ایک شخص نے میرے بدن پر ہاتھ لگا کر پوچھا کہ اس جسم کے ساتھ معراج ہوا۔ میں نے کہا یہ تو نور الدین کا جسم ہے۔ پھر اپنی طرف اشارہ کر کے کہا۔ میں نے کہا کہ یہ آپ کا جسم ہے۔ مہبوت رہ گیا۔

ہمارے قاضی صاحب اس کے معنی کیا کرتے ہیں کہ یہ حیرت کا بیان ہے۔ المسجد الاقصیٰ۔ سے خواہ وہ مدینہ کی مسجد مراد لیں مگر ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس طرف لے گیا۔

قضینا۔ اعلنا و اجربنا۔

نجا سوا۔ جس اور جو سان کے معنی میں کسی ملک میں چلنا پھرنا۔ مسلمانوں پر بھی یہ بات آئی۔ اللہ نے مسلمانوں کو بڑی سلطنت عطا کی تھی اور ان کو وہ ملک عطا کیا گیا۔ جو سلیمان کو دیا گیا جو داؤد کو دیا گیا۔ جس پر عیسیٰ کو فخر تھا۔ پھر جب ان کے تقوے میں فرق آیا۔ تو بالکل کی ہو گئی۔ سورہ جمعہ میں آیا ہے۔ مثل الذین حملوا التوراة ثم لم يحملوها کشل الحمار۔ بنی امیہ کے آخری بادشاہ کا نام مروان الحمار تھا۔ گویا خدا نے سجد دیا کہ اب تم میں بھی یہود کی طرح حمار پیدا ہونے لگے اب ضرور ہے کہ یہود سا سلوک تم سے بھی ہو۔ چنانچہ ان سے سلطنت چھینی گئی۔ پھر خدا نے فضل کیا اور عبد الملک کی معرفت سلطنت کا حصہ ملا۔

لیسوا وجوہکم۔ تمہارے بڑے آدمیوں کو ذلیل کر دیا۔ مسلمانوں پر بھی یہ زمانہ آیا جب چنگیز خان کے حملے ہوئے۔ خوارزم کا ایک بادشاہ تھا اس کو چنگیز خان نے لکھا۔ اتوکوا التورک ما تو زکوٰۃ ہم مغلوں سے آپ نے لڑیں یہ آپ کے درباری کا فرمان ہے پھر اس نے لکھا قرآن کریم بھی لکھو۔ لڑائی سے باز ہو۔ پھر ایک جگہ لکھتا ہے کہ کفارستان کے کیا کیا۔ تمہارے نبی نے حقوق رکھے ہیں۔ مگر تمہارا ملک میں ہمارے تاجر لوٹے گئے۔ افسوس کہ خوارزم کے بادشاہ نے یہ نصیحت کی باتیں نہ سنیں۔ آخر ہلاک ہو۔ ہلاکت کی نوا برن کر آیا۔ اور چنگیز خان یوں نے ۱۵ لاکھ آدمی قتل کر دیے اور سب کتب خانے غرق کر دیے۔ ہزار آدمی کو جو مدعیان سلطنت خیال کئے جاسکتے تھے زندہ دیوار میں چنوا دیا۔ اور ہزاروں عورتوں کو زنا کا حمل کروایا ایسی تباہی کروائی جس کی کوئی حد نہیں۔ سعدیؒ نے اس تباہی کا کچھ کچھ نقشہ پیش کیا ہے۔ پھر بھی اللہ نے رحم کیا۔ ہلاک کا پوتا مسلمان ہو گیا اور مسلمان کچھ بچ گئے۔ اور ان کا نام رہ گیا تم خدا سے ڈرو اور شرارتیں مت کرو۔ دس سلطانیں سیکھانے ہلاک ہوئی ہیں۔ دہلی کی سلطنت۔ لکھنؤ کی سلطنت۔ کاشغر۔ سمرقند۔ بخارا کی سلطنت۔ بخارا مشقط۔ مراکش۔ الجزائر۔ مصر۔ یہ سب میری آنکھ کے سامنے برباد ہوئیں۔ یہ سب بد عملیوں کی سزا ہے۔

بالاخرت۔ وہ باتیں جو اخیر میں ظاہر ہونے والی ہیں۔

مورخہ ۷ - فروری ۱۹۱۰ء

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۲)

دیدع الانسان بالانشاء۔ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود جہان تک میں سمجھ سکا ہوں سارے جہان کے لئے رحمت تھا۔ اس سورہ کریم میں اللہ نے یہود کو سمجھایا ہے کہ وہ وقت تم پر خطرناک آچکے ہیں ایک جب داؤد کی لعنت تم پر پڑی۔ اور بابلیوں کے قبضے میں تم گرفتار ہوئے۔ پھر حضرت عیسیٰ کی لعنت تم پر پڑی۔ ان کو

بڑے عظیم انسان مقابلہ کا براہِ انجام طیس کے راستے میں ایسا خطرناک ہوا۔ کہ تمہاری عظمتیں
نہاں میں ملا دی گئیں۔ میں نے تمہیں بتلایا ہے کہ قد کان فی قصصہم عبورۃ
لا دلی للالباب ما کان حدیثاً یفتیہا۔

ایک مسلمان کی چپہ بھر زمین جائے تو اس کے لئے کیسا مضطرب ہوتا ہے۔ چچم یا
کر وہ کہ مسلمان کا کتنا ملک تھا مگر بد عملیوں کی وجہ سے دوبار ان پر بھی ایسا ہی وقت
آیا۔ فرماتا ہے کہ انسان بدی کو بھی بھارتا ہے۔ یعنی اپنی بد عملی کی وجہ سے گویا اپنے لٹو
دکھ لگتا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اپنے یا اپنے اقرباء کے حق میں بد دعا کر لینا
ہے۔ جیسے ہمارے ملک میں مائیں اپنی اولاد کو گالیوں بد دعا کے رنگ
میں دیتی رہتی ہیں۔

وجعلنا اللیل والنهار۔ عجب غمون اور دکھوں کو رات سے تعبیر کرتے سمجھتا ہے
کہ وہ دکھ درد کی رات دور بھی کر دیتا ہے۔ جلد بازی سے گھبرا کر بد دعائیں نہیں مانگ
لینی چاہئیں۔

طشرو فی عنقہ۔ جیسے جیسے اعمال کرتا ہے ان اثر اور نتائج اسی عمل کرنے والے
کے گلے میں بندھے ہیں۔ انما اعمالکم احصی علیکم۔

وما کننا معدن میں حتیٰ نبعث رسولاً۔ سند احمد حنبل میں کچھ ایسی حدیثیں ہیں جن سے
عوام ناواقف ہیں۔ فرمایا جو لوگ پہلے ہیں یا حضور نے انبیاء و رسل کا زمانہ نہیں
پایا یا وہ پئے تھے یا بہت بڑے تھے۔ یہ جناب الہی میں اپنے اپنے عذر پیش کریں گے
کہ ہمیں کچھ خبر نہ تھی۔ وہیں بھی اللہ تعالیٰ رسول بھیج دے گا۔ بغیر رسول کے عذاب
نہیں دیا جاتا۔ ابن جریر میں بھی ایسی حدیثیں ہیں۔

ففسقوا فیہا۔ وہ جن کو حکم دیا جاتا ہے۔ ہمارے حکموں کی خلاف ورزی کرتے ہیں
فحق علیہا القول۔ بدیان کرتے کرتے وہ حالت پر پور چلی جاتی ہے جس پر جرم لگتا ہے۔
وکفی بریک۔ سو کا کتہ آپ کو سنا ہے دیتا ہوں۔ کفی بریک سے کہتے ہیں کفی بریک
ہیں۔ پس کفی بریک کیوں ہوا۔ یہ ب کیوں بڑھی۔ سخیوں نے لکھا ہے۔ کہ جب
مرح یا ذم کا کوئی مقام ہوتا ہے تو پھر ایک جملہ کے دو حصے بناتے ہیں۔ اکتف
بریک۔ تو کفایت کر اپنے رب سے۔ کفی بریک۔ قام باخیل مرح کے مقام
میں بولیں گے۔

مخلوداً۔ ممنوع۔ روکی گئی۔
لا تجعل۔ آخرت کے درجات اور فضیلتیں موقوف ہیں اس پر کہ تو خدا کے ساتھ
شریک نہ ملے۔

مورخہ ۸۔ فروری ۱۹۱۰ء

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳)

وقضیٰ دبتک۔ اس کے معنی ہیں کہ حکم شرعی کیا ہے تیرے رب نے۔

الا تعبدوا الا اللہ۔ یہی ایک مسئلہ ہے جس کے لئے انبیاء و نبیین آئے۔

میں جب اذان سنتا ہوں تو مجھے یقین پڑتا ہے کہ اسلام کی یہی جامع تعلیم ہے۔ مگر
افسوس کہ جس چیز کا رواج پڑ جاتا ہے اس کی قدر بہت کم رہ جاتی ہے۔ اسی طرح

لا الہ الا اللہ اور کلمہ شہادت۔ ان کے معانی پر غور و تدبر کرنا ضروری ہے مگر مسلمان
بہت کم توجہ رکھتے ہیں۔ صوفیاء و کرام نے اس کلمہ پر بہت زور دیا ہے اور اس کی تعلیم
تعلیم میں بہت کوشش کی ہے۔ اس پر کیا میں بھی لکھی ہیں۔

وبالوالدین احساناً۔ ماں باپ ایک تربیت کے متعلق ہیں جس قدر تکلیف اٹھاتے
ہیں اگر اس پر غور کی جائے تو بچے ان کے پیرو ہو کر پھرتے ہیں۔

میں نے چودہ بچوں کا بلا واسطہ باپ بن کر دیکھا ہے کہ بچوں کی ذرا سی تکلیف کے
والدین کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ان کے احسانات کے شکریتے میں ان کے حق میں
دعا کرو۔ میں اپنے والدین کے لئے دعا کرنے سے کبھی نہیں تھکا۔ کوئی ایسا جنازہ نہیں
پڑا ہو گا۔ جس میں ان کے لئے دعا نہ کی ہو۔ جس قدر بچہ نیک ہے۔ ماں باپ کو راحت
پہنچتی ہے۔ اور وہ اسی دنیا میں بہشتی زندگی بسر کرتے ہیں۔

فلا تقل لہما اؤف۔ اس قدر ان کی مدارات رکھو۔ کہ اؤف کا لفظ بھی منہ سے نہ
نکلے چ جائیکہ ان کو جھڑکو۔

ربکم اعلم نفوسکم۔ بعض والدین باوجود خدمت کے چچم بھی اولاد کی شکایت کرتے
ہیں یا ان کو بے وجہ تنگ کرتے رہتے ہیں فرمایا خدا تمہاری نیتوں سے خوب واقف
ہے دوسرے موقع پر فرمادیا۔ وان جاہلک علی ان تشک بہ شیئاً سالیس لک یہ علم فلا تظہر
گویا اطاعت والدین کی حد بتا دی ہے۔

اؤف ذاللقربی حق۔ اپنے اقرباء سے شکایتیں جو زیادہ معاملہ پڑنے کے پیدا
ہو جاتی ہیں۔ ان کو خلوص سے دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کی تاکید فرمائی۔

ان المبددین۔ انسان خیال کرے کہ ایک کہانا جو وہ کہتا ہے اس کے اجزاء کہان
کہان سے آئے اور کس شکل اور کتنی مختلف تبدیلیوں کے بعد ان کا ایک لقمہ اس کے منہ
تک پہنچا۔ یہ سب سامان و اٹاکم من کل ما سئلتموہ۔ کی ماتحت حضرت حق سبحانہ
نے پہلے سے عطا فرمائے۔ مگر تو گن ہے اس میں تبدیلی۔ تو اس کا نتیجہ جھگڑا پڑیگا
اللہ تعالیٰ نے دینے میں کسی سے سخی نہیں کیا۔ بلکہ اس کے غلط استعمال نے سخی پیدا کر
دی۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بالفسم سے مراد نہیں ہے۔

فقل لہم قولا میسوراً۔ اگر پاس کچھ نہیں تو سائل کو کوئی عمدہ بات ہی کہہ دے۔ ہمارے
ایک شیخ تھے وہ سائل کے چہرے کو دیکھ دیکھ کر اس کے مناسب حال خدا کے مرنے نام
کا ورد بتا دیتے تھے۔

مورخہ ۹۔ فروری ۱۹۱۰ء

(رکوع نمبر ۴)

ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ اطلاق۔ انسان میں ایک غضب کی طاقت ہے۔ وہ جب
حد سے بڑھتی ہے۔ تو کئی کئی رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ غضب والا انسان گالی دیتا ہے
اپنی اولاد کو قتل کر دیتا ہے اس قتل کے بڑے اسباب میں سے مردوں کی بچپنی بھی ہے
چھ مغلکی کا ڈر۔ جیسا کہ آجکل بعض لوگ کہتے ہیں کہ بہت اولاد نہیں چاہیے یہ موجب
ملک کے افلاس کا۔

ولا تقتلوا الزانی۔ دوسری طاقت شہوت کی ہے۔ جو اولاد بعض اوقات کافروں کے

بہمن - سب لوگوں کو۔

و اُتینا داؤد ذبوراً۔ اس کے پہلے لفظ فضلنا بعض النبیین علی البعض فرمایا۔ ان کا تعلق آپس میں کیا ہوا۔ سنو۔ قرآن مجید میں ہے کہ لعن الذین کفروا علی لسان داؤد۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتا ہے کہ آپ محتاط رہیں آپ کو تعالیٰ بہت بزرگی دی۔ ایسی بات آپ کی شان سے بعید ہے اسی واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعنان نہیں تھے۔ حدیث میں جہان ذکر آیا ہے وہاں ساتھ ہی لعن کا بیان بھی ہے۔

و ما منعنا ان نرسل بآيات - یہ ایک آیت ہے جس پر لوگوں کو شبہ ہوا ہے
مربدا احمد خان صاحب نے بھی ٹھوکر کھائی ہے اور معجزوں سے انکار کیا ہے میرا اس کے
صحیح معنی یہ ہیں کہ کسی چیز نے یہیں آیات کے دیکھنے سے نہیں روکا۔ اور کیا پہلوں
کی تکذیب یہیں روکتی ہے ہرگز نہیں۔ چنانچہ دیکھو خود کے لئے اوشنی بطور
نشان بنائی۔ جب ادبہوں نے اس پر ظلم کیا۔ تو خیارہ اٹھایا۔ اسی کو غلام
اخیر پر۔۔۔۔۔ و ما منع الناس ان يؤمنوا اذ جاءهم الهدى۔ کس چیز نے
روکا ہے لوگوں کو ایمان سے۔ مگر اس کی بشارت رسول ہے۔ یہ تو ایسی چیز نہیں۔ پھر یہ
معنی ہیں کہ

جلائیات - میں ال کیا ہے۔ استغراق کا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ کل آیات کے بھیجنے سے تو تذبذب روکنی ہے۔ مگر بعض سے تو نہیں روکنی۔ اگر بعض آیات مراد ہیں تو باقی بعض کے بھیجنے سے تذبذب الناس نہیں روکیگی۔

۱۰۰ قلنا لا۔ اب ایک نشان کا ذکر فرماتا ہے۔

السرائیا۔ بعض نے کہا ہے یہ رویار معراج مراد ہے۔ بہت لوگ سمجھتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے رویار میں اپنی بڑی بڑی میاں کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ کب نصیب ہو سکتی ہیں۔ لیکن آخر ہم چودھویں صدی میں دیکھ رہے ہیں کہ معراج کے واقعات حرف بہ حرف صادق آ رہے ہیں۔

الشجرۃ۔ ایک اور موقع پر فرمایا ہے۔ انہا شجرة تتحاج فی اصل الجحیم اس پر مشرکین نے منی کی اور شجرہ زقوم کے پھنکھجور بنا کر لوگوں کی دعوت کی اور کہا یہ ہے جس سے مجھ ڈرتا ہے۔

مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۱۰ء

(سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۷)

۱- احمد دا - فرمانبرداری کرو۔

کلاحتکن۔ اس کے تین معنی ہیں (۱) تبیین نے معنی کئے ہیں۔ احتوین
 حاوی ہو جاؤں گا (۲) لاستولین۔ مسلط ہو جاؤں گا۔ شاہ عبدالقادر نے
 لطیف ترجمہ کیا ہے۔ ان کی ڈاڈی باندھو لگا۔ ڈاڈی کو پنجابی میں کبھی کہتے ہیں
 قال کے متعلق یاد رکھنے کی بات ہے کہ ضرب۔ نعل۔ قال۔ ینون و یب الیمین
 ہیں۔ منہ سے کہے ہر گز پاؤں ناک آنکھوں سے کسی فعل کو کہے یا کسی واسطے

سے کرے۔ سب پر قائل بولا جاتا ہے اسی واسطے صوفیوں نے بالعموم انہی افعال کو رکھا ہے۔ کلم کا لفظ بھی وسیع ہے۔ ہاں کلم تکلیما۔ جب آئے۔ تو پھر لفظوں سے بات کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ کلم الجود اور اللہ تکلیما کہیں نہیں بولتے جن آئے موفداً۔ عربی زبان میں جب اسم فاعل کمال کو پہنچے۔ تو صیغہ مبالغہ سے بڑھ کر اسے مفعول کے رنگ میں ادا کرتے ہیں۔ دفر کے معنی بڑی دافر۔

دوست عزیز - استفزاز کسی ہلکا اور چھٹا بنا لینا ایسا کہ اپنے پر بھی قابو نہ رہے۔
بصورت گت - صوت کا لفظ چار معنوں میں آیا ہے (۱) کھیل کود لعب (۲) لہو - لہر
سے غافل کرنے کے سامان (۳) غبار گھانا بجانا (۴) ہر چیز جو معصیت اللہ کی طرف
بلائے۔ (کل دایع الی معصیت اللہ) مومن کو ایسی باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

بخیلک و دجلت۔ دنیا میں کوئی سوار ہے کوئی پیادہ۔ فرماتا ہے۔ اے شیطان تیرے سوار و پیادے ہیں۔ یعنی تیرے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ و مثاد کہم فی الاموال۔ مال میں شرکت شیطان یہ ہے۔ کہ مال حرام راہ سے کاوے (۲) اللہ کے حکم کے خلاف اس مال کو فرج کرے۔

اولا فلا د۔ اولاد میں شرکت شیطان یہ ہے (۱) زنا سے اولاد حاصل کرنا (۲)
اولاد کو کفر میں رنگین کرنا۔ (۳) ایسے نام رکھنے جن میں غیر اللہ کے فضل وغیرہ کا
ذکر ہو۔ مثلاً فضل میران۔ پیر اندتا۔

وما بعداھم الشیلین۔ شیطان کے وعدے کیا ہیں۔ ان کے لئے میں نے
بہت تحقیقات کی ہے۔ تین باتیں تو بہت قوی ہیں اور دو اسی قبیل سے۔ اولیٰ
شعبہ قویہ ہے کہ کوئی آدمی بڑے کام سے روکا جاوے۔ تو وہ جواب میں کہ
کہ فلان جو کرتا ہے۔ ایسا کہنے والا گویا تمام بدیوں کو جائز ٹھہراتا ہے (۲) یہ
کہنا کہ یہ کام ہم نے اگے بھی کیا ہے۔ ہمارا کسی نے کیا بگاڑ دیا۔

(۱) عقائد کے اندر شبہات یا عقائد باطلہ (۲) عمل باطل (۳) جزا و سزا کا انکشاف تمام
شیطان باقون کی اصل الاصول یہی تین چیزیں ہیں۔
میں سمجھی - مجھ سہی -

میں بھی - بھڑکی -

ان یخسف بکم۔ تمہیں ذلیل کر دے گا۔

قاصداً۔ قصف کو ثنا۔ باریک کرنا۔ و برح یسنا۔

متبعاً۔ بدلہ لینے والا۔ نصرت کرنے والا۔

مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۱۰ء (۶ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ)

اسام۔ اس کے کہنے میں جب کیا اتباع کیا جاو۔ بدکار بدکاروں کی اقتدا کرتے ہیں اس لئے ان کا نام امام ہے۔ نیک نیکوں کی اقتدا کرتے ہیں اس لئے ان کا نام امام نیک ہے، دانشمند انسان غور کرے کہ وہ جہاں اولین آخرین جمع ہونگے کس جماعت میں پیش ہونا چاہتا ہے۔ دنیا میں بھی کوئی بد معاشوں شہیدوں کے ساتھ ہو کر بادشاہ کے حضور پیش ہونا پسند نہیں کرتا تو اس حکم الہی الٰہی میں کو حضور اولین آخرین کے سامنے کب گوارا کر سکتا ہے کہ بُری جماعت میں ہو کر پیش ہو۔
(باقی آئندہ آیت واحد تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ پنڈرھواں سورہ بنی اسرائیل

(بقیہ ۱۴ فروری ۱۹۱۰ء کو رکوع ۸)

لَقَدْ كُنَّا تِزْكُنَ الْيَهُودَ - جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی صحبتوں میں بیٹھنے سے ممکن ہے کہ تم کسی فتنے میں پڑ جاؤ۔ تو پھر دوسرے مومن کس گنتی میں ہیں۔ بہت بچنا چاہیے۔ صحبت کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے پس تم کسی کے پاس بیٹھنے سے پہلے غور کرو کہ کیسا ہے۔
ضعف الحیاۃ - اس دنیا کی زندگی میں دکھ و مصائب - یہ معنی بیماری کے ہیں۔ یہی مجھے پسند ہیں۔

مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۱۰ء

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹)

جَبَلَتِ الْقُلُوبَ عَلٰی حُبِّ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهِ - سلیم الفطرت لوگ ہوتے ہیں ان کے دلوں میں کپٹ نہیں رہتی۔ ایسے لوگوں کی عادت ہے کہ جو ان کے ساتھ نیکی کرے وہ اس کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کس قدر احسان میں۔ ان تَعَدَّ دَانِعَةُ اللَّهِ لا تَحْصُوها۔ کہ گنے بھی نہیں جاسکتے۔ پس اس سے بڑھ کر کون محسن ہو سکتا ہے۔ اور اس سے زیادہ کون سزاوار محبت و اطاعت ہو سکتا ہے۔
ایک معمولی بال سفید ہو جاوے تو انسان کے دل پر کیا گزرتی ہے۔ ذرا سی ناک کٹ جائے یا آنکھ کی پتلی خراب ہو۔ یا کان میں ضرر پہنچ جاوے۔ تو کیا انجام ہوگا یہ خدا کے فضل سے سلامت رہتے ہیں۔ غرض ایسے محسن کی محبت و اطاعت کے اظہار کے لئے نماز ہے۔ جس کا حکم اس رکوع میں دیتا ہے اور ان کے ادا کرنے کے اوقات بنائے ہیں جو پہلے درپے آنے والے ہیں تاکہ ایک نماز کے پڑھنے سے روحانیت کا اثر ابھی باقی ہو کہ دوسرا آجائے۔ اہل اللہ تو آٹھ بار نماز پڑھتے ہیں۔ نماز صبح کے بعد اشراق پھر ضحیٰ۔ پھر ظہر کی نماز۔ پھر عصر پھر مغرب پھر شام پھر تہجد۔

فَتَحْجِبُ بَابَ - ہجود کے معنی سونے کے ہیں (الاطرقت ناد الرفاق ہجود میرے پیارے کیون نہیں آتی) ساتھی تو سب سو گئے ہیں (تہجد کے معنی میں۔ نیند کو ہٹا کر کھڑا ہونا۔

صدق - عربی بولی میں ہر عہدہ پیر کو صدق کہتے ہیں حتیٰ کہ عہدہ تلوار کو بھی ان صدق

بولتے ہیں۔

وقل جاء الحق - یعنی عبادت اور ان دعائوں کے بعد نصرت الہی آئے گی اور لطلان دور ہو جاوے گا اور تو کہے گا۔ جاء الحق وزہق الباطل۔
ما هو شفاء - میرا اعتقاد ہے کہ روحانی بیماریوں کے علاوہ ظاہری بیماریوں کی بھی شفا کرتا ہے۔

قل کل یعمل علی شاکلتہ - یہ آیت بہت مشکل ہے۔ میں نے اس کے سمجھنے میں بڑی محنت کی ہے شاکلتہ کے معنی ہیں اپنے طریقے پر۔ ہر شخص اپنے تئیں ایک کوئی بات سوچ لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے ایک نیک کام کیا یا نیک کام کا ارادہ کیا۔ اب اس نے جو اپنے طریق یا خیال یا ارادہ پر کام کیا ہو تو اسے اپنے رب کے سامنے پیش کرو۔ یعنی خدا کے کلام کے آگے ہر صداقت دنگانے کے لئے پیش کرو۔ کیونکہ وہ اعلم اور اہدیٰ سبیل ہے اور پھر اس پر رائے زنی کرو کہ نیک ہے یا بد۔

مورخہ ۱۷ - فروری ۱۹۱۰ء

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱۰)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَرْحُومِ - یہ سوال یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقت کیا جب آپ ان کے بیت الدماس کے پاس سے گزرے مگر یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اعتراض کیا جاتا ہے کہ مدینہ کے یہود کے سوال کا جواب کیوں کر دیا۔ یہ اعتراض قوی ہے۔ مگر کیا ممکن نہیں کہ یہود نے کہہ جانے والے لوگوں کی معرفت یہ سوال پوچھا ہو یہ جواب بر تقدیر تسلیم ہے کہ یہود نے سوال کیا ورنہ یسئو تک عام ہے۔ سوال کرنے والوں نے سوال کیا۔ یسئو سے ہی اس کے فاعل کا پتہ لگ سکتا ہے جیسے اعداؤ اھوا قراب للتقویٰ میں ہر۔ یہ امر نحو کے قاعدے کے مطابق ہے کہ فعل کے مشتق سے اس کا فاعل نکال لیتے ہیں۔ پس یسئو کے فاعل عام ہیں پوچھتے ہیں روح سے۔ روح کیا چیز ہے اس کا جواب خود قرآن کریم کی ہی دوسری آیات سے کھلے گا۔ اس زمانے میں روح کا لفظ ختبہ سا ہو گیا۔ بعض نے روح سے مراد سول سمجھا۔ جس سے آدمی کی زندگی وابستہ ہے۔ مگر اگر یہ مراد ہوتی تو ایسا کہ در جواب خالق الارواح کی طرف سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جبکہ اسلام کے اوتنے اخاد مومن میں سے اور شیخ بن عباسؓ نے بھی حقیقت روح انسانی پر سول مضمون لکھا ہے۔ پس دراصل روح کلام الہی کہتے ہیں۔ پھر کلام الہی کے پہچاننے والے نبی کو۔ اور کلام الہی کے لانے والے ملک کو بھی کہتے ہیں۔ دیکھو سورہ نمل پارہ ۱۳ - يَسْأَلُ الْمَلَائِكَةُ أَلَمْ يَرْسُلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ بَشَرٍ مِثْلِكَ - اس کے صاف معنی ہیں کہ

لا انا نزل کرے ہیں۔ کلام لا الہ الا انا نزل کرے ہیں۔

(۲) سورہ مؤمن پارہ ۲۴ - رفیع الدرجت ذوالعرش یعنی اللہ رحمن امرہ علی من یشاء من عبادہ لیتذللوا لہم التذلل روح بھی روح سے مراد کلام الہی ہے

(۳) پھر سورہ شوریٰ پارہ ۲۵ میں ذکذک ادحیٰ الیہا رد حامن امرہ۔ یہاں بھی روح سے مراد کلام الہی ہے۔

حضرت مسیح کے حق میں ایسا نہ ہو روح القدس جو ایسا ہے اس کے مراد بھی عریض کلام الہی ہے ایک دلیل اس بات کی کہ یہاں روح سے مراد کلام الہی ہے یہ ہے کہ اس سے پہلے تین آیت قرآن مجید کا ذکر ہے کہ و نزل من القرآن ما ہو شفاء فرمایا اور پھر اس کے بعد بھی قل لئن اجتمعت الانس والجن من قرآن مجید ہی کا ذکر ہے جس سے صاف کھل گیا یہاں روح سے مراد کلام الہی ہی ہے پھر دیکھو ادحیٰ الیہا ایک بھی ساتھ ہی فرمایا۔

ادیتیم من العلم اذ قلنا تینہا فرمایا کہ تم بڑے ہی موقوف ہو کر کیا تم کلام الہی قرآن اور دوسرے کلاموں میں جن میں احادیث رسول بھی شامل ہیں۔ بین فرق نہیں پاتے۔ یہ بہت ہی بے ادبی کا لکھ ہے کہ صحابہ کرام کے علم کا جو کہ تم روح کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے۔ عمام تفاسیر میں یہ بات نہیں۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن۔ اس بات پر بہت مباحثہ ہوا کہ مثل کس بات میں ہو میرے خیال میں مثل میں کوئی قید نہیں جس بات میں چاہیں متبادل کر لیں یہ بات صحیح ہے کہ مفتریات آیات جو پیش کر دیگا اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیگا۔ اگر وہ ان کو نہ جانے۔

حقی لقیلنا من الارض یتوب عا ۱۱۔ ۹ چیزیں انہوں نے مانگی ہیں قیمتی سے لوگوں نے سمجھا کر یہ باتیں پوری نہیں ہوئیں۔ اس طرح طرح کی بدگمانیاں کی ہیں ذرا بھی تدبر کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ یہ بظور سوال پیش ہوئیں۔ پارہ اول میں ہے۔ ان ہم جنات یعنی جنوں کے لئے جنات ہونگے جس میں کچھ انگوڑا آگئے۔ اسی میں آیا جو جہنمی من تحتھا الاھنار۔ پھر خدا نے ہی فرمایا ھل ینظرون ان یا تیمم اللہ فی ظل من الغمام والملائکۃ

پھر ایک جگہ فرمایا ہے۔ مسکین علی قرش یطامن من استبق وجن الجنین دان پھر فرمایا ہے۔ فیجن قصرت الطرب لم یطمئن من انض قلبہم ولا جان۔ اور فرمایا فیجن خیرات حسان پھر سورہ واقعوں میں ارشاد کیا یطوف علیہم ولدان مخمدون۔ غرض جب ان میں ایسے تمام دعائے تھے۔ تو پھر اگر انہوں نے ایسا مطالبہ کیا تو لایہ جا کیا جواب دیکھو کیا سمجھ ہے کہ بے نیکی کہہ دے میرا اب پاک ہے اس نے بھوٹے وعدے نہیں کئے ضرور ایسا ہو گا مگر میں بشر رسول ہوں۔ چنانچہ جب صحابہ نے عراق بعثت شام۔ عدن فتح کیا تو صحابہ کے قبضہ میں بادشاہوں کے گھر آئے انہی بیٹیاں بھی نکاح میں آگئیں۔ گھر بھی سونے چاندی کے تھو باغات بھی تھے بلکہ دینہ میں بھی نہر تھیں خدا کا ان پر عذاب بھی آیا۔ ملائکہ بھی نصرت کو آئے آپ کو معراج بھی ہوا۔ قرآن ایسی کتاب ملی۔ غرض سب کچھ ہوا۔ مگر یہ سب کچھ پورا ہوا۔ اسی طرح جس طرح بشر رسولوں کی پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں۔

(مورخہ ۹ فروری ۱۹۱۰ء ۶ رکوع ۱۱)

فساد پڑ رہا ہو تو پھر ان کو کوئی کیا سمجھا سکا اور وہ کیا سمجھیں چنانچہ مکہ کی نسبت خود فرمایا۔ قریۃ آمنۃ مطمئنة۔ عرب کی اصلاح کے لئے اس وقت رسول مبعوث فرمایا جب وہ اطمینان کی زندگی بسر کر رہے تھے اسی اصل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چنانچہ جب کسی کو دیکھا کہ وہ اطمینان میں خلل انداز رہے تو اس کو جلا وطن کر دیا میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کہ خدا شرے برانگیزہ۔ خدا تعالیٰ کوئی شر نہیں اٹھاتا۔ آدمی خود ایسا کرتے ہیں۔ سوال۔ اروت ماروت بنی اسرائیل کی طرف آئے اس وقت وہ بنی اسرائیل غیر مطمئن تھے۔ جواب میں فرمایا دیکھو انگریز بڑے تجربہ کار ہیں۔ میں برس کسی کو دائم الجس رکھ کر اس سے مطمئن ہو جاتے ہیں پس بنی اسرائیل جب بابل میں قید ہو گئے تھے تو اس کے ستر برس بعد اروت ماروت کا نزل ہوا اتنی مدت میں وہ یہود جو اصل مجرم تھے وہ بہت سید ہو چکے تھے اور انہیں کسی قسم کا جوش خروش باقی نہ رہا تھا بلکہ ایک نئی نئی تھی۔ دوسرا سوال کہ اروت ماروت ملک اودیون میں آئے۔ جواب میں فرمایا یہ غلط ہے۔ خود کرو۔ جمادات میں بھی ایک نہ ایک ایسا ہوتا ہے جو قریب بہ نباتات ہوتا ہے جیسے مونگا (مرجان) جو جمادات میں ہے اسے بعض فلاسفہ نباتات میں کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ جمادات میں سے مگر قریب بہ نباتات ہی اسی طرح جمادات میں مراتب میں مثلاً بندر و انسان کے درمیان کا مرتبہ کہ وہ حیوان ہے نہ انسان چنانچہ ذیل قرین کو کالافنم بل ہم اصل فرمایا اسی طرح آخری درجہ جو انسان کا ہے وہ ملائکہ بہت ہی قوی تعلقات رکھتا ہے دنیا و جہنم میں وہ کبھی ملکیت کے رنگ میں آجاتے ہیں اور کبھی انسان کے رنگ میں مگر یہاں تو کل قوم کا ذکر ہے کہ تمام قوم ملائکہ جو پھر ملائکہ رسول آویگا چونکہ ایک خاص شخص نبی ہی ملائکہ سے بہت قریب ہوتا ہے اس لئے اسی پر ملک کا نزل ہوتا ہے اسی لئے لعلون الناس فرمایا تنزیہ کا صیغہ نہیں فرمایا۔ کفی باللہ شفیعا۔ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت میری صداقت کا فیصلہ کرے گی چنانچہ آخر آپ کی امت مظفر و منصور ہوئی جس سے ثابت ہوا کہ آپ ہی حق پر تھے۔

ومن یحسد اللہ فهو المھتد۔ فرماتا ہے کہ مشک تیری قوم میں کچھ آدمی تصنیف کرتے ہیں اور اپنی طرف سے آدمی بننے میں۔ مگر ہدایت اصل وہی ہے جو خدا کی طرف سے ہو۔ اسی واسطے میں یہ ہوسلج بہت خطرہ میں رہتا ہوں کیونکہ وہ تمام انبیاء کو مفری اور دروغ معلولت آمیز کا پروتھتے ہیں اور ہدایت کی کتابیں خود وضع کرتے ہیں جو مفید اور باریک نہیں ہو سکتیں۔ بہت لوگ تنہائی میں رہتے ہیں ریاضتیں کرتے ہیں مجاہد میں ہر وقت لگے رہتے ہیں اس پر ثرات بھی مرتب ہوتے ہیں مگر سچی اور باطنی دشمنی رکھتے ہیں وہی راہ ہے جو خدا سمجھ لے عمیا وکما وصحا اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ قرآن شریف میں (۱) قلما دای المجرمون النار (۲) دھوا ھنالک ثوراً (۳) اور دھوا لھا شہیقاً بھی آیا ہے جس سے دونوں کا دیکھا ہوا سننا ثابت ہے حضرت ابن عباس نے اس سوال کا جواب دیا کہ مایسمعون مایسمعون (۲) لاینطقون عجبتم (۳) لایرون مایسمعون یعنی ایسی چیزیں سنیں گے یا نہ دیکھیں گے جو ان کو خوش کرے اور کوئی اپنی دلیل دے سکیں گے۔

مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۱۰ء ۶ (بقیہ رکوع ۱۱ اور رکوع ۱۲)

بقسم آیت۔ ان نونہوں کے بیان میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں ذوالحکام نے بعض کہتے ہیں کہ نونہوں تھے۔ دونوں قسم کے نشان بیان کرتا ہوں (۱) حصا ۱۲۰۔ ۱۲۰ یضیاء (۲) طوفان (۳) دھوا (۴) چڑھیاں (۵) مینڈکیاں (۶) خون کا مرض (۷) قحط پڑا (۸) پوٹھے مر گئے۔ احکام یہ ہیں۔ (۱) شرک (۲) چوری نہ کر (۳) زنا نہ کر (۴) (۵) بیوہ قتل نہ کرو (۶) کسی نیک عورت کو ہتھ مت دو (۷) جنگ میں مت پہنکو (۸) منثوراً (۹) مجبوس (۱۰) ملعون چونکہ حضرت موسیٰ کو نبی سے کلام کرنے کا ارشاد تھا اس لئے بھی شائد فرعون نے مجبوس کیا۔ لقیفاً۔ سب کو ایک جگہ اکٹھا کر لیں گے۔ دما ارسلناک ایا مبشراً و نذیراً یعنی جس طرح فرعونوں اور موسیٰ کا معاملہ تھا اسی طرح اے نبی آپ کا اور آپ کے دشمنوں کا ہو گا جو سجنن للادھقان۔ مراد وہی منہ کے بل کر جانا یہ عربی کا طرز ہے جزو کو بول کر کل مراد لینا۔ یزید ہم خضوعاً۔ وقری الارض خاشعۃ یعنی زمین میں ہلہلانا۔ سبزی رنگ

دیکھنا دیکھنا کہ جن میں بتا اور وہ نہیں ہے نہیں ہے اصل کے مطابق جو اس طرح انسان شرع کر رہا ہے۔ جو اس میں فیض حاصل ہے کا عنوان جو اس کے لئے تیار ہو۔ ادعو اللہ۔ اللہ کے لفظ سے دیکھو یا تو اس کے لفظ سے۔ صلوات کے لئے دیکھو

جی اے میں۔ تجھ کی عزت بھی مراد ہو سکتی ہے۔ یہاں سورہ بنی اسرائیل کے نوٹ ختم ہوئے۔ الحمد للہ رب العالمین

حضرت مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ پندرھواں

(رکوع نمبر ۱۳)

(آغاز سورہ کہف رکوع اول)

مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۱۰ء

تمہید - سورہ بنی اسرائیل میں زیادہ تر یہود سے خطاب ہے اور ان کی دوشدیر تباہیوں کا ذکر کر کے مسلمانوں کو بھی متنبہ کیا ہے اب اس سورہ شریف میں زیادہ بحث پہلے عیسائیوں سے کی ہے۔ پھر یسوس سے۔ اور درمیان میں کچھ یہود کو بھی خطاب کیا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ فتنہ و جال سے بچنے کے واسطے ہر جمعہ کو سورہ کہف کی پہلی دس آیتیں اور پچھلی دس آیتیں پڑھو۔ ان آیات کے مطالعہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ وہ جال کون ہے۔ اور اس کے کیا صفات ہیں اور اس سے بچنے کی کیا راہ ہے۔ آیت ۱ - الکتاب - کمال جامع کتاب - لکھی ہوئی - ایک لشکر جو شہادت کو دور کرے اس سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں بصورت کتاب موجود تھا۔

عوجاً - دو معنی ہیں (۱) پیڑا پن - اس کتاب میں کوئی غلط تعلیم نہیں - جو پیڑا ہے وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

آیت ۲ - قیماً - (۱) مستقیماً - بالکل سیدھے راہ پر اور سیدھی راہ بتانے والی (۲) مصدقہ - اور صدائقوں کی اور اپنی صدائقوں کی (۳) حافظہ اس پر عمل کرنے والوں کے لئے - شدید کالفظ ظاہر کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ سخت مخالفت کے واسطے طیار ہے۔

ان لہم - عمل صالح کا نتیجہ ہے - اجر حسن

آیت ۳ - ابداً - بہت لمبا زمانہ -

آیت ۴ - یہ آیت بتاتی ہے کہ قوم وہ جال کون ہے۔

آیت ۵ - من علم - یہ قوم بڑی سائنس دان بن گئی۔ ہر بات پر دلیل پیش کرتی ہے مگر اپنے مذہب کے متعلق صاف اقرار کرتے ہیں کہ مسیح کے ابن خدا ہونے اور تثلیث - کفارہ وغیرہ کے واسطے دلیل کوئی نہیں۔ قرآن شریف نے پہلے سے پیشگوئی کی ہے۔ کہ یہ ایسا کہیں گے۔

ابا یھم - ان کے باپ دادوں کو بھی علم نہ تھا۔ یورپ ایک بت پرست قوم تھی

جابل لوگ تھے۔ پڑائے بتوں کے عومن رفتہ رفتہ سلطنتوں کے اور حکام کے رعب میں آ کر مسیح کا بت پوبے لگ گئے۔ وہ تو خود جابل تھے ہی۔ اور اب ان کی اولاد لگے پڑاؤ میں بجاری ہے۔

کلمتہ - تیز واقع ہوئی ہے اس واسطے منصوبہ ہے۔

افواہم - مونہ سے نکلتی ہے دل سے نہیں نکلتی۔ دل جانتے ہیں کہ یہ بے دلیل بات ہے صحیح نہیں۔

آیت ۶ - انا دھم - نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کشف میں اس قوم کا جاہ و چشم دکھایا گیا۔ جس سے آپ کو غم ہوا۔ کہ اتنی بڑی بظاہر معزز قوم اسلام کی نعمت سے بے نصیب رہیگی۔ تو ان کی وجہا ہر کشتوں کو اسلام سے مرتد کر دیگی۔ اس پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ سب اشیاء عارضی اور زمینی ہیں۔

آیت ۷ - احسن عملاً - دنیوی زیب و زینت کے معاملہ میں کون بڑا کارگر ہے۔ یہ بات ظاہر کر دی جائے گی۔

آیت ۸ - جرذاً - لیس فیھا - شے - خال میدان۔

آیت ۹ - عجب - کیا تم خیال کرتے ہو کہ یہ بہت عجیب بات ہے۔ ایسے ایسے لاکھوں نشانات خدا تعالیٰ کے ہیں۔

دقیقہ - قسم کرنا۔ لکھنا۔ کھودنا یہ ان کی نشانی ہے۔ تحریر کا کام بہت ہو گا۔ ہمارا ان کے ہاں لکھا جائیگا۔

کہف - وہی ہے جس کو انگریزی کیپ cap کہتے ہیں اب تک وہ جگہ اسی نام سے مشہور ہے۔

آیت ۱۰ - الفقیہ - نوجوان۔ حضرت مسیح کو صلیبی موت سے بچانے کے معاملہ میں جو مدد ملتی تھی۔ اس پر بڑا ابتلا آیا۔ حاکم پلاطوس اور اس کی بیوی بھی اس مقدمہ میں قید ہوئے۔ مگر کچھ

لوگ ایسے تھے جو وہاں سے جھاگ نکلے کچھ مغرب کو گئے کچھ مشرق کو۔ یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے بلاد مغربی میں جا کر کہف میں جا پناہ لی۔ جو کہ انگلستان کے جنوب مغربی گوشہ میں واقع ہے۔ انہیں جو انون میں یوسف اور یتا بھی تھا۔ جس نے حضرت مسیح کے بچانے میں بڑا حصہ لیا تھا۔

آیت ۱۱ - ضربنا علی اذانہم - کچھ مدت تک باہر کی کوئی خبر اس گروہ کو نہ پہنچی۔

آیت ۱۲ - بعثنا - آخری ترقی دنیوی کی طرف اشارہ ہے۔

مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۱۰ء

(پارہ رکوع نمبر ۱۳)

۲۲ و ۲۳ فروری دو دن بسبب علالت طبع حضرت خلیفۃ المسیح درس نہ ہو سکا۔ آج فرمایا کہ میری طبیعت تو ضعیف ہے۔ مگر دل میں خیال آیا کہ زندگی کا بھر و سر نہیں۔ معلوم نہیں کہ کس وقت موت آجائے۔ کچھ قرآن سنا دیا جاوے۔ تو اچھا۔ فرمایا۔ آج مجھے بہت خوش تھا

کہ دس قرآن سننے والوں کے واسطے خصوصیت سے دعا کروں۔ پس جو اس وقت حاضر ہیں ان کی واسطے میں نے بہت بہت دعائیں درس شروع کرنے سے پہلے کی ہیں۔

رکوع دوم

آیت ۱۔ نقص۔ اصل قصہ کا بیان اب شروع ہوا ہے۔

نبا۔ عظیم الشان بات۔

آیت ۲۔ شططاً۔ پر اگندہ بات۔

آیت ۳۔ من دونہ۔ رومی قوم کی طرف اشارہ ہے جو بت پرست تھی اور یہودی بھی غیر ممالک میں جا کر ان قوموں کی صحبت کے اثر سے کچھ غلطیوں میں مبتلا ہو چکے تھے یا دیکھو شرک کبھی نے اللہ کو برابر جیسا کہ جوس نے خالق الفلکات و خالق السموات و بنائے ہیں۔ اور جیسے آریہ لوگ پانچ چیزوں کو خدا کے ساتھ غیر مخلوق مانتے ہیں اور جیسے عیسائی تین خدا قرار دیتے ہیں یا صفات میں ہوتا ہے جیسا کہ بعض مسلمانوں میں اس کے آثار پائے جاتے ہیں یہ سب افتراء ہے۔

آیت ۴۔ اقلنا لقوہم۔ جب تم نے ان غیر معبودوں کی پرستش کر نیوالوں کو چھوڑ دیا تو اب کہتے کیجئے جاؤ۔

آیت ۵۔ تذاود۔ نہیں۔ جھک جاتا ہے۔

چونکہ وہ مقام خطِ سرطان سے اوپر ہے اور سورج خطِ سرطان سے اوپر نہیں جاتا ہے بلکہ نیچے رہتا ہے اس واسطے طلوع آفتاب کے وقت مشرق کی طرف وہاں سے دیکھا جاوے۔ تو سورج دائیں ہاتھ نظر آئے گا اور وقت غروب کی طرف دیکھا جاوے تو بائیں ہاتھ نظر آئیگا۔ سورج کبھی ان کے سر پر نہیں آتا۔

فیجۃ۔ وسعت کی جگہ۔ فراخی کی جگہ میں ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام کہف کے تین پتے ہیں (۱) شام و روم سے بہت دور ہے (۲) خطِ سرطان سے شمال کی طرف ہے (۳) وہ اس کی جگہ ہے۔ جہاں دشمن کا قابض تھا۔ من آیات اللہ۔ سورج کا سرطان تک پہنچنا اور آگے نہ جانا۔ پھر جدی تک جانا اور آگے نہ پہنچنا یہ سب اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

ومن یضلل۔ اور جس کو اس کی ہدایت کے سبب گمراہ کرنا ہے۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ وما یضلل بہ الا الفاسقین۔ فاسقوں کے سوا اے وہ دوسرے کو گمراہ نہیں کرتا۔

مورخہ ۶ فروری ۱۹۱۰ء

(پارہ پندرہ رکوع ۱۵)

(سورہ الکہف رکوع ۳ نمبر ۳)

۵ فروری ۱۹۱۰ء کو جمعہ کے سبب درس نہیں ہوا۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصحاب کہف کا حال منکشف ہوا اور آپ نے انہیں دیکھا۔ آیت ۱۔ ردودہ راقد۔ سوئیوا لے۔ سخت ہی ٹھہرے ہوئے۔ دراصل وہ تو بڑے چمکے

تھے۔ سوئے ہوئے تھے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں وہ قوم ست پڑی تھی۔ مگر آپ نے ان کی حالت آئندہ کی دیکھی۔

نقلہم۔ عنقریب تجارت کے واسطے سب طرف نکلیں گے۔ دائیں بائیں جاویں گے۔ کیا معنی مشرق اور مغرب میں پھیلین گے۔

کلبہم۔ یہ ان کی شناخت بتلائی گئی۔ کہ ان کے دروازے پر کتا ضرور ہوگا۔ ممکن ہے کہ ابتدائی اصحاب کہف کے ساتھ بھی کوئی کتا ہو۔

آجکل کتے کی تعریف و فاداری میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ حالانکہ اس جانور کے اخلاق نہایت قبیح اور مذموم ہیں۔ ثبوت۔ حرص۔ طمع میں بہت رذیل جاوڑے اور ان امور میں گرا ہوا ہے۔

دلیت۔ یہ بھی ایک شناخت ہے۔ ان کی کوٹھیاں وسیع اور رعب دار ہونگے۔

آیت ۲۔ لبثتم۔ اس ملک میں حالت سستی میں کتنی مدت تم رہے۔

یوماً و بعض یوم۔ ہزار ہا سال۔ اوسط ساڑھے نو سو سال۔ اتنے ہی عرصہ کے بعد یہ قوم باہر نکلی اور انہوں نے کمپنیان بنائیں اور تجارتیں شروع کیں اور غیر ملکوں کی طرف گئے قرآن کریم میں یوم ہزار سال کا نام بھی آیا ہے اور تاریخ شہادت دیتی ہے۔

ذالبعثوا۔ ایک مجمع بناؤ۔ کہنی فضاء کر۔ روپیہ رواد کرو۔ اور ایک کو افسر بناؤ۔

طحاہما۔ ہمارے ملک میں غلہ کی کمی ہے یہاں روپے لے جاؤ اور وہاں سے غلہ لاؤ ڈیستلف۔ نرمی سے کام کرو۔

کالیشعران۔ اپنا بھید کسی کو نہ دو۔ اور دوسرے کا بھید لو۔ مدارات کام کرو۔ اور دوسروں کے حالات سے مفصل اطلاع حاصل کرتے رہو۔

آیت ۴۔ اعثونا علیہم۔ دوسروں کو ان کے حالات آگاہ کیا اور غیر قومیں ان کے ہاں بھی جانے لگیں۔ ابتدائی اصحاب بھی ارد گرد کے لوگ آگاہ ہوئے اور انکو مطیع ہوئے یقیناً دعوت۔ ابتدائی لوگوں نے ان کے متعلق جھگڑا کیا اور آخر ان کی یادگار بنائی

آیت ۶۔ سیفوقون۔ اختلاف مورخین کا ہے کہ کتنے تھے کتنے نہ تھے۔

سبحة۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ سات دالی بات صحیح ہے۔ کیونکہ پہلے اعدائے اللہ کے ساتھ خدا تعالیٰ نے رجماً بالغیب فرمایا۔ اس کے ساتھ نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ امر کہ عیسائی کے ہاں سات پڑے کیسیا مشہور ہیں۔ اس سے صاف صاف پتہ لگتا ہے کہ سات ہی تھے

مورخہ ۶ فروری ۱۹۱۰ء

(پارہ پندرہ رکوع ۱۶)

سورہ الکہف رکوع چہارم

آیت ۱۔ لا تقولن۔ کبھی نہ کہو۔

انشاء اللہ۔ جہاں کہیں خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت کا خیال نہ ہو۔ نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے شال حضرت یوسف علیہ السلام کے ہائیوں کی ہے۔ جنہوں نے انالہ لھا قتلون انالہ لھون۔ انالفا علون وغیرہ الفاظ کے ساتھ دعوے کیا۔ مگر کہیں وفا نہ ہوا۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ پندرھواں

(رکوع نمبر ۱۶)

سورہ الکہف بقیہ رکوع ۴

مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۱۷ء

اس سے بڑھ کر دیکھ کی کہانی ایک ہے۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام نام سے عام مسلمان واقف ہیں مگر سلیمان علیہ السلام کے بیٹے کے نام کی وہ شہرت نہیں جو باب داؤد کی ہے اور پوتے کا نام تو قریباً معدوم ہے حدیث میں اس راز کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دفعہ کہا تھا کہ میری بیویان بہت ہیں ان سے بڑی اولاد اور عظیم الشان گویا پیدا ہونے لگی اس دعا کے ساتھ انشاء اللہ کہہ کر نتیجہ خراب ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی بیویوں کے ارادے کو ظاہر کرنا چاہا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کہ لو۔

آیت ۲ - اقرئ - آئندہ حالت موجودہ سے پر امن ہوگی۔

آیت ۳ - بشوا - یہ لوگوں کا دل ہے۔ سید قیون پر عطف ہے۔ مثال کے واسطے سورہ لقمان کا دوسرا رکوع دیکھو۔ واذا قال لقمان لابنہ کانت لک الشیئ باللہ سے وعظ شروع ہوا۔ درمیان میں وصیتا الانسان اور دیگر ذکر آگیا پھر یا بنی انھما ان تلک سے وہی وعظ شروع ہوا۔ اللہ اعلم۔ تین سو یا نو سو والی باتیں صحیح نہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

آیت ۵ - لا تبدیل - یہ پیشگوئیان ضروری ہونگی۔ اس آیت پر عیسائی لوگ کہا کرتے ہیں کہ صلی اللہ تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہو سکتی اور قرآن شریف خود اس امر کو تسلیم کرتا ہے۔ تو پھر انجیل اور توریت ہی حوت مبدل نہیں جو ہیں یہ ایک دھوکہ ہے جو عیسائیوں کو لگا ہے یا وہ دوسروں کو دیتے ہیں۔ اس آیت کے معنی تو صرف یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو پیشگوئی کی ہے وہ ضرور پوری ہوگی اس کے ٹکڑے نہ والا کرے اس کے سوا نہیں اور خدا تعالیٰ نے جو سنت قائم کر دی ہے اس کے خلاف ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مثلاً یہ قانون الہی ہے کہ صادق کا میاب اور باعرا ہوتا ہے پس اس میں تبدیلی نہیں اور ایسا کبھی نہ ہو گا کہ کاذب کے مقابلہ میں صادق نامراد اور ناکام رہے باقی رہا حردن میں تغیر و تبدل۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قاری کو بھی سہو ہو جاتا ہے۔ کاتب بھی غلطیاں کرتا ہے بعض بائبلوں اور قرآن شریفوں میں لغتی غلطیاں چھاپے کی لکائیے والوں کو انجام دیا جاتا ہے فی زمانہ خود عیسائیوں کے درمیان رد میں کیتھولک فرقہ کی بائبل میں اور پروٹسٹنٹ فرقہ کی بائبل میں بہت جگہ اختلاف لفظی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک غلط ہے پس اس آیت سے عیسائیوں کا استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ اس اعتراض کی سزا ہے کہ اصل کلام ہی دنیا سے مفقود ہو گیا۔

آیت ۶ - ۱۵ صبر - یہاں سے ہجرت کے متعلق احکام ہیں کہ اس وقت آپ کو کیا کرنا چاہیے۔ اس آیت شریفہ سے صدیق اکبر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت نے انھوں نے ساتھ رکھا معلوم ہوا کہ وہ غافل قلب والے نہ تھے والا انھوں ساتھ نہ رکھتے۔

آیت ۸ - یحذرون - زیور دے جائیں گے یہ ضروری نہیں کہ خود پہننے کی واسطے۔ ذیوی رنگ میں بھی یہ پیشگوئیان پوری ہوئیں۔ قبضہ و کسر کے خزانے مدینہ میں آئے جن میں اس قسم کے کپڑے اور زیور بھی تھے جو ان آیات میں مذکور ہوئے ہیں۔ عیسائی لوگ بہشت کے متعلق اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ بائبل میں خود بہشت کا ذکر ہے اور حضرت یسوع نے باغ کی تمثیل دی۔ بن کو مفصلہ ذیل مقامات میں دیکھا چاہیے۔ متی باب ۲۱ آیت ۳۳ مرقس باب ۱۲ آیت ۱ - لوقا باب ۲۰ - آیت ۹۔

مورخہ یکم مارچ ۱۹۱۷ء

دوسرہ کھٹ رکوع ۵ - پارہ ۱۵ رکوع ۱۷

فرمایا اس رکوع میں جو تمثیل ہے وہ میں بشرح صدر اور یقین کامل ساتھ بیان کرتا ہوں کہ حضرت ابراہیم کی اولاد کی دو قوموں کے متعلق ہے۔ بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل

تفہید

اول الذکر کو خدا تعالیٰ نے ملک کنعان کا باغ عطا کر کیا ان میں انبیاء بھیجے انہیں بادشاہ بنایا اور بڑے بڑے انعام انہیں کئے بجائے اس کے کہ وہ خدا کا شکر کرتے انہوں نے اپنے بھائی بنی اسماعیل اہل عرب کو حجاز کی نگاہ سے دیکھا اپنے باغوں اور مال و دولت کے گھنٹہ میں آگئے۔ اللہ تعالیٰ کو پہلے آگئے اور دنیا کو مجبور بنایا۔ انبیاء کے قتل کے درپے ہو گئے۔ انجیل میں بھی اس تمثیل کو لکھا ہے۔ پناہ متی باب ۲۱ آیت ۳۳ میں ہے۔ ایک اور تمثیل ایک گھر کا مالک تھا جس نے انگورستان لگایا۔ اور اس کو چاروں طرف روڑا اور اس کے بیج کھود کے لہو گاڑا اور برج بنایا اور باغبانوں کو سونپ کے آپ پر دیں گیا اور جب میوے کا موسم قریب آیا اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس بھیجا کہ اس کا بھل لاؤ۔ بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل نے اس کے نوکروں (انبیاء) کو پکڑ کے ایک کو پٹیا اور ایک کو مار ڈالا اور ایک کو پتھر ڈال دیا اور اس نے اپنے نوکروں کو جو پہلوں سے بڑھ کر کھنچے بھیجا۔ اور بھٹوں نے ان کے ساتھ ہی دیباہی کیا آخر اس نے اپنے بیٹے (حضرت یسوع) کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ میرے بیٹے سے ویٹنگے۔ لیکن جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا آپس میں کہنے لگے (بنی اسرائیل کی نبوت کا آخری) وارث ہی ہے اؤ اسے مار ڈالیں۔ کہ میراث ہماری ہو جاوے اور اسے پکڑ کر اور انگورستان کے باہر لے جا کر (اپنی طرف سے) قتل کر دیں) کیا جب انگورستان کا مالک۔ اویگا ان باغبانوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔

وے اسے بولے۔ ان بدوں کو بری طرح مار ڈالینگا اور انگورستان کو اور باغبانوں کو سونپینگا جو اسے موسم پر میوہ ہو چکے ہیں۔ یسوع نے انھیں کہا کیا تم نے لوشٹوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو را بگیوں نے ناپسند کیا وہی کوئے کا سر ہوا (دعوت کی طرف اشارہ ہے) یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ

خدا کی بادشاہت (نبوت و نصرت الہی) تم (بنی اسرائیل) سے لے لی جائیگی اور ایک قوم (بنی اسمعیل اہل عرب) کو جو اس کے لئے میوے موسم پر (اب بھی امام حج کو موسم کہتے ہیں) لاو گی جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائے گا پر جس پر وہ گرے اُسے میں ڈال دیا جائے گا۔
مذکورہ بالا عبارت انجیل میں خطوط وحدانی کے اندر جو الفاظ ہیں وہ تشریحاً و تفسیراً ہم نے لکھے ہیں۔ انجیل کے مفسرین نے بھی اقرار کیا ہے کہ ان آیات میں بیٹے سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام اور پہلے باغیانوں سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ دیکھو تفسیر عماد الدین اور پادری جو صاحب وغیرہ۔

آیت ۱۔ رجلین۔ مراد بنی اسرائیل و بنی اسمعیل
لاحدہما۔ حضرت اٹھ کی اولاد کی طرف اشارہ ہے۔

آیت ۴۔ ظالم۔ اپنے آپ مصیبت ڈال رہا تھا۔

اس رکوع شریف سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو نہیں چاہیے۔ کہ کسی کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ ورنہ لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔

ایک سبق

مورخہ ۲ مارچ ۹۱۰

(سورہ کہف رکوع ۲۔ پارہ ۱۵ رکوع ۱۸)

اس رکوع میں مخاطب یہود نہیں ہیں کیونکہ نہ تو وہ کوئی اتنے بڑے دولتمند تھے اور نہ ملکوں کے مالک ہیں۔
اللہ تعالیٰ یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کی امت کو مخاطب کرتا ہے بلکہ خصوصیت سے مسلمان مثلاً بنو اُمیہ و بنو عباس مخاطب ہیں کہ اب تم اس باغ (ملک کنعان) کے مالک بننے والے ہو۔ دیکھو کوئی ایسا کام نہ کرنا۔ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی باعث ہو جائے۔

آیت ۱۔ ہشیشیا۔ چورا چورا۔ دنیا داروں کے پاس جب دنیا بہت جمع ہو جاتی ہے۔ تو وہ غالباً شکریہ اور آخر کا غافل ہو جاتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل اور آخر مغس کر دیتا ہے۔ امرار کا یہ حال ہے کہ جس کے پاس کچھ روپیہ جمع ہو جائے وہ مسجد میں جانا ہنسک عزت سمجھتا ہے۔ اور علماء اس کے نزدیک افضل ترین مخلوق ہوتے ہیں اس میں گوان علماء دنیا طلب کا بھی قصور ہے۔ مگر امرار چاہیں تو علماء کے گروہ میں بہت اصلاح ہو سکتی ہو
آیت ۲۔ البقیۃ الصلحت۔ اعمال صالحہ۔ نمازین۔ سبحان اللہ۔ لا الہ الا اللہ۔ اللہ اکبر اور کل اعمال جو منائے الہی کے موجب ہیں۔

آیت ۳۔ جبال سے مراد بادشاہ اور بڑے بڑے سردار ہیں جو عذاب الہی کے باعث ان کا نام و نشان بچے۔ اور ظاہری پہاڑ بھی ہوں۔ تو کیا عجیب ہے۔ آخر تمام مخلوق میں تغیر آ رہا ہے

آیت ۵۔ الکتاب۔ اعمال نامہ۔

المجرمین۔ جناب الہی سے قطع تعلق کرنے والے لوگ۔

مشفقین۔ ڈرنے والے اس ملک میں چونکہ عربی زبان کا مذاق نہیں رہا اس واسطے عمداً خطوں میں شفیق کی بجائے مشفق کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

صغیر کا کبیرا۔ ہر ایک گناہ کا ایک ابتداء ہوتا ہے پھر اس کے مراتب تدریجی ترقی کے ہوتے ہیں۔ وہ صغیر ہیں اور ایک بدی کا انتہا ہے وہ کبیرہ ہے۔ مثلاً نظر بد صغیر ہے اور اس کا آخر نتیجہ زنا کبیرہ ہے۔

صوفیائے کرام نے مشاہدہ سے لکھا ہے کہ ارتکاب بدکاری بعد دل کے اوپر ایک سیاہ دائرہ نظر آتا ہے جس سے ملائکہ نفرت کرتے ہیں اور شیطان محبت۔ پہاڑیے شخص کا تعلق آہستہ آہستہ شیاطین کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے اور وہ فاسق و فاجر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نیکی کے بعد ایک نورانی دائرہ دل کے گرد پیدا ہو جاتا ہے اور اسکو دیکھ کر ملائکہ اس دل والے سے محبت کرتے ہیں۔

مورخہ ۳ مارچ ۹۱۰

(سورہ کہف رکوع ۳۔ پارہ پندرہ رکوع نمبر ۱۹)

اس سے پہلے رکوع میں دنیا کی زیب و زینت۔ صنعت اور ترقی کا ذکر ہے کہ لوگ اس میں مچھنس کر دین سے اکثر غافل ہو جاتے ہیں اگر دنیا کو بالکل ترک کیا جائے تو بھی دین میں عرج ہوتا ہے اور دنیا اتنا فی الدنیا محنت کے خلاف ہے۔ اس واسطے میانہ راہ اختیار کرنی چاہیے۔ ایک روایت میں ابلیس کے متعلق آیا ہے۔ کہ کان من تحت ان الجنتہ۔ اس ملک میں بڑے خزانوں والا تھا۔ اسی کبریا نے اسے ہلاک کر دیا ان آیات میں جو ذکر ہے اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔
آیت ۱۔ اسجدوا۔ فرمانبرداری کرو۔ بہت سے دشمنوں کو یہ حکم ہوا تھا۔ ابلیس کو الگ حکم ہوا۔

آیت ۴۔ فظنوا۔ پس انہوں نے یقین کر لیا۔

مورخہ ۵ مارچ ۹۱۰

(سورہ کہف رکوع ۸۔ پارہ ۱۵ رکوع نمبر ۲۰)

عام رواج دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ پڑھے لکھے ہیں اور اپنے آپ کو عقلمند سمجھتے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ جب وعظ میں ان کو کوئی تغیر ہو۔ تو اس نظیر کو اپنے پر صادق نہیں آنے دیتے۔ مثلاً اگر کہا جاوے۔ فلا نے نے بدی کی اور سزا پائی۔ تو کہتے ہیں کیا ہم وہ ہیں اگر نبی۔ دلی صحابی کا حوالہ دین کہ انہوں نے ایسا کیا تم ہی ایسا کرو۔ تو کہتے ہیں ہم نبی ہیں یا ولی یا صحابی۔ پھر یا تو وعظ کو نادان قرار دیتے ہیں یا اپنی تحقیق پر خوش و غورم۔ مگر انبیاء سے بڑھ کر کون قول موعظ کے ساتھ سمجھانے والا ہے۔ آخر وہ بھی ارشاد فرماتے جاتے ہیں کوئی نے یا نہ مانے۔

آیت ۱۔ صرقتا۔ ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں۔

من کلّ مثل۔ ہر ایک عمدہ بات۔

جد کا۔ جمع کرنے میں۔ ایسے ہی لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو اس قسم کے کلمات بولے ہیں کہ ان ہذا الا بشر مثکم۔ یہ تو ہمارے ہی جیسا ایک انسان ہے اور بس۔ یرید ان یتفطس علیکم۔ چاہتا ہے کہ تم پر بڑا آدمی نبجائے شاعر ہے۔ ساحر ہے۔ کاہن ہے۔ مجنون وغیرہ

کہ کیف لی السبیل الی لقیہ - اس سے ملاقات کی کیا راہ ہے - حکم ہوا کہ ایک بچھلی لے لو - اپنے جوان غلص یوشع کو ساتھ لیا اور حکم تھا جہاں بچھلی گم ہوگی وہاں وہ ملے گا - یہ ایک نشانی تھی -

آیت ۱ - کلا ابذرح - نہیں ٹھونکا نہ رکون گا -
حقبا - اس لفظ حقبہ کے تین معنی آئے ہیں - ایک برس - ستر برس - انسی برس مدت و راز پر بھی بولتے ہیں -

صدیقار نے اس سے ایک نکتہ نکالا ہے کہ ایک ہی مدرسہ میں پڑھنے سے انسان کے خیالات میں وسعت نہیں ہوتی - میں بھی پسند کرتا ہوں کہ آدمی چل پھر کر دیکھے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے - علم حدیث کے پڑھنے سے بھی بہت سے دینی معلومات بڑھتے ہیں اور مختلف مشائخ کی صحبت سے اس کے فہم میں مدد ملتی ہے -

آیت ۲ - نسیا حوتما - دو ذن سے نسبت کی ہے - حالانکہ بچھلی صرف یروشع کے پاس تھی - عربی میں ایسا آجاتا ہے - جیسا کہ صفت قلوبکما قلوبا کما تین فرمایا -

سہیبا - چلا جانا -

آیت ۳ - نصبا - حدیثوں میں آیا ہے کہ ما وجد انصباً اکتا اذا جاوزا تکن اس وقت معلوم ہوا - جب کہ اصل مقصد کی جگہ سے آگے چل پڑے - یہ انبیاء علیہم السلام کے نور فرات پر دلیل ہے -

آیت ۴ - اسیت - آپ کو خبر بھی ہے -

عجبا - عجیب بات ہے (جدا کلمہ ہے) یا یہ کہ بچھلی کا گم ہو جانا ایک عجیب بات ہے -

السنیہ - صرفی نکتہ ہے کہ ضمیر غائب کے ماقبل زیر یا تہ ہو تو تا پر زیر ہوتی ہے - اور اگر یہ نہ ہو تو پر پیش -

اس جگہ اعتراض کیا گیا ہے کہ جس کا جواب یہ ہے کہ جہاں توجہ دلائی مقصود ہو یا کسی کی تقبیح وہاں غیر فصیح الفاظ لانے ہیں - چنانچہ جہاں شیطان کی تقبیح مطلوب ہے -

فائدہ - آجکل لوگ نسیان کی بہت شکایت کرتے ہیں - امام شاہ صاحب فرماتے ہیں -

شکوٰۃ الی وکیع سوء حفظی

فاوصانی الی تزلزل المعاصی

فان الحفظ فضل من الی

وفضل الله لا یعطى لعاوی

ترجمہ - میں نے وکیع کے آگے حافظ کی خرابی کی شکایت کی - تو انہوں نے فرمایا - کہ گناہوں کو ترک کرو - کیونکہ حافظ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور فضل گناہ گار کو نہیں ملتا -

آیت ۵ - من لدنا علما - لدنی علم جو خدا کی طرف سے اس کے خاص بندوں کو

بعض لوگ ہدایت سے ایسے بے نصیب ہوتے ہیں کہ جب انھیں کوئی نیکی کی راہ بتلائی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم نبی ہوں یا دلی کہ ایسے کام کریں اور اگر بدی سے روکا جاوے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم فرعون ہیں - جو ہم کو ایسی نصیحت کی جاتی ہے اور ہر حال اپنی ہی رائے کو بڑا سمجھتے ہیں -

آیت ۲ - قبلہ - اس کے تین معنی ہیں (۱) خجاء اچانک (۲) عیاناً - ظاہر (۳) سامنے مامنع الناس - کس چیز نے روکا - کیا مطلب - کسی چیز نے نہیں روکا اگر روکا ہے - تو ان کے شائبہ اعمال نے ہی روکا ہے عذاب جو آخر آنا تھا تو اب استغفار کیسے کریں -

آیت ۳ - مبشرین و منذرین - فرمانبرداروں کو بشارت دیتے ہیں اور نافرمانوں کو عذاب سے ڈراتے ہیں -

لید حضوا - گر ادے - باطل کر دے -

آیت ۴ - ذکیر - یاد دلائی جاتی ہیں -

الکثرة - روک

ما قد مت میں ادا کہ ہر شخص اپنے اعمال کا حساب کرے اور انصاف سے سوچے تو وہ اپنی قیمت آپ لگا سکتا ہے -

آیت ۵ - موعداً - وعدہ کا موقع ہے -

موثلاً - جہاں آخر جانا ہے -

مورخہ ۶ - پیر ۹۱۰

دہارہ ۱۵ رکوع نمبر ۲۱ - سورہ کہف رکوع ۹

کسی کتاب الہی کلام یا عظیم الشان شخص کی کسی بات کے معنی کرنے کے واسطے ضروری تفسیر ہے کہ جس موقع کی کلام ہو وہاں کی آب و ہوا اور اس قوم کے عادات اور حالات اور وہاں کے جزائے کے مفسر کو صحیح علم ہو ورنہ آئندہ آنے والی نسلوں کے واسطے ایک

استلاء انگیز غلطی کا اندیشہ اس مفسر کے بیان سے لگ جائے گا احتمال ہے - مثلاً ایک کتاب صدائق العشاق میں لکھا ہے کہ ایک شخص جہاز پر سوار تھا - کار قضاہ جہاز ڈوب گیا وہ شخص ایک تختہ پر چڑھا رہا اور تختہ رفتہ رفتہ کشمیر میں جا لگا - آج جغرافیہ دان اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ سمندر میں جہاز کہاں اور کشمیر کہاں - ایسا ہی اس رکوع

میں مجمع البعین کے متعلق ہی بعض نے لکھا ہے کہ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں روم اور فارس کے دریا ملتے ہیں - حالانکہ ایسی کوئی جگہ ان ممالک میں نہیں - جہاں تک میں نے اس معاملہ میں غور کیا ہے - مجمع البعین یا تو وہ مقام ہے - جہاں نیل اریق اور

نیل ابیض باہم ملتے ہیں - مصر میں ایک شہر فرطوم نام مشہور ہے اس کے قریب ایک جگہ سارنام ہے - جہاں دریاے نیل کی دو شاخیں ملتی ہیں اسی مقام کا نام مجمع البعین ہے - حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قیام فرعون کے ساتھ جنگ کرنے سے پہلے مصر

میں ہی تھا - حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا تھا - کہ ہل اعظم منک - کیا تجھ سے بڑا بھی کوئی آدمی ہے - انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم

نہیں - اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک ہے - اس پر حضرت موسیٰ نے عرض کی

نہیں - اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک ہے - اس پر حضرت موسیٰ نے عرض کی

ہے۔ جیسا کہ اس گاؤں میں رہتے والے ایک شخص کو بغیر اس کے کہ اُس نے سفر کیا ہو یا کسی استاد کی شاگردی کی ہو یا کسی پیر کی مریدی کی ہو اللہ تعالیٰ نے خود ہی رُوحانی علوم پڑھائے۔

آیت ۷۔ هَلْ اَتَّبِعَكَ - یہ حصول علم کے واسطے طریقِ ادب کے ساتھ سوال کیا گیا۔

آیت ۸۔ لَنْ تَسْتَطِيعَ - حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ آپ نے بادشاہ کے گھر میں پرورش پائی ہے اور مزاج شادمانہ ہے مگر کے رنگ بن میرے ساتھ رہنا مشکل ہوگا۔

آیت ۱۱۔ لَاتَسْئَلْنِي - اس میں ایک ادب سکھایا ہے۔

بن نے اس ایک فقرے سے بہت بڑا فیض پایا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے سامنے کبھی سوال کرنے میں من تقدیم نہ کرتا تھا۔

مورخہ ۷ مارچ ۱۹۱۰ء

(پارہ پندرہ رکوع آخر سورہ کہف رکوع ۱۰)

آیت ۱۔ خرقھا۔ اُسے توڑ دیا۔

امراً۔ بہت بڑی بات۔ خطرناک۔

آیت ۳۔ بمانسیت۔ اس لئے کہ میں بھول گیا۔

آیت ۴۔ غلماً۔ جوان۔ طرّ شاربہ۔ جس کی مویں بڑی بڑی ہوں۔

زکیۃ۔ بے قصور۔

مقتلہ۔ مار ڈالا اُس کو۔

یہاں پانچ سو پندرہویں کے نوٹ ختم ہوئے

الحمد لله رب العالمین

حضرت خلیفۃ المسیح ابوعلی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قہمان شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ سوٹھواں

رکوع نمبر ۱

سورہ کہف رکوع نمبر ۱۰

آیت ۴ - تاویل - حقیقت

آیت ۶ - میرھقما - ان دونوں کے ذمے مڑھوے۔

اس بیان میں تین باتوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا ہے۔ کشتی کے ٹوٹنے پر۔ لڑکے کے قتل پر۔ بے مزدوری لینے کے دیوار بنانے پر۔ حالانکہ یہ ہر واقعات خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر میں ہو چکے ہیں۔ لکن صرف کا اگر کوئی خوف تھا۔ تو کیا موسیٰ کی ماں نے خود موسیٰ کو دریا میں نہیں بہا دیا تھا۔ کیا دریا میں بہا دینے سے حضرت موسیٰ غرق ہو گئے تھے۔ اس کے بعد فرعون کے وقت خود حضرت موسیٰ نے ساری قوم کو دریا میں ڈال دیا تھا۔ جہاں بظاہر غرق آب ہو جانے کا خوف تھا۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ نے مدین میں کنوئین پر غرقوں کو پانی پلایا اور بغیر کسی مزدوری لینے کے خود ہی ان کا کام کر دیا۔ ہر قبیلے کے قتل کے وقت اور بعد ان قاتلوں کے قتل کی وقت تک جہاں کو بلا وجہ مار دیا تھا۔

در اصل یہ بیان گو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معراج کا ہے۔ اس معراج میں وہ عجب بطور ایک فوٹے کے ساتھ تھے اور راہ کے قصر تھے اور یہ سب باتیں آئندہ واقعات کی بیان کرتی ہیں۔ ان میں سمجھا گیا۔ کہ تمہیں ایک ظالم بادشاہ کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑے گا اور اس سے اور اس کے لشکر سے بچنے کے واسطے تمہیں دریا عبور کرنا پڑے گا اور پھر رنگ کرنی پڑے گی جس میں بہتوں کو قتل کرنا ہوگا۔

دیوار کا معاملہ یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ البرکات والسلام ایک صلح نبی تھے۔ ان کو دو بیٹے تھے۔ ایک بنی اسحق۔ ایک بنی اسمعیل۔ حضرت ابراہیم کے دین کو لوگوں نے جب خراب کر دیا۔ تو وہ دیوار ان کی گرنے کو تھی۔ اس کی حفاظت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے دو نبی بھیج دیئے۔ حضرت موسیٰ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اس دیوار کو اٹھانے والے تھے اور اس طرح وہ پاک تعلیمات کا نژاد محفوظ رہا۔

اس واقعہ کے معراج ہونے کی اس بات سے بھی تائید ہوتی ہے۔ کہ یہودیوں میں اب تک ایک پورانی کتاب چلی آتی ہے۔ جس کا نام ہے۔ معراج موسیٰ۔ اس میں جس فرشتے کو حضرت موسیٰ کا راہبر بتایا جاتا ہے۔ اس کا نام حضرت کھابے (دیکھو شکوٹیا بلیکا۔ حروف موسیٰ - واپا کے پس)

قائدہ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی معراج میں آئندہ کے واقعات بتلائے گئے تھے۔ مگر حضرت موسیٰ تو درمیان میں بول پڑے اس واسطے سلسلہ لمبا چلا۔ اور ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر سے کام لیا۔ اس واسطے بہت سے نظارے حضرت دیکھے۔

نکتہ معرفت۔ ان آیات میں جہاں کسی عیب کا ذکر ہے وہاں سیغہ و امد حکم کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً اددت۔ میں نے ارادہ کیا اور جہاں عیب و صواب ملا ہے۔ وہاں فرمایا۔ اددنا۔ اور جہاں بالکل خوبی ہی خوبی ہے۔ وہاں کہا ہے۔ اداد۔ ربت۔ تیرے رب نے ایسا ارادہ کیا ہے۔ اس میں ایک طریق ادب سکھایا ہے۔ حضرت ابراہیم کا بھی یہی طریق عمل ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ و اذا مرضت فهو یشفقن۔ جب میں بیمار ہوتا ہوں۔ تو وہ احمد تعالیٰ کے مجھو شفا دیتا ہے۔ مرض کو اپنی طرف نسبت کیا اور شفا کو اللہ تعالیٰ کی طرف۔ یہ طریق ادب طریق انبیاء ہے۔

۱۰ مارچ ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۶ - رکوع ۲

(سورہ کہف رکوع ۱۱)

جیسا میں نے کامل نہیں ہے۔ بلا کسی تردد کے اصحاب کہف کا ذکر کیا تھا کہ وہ کون ہیں۔ اس سے ہی بڑھ چڑھ کر یقین کے ساتھ میں تمہیں ذوالقرنین کا حال سنانا ہوں۔ ان کی بات میں یہود اور عیسوی دونوں کو لازم ٹھہرا گیا ہے۔ حضرت نبی کریم کی نبوت کی مفصل مشکوٰۃ بائبل۔ دانیال نبی کی کتاب میں ہے۔ اس کے باب ۸ آیت ۴ کو ملاحظہ کرو۔ اس میں دو سینک والے ایک مینڈھے کا ذکر ہے۔ جو در بچھم میں اپنا سر مارتا تھا۔ پھر ایک سینک والا بکرا آیا ہے۔ جس نے دو سینک والے کو گھوما کر پاش پاش کر دیا۔ اس کے بعد گیارہ سینک والے کا ذکر ہے۔ جس میں نبی کریم کی آمد ہے۔ یہ سب حضرت دانیال کا کشف تھا۔ یہود نے اس کے متعلق سوال کیا تھا کہ دو سینک والے بکرے کا جو ذکر تورات میں ہے اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔

آیت ۲۔ مکناہ۔ طاقت دی تھی۔ خون کے منہ طاقت کے ہیں۔ سورج کے متعلق حدیث میں آیا ہے۔ فانہ یظلم بین قرات الشیطن۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ سورج کی طلوع کے وقت عبادت اس واسطے منع ہے۔ کہ اس وقت سورج کی پرستش کی شیطن کا زور آتا ہے۔

میدو فارس کی طاقتوں کے مجموعہ کا نام قرین ہے۔ مجھو بیت افسوس ہے۔ کہ بہت سے لوگوں نے سینگوں کے متعلق بے ہودہ بحث کی ہے کہ وہ سونے کے تھے یا چاندی کے۔ بعض نے ذوالقرنین سکندر دی کو قرار دیا ہے۔ غلط ہے۔ اس کے اٹھ سے میدو فارس کی ساتھن تباہ ہوئیں۔ اسے ایک سینک کا مینڈھا کہہ لیں گے۔

جو اعزاز و اکرام آئین و کس و کر سکتے ہیں وہ ظاہر ہے۔

جراحی۔ جاسون کے سپرد تھی۔ مگر اب تو سرجن کہلاتے ہیں۔ جولاہے ہی وہ ہیں جسے
مگر اب تو یہ پیشہ ایسا معزز ہوا۔ کہ ملکوں کو خرید سکتے ہیں (لاہور میں راکے میلارام صاحب
اگر ہندی لفظ کا استعمال ان کے واسطے جائز ہو۔ تو جولاہے ہی ہیں۔ ایڈیٹر)
یہ سب آیات اشارہ کرتی ہیں کہ وہاں ایک کاربگرون کی قوم کا نام ہے۔

آیت ۳۔ دذنا۔ ان کے اعمال کو ترازدین تو لے کر ضرورت نہ ہوگی۔ سب کچھ اس دنیا
میں لے چکے۔ اور انہوں نے آئندہ کے واسطے کوئی میزان بقایا نہیں چھوڑا۔ کریڈٹ بلیس
credit balance ان کے نام کوئی نہیں۔ سب کچھ۔ باقی کیا ہے۔ جس کی واسطے
حساب دیکھا جاوے۔ یا بیلانس۔ balance چھ کی پر تال کی جاوے۔ (ایڈیٹر)

یہاں سورہ کہف کے نوٹ ختم ہوئے

۱۵۔ پارچ ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۶۔ رکوع نمبر ۵

انفار سورہ مریم کو غزل

آیت ۱۔ کہیعیص۔ اسمائے الہی۔ کریم۔ اوی۔ یہ مجروح لایہا علیہ۔ (عالم۔ عوینہ۔ عادل)
کی طرف ان حروف میں اشارہ ہے۔ صادق الوعد ہے۔ نیز ان آیات میں ان انبیاء کا ذکر جو
ذکریا۔ یحییٰ۔ اسماعیل اور اس سے مراد صداقت انبیاء ہے۔

عراق عجم۔ عراق عرب۔ عرب اور شام کے انبیاء کا تذکرہ ہے۔
آیت ۲۔ رحمت ربک۔ کہتے لوگ ہیں کہ ان اولاد ہے۔ مگر ان کا خیال اس طرف نہیں
جاتا کہ یہ ان کے رب کی رحمت ہے۔

آیت ۳۔ خفیاً۔ چلا کر۔ دعا کرتے۔ چلا اٹھا۔
آیت ۴۔ قال دعب۔ دعا کا طریقہ بتلایا ہے۔ دھن العظم۔ کہہ رہے کہ شہر سے کچھ
زیادہ عمر ہو گئی تھی۔ بس میری عمر کے برابر ہوں گے۔ وہ ان کے معنی ضعیف ہو گئیں تھیں
گئیں۔

شقیۃ۔ ناکام۔

آیت ۵۔ خفت الموالی۔ قوم میں کوئی نیک نظر نہیں آتا۔
آیت ۶۔ میرثنی۔ وہ علم وہ نبوت جو تو نے مجھے اور ہمارا ابا و اجداد کو بخشی ہے۔ ان کا
دارث بنتے

آیت ۷۔ بغیلم۔ لڑکا جو تیرے سامنے ہی جوان ہی ہوگا۔
یحییٰ۔ اس میں اشارہ ہے کہ اسیاہ اسد۔ بلایمان۔ ایمان کے ساتھ لمبی زندگی پائے
آیت ۸۔ انی یكون لی غلم۔ یہ کلمہ یاں نہیں کہ خدا تعالیٰ فرما چکا ہے۔ انہما یأیسان من
دوم الله الا القدم الکافرون۔ بلکہ یہ دعا کو عاجزان بنانے کا رنگ ہے۔

وقد بلغت من الکبر۔ یعنی نکاح ثانی ہی اب نہیں ہو سکتا۔

عتیا۔ اس حد سے آگے جو صحبت کے لائق ہو۔

آیت ۱۰۔ لا نکتم الناس۔ بائین چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر و تسبیح سے خاص قسم
کی قوت بڑھ جاتی ہے۔

آیت ۱۱۔ محراب۔ لڑائی کا جھگڑا۔ عبادت گاہ۔

ادھی۔ جلدی جلدی یہ بات کہی۔

آیت ۱۲۔ یلیجی۔ دریا کی بات چھوڑ کر قرآن مجید قسط نہیں کہنا۔

حکم۔ حکمت کی بات۔

صہبیا۔ چھوٹا ہی نہ کہ زمانہ کی باتیں کرنا۔

آیت ۱۳۔ جباراً۔ بگاڑ کر دینے والا۔

آیت ۱۵۔ دیوم یوموت۔ دیکھو یہ مقام مضارع ہے اور قابل یادداشت۔ یہی اموات
میں داخل ہے اور اسے موت فرمایا۔

۱۶۔ پارچ ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۶ رکوع نمبر ۵)

سورہ مریم رکوع ۲

نامہ اسیدون کو امید دینے والا ہے۔ حضرت زکریا کی طرح مریم کا حال تھا۔ اسی
طرح مکہ میں مدت سے بت پرستی کا زور تھا۔ کہاں امید ہو سکتی تھی۔ کہ وہاں ایک
نبی پیدا ہوگا۔ یسعیاہ نبی کی کتاب میں فرمایا ہے کہ جس طرح ایک سطلہ تباہ روزگار عورت
ہو اسی طرح مکہ کا حال ہے۔ مگر میں خداوندی سے زیادہ پہاگ لگاؤں گا۔ اسے درجہ کے
شہر عروس البلاد کہلاتے تھے۔ اسی طرح یسعیاہ کی ۲۲۔ ۵۴ کی بابوں میں فرمایا ہے اور
ایک نبی کے ذریعہ سے عرب کی روحانی ترقی کی پیشگوئی کی ہے۔

آیت ۱۔ المتبذات۔ الفقوت خربت تنہا ہوئیں۔ نکلیں۔ جن میں تہن ان سے الگ ہوئیں
شقیۃ۔ شرقی کے معنی واسعاً۔ فصیحاً۔ بہت لذتوں میں پلے جلتے ہیں کیونکہ
تنگ مکانوں میں دھوپ کھل کر نہیں پڑتی۔ پس شرقی وہ مکان ہے۔ جس پر سورج
اشراق کرتا ہو۔

آیت ۲۔ من دونہم حجاباً۔ ان لوگوں سے کوئی تعلق نہ رکھا یعنی یہ الگ رہ گئے
روحنا۔ ہمارا کلام۔ چنانچہ بہت فرشتوں کے ذریعہ یہ کلام پہنچا اس لئے فرمایا
واذ قالت الملائکۃ ان الله ببشراک۔

فقتل۔ جبرئیل کا مثل نبی کریم کے سامنے ہی آیا۔

آیت ۶۔ کذلک۔ یہ بات ہی سچ ہے اور خدا کا کلام ہی سچ۔

مقتضیا۔ حکم جاری ہوا ہے۔

مکانا فصیلاً۔ تفسیرون میں لکھا ہے کہ وہ مصر تھا۔ ابن جریر میں ہی اس کا ذکر ہے۔
نسباً منسیاً۔ بن ترک کر دی جاتی۔ حالت اضطراب میں لکھو تو ہنسے نکلا۔

آیت ۹۔ مسایا۔ چشمہ۔ چھوٹی نہر۔ سرتی سردار کو ہی کہتے ہیں۔

آیت ۱۲ - قانت ہم - مصرین بہت مدت رہے پھر وہاں گنہگار بن آئے۔

تخلہ - اہل لائین جس اونٹ پر تھیں - پیچھے برتھین اور آگے وہ - جیسا کہ پارہ ۱۰ رکوع ۱۲ میں ہے - اذا ما اوتوا لخلبہم قلت ما اجد ما احکم علیہ - اس وقت حضرت عیسیٰ کو نبوت مل چکی تھی۔

ختریا - یہ فقرہ ذم کا ہی ہے اور مدح کا بھی - تو گویا لوگوں نے کہا کہ بہت عجیب لڑکا لائی ہو - کیونکہ وہ باپ مان جو نیک تھے۔

آیت ۱۲ - ہمدون - قوم کے بزرگ کے نام پر لوگوں کے نام ہوتے ہیں - جیسے گیلانی سید خواہ وہ پشتون سے پنجابی ہوں۔

آیت ۱۳ - کان فی المہم - یہ وہ علماء بڑے بڑے آدمی تھے - حقارت کہا یہ کل کا لونڈا ہے اس سے کیا باتیں کریں۔

آیت ۱۵ - اتانی الکتاب - اس سے ثابت ہوا کہ آپ (عیسیٰ) کو نبوت مل چکی تھی کتاب سے مراد توریت جو - توریت کا علم عطا ہوا۔

آیت ۱۶ - ایما کنت - یہ اشارہ ہے اس طرف کہ آپ کو بہت سے ملکوں میں سیر کرنا تھا۔ مصر - کنعان - کشمیر وغیرہ۔

قصر کعبہ کے کعبی کو اپنے فرمایا کہ میرے لئے دعا کرو اپنے فرمایا کہ تم مجھ سے لپچھو مسج کے کھانکین نے سلامتی کا دعویٰ تو آپ کیلئے دیا ہے اسلام ملے - مگر میرے لئے خدا نے سلام دے دیا - اس لئے میں آپ کے اہم پرست کرنا ہوں - یہ صوفیاء کا فوجی لطیفہ ہے آیت ۲۰ - سبحنہ - یہ ایک دلیل ہے کہ جرم کو پکڑنا اور جرم کو چھوڑنا مجاہدیت کے خلاف ہے - اس میں بظاہر کفارہ ہے۔

آیت ۲۵ - مژت الارض - تمام ملکوں اور جلد اودھن کی تک پر غور کرنے والے اس آیت پر غور کریں۔

۱۴ - مارچ ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۶ رکوع ۶

سورہ مریم رکوع ۲

حضرت ابراہیم کی زندگی موسیٰ کے لئے ثابت عمدہ اسوہ حسنہ ہے - یہاں خراک پوشاک - قطع وضع - خصال ظہری - عزت - مقبولیت عامہ - ذکر خیر - اپنی تہذیب ہی تھی - اس تمام کام میں کا گرتا یا ہے کہ ابراہیم صدیق تھا - جس کے اوتنے معنی سادست گفتا کرتے ہیں - ہر مضبوط کام میں کا نتیجہ عمدہ ہوا ہے وہ صدق کہتے ہیں۔

آیت ۱ - واذکو - اس کتاب میں حضرت ابراہیم کا ذکر کر دو - حضرت ابراہیم کو سہیت تہو آیت ۵ - اب - بچا۔

آیت ۳ - لم تعبد - شمس کی - چنڈراہ کی - مگر کی کی پرستش کی جاتی ہے - یہ وہ سے اتر کر ان ہی کو بن -

ملا یسعہ وکامیسہ - مسلمانوں میں ہی لوگ یا شیخ عبدالقادر شینا اللہ پڑھتے ہیں - باتیں بچہ نفع نہیں پہنچاتیں۔

آیت ۴ - سو یا - ہر ایک طرح کی افراط و تفریط سے بچی ہوئی راہ۔

آیت ۶ - الشیطن ولیا - پہلے آدمی خود بدی کرتا ہے - تب شیطان (شیطان) اس کے یار و آشنایں جاتے ہیں۔

آیت ۷ - کارجہنک - سنگار کرنا ترجمہ نہیں بلکہ لاشتمالک میں تجھے گالی دوں گا - یہاں جو ترجمہ لکھا ہے - ٹھیک نہیں - کیونکہ یہ معنی صحابہ - تابعین - تبع تابعین نے نہیں کئے - ملتا - ملا سو یا سلیمان۔

آیت ۸ - قال سلم علیک - دیکھو کہ شتہ زبانی اور خوش بانی ہے - باوجود سباحہ کے ایک دوسرے کا ادب ملحوظ رہا ہے۔

آیت ۱۰ - فلما اعزلم - مکات نام میں چلے گئے ان سے الگ ہو گئے۔

۲۰ - مارچ ۱۹۱۰ء

پارہ سو طہوان رکوع نمبر ۷

سورہ مریم رکوع نمبر ۳

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولاد ابراہیم میں حضرت موسیٰ سے خصوصیت کے ساتھ مشابہت ہے اس لئے ان کا ذکر خاص طور کے قابل ہے - قرآن مجید

میں کئی جگہ اس مشابہت کا ذکر فرمایا - مثلاً رسولاً شہداً علیکم کما ارسلنا الی خضرین ماسوا - (۲) قامن علی مثلاً - داستکبتم (۳) ان یؤتی احکاماً ما او تیتم -

اس مشابہت کا ذکر اس لئے فرمایا - تا عیسائی و یہودی اپنے مانے ہوئے رسول حضرت موسیٰ کے معیار صداقت پر اس نبی کو پرکھ لیں۔

آیت ۴ - واذکو - اس کتاب (قرآن شریف) میں حضرت موسیٰ کا ذکر لوگوں کو سناؤ۔

کلن مخلصاً - حضرت نبی کریم کے اخلاص کا ذکر یہی ایک جگہ فرمایا ہے - دلی - قذلی فکان قاب قوسین ادا دلی۔

عرب میں ایک رسم ہے جو دو دوست بننا چاہتے ہیں - تو عہد کو جمع کر کے اپنی اپنی کتابیں ملاتے اور اس میں ایک تیر رکھتے - یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا - جو تمہارا دوست ہمارا

دوست - جو تمہارا دشمن وہ ہمارا دشمن۔

جناب الہی سے بھی تعلقات اخلاص ہوتے ہیں - چنانچہ ایسے خلفین کے لئے خدا تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتا ہے - کہ اے ابن آدم اگر تو میری طرف چل کر آئے - تو میں دوڑ

کر آؤں - میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی غفلت دنیا میں یہی ایسی مشکلات میں پڑا ہو - جن کا انجام اس کے حق میں برآمد ہو۔

آیت ۲ - الایمن - بائیں - برکت والی - بخیر - بلند مقام پر پہنچنے والا - محبت و پیار کی حقیقی باتیں کیں۔

اس توکل مترجم پر ایک حاشیہ ہے اس کو میں نے نکال دیا - کیونکہ اس مترجم کو یہ دم تھا ہے کہ کلام بغیر وساطت فرشتہ ہوئی - حالانکہ سب اسے دسی دہی ہے جو فرشتوں کے ساتھ ہی

تا - کا لفظ جب ہوتا ہے - کہ فرشتے ہی ہوں۔

آیت ۳ - احادہ ہمدون بنیا - اخوت خاص برکات کا موجب ہے - جن کے ہماری نہیں ہوتے خواب میں ان کے بازو کٹے ہوئے ہوتے ہیں - خدا تعالیٰ کے بعض فیضان جماعت اخوة

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ سو پھواں
۵ رکوع

سورہ مریم ۲۷ رکوع

(گزشتہ سے پورے)

کے ساتھ خاص ہیں کہ بغیر اس آیت کے وہ نازل ہی نہیں ہو سکتے۔

ہمارے حضرت صاحب بھی کئی مخلصین کا غی کے لکھتے تھے۔

آیت ۴۔ صادق الودع۔ یہاں ایک روایت لکھی ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں آتا ہوں آپ بیان شروع فرمائیے۔ آپ نے کہا اچھا۔ ایک سال تک کھڑے رہے۔ یہ عجیب روایت ہے۔ کیا وہ نمازین نہیں پڑھتے تھے۔

آیت ۵۔ کان یا مبراہلہ۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ فاصطبر علیہا مطلب یہ کہ قسم قسم پیراؤں میں کہتا ہی چلا جاوے۔

آیت ۷۔ ادیس۔ آپ کا دوسرا نام اخوک ہے۔ حضرت نوح سے پہلے ہوئے تھے۔ یہ وہاں کے پہلے خط کے ۴ باب میں ان کا ذکر ہے۔

دفعتہ مکانا علیہا۔ ہم نے عظیم الشان رفعت (مرتبہ) دی تھی۔

آیت ۸۔ مسجد آ۔ فرمان برواری کے لئے گر پڑے۔

ایک عجیب کہانی حضرت ایس کے متعلق لکھی ہے کہ ملک الموت کے کہا کہ جان نکال کو کھانچنا چاہتا ہے اس نے ایسا کیا۔ خود آپ بہشت میں گئے۔ پہرہ اپنی سے انکار کر دیا۔ ایسی کہانیاں یہودیوں کی شرارت سے غالباً اسلامی تفاسیر میں داخل ہوئی ہیں۔

آیت ۹۔ خلف۔ آل کے سکون کے ساتھ گندے پیچھے آئیوے۔ خلف۔ آل کی فتح کے ساتھ۔ نیک لوگ پیچھے آنے والے۔

غی۔ جہنم کا نام ہے۔

آیت ۱۱۔ ماتیا۔ آنے والا۔

آیت ۱۳۔ جنہ۔ اس میں ایک پیشگوئی ہے۔ کہ ارض مقدس کے ملک مسلمان ہوں گے۔

آیت ۱۴۔ منتزل۔ اس کا فاعل ۱۔ مومن ہیں بہشت میں داخل ہونے کے وقت یا ۲۔ پیرائیل یا مراد مسلمانوں کا نزول ہے اس ملک میں۔

آیت ۱۵۔ اصطبر۔ عبادت پر استقلال کرو۔

سمیہ۔ ہمام۔ دلہن۔

۲۱۔ مانج ۱۹۱۰ء

پارہ سو پھواں رکوع ۸

(سورہ مریم رکوع ۵)

آیت ۱۔ الانسان۔ وہ انسان جو قیامت کا سنگسار کیا جائے گا بعض انسان اپنی افعال سے ظاہر کرتے ہیں کہ مگر جی اٹھتے کا خیال ان میں بہت کم رہتا ہے۔

آیت ۲۔ ادلینک۔ سوف اخرج کا جواب دیتا ہے کہ پہلے ہی تم ہم یکن شیطان کو مل رہے ہو۔

آیت ۳۔ فی دہات۔ وہ رہا جس نے تم کو عدم سے وجود دیا پھر نیت کر کے وجود میں لاسکتا ہے۔ ربوبت الہی کا تقاضا ہے کہ جو ناقص جیسے وہ کامل ہو اور جو کامل ہو گیا وہ ترقی کرے۔

حل جھنم۔ اس سے یہ ثابت ہو کہ الانسان سے مراد وہی انسان ہیں جو منکران قیامت و خدا ہیں دنیا میں جی کوئی بدکار بھی نہیں دیکھا گیا۔ گویا یہاں یہی یہ گروہ حل جہنم ہی ہے۔

آیت ۴۔ عنیا۔ ممترو۔ سرکش۔ احکام نہ ماننے والے۔

آیت ۵۔ فان منکم الا وادھا۔ منکم کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں۔ الامامت الخ یہ غلط ہے کہ متقی بھی دوزخ میں جائیں گے بلکہ صرف کفار بائیں گے جیسا کہ اور جگہ فرمایا ہے۔

یوم غشا المتقین الی الرحمن دفعا انسوق المجرمین الی جھنم وادھا۔ یہاں تیز کر دی۔ پھر فرمایا۔ ان الذین سبقت لہم الحسنی اذ لکث عہما مبعولون لایسمعون حسبہا۔

وہم فی ما اشغقت الفسہم خالدون۔ الخ یعنی متقی تو دوزخ کی بجائے بہشت تک نہ سین گئے۔ ان منکم۔ سے یہ مراد ہے کہ اسے منکران قیامت۔ تم سب دوزخ میں جاؤ گے۔

ثم نخبی سے یہ مطلب ہے کہ پھر ہم تمہیں ایک اور بات بتائیں وہ یہ کہ متقی بہشت پائیں گے۔

آیت ۶۔ حتما مقضیا۔ لازمی اور واجب یہ ہے۔

آیت ۷۔ اثاثا۔ مگر کا باب۔

آیت ۱۴۔ منکم۔ ہم محفوظ ہیں گے۔

۲۲۔ مانج ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۶ رکوع نمبر ۹)

سورہ مریم رکوع ۶

کچھ علم انسان آٹھ کے ذریعے سے حاصل کرتا ہے۔ کچھ کان کے ذریعے۔ کچھ ناک کے ذریعے۔ کچھ پس کے ذریعے۔

لیکن ایک علم ان حواس غصہ کے علاوہ کسی ذریعے سے حاصل ہوتا ہے جو بہت ضروری ہے اور جس کی تربت انسان کی فطرت میں ہے۔ گھاس ظاہری اس کے حصول کی راہ میں رہ جاتے ہیں انبیاء نے ایسے حواس پائے ہیں جو دوسری دنیا کے حالات سے ہمیں آگاہ کریں۔ شیاطین ان باتوں کو نہیں مانتے۔ اور دوسروں کو بھی اس پاک گروہ کے خلاف پڑھتے ہیں۔

آیت ۱۔ العلم نور۔ کیا تم یہی جانتے ہو۔

قرآن ہم۔ نکاتے۔ اُجارتے۔ اغرار

علی الکافین۔ پہلے انسان اپنے اندر کفر کی حالت پیدا کرتا ہے۔ پھر شیطان اس پر آتا ہے۔
آیت ۳۔ دُخدا۔ مہیا کہ بادشاہ کے پاس بھیجتے ہیں۔

آیت ۴۔ من اتخذ من عبد الرحمن موطاً۔ دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔ کہ ۲ پارہ
سورہ زمرہ اخیر رکوع میں ولا یملک الذین یدعون من دونه الشفاعۃ الا من
شہد بالحق وہم یعلمون۔ یعنی وہ شفیع ہوگا۔ جو اُجکل حق کی گواہی دے رہا ہے اور اسے
سب جانتے ہیں یعنی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آیت ۵۔ ادا۔ پنجابی لفظ ایدا غالباً اسی سے نکلا ہے۔

آیت ۶۔ نکاد السموات۔ یہ پیشگوئی ہے۔ اور ایسے نازل اس زمانہ میں یسوع پر سنوں کے جواز
پر بالخصوص آئے۔

آیت ۱۰۔ سمعت۔ آسمان سے وہ مذاہب کے جڑاں جو۔

آیت ۱۰۔ مایعینی۔ یہ بات حقیقت و حقیقت کے مخالف ہے۔ کہ اس کا کوئی ولد ہو۔

آیت ۱۳۔ ددا۔ ہم نے دیکھا ہے۔ کہ خدا کے لئے جب ہم کسی کو چھوڑتے ہیں۔ تو اُسے بہتر سے
بہتر دوست دیتے ہیں۔

آیت ۱۶۔ دکرآ۔ پانچ کی آواز۔ صمد للرب۔

پہان سورہ مریم کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ طہ کی تلاوت

پارہ سو طہ ان رکوع نمبر ۱۰

۲۳۔ پارچ ۱۹۱۰

۱۔ مومن کے لئے رسول کی بڑی ضرورت ہے اور قتل میں غور سے بڑھ کر کوئی چیز
نہیں۔ صحابہ کرام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر طرف سے دشمنوں میں گھرے
ہوئے تھے۔ اس حالت میں ان کو حضرت موسیٰ کا بیان سنا جاتا ہے۔ کہ کیوں کر وہ دشمنوں سے
محفوظ رہے۔ اور آخر کار منظرہ منور ہوئے۔ اس رکوع میں دعاؤں کے سہارے کا ذکر ہے
آیت ۱۔ طہ۔ جن کو کسی کام کی وجہ سے گلی ہوئی کہ ضرور جو جائے گا وہاں سے وہ کامیاب ہو۔
ناکامیاب ہو۔ تو کہتے ہیں۔

آیت ۲۔ تلتقی۔ تو اور (تیرے ساتھی ناکام رہیں) ایسا نہ ہوگا۔

آیت ۳۔ تنکرتا۔ یاد دلانے والا نصیحت۔ جو کچھ فطرت میں ہے۔ اسے یاد دلانا۔

آیت ۵۔ علی العرش استوی۔ وہ اپنے تخت سلطنت پر بے عیب ہو کر قائم ہے۔

آیت ۶۔ یتادہ ہے جو اس وقت ہمارے اندر ہے اور اخفی وہ ہے جو آئندہ مملکت میں
انسان کے ارادے ہو سکتے ہیں اور جو خدا اس شخص کو بھی معلوم نہیں۔

آیت ۹۔ حدیث شریف۔

آیت ۱۰۔ ادا جہد علی الذار ہدی۔ اس آگ پر جو لوگ ہیں۔ شاید وہ میری راہنمائی کریں۔

جب ہم پرانی تاریخ دیکھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب کبھی کسی کو مقابلہ کرنا منظور ہوتا۔ تو وہ
مہمانی کرتا ہے اور اپنے دوستوں کو مدعو کر کے اپنے خطرے سے آگاہ کرتا ہے۔ دوسرا
طریق یہ ہے۔ کہ پہاڑیوں پر بہت سی آگ جلا دیتے۔ ع
میاں دو کس جنگ چون آتش است۔

پھر بات بڑی تو بارود وغیرہ میں بھی آگ ہی ہے۔ پھر رسولوں کے اعدائے کے لئے جہنم آگ ہی
ہے حضرت موسیٰ کو ایک بجلی ہوئی۔ جس کا یہ سمجھتا تھا۔ کہ تم کو اور تمہاری قوم کو کچھ لڑائی
پیش آئیں گی۔ اور یہ قصہ نبی کریم کو سنایا کہ آپ کو بھی آگ (جنگ) سے واسطہ پڑے گا۔

آیت ۱۲۔ اخلع نعلیا۔ بعض لوگوں نے یہ مراد لی ہے کہ فرمایا کہ جوتی اتار دو۔ اگر
جوتی پاک بھی ہوتی ہے۔ اس کا جواب دیا ہے کہ گدے کے چمڑے کی ہی۔ یہ بات صحیح
معلوم نہیں ہوتی۔

۱۳۔ فیما نے لکھا ہے کہ یہ حالت کشمی تھی۔ فلیں سے بیوی اور بچے مراد ہیں۔ کہ اس وقت
ہم سے عکلامی ہوتی ہے۔ گویا فرمایا بیوی بچے کا خیال چھوڑ کر بالکل ہماری طرف آ جاؤ۔
چنانچہ اسی محاورے کے مطابق روحانی نفسانی تعلقات کے بارے میں ایک کتاب خلیع النعلین
لکھی گئی ہے۔

آیت ۱۵۔ اکاد اخفیہا۔ ایک پادری نے اخفی کے معنی چھپانے کے لئے کہ ایک لوی
پر اعتراض کیا ہوا تھا۔ میں ہی وہاں پہنچا۔ میں نے یہ ترجمہ کیا۔ قریب دو زمانہ ہے کہ اس کے
خفا کو ہم دور کر دیں۔ خفی کے معنی چھپنے کے ہیں۔ اخفی کے معنی خدا دور کرنے کے
ہیں (باب افعال سے جو بمعنی سلب آتا)

آیت ۱۳۔ جیسا اخفی البقی لمعا۔ حضرت موسیٰ کو جب علم حاصل ہوا کہ لڑائی ہوگی۔ تو
اس کی فکر پڑی۔ خدا تعالیٰ اس میں کامیابی کی راہ بتاتا ہے۔

آیت ۱۸۔ قال ہی عصای۔ مجھے بات کرنے میں لذت حاصل ہوتی ہے اس لئے
تعلیل کی۔

آیت ۱۹۔ انہما یا موسیٰ۔ یہ سب کشمی واقعہ ہے۔ گویا یہ دیکھا یا کہ خدا تعالیٰ انہیں ایک
جماعت دے گا۔ جو تیری دشمنی کی طاقت کا موجب ہوگی۔ وہ ایسی مطیع ہوگی۔ جیسے تیری
لاٹھی اور وہ ایسی خوشنما ہوگی جیسے یہ سانپ۔

اسلام کو بھی سانپ سے تشبیہ دی اور آپ کے قریب کو ناکل القرنی فرمایا۔

آیت ۲۲۔ واضم یدک۔ حضرت موسیٰ کو فرمایا اور نبی کریم کو سہما ہے۔ کہ تیری
بفضل میں ہی ایک کتاب ہوگی۔ جو بالکل بے عیب اور نورسین ہوگی۔

آیت ۲۴۔ طفی۔ حد سے بڑھ گیا۔

۲۳۔ پارچ ۱۹۱۰

پارہ سو طہ ان رکوع نمبر ۱۱

سورہ طہ رکوع ۲

دب اشاح لی صد دی۔ شرح صدر یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری
کے لئے طیار ہو جاوے۔ جسکو تشریح صدر ہو کہ اسے (۲) صدر پر ایمان ہوتا ہے

(۳۱) فکر الہی کرنا ہے۔ (۳۲) بہادر ہونا ہے۔ (۳۳) آنکھ۔ زبان۔ اعتقاد۔ کسی امر لغو کا مرکب نہیں ہوتا۔ (۳۴) اللہ کی طرف جھکا رہنا ہے۔ (۳۵) مخلوق سے اسلم کرنا ہے۔ (۳۶) دانا ہونا ہے۔ (۳۷) عجز اور کسل کا اس میں نام نہیں ہوتا۔ (۳۸) متوکل ہے اللہ پر ہے۔ (۳۹) سہی والا ہونا ہے۔ (۴۰) مومن کو چاہیئے کہ ہدایت کا علم دیکھے اور سکھائے۔ (۴۱) شہادت کو دلائل و دعا اور تہذیب سے دور کرے۔ (۴۲) خواہشوں اور شہوتوں میں شیطان کا مقابلہ کرے۔ (۴۳) زبان۔ جان۔ مال سے اللہ کے دشمنوں کا مقابلہ کرے۔

و احلل عقداً من لسانی۔ عقدۃ اللسان کلام میں رو آگئی نہ ہونے کا نام ہے۔ و فتنک فتونا۔ تجھے ہمیشہ مصائب لاتے ہیں۔ قتلیناً۔ کیونکہ اس کو بادشاہ ہی میں نے ہی بنایا ہے۔ پس اس کے شاہی مزار اور درباری قوانین کا لحاظ رکھو۔

بآیتہ۔ اس آیت کا فکر ساتھ ہی کر دیا ہے کہ والسلام علی من اتبع الهدی۔ سلامتی کا نازل ماسی پر ہے۔ جو ہدایت کی تابع ہوا۔ اور عذاب اس پر جس نے حق کو جھٹلایا اور نہ پھرا آخر فرعون عذاب میں گرفتار ہو کر غرق ہوا۔ اور حضرت موسیٰ سے سلامت ہے جس سے دنیا پر ثابت ہو گیا۔ کہ ہدایت پر کون ہے۔

۲۸۔ پارچہ ۱۹۱۰

پارہ ۱۶ رکوع نمبر ۱۲

(سورہ طہ رکوع ۳)

منہا غنم حکم۔ اس میں حشر اسباب کا اشارہ فرمایا۔ کیونکہ اس سے پہلے منہا غنم حکم ہی فرمایا ایک اور جگہ فرمایا۔ و لکم فی الارض مستقر۔

یہ ایک بحث ہے کہ انسان جب مر جاتا ہے۔ تو وہ چیز جو اس کے اندر رہتی ہے وہ کہاں جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعمال کے مطابق جسم و مکان ہو گا۔ بعض کی نسبت عرش کی تزیین میں ہونا لگتا ہے۔

قبر اس مکان کا نام ہے۔ جہاں یہ نفس بعد الحیات اپنے اعمال کے مطابق رہتا ہے۔ ثم اماتۃ فاقبلہ۔ آیت سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ کہ وہ کونسی قبر ہے۔ بمیں میت کو حسب اعمال آرام یا دکھ پہنچتا ہے۔

پس اس قسم کے اعتراض کہ میں قبر میں بچھوساں گے دے اور آگ نظر نہیں آتی وغیرہ حل ہو جاتے ہیں۔

فلذاب۔ تہذیب رسل بڑا ہیاری جرم ہے۔ فرماتا ہے۔ من اظلم ممن اختفی بعد اللہ کن بااد کذب بالحق لما جاءہ۔

والی۔ انکار بہت سے خطرناک جرموں کی اصل ہے۔ ایس کی فہمت فرمایا۔ استکبر و ابی۔ انسان جب تکذیب کے بعد بظنی میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو انکار پر کمر باندھتا ہے۔

لتنزعنا من ارضنا۔ یہ فرعون کی چالاکی تھی۔ الزام بغاوت لگا کر اپنی تمام قوم کو حضرت موسیٰ کے خلاف بھڑکادیا۔

مکانا منوی۔ وہ مکان میرے اور آپ کے لئے مساوات کا رنگ رکھتا ہو۔ یعنی میری وجہ اور آپ کی غیبت کا فرق نہ رہے۔ یہ بات فرعون کی فلاح و صلی پر وال سے ایک طرف اپنی قوم کو بھڑکاتا ہے۔ اور دوسری طرف یہ منصفانہ بات مسلمانوں کو مباحثات میں ایسی باتوں کا غیل چاہیئے۔ مگر انہیں کہ وہ بہت تکدل ہیں۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ان کے میسائیوں کو بھی مسجد میں لگا کر لینے کی اجازت دی تھی۔

وان یحشا الناس ضحیٰ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مکہ کو ماہ رمضان میں عید کے قریب ضحیٰ کے وقت فتح کیا اور مکہ کی نسبت مسویۃ للعالمین۔ آجکے یہ قصہ گویا پیشگوئی کے رنگ میں ہے۔

کیدہ۔ ہر قسم کی تدابیر جو وہ اپنی فتح مندی کے لئے کر سکتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غزوہ میں پوچھا ہے کہ مانجید دن تو اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم خندق کھودیں گے۔ وین ہب۔ یعنی ملک کے علاوہ ہمارے مذہب کو بھی براہ کرم نہ پڑنا ہے۔

اما ان تلقی۔ صوفیائے کھلمے۔ یہ ادب ان کے کام آیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اھانتیں۔ جبال و قلعے کے رنگ میں جو کچھ تدابیر جمع کر رہی تھیں سوہ لوگوں کو ایسا خیال پر اڑتی ہیں کہ وہ منظر و منور ہونے میں سہی کر رہی ہیں۔

فا و جس فی نفسہ خفیہ۔ یہ ڈر نہیں تھا کہ ہم پر غالب ہو جائیں گے یا خدا کا یوں باطل ہو جائے گا۔ بلکہ انہی کو اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ لوگ کم فہمی سے متاثرہ ہیں پڑ کر دین حق سے محروم رہ جاویں گے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہی وختی الناس واللہ احق ان یخشی آیا ہے۔ وہ ان ہی ہی معنی میں۔ کیونکہ آگے الذین یبلغون

مساکات ربہ لا یخشون احدا الا اللہ۔ فرمایا۔ قرآن کریم میں ایسی کئی تفسیریں ہیں۔ و جہاد ضلالتی فرمایا اور ماضی صاحب حکم ہی آیا ہے اور انک لا تھدی ہی فرمایا اور انک لا تھدی ہی۔

فی یہینک۔ یعنی ہم نے تمہ کو جو کچھ راست بازی کی توح کے اندر تمام دیا ہے اس سے کام لے کر ان تمام جملے والوں کو باطل کر دے۔

انہ لکبیرکم۔ یہ چالاک لوگوں کا شیوہ ہے کہ وہ ناکام رہ کر وقت پر غصہ مٹانے کے لئے جھٹ کوئی بات گھڑ لیتے ہیں۔

مباحثات میں اب ایسے لوگوں کے وارث دیکھتے جاتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی احتمال نکال کر دلیل کو باطل قرار دے لیتے ہیں۔ میرے نزدیک تو اذاجار الاحتمال بطل الاستکمال کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو شخص بات بات میں احتمال نکالنے کا عادی ہے۔ اس کے لئے کوئی دلیل مفید نہیں ہو سکتی۔

فاقض ما انت قاض۔ مومن اور کافر کا فرق اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ وہ حالت کفر میں تو کہتے ہیں ان لنا اجرا ان کنا نحن غالبون۔ گویا وہ اپنی تمام کرشمہ نمائی و سحر سازی کا مول چند پیسے سمجھتے ہیں اور فرعون کے قریب کر پڑا اس کے درجہ کا انعام سمجھتے ہیں۔ یا اب حالت ایمان میں یہ حال ہے کہ کس جہالت سے کہتے ہیں۔ فاقض ما انت قاض اما القفی

ھذا الحیلۃ الدنیا۔ بھڑمما۔ قطع تعلق کرنے والے۔

ھذا الحیلۃ الدنیا۔ بھڑمما۔ قطع تعلق کرنے والے۔

ھذا الحیلۃ الدنیا۔ بھڑمما۔ قطع تعلق کرنے والے۔

ھذا الحیلۃ الدنیا۔ بھڑمما۔ قطع تعلق کرنے والے۔

موضوعہ ۲۹ - پارچہ ۱۹۱۰

(سورہ طہ رکوع ۱۶ پارہ ۱۲ رکوع نمبر ۱۳)

اس رکوع میں قصہ قوم سے لکھا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور آپ کے پیچھے آنے والوں کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اس لئے فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ۔

ان اسباب عبادی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہی یہ حکم ہونا تھا۔ چنانچہ گویا ہمیں اشارہ فرما دیا۔ اور یہ سورہ کی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جیسے پاک بندے کے ساتھ راتوں رات گئے۔

فَالْبَحْرُ۔ بحر عربی زبان میں کھلے میدان کو بھی کہتے ہیں۔ کلمہ بحداد سمحاً۔ فلان آدمی سے میں نے بات کھل کے کی۔ سمندر کو بحر بھی اس لئے کہتے ہیں۔ دو محاورے حدیثوں کے اس وقت یاد آگئے ہیں۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول نے جب رسول کریم کی کچھ مخالفت کی۔ تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ اس بحر کے لوگ اتفاق کر چکے تھے کہ اس کو بادشاہ بنا دیں۔ آپ کے آگے یہ منصوبہ پورا نہیں ہوا اس لئے یہ حسد کرتا ہے۔

کہ وہ مدینہ منورہ میں مدینہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس کو بحر کہتے تھے۔ یسار۔ موسیٰ جس رستہ سے گئے تھے۔ وہ خشک تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ تم اس رستے جاؤ جو سمندر میں خشک پڑا ہے۔

فَاتَّبَعَهُمْ فَزَاوَنَ بَجَنُودَهُ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بھی لوگ پہلے سے گئے۔ فوٹے اور پکڑ کر لانے والے کے لئے ۳۲ اونٹ انعام مقرر کئے۔ ما غشیہم۔ جیسے غریبوں پر بلا آئی ویسے ہی مشرکان مکہ پر بھی آئی۔

احضل فرعون۔ وہ ان فرعون تھا اور یہاں اب وہاں۔ المرق۔ بے محنت رزق۔

السلوی۔ قتل کی چیزیں۔ شہد۔ بعض بیڑ کہتے ہیں۔

وما اعجالت۔ اس وقت کا ذکر ہے۔ جب موسیٰ طور پر گئے تھے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلدی چل دئے۔ ہم بھی ان کے پیچھے آخر میں حاضر ہوئے۔ والے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمان بھی فتنہ میں پڑے۔

اقتلوا بعدون الکابریہ۔ یہ اس کے بعد ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ کہ اللہ تو وہی جس کے آگے تم تعزیر کرو۔ تو وہ جواب دے۔

۳۰ - پارچہ ۱۹۱۰

پارہ سوطھوان رکوع ۱۲

سورہ طہ رکوع ۳۰

فتنہ پیچ۔ بڑے بھٹک کر گرنے کے لئے یہ ایک ابتلا ہے۔

حتیٰ یجمع للیومنا مومنین۔ اوروں ہی رسول نبی تھے اور حضرت موسیٰ ہی۔ مگر اوروں کے سامنے انہیں نے ثبوت پڑی تھی۔ رعب ایک آہی ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ کا خوف تو

ظاہر ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے آگے ہم اسی بات پر جے رہیں گے۔ مگر اوروں کو تو اس فعل میں شریک گردانتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اوروں نے نرمی اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ حضرت ہارون کی بریت ظاہر فرماتا ہے۔

حضرت علی کی نسبت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انت منی بمنزلہ ہارون بنی سلی۔ چنانچہ آپ کے ساتھ ہی ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ جیسے ہارون کے ساتھ یسح کو معاملہ تھا۔ ایسا ہی حضرت عثمان کے قتل میں حضرت علی کو شریک گردانا گیا۔ مگر آپ دامن بالکل پاک تھا۔

ان آیات سے مجھے حضرت علی کی بریت اور حضرت عثمان کے قتل سے بالکل الگ ہونے کا یقین ہے۔

من نقول خرافت۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت علی پر تفرقہ کا الزام غلط ہے۔ اور آپ نے حکیم کریم کی تو انہی آیات کی ماتحت۔

یابنہ تم۔ بہ نسبت باپ کے بن میں زیادہ محبت و راجت جوش راتی ہے۔ اس لئے اس سے منسوب کیا۔ تارحت کی طرف جھکیں۔

یسامری۔ سامرہ ایک قوم کا نام ہے۔

بصرت بالم یبصر۔ یعنی میں خوب سمجھتا ہوں۔

فقبضت قبضت۔ یعنی میں نے اسے رسول (موسے) تیری تعلیم توحید سے کچھ لیا تھا الی سولتی نفسی۔ اب میں اسے چھوڑتا ہوں۔ کیوں؟ میری مرضی

جبرائیل کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی کے کچھ ٹہہ بنا ایک جھوٹی کہانی ہے۔

کامس۔ یہ سزا دی ہے۔ کہ جب تورے میں چلے۔ تو پوش پوش کہتا جائے۔

یہ جھوٹی کہانی ہے۔ کہ جو اسے چھوڑتا اسے محوہ بخار ہو جاتا۔

کن لک نقص۔ پیگمٹی فرماتا ہے۔ کہ اسلام میں بھی ایک ہارون ہوگا۔ اس وقت تو فرشتہ میں پڑے گی۔ ایک سامری ہوگا۔

عبد اللہ بن سیام بن کارہ منہ والا یہودی۔ جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس نے

ازراہ شرارت اظہار اسلام کیا۔ بصرہ کو نہ میں گیا اور عثمان کے مطاعن یاد کر لئے شام

تک گیا۔ حضرت معاویہ نے اسے مدینہ میں قید کر دیا۔ جیلہ حوائے کر کے چھوڑا۔ تو

مصر میں گیا۔ وہاں قوم کو بھڑکایا اور عثمان کے عزل پر لوگوں کو بہکایا۔ مگر وہ سامری آخر

میں ذلیل ہوگا۔

عشما۔ جمع دنیا میں دس صدیان بہن۔ یہ ایک خاص قوم کی نسبت پیگمٹی

اکایہما۔ ہم ہمارے کا ہوتا ہے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت خلیفۃ المہدی ولیح مولوی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

۱۶
پارہ سو لکھوان

رکوع ۱۵

سورہ طہ رکوع ۶

۳۱ - مارچ ۱۹۱۰ء

آیت ۱ - جب اے آدمی - بڑے آدمی - عرب میں ایسے نام ہی رکھے جاتے ہیں۔

واقعہ - نیک آدمی کا ذکر ہے جسے امیر المعروف کا شوق تھا۔ کہ اس نے ایک امیر کے ملازم (جو اس کے منہ چڑھا تھا) کے ہاتھ میں ایک غیر مشروع چیز دیکھی۔ تو اسے پکڑ کر توڑ دیا۔ امیر نے اسی قسم کی چیز اپنے ہاتھ میں لی اور دعا غلط کر بلا دیا۔ اور پوچھا کہ آپ نے ہمارے آدمی کی چیز توڑ دی ہے۔ کہا۔ ہاں۔ پوچھا کیوں؟ کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ من رای منکم منکما اقلیغیرہ بیدہ۔ ومن لم یستطع فیلسا نہ من لم یستطع فبقلیغہ۔ وذلك اضعفت الانسان۔ ترجمہ۔ جو کوئی تم میں سے کوئی غیر مشروع امر دیکھے۔ تو اپنے ہاتھ سے اسے بڑے۔ انہی طاقت نہ ہو تو زبان سے سمجھائے۔ یہ بھی نہ ہو تو دل سے بُرا منائے اور یہ سب سے بڑھ کر ضعیف ایمان ہے۔

اس پر اس امیر نے کہا۔ میرے ہاتھ میں ہی وہی چیز ہے وہی سلوک اس کیوں نہیں کرتے۔ اس نے کہا آپ کو سمجھانے والے کا ذکر قرآن شریف میں لکھا ہے۔ اس نے پوچھا کہ ان۔ تو اس نے یہ آیت پڑھی اور اس نے دوسرے پڑھی۔ کہ مارے دہشت کے وہ چیز اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اور ٹوٹ گئی۔

بینفہا۔ انکواللہ تعالیٰ اژادے گا۔

آیت ۳ - خشعت۔ خوف سے جھک جائیں گی۔

ان آیات میں ان سلطنتوں کے متعلق پیشگوئی ہے۔ جو اپنی تدابیر کے گھنڈے میں آکر کہتے ہیں کہ ہمیں توڑنے والا کون ہے۔

آیت ۴ - رضی الخ۔ اسکی باتیں پسندیدہ ہیں۔

آیت ۵ - عدت۔ فرمانبرداری میں آئے۔

آیت ۷ - فلا یخف ظلماً۔ کوئی اس پر ظلم نہ کر سکے گا۔

آیت ۸ - عربیاً۔ کھول کر سنانے والی۔ ایک شخص نے مجھے کہا۔ کھول کر کوئی اور زبان سننے والی نہیں۔ میں نے کہا کہ تم اللہ کا نام کسی اور زبان میں ایسا بتاؤ۔ جو خاص اللہ تعالیٰ کی واسطے ہو۔ تو اس نے اور کہا کہ کوئی نام ایسا نہیں۔ جو بعض اس ذات جامع صفات سے مختص ہو۔

یحدث لہم ذکراً۔ نئی نصیحت بھی کریں گے۔ تین جب قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ تو اسے نئی شان میں پاتا ہوں۔ قرآن کے بعد کوئی نئی کتاب آنے والی نہیں ہوسکتی شان میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

آیت ۹ - ولا تعجل بالقلم۔ قرآن میں نبی کے لئے نین باتوں کا حکم آیا ہے۔ يتلوا علیہم آیاتہ ویعلمہم الکتاب والحکمۃ۔ پہلے وہ آیات پڑھیں۔ پھر تعلیم کریں پھر فکر کریں کہ اس نبیر سے لوگ سمجھیں اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ آپ پہلے قرآن سنیں۔ ثم ان علیہ نبایا۔ پھر ہمارے ذمے اس کا سمجھانا ہے۔ پھر اسے دل تیار کرنا جو اس کی تعمیل کریں۔ اس آیت کے متعلق ایک یہ نکتہ بھی ہے۔ کہ دعا غلط کے لئے وعظ میں سب سے مقدم قرآن مجید ہے اور اس کے بعد اسکی اپنی تقریر۔ قرآن مجید کی پیشگوئیوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھنے کی جلدی نہ کر۔

وقل رب زدنی علماً۔ جب اس بادشاہ کے لئے یہ حکم ہے تو ہماری کیا بابت ہے اس لئے میں قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ یہ دعا بالاتزام پڑھتا ہوں اور اس کے ساتھ یہ دعائیں پڑھتا ہوں۔ (۱) بحانک لا علم لنا الا ما علمتنا۔ (۲) اهدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک۔ انک تہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ (۳) دب اشتر حلی صدارتی ویسالی امری۔

فنتی۔ بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ آدم باوجود حکم تاکید کے کس طرح ہول گیا۔ میں انہیں پوچھتا ہوں۔ گھر سے اہتمام کے ساتھ مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے آتے ہیں اور پھر اس میں سو ہو جاتا ہے یہ کیوں؟

ولحدیجہ عنما۔ حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ کا ارادہ نہ کیا تھا۔ ارادہ سے اس شجرہ کو نہیں کھایا۔

۲ - اپریل ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۶ رکوع ۱۶

(سورہ طہ رکوع ۷)

آیت ۱ - آدم سے مراد عظیم الشان انسان ہے جیسا حضرت نوحؑ حضرت ابراہیم علیہما السلام امجدوا۔ فرمانبرداری کرو۔

آیت ۲ - فتشی۔ توڑنا۔ تجھ پر بڑی مصیبت پڑے۔ جنت۔ ملک ارمینیا۔

آیت ۳ - لا تجوع۔ قحط کا خوف نہیں۔

لا تهری۔ ایسی عمدہ آب و ہوا ہے کہ کپڑے نہیں اتارنے پڑے۔

آیت ۴ - ولا تقصی۔ شدید دھوپ

آیت ۵ - شیطن۔ ابلیس کا منظر ہے۔

ملک لایبلی۔ ہمیشہ کی سلطنت۔

آیت ۶۔ خبثت لہما سوا تھا۔ اپنی کمزوریوں کا ظاہر ہو گئیں۔

بعض باتوں میں عقل و قیاس سے کام لینا ایک قسم کی جرات ہے۔ جو بن ناپسند کرتا ہوں اس لئے اس کی حقیقت حوالہ بخدا ہے۔ اتنا ثابت ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو چننے اور چننے والا ہی دیتا ہے۔ خبیث روح ان کے خلاف منصوبے کرتی ہے ان کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ ان کے ساتھیوں کے عیش کو بکدر کرتی ہے۔ گو آخر منہ کی کہانی ہے۔ خود نبی کریم کی زندگی کے واقعات سے یہ قصہ کھل سکتا ہے۔ آپ اپنی بی بی خدیجہ کے ساتھ آرام سے بسر کر رہے تھے۔ دعوئے نبوت کے بعد ان کے خلاف جوش اٹھا۔ جس سے اپنی کمزوریوں کا علم حاصل ہوتا ہے اور پھر اس کمزوری کے دودھ کرنے کی کوئی نہ کوئی سچائی کا پتہ اپنے پرستے میں۔ پتہ جلد شک ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ پہلے اپنی طرف سے دلائل دیتے ہیں۔ جو کمزوری ہوتی ہے۔ آخر خدا سے مدد پا کر مظہر و منصور ہوتے ہیں۔

وحشی آدم۔ مسلمانوں میں دو مذہب ہیں۔ ایک شیعہ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ امام جو ہوتا ہو وہ تمام قسم کے گناہوں سے معذور۔ کبیرہ۔ عہدہ خطا۔ سو سے معصوم ہوتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی عجیب اعتقاد ہے کہ تقیہ خدا بت کے آگے سجدہ کرے یا کلمہ الکفر کہے۔ یہ جائز ہے۔

خارج کے نزدیک ایک طرف اتفاقا یہ اہتمام ہے کہ عورت کی طوٹ نظر اٹھا کر دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ گناہ کفر ہے۔ مگر دوسری طرف خلفاء راشدین میں سے دو کو انہوں نے ہی خلیفہ کیا۔ سنی مذہب والوں کو عجیب عجیب مشکلات پیش آئے ہیں۔ اس لئے ان میں سے کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے۔ کہ انبیاء سے ارتکاب گناہ بعد نبوت نہیں ہوتا۔ قبل از نبوت ممکن ہے۔ ان کے مشکبہن نے کہا ہے۔ کہ عیسیٰ خلاف ورزی کا نام ہے۔

اشت الیہ علی امر ولدہ فصالی۔ فلان آدمی کو میں نے مشورہ دیا تھا مگر اس نے مانا نہیں۔ الفلان اشت الیہ بشرب الداء و لکن المریض عصالی یہ نہیں بولتے کہ فصار عاصیالی۔ اسی طرح آدم کے حق میں عیسیٰ فرمایا۔ صار عاصیالی نہیں کہا۔ میرا اپنا اعتقاد یہ ہے۔ کہ مومن کی نسبت۔ اولیاء کی نسبت۔ انبیاء کی نسبت۔ محضون۔ مقررین کی نسبت جرم کا لفظ کبھی نہیں آتا۔ اسی طرح جملہ کالفاظ بھی نہیں آتا۔

یحضفان۔ لینے لگے۔

غوی۔ فدا علیہ عیشہ زندگی میں آپ کو تکلیف پہنچی۔ (دیکھو لسان العرب) بڑے بڑے مشکلات میں پھنسنے۔

آیت ۹۔ معشیۃ ضحکا۔ مخالفین رسول رفتہ زندگ تباہ دست ہو جائے تھیں۔

آیت ۱۱۔ تنسی۔ ترک کیا گیا۔

مورخہ ۳۔ اپریل ۱۹۱۶ء

(پارہ ۱۶ رکوع ۱۵)

سورہ طہ رکوع ۸

آیت ۱۔ ولکلمۃ۔ عذاب کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ چنانچہ مشرکان عرب کے بارے میں فرمایا۔ ما کان اللہ لیعد بہم دانت فیہم۔ پھر فرمایا۔ عسی ان یکون

یہاں پارہ ۱۶ کے نوٹ ختم ہوئے۔

دوف لکم۔ اور فرمایا۔ لکم مبعاد یوم۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ مذہب نبی کریم کی حرمت کے بعد ایک سال آئے گا۔ بیسیاہ نبی کی کتاب باب ۲۱ میں اس کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ قید اربوں کی سال کے بعد کھڑا ہو جائے گی۔

اس آیت میں ان باتوں کو یاد دلایا گیا ہے۔

لنما۔ لازمی آیتوں کے عذاب

آیت ۲۔ سبج۔ نماز پڑھو۔

آناشی اللیل۔ مغرب۔ عشاء۔ تہجد۔

اطراف النهار۔ دن کے ڈھلنے سے پہلے اشراق و ضحیٰ اور بعد ظہر۔

اصبر۔ دشمنوں کی ہلاکت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی نسخہ نہیں۔ ایک صبر کرنا۔ دوم نمازین سنو اگر پڑھنا ہم نے بہت تجربہ کیا ہے۔

لعلک تقرضی۔ ان نمازوں سے کچھ ایسی بات لیگی کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔

آیت ۳۔ اذواجاً منہم۔ قسم قسم کے بے ایمانوں کو

اس سوال کے جواب میں کہ قرآن مجید میں توفیق ہے اس نماز کس طرح ثابت ہوئی۔ فرمایا کہ جب مولیٰ علی یا امام حسین بولا جاتا ہے۔ تو اس کا مفہوم

جو قائلین شیعہ کے دل میں ہے وہ کس طرح کھلا۔ یہ تاریخی روایات و اقوال پر مبنی ہے۔ ورنہ

موجودہ لوگوں نے نہ علی کو نہ کبیرہ حسین کو۔ گریہ نہیں سب کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس آیت کے اور صلوات کے جو معنی سمجھے اور جیسے کہ اس حکم کی تعمیل کی اس کے لاکھوں بلکہ

کروڑ مسلمان گواہ ہیں۔ اور قرآن مجید سے بھی زیادہ قرات کے ساتھ یہ بات ہم کو چوبھی۔ کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلوات کے معنی کیا بیان فرمائے ہیں اس کا انکار کیونکر ہو سکتا ہے

اور کیونکر ایک شخص واحد کی جینہ سو برس بعد پیدا ہوا۔ مان لیں۔ کوئی ضرورت نہ تھی۔ کہ قرآن مجید

میں اس کا تفصیلی بیان ہوتا کیونکہ ممکن تھا کہ بعض اسے منسوخ ٹھہراتے۔ مگر ہمارے لئے

تعال سے عداوت کی ہیئت مخصوص مع انکار قرآن مجید سے ہی زیادہ قرات کے ساتھ محکم ہو گئی

اسلام کے جعفر نے قمر میں جن میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ اور ایک دوسرے

کی مسجدوں تک نہیں جاتے۔ سب کے سب صلاۃ کے ان معنوں پر متفق ہیں۔ جو تعال سے

بغیر مشترک ثابت ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ دافعہ کر بلا۔ نادعلی۔ برید۔ معاویہ کو قرات تھے میں

اور جس ذریعے سے ان میں جب اس ذریعے سے صلاۃ کی ہیئت ثابت کی جائے تو اس کا انکار کریں

ایک اور لطیفہ بھی قابل یادداشت ہو کہ بادشاہوں نے یہاں تک زور پایا کہ بڑے بڑے

ائمہ کو قید کر دیا یا مار دیا۔ جیسے امام ابوحنیفہ کو امام احمد حنبل کو۔ پھر یہی ان سب کی نماز ہی رہی۔

چشتیاء۔ نقشبندی۔ سہروردی ان کے شلخ کی نماز میں بھی ہیں۔

آیت ۴۔ دأمر۔ حکم کرتے رہو۔

اصطبر۔ استقلال سے حکم کرتے رہو۔ اور آپ نماز پڑھتے رہو۔

بینۃ ما فی الصحف الاولى۔ سب بڑا جہت تو یہ ہے۔ کہ دنیا میں جس قدر کن میں آہی

کہانی ہیں ان سب میں جعفر صدیقین میں وہ اس قرآن مجید میں موجود ہیں حالانکہ نبی امی ہے اور

عرب میں کوئی بیت السلام کوئی کتب خانہ تک نہیں۔

آیت ۵۔ لو کادسلت الیاد سواک۔ اللہ تعالیٰ نے اس تمام جہت کے لئے اب مجید میں کا سلسلہ رکھا ہے

۲۵ سال ہمارے بعد مجبور آتا ہے۔ خدیجیوں نزدیک۔ ۵۰ سال بعد بقول بعض ۲۵ سال بعد شیعہ بھی

ایک علم لائسنس لائسنس لائسنس لائسنس

حضرت خلیفۃ المہدی ولیح مولوی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ ستر ہویں

سورۃ الانبیاء رکوع ۱

۱۶ - اپریل ۱۹۱۰ء

انبیاء پر کیا اعتراض ہوئے ہیں ان کے ساتھ لوگ کیا سلوک کرتے ہیں۔ انبیاء کی مخالفت و مخالفت کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ انبیاء کے آنے کی کس وقت اور کیا ضرورت ہوتی ہے ان باتوں کا ذکر اس پارہ میں ہے۔

وہم فی غفلۃ - پس انبیاء اس وقت آتے ہیں جب لوگ ایک عام غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایک پرانی فدا کو مانتا ہے اور دوسرا نہیں۔ بائیں ہمہ آپس میں محبت سے رہتے رہتے ہیں۔ غیرت دینی باہم نہیں رہتی۔ جیسا کہ آجکل یورپ و امریکہ کی حالت ہے اس کا کچھ نہ کچھ رنگ ہمارے ملک میں پایا جاتا ہے۔

ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی توجہ بعثت کی طرف ہوتی ہے۔ ہزار برس کے بعد ایسا وقت ضرور آتا ہے۔ سر برس کے بعد بھی۔ بلکہ بعض کے نزدیک اس سے کم۔ طب کے معاملہ میں بھی اس کا نظارہ دیکھا ہے۔ کدات بن طاعن کا ذکر ہے۔ کہ ستر ہزار آدمی مارے گئے۔ مگر اب تو ہفتہ وار اتنی تعداد کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔

محدث - پیرایہ جدید ہوتا ہے۔ (آزادہ تر ذکر وہی ہوتا ہے۔ جس پہلے نبیوں کی زبان پر ظاہر ہو چکا۔

لاہیۃ قلوبہم - آجکل کے لوگ ایسے جت میں کہ اللہ تعالیٰ کے خوف و خشیت سے ان کے دل غافل ہیں۔

ھل ھذا البشر مشکلم - جو کچھ انبیاء کو کہتے ہیں اس کا ذکر ہے۔ کہ ایسی باتوں سے تمہارے پیر یہ نرم فقرہ ہے۔ ارادنا بادی الاری کہنے والے ہی گزر چکے ہیں

اقتاتون الدھر - دلربا باتیں کرتا ہے۔

ربی یعلم القول - یہ اس بات کا جواب دیا ہے۔ کہ تم پر فوجرم لگ چکا نہ ملے گی۔

اضغات احلام - جب انبیاء کے اخلاق کو اعلیٰ درجے پر دیکھتے ہیں۔ تو پیرانہ میں سے

بعض بشر مشکلم نہیں کہتے۔ وہ کہہ دیتے ہیں۔ پریشان خرابی آتی ہیں۔ یہ اس لئے کہ انبیاء ہی

قدرت مآتے ہیں جس قدر ان پر کھلے۔ اس پر پیادہ کی مشکلات کو نہ سمجھتے ہوتے معترض ہوتے

ہیں۔

بن افتراء - یہ کہنے والے ان پہلوں سے ایک قدم بڑھے ہوئے ہیں۔

مشاعر - کلام مؤثر لائے شاعر ہے یہ ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔

کما رسل الاولون - یعنی بالکل ہلاک ہو جاویں۔

الارجال - بشر مشکلم کا مفصل جواب دیتا ہے۔

اهل الذکر - یہ سورۃ کی سب سے پہلی دو بات تھیں ان کے لئے اس کے مراد اہل کتاب ہیں

حسد الا یا کون الطعام - انبیاء کے کہانوں پر اعتراض کرنا اے خدا کریں۔

ذکرکم - شرف کم بھی معنی صحیح و بختہ ہیں۔

اخلاق عقولون - اپنے آپ کو بدیہوں سے کیوں نہیں روکتے۔

۱۶ - اپریل ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۶ - سورۃ الانبیاء رکوع ۲)

کانت ظالمۃ - یہ قصص کی وجہ بتلاتی۔

تشلون - بڑے امیر ہو شاید تم سے پوچھا جاوے۔ کہ کیا گزری۔

حصید احلامین - ایرانی۔ یونانی۔ عرب۔ چٹان۔ سفیل۔ سکھ۔ یہ سب اسی ملک میں بڑے

گروہ سے آئے اور پھر کچھ بھی نہ ہے۔

لعینین - آسمان و زمین اور ان کے اندر جس قدر چیزیں ہیں ہر ایک خلیق کے ساتھ وابستہ ہیں۔

ولا یفترون - ایک فقیر سے میں نے پوچھا کبھی آپ عبادت کرتے تھے تھی میں اس نے کیا

عمدہ جواب دیا کیا تم سانس لیتے آنکھیں جھپکنے تک جانے ہو؟

۱۸ - اپریل ۱۹۱۰ء

(سورۃ الانبیاء لقیہ رکوع ۳)

لا یسل - انسان خدا کے مقابل پر کچھ نہیں کر سکتا۔ جو کچھ اس کرنا ہے اُسے کن ٹال سکتے

من قبلی - تمام انبیاء جو پہلے ہو چکے ہیں۔

الکفرهم - ضلالت کا مستغرق سمجھ لو۔ کہ اس سے پہلے ان کا ذکر نہیں جو کچھ کام میں۔

عباد مکرمون - یہ ولد کی حقیقت سمجھائی ہے کہ اولیاء اللہ کو تقریب کے ایک مقام پر ولد کا خطاب

دیا جاتا ہے۔ مگر وہ ولد حقیقی نہیں ہوتے۔

۱۹ - اپریل ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹ - سورۃ الانبیاء رکوع ۳)

مومن وہ ہوتا ہے جو دنیا اور دین دونوں کے کام سمجھے۔ جیسے دنیا کے کارخانے میں ویسے ہی ان

کے کارخانے میں ہیں۔ دنیا کی بھی سمجھتی ہے۔ دین کی بھی تجارت ہے۔

جب زمین میں بہت خشکی آتی ہے تو خدا تعالیٰ بارش بھیجتا ہے۔ اسی طرح بعض زمانہ الہامات کا نہیں

ہوتا۔ پھر ایک وقت الہامات کی بارش کا ہوتا ہے۔

اولم یزالذین کفروا۔ کافراں بات کو یقین نہیں کرتے یا یہ معنے کیا بار بار نظارہ نہیں کیا
دققا۔ نید
خفتقنما۔ والسماء ذات الرحم والارض ذات الصدع۔ میں اسکی تشریح ہے
پانی بخار بن کر بادل بنتا اور پھر برساتا ہے۔ اخراج منها ماء ہا دمصرعہا۔
افلا یؤمنون۔ اسوقت ایک بارش ہوئی ہے۔ طلع سب فطرت پہل لائینگے۔ ودریغ لالریہ
و شوره یوم خس پوچھتا ہے۔ تم کس جماعت میں بننا چاہتے ہو کیا مومن ہمیں ینگے۔
ان تمید ہم۔ کہ وہ پھر بھی ان کے ساتھ چکر کھاتے ہیں۔
حضرت ابن عباس رضی عنہما نے یہ معنے کیے ہیں۔

لعلہم یھتدون۔ جس طرح چاروں جن رستے بنائے۔ اسی طرح دینی مشکلات حل کرنے کے
رستے بھی بنائے۔ دین کے رستے میں بھی پیار ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

فلا اقتحم العقبة وما ادرک ما العقبة فلت رقبۃ ادا طعام فی یوم
ذی مسغیۃ یقیماً ذامقربۃ اوسکینا ذامغربتہ۔

وجعلنا السماء سقفاً۔ دین میں ہی چھت ہے۔ چہرہ جانی حیات کی حفاظت کھوج
ہے۔ آسمان میں سورج و چاند و ستارے بنائے۔ ایسے ہی دین میں بھی۔ و بالجمہ ہم
یھتدون۔ بھی فرمایا۔

فلک یحون۔ چکی (قطب شمالی یا جنوبی بن) یا چرخے (جیسے خط استوا) کی طرح پھرتے
ہیں۔ بخاری میں ہے۔ حسان کعبان الذحیٰ۔ فلکتہ۔ کفلکتہ۔ المغزلۃ
من قبلک الخللہ۔ اس مقام پر مفسرین لکھ جاتے ہیں۔ سب مر گئے۔ پھر دوسرے موقعہ
پہننے کے بارے میں یہ قول بھول جاتے ہیں۔

قلیبتا بآیتہ کما ادسل الادلون۔ سید احمد خان وغیرہ نے دیکھ کر کہا کہ معجزات
انکار کر دیا۔ میں نے ایسے مقامات سے جہاں سے استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ آپ نے نشان
نہیں دکھایا۔ نشان بتائے ہیں۔

۲۰۔ اپریل ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۷۔ سورہ الانبیاء رکوع ۴)

یکلوکم۔ یحفظکم۔ نگہبانی کرتا ہے
لا یستطیعون نصرانفسہم۔ دنیا میں جس قدر معبود بنائے گئے ہیں وہ خود معینوں میں گرفتار ہو
دکھوں میں مبتلا ہو گئے۔ تا یہ ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کے دکھ دور
کرنے والا نہیں۔

ولا ہم منالصبون۔ یہ پیشگوئی ہے کہ تمہیں بتوں کی مدد کا بہرہ دے وہ تمہاری مدد
کر کریں گے۔ ان کی تو اپنی خیر نظر نہیں آتی۔ یصبون صاحب نے جانیگے۔ یفرون
اطراحتہا۔ امرا و غبار۔ شرفاء و ضعفاء۔ سب طبقے کے لوگوں سے آدمی نکل کر اس دین میں
نشان ہو رہے ہیں۔

انذکم بالوحی۔ انبیاء قیاس سے پیشگوئی ان نہیں کرتے بلکہ وہ جو کچھ اس بار میں کہتے
ہیں اہم آہی سے کہتے ہیں

نفسۃ۔ لپٹ۔

الموازن القسط۔ انصاف کے ترازو۔ الموازن جمع اور قسط واحد۔ عربی میں قسط و
عدل کے لئے یہ جائز ہے۔ میزان ہی ہر چیز کے سبب حال ہے۔ ضرب کی میزان۔
جمع کی میزان۔ عقل کی میزان۔ بدلی جاتی ہے اور سب لوگ سمجھتے ہیں۔
کفی بنا حاسبین۔ یہ دو حملے ہوئے ہیں۔ کفی بنا۔ اکتف بنا۔
الفرقان۔ ایک امتیاز۔ دشمن کے مقابلہ میں کامیابی۔

۲۱۔ اپریل ۱۹۱۰ء

(سورہ الانبیاء رکوع نمبر ۵)

دشندہ۔ رشد فہم سلیم کہتے ہیں۔

الیہ یوجون۔ اپنے بڑے بت کی طرف توجہ کریں گے۔

بل فعلہ۔ کسی کو کئے واسطے کہہ کیا ہے۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ یہ کام کس نے کیا۔ مجھ
سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے تمہارا بڑا معبود موجود ہے اس سے پوچھ لو۔ گویا ان کی غلطی
کی طرف اس پر اسے میں توجہ دلائی۔

قالوا حقہ۔ حضرت ابراہیم میں شہرین پکڑے گئے تھے اس کا نام اُور تھا۔ پشتو میں اب
نکسار آگ کہتے ہیں۔ اس شہر میں آتشکدہ تھا۔
ناقلۃ۔ پوتا۔

۲۳۔ اپریل ۱۹۱۰ء

(سورہ الانبیاء رکوع نمبر ۶)

فقہمتا سلیم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بڑوں کو ابض وقت بات نہیں
سمجھاتا۔ جرجھوٹوں کو سمجھا دیتا ہے۔

البحال۔ پھارسی قومن۔

الطیر۔ جانور طبع کئے تھے۔

بوسکم۔ ہمارے نبی کریم نے زور بنائی۔ وہ اسلام ہے اور ہر سیر اکتھ میں ہے۔ وہ
قرآن ہے۔ کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کوئی شخص اس کتاب کے فہم والے کا مقابلہ نہیں
کر سکتا۔ مجھ سے خدا نے وعدہ کیا ہے۔ کہ میں تمہیں دشمن کے مقابل پر اس کے معنے سمجھا دوں گا
الریحہ۔ ہوا کے جہازان کے ماتحت چلتے۔

باصوۃ۔ آپ کے حکم سے گویا چلتے۔

بولکنا فیہا۔ خلیج فارس کے جہاز ہندوستان کی چیزیں شام تک لے جاتے۔ عرب اور افریقہ
کے اسباب بحیرہ روم کے ذریعے پہنچتے۔ حبش شمالی سینڈ۔ بین اور جزائر کی چیزیں بحیرہ
قلم کے ذریعے پہنچتی تھیں۔ غرض تین طرف سے بحری سفر ہوتا۔ خلیج فارس (۱) بحیرہ روم
(۲) بحیرہ قلم۔

من ینو صون لہ۔ سلیمان کے قبضے میں خلیج فارس تھی تم نے سنا ہو گا۔ کہ وہ ان موت
نکلتے ہیں۔

الشیطن۔ شطن البر۔ یہ کنوئن کو شطن کہتے ہیں۔ شطن تم نے
نظارے نہیں دیکھے۔ جو غوطے لگاتے ہیں۔ سپیان لاتے ہیں۔ دو سے جوتے ہیں
دیر تک اس کے نیچے رہتے ہیں۔ صبح سے کر نصف النہار تک غوطہ لگاتے ہیں۔
انہی کو شیطن کہا گیا۔

مغاضباً۔ جو کسی غضب میں آکر چلے۔

لن نقدر علیہ۔ ہم اس پر کسی قسم کی تکی نہیں کر سکتے۔ یہ معنی نہیں کہ قادر نہیں۔

من دوحنا۔ اپنا پاک کلام

لاکھنا۔ نافذی نہ ہوگی۔

مورخہ ۲۴۔ اپریل ۱۹۱۰ء

(سورہ الانبیاء رکوع ۷)

یہ رکوع بڑا مشکل ہے۔ میرے لئے نہیں۔ کیونکہ مجھ پر اللہ نے اس کے معنی کو لوٹے
میں۔ زیادہ تر تو لوگوں نے خود ہی اسے غلط کر دیا۔

حرام۔ (۱) ضروری۔ (۲) عزم پکی بات

انہم کایرجون۔ وہ اپنی شرارتوں سے کبھی رکے والے نہ تھے۔ اور انکی مثل بھی پیدا نہ
ہوں گے۔ مگر اس زمانہ میں کہ یاجوج ماجوج نفع پہن گے۔

من کل حداب یسنلون۔ یہ لوگ کسی بڑی سے بڑی سلطنت کو زیر نظر رکھ لیتے ہیں۔

جب اس کو فتح کر لیا تو اس سے کم درجے کی ریاستیں خود ہی قابو میں آجاتی ہیں۔ تہرون میں ہی
یہی طریق ہے۔ کہ حداب (دکڑ) کی تلاش رکھتے ہیں۔ پھر اس پر قبضہ کر کے اور اسے سیدھا کر کے
سیدھی نہر کے جاتے ہیں۔

یاجوج وماجوج۔ یہ ان قوموں کے سرٹ اعلیٰ کا نام ہے۔ میرے ایک دوست نے
مجھے بتا دیا تھا۔ کہ سب سے پرانیت لندن میں یاجوج ماجوج کا ہے۔

فوات میں جوج۔ مسک و بالاسک کے سردار کو کہا۔ اور جزائر کے رہنے والے کو
(حزقیل باب ۲۷)

کسی زمانے میں وسط ایشیاء میں ان کا زور تھا۔ میدہ فارس کو بہت دکھ دیتے تھے۔ ان
کے روکنے کے لئے ذو القرنین نے دیوار بنائی۔ پھر آہستہ آہستہ تمام ممالک میں پھیل گئے

چونکہ ان ناموں کا مادہ ارج (لاگ سے) ہے۔ یہ قوم غمناک اپنے رنگ اور اپنے کاموں
کے آگ سے کام لینے والے ہیں۔ غرض تمام قسم کی بدکاریوں آواز دیوں۔ خدا کے انکار۔ انبیاء

کی ہتک کے طور کا زمانہ۔ ان کے پھیل جانے کا وقت بتاتا ہے۔

کناظاہین۔ ہم بڑے مشرک تھے۔

کلتی السجل للکتب۔ جس طرح مضمون کے اندر اس کی تحریر مضمون محفوظ رہتا ہے۔

فی الذبور۔ زبور کے معنی۔ انبیاء کی کتب۔

بعد الذکر۔ ذکر سے مراد ام الکتاب۔ لوح محفوظ۔ بعضوں نے کہا ذکر سے مراد
قرآن باقرات ہے۔

الارض۔ بہشت کی سرزمین۔ اسی دنیا سے ملنی شروع ہوتی ہے اور پھر آگے بڑھتی

جاتی ہے۔ اور اس کے وارث صالح بندے ہوتے ہیں۔ اسی طرح جہنم کی زمینی بھی جہنم
کے لئے ہیں سے شروع ہوتی ہے۔

یہاں سورہ الانبیاء کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ الحج

(پارہ ۱۷۔ رکوع ۸۔ سورہ الحج رکوع ۱)

مورخہ ۲۵۔ اپریل ۱۹۱۰ء

انسان کو جب راحت۔ آرام۔ کامیابی ہو۔ تو خوش ہوتا ہے۔ اگر اس خوشی میں اس کی تیرکیز
داخل ہو۔ تو بہت ہی فخر ہو جاتا ہے اور دوسرے ناکاموں پر آواز کے کتے ہے۔ جب

ناکامی ہو جائے۔ نامراد ہی یہ دیکھ لے۔ تو اسوقت خدا یاد آتا ہے (اگر خدا کا قائل ہو)
ورنہ کلمات کفر زبان سے نکلتا ہے۔ کامیابی میں تکبر۔ ناکامی میں تنزل۔ انسانی فطرت

کا خاصہ ہے۔ مثنوی میں ایک حکایت ہے کہ ایک لشکر امیر کے کاٹا چوب گیا۔ اس کو لٹکا کر
کے لئے سرخچا کر پڑا۔ تو اسے کہا گیا یہ ہے تکبر کی حقیقت۔ کہ ایک گناہ نے سر جھکا دیا

انقوا۔ کامیابی میں بھی شقی ہو۔ ناکامی میں بھی خوشی میں بھی تقویٰ کی حد بندی کو نگاہ رکھو
ان ذلزال الساعة۔ ایک نہ ایک وقت مصیبت کا آتا ہے اس وقت مان نہ بچے کو بھول

جاتی ہے۔

مسکری۔ عشق اور سکر کا لفظ اچھے معنی میں ہمارے زبان نہیں آیا۔ نہ قرآن میں عشق کا لفظ
ہے۔ صحیح حدیث میں موالا اس کے معنی میں۔

بغیر علم۔ انوس کہ اجل کے کالیٹ اور نئے تعلیم یافتہ مولوی اللہ کی ذات صفات
احکام۔ افعال تعلیمات میں بحث کر کے کو توہر وقت تھے رہتے ہیں۔ مگر مطلقاً علم قرآن وحیہ

سے بے خبر ہوتے ہیں۔

من قلاہ۔ اس گروہ سے جو خدا تعالیٰ سے دور ہے اس کو دینی نہ کہے۔

نطفۃ۔ تھوڑی سی چیز۔ معنی کے جس حصے سے انسان بنتا ہے۔ وہ بدو خود میں نظری
نہیں آتا۔

لبنین لکم۔ تابیان کریں ہم کہ تم اپنے محافظ خود نہیں۔ بعض بغیر کامل ہوئے مگر بھی جاتے
ہیں۔ بعض صورت پذیر ہوتے ہیں۔

طفلاً۔ اس حالت میں انسان طفلی ہی ہوتا ہے۔ نہ خود کھا سکتا ہے نہ پہن سکتا ہے

بلکہ کھڑا ناک نہیں ہو سکتا۔

یہ تفسیرات قیامت کے قیام اور ایک خاص وقت پر نبوت کے ظہور پر دال ہیں۔

یبعث من فی القبور۔ اس میں یہ اشارہ ہی ہے۔ کہ جو کافر ہیں۔ ان میں سے کئی مومن ہو گئے

لاھدی۔ اکثر لوگ جو علم پڑھتے ہیں۔ ان میں۔۔۔ خشیہ اللہ ہرگز نہیں ہوتا۔

ولا کتب منید۔ داغ بھانے اس کے کہ قرآن وحدیث کا وعظ کریں۔ مفتوحات و مبکیات

کو وعظ کی روح دروان سمجھتے۔ اور اس قسم کی حکایتیں یاد کئے ہوتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المہدی والیہ وسلم صاحب کے فراموش ہوئے روزنامہ قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ ستر ہوا ان

بقیہ رکوع ۱۱

سورہ الحج رکوع نمبر ۲

مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۱۰ء

(گزشتہ اشاعت کے آگے)

(۱۲) وضع داری ہمارے ملک میں بہت ہی رائج ہے اس کے توڑنے کے لئے جہ جہیں ایسی وضع داریاں خاک میں مل جاتی ہیں۔

۲۸ - اپریل ۱۹۱۰ء

بقیہ رکوع نمبر ۱۱

پھر بڑا نفع تو یہ ہے کہ لاکھوں آدمی برباد نہ ہو کر رہیں۔ تو ضرور مقبول ہوتی ہے اور اس وقت خصوصیت سے ایک جوش اٹھتا ہے۔ (۲) کوئی مدبر کوئی حکیم کوئی فلسفی کوئی موجد کوئی عالم دنیا کے کسی حصے میں پیدا ہو۔ وہ ضرور خبر ہو جاتی ہے کیونکہ تمام ممالک کی مخلوق کا کوئی نہ کوئی نونہ دیان موجود ہوتا ہے۔

میں نے کہ میں ایک بزرگ دیکھے کہ وہ جلد جلد عربی میں بات کرتے گرائی کوئی کتاب علم حدیث ابھری نہ ہوتی۔ ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ یہ مطلب نہیں کہ تم میں منافع ہی منافع ہیں۔ نقصان بھی ہو جاتے ہیں۔ مگر زیادہ منافع ہیں۔

ومن یعظم حرمت اللہ۔ جس کو خدا نے بڑا بنا یا ہے اس کی تعظیم کرو اس پر مسئلہ بھی نکل آتا ہے کہ حاکم وقت کی اطاعت چاہیے۔

شعائر اللہ۔ جس سے اللہ کا شعور پیدا ہو قرآن کریم کی بہت تعظیم ہے کہ شعائر اللہ سے اعظم

مورخہ ۳۰ - اپریل ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۷ رکوع ۱۳ - سورہ الحج رکوع ۱۲)

قربانی ایک اصل الاصول ہے تمام ترقیات کا۔ کوئی مذہب۔ کوئی سلطنت۔ کوئی تمدن قربانیوں سے خالی نہیں۔

گندہ میں جہاں جہاں پیدا ہوتا ہے وہ شیر چیتے بھیڑیے سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ ان کے زہر کے تر یا فون میں سے دھوپ۔ روشنی۔ ہوا ہے۔ بڑے اہتمام سے پانچواں اور ایسے گندے مقامات کی صفائی کروائی جاتی ہے۔ مگر یہی گندہ کھا دین کر ایسی خوشنما عمدہ نباتات پیدا کرتا ہے۔ کہ جس کے اکثر حصہ پر انسان کی حیات کا دار و مدار ہے۔

گویا یہ اجرام قربان کئے جاتے ہیں انسان کے لئے۔ پھر دیکھا جاوے تو انسان کی ننگی کے لئے کس قدر نباتات قربان کئے جاتے ہیں۔ ویل چھلی کے لئے کس قدر چھلیاں قربان کی جاتی ہیں۔ اونٹ آدمی بڑے آدمیوں کے لئے اپنا آرام اپنی صحت اپنا وقت اور اپنا جسم خرچ کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر فوجوں کا نظارہ ہے۔ کہ سپاہی سے لیکر افسر۔ کمانڈر انچیف تک درجہ بدرجہ بادشاہ کے لئے جان تک قربان کرتے ہیں۔

غرض یہ سلسلہ بڑا لمبا ہے اور ہر قوم میں قربانی موجود ہے اسی لئے فرمایا۔ وکل امت جعلنا مسلمانوں کے لئے ماہ الامیاز فرمایا۔ کہ وہ قربانی کے موقع اللہ کو یاد کر لیا کریں اور اس بات پر فخر کریں کہ اونٹ اٹل کے لئے کس طرح قربان کیا جاتا ہے۔ اور کیوں کر ایک جانور اپنا آپ اپنے سے اعلیٰ انسان کے آگے چپ چاپ رکھ دیتا ہے۔ پس اسی طرح ہم کو اپنی جانیں آستانہ الہیت پر قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

والمقیہ الصلوۃ۔ نماز سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں۔ تسبیح۔ تکبیر۔ تہلیل تمام لوگوں کے لئے دعا اور تبتل الی اللہ۔ اللہ کی جناب سے پناہ۔ و دوسرے کچھ اس میں موجود ہے۔ بلکہ اس کی میت بھی جامع ہے۔ تمام تعظیبات کی اور ذکر جامع ہے۔ تمام اذکار کا۔ اور اس میں تعظیم لامر اللہ ہے مسارذ قتلہم ینفقون۔ یہ اسلام کا دوسرا رکن ہے۔ شفقت علی خلق اللہ۔ پس جو اللہ نے تمہیں دیا۔ اس میں سے کچھ دو مال۔ طاقت۔ علم۔ ہنر۔ رزق تمہیں میں شامل ہے۔

لکن ینالہ التقویٰ منکم۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جیسے وہ (جانور) تمہارا فرمانبردار ہے۔ ایسے ہی تم میرے مطیع ہو جاؤ۔ راضی بقضاء۔

ان اللہ یدافع عن الذین امنوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی حد بندی مقرر کر دی ہے جب اس حد سے کوئی چیز بڑھنے لگتی ہے۔ تو اس کو دفع کرنے والی چیز پیدا کر دیتا ہے۔

کفر بڑھ گیا ہے اس لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت کو پیدا کر دیا کیونکہ وہ کفر کی کشن کو بند نہیں کرتا۔ یہ خیال کہ کوئی مہدی ایسا آئے گا جو تمام جہان کو مسلمان بنالیا گا۔ ایک لغو خیال ہے۔ کیا وہ حضرت محمد رسول اللہ سے بڑھ کر قوت دیتے رکھنے والا ہو گا کیا وہ قرآن شریف سے بڑھ کر کتاب لائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو ایک حد کے اندر رکھنا چاہتا ہے۔

یکم سنی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۷ رکوع ۱۳ - سورہ الحج رکوع ۱۲)

جو دنیا میں نکلی ہے اس کے ساتھ کچھ مشکلات بھی ہیں اور سکھ کے ساتھ دکھ اور دکھ کے ساتھ سکھ ہے۔ آخر الذکر کی مثال درود زہ اور پھر فرزند زینہ کی پیدائش ہے۔

صحابہ کرام کہ معظمت میں سخت تکالیف میں مبتلا تھے۔ (۱) بعض آدمیوں کے ایک پاؤں کو ایک اونٹ سے اور دوسرا پاؤں دوسرے اونٹ سے باندھ کر خلافت مسنون میں چلا کر چہرہ جاتا۔

(۲) بعض عورتوں کی شرمگاہوں میں برہمی ماری ہے اور گلے سے نکالی ہے۔ (۳) تین برس بنو ہاشم کو غنہ ہو چکا ہے میں روکین دال دی گئیں۔

وہ بعض صحابہ کو شدت سے گرم کئے ہوئے پتھروں پر لٹایا جاتا تھا۔ مگر وہ لوگ بڑے صبر
استقلال اور ہمت سے ان تمام تکالیف کو برداشت کرتے۔

مجموع میں جناب امام حسین کی تکالیف کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر صحابہ جے جو جو تکالیف اٹھائی ہیں
وہ ان سے بھی اوقات بڑھ کر ہیں۔ سو اس صبر کے عوض جہاد کی اجازت دی گئی۔ یہ غلط ہے۔
آپ کو جیتنے کا انتظار تھا۔ لا تفلت الا نسک کا حکم اور غزوہ خنین میں سب کے پیانگے پر کھڑا رہنا
اس کا ثبوت ہے۔ پس یہ جھوٹ ہے کہ اسلام بڑا دشمن پھیلا یا گیا۔

بغیر حق۔ سو اسی وجہ سے۔ اگر خدا برہنہ کی حد بندی نہ کرتا۔

صوامع۔ صوابی قوم کے گرجے۔

بیح۔ یہودیوں کے گرجے۔

صلوات۔ عبدیوں کے گرجے یا ہندوؤں کے ٹھاکروں کے۔

اھلکھنہا۔ اس کے بہت بہت نظر سے اس وقت بھی موجود ہیں۔

قصا مشید۔ شید۔ شید کے معنی اونچے کے ہیں۔

شادہ مرموز و جلالہ کللی۔ فلطیفا فی ذوال وکد

نگ مرور اور چونہ لگا کر ہمارے مروج نے محل کو اونچا کیا۔ جس کا کنگرہ جانورین
کا آشیانہ ہے۔ امرار القیس کہتا ہے۔

وتماء لم یتمناک بما جدم غلغلة۔ ولا اتمنا الا شیدا بجندال۔

اور تمنا جیکہ میں نہ چھوڑا اس نے کسی دشت کے تنے کو اور نہ کسی بروج یا قلعہ کو۔ مگر
جو جو کہ مضبوط بنایا۔ ساتھ پٹانوں کے۔ گویا دوسرے سے چونچ کر لیا ہے۔

کالف سنۃ۔ سنۃ القرآن سنۃ و سنۃ الرمال سنۃ۔ وصال کا ایک برس اونگہ کے
برابر ہوتا ہے۔ مگر جدائی کی ٹھڑی سال کے برابر۔ سکون کو کہا تم پر ایک دن آتا ہے۔

جو تھارے لئے جو یہ مصائب تیرا برس کا ہو جاوے گا۔

مورخہ ۲۔ مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۷ رکوع ۱۴ سورہ الحج ۷)

مکہ خائفوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عمرہ سے روکا تھا۔ اور کہا کہ اگر ہم اس
سال اجازت دیں تو چھاری عزت میں فرق آتا ہے۔ اگلے سال آنا اور یہ شرائط مقرر
کین (۱) جس قدا کے ساتھ لوگ ہوں ان کی تلواریں نیام میں ہوں۔ تیر۔ ترکش میں۔

بھائے چڑوں میں (۲) تین دن سے زیادہ نہ رہیں۔ کوئی مسلمان کہہ میں جو تو آپ کے ساتھ
نہ جا سکیگا۔ اور اگر کوئی آپ کے آنا چاہے تو اسے روکیو گے نہیں۔ پھر میں نے یہ کہا تھا
کہ اس سورۃ میں اتنا ارکیب ہے سب قوموں کو۔ جو عرب۔ مصر۔ عراق۔ شام میں تھیں۔
اس رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جو عزت و جاہرتے پھرتے ہو۔ یہ سب خاک
ہو جاوے گا۔

فالذین امنوا و عملوا الصالحات۔ جو میرا ساتھ دین گے وہ معزز ہوں گے
اور جو میرے برخلاف کوششیں کرتے ہیں وہ شکست یاب ہوں گے۔ رسول اللہ تو ایمان
عمل صالح۔ اطاعت رسول اور امر بالمعروف چاہتے ہیں اور کفار نبی کا انکار۔ بدیوں میں

انہماک فسق و فجور۔ کفر و شرک چاہتے ہیں اور میرے آیات کو عاجز کرنا پس یہ سب مخالف
جہنم کے کھنڈے بنیں گے۔

و ما ارسلنا من قبلك۔ مخالفان اسلام اس آیت کے غلط معنی کے طرح طرح کے
اعراضات پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ قصور خدا ان کے فہم کا ہے۔ اس سورۃ کے گذشتہ رکوع
پر نظر ثانی کرو۔ انہیں کیا مضامین ہیں۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ کس زور سے اللہ تعالیٰ اپنی
توحید و عظمت کو قائم کرتا ہے اور توحیدی پیشگوئی کرتا ہے۔ کہ دشمن اس کے تباہ ہوں گے
کیا ان چھ رکوع کے مضامین کے سامنے اس بے ہودہ روایت کی کچھ ہستی ہے۔
کہ نبی کریم کی زبان پر اتنا رد و عطف میں یہ کام بھی جاری ہوا۔

تلك الغرائق العلی۔ دان شفاعتہن لذبحی۔

جھوٹ بکتے ہیں جو ایسا کہتے ہیں۔ اس طرح تو نبی کریم کے کلام سے ایمان اٹھ جاوے گا۔
ایلا اذا تمنا النقی الشیطن فی امینۃ۔ نبی کی خواہش یہی ہے۔ کہ توحید پھیلے
اور کلمۃ اللہ علیا ہو۔ کوئی شریر اٹھتا ہے تو اس کی خواہشوں میں روک ٹالنا اور
چاہتا ہے۔ کہ یہ نبی کا مایہ نہ ہو۔

فیسخ اللہ ما یلقی الشیطن۔ اللہ تعالیٰ اس شریر کی تمام شرارتوں کو مٹاتا ہے۔
یہ عام قاعدہ ہے۔ کہ عیب کوئی نیک اپنی نیکی پھیلانا چاہتا ہے۔ تو کوئی نہ کوئی
شریر اس کی مخالفت کرتا۔ اور آخر سُنہ کی کھاتا ہے۔ اسی گاؤں میں ایک
راستباز آیا۔ اس نے حق پھیلانا چاہا۔ مخالفوں نے روک ڈالی۔ مگر وہ ب
رہیں اٹھ گئیں۔ چنانچہ اس کے نبوت میں تم میں سو سے زیادہ احمدی بیٹھے ہو
لیجھل ما یلقی الشیطن۔ شیطان کی شرارتیں فتنہ ہوتی ہیں۔ مگر انہی کے لئے
جن کے دل میں مرض ہے۔ گویا اس ذریعہ سے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے
وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

سورة جن میں فرمایا۔ فاندہ یسئلہ۔ بین یدربہ ومن خلفہ۔

جب اللہ اپنے غیب خاص کو رسولوں پر نازل فرماتا ہے۔ تو اس رسول کے
آگے پیچھے جو کی پہرہ جما دیتا ہے۔ جب تک وہ ساری بات اللہ کی مخلوق میں پہنچا
لے۔ پس یہ ممکن نہیں۔ کہ کوئی شیطان ایسے موقع پر وراں دازی کر سکے۔

عذ اب یوم عقیق۔ مجاہد کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ وہ بدد کا دن تھا۔ جس میں
تمام عباد کہ ہلاک یا کمزور ہو گئے۔

الملک۔ اس دن ثابت ہو جاوے گا کہ یہ ملک صرف اللہ کے دین کے لئے ہو
چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

مورخہ ۳۔ مئی ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۷ رکوع ۱۵

(سورہ الحج رکوع نمبر ۷)

سورۃ حج کا مشاہدہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے

جانشین خلفائے مقابلہ پر کھڑے ہوئے والوں کا انجیل ہم کیا ہوگا۔ یہ تو انڈیا ہوتا۔ (ب) اس کے بالمقابل تبشیر ہے۔ کہ مومنین مہاجرین و انصار ان کے ممالک کو فاتح بن گئے۔

ہاجر و ان فی سبیل اللہ۔ ملک کو چھوڑ گئے۔ غریب و اقارب کو چھوڑ کر ملک کے رسم و عقائد کو اور اپنے محبوب امور کو چھوڑنے والے اللہ نہ کسی غرض نقصانی کے لئے۔

المہاجر من ہاجر ما فی اللہ

ما فی اللہ بہت سی چیزیں ہیں۔ از انجیل یہ کہ جس مقام یا جس صحبت سے غفلت پیدا ہو۔ اس کو فوراً چھوڑ دینا چاہیئے۔

لیدخلنہم۔ جب مردوں کو یہ آسائش و آرام کے اسباب و مقامات دیکھا۔ تو زندوں کو ضرور ہی دے گا۔ خدا کی راہ میں مال و جان کو قربان کرنا کوئی زمانہ مشکل نہیں۔ اکثر لوگ دیکھے جاتے ہیں۔ کہ معمولی سی بات پر خود کشی کر لیتے ہیں۔ رسم و رسوم کی پابندی میں مال کا بہت سا حصہ ضائع کر دیتے ہیں۔

کئی گیارھویں دینے والے بڑے استقلال سے قرض لے کر بھی ناغہ نہیں کرتے۔ مگر نہ کوۃ کہو تو کہتے ہیں کہ غریب آدمی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت واقع میں تلواری کی دھار پر چلتا ہے اور یہی حقیقت ہے پھر صراط کی۔

ومن عاقب۔ ہر شخص خود بدل لینے کا مبارز نہیں۔ یہ مقام کے سپر ہے شہم یعنی علیہ اس کو ظاہر کرتا ہے۔

فتصم الارض محضۃ۔ جس طرح ظاہری بارش بے فائدہ نہیں جاتی۔ اسی طرح وحی اپنا پھل لاوے گی۔

مورخہ ۴۔ مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۷ رکوع نمبر ۱۶)

سورہ الحج رکوع نمبر ۸

مستحکم ما فی الارض۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ زمین کی تمام چیزیں تمہارے مسخر کر دیں۔ بلکہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ کہ آسمان کی چیزیں اور شمس و قمر بھی تمہارے مسخر کر دیا۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے بہت کم ان آیات سے نفع اٹھایا ہے۔ اور عملیات کے ذریعے تسخیر کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جو بالکل لغو اور بے فائدہ بات ہے۔ افسوس کہ جن کی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ کل کی فکر آج نہ کرو۔

دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ وہ تو سارے جہان کی دولت سمیٹ رہے ہیں اور جن کے لئے سب کچھ مسخر کر دیا گیا ہے۔ وہ بھوکوں مرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا اور دست و پاؤں الوجود ہو گئے۔ انما شکوا بنی و خزنی الی اللہ

منسکا۔ منسک عربی بولی میں جگہ کو کہتے ہیں۔ کسی جگہ جہان جانے کی انسان کو عادت و العت ہو۔ اس واسطے مسجد و ہر دکان کو جو بازار میں ہو وہ ٹکڑوں حوڈ پیشہ کی دکانوں بلکہ کنجروں کے بازار کو بھی منسک کہتے ہیں۔

جناب آہی فرماتے ہیں۔ مسلمانوں کی عبادت گاہ میں ہیں۔ اس طرح کے مقامات ہر قوم نے اللہ کے نام کے لئے بنائے ہوئے ہیں۔

(۱) گنگا جی کے کنارے پر ایک مقام ہے۔ ہر دوارہ یعنی ہری گا گھر۔ اس کا گھر۔ (۲) بیت اللہ (بیت اللہ) یروشلم میں ہے۔

(۳) بیت میں لائے۔ جو آلہ سا کے معنوں میں ہے۔ پس ہمارے مکہ کے بیت اللہ پر اعتراض کرنا غلطی ہے۔ (انہیں چاہیئے۔ کہ جھگڑا نہ کریں فلا ینازعنک فی الامر۔

فی کتاب۔ اللہ کی حفاظت میں۔

و لیسبب لکون من دون اللہ

جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ ضرور دکھیا رہے ہیں۔ تا نابت ہو کہ وہ اپنے آرام کے مالک بھی نہ تھے۔ امام حسین۔ مسیح۔ راجندر۔ جی سب کے واقعات زندگی دیکھو۔

لیسبون۔ بیٹھتوں۔

مورخہ ۵۔ مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۷ رکوع ۱۷)

(سورہ الحج رکوع نمبر ۹)

یا ایہا الناس۔ یہاں عام لوگوں کو مخاطب کیا ہے۔ اور آگے چل کر خصوصیت سے مومنوں کو۔

ذباباً۔ لطیفہ یہ ہے۔ کہ کہتی بنانا تو درکنار۔ یہ جو معبود بنائے گئے ہیں۔ وہ تو اس کی آنکھوں کی صحیح تعداد بھی نہیں جانتے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی جھگڑا وغیرہ بھی نہیں بنائی۔

وان یسلہم الذباب شیئاً

بُت ہی مراد نہیں بلکہ انسان بھی خصوصیت سے شامل ہیں۔ اب خواہ کتنا ہی بڑا بادشاہ ہو اور قوت والا۔ کبھی اپنا حصہ لے ہی جائے گی۔ اس سے چھوڑنا محال۔

ارکعوا۔ خدا کی جناب میں جھکے ہو اور اپنے تئیں متکبر و لا پرواہ نہ بناؤ۔

الحج۔ ہر قسم کی نیکیاں و بھلائیوں جمع کر لو۔
 لعنکم تفلحون۔ کامیابی کی راہ تباہی۔
 وجاہہ دا۔ کوشش کرو اللہ کی راہ میں۔ جس قدر حق کوشش کا ہو۔
 من حرج۔ حرج کے معنی تنگی کے ہیں۔ شریعت کے جس قدر کام میں نے مطالعہ کئے ہیں۔ سب وسیع ہیں۔ مثلاً نماز۔ وقت بیع
 پھر کڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے۔ نو بیٹھ کر یا لیٹ کر اور پھر کچھ بھی مشکل نہیں۔ غرض شریعت کے ہر حکم کی تمہیں اپنے اندر ایک سکھ رکھتی ہے
 پھر یہ بھی مطلب ہے کہ ہر غلطی کا از الہ موجود ہے۔ گناہ کیا تو بہ کر لو و غیر ذلک۔
 ابراہیم۔ اچھوں کا باپ۔ اسی واسطے ابیکم فرمایا۔ کیونکہ وہ تمام اچھوں کا روحانی باپ ہے۔
 شتمکم المسلمین۔ اس کے متعلق یہ نکتہ قابل یاد رکھنے کے ہے۔ کہ کسی مذہب کا نام اس کی الہامی کتابتے نہیں رکھا سوا اسلام کے۔
 ہوا۔ اس ضمیر میں جھگڑا ہے۔ بعض خدا کی طرف کہتے ہیں۔ بعض ابراہیم کی جانب۔ بدلیل امت مسلمہ لک۔
 اعتصموا باللہ۔ اللہ کی ذمہ داری کے ذریعے اپنے تئیں ہر دھم سے بچاؤ۔
 وفتح النصیر۔ اگلی سورۃ میں نصرت ہی کا ذکر آوے گا۔

سورۃ الحج کے نٹ ختم ہوتے
 Digitized by Khilafat Library

یہاں پارہ تشرہوان ختم ہوا

الحمد للہ رب العالمین

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ اٹھارہ ہوان

سورۃ المؤمنون رکوع ۱۷

مورخہ ۸ مئی ۱۹۱۰ء

سورۃ حج میں نے یہ سنایا تھا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین اور مومنین کو اطلاع دی گئی تھی کہ تم پر وہ مصیبت گھڑی آئی والی ہے جس سے حاملہ عمل گراوے۔ دو وہ پلانے والی اپنے بچے کو ہول جائے۔

اسی سورۃ کے اخیر میں فرمایا ہے کہ نبی و مہاجرین کو مشکلات پیش آنے ہیں۔ مگر وہ آخر میں فتح مند ہوتے ہیں اور فتح مندی کا طریق بتلایا کہ نمازین قائم کرو زکوٰۃ دو۔ کتاب اللہ پر عمل کرو۔

اب اس مندر سورۃ کے بعد مومنین کو نصرت کی بشارت دیتے ہوئے فتح مندی کو کچھ شرائط مقرر کئے۔ اور کچھ طریقے بتائے ہیں۔

ہر چیز اپنے کمال کو چھ مرتبہ طے کر پونہ پختی ہے۔ یہاں مومنین کے روحانی کمالات کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر امین حصہ پنجم میں ان آیات کی خوب تفسیر فرمائی ہے۔

خاشعون۔ ایک مقام پر فرمایا ہے۔ مٹی الارض خاشعۃ خاشع کے معنی ہیں اپنے آپ کو کمال محتاج یقین کرنا اور یہ باور کرنا کہ میرے اپنے پاس کچھ بھی نہیں اسی لئے صوفیاء نے فرمایا۔ ہم دعا از تو اجا بست ہم ز تو۔ نماز میں پورا تذلل اختیار کرو اور اس کے ظاہری نشان یہ ہیں کہ ادھر ادھر نہ دیکھو۔ لغو حرکات نہ کرو۔

اللغو۔ کل باطل۔ کل معاصی۔ لغوین داخل میں۔ آتش۔ گنجھ۔ چوسر سب ممنوع ہیں۔ گبین ہنخی۔ نکتہ چینیان۔ وغیرہ۔

للسکوۃ خاہلون۔ زکوٰۃ کا لفظ وسیع ہے۔ ایک نصاب پر۔ دوم جو خدا نے دیا اس سے خرچ کرے کسی دیکھارے کی تکلیف اٹھائیں۔ خوش چینی سے ملاقات کرنا۔ حتیٰ کہ لا الہ الا اللہ پر ایمان ہی زکوٰۃ ہے۔ کہ یہ بھی موجب تزکیہ ہے۔

یحافظون۔ نمازوں کی محافظت۔ وقت کے لحاظ سے۔ ارکان بتدیل ادا کرنے کے لحاظ سے۔ خشوع و خضوع و پابندی سے۔

مسئلۃ۔ خلاصہ و خلاصہ نہ بات۔ حیوانات۔ نمون پھر نطفہ پر جا کر انسان بنتا ہے۔ فتا برك اللہ۔ بہت ہی بابرکت (تبدیل و ترقی دینے والا) ہے۔

خلقنا۔ خلق کے معنی اندازہ۔

ولانت تفصل ما خلقت و بعض القوم۔ یخلق ثم لا یفعل۔

توجہ اندازہ کرتا ہے اس کے مطابق عملدرآمد کرتا ہے۔ بعض لوگ اندازہ کرنے میں۔ مگر پھر اس کے مطابق کم ہی کام کرنے میں۔

تبعثون۔ لہیتوں سے یہ وہم ہوتا تھا کہ یہاں خاتمہ ہو گیا۔ اس کا ازالہ فرمایا۔ قیامت کے پانچ معنائے ہیں۔ (۱) قرن (صدی) کا گزر جانا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کیا پانچ سو برس بھی نہ رہے گی۔ اس میں بیشکوی ہے۔

(۲) من مات فقد قیامت قیامت۔ شیخ ابن عربی فتوحات میں لکھتے ہیں۔ قیامت قیام سے نکلی ہے گویا انسان جب دنیا سے اٹھ کھڑا ہوا تو قیامت ہوگی۔

جس طرح دینی تخیل چھ باتیں فرمائی (۱) خشوع فی الصلوٰۃ (۲) اعراض عن اللغو فعل للزکوٰۃ۔ حفاظت فروج۔ رعایت عہد و امانت۔ حفاظت صلوٰۃ۔ ویسے ہی انسان کی ظاہری کم کی بناوٹ ہے۔ اس کے بعد بتایا۔ نطفہ۔ علقہ۔ مضغہ۔ ہڈی پڑیں پھر گوشت چڑھنا۔ روح کا نفع۔

آسمان میں بھی سات درجے ہیں۔ ایک امر کی عرش سے تھریک ہوتی ہے اور پھر آسمان آہستہ آہستہ اس کا اثر عناصر پر پڑتا ہے۔

وانا علیٰ ذہاب بہ لقلل دون۔ یہ عام نظارہ قدرت ہے کہ بادل برتنے ہیں۔ پانی ٹپکتا ہے۔ دبی پانی پھر آسمان پر چڑھ جاتا ہے اسی طرح وحی و علوم کا حل ہے ایک وقت دنیا پر رائج ہوتے ہیں۔ دوسرے وقت اٹھائے جاتے ہیں۔

سیدنا۔ دونوں قرائتیں ہیں۔ سینا بھی اور سینا بھی۔

لنسیکم مماتی بطوننا۔ اسی طرح روحانی تعلیم دنیا کے مختلف مذاہب میں ہے۔ مگر قرآن کی وحی کے ذریعے وہ مودھ کی مانند الگ نکل آئی۔ اور یہ کام دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔

مورخہ ۸ مئی ۱۹۱۰ء

۱۸۔ پارہ ۵۔ سورۃ المؤمنون رکوع ۲

اس سورۃ میں فتح کا بیان ہے۔ جب تک انسان کے معاشی میں اللہ کا فضل شامل حال نہ ہو۔ فتح کا حاصل ہونا ممکن نہیں۔

ماہذا الا بشر مثکم کسی سے فیض حاصل کرنے میں پہلی ہی بات سدا رہ جاتی ہے۔ الا جعل بہ جنتہ۔ آجکل کے فیلسوف بھی راستبازوں کو کچھ ہی کہتے ہیں۔

الفتور۔ (۱) وہ مکان جس میں روٹیاں پکاتے ہیں (۲) زمین کے اوپر کا حصہ (۳) اونچی جگہ (۴) یہاں سے چشمہ نکلے (۵) پھیلی رات کے بعد صبح صادق کی برکت کو بھی کہتے ہیں۔

وقل لب انزلنہ۔ تعلیم سکھائی۔ وکھ سے نجات پا کر بھی انسان دعا غافل نہ ہو۔ آجکل۔ کل قوموں نے دعا کو چھوڑ دیا ہے۔

افلا تتقون۔ تم کیوں بدیوں سے نہیں بچتے۔

مورخہ ۹۔ مئی ۱۹۱۰ء

(۱۸۔ پارہ۔ سورہ المؤمنون رکوع ۳)

اس سورہ کے شروع میں خدا تعالیٰ نے مؤمنوں کے اوصاف بیان فرمائے
اب حضرت نوحؑ کا ذکر کرتا ہے۔ جو لوگ مفلح ہوئے ہیں۔ انہیں ایک نوح تھا۔
الملاء۔ جن کی بات کی طرف لوگ جھکتے ہیں۔ درباری۔ اشراف۔ حاکم۔ بڑے
دنیا دار۔

ماہذا الا بشر مثلكم۔ اوتھوں نے مسوات کے لئے کھلنے پینے کی حالت
پر غور کیا۔ کہ ہماری مانند ہے اس قسم کے خیالات انسان کو اتباع حق سے محروم کتے
میں۔

دب الضریٰ۔ انبیاء کے اچھے میں بھی ایک متخیر ہوتا ہے۔ جسے دعا کہنے
میں۔

فاخذتم الصیحة۔ اس موقع میں حاشیہ پر لکھا ہے۔ کہ یہ قصہ ثمود کا معلوم
ہوتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ صیحة سے دھوکا لگا ہے۔ درحقیقت یہ قصہ ثمود
کا نہیں۔ حضرت نوح کا ہے۔ صیحة کے معنی عذاب کے ہیں۔ اور مطلق آواز
کے بھی ہیں۔

وامثہ ایہ۔ آیت کے معنی نیک نمونہ

مورخہ ۱۰۔ مئی ۱۹۱۰ء

(۱۸۔ پارہ۔ سورہ المؤمنون رکوع ۴)

کلا من طببات۔ یہ عمل صالح کے نصیب ہونے کی کلید بتا دی ہے۔ کہ طبیب
کھایا کرو۔ کیونکہ بغیر رزق طبیب عمل صالح کی توفیق حاصل نہیں ہوتی۔
انی بما تعملون علیم۔ اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا فکرمیں کو ہے وہ ضرور عمل صالح
کرتا ہے۔

ذہباً۔ نفع میں ٹکڑے ٹکڑے اس کے معنی کہیں نہیں دیکھے۔

ایک معنی تو ہیں۔ کہ ہر گروہ ہی سمجھ بیٹھا۔ کہ بس یہی کتاب الہی ہے۔ جو ہمارے پاس
ہے۔ (۲۱) یا یہ معنی کہ اور نئی نئی کتابیں تصنیف کر دیں جو اصل الاصول کتاب
کے خلاف تھیں۔

وجلۃ۔ ڈر رہے ہیں باین خیال کہ ہمارے اعمال قابل قبول ہوئے ہیں
یا نہیں۔ عائشہ صدیقہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ اگر آدمی
زنا کرے۔ چوری کرے۔ پھر بھی خوف کرے۔ تو نجات پائے گا۔ فرمایا نہیں
اے ابنۃ الصدیق۔ بلکہ وہ نیک کام کرے۔ اور ساتھ ہی ڈرے۔ کہ قبول بھی

ہوا ہے یا نہیں۔

من دون ذلک۔ اس حق کے خلاف۔

یجتر دن۔ بیل کے اڑانے کو چار کہتے ہیں۔

(فیض) جو دنیا میں کسی کو خقیقہ کے رنگ میں براکتیں ہیں۔ وہ مرتے نہیں۔ جب تک کہ اس میں
خود مستلانہ ہو لیں۔ (۲) ہر بی ہوتی بات کو قبول نہ کرے۔

مورخہ ۱۱۔ مئی ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۸۔ سورہ المؤمنون رکوع ۵

بہت دفعہ میں نے سنایا ہے۔ کہ محبت احسان سے پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی
اس کتاب میں بہت سے احسان کا ذکر فرماتا ہے۔ اس ذات بابرکات کے احسانات
کی کوئی حد نہیں۔ آدمی کو چاہیئے۔ کہ قدر کرے اور کسی تکلیف سے گھبرا کر ناشکری
کے کلمات نہ نکالے۔

انشاء لکم السمع۔ کان کیا مفید چیز ہے۔ کہ اس سے ہم نبیوں کی آوازیں سنتے
ہیں۔ پھر اور قسم قسم کی آوازیں سن کر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بلکہ اس کے ذریعے کئی ہزار
مال کی خبریں تابریقی میں سنتے ہیں۔

والابصار۔ آنکھ کیا ہے ایک چھوٹا سا نقطہ ہے جس کے ذریعے من و جمال کی دلربا
تصویریں دیکھتے ہیں۔

والافئدة۔ کان بھی ہون۔ آنکھیں بھی ہون۔ مگر دل نہ ہو۔ تو یہ سب بیکار۔ پاگل خانہ
میں جا کر دل کی صحت کا تماشہ دیکھو۔

ولہ اختلاف اللیل والنہار۔ لیل و نہار کا یہ اختلاف بھی ہے۔ کہ ایک ملک میں
رات ہے تو دوسرے میں دن۔

افلا تعقلون۔ عقل ایک صفت ہے اس صفت سے انسان اپنے آپ کو بدیوں سے
روک سکتا ہے۔ جو اپنے آپ کو بدیوں سے نہیں روک سکتا وہی لایعقل ہے۔

اساطیر الاولین۔ اساطیر۔ سطور میں لکھا ہوا جامع اسطور۔ استوری
وماکان معہ من الآیۃ۔ ذاتی کمال کسی میں نہیں۔ کوئی بھی کامل تر زمانہ میں نہیں
کیونکہ آئندہ زمانہ میں اس کو ترقی حاصل ہو سکتی ہے۔ پس آئندہ ترقی کے مقابلہ میں
موجودہ حالت ضرور ناقص ہے۔

الہ۔ وہ ہے جو ہر قسم کا ذاتی کمال رکھتا ہے اور اس کے لئے کوئی حالت منظور
باقی نہیں۔

مورخہ ۱۲۔ مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۔ سورہ المؤمنون رکوع ۶)

دب اما تدینی۔ الی وعدہ۔ انبیاء علیہم السلام کس طرح فتنہ ہوتے ہیں۔ ان کا
شر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ وہ ماکرتے ہیں۔

رب خلا تجعلنی فی القوم الظالمین۔ اس دعا پر خوب غور کرو کہ کس قدر خوف کا مقام ہے۔ نبیؐ کہتا ہے۔ کہ ان پر جو عذاب آئے ہیں ان ہی میں شامل نہ ہو جاؤں۔

اللہ تعالیٰ بے باکی سے ناراض ہو جاتا ہے بعض لوگ بڑے بڑے معجزے کر بیٹھتے ہیں۔ اور آخر خطا کہاتے ہیں۔ اس میں یہ پیشگوئی بھی ہے۔ کہ ان کے پر عذاب کے وقت نبی کریمؐ ان میں موجود نہ ہوں گے۔

ادفع بالیٰ ہی احسن الستیۃ۔ اگر کوئی بدی ہو۔ تو اس کے لئے عمدہ تدبیر سوچتے ہو۔ کہ یہ بدی کس طرح دور ہو۔ بدیوں کے دور کرنے کے لئے باریک درباریک تدابیر ہیں۔ منجملہ ان کے ایک دعا ہے۔ پھر قول متوجہ۔ سمجھانا۔ علانیہ نصیحت کرنا بھی۔

دب ان یتحضر دن۔ کوئی بدکار میرے پاس بھی نہ آئے پائے۔ رب اجمعون۔ چاہئے ارجع اور یہاں جمع آیا۔ یہ دراصل ارجع ارجع ارجع میں مرتبہ کہنے کی جا بجا ہے۔

انھا کلمۃ۔ عیسائی مسیح کو کلمہ کہنے سے درجہ الوہیت دینے میں دیکھو یہ بھی ایک کلمہ ہے۔

کالمحون۔ یعنی سکر جانے والے۔ پڑے کو جب آگ کے سامنے رکھیں اور وہ جلے۔ تو سکر جاتا ہے۔

یقولون ربنا آمنا۔ دنیا میں فائر المدام بننے کے واسطے یہ دعا ہے۔ وہ فریق خلفا و راشدین ہو گیا۔

حتیٰ انشکم ذکری۔ جو شخص کسی پاک بندے کی منی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سزا دیتا ہے۔ کہ وہ خدا کی یاد کو بھول جاتا ہے۔ النسا کی نسبت ان لوگوں کی طرف سبب کیوجہ سے ہے۔

انہ لایفلم الکافرون۔ ابتدا سورہ میں قد انسح المؤمنون فرمایا تھا۔ اب اس کے مقابل میں کفار کا انجام بتایا۔

وقل دب اغضہ۔ کفار اس کے بد نتائج سے بچنے کی دعا۔

یہاں سورہ المؤمنون ختم ہوئی

(ابتداء سورہ النور رکوع ۷)

پارہ ۱۸
مورخہ ۱۲۔ مئی ۱۹۱۰ء

سورہ نور میں تمیز کا بیان ہے۔ اور یہ کہ مطاعن سے بچنا چاہیئے۔ اور ان کے اسباب بھی۔ اور رسولؐ کے ساتھیوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ خلافت پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ کوئی سوتہ ایسی نہیں۔ جس کے چلے یہ لکھا ہو۔ کہ ہم نے تم پر یہ

حکم واجب یا فرض کیا ہے۔ یہ تاکید اس سورہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ خوب غور سے سنا۔ اور عمل کرو۔

میرے ایک پیر شاہ عبدالغنی صاحب مہاجر فرماتے تھے۔ کہ سورہ نور قرآن شریف میں ہے۔ مگر ہندوستان کے لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ اور اس کے ایک ٹکڑے کی طرف بھی متوجہ نہیں۔ مومنین کے اخیر میں یہ اشارہ فرما دیا ہے۔ کہ اس آئیوالی قدر کے احکام پر عمل نہیں کریں گے۔ ان کو ہم مظفر و منصور کہیں نہ کریں گے۔ چنانچہ دیکھ لو ہندوستان کے مسلمانوں کا کیا حال ہے۔

الزانی کالینکم۔ زانی نکاح نہیں کرنا۔ مگر کسی زانیہ سے۔

حرم ذلک علی المؤمنین۔ ذلک کے مرجع پر علماء میں بحث ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ زانیہ سے نکاح کرنا حرام ہے اور بعض یہ کہ نہ حرام ہے۔ پھر علماء میں اختلاف ہے۔ کہ نعمت زنا لگانا ایسے کی گواہی جائز ہے یا نہیں۔

مورخہ ۱۵۔ مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۔ سورہ النور۔ رکوع ۸)

قولی کیوہ۔ جس نے اس بات میں بڑا حصہ لیا اس کے لئے عذاب عظیم ہے۔

ولا اذ سمعتوہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ پر انک بانڈ لگایا تھا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

ان تتکلم بھذا۔ خوب یاد رکھو کہ اس قسم کی باتوں کا ذکر بھی جائز نہیں۔

لمثلہ۔ بہتان مویا ایسی کوئی بات۔

تشیع الفاحشۃ۔ شیعہ میں یہ بڑا بہاری عیب ہے۔ کہ وہ پاکوں پر الزام لگانے میں ملیر ہیں۔

مورخہ ۱۶۔ مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۔ سورہ النور۔ رکوع ۹)

لا تتبعوا خطوات الشیطن۔ ایمان والو۔ اللہ سے دور غیبت روح۔ یعنی شیطان کی راہ اختیار نہ کرو۔

ومن یتبع خطوات الشیطن۔ برب اور شیعہ میں فسق و فجور بڑھنے کا باعث بڑگان کو تہم کرنا ہے۔

ولا فضل اللہ۔ حضرت عائشہ کی عمر ۶ سال کی تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح ہوا۔ اور ۹ برس کی عمر تھی۔ جب نبی کریمؐ اپنے گھر میں لے آئے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم بہت سی معمولی غذا تنگی سے کھاتے تھے۔ پہلا قرین کی لڑکی کہاں موٹی تازہ ہوگی۔ حضرت عائشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جنگ میں گئی تھیں۔ اونٹوں کے چلانے والے لوگ بڑے کج خلق اور تند خو ہونے میں حضرت عائشہ ایک مقام پر ذرا قافلہ سے باہر پانانہ کی حاجت رفع کرنے کے لئے گئیں وہاں

گلے کا ہار ٹوٹ گیا۔ اس کے دانے چنے لگیں۔ ذرا دیر ہو گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی گھنٹہ جوس نہ ہوتا۔ اونٹ والوں نے اونٹ کس لئے۔ اور قافلہ روانہ ہو گیا حضرت عائشہ واپس آئیں۔ تو دیکھا کہ لوگ چلے گئے تھے۔ آپ نے سوچا جس وقت نبی کریم مقام پر پہنچیں گے اور مجھ کو نہ پائیں گے۔ تو کسی کو یہ خبر بھیجیں گے۔

قافلہ میں ایک شخص قافلہ سے پیچھے رہتا ہے۔ وہ آیا۔ تو آپ اس کے اونٹ پر سوار ہو کر آئیں۔ اور بعض منافقین نے بے ہودہ کہو اس شروع کی۔ اللہ تعالیٰ بریت کر کے ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اگر فضل الہی سے معافی نہ ہوتی۔ تو حضرت عائشہ پر اتنا ہام ان سب کو تباہ کر دیتا۔

ادول الفضل۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ

مورخہ ۱۹۱۰ مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۔ سورہ النور۔ رکوع ۱۰)

فارجعوا۔ لوٹ جاؤ۔ مگر آج کل کے مسلمان تو نادان ہیں اور طرح طرح کے شبہ کرتے ہیں۔ ایسی تسلیم بہت ہی لفع کی ہے۔ جب تم کسی گھر میں بغیر اجازت جانے سکو گے۔ تو کسی کے عیب پر اطلاع بھی نہ پاؤ گے اور اس طرح مطاعن۔ عیب بینی سے بچو گے۔

یغضوا من ابصارہم۔ پولیس بھی شرارتوں کے روکنے کے لئے کسی حد تک مفید ہے اور ضرور چاہئے لیکن بعض ایسے گنہگار ہیں۔ کہ پولیس اس میں کچھ نہیں کر سکتی وہ ان شریعت کام دیتی ہے۔ چمنے بہت سے ایسے انسان دیکھے ہیں۔ کہ ایک ہی نگاہ میں ہلاک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مومنوں سے کہہ دو نگاہ میں نیچی کھین میں تو ایسی بے برقع کا دشمن ہوں کیونکہ برفقہ والی آنکھ نیچی نہیں ہوتی۔ مریوی شہید اہل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر کسی مسیبن پر پہلی نظر پڑ جائے۔ تو تم دوبارہ اس پر ہرگز نظر نہ ڈالو۔ اس سے تمہارے قلب میں ایک نور پیدا ہوگا۔

کایبدا من ذینکھن۔ عرب میں ناک کے لئے کوئی زیور نہیں ہوتا۔ اس واسطے ہماری شریعت میں ناک کے زیور کا ذکر نہیں۔

ولیسر بن جحش علی جیو بھن۔ اور حنیوں کے گریبان پر ڈالنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ سر پرے منہ کے سامنے گھونٹ لٹکا کر گردن تک اس گھونٹ کو لٹکا کر پھر نظر بھی ضرور نیچے رہے گی۔

ادفناکھن۔ اس جتن سے ظاہر ہے۔ کہ ہر مذہب کی عام عورتوں کو اجازت اندر آنے کی نہیں۔ میں نے اس کے بڑے بڑے فساد دیکھے ہیں۔

کالتکھما۔ زندہ بچاؤ نہ بناؤ۔ رسم شمع کا استیصال کیا۔

مورخہ ۱۸۔ مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۔ سورہ النور۔ رکوع ۱۱)

ابتدا سورہ میں فرمایا کہ ہم نے بڑے ضروری احکام اس سورہ میں دئے۔ پھر فرمایا۔ کہ زنا بری چیز ہے (ب) کسی گھر میں بلا اجازت جانا منع ہے (ج) کسی پر عیب لگانا بہت بُرا ہے۔ لیکن ساتھ ہی کو دور کر دینے کا حکم ہے۔ نور سے تیز پیدا ہوتی ہے۔ اور تمام علوم خدا ہی کی طرف سے آئے ہیں۔

ظلمت میں جو چیز پڑی ہوتی ہے۔ اس کی خوبی یا نقص کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اندھیرے میں کیسے ہی گل و گلزار ہوں۔ کیسے ہی لطیف ریشم کے کپڑے ہوں۔ مگر جب تک روشنی نہ آوے۔ کچھ تیز نہیں ہو سکتی۔

اللہ نوز السموات والارض۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ جہان میں جو کچھ عجائبات دیکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کا نور ہے۔ یعنی حضرت حق سبحانہ کے نور کا ظہور ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نور جن پر پڑتا ہے۔ انہیں بعض کو آفتاب بعض کو چاند بنا دیا۔

مثل نورہ۔ اللہ تعالیٰ کے انوار میں سے ایک نور کی مثال یہ ہے۔

کمشکوۃ۔ ایک طاق ہو اس میں چراغ رکھ دیں۔

المصباح فی زجاجة۔ اس کے اوپر ایک چینی رکھ دیں۔ چینی کے رکھنے سے کاربن جلنے کے سبب دھواں جانا رہتا ہے۔

النرجاجہ کا نسا کوکب دزدی۔ پھر اس چینی کے اوپر ایک اور گلوب (جدا گلوب) رکھ دیا۔ اس گلوب کے رکھنے سے اس کے خواب اجڑا۔ جگہ بڑک اٹھتے ہیں۔

پھر وہ چراغ سارے کی طرح ہو جاتا ہے۔ دزدی جو ظلمت کو دور کرے۔ دھواں نہیں یوقد من شجرة مبادکتہ۔ اس چراغ میں کوئی تیل ہو۔ پر وہ تیل برکت والا ہو جو

شرق میں سے نہ غروب میں۔ (دنیا کا نہ ہو) یعنی فضل الہی کا تیل اس میں ڈالیں۔

دو لم تفسد نار۔ پھر اس تیل کو آگ لگانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ تو الہی فضل ہے۔ وہ کوکب درسی بنے گا الہی فضل سے۔

نور علی نور۔ نور وہ پہلے ہی ہے۔ پھر طاق۔ چینی۔ گلوب کے نور علی نور ہو گیا۔

یجھدی اللہ لنور من یشاء۔ اس نور میں تو امین کیا نظر آتی ہیں۔ ہدایت کی نظر آئے گی۔

فی بیوت۔ یہ نور چند گھر دن میں ہوگا۔ اب اعلان کرتا ہے۔ کہ وہ گھر چھوٹے نظر آتے ہیں۔ مگر وہ دن آتا ہے۔ کہ بڑے ہو جائیں گے۔

یدن کو فیہا اسمہ۔ ان گھروں میں اللہ کا بہت ذکر رہتا ہے۔ یعنی خدا کی باتیں ہی صبح شام کرتے رہتے ہیں۔

لیجس یہم اللہ احسن ماعملوا۔ پہلے لا یتیم تجارتہ ولا یتیم سے بتایا۔ کہ وہ آجکل تجارت کرتے ہیں۔ غریب خلفاء راشدین میں سے ہوں گے۔

مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۔ رکوع ۱۲۔ سورہ نور۔ رکوع ۶)

یسجد لہ۔ اس کی فرمان برداری میں لگے ہوئے ہیں۔

والطیر صفت۔ اس میں چینگوی ہے۔ کہ دنیا دیکھ لگی۔ پرند ان کفار کی لاشیں لے

نوحی کرکھائیں گے۔

والی اللہ المصیر۔ خدا کی طرف انسان نے پہنچا ہے۔

یزجی صحابا۔ دریا۔ سمندر۔ آدمی کے اندر ہے سب جگہ سے پانی بھاپ بن کر اوپر کو جا رہے ہیں اور مختلف جگہوں کے قطرے ایک دوسرے کے ساتھ مل رہے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کی افواج میں دور دراز سے لوگ شامل ہون گے۔

ودق۔ نالیان۔

من السماء۔ بادلوں سے۔

یصب۔ بعض اشیاء کو نقصان پہنچتا ہے۔

یقلب۔ رات کی وقت دن ہو جانا۔ تیرا عرصہ گزرا۔ اس وقت بجے رات ہو جاتی تھی۔

آجکل روز روشن ہے۔

ماء۔ نطفہ کا پانی۔

لقد انزلنا۔ اس سورہ میں پیشگوئیاں صاف صاف کر دی ہیں۔

واللہ یهدی۔ ان باتوں سے جو چاہے سیدھی راہ نکال سکتا ہے۔

یقولون۔ سوچنے سے کہتے ہیں۔ عمل نہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ تقیہ کرنے والے مخالفین منافقوں میں کہلائیں گے۔

دعوا۔ ان کے مطلب کے برخلاف اللہ رسول کا حکم ہو۔ تو اعراض کرتے ہیں۔

یکن لہم۔ ان کے مطلب کے مطابق (حق) شریعت کا مسئلہ ہو تو انہوں نے کو طیار ہو جاتا

ہیں۔

مورخہ ۲۱ - مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۵ - سورہ النور - رکوع ۱۳)

یَتَّقُوا۔ اصل میں یتقی تھا۔ من کی وجہ سے سی اڑی۔ تیرے سزا کی لگائی گئی۔ حق مکرور قبل مفتوح۔ لہذا حق ساکن ہوا۔

ان رکوعوں میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ایک نزع معرفت کا ہوتا ہے۔ جس سے بھلے جوئے کی تیز ہوتی ہے۔ وہ نذران گھروں میں ہوتا ہے۔ جن گھروں میں صبح شام اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں جو لوگ رہتے ہیں۔ وہ تاجر ہیں ان کے گھر چھوٹے ہیں۔ پر کسی دن اللہ ان گھروں کو بڑا بنا دیگا۔ چنانچہ اس قرآن شریف کا جمع کرنے والا حضرت ابوبکر صدیق ہے۔ پھر حضرت عمرؓ۔ پھر حضرت عثمانؓ اس کے شائع کرنے والے۔ پھر حضرت علیؓ ہیں۔ سچے روحانی علوم دنیا میں ہو پنے۔ میں نے بھی خود بلاد اسطہ حضرت علیؓ سے قرآن کے بعض معارف سیکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان رکوعوں میں یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ انصار میں خلافت نہ ہوگی۔

بلکہ مہاجرین میں۔ پھر یہ بتایا۔ کہ ان کا مقابلہ مسلمان بھی کریں گے۔ اور کفار بھی۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی مخالفت اسی طرح ہوئی۔ بعض لوگ خلافت کے قائل نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں کی مثال دی۔ کہ ایک وہ جو کفر کے سبب رات کو پانی سے بھجے دوسرے

وہ جو شریعت کے سمندر میں بھی ہو کر مقابلہ کریں گے۔

انجام یہ کہ چونکہ پرندان کا گوشت کھائیں گے۔ خلفاء راشدین میں سے حضرت ابوبکرؓ کے لئے بہت مشکلات تھیں۔ لشکر حضرت اسامہؓ کے ساتھ روانہ کر دیا گیا تھا۔

ادھر عرب میں جا بجا بغاوت پھیل گئی۔ مکہ میں لوگ آمادہ بغاوت تھے کہ وہاں ایک عقلمند انسان پہنچ گیا۔ کہ تم ایمان لانے میں سب سے پہلے تھے۔ اب مڑتے ہوئے میں سب سے پہلے ہو۔ تو اس پر وہ باز آ گئے۔

اذا خریق منهم معرضون۔ میں جس گروہ کا ذکر ہے۔ وہ نہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ

میں نہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں نہ حضرت عثمانؓ و علیؓ کے زمانے میں غرض کبھی منطفہ

منصور نہیں ہوا۔ مگر دوسرا فریق سمعنا و اطعنا کہنے والا۔ منطفہ منصور ہوا۔ چنانچہ قرآن مجید

میں فرمادیا۔ وادلتک ہم المفلحون۔

لیستخلفنہم۔ خلیفہ کا بنانا خدا کے اختیار میں ہے۔ اور میں اس امر میں خود گواہ ہوں

کہ خلافت خدا کے فضل سے ملتی ہے۔

ولیکن لہم۔ یہ سچے خلیفہ کی صداقت کے نشان بتائے۔ کہ انہیں تمکین دے گا

اپنے خوف بھی اٹھے گا۔ مگر وہ خوف امن سے بدلا جا دیگا۔ برخلاف اس کے جو ان کے منکر

ہوئے۔ وہ فاسق ہو گئے۔ چنانچہ دیکھ لو۔ کنجوں سے زندلوں سے بوجھ تو اپنے تئیں

ایسی گروہ کی خادم بنائے ہیں۔ جو کافر ابوبکرؓ و عمرؓ ہے۔

لعلکم ترجون۔ جاذب رحم کیا ہے۔ صلوٰۃ زکوٰۃ۔ اطاعت رسول۔ حضرت ابوبکرؓ کے

وقت زکوٰۃ کے لئے جنگ بھی ہوئی۔

مورخہ ۲۲ - مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۵ - سورہ نور - رکوع ۱۴)

لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی اَحَاجٌ۔ اندھوں سے لوگ قسم قسم کی پرہیز کرتے ہیں بعض

احسن آدمی نابینا کے پیچھے نماز پڑھنے کو کہہ رہے ہیں۔ جو بے نیاد بات ہے۔ حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں حضرت ابن ام کثوم کو اپنا جانشین

بنایا۔ جس میں نماز پڑھنا شامل ہے۔

من یتکم الی ادہوت خللتکم۔ ہندوستان میں لوگ اکثر اپنے گھر میں خصوصاً اس

بہو کی لڑائی کی شکایت کرنے رہتے ہیں۔ قرآن مجید پر عمل کریں تو ایسا نہ ہو۔ دیکھو اس میں

ارشاد ہے۔ کہ گھر الگ الگ ہوں۔ ماں کا گھر الگ۔ اولاد شادی شدہ کا گھر الگ۔

فاذا دخلتم بیوتاً۔ جب اپنے گھروں میں جاؤ۔ تو سلام علیک کہو۔ حدیث میں آیا

ہے۔ کہ اگر گھر میں کوئی نہ ہو۔ تو السلام علیسنا و علی عباد اللہ الصالحین۔ کہ لیا کرو۔

اکثر گھروں میں اس کا عمل درآمد نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان گھروں میں سلامتی بھی کامل نہیں

سفر السعادتہ جنھوں نے لکھی ہے۔ وہ ہندوستان میں آئے آٹھویں صدی کو آئے

بڑی خوبی کے آدمی تھے انہوں نے لکھا ہے۔ کہ ہندوستان میں بادشاہوں کو

سلام علیک کہنے کا رواج نہیں۔ اس کا یہ نتیجہ دیکھ لیں گے۔ چنانچہ سلطنت

یہی نہ رہی۔

مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۵ - سورہ النور - رکوع ۱۵)
لا تجعلوا دعا الرسول - اس بات کا خیال رکھو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پکار الی نہ ہو۔ جیسی اوروں کی پکار ہوتی ہے۔ مومن کو نہ چاہیے کہ نبی کریم کے بلائے کو جی ایسا ہی سمجھے۔ جیسا اوروں کے بلائے کو۔

یہاں سورہ نور کے نوٹ ختم ہوئے

ابتداء سورہ فتن

(پارہ ۱۸۵ - رکوع ۱۶)

مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۱۰ء

یہ سورہ صحابہ کی تاریخ ہے ان کے سچے حالات اس میں درج ہیں۔ سورہ مومنین میں عام مومنوں کو بشارت دی ہے۔ النور میں خلفاء کی خصوصیت بیان فرمائی ہے۔ اس میں صحابہ کی تاریخ اور حالات درج ہیں۔

نزول الفرقان - الفرقان یوم البدر جو مومنوں کی مکر کو توڑے و آدمی کہہ میں بڑے شروع تھے۔ وہ زبری طرح ہلاک ہوئے۔

للعالمین نذیراً - کفار بذر کی ہلاکت تمام جہان کے لئے نشان ہوگی۔
لم يتخذ دلاً - جب ولد نہیں تو کسی کا کیا لحاظ جب قوم بگڑی نذیر آگیا ایمین پیشگوئی ہے کہ ابن اعد کہنے والے بھی مفتوح ہونگے۔ اور شکر بھی۔

انزل الذی یعلم السیر - وقالوا اساطیر الاولین - کا جواب ہو کہ یہ کہانیاں نہیں ہیں۔ پیشگویان ہیں۔

مالی هذا الرسول - یہ تو انسان ہے حالانکہ لکھا تھا۔ خدا فاران کے پہاڑ سے آیا ملقی الیہ - یہ مطالبہ بعض پیشگوئیوں کی بنا پر تھا کہ اس کے ہتھ توقیر و کبریٰ کے خزان اور بیت شام آئے جاسین۔ یہ سب کچھ ہوا۔ مگر وہ جلد باز تھے۔ وہ کچھ فائدہ نہ اٹھاسکے۔

محوراً - جو روٹی کھائے پانی پیئے بڑا ساحر - (۱۲) جس پر کسی کا جادو چل جاوے۔

مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۸۵ - سورہ الفرقان - رکوع ۱۷)

تختہ الانہار - دنیا میں بھی یہ باتیں پیشگوئی کے رنگ میں پوری ہوئیں مگر

ایسے باغات کے وارث ہوئے جن کے نیچے جیون۔ سجون۔ گنگا جمنہ بہتے ہیں اور ایسے ملکوں کے وارث ہوئے۔ جنہیں قیصر و کسرت کے محل تھے۔
مقرنین - عائد مکہ کی مشکین اس دنیا میں بھی کسی گنہگار۔

ثبوسراً - (۱) صرف (نجات) (۲) ہلاکت

لنوال الذکر - اللہ کی یاد چھوڑ دیتے ہیں۔

فتنة - ایک تندرست ہونے میں۔ ایک مریض۔ ایک بادشاہ۔ ایک اللہ العزیز رسول۔ ایک غنی۔ ایک فقیر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہم ہونے میں۔

اسجکہ پارہ اہل ہوان کے نوٹ ختم ہوئے

الحمد لله رب العالمین

(سورہ الفرقان)

نور فرقان ہو جو سب نوروں کے آجلے نکلا پاک ہے کہ یہ انوار کا دریا نکلا

یا الہی تبار فرقان ہے کہ اک عالم ہے جو ضروری تھا وہ سب ایمین تمہارا نکلا

کس سے اس نور کی مکن ہو جہاں میں تشریف وہ توہمات میں ہر وصف میں کیتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا فرقان پھر جو سچا توہر اک لفظ مسیحا نکلا

ہو قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور ایسا چمکا کہ صد نیر میضاب نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں

جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعلیٰ نکلا

حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی المامولوی نور الدین صاحب فرماتے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

کہا کہ یہ کفر لغت سے واضح میں کچھ نہ بنے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ سب روپیہ برباد ہو گیا۔

مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورہ الفرقان رکوع ۲)

وذیلاً۔ بوجھ بٹانے والا۔

اصحاب الدین۔ میں نے اس کے متعلق بہت تحقیقات کی جو کوئی کتاب اللہ کے کی نہیں ملی۔ ان قرآن مجید میں تدبیر کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ اس سے مراد۔ دوست کو کنوین میں ڈالنے والا ہے۔

ان یخذلوا کلاً ہذا۔ بڑا حقیر ذرا دیکھیں۔

مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورہ الفرقان رکوع ۳)

الم توالی دیکھ کیف مد الظل۔ کیا تم نے نہیں دیکھا اپنے رب کا ایک عجیب نظارہ اس نے وہ سایہ بنایا ہے جو صبح صادق سے لے کر غروب تک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اختیار تھا کہ وہ سایہ اپنے رنگ ہی میں ٹھہر جاتا سورج کو دلیل بنایا کہ وہ سایہ سورج کے سامنے آگے آگے ہی ٹھٹھا چلا جاتا ہے۔

فی سبتہ ایام۔ چھ دنوں۔ چھ مختلف مراتب طے کرا کے۔

دما السجین۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ ایسے خاص موقع پر رحمن نہیں بولا کرتے بلکہ یہیابی یوم فرین صفت رحمانیت کی منکر ہیں۔ اسی واسطے کفار اور منافق کے قاتل ہوتے ہیں۔

مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورہ الفرقان رکوع ۴)

بدوجاً۔ روشن ستارے۔

مداجلاً۔ سورج۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سراج منیر فرمایا۔ خلفتہ۔ ایک وقت میں ایک چیز رہ جاوے دوسرے وقت میں پوری کرے۔ اسمین سمجھایا ہے کہ تم زمین کے روشن ستارے بنو۔ اگر کوئی وقت غفلت کا گزرا ہے تو اب اسکی تلافی کرلو۔

ھکوناً۔ بڑی سکنت و آرام کے ساتھ۔ وقار سے زندگی بسر کرو۔ عباد الرحمن

متبک۔ متوجہ۔ فساد میں کوشش کرنا۔ عصبان میں منہمک نہیں ہونے۔

قالا سلماً۔ جب جاں مخاطب کریں۔ تو سلامتی کی راہ اختیار کرنے میں۔

یلتیون لربھم مجدداً و قیاماً۔ مہینہ رات عبادت کے کام کرتا ہے۔ انگریزی پڑھنے

والون کو عبادت چھوڑ دو۔ کہ دو بجے سوئے۔ اور ۸ بجے اٹھے۔

پارہ انیسواں

سورہ الفرقان رکوع ۱

(مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۱۰ء)

کایہ جون۔ ڈرتے نہیں۔

ولا انزل علینا الملائکۃ۔ ہمیں کیوں رو دیا نہیں ہوتے۔ ہمیں کیوں الہام

نہیں ہوتا۔

وہ زمیں ہمارا حق ہے جو کہ بادشاہ خدا اگر میرے گھر میں سما کیوں نہیں لیتا۔ کیونکہ اس کی تو اتنی ہی قدر ہے کہ ایک نمبر درجے مار کر اس سے معاملہ وصول کرے۔

ویقولون۔ فرشتے کہیں گے۔

حجراً محجوراً۔ حرام محرم ہے۔

ھباءً منشوراً۔ کوٹھڑی میں جو دھوپ پڑتی ہے اس میں جو ذرے سے نظر آنے میں ان کو مہیا کرتے ہیں۔ (۲) غبار (۳) ہوا میں جو دھول اڑتی ہے (۴) پانی جو بہ کے چلا جاتا ہے۔

دیوم تشق السماء بالغمام۔ دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ ھل یظہرن الا

ان یا تیمم اللہ۔ یہ ایک پیشگوئی ہے۔ جنگ میں بادل بھی برسا۔ فرشتے بھی اترے اور مسلمان مظفر و منصور ہونے اور کفار شکست باب۔

لم اتخذ فلاناً۔ کئی دوست بڑی ترغیب دے کر جہنم کی راہ دکھاتے ہیں ان سے بچو۔

دقال الرسول۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کے منزل کی یہی وجہ خدا

کے حضور بیان فرما دیں گے کہ اسلام میں نے عملی طور پر قرآن شریف کو چھوڑ دیا۔ مثلاً

قرآن نے ایک قاعدہ بنایا ہے۔ دلہن شکرت کا ذیاد نکم۔ بہت لوگ ہیں جو اس

کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ مجھ کو ایک دفعہ ایک عورت نے ایک دھیلادیا۔ میں نے شکر

کیا کہ یہی پیہ خدا کے نام دے دوں۔ تو خدا تعالیٰ ایک دانہ کی کئی بالیاں اور سات

سات سو دانے بنانے والا ہے۔ اور اگر اپنے علم کے مطابق دوائی بنا لوں۔ تو وہیں ہزار

غریبے کام آئے۔ اور اس شکر سے بہت نفع اٹھایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شکر کا روح تھی۔ جو کچھ اہل گیا۔ ہیں لیکن بعض

لوگ ہیں کہ وہ خدا کی نعمت پر شکر نہیں کرتے۔ اور پھر ساری عمر دکھ میں رہتے ہیں۔ ایک

شخص کو میں نے مین ہزار روپیہ دیا۔ اس نے کہا کہ اس سے میرا کیا بنتا ہے۔ بیٹھے

غراماً - سخت لازم۔

ان یعاقب یکن غراماً۔

کسی کو اگر سزا دیتا ہے۔ تو عذاب لازم و سخت ہوتا ہے۔ غلام عشق و محبت کو بھی پونے میں جو چیز مضبوطی کے کسی کے پیچھے پڑ جاوے وہ غلام ہے۔
لہذا غلام غلام کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔
غراماً - معتدل۔

کلام دون - زنا۔ اپنی شہوت کو ناجائز طور پر جسم میں کرنا۔

انما - دوزخ کا ایک درجہ۔ دیان۔

یضعف - بڑھ چڑھ کر۔ یخلفیہ - مہلتاے دراز رہیگا۔

لا یشہد دت الذر - کبھی موجود نہیں ہوتے۔ وہو کے
کی بات میں نہ خود کرنے میں۔

یہاں سورہ انفطار کو ٹھہرتے

ابتداء سورہ الشعراء رکوع ۵

پارہ ۱۹

۳۱ - مئی ۱۹۱۰ء

اللبین - کھول کے سنانے والی۔

الایکون موتمنین - کیا تو بھگان کر دیگا۔ اپنی جان کہ یہ تو دس شریر ایمان نہیں لائے
محدث - نئے پیرائے والا۔ بات تو وہی ہوتی ہے۔
یسکتون - جسے خفیف گوانتے تھے۔

یکم جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹ - سورہ الشعراء رکوع ۶)

تاوی - آواز جی۔

القوم الظالمین - قوم فرعون اس کا بیان کیا ہے۔

دب اتی اخاف - اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ کو خود اپنے طور پر کوئی خواہش نہ تھی کہ میں نبی بنوں۔ جب قدر بگ خواہشوں کے گردیدہ میں۔ وہ اکثر ناکام رہتے ہیں۔
فضل انہی پر ہوتا ہے۔ جو خود خواہش نہیں کرتے۔ خدا کے فضل پر بہرہ ور کرتے ہیں یا کہ
اور کتبہ قابل یادداشت ہو۔ کہ تو قرآن میں یا تو رب سے شروع ہوتی ہے یا اللہ سے
ولہم علی ذنب - یعنی اسے مولا تیرا تو مجھ میں نہیں۔ گمان کے زعم میں ان کا
ایک گنا دیکھتے ہوئے ہے۔

قا ذہبا - اس کے معنی میں جاؤ جاؤ۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے صرف موسیٰ ہی نے

جا کر کلام کیا۔

القی فعلت - ایک شامی خاندان آدمی کی موت کی طرف اشارہ ہے۔

وانا من الضالین - فسر یا بے شک میں نے ایسا کیا اور میں محبت کرنا والا
ہوں۔ بعد جیسے تم کو صحت قوی ہے۔ مجھ بھی ہے۔ مجھ بھی اپنی قوم کو تکلیف
میں دیکھا نہیں جاتا۔

وتلک لغتہ - حضرت موسیٰ علیہ السلام شرم و ناتوانی میں کہ واقعی بڑا تم نے احسان کیا
ہے کہ ساری قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ اور ایک آدمی کو پرورش کیا تو بادشاہ ہو کر اس کا
احسان جتاتے ہو۔ یہ معنی مجھ پر نہیں کہ حضرت موسیٰ نے اس احسان کا اقرار
کر لیا۔ فرعون اس کا جواب نہیں دے سکا۔ اس لئے اور بات شروع کر دی۔ اور
پھر کبھی یہ احسان نہیں جتا یا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ نے شرم دلائی۔

قال لمن حولہ - ایک گروہ ہے۔ جو خدا کو صرف علت العلل سمجھتا ہو اور اسے
موجودیت قرار نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ فرعون حضرت موسیٰ کے رب السموات
والارض پر مبنی اڑاتا ہے۔ مگر حضرت موسیٰ اپنی بات پر قائم رہے۔ اور رکیم
و رب آبائکم پھر رب المشرق والمغرب فرما کر اس کے افعال قدرت کا ذکر کیا۔
الہا غیوی - مشرک قوانین بادشاہ کو بھی معبود قرار دینی میں۔

مورخہ ۳ - جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹ - سورہ الشعراء رکوع ۷)

فالقی عصا - حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ خدا نے میرے عصا میں
طاقت رکھی ہے۔ کہ وہ تیرے ہاتھ میں سانپ ہو جاوے گا۔
بیضاء للنظرین - اور میرے ہاتھ میں ایسی روشن تعلیم ہے کہ وہ ظلمات کو دور کرے
لسحر و علم - باریک دربار یک علوم کا ماہر۔ چالاک شخص۔
فماذا تأمرون - اپنے ماتحتوں سے اس طرز کا کلام شرافت سے۔
لمن المقربین - یعنی اپنا معاصی بنا لو گنا۔

من خلاد - خلافت و رزی کے سبب۔

کاصبلکم - صلیب پر چڑھاؤں گا تاکہ عام طور پر تشہیر ہو جاوے۔

قالوا الاضیاء - دیکھو اسی قوت یا تو وہی سحر آتش لانا لاجرا اور بعزۃ فرعون کہ
رہے تھے یا اب فرعون کی دھمکی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔

مورخہ ۴ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹ - سورہ الشعراء رکوع ۸)

انبار کا بھروسہ اپنے جتنے پر نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اس بات
شاید ہے کہ آپ فرعون کے عظیم الشان بادشاہ کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے۔
انکم متبعون - یہی کریم کو سنا ہے کہ آپ بھی اور آپ کے ساتھ والے کتے
چل دو۔ تمہارا بھی سچا کیا جاوے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دشمنوں نے پیچھا کیا۔ مگر ان کا حشر فرعون کی مانند ہوا۔
راستبازوں کی عداوت کبھی نیک نتیجہ نہیں لاتی۔ یہاں تک کہ ان کی اولاد میں بھی
نیک نتیجہ نہیں نکلتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا یخاف عقاباً۔
شراذم۔ جماعت۔

قلیلون۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ خیر جوامن دیار ہم وہم الوف کئی ہزار تھے
حلف دون۔ چوکس با ساز و سامان

داور شتھا بنی اسرائیل۔ دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے اپنی جماعت کو جب ایک علاقہ میں فتح کے لئے جانے کو کہا۔ تو وہ یوں نے
جواب دیا۔ اذهب انت و ربک فقاتلا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت رنج ہوا
تو وہما کی۔ فاضرق بیننا و بین القوم العاسقین۔ جسکی وجہ سے چالیس سال
جنگل میں سرگردان رہے۔ پھر تاریخ شہادت نہیں دیتی۔ کہ بنی اسرائیل مصر کے ملک
ہوئے۔ پس مراد یہ ہے۔ کہ ملک مصر کی مثل کئے گئے۔ گویا ضمیر مثل کی طرف
پھیری گئی۔ جیسے اخذات اور ہمما و نصف۔ میں نے ڈیڑھ درجہ لیا۔ حالانکہ
وہ نصف اسی درجہ کا نہیں۔ بلکہ دوسرے درجہ کا نصف ہے۔ جو اس پہلے کی مثل جو
تراء الجمعین۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ رویت اور چہرہ اور
اوراک اور (انامد رکن)

سیحیدین۔ میرا رب مجھے کوئی راہ غلطی کی بتا دے گا۔ یہاں ایک سو فیہ نکتہ
ہے کہ ابوبکر صدیق نے بھی جب غار میں انامد رکن کہا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ان معنادینا۔ اور حضرت موسیٰ ان معی کہتے ہیں۔
اضرب بعصا البجہ۔ ایک مقام پر اضرب بعصا الحجج کی وحی ہوئی۔
اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں اپنے عصا کو بھریا حجریر مارو۔ اور ایک ترجمہ یوں
کرتے ہیں۔ اپنی جماعت کو سمندر میں سے لے چل۔ چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا
فاضرب لهم طریقاً فی البحر یبسا۔ ان کے لئے ایک خشک راستہ پڑا
ہے۔ وہاں سے نکال لے جاؤ۔

فانقلب۔ یعنی وہاں دریا چٹا پڑا ہے۔ خشک ہو چکا تھا۔

۵۔ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورہ الشعراء رکوع ۹)

ابراہیم علیہم السلام کی اولاد دو بیویوں سے تھی۔ ایک بیوی سے اولاد وہ بن
مقیم ہوئی۔ جون کہ وہ مورث لے لے اس لئے ان کا واقعہ اہل عرب کو فضیلت
سے سنا جاتا ہے۔

کالبیہ۔ اپنے ایک بزرگ کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ والد اور تھا۔ جیسی اب کے
ساتھ آذر آیا ہے۔ دوم بڑا ہے من والد کے لئے دعا کی۔ اور اب کے لئے دعا
سے منع کئے گئے۔ چنانچہ نورات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا نام تارا تھا۔
وجدنا آباءنا۔ تعجب ہو کہ لوگ دنیا کے معاملات میں توجہ نہ دیتے ہیں۔ مگر

دین کے بارے میں وجدنا آباءنا کہہ دیتے ہیں۔ کیا لوگ ریلوں (سٹیم ریلوں) پر
سوار نہیں ہوتے۔ حالانکہ ان کے باپ دادا نہیں ہوئے۔ یہ محض جیلہ سلاخان
میں۔ جو مشرکین اللہ کی عبادت نہ کرنے کے لئے کرتے تھے۔

فانہم عدلی۔ حضرت ابراہیم علیہم السلام نے اعلان کر دیا۔ کہ یہ بت میرے
دشمن ہیں۔ اگر ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ تو سب سے پہلے پہنچائیں گے۔ مگر ایسا ہرگز نہ ہوگا
فیہدیہدین۔ جب ہم ایک انسان کی رضامندی کی راہ دریافت نہیں کر سکتے
تو اس واراوار ذات کی رضامندی کی راہ سو کسی کے بتانے کے کس طرح معلوم کر
سکتے ہیں۔

واذا مرضت۔ ایک عجیب نکتہ یہ ہے۔ کہ مرض کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ بعضی نہیں
فرمایا۔ کیونکہ خدا کی طرف سے کبھی نہیں آتا۔ جب تک انسان کوئی کمزوری نہ کمال
حکماً۔ وہ مضبوط راہ جس کی خلاف ورزی پھر نہ ہو سکے۔

برجوازم داکے اپنے لئے ایک بات اختیار کرنے میں۔ تجربہ سے مفید ثابت نہیں
ہوتی۔ تو وہ پھر ٹوٹنے میں۔ خدا کی باتیں ایسی نہیں ہوتیں۔

لسان صدق۔ بڑے بڑے علوم پھیلین گئے۔ ترقیان ہون گی۔ الہی میری زبان
ایسی بنتے ہو۔ کہ اس کے خلاف کبھی کچھ ثابت نہ ہو۔
المجہنون۔ خدا سے قطع تعلق کر نیوالے۔

مورخہ جون ۱۹۱۰ء

پارہ ۱۹۔ سورہ الشعراء۔ رکوع ۱۰-۱۱-۱۲

حضرت نوح علیہ السلام کا ملک و جملہ قزاق میں تھا۔ وہاں کے رہنے والے بڑے
عیش میں تھے۔ جیسے کہ آجکل یورپ و امریکہ کا حال ہے ان کی دولتندی کا یہ حال
ہے کہ سنگھ در سنگھ تک کوئی چیز نہیں اور عرب میں تو بس ۱۰۰-۱۰۰۰-۱۰۰۰ تک
ہے۔ حضرت مسیح نے کہا کہ اونٹ کا سوئی کے نمک سے گزنا آسان ہے۔ پر
دولتند خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے انبیاء کے متبعین
غریب لوگ ہوتے ہیں۔ اور نادان اس پر اعتراض کرنے میں۔ چنانچہ حضرت نوح
کو بھی کہا۔ واتبعک الاذلون۔

بما کافا یھلون۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ ان غریبوں نے کوئی ایسا عمل
کیا جس سے ان کو نبی کی متابعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور تم نے کوئی ایسا
عمل کیا۔ جس کی وجہ سے خدا نے تمہیں یہ توفیق نہ بخشی۔ اور تم منکر ان رسالت
ہوئے۔

انسان کا سلسلہ اعمال چلتا ہے۔ اور اس سلسلہ کے مطابق اعمال کا پھل
انسان کو ملتا ہے۔ خشت اول چون نندمہ رکج۔ پو تاثریاسے رسد دیوار کج
اسی واسطے یہ دعا ہر خطبہ جمعہ میں پڑھی جاتی ہے۔ نفوذ باللہ من
مشرد و انفسنا دمن سیتات اعمالنا۔ کہ ہمیں اعمال کے بد نتائج سے
محفوظ رکھ۔

وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ الَّتِي تَكُونُ مِنَ الْمَرْجُومِينَ كَمَا تَكُونُ مِنَ الْبَارِكِينَ

وَأَطِيعُوا أَمْرًا مِمَّنْ كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ - یہاں نور رسول یعنی کتاب اللہ میں ہو سکتا۔

انتہیوں - وہ قوم اسبجو اور مالی شان مکان بنانی تھی۔

دریغ - شرف (اونچی جگہ) طریق (رستے) منظر - (عمدہ نظر کی جگہ)

مصانع - جمع موضع جس کے معنی کلین اعلیٰ کو ٹھکان۔

خلاق الاولین - اولد فتن بائین میں۔

تختوں من الجبال بیوتا - پہاڑوں پر کو ٹھکان بناتے ہو۔

انت من السحرة - یعنی تو بھی کھانے پینے کا محتاج ہے۔ (۲) تم پر کوئی جادو

کر گیا (۳) تو جادو دیا گیا ہے۔ تقریر لطیف کرتا ہے۔

مورخہ ۸ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹ - سورہ الشعراء - رکوع ۱۲-۱۳)

چار چیزیں ہیں نقصان دہ ہیں (۱) غضب جس سے بڑے وقت ہوش حواس

باطل ہو جاتا ہے (۲) اس کے پانی مائع میں (۱) چلتا ہوا ٹھہر جائے - ٹھہرا ہوا بچہ جادو

(۳) بیٹھا ہوا ایٹ جاوے (۴) لاول پڑے (۵) بائیں طرف تھوک دیوے - ٹھنڈا

پانی پی۔

(۶) شہوت - النساء و بآل الشیطان - شہوت نے بہت سی مخلوق کو دیر میں ڈالا ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا - من یغفل عن ما بین لحيته و ما بین

رجلیه اضمن له الجنة

وہ چیز جو دو جبر مل کے درمیان ہے - اور وہ جو رافون کے درمیان ہے

اگر تم ان پر قیام پاؤ - تو میں تمہارے جنت کا ذمہ دار ہوتا ہوں۔

جو لوگ شہوت کا خیال رکھتے ہیں وہ جہان میں مبتلا ہو جاتے ہیں - نظر حفظ

دل کا حوصلہ - تمام طاقتیں کمزور ہو جاتی ہیں - یہ شہوانی فطر کا نقصان ہے جو اس

سے آگے بڑھے - وہ سوزاک - آتشک میں گرفتار ہونے میں۔

۳ - حرص و طمع و نبوی - اس میں زحلال کو دیکھنے نہ حرام کو نہ دیانت نہ امانت

اپنے لئے سب کچھ حلال دوسرے کو اس کا حق دینا بھی بار خاطر۔

۴ - کسل و کالی - مسلمانوں میں یہ مرض آج کل ہیٹ ہیٹ ہوا ہے - نماز میں

ابن حزم کا مذہب یہ ہے - کہ دَعَا اللَّهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ الْكُسْلِ وَ

فرض سمجھتے ہیں۔

عجز کے معنی میں اسباب کا جمع نہ ہونا - کسل اسباب مہیا شدہ سے کام نہ لینا

۵ - فَرَحٌ اَبْعَادٌ ہم من العلم - دوسرے کی تحقیر اور اپنے تئیں بہت کچھ

سمجھنا - اور اپنے علم پر ناز ان ہونا۔

من رکوعین میں انہی باتوں کا ذکر ہے۔

لَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ - جب ناصح نے بے جا شہوت سے روکا - تو غضب میں آئے

یہاں سراجوم ہے۔

اصحاب الایکۃ - ایک ندی کو کہتے ہیں - جو بہتی ہو - بن ہی ترجمہ کیا ہو۔

ادفوا الکلیل - یہ حوص طمع و نبوی کے چھوڑنے کا وعظ ہے۔

مورخہ ۸ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹ - سورہ الشعراء - رکوع ۱۵)

عربی مبین - کھول کھول کر سننے والی۔

لفی ذہب الادلین - دیکھو بعیاد کے باب ہم وہ کو۔

عن السبع طعن دلوں - قرآن الی کتاب ہو کہ شریر اس کے سننے کی بھی برداشت

نہیں کر سکتا - چہ جائے کہ دوسروں کو اس کی تعلیم ہے۔

وانذار عشیرتک الاقربین - مؤمن پر لازم ہے - کہ پہلے اپنی اصلاح کرے

پھر اقربا کو سمجھائے - اور ان کو سمجھانا تلوار کی دھار پر چلنا ہے - نبی کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اقربا کو خوب سمجھایا - پہلے دعوت کی - موقع نہ ملا - تو پھر

دعوت کی - اور انھیں وعد کیا - پھر جو کسر رہی - تو پہاڑ پر چڑھ کر سب کو نام بہ نام

پکارا - یہاں تک کہ صبح سے لیکر عصر کی نماز کا وقت آگیا - عصر کے بعد کہا - کہ اگر

ہم کہیں کہ مکہ پر دشمن کا لشکر چڑھائی کرنے والا ہے۔

تو تم میری بات کا یقین کرو - یا نہیں او غصوں نے کہا - کیوں نہیں کہ آپ صادق ہیں

اس پر آپ نے کہا - انا الذی فی العریان - میں ڈرا ہوا لا ہوں - دیکھو تم پر عذاب

اکھی آئے والا ہے - اپنی عاقبت کی فکر کرو - اور اپنے تئیں شیطانی اعمال سے

بچاؤ۔

میں بھی عصر کے بعد نصیحت کرتا ہوں - کہ اپنے تئیں بے جا غضب

شہوت - کسل و کالی - حرص و طمع سے بچاؤ - اس وقت صحابہ کی طرح نہیں مروت کا

سامنا نہیں - بکاہ دین کی خدمت آسان ہے - تم قسم چلاؤ - تقریر کرو - مگر

خدا کی رضا مندی کے لئے۔

والشعراء - وہ ناک بند جو بہادری - مروت - تواضع و رحم کی تعلیم کہتے

ہیں - مگر خود اپنے اندر وہ باتیں پیدا نہیں کرتے - اور جس کی خدمت کرتے

ہیں - اس سے خود نیچے نہیں۔

ما ظلموا - اس وقت ہم پر یہ ظلم ہوا ہے کہ اللہ پر اس کے رسول آپ

پر اس کی مٹھ پر بیویوں پر خطرناک حملے ہوتے ہیں - اول عیسائیوں کیطون

سے پھر یہودیوں کی طرف سے - پھر آریوں کیطون کے ان کی نزدیک کیا ہے

یہاں سورہ الشعراء کے نوٹ ختم ہوئے

حضرت خلیفۃ المسیح و المہدیؑ الامام الہادی حکیم نور الدین صاحب کے فراموش ہوئے و زانہ ورس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

تسع آیت - عصا - يد بيضار - جراد - شفعاء - دم - مری - حسین - اکو تہیٹے
مارے گئے - خمس اموال - طوفان -

مورخہ ۱۱ - جون ۱۹۱۰ء
(پارہ ۱۹ - التمل رکوع ۱۴)

اتیناد او دوسلیمان علما - علم - حصل خلق - موت داغ - ستاد - فرصت
اور سب سے بڑھ کر فضل الہی پر موقوف ہے - بغیر فضل الہی کچھ بھی نہیں ہوتا
جس کی جاذبہ عائن ہیں - آتینا اسیر اسطے فرمایا -

وقال الحق للہ - دوسرا ذریعہ حصول علم کا حمد و شکر ہے - دلن شکستہم لانیتم
دردت سلیمان - یوں حضرت داؤد کے امیں لڑ کے تھے - مگر علمی وارث
سلیمان ہوئے -

منطق الطیر - ایک منطق الطیر - اس علم کا نام ہے - جو انبیاء کو عطا ہوتا ہے دوسرا
وہ جو حکما کو - تیسرا تجزیہ کاروں کو - سلیمان علیہ السلام کو متینوں علم بخشو گئے
داد التمل - طائف کے پاس سونے کے ذرات ٹھکنے کا ایک آلہ ہے - ان کو چھیننے
والوں کا نام نمل ہے - ہمارے ملک میں بھی ایسے لوگن کو کیرے کہتے ہیں - اور
اس قسم کی کئی قومیں ہیں - مثل مورکٹانے - چوہے - ایک کتاب میں لکھا ہے
ہارون رشید کے آگے ایک عورت نے خضلی پیش کی اور کہا - ہمارے ملک میں
ایک دفعہ سلیمان بھی آئے تھے -

قاموس میں برگ کے آگے لکھا ہے کہ البکۃ من میاد نملۃ -
دھم لایشرعون - یہاں ایک لطیف نکتہ ہے - کہ پہلے لایحظنکم کہہ کر
صریحا ایک الزام لگایا - مگر ساتھ ہی لایشرعون سے ازالہ کر دیا - ثبیر پرافس کر
نملہ میا حسن ظن بھی صحابہ ہی پر نہیں رکھتے -

کادى الہد - برآید در جہان کارے ز کارے -
طیر کا جائزہ لینے بات میں بات آگئی - اور اس شخص کی نسبت سوال کیا -
انہ من سلیمان - یہ قرآن شریف میں خطوط کا نمونہ ہے - بڑے بڑے
القاب و آداب لکھنے والے عبرت پکڑیں -

۱۲ - جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹ - سورہ التمل رکوع ۱۸)

حضرت سلیمان کی نسبت یہ غلط طعن ہے - کہ آپ (نعمو باللہ) ایک عورت

پارہ انیسواں

سورہ النمل رکوع ۱۴

(مورخہ ۱۱ جون ۱۹۱۰ء)

طیس - ط کے معنی صحابہ نے لطیف کئے ہیں اور اس کے معنی یسع
ابن جبر سے اسی سورہ نمل بیان کیا ہے -
مہین - کھول کر سنانے والی -

ذینا الہم اعمالہم - ترجمہ جو عام طور پر کیا جاتا ہے - وہ غلط ہے صحیح معنی یہ
ہیں - جو کام بندوں کو کرنا چاہئیں - ہم نے ان کو نہایت خوبصورت کر کے پیش کیا جو
مگر جیسا کہ اندہ کسی خوبصورتی کو دیکھ نہیں سکتا - اسی طرح یہ بھی نیک اعمال کے جمال کو
دیکھ نہیں سکتے - اس واسطے بد اعمالی میں پڑے ہیں -

اذ قال موسیٰ - یہ بیان یہ بات سمجھانے کے لئے ہے - کہ اے نبی تمہیں یہ
قرآن - تیری کسی قسم کی خواہش کے ذریعے - جیسا کہ موسیٰ کو پیغمبری دی -
لاہلہ - اپنے ساتھ رکھنے والے کو اس بات میں بحث ہے کہ میری ساتھ کیا نہیں
انی انست - معلوم ہوتا ہے کسی اور نے اسے نہیں دیکھا -

ان بودک من فی النار - بکت و لگیا ہے - وہ شخص جو آگ کی طلب و جستجو میں ہے
بھی معنی صحیح ہیں -

الق عصاک - اپنا عصا رکھ دو -

جان - شک

لا تخف - آگ کے نظارہ سے مراد جنگ ہے - گویا سمجھا یا گیا کہ بڑی جنگوں سے
تجھے واسطے پڑے گا - قرآن کریم نے اس مسئلہ کو خوب کھلا ہے - کھٹا اوقدوا
نادا للحب الخفاہا للہ - اور سانپ کے نظارہ سے یہ بتایا - کہ تو کسی لانا نہیں
رہیگا - بلکہ تیری جماعت سانپ کی طرح ان دشمنوں کو کھجا جاوے گی -

آ - اس آیت پر بڑی بحثیں ہیں - بعض کو میں نے دیکھا ہے - کہ لا منقطع
نہیں ہوتا - یہ آیت بمعنی داؤد کے ہے -

ادخل یدک - یہ تیسرا نظارہ ہے - اس میں سمجھا یا گیا - کہ ہم تجھے روشن تسلیم
کی کتاب دینگے - جس میں کوئی بدی نہ ہوگی -

کے عشق میں مہستلا ہو کر بُت پرست بھی ہو گئے۔

قرآن کریم ایسے تمام مطاعن کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ ایسے بے ہودہ و مضر قصص سے تمام راستبازوں کی ذات ستودہ صفات پر حملہ ہوتا ہے۔ اس کو ع میں بتایا گیا ہے۔ کہ وہ عورت خود بھی مشرک نہ تھی۔ چہ جائیکہ حضرت سلیمان ایسے ہوتے۔

افسوسنی فی امری۔ یہ ہر ایک سادہ منہ دانشور انسان کا قاعدہ ہے۔ کہ اہم امور میں مشورہ کر لیتا ہے۔

فلما جاء۔ بہدیتہ سے ہدیہ لیجانے والے کا بھی پتہ چلتا ہے۔ جار کا فاعل وہی ہے۔

قال یا ایہا الملأ۔ ان دون من حضرت سلیمان طائف میں تھے۔ درمیانی بیان ہے کہ صلح ہوئی۔ اور یہ کہ وہ حضرت سلیمان کے نکاح میں آوے۔ یا تینی بعرا شہا۔ یہ اس لئے کہ جب اس ملک نے آنا تھا۔ تو اس کے لئے تخت بھی چاہیے۔ تاکہ وہ اپنے تخت جیسا تخت نہ پا کر کچھ دل میں محسوس نہ کرے۔ انا آتیک۔ میں ویسا بنا لاتا ہوں۔

لعوی امین۔ اس کے جواب میں اُس کے متعلق امانت کا یقین دلایا۔

قبل ان یصل الیک طرفک۔ سرکاری معاملہ۔ جوہر سہ ماہی یا شمشاہی کے بعد آتا ہے اسے طرف کہتے ہیں (۲) بادشاہوں کو کسی بات کا خیال لگتا ہو۔ اس خیال کے متعلق جواب آوے۔ تو اسے طرف کہتے ہیں۔ (۳) عربی زبان میں من سے جو قاصد آوے اسے طرف کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ عرب کے ایک طرف پر ہے۔ پس معنی ہوئے کہ قبل اس کے کہ میں کے لوگ آئیں۔ یا آپ کو جن کے آنے کا خیال ہے۔ وہ آئیں یا قبل اس کے کہ آپ کا مال یہ وصول ہو۔ نکر والہا عرا شہا۔ اس تخت کو ایسا بناؤ۔ کہ اسے اپنا تخت ٹاپند ہو جاوے۔

کانہ ہو۔ یہ اس کی دانشمندی کی دلیل ہے۔ کہ وہ جو کہ نہیں ہوا۔ کہہ دیا گویا کہ ایسا ہی ہے۔ حالانکہ انہوں نے نکر والہا تک فہم پہنچا دی تھی۔ ادخلی الصرح۔ محل دیا۔ اور ساتھ ہی اس طرح ایک وعظ کیا۔

کشف عن ساقہا۔ اس کے معنی ہیں۔ گھبرا گئی۔ خوب یاد رکھو۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ سورج کو تیری قوم جو پریش کر رہی ہے۔ وہ ایسی ہی غلطی میں گرفتار ہو جس طرح پیشہ ہے۔ اور اس کے نیچے پانی ہے۔ ایسا ہی سورج کو روشنی دینے والا ایک اور نور ہے۔ اصل وہی ذات ہے۔

۳۱ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۱۹۔ سورہ النمل۔ رکوع ۱۹)

اعبد اللہ۔ کامل محبت۔ کامل فرمانبرداری۔ کامل تضرع ایک ہی ذات پاک کے لئے ہو۔ جس کا نام اللہ ہے۔ فریقین۔ ایک ماننے والے ایک منکر۔

طیرنا بلک۔ برابر اچھے اُدھیا ہے۔ ہم نے تجھ سے اور تیرے ساتھ والوں سے۔

فی المدینۃ تسعة دھلیٰ یہ مکہ والوں کو سنا جاتا ہے۔ کہ میں بھی فوجی تھے۔ ان کے نام۔ ابو جہل۔ ولید۔ نضر۔ عتبہ۔ شیبہ۔ امیہ۔ ابی۔ عقبہ۔ حرض بن عامر مکرنا مکر۔ بڑی باریک بینی میں کہیں۔ وہ خیر الما کرین ہے اس کی تدبیریں خیر و برکت کی ہوتی ہیں۔

ان فی ذلک لآیت۔ کتے والوں کو سمجھایا۔ کہ تم ہی ایسی ہی تدبیروں کے صہبے ہو۔ مگر وہی انجام ہوگا۔ جو صالح کے مخالفوں کا ہوا۔ سب تباہ ہوئے۔ بظہر دن۔ جو شہوت رجال سے بچے۔ اُسے عربی زبان میں مستطہ کہتے ہیں۔

اس جگہ انیسویں پارے کے نوٹ ختم ہوئے

(الحمد للہ رب العالمین)

حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب فرمائے ہوئے فزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

بارہ مسوال

(رکوع اول)

سورہ النمل رکوع ۲۰

مورخہ ۱۴ جون ۱۹۱۰ء

ہر انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ اپنے سے بڑے اور زبردست کی بات کا پاس کرے اور اس رکوع میں اپنے علم اپنی قدرت و طاقت کا ذکر کرتا ہے۔
جمل الارض قراڈا۔ زمین گردش کہاتی ہے۔ مگر ہم آرام سے بیٹھے ہیں۔ اسی ذات پاک نے زمین کو قرار بنایا۔

امن حبیب المضطر۔ یہاں علماء زعمی فہم کو سمجھانا ہے
ثم یعیدک۔ اسکی شکل بار بار بناتا ہے۔

بل ادک۔ ختم ہو چکا ہے ان کا علم و بارہ آجودہ

۶ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۲)

بڑی غفلت کا موجب ہے۔ جزا و سزا کا انکار یہی تمام غفلتوں کی جڑ ہے۔ بعض لوگوں نے یہاں تک کہنے کی جرات کی ہے۔ گرچہ معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل کے بہلانے کو غالب پر خیال اچھا ہے۔

قل سید وافی الارض۔ یہ ان ہذا الاساطیر الاولین کا جواب ہے۔ کہ تم جا بجا دیکھو۔ کہ دنیا میں منکران قیامت کا کیا انجام ہوا۔ جس سے آخرہ کا حال ظاہر ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے کشتوں پر فرمایا۔ ہل و جد تم ماد عد کم ربکم حقاً۔ فقہا و جد ناماد و جدنا دینا حقاً۔

یقولون متى هذا الوعد۔ دوسرے مقام پر ہذا الفتح ہے۔

دوف لکم۔ یعنی میرے لکھنے کے پیچھے ہی تم پر عذاب ہوگا۔ چنانچہ دوسرے مقام پر لکم ميعاد یوم۔ اور ما کان اللہ لیخذ بہم ذانت فیہم۔ فرمایا۔ یوم سے مراد ایک سال ہے۔ یسایہ نبی نے باب میں فرمایا ہے۔ عرب کی بابت الہامی کلام۔ وہاں لکھا ہے کہ ایک سال میں قیدار کے بہادر گھٹ جاوین گے۔

آلافی کتب مبین۔ خدا کی حفاظت میں ہے۔

ہم فیه یختلفون۔ سب ہماری اختلاف مسیح کی آمد کے متعلق تھا۔ اس زمانہ میں بھی یہی اختلاف ہے۔ قرآن شریف نے اسے صاف کر دیا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ تھا۔ کہ نبوت والہام نبی اسرائیل میں محدود ہے۔ اس زمانہ میں بھی کہتے ہیں کہ سوائے نبی فاطمہ کے کسی میں مہدی نہیں آسکتا۔ لیکن جیسے بنی اسحق کی بجائے بنی یسیر نبی آیا۔ ایسے اس زمانہ میں ہی امام آیا۔

اتکالہم الموقی۔ یہاں سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ مودے نہیں بنتے یہ صحیح نہیں۔

وقم القول علیہم۔ صحابہ نے اس کے متعلق فرمایا اذ انزلک الامم بالمعروف واذالم یعرفوا المعروف فادلہم ینکروا منکرآ۔ جب خود نیکی نہ کریں اور نہ دوسرے کو نیکی کی ترغیب دیں اور جب ایسا وقت آجاوے کہ نہ خود بدی چھوڑیں نہ دوسرے کو رد کریں تو اسوقت عذاب آتا ہے۔

دآیت من الارض۔ پس ایسی قوم کے لئے زمین سے کھڑا پیدا کرتے ہیں کہ کھڑا میرے یقین میں طاعون کا ہے اسکی نسبت لکھا ہے وہ جن سے چوبہ لگتا ہے۔ وہ عورت کی شکل ہے۔ وہ ہاتھی شیر کی طرز کا ہے۔ اس پر لوگ ہنسی اڑاتے ہیں۔ حالانکہ یہ سید ہی ہوتا ہے۔ آفات کا نظارہ جب قبل از وقت لوگوں کو دکھانا ہے۔ تو بعضوں کو وہ نظارہ ہاتھی کی شکل میں بعض کو بد شکل عورت کی شکل میں دکھاتا ہے۔ پس یہ تمام اس بلا کے روحانی نظارے ہیں۔ میں نے خود خواب میں طاعون کو ایک وقت میں ہاتھی اور آدمی کی شکل میں دیکھا۔

تکلمہم۔ زخمی کرنا ہے انکو۔

مورخہ ۱۸ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۳)

دیوم خشتا۔ خود جرم کا احساس ایک سزا ہے۔ پھر حاکم کو پتہ لگ جانا اس سے بڑھ کر پھر مجرموں کا ٹولی میں جھانکنا اس سے بڑھ کر سزا ہے۔

فہم یورعون۔ بند کئے گئے سارے کے سارے اول سے آخر تک یہی معنی ہیں و لم یحیطوا بہا علما۔ اکثر صداقت کا انکار اسبوج سے ہوتا ہے۔ انسان عدو لما جمل۔

وقم القول علیہم۔ اپنی فرد جرم لگ جائیگا۔

بما ظلموا۔ شرک کیا (۲) امر بالمعروف اور نہی عن النکر کو چھوڑ دیا اور معروف و منکر کو نہ سمجھا۔

لا ینطقون۔ دوسرے مقام پر یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ مجرم کچھ عذر کریں گے۔ چونکہ حالات مختلف ہیں۔ اس لئے مختلف حالتوں کا ذکر کیا۔ بعض مجرم سزا دیکھ کر بولنے کی طاقت نہیں پاتے۔

والنہار مبصر۔ جس طرح ایک وقت رات ہوتی ہے اور دوسرے وقت دن۔ اسی طرح ایک وقت قوموں پر آتا ہے۔ کہ سب چپ چاپ ہونے میں۔ مگر دوسرے وقت نہیں

پھیر چھا شروع ہو جاتی ہے۔ اور آفتاب صداقت (نبی) کے طلوع سے نیک و بد نشیب و فراز کی تیز ہو جاتی ہے۔

و تری الجبال۔ اس میں پیشگوئی ہے کہ یہ قبضہ و کسر کے سلطانین ایسی اڑنگی جیسے بادل کو ہوا اڑا دیتی ہے۔

بالحسنۃ۔ نبی کریم نے فرمایا ہے۔ افضلھا کا الہ الا اللہ (کلمہ توحید) د ادنھا اما طۃ الاذی عن الطریق۔

بالسیئۃ۔ بدی میں کفر و شرک سب بڑھ کر میں اور بتوں میں روک اوستے اوجے۔

وان اتلوا القرآن۔ اب مسلمانوں نے قرآن شریف پڑھنا پڑھنا چھوڑ دیا ہے یہی منزل کی جڑ ہے۔ کئی مدرسے قرآن کے میرے دیکھتے دیکھتے بند ہو گئے۔

بیان سورہ النمل کے نوٹ ختم ہوئے

ابتداء سورہ القصص رکوع اول

(پارہ ۲۰ رکوع ۲)

۱۹۔ جون ۱۹۱۰ء

آیت ۱۔ طسم۔ لطیف۔ سمیع۔ مجید۔ خدا۔

آیت ۲۔ مبین۔ یہ وہ کتاب ہے جو حق کو باطل سے جدا کرتی ہے۔ حلال کو حرام سے الگ کر دکھاتی ہے۔ پہلی کتب کی سچائی کو اس میں شامل شدہ باطل اور تحریف سے الگ کر دیتی ہے۔

آیت ۳۔ یتلوا علیک۔ بات کہنے کو تو موسیٰ و فرعون کی کہی ہے مگر دراصل (القدم یوثنون) سونوں کو سمجھایا ہے کہ تم باہمی جنگ و جدل نہ کرنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت ہی اسن و درست تھے اس لئے فرمایا۔ لا ترجعوا بعدی کفارا ایضاً بعضکم اعناق بعض۔ اور فرمایا القاتل والمقتول کلاهما فی النار۔ مگر افسوس ہے کہ بعض مسلمانوں میں پرہیز باہم جنگ ہوئے۔

و فریدان ممن۔ اس میں سمجھایا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے تین ضعیف بایں غصبے کام نہ لیں۔ ہم خود ان کے ناصر و معاون بن جائے میں۔

و جعلہم ائمتہ۔ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر فرمایا کہ امام اثنان اس وقت بنتا ہے جبکہ لوگوں کو ہدایت دے اور صبر سے کام لے اور بہاری آیات پر یقین پیدا کرے۔ فرمایا۔ وجعلنا منہم ائمتہ یھدینا بامونا لما صبروا و کلا ابایا تا یلقون وجعلہم الوارثین۔ وہ شام وغیرہ کے وارث ہوئے۔

فالقیہ فی الیم۔ الہامی عبارت کو سمجھنے کے لئے ایک فہم سلیم دیا جاتا ہے اس سے مراد انہیں کہ جھٹ پھینک دے۔ چنانچہ اسید اسلم ام موسیٰ نے صندوق نبیلا سوراخین بند کیں۔ ساتھ ہی اس کی پہن کو رو اند کیا۔ گریبا غا ہری اسباب کی پوری رعایت رکھی اور الہام وحی آپہی کی تعمیل بھی کی۔

آیت ۸۔ آل فرعون۔ فرعون کی لڑکی نے لیا۔

لیکون لہم عذراً۔ اس نے کس غرض کے لئے لیا یہ تو اسے معلوم ہوگا۔ خدا کا شمار اس آیت سے ظاہر ہو گیا۔ آل نبی کا ہے۔

آیت ۱۰۔ دا صبح فواد اُم موسیٰ فرغ۔ لا تخافی ولا تحزنی کی وحی ہو۔ اور پہر ایک لہر گھبراہٹ کا اظہار کرے یہ بالکل غلط بات ہے۔ اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ موسیٰ کی طرف سے فارغ ہو گئی۔ یعنی مطمئن کیونکہ خدا نے اس کا ذمہ لیا تھا۔ لتبدی ای بہ۔ اس خوشی کا اظہار کر دے کہ خدا اس کا مشکل ہو گیا۔

مورخہ ۲۰ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۵۔ سورہ قصص رکوع ۲)

حضرت موسیٰ کی پرورش فرعون کے گھر میں کرا دی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو حکومت دینا چاہتا تھا۔ اس لئے بادشاہی گھر میں تربیت کا موقع دیا۔ حکماً۔ بکی باتیں۔

و کذلک نجزی المحسنین۔ اس میں سمجھایا کہ یہ حکم و علم کا دینا حضرت موسیٰ ہی سے خاص نہیں بلکہ جو محسن ہو خدا سے اس انعام سے بہرہ ور کرے گا۔ چنانچہ حضرت یوسف کے بیان میں بھی فرمایا۔ کذلک نجزی المحسنین۔

من عذراً۔ قبطی تھا۔

هذا من عمل الشیطان۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ یہ تجھے شیطانی عمل کی سزا دی گئی ہے۔

ظلمت نفسی۔ اپنی جان کو شکلات میں ڈال لیا۔

فاغضالی۔ ستاری فرمایا یہ قتل فی الحال واضح نہ ہو۔

فغضالہ۔ چنانچہ خدا نے ستاری کر لی۔ اور انہیں نکل جانے کا موقع مل گیا۔

بما النعمت علی۔ حضرت موسیٰ کہتے ہیں۔ یہ تیرا فضل ہے۔ پس میں ہیشہ ظالم کا مقابلہ کروں گا۔ اور میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا کیونکہ اس وقت مجرم کو سزا اور مظلوم کی ہمدردی کرنے سے افضل تھا۔

یتوقب۔ یہ آپکے چوکس ہونے کی دلیل ہے۔

الک لغوی مبین۔ جسے کل مدد دیتی اسے کہا کہ تو بھی روز ہر ایک لڑنا رہتا ہے قال یلوسی۔ اس مظلوم نے کہا۔

فاخرج۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی نکلتا پڑا۔ حضرت داؤد اور اسم سے یہی معاملہ ہوا۔

مورخہ ۲۱ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۶۔ سورہ قصص رکوع ۳)

عسی۔ نزدیک ہے۔

من خلی۔ اس دو عا میں اس خیر کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصریح

کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا جب کسی گاؤں میں داخل ہوا ہو۔ تو یہ دعا پڑھو۔
 اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْأَرْضِينَ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ
 وَرَبَّ الشَّيْطَانِ وَمَا أَظْلَلْتَ وَرَبَّ الْيَاسِرِ وَمَا أَظْلَلْتَ قَائِلًا
 نَسَاكَ خَيْرَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ أَهْلِهَا وَخَيْرَ زَيْلِكَ مِنْ شَرِّهَا
 وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا - اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهَا رَتِّلًا
 اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا وَحَبِيبَاتِهَا وَحَبِيبَاتِهَا وَحَبِيبَاتِهَا
 إِلَيْنَا *

اس دعا کو میں نے غریب آزمایا ہے۔ میں ہمیشہ اس کے ذریعے لوگوں کی نظروں
 میں محبوب بناموں اور خود شر النفسوں کے شر سے محفوظ رہا۔

القوی۔ باوجود اجنبی ہونے کے ان چرواہوں کی پروا نہ کر کے پانی پلادیا۔
 اکامین۔ ہم جوان لڑکیاں تھیں۔ مگر بہت ہی پاک رہا۔ اور پہر کوئی طمع نہیں کیا
 ان تاجروں نے بھی سچ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مدینہ سے آٹھ برس
 بعد وطن میں آئے۔ اور دو برس بعد یعنی دس برس پر فرغ کیا۔

ذکر یعنی دیننا۔ ہندو تو جہان لڑکیاں۔ وہاں سے اپنی بھی حرام
 سمجھتے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی بعض مسلمان بھی ایسا ہی کرتے ہیں میرے نزدیک
 داماد سے کچھ لینا جائز ہے۔ موقوفین نے لکھا ہے نبوت کی تیاری کے لئے
 آپ اپنے بس رکھے گئے۔

مورخہ ۲۲ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۷ - سورہ قصص رکوع ۴)

جو لوگ منصوبے باندھنے کے عادی ہیں۔ کہ دن کریں گے اور پہریوں کریں گے
 پہریوں ہو جائے گا۔ یہ سب نامراد رہتے ہیں۔ فیج چلی کی کہانی۔ ہمارے ملک میں
 کسی پاک نے سائی ہے۔ یہ ایسے لوگوں کے لئے عبرت دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل
 ایسے لوگوں کے شامل حال رہتا ہے۔ جو حضرت موسیٰ سی بلوچت رکھتے ہیں آپ کے
 اندر کوئی خواہش نہ تھی۔ کہ میں بنی بن جاؤں اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی۔
 لاکھ۔ اپنے ساتھ والوں کو کہا۔ یوں ترجمہ میں نے اسلئے کیا کہ تورات کے بیان
 میں جو ایہ ہیں وہ دور ہو جائے۔

لعلی آتیکم منہا۔ ان امراء کے لئے یہ نمونہ شرم دلانے والا ہے دیکھو
 امیر قافلہ خود کام فرماتا ہے اور اپنے کسی خدمتگار کو نہیں کہتا۔ ہمارے نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایسا کرتے تھے۔ ایک دفعہ صحابہ کرام کے ساتھ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں تھے۔ رہنے اپنے اپنے ذمے ایک ایک کام لیا
 اپنے فرمایا۔ میں تم سب کے لئے لکڑیاں لے آتا ہوں۔ چنانچہ آپ لائے۔ یہ
 سنت ہے نبیوں کی۔ اب تو ذرا کسی کی تنخواہ بڑھ جائے۔ تو وہ معمولی کام کرنا اپنی
 ہتک سمجھتا ہے۔

من الشجرۃ۔ درخت کی طرف سے یہ کہ لغو ذرا شد درخت بولتا تھا۔

وان القصاص۔ یہ کشف کا وقت ہے۔

اللہ نے نظارہ دکھایا کہ میں تیرے ساتھ ایک جماعت کروں گا جو تیرے دشمنوں کے
 سانپ کی طرح کھا جائے گی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا
 کہ مجھے ایک بنی دکھائی گئی ہے۔ جو دوسری بیعتوں کو کھا جائے گی یعنی مدینہ
 فی حبیبک۔ اسے حبیب قیصک تھوڑے بیضاء۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ
 اللہ تمہیں ایک کتاب دے گا جو بے عیب ہوگی اور روشن۔ اللہ نے فرمایا۔ انزلنا
 الیکم ذرا مبینا۔ قرآن مجید بھی ایک بد بیضاء ہے۔

ہوا قصہ مٹی۔ دیکھو انبیاء میں ہرگز عجیب نہیں ہوتا کہ اپنے برابر یا اپنے سے بڑے
 کسی کو نہ گردانیں

سنشدک عضدک۔ یہ عربی کا محاورہ ہے مطلب یہ۔ کہ ہم تیری مدد کریں گے
 انہ لا یفلح الظالمون۔ پیگمٹی فرمائی کہ دیکھو ظالم مظفر و منصور نہیں ہوں گے۔
 گویا خدا فیصلہ کرے گا۔ کہ من جاء بالہدی کون ہے؟

ما علمت لکم من آلہ۔ ہند میں مشرک بہت ہیں۔ میں نے تحقیقات سے
 معلوم کیا ہے۔ کہ یہ مشرکین بادشاہ کو سب سے بڑا دیوتا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں
 کہ بادشاہ سولہ کلان سپرد ہوتا ہے۔ اسی بنا پر وہ فرعون کو آلہ سمجھتے ہیں۔
 یخامن۔ ہان کوئی بڑا آفیسر ہے۔ انجینئر۔

فاجعل لی صرحاً۔ یہ شرارت سے تمہارا ہے رب السموات والارض پر۔
 ہان کو کتاب ہے کوئی رصد گاہ بناؤ۔ کہ دیکھیں موسیٰ کا اس آلہ سے کیا تعلق ہو

مورخہ ۲۳ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۸ - قصص رکوع ۵)

ولکن دجۃ ربک۔ یہ رحمت تیرے رب کی کہ تجھ کو فارحان ہندادی تاکہ تو
 اپنی قوم کو ڈرائے آنے والے عذاب سے۔
 لولا اوتی مثل ما اوتی موسیٰ۔ یعنی موسیٰ والے اعجاز کیوں نہیں دکھاتا اکثر
 لوگوں نے اس طرح ٹھوکر کھائی ہے۔

ربیع موعود کو کہتے ہیں کہ ربیع ہے تو ربیع والے معجزے کیوں نہیں دکھاتا۔ اس کا
 جواب فرماتا ہے کیا موسیٰ کے وہ نشانات دیکھ کر انکار کرنے والوں نے انکار نہیں
 کیا؟ پس منکروں کے لئے تو پہر ہی جائے انکار ہے۔

اتبع ہولہ۔ ہوا کے تابع ہونے سے اختلاف اٹھے ہیں ورنہ اگر صدق۔
 نیاز مندی۔ پاک صحبت اور اللہ کی رضا مندی ہو تو پہر اختلاف کیوں ہو اور کیوں
 اللہ کے مصلوں کا انکار کیا جاوے۔

مورخہ ۲۵ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۵ بیو ان رکوع ۹ - قصص رکوع نمبر ۶)

وصلنا الہم القول۔ اپنی سچائی اور سچائی کی باتوں کو دیکھا تا رہم نے پہنچایا

لعلہم یتذکرون۔ تاکہ رستم کی۔ عادت کی۔ جہالت کی۔ محبت کی۔ صحبت کی۔ ایک شخص نے حضرت صاحب سے عرض کیا۔ کہ میں تہجد تک پڑھتا اور خدا اور رسول کے لئے غیر تہجد تھا۔ اب ایم۔ اسے پڑھتا ہوں۔ خدا کی ہستی میں شبہ پڑ گئے آپ نے فرمایا جس بیٹ پر تم بیٹھتے ہو اس کے ساتھ ضرور کوئی دھریہ ہوگا جسکی صحبت کی ظلمت نے یہ حالت کر دی وہ فائل ہو گیا کہ بالکل صحیح ہے کچھ مدت ہوئی میں نے اسے خط لکھا وہ لکھتا ہے اس دن سب ظلمت جاتی رہی۔ کبرائی کی ظلمتیں دور ہو جاتی ہیں۔ صبر کے معنی بڑی سے رکنا۔ امیری وغیرہ۔ دونوں حالتوں میں شکلا پیش آتے ہیں ایسے موقع میں افراط و تفریط سے بچا کر حق پر ثابت قدم رہنا۔ متاد ذلہم ینفقون۔ مومن ضرور دوسرے کو اپنے وقت علم پر۔ روٹی۔ غرض ہر ایک خدا کی دی ہوئی چیز سے خرچ کرتا ہے۔ انک لا تعدی من اجبت۔ انبیاء و خصوصیت سے ایک شخص کو مخاطب کے وعظ کرنے کی بجائے عام طور پر نصیحت دیتے ہیں۔ یہ کلمات خدا کی جناب میں ہائیں کہ فلاں اگر مسلمان ہو جاوے تو یوں ہو جائیگا یوں سب روکین ہٹ جائیں گی۔

مورخہ ۲۶ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۱۰۔ سورہ قصص رکوع ۷)

انھم وعدہ۔ انسان کی فطرت میں وعدہ پر ہر دوسرے کرنا اور پھر اس سے غاص خوشی حاصل کرنا ہے۔ دنیا کے تمام کام اسی وعدہ پر چلتے ہیں۔ پس جو وعدہ اس ذات پاک سے ہو جو پورے طور پر قادر ہو اور صادق القول ہو وہ کیسی سست کاموجب ہو سکتا ہے۔

حق علیہم القول۔ جن پر فرد جرم لگ گئے ہیں۔

یخلق ما یشاء ویختار۔ قائلین تنازع کہتے ہیں۔ کہ یہ بدترین گزشتہ مخلوق کا نتیجہ ہے اس کا تدبیر خود انسان کے وجود میں ایک عضو اکٹھا ہے ایک اٹری ہے اور وہ تو برابر نہیں اگر ایسا ہوتا تو بہت نقصان تھا۔

عتائش کون۔ بعض صفات میں شرک گردانتے ہیں بعض تعریف میں بعض غیر اللہ کو سجدہ کر لیتے ہیں۔ یہ سب شرک ہے۔

ولعلکم تشکرون۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نیند سے اٹھتے تو دعا مانگتے۔ الحمد للہ الذی احیانی بعد اماتنی۔ بلکہ روٹ بدلنے میں بھی شکر یہ ادا کرتے۔ اور لا الہ الا اللہ وحدہ پڑھتے۔

مورخہ ۲۷ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۱۱۔ سورہ قصص رکوع ۸)

دولت مندی پر ناز و کبر کرنے والے خدا کے راستبازوں کا ساتھ نہیں دیتو اس رکوع میں ایک ایسے دولتمند کا ذکر ہے۔

مفاتیح۔ جمع مفتوح۔ یعنی اس کے خزانے اور اسباب۔

لا تفصح۔ اگر باز نہ ہو جا۔

لا یحب الفرجین۔ بعض آدمی ذرا تدبیر میں کامیاب ہو جاویں یا ایک دو خواب سچے آجاویں۔ تو وہ راستبازوں کے مقابلہ پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر آخر ناکام مرتے ہیں۔ کیونکہ امداد اتارنے کو ناپسند کرنا ہے۔

ولا تنس نصیبک من الدنیا۔ یعنی دار آخرت کے حصول کے حکم کے یہ معنی نہیں کہ دنیا بالکل چھوڑ دو۔ بلکہ اسلام دین میں دنیا میں ایک حد بندی چاہتا ہے چنانچہ بعض اوقات نواز پڑھنا بھی منع ہے۔ ایسا سب علم متواتر اور ساری رات جاگنے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔ ات کل ذی حق حق۔

کما احسن اللہ الیک۔ کیونکہ اللہ نے تم پر احسان کیا۔

ولا تبغ الفساد۔ سب سے بڑا فساد تو حضرت موسیٰ کا انکار تھا۔ کیونکہ اس سے وحدت میں فرق آتا ہے۔ جو نام ترقیوں و کامیابیوں کی جڑ ہے۔

فخرج علی قومہ۔ آخر حضرت موسیٰ نے کہا اؤ خدا کے حضور نذر گزراؤں اور دعا کریں کہ جو شر ہے وہ ہلاک ہو جائے۔ حضرت موسیٰ نے حکم دیا کہ سب لوگ قارون سے اپنے خیمے الگ کریں۔ اڑھائی سو آدمی نے کہا۔ ہم تو قارون کے ساتھ رہیں گے۔

فخسفنا۔ ایک زلزلہ آیا۔ زمین بھٹی اور قارون ہلاک ہوا۔

مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۱۲۔ سورہ قصص رکوع ۹)

قرآن مجید کے عجائبات میں سے ایک بات یہ ہے۔ کہ ابتداء خلق کا کوئی وقت نہیں بتایا۔ کیونکہ خالق کون و مکان کی ذات کی ابدیت و ازلیت کے سامنے سکھ و رنکھ کو آپس میں ضرب دینے چلے جائیں۔ تو بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ یہ سب سے تاریخ قوموں کا ذکر کرتی ہے۔ یہ بات کہیں سے نہ ملے گی۔ کہ راستبازوں کی جماعت ہلاک ہوئی۔ بلکہ یہ دیکھتے ہیں۔ کہ ان کے مخالف تباہ و برباد ہوتے رہے۔ آج نمرود۔ فرعون وغیرہ کی اولاد کا پتہ لگانا مشکل ہے۔ مگر حضرت ابراہیم کی اولاد دنیا کے تمام حصوں میں پائی جاتی ہے اور حکمران ہے۔ امام حسین کے دشمن یزید کی اولاد کا پتہ اسلامی ممالک میں نہیں ملتا۔ مگر امام حسین سے تعلق رکھنے والے ان کی تعظیم کرنے والے موجود ہیں

تلا۔ الدار الا۔ خ۔

یہ جھپٹا لکھ۔ ہزار ہا برس کے بعد۔ یا مکر۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ العزیز)

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی حکیم نور الدین صاحب کے زمانے میں روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ بیسواں

بقیہ رکوع نمبر ۱۲

مسودہ قصص رکوع ۱۹

۲۹ جون ۱۹۱۰ء

لا یزیدون علی فی الارض - جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوئے تو کسی نے حضرت ابوبکرؓ کے والد کو خبر پہنچائی کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے اس نے کہا کہ اسلام کی کیا حالت ہے اس نے ایک شخص اسکی فائزہ نام سے کہا کہ مقام محمدؐ پر بیٹھنے والا کون شخص ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا کہ ابوبکر۔ پوچھا کون ابوبکرؓ کہا ابن ابی قحافہ۔ کہا کون۔ ابی قحافہ۔ اس نے کہا تم بڑے عجیب پوچھا کہ بنو ہاشم کہاں گئے۔ اس نے کہا سب نے اس کی بیعت لی۔ پوچھا بنو امیہ کہا وہ بھی تابع ہو گئے۔ تب ابوقحافہ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا کہ اسلام حق ہے اور یہ سب اسی اللہ کے سامان ہیں۔

حضرت عمرؓ حج سے آتے ہوئے ایک رخصتے پاس کھڑے ہو گئے۔ حذیفہ جو بے تکلف تھا اس نے جرات کی اور وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک وقت تھا کہ جب میں ایک اونٹ کو چراتا تھا اور اس وقت کے بچے میرے والد نے مجھے بہت زبردستی بیچ کی تھی۔ امداب یہ وقت کہ اونٹ تو کیا کئی آدمی میرے اونٹ کے اشارے پر جان دینے کو تیار ہیں۔ یہ اسی لئے کہ ہم نے خدا کے رسل کو مان لیا۔

عبداللہ بن عمرؓ کی لپائی کہ ارے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گئے پوچھا یہ کیا کرتے ہو۔ عرض کیا۔ اکت من المظہر۔ حضور! بارش سے محفوظ رہنے کی واسطے فرمایا۔ بات قریب ہے۔ مگر تو اس کے یہ معنی کہنا ہے۔ قیامت نزدیک ہے۔ مگر میں تو اس کے یہی معنی کہہ رہا تھا۔ کہ وہ وقت نزدیک ہے۔ جب تم بادشاہ ہو جاؤ گے۔ اور خود لپائی کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ چنانچہ آپ عراق بھیجے گئے۔ پھر قیصر و کسریٰ کی جوبیلوں کے مالک ہوئے۔

ایک اور صحابی کا ذکر ہے کہ چھپ رہا ہے تہو۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی فرمایا کہ بات قریب ہے یعنی عنقریب تم حکمران ہونے والے ہو۔ اور ان چھپ رہوں کی بجائے محلوں میں رہو گے۔ قادیان میں کیا ہے۔ لباس زبان منظر وغیرہ کے اعتبار سے کچھ بھی نہیں۔ مگر خدا کا نام لینے والا ایک شخص پیدا ہوا۔ تو اس کے نفوس قدرت کے فیض سے تم (میں سو بندے) بیٹھے ہو

بوعلی سینا کے ایک شاگرد نے کہا۔ استاد آپ نبوت کا دعویٰ کرو۔ اس وقت تو خاموش رہے۔ بعد ازاں ایک موقع پر جب کہ ہوا تیز و سرد تھی اور پانی برف بستہ۔ اس نے شاگرد کو حکم دیا کہ کپڑے اوٹار کر اس میں کود پڑو۔ اس نے استعجاب کی نظر سے دیکھا۔ بوعلی سینا نے پوچھا کیوں کہا۔ آپ کو جنوں تو نہیں ہو گیا۔ اس پر حکیم بولا۔ نادان تیرے جیسے فرمانبرداروں کی امید پر نبوت کروں۔ دیکھ ایک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیرو تھے۔ کہ خون بہا دے۔ اور گھمسان کی جنگوں میں جہان موت سے ڈر رہا تھا۔ سر کٹوانے کا حکم دیا۔ اور انہوں نے چون تک نہ کی۔ اور ایک تو ہے۔ کہ جانتا ہے۔ کہ میں طیب ہوں پھر رومی سے ڈرتا ہے۔ صحابہ کی مرہم ٹپی کا بھی تسلی بخش انتظام نہ تھا۔ بوعلی سینا پل نبوت دی کہ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ایک فرمانبردار جماعت کو دیتا ہے۔

آدۃ الی معاد۔ قرآن جب کوئی بڑا دعویٰ کرتا ہے۔ تو ساتھ ہی اس کے دلیل دیتا ہے جو بہت قوی ہوتی ہے۔ پہلے فرمایا۔ کہ میرے اتیل عبادشاہ ہو جاؤں گے۔ اسکی دلیل میں فرمایا۔ کہ یہ قرآن جہن لکھا ہے۔ کہ تیرے ساتھی حکمران بن جائیں گے۔ اسی میں یہ پیشگوئی کی جاتی ہے کہ وہ گمراہ جہان سے تھمیں نکالا گیا۔ جہان کے لوگوں کے سامنے کوئی تدبیر نہ چل سکی۔ ایک وقت آتا ہے۔ کہ اسی کہ میں تم فاطمہ بن کر داخل ہو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

الاحیاء من القبور۔ ہماری سرکار نہ کسی یونپیری میں پڑے نہ تعلیم یافتہ میں رہے۔ پھر ایسا قرآن شریف بخشا۔ جس کو ساری دنیا کا فلسفہ باطل نہیں کر سکتا۔ پس وہی خدا اپنی رحمت سے تھمیں دشمنوں پر مظفر و منصور کرے گا۔ اگرچہ دشمنوں پر غلبہ اور تمام عرب کا مسلمان ہونا محال نظر آتا ہے۔ تو ایسی کتاب کی تجویز ایسے آدمی سے کب امید کی جاسکتی تھی۔ جس خدا نے اپنی رحمت سے یہ کام کیا وہ بھی کرے گا۔

بیان سورہ القصص کو نوٹ ختم ہونے

ابتداء سورہ عنکبوت

پارہ ۲۰ رکوع ۱۳ عنکبوت رکوع ۱۲

مورخہ ۳۰ جون ۱۹۱۰ء

اللہ جل شانہ فرمانا ہے۔ کہ نبی انسان کہہ دے کہ میں مومن ہوں تو یہ تو مخالفتِ نبوت سے مثلاً کسی شرم و لحاظ سے کہہ سکتا ہے۔ کہ میں مومن ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کے

دوسرے رکوع میں لکھا ہے۔ کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ وہ اپنے آپ کو
مومن کہتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ مومن نہیں ہوتے۔ انہیں نئی روشنی میں
یہ وبا پھیلی ہوئی ہے۔ کہ جس قسم کی سوسائٹی ہے ویسے ہی ہو جاؤ۔ وہ سمجھتے ہیں
کہ مذہب صرف سوسائٹی میں آرام سے رہنے کا ذریعہ ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے۔ صرف یہ کہ دنیا کہہ میں مومن ہوں۔ کافی نہیں۔ جتنی قومیں ان سے پہلے
آئی ہیں۔ سب کو کھالی میں ڈالا گیا۔ نامعلوم ہو کہ کون جھوٹے ہیں اور کون سچے ہیں
میں کان میں جوا۔ یہ جوا کے معنی سچا فراق بھی ہیں۔

فانما یجاءد لنفسہ۔ کوئی خدا اور رسول کے لئے محنت کرے۔ وہ
درحقیقت اپنے لئے ہی محنت کرتا ہے۔ جھلا خدا تعالیٰ کا وہ کیا گھٹا بڑا سکتا ہے
اللہ تعالیٰ کی فائز کی طرح بھی معراج نہیں۔

ولتخلص خطیكم۔ کئی پر ایسے پائے جلتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے پیڑوں
کو ایسے فقے کہہ کر گناہ بردار کر دیا ہے۔ ان کا انجام بد ہو گا۔

مورخہ ۲ جولائی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۱۲۔ سورۃ عنکبوت رکوع ۲)

للبث فیہم الف سنۃ الا خمین عاقلہ۔ یہ ایک لمبی بحث ہو کہ ۵۰ برس کسی
انسان کی ہو سکتی ہے یا نہیں۔

ایسے معترضوں کے فوق پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت نوح کی شریعت ۵۰ برس
تک رہی۔ میرے نزدیک تو اس میں کوئی استبعاد نہیں۔ جب قرآن مجید میں آگیا ہے
تخلقون افکا۔ جھوٹ بنا لیتے ہو۔

فاتبعوا عند الذیق۔ یہ ایمان پیدا ہو۔ تو انسان بہت سے گناہوں سے بچ جائے۔

مورخہ ۲ جولائی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۱۵۔ سورۃ العنکبوت رکوع ۳)

من دھمتی۔ اس رحمت سے جس سے انبیاء صالحین۔ اولیاء۔ مومنین متمتع ہو رہے
معدۃ بینکم۔ یعنی تمہاری بت پرستی کی جڑ یہ ہے۔ کہ باہم دوستانہ کے لحاظ سے
خدا کے احکام کی پروا نہیں کرتے۔

مہاجر الی دینی۔ اللہ تعالیٰ کے لئے مومن کو بہت کچھ چھوڑنا پڑتا ہے بعض اوقات
عقائد و رسومات کو۔ بعض اوقات کو۔ خوراک کو۔ بعض اوقات اجاب کو۔ اقربا کو۔
بعض اوقات وطن کو۔ غرض تمام ایسی چیزیں جو ظلمات نور کی طرف جانے یا آئندہ ترقی
میں مانع ہوں۔

اجود فی الدنیا۔ مجس۔ یہودی۔ عیسائی۔ مسلمان۔ سب ابراہیم کو مقدس راستہ
سمجھتے ہیں۔ ابراہیم کے معنی ایمانداروں۔ مقدسوں کا باپ۔

مورخہ ۲ جولائی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۰ رکوع ۱۶۔ سورۃ عنکبوت رکوع ۴)

انسان کو جب اپنے کسی پیارے کا پیام آتا ہے یا اس کی طرف سے کوئی آدمی۔ تربیت
غرض ہوتا ہے۔

بوعلی سینا کا ذکر ہے کہ ایک مدین کے مرض کا حال معلوم نہ ہو سکا اس لئے اس نے
کہا کہ مختلف شہروں کا نام لو۔ جب ایک شہر کا نام لیا تو اس کے چہرہ کی حالت تبدیل ہوئی
پھر اس شہر کے محلوں کا نام لینے لگے کہا جب ایک محل کا نام آیا۔ تو اس کے چہرہ پر بخیر تعالیٰ
اثر نظر آیا۔ پھر ایک گھر کے آدمیوں کا نام لینا شروع کیا تو اس کی نفس کی حالت متغیر ہو گئی اور وہ
سمجھ گیا کہ فلاں عورت اس کی محبوبہ ہے اس کے ساتھ شادی کے لئے ہدایت کی تو
وہ اچھا ہو گیا۔

انبیاء کا معاملہ ہی جیسا ہے ان کا جذبہ احدیت خاص تعلق ہوتا ہے۔

سچی بھسم۔ بعض معنی کرتے ہیں کہ انکو برا کہا۔ یہ غلط ہے۔ اصل بات یہ کہ حضرت
نے انکو ہمارے جان کر گھرائے کیلئے اصرار کیا انہوں نے انکار کیا تو ان کو برا لگا کہ کیوں
مہمانی قبول نہیں کرتے۔

من السماء۔ قرآن میں جہان میں السما رائے اس کے معنی اٹل کے ہوتے ہیں۔
تو کما منہا آیت۔ کئی قوموں پر عذاب آئے اور ان کا نشان ہی نہیں رہا۔ مگر خدا نے
اس بد ذات قوم کے عذاب کا نشان اب تک موجود رکھا ہے۔ جہاں یہ قوم ہلاک
ہوئی اسے دیکھ کر دیکھ کر ہر مردمان کہتے ہیں۔
الرجفۃ۔ اب بھی ایسے زلزلے آئے مگر لوگ باز نہ آئے۔ سینٹ پیری سافرانسکو
من خسفنا بہ الارض۔ جیسے قارون کو ذلیل کیا۔

اولیاء۔ حمایتی۔ مددگار۔

بیٹا۔ گھر اس لئے ہوتا ہے کہ پردہ ہو مگر میری بارش جھکے سے بچاؤ ہو۔ امام کے
لئے۔ مگر ہی کا جلال۔ ان ضرورتوں میں سے ایک کو بھی پورا نہیں کرتا۔ بد مذہب لوگوں
کا یہی حال ہے۔ ایک بات پر ہر تے نہیں۔

ایک دہریہ نے مجھ کو کہا کہ انسان گن گن کر مہر چھاؤ دریافت کر لو تو پھر وہ کمال دہریہ ہو سکتا
میں نے اسے پوچھا کہ فلاں چیز کا گن کر مہر چھاؤ کیا ہے اس نے جھٹ گن دئے میں نے تھوڑی
دیر بعد پوچھا ان جی آپ نے کیا فرمایا تھا۔ پھر جو بتایا تو کچھ اور ہی بات دیا۔ تھوڑی دیر بعد
پھر ایک رنگ میں پوچھا تو کچھ اور ہی کہہ دیا میں ساتھ ساتھ لکھتا گیا جب اس نے معلوم
کیا کہ یہ میری کمزوری کو تار گیا۔ تو بہت ہی دم ہوا۔

ایک انٹرنس آیا اس نے بڑے دھڑے سے کہا میں بحث کرنا چاہتا ہوں میں
وقت نو لگا۔ میں نے کہا کہ بہت چہا اس نے کہا کہ مسئلہ تلخ پر بحث ہوگی۔ میں نے جیسے دوپٹے
ملک کے بت کے نکلے۔ اور کہا ایک کو اٹھاؤ۔ تو وہ خاموش رہ گیا اور پھر نہ بولا۔ اسکی
وجہ یہ تھی۔ کہ اگر وہ کہنا کہ میں نہیں اٹھا سکتا تو یہ جھوٹ تھا۔ اور اگر ایک اٹھا تا تو پھر اس
پر سوال ہوتا کہ دوسرے کو کیوں نہ اٹھایا جاوے یا پھر تا میرا اختیار۔

پس کسی کو امیر کئی غریب بالکی کو مینا کسی کو نابینا بنانے کا بھی یہی جواب تھا کہ خدا کا
اختیار۔ تنازعہ والے کو تو اس کو تنازعہ کا ثبوت قرار دیتے ہیں۔

یہاں بیون پار کے نوٹ ختم ہوئے

حضرت سنیقہ المسیح مولانا مولوی سکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ اکیسواں (رکوع اول)

سُورَةُ الْعنْكَبُوتِ رُكُوعُ ثَمَانِي

مؤرخہ جولائی ۱۹۱۰ء

اٹل۔ پڑھ کر

واقم الصلوة۔ سجدات کے صرف پڑھنا ہی نہیں بلکہ عمل رنگ بھی ہو۔
ولذلك الله اكبر۔ میرے ذوق میں اس کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز کے آج
میں اللہ جو نہیں یاد کرے گا وہ اس (صلوة) سے بہت بڑا ہے۔

احسن۔ پس یہ طور پر۔

دقولوا۔ لوگوں پر اپنے افعال سے بھی یہ ظاہر کرو۔

اتينهم الكتاب۔ بائبل و دیگر کتب الہیہ مختلف مذاہب کو پڑھ کر قرآن مجید پر
ایمان لانے کی تحریک ہوتی ہے اور وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

انما انا نذیر مبین۔ نشان مانگتے ہیں۔ پہلا نشان تو یہی ہے کہ میں نذیر ہوں
میرے مخالفین پر عذاب آیا والا ہے۔

اولم یکفرتم۔ یہ رحمت کا نشان فرمایا۔

۴ جولائی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱ رکوع ۲۔ سورہ عنکبوت رکوع ۶)

الباطل۔ جس کی کچھ حقیقت نہ ہو۔

اجل مستقی۔ کتب سابقہ۔

(بیعیانہ باب ۱۳۰) میں یہ بات مقرر نہ ہوتی کہ مذاہب اس وقت آئے گا۔ جب نبی کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے چلے جائیں گے۔

من فوقہم۔ باہر سے لوگ آئیں گے یا آسمان سے مراد ہے۔

من تحت ارجلہم۔ (۱) نوکروں چاکروں کے ذریعے (۲) زلزلہ وغیرہ

ارضی واسعة۔ مومن اگر ایمان بچانے کے لئے کسی زمین کو چھوڑے تو

اللہ اس کو بہتر سے بہتر بدل دے گا۔ صحابہ کرام کی مثال موجود ہے۔

غرفاً۔ اونچے مقام

صبر و ا۔ غضب۔ شہوت۔ طمع۔ ہستی۔ کالی کمزوری سے رکے رہیں اور نیکیوں
پر قائم۔

کایتن من دآبتہ۔ ہجرت کرتے ہوئے یہ فکر کہ خرچ کا کیا حال ہوگا۔ اس کے
جواب میں فرماتا ہے۔ مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ اچھے برے کچھ دیکھ رہو دیکھو
وہی جانور جو گھونسلے میں کچھ نہیں رکھتے۔ وہ بھی آخر سفر کی مشقت اٹھاتے ہیں۔
تلاش کرتے ہیں محنت سے۔ ابتداء فضل کرتے ہیں۔

خالق یوفکون۔ یہ مان کر کہ سب کچھ اللہ نے پیدا کیا۔ محبت۔ عبادت۔ تذلّل
غیر کے لئے کرتے ہیں۔

من السماء۔ بادلوں سے۔

۴ جولائی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱ رکوع ۳۔ سورہ عنکبوت رکوع ۷)

الحیوة الدنیا۔ یہ دہری زندگی

لھو۔ جس چیز میں شغل رکھنے سے انسان اللہ سے۔ راستبازوں سے
غافل ہو جاوے۔

لعب۔ بے حقیقت بات۔ جسکی تہ میں کوئی سچائی اور پاک نتیجہ۔ نفع رسان بات
نہ ہو۔ صوفیاء نے لکھا ہے۔ آدمی چاہیے کہ ہر شام کو سونے کے وقت اپنے نفس
کا محاسبہ کرے۔ کہ میں نے جو کام کئے وہ لہو و لعب تو نہ تھے۔

الحیوان۔ حقیقی زندگی۔ حیوة طیب۔

دعوا اللہ۔ جب انسان اپنے منہ بولن سے عاجز آجاتا ہے۔ تو پھر
مادر اللہ سے دعا مانگتا ہے۔

عرب میں جبل دینا کوئی نہیں۔ البتہ ہندوستان میں کچھ کچھ اوتا ہیں۔ اس لئے
عرب کشیتوں پر سوار ہو کر صرف اللہ ہی کو یاد کرتے۔ مسلمان بھی ان ہندوؤں
کے اثر سے متاثر ہو گئے۔ یہ ملاح جب کشتی چلائے تو قصر کا نام لیتے ہیں
والذین جاہدک افینا۔ سچا اضطراب۔ سچی خواہش۔ سچی کوشش۔ دعا
حق سمجھنے کے لئے پاک راہ ہے۔

میں جب پہلے بیان آیا یہی نکتہ حضرت صاحب کے منہ سے نکلا کہ صرف محبت کام نہیں آتی
بلکہ ہم میں ہو کر جہاد کریں۔ اور اس کوشش کے مطابق اپنا عمل درآمد بھی
رکھیں۔

یہاں سورہ عنکبوت کے نوٹ ختم ہوئے

ابتداء سورہ الروم

(پارہ ۲۱ رکوع ۴ - سورہ الروم رکوع ۱)

مورخہ ۹ جولائی ۱۹۱۰ء

فی بضع سنین - بضع و سال تک بولا جاتا ہے۔

فی اذنی الارض - ملک شام

یفرح المؤمنون - یعنی اوس دن مومنوں کو بھی کفار کے مقابلہ میں فتح ہوگی۔ وہ فتح بدر میں ہوئی۔

لا یخلف وعده - یعنی اس وعدہ کا خلاف نہیں ہوگا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ بعض مواعید کسی اور رنگ میں پورے ہوتے ہیں۔

وانتار الارض - ان لوگوں نے بڑے بڑے کام کئے پیاروں کی چوٹیوں پر عالی شان مکان بنائے۔ اور پروان کنوئیں لگوائے۔

نحی الدین ابن عربی - فتوحات مکہ میں لکھتے ہیں کہ ایک عمارت کے کتبے سے معلوم ہوا کہ تیس لاکھ سال سے بنائی گئی ہے۔

مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱ رکوع ۶۵ - سورہ الروم رکوع ۱)

یبداء الخلق - نابود کو بود کرتا ہے۔ لم یك شیئاً سے ثابت ہوتا ہے کہ مادہ بھی خدا نے پیدا کیا۔

وله الحمد - جیسے فیلحی اللہ سے سبحانک اللہم و بحمدک پڑھنے کا ارشاد معلوم ہوتا ہے۔ ایسا ہی نماز میں الحمد پڑھنے کا حکم ہے۔

یخرج المحی من المیت - اچھون سے بڑے اور بڑوں سے اچھے پیدا ہوتے ہیں۔ من ثواب - مٹی میں بیج بونے ہیں۔ کھیتیاں کیتی ہیں۔ وہ کھاتے ہیں۔ خون پیدا ہوتا ہے۔ پھر نطفہ۔ پھر انسان۔

من الفسک - تمہاری جنس میں سے۔

لتسکنا الیہا - یاد رکھو۔ بیسیان اس لئے ہیں کہ ان سے آرام پاؤ۔ بہت نیک ہیں۔ وہ جو بی بی کو دکھ سمجھیں۔

مودعہ - ان کے ذریعے دو مختلف خاندانوں میں باہمی محبت بڑھتی ہے۔

رحمۃ - بی بی پر رحم کرو۔ وہ تمہارے مقابل میں بہت کمزور ہے۔ لطیف پیرائے میں ادب سکھاؤ۔

والوانکم - کسی نے ایک بزرگ سے کہا کہ شطرنج بھی عجیب کھیل ہے کہ ہر آدمی نئی کھیل کھیلتا ہے۔ اپنے فرمایا اس سے بڑھ کر عجیب انسان کا چہرہ ہے اتنی سی جگہ ہے اور آدم سے لے کر اندم تک مختلف۔

وطعاً - ہزاروں قسم کے موزی جرم اس بجلی کی چمک مرنے ہیں۔ اور کئی قسم کے فاسد مواد تباہ ہوتے ہیں۔

مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱ رکوع ۷ - سورہ الروم رکوع ۴)

اھون علیہ - جب کچھ نہ تھے۔ تو بنایا۔ ثواب جب کچھ ہو چکے ہو۔ پھر بنانا تو اس ذات پر آسان ہے۔ جس نے "جب کچھ نہ تھے" تو نہیں بنالیا۔

ھلکم - تم اپنے غلاموں کو اپنے ساتھ برابر کا شریک نہیں قرار دیتے۔ اور تم ان سے اباؤ کرتے ہو جیسے اپنے غیروں سے نواسہ کے کاموں میں مخلوق برابر کیونکر ہو سکتی ہے۔

لنقوم یعقلون - اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کئی طرح پر توجہ سکھاتا ہے۔ بعض وقت

اسکی تدابیر کو مفید و باریک نہیں ہونے دیتا اور جس راستہ سے اس کو ذوق ملتا ہے اسے بند کر دیتا ہے تا وہ سمجھ لے کہ یہ تمام آمد خدا کے فضل سے ہے کسی کی لیاقت قابلیت یا کسی کی امداد کا نتیجہ نہیں۔ یہ نکتہ حضرت صاحب نے مجھے بنایا تھا۔ مومن کو چاہیے کہ ایسے مومنوں میں اللہ کی حکمتوں پر ایمان لائے اور گھبرائے نہیں۔

دکانا شیعیاً - خوب یاد رکھو کہ اسلام ایک ہی راہ ہے۔ دوہر گز نہیں۔ یہ راہ حق کی تڑپ۔ ولی و معاون۔ صدقہ و خیرات۔ تقویٰ سے ملتی ہے۔

شیئہ - دکھ۔ مصیبت۔

ظھر - غالب ہو گیا ہے۔

فی البر والبحر - پیاروں ملکوں۔ پانی کے کناروں۔ جزیروں میں لوگوں کی برعسایان بڑھ گئی ہیں۔

مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۱۰ء

(از مولوی محمد زور شاہ صاحب)

(پارہ ۲۱ رکوع ۸ - سورہ الروم رکوع ۵)

قرآن مجید عالم جسمانی سے عالم روحانی کی طرف توجہ دلاتا ہے

ایدی الناس - یہ ایک محاورہ عربی اس لئے یہ وہ کہ نہ ہو کہ بعض بدیان عقائد دل سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہاتھ کا خصوصیت سے کیوں ذکر ہے۔

بید طاقت کو کہتے ہیں۔ ہاتھ کو بھی یہ اس لئے کہتے ہیں کہ اکثر طاقتوں کا اظہار اسی ہی ہوتا ہے۔ پس بکسبت ایدی الناس کے معنی ہوتے۔ لوگوں نے اپنی قوتوں کو برا استعمال کیا۔

لینذیقہم - یہ ظہور فساد کا نتیجہ بتایا ہے۔ فساد کے معنی بگاڑ خواہ صرف زکوٰۃ لئے ہو۔ یا اس کا اثر دوسرے پر بھی پڑے۔

اعلمم بی جعوت - اس میں یہ بھی سمجھایا ہے کہ دارالبحار تو اور ہے اور یہاں اعمال کا چہرہ چھل دکھایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ بدیوں سے باز آئیں۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ العزیز)

حضرت سیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزنامہ میں قرآن مجید نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ اکیسواں

(مورخہ ۱۲ - جولائی ۱۹۱۰ء)

(بقیہ رکوع ۸ - سورۃ الروم رکوع ۵)

(از مولوی محمد مہر علی صاحب)

قل سیر فی الارض - یہ سمجھنا کہ اپنے نفسوں پر غور نہیں کرتے تو دوسروں کے حالات سے ہی عبرت پکڑو اور سوچو کہ بعض اگلی قومیں کیوں تشریف لے گئیں۔ ہمارے لئے عبرت پکڑنے کے واسطے بہت صاف راہ ہے۔ کیونکہ تمام ہلاکت و تباہی کی راسخوں کے نمونے موجود ہیں اس پر اسٹاپ اس آفت کا نام آیت مرحومہ رکھا گیا۔

کان اکثر کفر کلین - یہ ان تباہ شدہ قوموں کے مختلف اسباب میں سے ایک جہت جامع بتاتی ہے۔ اور شرک ہے۔

دنیا میں جس قدر بدیاں ہیں ان سب کی بڑھ کر ایک ہے۔ مثال کے طور پر سنو ایک شخص چوری کرنا ہے۔ اب اگر یہ شخص خدا کو صفت از قیامت میں واحد اور کرتا تو کبھی چوری نہ کرنا پھر یہی شخص مشرک فی الحکم بھی بنا کیونکہ اس نے اس ذریعے سے رزق تلاش نہیں کیا جو خدا نے مقرر کیا تھا بلکہ وہ افسوسناک من اتخذ الہا ہواہر کا مورد بنا اور اپنی ناجائز تدبیر پر پورا دیا۔

اس آیت میں یہ نکتہ بھی قابل یادداشت ہو کہ نہ تو تمام قوم نیک ہو جاتی ہے نہ تمام ہی بری۔ بلکہ اکثر پر حکم ہوتا ہے۔ ایک خاص شخص کے معاملہ میں بھی یہی بات ہے کہ جیسا بدیاں نیکیوں سے بڑھ جائیں تو عذاب نازل ہوتا ہے۔

فاقم وجہک - قرآن شریف میں جب واحد مخاطب ہو تو مفسر عام طور پر اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد لیتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ بلکہ تمام لوگ فرداً فرداً نیک کے لئے مخاطب ہیں۔ اس کے معنی ہوئے اپنی توجہ کو ٹھیک ٹھیک قائم کرے۔

یوم - یوم مطلق وقت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یضللہون - ملاپ والی چیز جب چھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تو اسے صدع کہتے ہیں۔ اس کے معنی میں جدا جدا ہو جائیں گے۔ یعنی دور دورہ کا دو دو پانی کا پانی۔ نیک الگ۔ بد الگ۔ فرمانا ہے اس کا مل استیبار کا دن آنے کو پہلے کچھ کر لو۔

کفرہ - کفر جیسے انکار اور حق پوشی کو کہتے ہیں ایسا ہی ناشکری کو۔ یہ بھی تمام بدیوں کا جامع لفظ ہے۔

محمد بن - تمہید کرتے ہیں یعنی اپنی ماقبہ سنو کرتے ہیں۔

من فضیلہ - اس سے ظاہر ہے کہ ابدی "نجات" فضل سے ہے اور اس فضل کو کھینچنے والے ہیں۔ ایمان و عمل صالح۔ عمل تو محدود ہے اور نجات غیر محدود۔ اس وجہ سے نجات ابدی کا مدار فضل پر ہے۔

ومن آیاتہ - خدا تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعہ نواز دیا ہے تو ساتھ ہی روحانیات کی تعلیم دیتا ہے۔ پانچ ان ہواؤں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ روحانی عالم میں بھی بشارات ہوتے ہیں۔ اور پھر خدا کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ جب کسی نبی یا مجدد نے آنا ہوتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ ایک ہوا چلاتا ہے اور بہت سے قلوب اس تعلیم کے ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ کسی نئی تعلیم سن کر بول اٹھتے ہیں۔ یہ تو ہم پہلے ہی سے مانتے تھے۔ یا ہمارا بھی یہی خیال تھا۔

الذین احسنوا - وہ لوگ جو لقطہ ہوں یا امر اللہ۔ ان یوصل کے مصداق تھو فی السماء - بلندی میں۔ سماء کے اصل معنی ہیں۔ مگر جب عام طور پر لفظ آسمان پر بولا جائے گا۔ تو اس کے حقیقی معنی بھی سمجھ لئے گئے۔ حالانکہ یہ تسلسل ہے۔ سماء البیت کہنے میں چھت کو اور سماء النسل جوتے کے پتھر کو الودق - بوندوں کو۔

لم یسلین - یہ سمجھنا ہے کہ نبی کے آنے سے پہلے بعض لوگ مایوسی کی حد تک پہنچ جاتے اور وہ یقین کرتے ہیں کہ اب یہ روحانی مردے زندہ نہ ہو سکیں گے اور اب اس تجربہ میں کوئی پوہ سرسبز نہ ہوگا۔ مگر خدا تعالیٰ اپنی رحمت کی بارش سے اس زمین کو زندہ کرتا ہے۔

کل شیء - ہر چاہی ہوئی بات پر خدا تعالیٰ نے جہاں اپنی قدرت کی وسعت کا ذکر کیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی اس کو ارادہ و مشیت سے مقید کیا ہے۔ فعال لما یرید۔ یفعل ما یشاء۔

مورخہ ۱۳ - جولائی ۱۹۱۰ء

(از مولوی محمد مہر علی صاحب)

(پارہ ۲۱ - رکوع ۵ - سورۃ الروم رکوع ۶)

اس سے پہلے رکوع میں روحانی مردوں کے زندہ کرنے کا ذکر تھا۔ اب حشر احیاء کے متعلق مشرکوں کو دوسری زندگی کے مختلف مراتب یا درجہ کے ثبوت دیتا ہے۔ دوسری قسم میں۔ ایک امکانی احیاء سے یہ ثابت ہو کہ ایسا ہونا ممکن ہے۔ دوسری قسم میں۔ کسی چیز کا بالضرور ہونا ثابت ہو۔ زمین مردہ کے زندہ ہونے کا یہ قیامت کا کافی دلیل ہے اب اور دلیل دیتا ہے۔ کہ تم پہلے کیسے ضعیف و ناتوان ہوئے ہو۔ پھر کیسے طاقتور ہو گئے ہو۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ تخلیق و انشاء و ہوا العظیم القدر یعنی خدا ہر چیز کے بنانے اور بگاڑنے کا عالم اور اس پر قدرت رکھتا ہے۔ پس یہ مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے کا پورا علم رکھتا ہے اور اس پر قادر ہے یہ بھی سمجھنا

ابتداء سورہ لقمان

(پارہ ۲۱ - رکوع ۱۰ - سورہ لقمان رکوع ۱)

(بدستور از خلیفۃ المسیح)

مؤرخ ۱۴ جولائی ۱۹۱۰ء

الحمد - انا اللہ اعلم

الحکیم - حق و حکمت سے بھری ہوئی - بڑی مضبوط باتوں والی

للمحسین - جن میں احسان کا مادہ ہے - ان کے لئے ہے - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے احسان کے معنی کئے ہیں کہ تقید و پابند کانک توا لا دان لم تزل فائدہ
یواک - (الحديث)

(۲) دوسرے سے سلوک و نیکی - ایک یہودی کسی مسلمان کے پیروں رہتا اور کوشش کرتا
جانوروں کو دانا دے داتا - اس مسلمان نے کہا کہ تیرا عمل بے فائدہ ہے - مگر آخری
نے مکہ کالج کرتے دیکھا اور یہودی نے بتایا کہ یہ اس خیرات کا اجر ہے -

(۳) ایک صحابی اپنی اونٹوں کی قربانی کا ذکر کر کے حضور نبوی میں عرض کیا کہ وہ شاید
قبول نہ ہوئے - فرمایا - اسلمت علی ما اسلفت -

(۴) ایک بدکار نے کتے کو دیکھا - کچھ چٹاٹ رہا ہے اس نے رحم کر کے موزہ اوتاڑا اور
کنوئین سے بھر کر اسے پانی پلایا - خدا نے نیکی کی راہ پر ایسا ڈالا کہ وہ جنتی ہو گیا (الحديث)
پس احسان کرنے والوں کو قرآن مجید خوب موجب ہدایت و رحمت ہو -

سورہ بقرہ کے ابتدا میں بھی قریباً یہی آیات ہیں - میں نے دیکھا ہے (۱) جو
لوگ دعاؤں کے قائل نہیں (۲) غیب الغیب رنگ میں کسی مالک خالق کے
قائل نہیں - (۳) داد و دہش کی عادت نہیں رکھتے - وہ کبھی کتب الہیہ سے
منہج نہیں ہوتے - اسلئے فرمایا - ھدی للمتقین الذین یؤمنون
بالغیب و یقیمون الصلوة و مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ یَنْفِقُونَ -

سورہ یوسف میں ہے - و لما بلغ أشده أتيناه حکماً و علماً
و کذلک یخبری المحسنین - جس سے ظاہر ہے - کہ ہر محسن کو حکم و علم بخشا جائیگا
بلاخرۃ - جزا و سزا "غیب" میں ہے -

علی ھدی - ہدایت پر سوار ہو جانے میں اور منزل مقصود پر منظر منظر
پہنچیں گے -

لھو الحدیث - ایسی باتیں جن سے جناب الہی سے غفلت ہو جائے -
راگ - سرود بالخصوص اس کے معنی لینے اپنے اپنے ملک کے حالات کے مطابق
میں -

بغیر علم - نا سمجھی ہے -

ھزادہ - ہکا -

فبشرۃ - کھول کر خبر دو -

کہ قوت کے بعد ضعف کم علمی یا عدم قدرت کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ حکمت سے ایسا کام کرتا ہے
مال البشوا غیث ساعة - مفسرین لکھتے ہیں کہ عذاب و ثواب کے تین مراتب ہیں
ایک مرتبہ قبر - عالم برزخ و دوم جنت و دوزخ میں پہنچنا - سوم تمام انعامات و عذاب
الہی کا کامل ظہور -

چونکہ دوسرا مرتبہ پہلے سے اعلیٰ ہے اس لئے شرک بوجہ جہالت پہلی حالت
میں رہائش کو دوسری کے مقابل میں گھڑی کے برابر سمجھیں گے - یعنی جب آخری
حالت میں تکلیف زیادہ ہوگی - تو وہ پہلی اس کے مقابل میں ایچ سمجھیں گے - مگر
مومن کا یہ حال نہیں -

غرض شرک تو کہیں گے کہ بس یہ دن سخت ہے اس سے پہلے کا زمانہ تو قلیل
ہی تھا - مگر مومن کہیں گے یہ یوم البعث ہے جس کے تم منکر تھے اور اسی انگار
کی وجہ سے تم پر سخت ہو - مگر کتب اصد میں یوم البعث تک ٹھہرنے کے معنی نہیں بنتے
اس لئے مفسرین کو گھبراہٹ ہوئی ہے - میں کہتا ہوں - قرآن شریف نے اس کی خودی
تفسیر کر دی ہے - ایک مقام پر فرماتا ہے - لا تعزوا عقدۃ الشکاح حتی یبلغ الکتاب
اجلہ - یہاں کتاب سے مراد مقرر شدہ زمانہ ہے -

پس اس آیت کے یہ معنی ہونے لگے کہ تم ٹھہرے رہے اللہ کے مقرر کردہ زمانہ میں
جس کی آخری حد یوم البعث تھی - یعنی وہ زمانہ جو تمہاری سزا کے لئے مقرر کیا گیا تھا اس
کے گزرنے تک ٹھہرے رہے ہو -

(۲) ساعت - مصیبت و تباہی کے وقت کو بھی کہتے ہیں - پس معنی یہ ہوئے جس
صن کہ وہ تباہی کا وقت آئے گا - مجرم قسمین کہا میں گے - اور کہیں گے کہ ہمیں کس
قیامت کے قیام کی خبر دینے ہو - مال البشوا غیث ساعة - قیامت تو ہمارا
سر پر پہلے ہی آئی ہوئی ہے - اور اب تک ہم قیامت کے بغیر نہیں رہے اس پر
مومن کہیں گے کہ تم اللہ کی مقرر شدہ میعاد تک ٹھہرے رہو ہوا یوم البعث
تو اب شروع ہوتا ہے -

لا ینفع - دنیا میں تو انسان بہت سے عذر چلے تراش کر بچ بھی سکتا ہو - مگر خدا
کے حضور اس قسم کے عذر و حیلے نفع نہ دینگے -

یستعذبون - خلیفۃ المسیح اس کے معنی کیا کرتے ہیں کہ یہ معتب سے ہے پس معذور
ہونے کے وہ معتبہ و دوزخ پر آنے نہ دے جا دیں گے یعنی وہ چکیٹ پر پھٹکنے نہ دے
جائیں گے یہ عمدہ معنی میں مگر یہ معنی بھی ہیں کہ ان پر جو عذاب کیا جاتا ہے اس کا وہ
شکوہ کریں گے - تو وہ شکوہ رفع نہ کیا جاوے گا -

من کل دھشل - مثل مثال کو نہیں کہتے بلکہ اس کے دو معنی ہیں ۱) حالت
جیسے فرمایا - مثلہم کمثل الذی استوقد ناراً - یعنی ان کی حالت (ب)
مثل کسی چیز کی ایسی حالت بیان کرنا کہ اس سے دوسری چیز کی حالت کھل جائے چنانچہ
الذی استوقد ناراً کی حالت بیان کر کے منافقوں کی اندرونی حالت کھولی ہے -

یہاں سورہ الروم کے نوٹ ختم ہوئے

بغیر حمد تو نہ سنا۔ کوئی شخص نہیں جو کہے۔ کہ اس کے ستون میں نے ہی دیکھے
میں۔

ان تمہید بکم۔ خوراک دیتے ہیں تم کو کیونکہ بڑی بڑی ندیاں اور دریا پاٹوں کو
نکلتے ہیں (۲) جو چکر کھاتے ہیں تمہارے ساتھ (۳) بان لائید بکم۔ تاکہ تم
ہلاک نہ ہو جاؤ۔ زمین سیال تھی تو متواتر زلزلے آتے تھے اب زلزلے کم ہو گئے

مؤخر ۱۹ جولائی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱ رکوع ۱۱۔ سورہ لقمان رکوع ۱۲)

الحکمت۔ نمائت مضبوط بات جس کا انجام خیر ہو۔ جن میں ایک شخص تھا۔
جس نے علموں کی تعریفیں یا ذکر رکھی تھیں۔ اکثر اہل مسلم کا اس ذریعہ سے استحسان
کہ اس کو برسر محفل ناوم کیا کرتا ایک دن مجھ سے بھی سوال کیا۔ کہ حکمت کی جامع
مانع تعریف کیسے؟ میں نے سورۃ نبی اسرائیل کا رکوع ۴ کا ترجمہ سنا دیا۔ اس کے
آخر میں ہے۔ ذلک مستادھی الیہ ربک من الحکمت۔ سن کر دم بخود گیا
ان لشکر اللہ۔ شکر کرنے سے نعمت بڑھتی ہے۔ فرمایا۔ لئن شکرت لآزیدنکم
تم شکر کرو گے تو قسم ہے میں اپنی ذات کی کہ ہم ضرور بڑھ چڑھ کر دین گے۔

الشک۔ شرک کے معنی سانجھی بنانا۔ اللہ کی ذات۔ صفات۔ افعال۔ حیات
میں کسی کو شریک نہ کرنا۔

یا بنی اقم الصلوة۔ پہلے عفاۃ کے بابے میں فرمایا۔ اب غلی حصہ کے
متعلق وعظ سناتے

(۱) جب عفاۃ بھیج ہو گئے (۲) اعمال صالح ہو گئے۔ پھر تم نے امر بالمعروف شروع کیا۔
تو لوگوں کی مخالفت پر صبر و استقلال سے کام لو۔ اس کے بعد جب تمہیں کامیابی حاصل ہو
تو دیکھنا مستکبر نہ ہو جانا۔ اسی لئے فرمایا۔

ولا تصغر لک للناص۔ اپنی گالیں مت بھلا۔
واقصد فی مشیک۔ اپنے تمام اقوال۔ افعال۔ خیالات میں میانہ روی اختیار
کر لو۔

مؤخر ۱۸ جولائی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱۵ رکوع ۱۲۔ سورہ لقمان رکوع ۳)

انسان اس شخص کی فرمان برداری کرتا ہے۔ جو محسن ہو۔ حاکم مستطرب ہو۔ اللہ شانہ
اس فطر کے لحاظ سے انسان کو سمجھاتا ہے۔

ظاہرۃً۔ عمن و تناسب وصحت اعضاء اس میں شامل ہے۔
بالطنہ۔ اس میں عقل و تمیز۔ قابلیت لیاقت۔ علم۔ ولایت نبوت شامل ہے
بغیر علم۔ وہ عالم جو خدا تعالیٰ اپنی جناب سے بشتا ہے اور نور فراست اور پاک کتاب
کو نہیں سمجھتے۔ مگر جھگڑنے اور ہر دین کی بات میں رائے دینے کو تیار۔

ومن یسلم و دجھہ۔ اپنی ساری توجہ اللہ کی طرف سوچ دینے میں۔ دنیا و دنیا
کماؤ مگر اللہ کے لئے۔

ما نفدت کلمت اللہ۔ اللہ کی باتیں ختم نہیں ہوتیں۔ صرف اسی بات کو لو۔ ایک قطرہ
میں کتنے کیڑے ہوتے ہیں۔ اب ان کے اعضاء کی تشریح اور خداوند عالم کی قدرت
کا ذکر شروع ہو۔ تو کب ختم ہو سکتا ہے۔

مؤخر ۱۹ جولائی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱ رکوع ۱۳۔ سورہ لقمان رکوع ۴)

اللہ تعالیٰ مختلف ممالک میں مختلف نعمتیں دی ہیں۔ مثلاً عرب میں کھجور ہندوستان
میں آم۔ کابل میں انگور۔

ایسا ہی کسی کو کوئی علم بخشا ہے کسی کو کوئی ہنر۔ ان تمام ممالک میں تبادلۃ الافام و
خیالات کے لئے جہاز ہیں۔

بنعمت اللہ۔ اللہ کے فضل سے مختلف قسم کی نعمتیں لیں۔
صبار مشکور۔ دور کی نعمتیں دیکھ کر انسان شکر بجالائے اور اپنے تئیں اعتدال
عصیان سے بچائے۔ یہ آیت بالیکاٹ کرنے کی تردید کرتی ہے۔ تبادلۃ اشیاء و غیر ممالک
سے منع نہیں بلکہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا ادائے شکر ہے۔
ختار۔ بدعہد۔

اتقوا دیکم۔ سمجھتا ہے کہ یہ تمام نعمتیں تقویٰ سے ملتی ہیں۔
الغرادر۔ ایک غور و مصدر ہے اس کے معنی میں تکبر۔ یہ غور ہے اس کے

معنی دھوکہ دینے والا۔ یہ شیطان کا نام ہے
وینزل الغیث۔ واقعی یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ بارش اس کے لئے مفید ہوگی یا مضر
اس سے جو پھل نکلیگا وہ خدا جانے اس کے نصیب ہوگا یا نہیں۔

ما فی الارحام۔ شقی ہوگا یا سعید
ماذا تکسب غداً۔ سعید و ن دا کے کام کر لگا یا شقی و ن دا کے۔ بعض لوگ ایسے
ہیں کہ میسی مومن و یصبح کافراً۔ ہمیشہ ایمان پر ثابت رہنے کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

ایک بزرگ اپنے حالات میں لکھتے ہیں کہ مجھے مہاشات میں یہ زبردست دلیل چھی
کہ محسوسات سے غیر محسوس اشیاء پر دلیل پکڑنی چاہیے۔ اور اس طرح کئی مباحثے جتو۔
ایک دن چھت پر لیٹے تھے۔ سارون پر نظر جا پڑی۔ خیال میں آیا یہ ستارے جس قدر
مجھے چھوٹے محسوس ہوتے ہیں کیا واقعہ میں بھی اتنے ہی ہیں عقل نے جواب دیا
نہیں۔ جب امرحی خلافت واقعہ نکلا۔ تو میں بہت گھبرا یا۔ یہاں تک کہ بارہ سال اسی
منحصر میں رہا۔ آخر اللہ کی طرف رجوع کیا تو اس نے انشراح صدر بخشا۔

میں تم سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ حق پہچاننے کا یہی ایک معیار ہے کہ خدا تعالیٰ سے
ٹپ ٹپ کر دعا مانگے۔ اور مشاہدات (جن کے معنی اس پر نہیں کھلے) حکمت
(جو اس کے لئے صاف ہیں) کی تابع کرے۔ اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو حوالہ سجدہ کرے
اور دعا کرے۔ دبتا کا تو غر قلوبنا بعد اذ ہدایتنا و ہب لنا من لدنک
دجۃ انک انت الوہاب۔ اللہ تعالیٰ ضرورتی کی راہ نکال دینگا۔

بای ارض تموت۔ یہ سیکو معلوم نہیں کہ یہ زمین اس کے لئے دوضۃ من

دیاض الجنة ہوگی یا حضرة من السناد۔
یون تو ایک بادشاہ کہ سکتا ہے۔ بن ہین مروں گا۔ اور بعض
لوگوں نے اپنی قبرین زندگی میں کھدوائیں۔ اور وہیں
مرے۔

یہاں سورہ لقمان کو ختم ہوئے

ابتداء سورہ السجۃ

(پارہ ۲۱ - رکوع ۱۲ - سورہ السجۃ رکوع ۱)

مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۰ء

الکس۔ مقطعات قرآنی کے معنی اس زمانہ میں خوب کھلے ہیں
انگریزی میں قواع کل ایسے حروف بہت آتے ہیں۔ بعض لوگوں کے
ساتھ تو تقریباً تمام حروف بھی ہوتے ہیں۔
کاریمافیہ۔ رب کے معنی ہلاکت کے بھی ہیں جیسے نترلیں
بہ دیب المنون میں اور شک کے بھی۔

قرآن شریف میں جو راہیں بتائی گئی ہیں۔ وہ نہ تو ہلاکت کی ہیں۔
نہ ان میں کسی قسم کا شک ہے۔ پس شک مت کرو۔

فی ستۃ ایام۔ چھ وقتوں میں ہر چیز کا کمال چھ مرتبے
طے کر کے ہوتا ہے۔ ایک شخص نے مجھے کہا۔ خدا آنا فانا نہیں
بنا سکتا۔ پس ایک کئی کا کھیت تھا۔ میں نے کہا اس کا ایک بھٹا لاؤ
اوس نے کہا وہ تو کئی ماہ بعد ہوگا۔ تب میں نے کہا ایک بھٹے کے
لئے آتے جیسے بھی خدا ہی لگاتا ہے۔

نشم۔ چھ ہسم تم کو اور بات سنائیں۔ شم سے یہی مراد ہے
نہ پر کہ آسمان زمین بنائے پر عرش پر جا چڑھا۔ اس کی مثالیں
قرآن شریف میں کئی ہیں۔ چنانچہ ^{الغاشیہ} ^{۱۰۰} ^{۱۰۱} ^{۱۰۲} ^{۱۰۳} ^{۱۰۴} ^{۱۰۵} ^{۱۰۶} ^{۱۰۷} ^{۱۰۸} ^{۱۰۹} ^{۱۱۰} ^{۱۱۱} ^{۱۱۲} ^{۱۱۳} ^{۱۱۴} ^{۱۱۵} ^{۱۱۶} ^{۱۱۷} ^{۱۱۸} ^{۱۱۹} ^{۱۲۰} ^{۱۲۱} ^{۱۲۲} ^{۱۲۳} ^{۱۲۴} ^{۱۲۵} ^{۱۲۶} ^{۱۲۷} ^{۱۲۸} ^{۱۲۹} ^{۱۳۰} ^{۱۳۱} ^{۱۳۲} ^{۱۳۳} ^{۱۳۴} ^{۱۳۵} ^{۱۳۶} ^{۱۳۷} ^{۱۳۸} ^{۱۳۹} ^{۱۴۰} ^{۱۴۱} ^{۱۴۲} ^{۱۴۳} ^{۱۴۴} ^{۱۴۵} ^{۱۴۶} ^{۱۴۷} ^{۱۴۸} ^{۱۴۹} ^{۱۵۰} ^{۱۵۱} ^{۱۵۲} ^{۱۵۳} ^{۱۵۴} ^{۱۵۵} ^{۱۵۶} ^{۱۵۷} ^{۱۵۸} ^{۱۵۹} ^{۱۶۰} ^{۱۶۱} ^{۱۶۲} ^{۱۶۳} ^{۱۶۴} ^{۱۶۵} ^{۱۶۶} ^{۱۶۷} ^{۱۶۸} ^{۱۶۹} ^{۱۷۰} ^{۱۷۱} ^{۱۷۲} ^{۱۷۳} ^{۱۷۴} ^{۱۷۵} ^{۱۷۶} ^{۱۷۷} ^{۱۷۸} ^{۱۷۹} ^{۱۸۰} ^{۱۸۱} ^{۱۸۲} ^{۱۸۳} ^{۱۸۴} ^{۱۸۵} ^{۱۸۶} ^{۱۸۷} ^{۱۸۸} ^{۱۸۹} ^{۱۹۰} ^{۱۹۱} ^{۱۹۲} ^{۱۹۳} ^{۱۹۴} ^{۱۹۵} ^{۱۹۶} ^{۱۹۷} ^{۱۹۸} ^{۱۹۹} ^{۲۰۰} ^{۲۰۱} ^{۲۰۲} ^{۲۰۳} ^{۲۰۴} ^{۲۰۵} ^{۲۰۶} ^{۲۰۷} ^{۲۰۸} ^{۲۰۹} ^{۲۱۰} ^{۲۱۱} ^{۲۱۲} ^{۲۱۳} ^{۲۱۴} ^{۲۱۵} ^{۲۱۶} ^{۲۱۷} ^{۲۱۸} ^{۲۱۹} ^{۲۲۰} ^{۲۲۱} ^{۲۲۲} ^{۲۲۳} ^{۲۲۴} ^{۲۲۵} ^{۲۲۶} ^{۲۲۷} ^{۲۲۸} ^{۲۲۹} ^{۲۳۰} ^{۲۳۱} ^{۲۳۲} ^{۲۳۳} ^{۲۳۴} ^{۲۳۵} ^{۲۳۶} ^{۲۳۷} ^{۲۳۸} ^{۲۳۹} ^{۲۴۰} ^{۲۴۱} ^{۲۴۲} ^{۲۴۳} ^{۲۴۴} ^{۲۴۵} ^{۲۴۶} ^{۲۴۷} ^{۲۴۸} ^{۲۴۹} ^{۲۵۰} ^{۲۵۱} ^{۲۵۲} ^{۲۵۳} ^{۲۵۴} ^{۲۵۵} ^{۲۵۶} ^{۲۵۷} ^{۲۵۸} ^{۲۵۹} ^{۲۶۰} ^{۲۶۱} ^{۲۶۲} ^{۲۶۳} ^{۲۶۴} ^{۲۶۵} ^{۲۶۶} ^{۲۶۷} ^{۲۶۸} ^{۲۶۹} ^{۲۷۰} ^{۲۷۱} ^{۲۷۲} ^{۲۷۳} ^{۲۷۴} ^{۲۷۵} ^{۲۷۶} ^{۲۷۷} ^{۲۷۸} ^{۲۷۹} ^{۲۸۰} ^{۲۸۱} ^{۲۸۲} ^{۲۸۳} ^{۲۸۴} ^{۲۸۵} ^{۲۸۶} ^{۲۸۷} ^{۲۸۸} ^{۲۸۹} ^{۲۹۰} ^{۲۹۱} ^{۲۹۲} ^{۲۹۳} ^{۲۹۴} ^{۲۹۵} ^{۲۹۶} ^{۲۹۷} ^{۲۹۸} ^{۲۹۹} ^{۳۰۰} ^{۳۰۱} ^{۳۰۲} ^{۳۰۳} ^{۳۰۴} ^{۳۰۵} ^{۳۰۶} ^{۳۰۷} ^{۳۰۸} ^{۳۰۹} ^{۳۱۰} ^{۳۱۱} ^{۳۱۲} ^{۳۱۳} ^{۳۱۴} ^{۳۱۵} ^{۳۱۶} ^{۳۱۷} ^{۳۱۸} ^{۳۱۹} ^{۳۲۰} ^{۳۲۱} ^{۳۲۲} ^{۳۲۳} ^{۳۲۴} ^{۳۲۵} ^{۳۲۶} ^{۳۲۷} ^{۳۲۸} ^{۳۲۹} ^{۳۳۰} ^{۳۳۱} ^{۳۳۲} ^{۳۳۳} ^{۳۳۴} ^{۳۳۵} ^{۳۳۶} ^{۳۳۷} ^{۳۳۸} ^{۳۳۹} ^{۳۴۰} ^{۳۴۱} ^{۳۴۲} ^{۳۴۳} ^{۳۴۴} ^{۳۴۵} ^{۳۴۶} ^{۳۴۷} ^{۳۴۸} ^{۳۴۹} ^{۳۵۰} ^{۳۵۱} ^{۳۵۲} ^{۳۵۳} ^{۳۵۴} ^{۳۵۵} ^{۳۵۶} ^{۳۵۷} ^{۳۵۸} ^{۳۵۹} ^{۳۶۰} ^{۳۶۱} ^{۳۶۲} ^{۳۶۳} ^{۳۶۴} ^{۳۶۵} ^{۳۶۶} ^{۳۶۷} ^{۳۶۸} ^{۳۶۹} ^{۳۷۰} ^{۳۷۱} ^{۳۷۲} ^{۳۷۳} ^{۳۷۴} ^{۳۷۵} ^{۳۷۶} ^{۳۷۷} ^{۳۷۸} ^{۳۷۹} ^{۳۸۰} ^{۳۸۱} ^{۳۸۲} ^{۳۸۳} ^{۳۸۴} ^{۳۸۵} ^{۳۸۶} ^{۳۸۷} ^{۳۸۸} ^{۳۸۹} ^{۳۹۰} ^{۳۹۱} ^{۳۹۲} ^{۳۹۳} ^{۳۹۴} ^{۳۹۵} ^{۳۹۶} ^{۳۹۷} ^{۳۹۸} ^{۳۹۹} ^{۴۰۰} ^{۴۰۱} ^{۴۰۲} ^{۴۰۳} ^{۴۰۴} ^{۴۰۵} ^{۴۰۶} ^{۴۰۷} ^{۴۰۸} ^{۴۰۹} ^{۴۱۰} ^{۴۱۱} ^{۴۱۲} ^{۴۱۳} ^{۴۱۴} ^{۴۱۵} ^{۴۱۶} ^{۴۱۷} ^{۴۱۸} ^{۴۱۹} ^{۴۲۰} ^{۴۲۱} ^{۴۲۲} ^{۴۲۳} ^{۴۲۴} ^{۴۲۵} ^{۴۲۶} ^{۴۲۷} ^{۴۲۸} ^{۴۲۹} ^{۴۳۰} ^{۴۳۱} ^{۴۳۲} ^{۴۳۳} ^{۴۳۴} ^{۴۳۵} ^{۴۳۶} ^{۴۳۷} ^{۴۳۸} ^{۴۳۹} ^{۴۴۰} ^{۴۴۱} ^{۴۴۲} ^{۴۴۳} ^{۴۴۴} ^{۴۴۵} ^{۴۴۶} ^{۴۴۷} ^{۴۴۸} ^{۴۴۹} ^{۴۵۰} ^{۴۵۱} ^{۴۵۲} ^{۴۵۳} ^{۴۵۴} ^{۴۵۵} ^{۴۵۶} ^{۴۵۷} ^{۴۵۸} ^{۴۵۹} ^{۴۶۰} ^{۴۶۱} ^{۴۶۲} ^{۴۶۳} ^{۴۶۴} ^{۴۶۵} ^{۴۶۶} ^{۴۶۷} ^{۴۶۸} ^{۴۶۹} ^{۴۷۰} ^{۴۷۱} ^{۴۷۲} ^{۴۷۳} ^{۴۷۴} ^{۴۷۵} ^{۴۷۶} ^{۴۷۷} ^{۴۷۸} ^{۴۷۹} ^{۴۸۰} ^{۴۸۱} ^{۴۸۲} ^{۴۸۳} ^{۴۸۴} ^{۴۸۵} ^{۴۸۶} ^{۴۸۷} ^{۴۸۸} ^{۴۸۹} ^{۴۹۰} ^{۴۹۱} ^{۴۹۲} ^{۴۹۳} ^{۴۹۴} ^{۴۹۵} ^{۴۹۶} ^{۴۹۷} ^{۴۹۸} ^{۴۹۹} ^{۵۰۰} ^{۵۰۱} ^{۵۰۲} ^{۵۰۳} ^{۵۰۴} ^{۵۰۵} ^{۵۰۶} ^{۵۰۷} ^{۵۰۸} ^{۵۰۹} ^{۵۱۰} ^{۵۱۱} ^{۵۱۲} ^{۵۱۳} ^{۵۱۴} ^{۵۱۵} ^{۵۱۶} ^{۵۱۷} ^{۵۱۸} ^{۵۱۹} ^{۵۲۰} ^{۵۲۱} ^{۵۲۲} ^{۵۲۳} ^{۵۲۴} ^{۵۲۵} ^{۵۲۶} ^{۵۲۷} ^{۵۲۸} ^{۵۲۹} ^{۵۳۰} ^{۵۳۱} ^{۵۳۲} ^{۵۳۳} ^{۵۳۴} ^{۵۳۵} ^{۵۳۶} ^{۵۳۷} ^{۵۳۸} ^{۵۳۹} ^{۵۴۰} ^{۵۴۱} ^{۵۴۲} ^{۵۴۳} ^{۵۴۴} ^{۵۴۵} ^{۵۴۶} ^{۵۴۷} ^{۵۴۸} ^{۵۴۹} ^{۵۵۰} ^{۵۵۱} ^{۵۵۲} ^{۵۵۳} ^{۵۵۴} ^{۵۵۵} ^{۵۵۶} ^{۵۵۷} ^{۵۵۸} ^{۵۵۹} ^{۵۶۰} ^{۵۶۱} ^{۵۶۲} ^{۵۶۳} ^{۵۶۴} ^{۵۶۵} ^{۵۶۶} ^{۵۶۷} ^{۵۶۸} ^{۵۶۹} ^{۵۷۰} ^{۵۷۱} ^{۵۷۲} ^{۵۷۳} ^{۵۷۴} ^{۵۷۵} ^{۵۷۶} ^{۵۷۷} ^{۵۷۸} ^{۵۷۹} ^{۵۸۰} ^{۵۸۱} ^{۵۸۲} ^{۵۸۳} ^{۵۸۴} ^{۵۸۵} ^{۵۸۶} ^{۵۸۷} ^{۵۸۸} ^{۵۸۹} ^{۵۹۰} ^{۵۹۱} ^{۵۹۲} ^{۵۹۳} ^{۵۹۴} ^{۵۹۵} ^{۵۹۶} ^{۵۹۷} ^{۵۹۸} ^{۵۹۹} ^{۶۰۰} ^{۶۰۱} ^{۶۰۲} ^{۶۰۳} ^{۶۰۴} ^{۶۰۵} ^{۶۰۶} ^{۶۰۷} ^{۶۰۸} ^{۶۰۹} ^{۶۱۰} ^{۶۱۱} ^{۶۱۲} ^{۶۱۳} ^{۶۱۴} ^{۶۱۵} ^{۶۱۶} ^{۶۱۷} ^{۶۱۸} ^{۶۱۹} ^{۶۲۰} ^{۶۲۱} ^{۶۲۲} ^{۶۲۳} ^{۶۲۴} ^{۶۲۵} ^{۶۲۶} ^{۶۲۷} ^{۶۲۸} ^{۶۲۹} ^{۶۳۰} ^{۶۳۱} ^{۶۳۲} ^{۶۳۳} ^{۶۳۴} ^{۶۳۵} ^{۶۳۶} ^{۶۳۷} ^{۶۳۸} ^{۶۳۹} ^{۶۴۰} ^{۶۴۱} ^{۶۴۲} ^{۶۴۳} ^{۶۴۴} ^{۶۴۵} ^{۶۴۶} ^{۶۴۷} ^{۶۴۸} ^{۶۴۹} ^{۶۵۰} ^{۶۵۱} ^{۶۵۲} ^{۶۵۳} ^{۶۵۴} ^{۶۵۵} ^{۶۵۶} ^{۶۵۷} ^{۶۵۸} ^{۶۵۹} ^{۶۶۰} ^{۶۶۱} ^{۶۶۲} ^{۶۶۳} ^{۶۶۴} ^{۶۶۵} ^{۶۶۶} ^{۶۶۷} ^{۶۶۸} ^{۶۶۹} ^{۶۷۰} ^{۶۷۱} ^{۶۷۲} ^{۶۷۳} ^{۶۷۴} ^{۶۷۵} ^{۶۷۶} ^{۶۷۷} ^{۶۷۸} ^{۶۷۹} ^{۶۸۰} ^{۶۸۱} ^{۶۸۲} ^{۶۸۳} ^{۶۸۴} ^{۶۸۵} ^{۶۸۶} ^{۶۸۷} ^{۶۸۸} ^{۶۸۹} ^{۶۹۰} ^{۶۹۱} ^{۶۹۲} ^{۶۹۳} ^{۶۹۴} ^{۶۹۵} ^{۶۹۶} ^{۶۹۷} ^{۶۹۸} ^{۶۹۹} ^{۷۰۰} ^{۷۰۱} ^{۷۰۲} ^{۷۰۳} ^{۷۰۴} ^{۷۰۵} ^{۷۰۶} ^{۷۰۷} ^{۷۰۸} ^{۷۰۹} ^{۷۱۰} ^{۷۱۱} ^{۷۱۲} ^{۷۱۳} ^{۷۱۴} ^{۷۱۵} ^{۷۱۶} ^{۷۱۷} ^{۷۱۸} ^{۷۱۹} ^{۷۲۰} ^{۷۲۱} ^{۷۲۲} ^{۷۲۳} ^{۷۲۴} ^{۷۲۵} ^{۷۲۶} ^{۷۲۷} ^{۷۲۸} ^{۷۲۹} ^{۷۳۰} ^{۷۳۱} ^{۷۳۲} ^{۷۳۳} ^{۷۳۴} ^{۷۳۵} ^{۷۳۶} ^{۷۳۷} ^{۷۳۸} ^{۷۳۹} ^{۷۴۰} ^{۷۴۱} ^{۷۴۲} ^{۷۴۳} ^{۷۴۴} ^{۷۴۵} ^{۷۴۶} ^{۷۴۷} ^{۷۴۸} ^{۷۴۹} ^{۷۵۰} ^{۷۵۱} ^{۷۵۲} ^{۷۵۳} ^{۷۵۴} ^{۷۵۵} ^{۷۵۶} ^{۷۵۷} ^{۷۵۸} ^{۷۵۹} ^{۷۶۰} ^{۷۶۱} ^{۷۶۲} ^{۷۶۳} ^{۷۶۴} ^{۷۶۵} ^{۷۶۶} ^{۷۶۷} ^{۷۶۸} ^{۷۶۹} ^{۷۷۰} ^{۷۷۱} ^{۷۷۲} ^{۷۷۳} ^{۷۷۴} ^{۷۷۵} ^{۷۷۶} ^{۷۷۷} ^{۷۷۸} ^{۷۷۹} ^{۷۸۰} ^{۷۸۱} ^{۷۸۲} ^{۷۸۳} ^{۷۸۴} ^{۷۸۵} ^{۷۸۶} ^{۷۸۷} ^{۷۸۸} ^{۷۸۹} ^{۷۹۰} ^{۷۹۱} ^{۷۹۲} ^{۷۹۳} ^{۷۹۴} ^{۷۹۵} ^{۷۹۶} ^{۷۹۷} ^{۷۹۸} ^{۷۹۹} ^{۸۰۰} ^{۸۰۱} ^{۸۰۲} ^{۸۰۳} ^{۸۰۴} ^{۸۰۵} ^{۸۰۶} ^{۸۰۷} ^{۸۰۸} ^{۸۰۹} ^{۸۱۰} ^{۸۱۱} ^{۸۱۲} ^{۸۱۳} ^{۸۱۴} ^{۸۱۵} ^{۸۱۶} ^{۸۱۷} ^{۸۱۸} ^{۸۱۹} ^{۸۲۰} ^{۸۲۱} ^{۸۲۲} ^{۸۲۳} ^{۸۲۴} ^{۸۲۵} ^{۸۲۶} ^{۸۲۷} ^{۸۲۸} ^{۸۲۹} ^{۸۳۰} ^{۸۳۱} ^{۸۳۲} ^{۸۳۳} ^{۸۳۴} ^{۸۳۵} ^{۸۳۶} ^{۸۳۷} ^{۸۳۸} ^{۸۳۹} ^{۸۴۰} ^{۸۴۱} ^{۸۴۲} ^{۸۴۳} ^{۸۴۴} ^{۸۴۵} ^{۸۴۶} ^{۸۴۷} ^{۸۴۸} ^{۸۴۹} ^{۸۵۰} ^{۸۵۱} ^{۸۵۲} ^{۸۵۳} ^{۸۵۴} ^{۸۵۵} ^{۸۵۶} ^{۸۵۷} ^{۸۵۸} ^{۸۵۹} ^{۸۶۰} ^{۸۶۱} ^{۸۶۲} ^{۸۶۳} ^{۸۶۴} ^{۸۶۵} ^{۸۶۶} ^{۸۶۷} ^{۸۶۸} ^{۸۶۹} ^{۸۷۰} ^{۸۷۱} ^{۸۷۲} ^{۸۷۳} ^{۸۷۴} ^{۸۷۵} ^{۸۷۶} ^{۸۷۷} ^{۸۷۸} ^{۸۷۹} ^{۸۸۰} ^{۸۸۱} ^{۸۸۲} ^{۸۸۳} ^{۸۸۴} ^{۸۸۵} ^{۸۸۶} ^{۸۸۷} ^{۸۸۸} ^{۸۸۹} ^{۸۹۰} ^{۸۹۱} ^{۸۹۲} ^{۸۹۳} ^{۸۹۴} ^{۸۹۵} ^{۸۹۶} ^{۸۹۷} ^{۸۹۸} ^{۸۹۹} ^{۹۰۰} ^{۹۰۱} ^{۹۰۲} ^{۹۰۳} ^{۹۰۴} ^{۹۰۵} ^{۹۰۶} ^{۹۰۷} ^{۹۰۸} ^{۹۰۹} ^{۹۱۰} ^{۹۱۱} ^{۹۱۲} ^{۹۱۳} ^{۹۱۴} ^{۹۱۵} ^{۹۱۶} ^{۹۱۷} ^{۹۱۸} ^{۹۱۹} ^{۹۲۰} ^{۹۲۱} ^{۹۲۲} ^{۹۲۳} ^{۹۲۴} ^{۹۲۵} ^{۹۲۶} ^{۹۲۷} ^{۹۲۸} ^{۹۲۹} ^{۹۳۰} ^{۹۳۱} ^{۹۳۲} ^{۹۳۳} ^{۹۳۴} ^{۹۳۵} ^{۹۳۶} ^{۹۳۷} ^{۹۳۸} ^{۹۳۹} ^{۹۴۰} ^{۹۴۱} ^{۹۴۲} ^{۹۴۳} ^{۹۴۴} ^{۹۴۵} ^{۹۴۶} ^{۹۴۷} ^{۹۴۸} ^{۹۴۹} ^{۹۵۰} ^{۹۵۱} ^{۹۵۲} ^{۹۵۳} ^{۹۵۴} ^{۹۵۵} ^{۹۵۶} ^{۹۵۷} ^{۹۵۸} ^{۹۵۹} ^{۹۶۰} ^{۹۶۱} ^{۹۶۲} ^{۹۶۳} ^{۹۶۴} ^{۹۶۵} ^{۹۶۶} ^{۹۶۷} ^{۹۶۸} ^{۹۶۹} ^{۹۷۰} ^{۹۷۱} ^{۹۷۲} ^{۹۷۳} ^{۹۷۴} ^{۹۷۵} ^{۹۷۶} ^{۹۷۷} ^{۹۷۸} ^{۹۷۹} ^{۹۸۰} ^{۹۸۱} ^{۹۸۲} ^{۹۸۳} ^{۹۸۴} ^{۹۸۵} ^{۹۸۶} ^{۹۸۷} ^{۹۸۸} ^{۹۸۹} ^{۹۹۰} ^{۹۹۱} ^{۹۹۲} ^{۹۹۳} ^{۹۹۴} ^{۹۹۵} ^{۹۹۶} ^{۹۹۷} ^{۹۹۸} ^{۹۹۹} ^{۱۰۰۰}

قرآن شریف کے بعد موسیٰ کو کتاب دینے کا ذکر "شم" سے فرمایا
حالاں کہ تورات کا نزول قرآن شریف سے پہلے ہوا
استویٰ العرش۔ وہ اپنے تخت حکومت پر بے عیب ہے ٹھیک
ٹھاک۔

ونفخ فیہ من دوحہ۔ اپنا پاک کلام اس میں پونچھتا ہے۔ ہزار
برس کے بعد ایسا انسان ضرور ہوتا ہے۔ جسے اللہ اپنے کلام سے
منازہ دیتا ہے۔

جعل لکم السمیع۔ سمیع کو اس لئے مقدم فرمایا۔ کہ خدائی معاملات میں
سب سے پہلے کان ہی کام کرتے ہیں۔ کیونکہ ۱۸ برس تک تو عموماً
غفلت میں گزرتے ہیں۔ پھر کانوں میں خدائی آواز پڑتی ہے۔ اور وہ
منتہی ہوتا ہے۔
مینو فکم۔ تمہاری روح کو قبض کرتا ہے۔

مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۱ - رکوع ۱۵ - سورہ السجۃ رکوع ۲)

نالکسوادہ سم۔ سر نیچے کئے ہوئے اس لئے کہ اپنی بد اعمالیاں یاد آکر شرم
ہون گئے۔

انما لنیکم۔ ہم ترک کرتے ہیں تم کو
فاسقا۔ فاسقان

لعلمہم میرجعون۔ دنیا میں اس لئے عذاب آئے

حضرت سیدنا مسیح مولا مامووی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ دس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ ایک سو ان

سورہ السجۃ رکوع ۳

(پارہ ۲۱ رکوع ۱۶)

مؤرخہ ۲۳ جولائی ۱۹۱۰ء

ولقد اتینا موسیٰ الکتاب - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یقیناً موسیٰ علیہ السلام کا پیش نبیا گیا ہے۔ چنانچہ ان آیات سے بھی تصدیق ہوتی ہے انا ارسلنا الیکم رسولاً شاہداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً۔

(۲) وشہد شاہداً من بنی اسرائیل علیٰ منہل فامن واستکبرتم اقلیٰ شاہد - انبیاء کی ذات ہوتی ہے۔

(۳) ان الہدیٰ ہدیٰ اللہ ان یوتی احد مثل ما اوتیتہم - (۱۶) تورات کے استثناء باب ۵، آیت اعلیٰ کے تین باب میں اسی شہادت کا ذکر ہے فلا تکن فی مدیۃ - اس کے معنی کئے گئے ہیں کہ موسیٰ تجھے تین گے چنانچہ معراج میں ملاقات ہوئی۔ مگر میرے نزدیک یہ معنی نہیں نکلتے مطلب ہی ہے کہ تم موسیٰ کے مثل ہو۔ تمام پیشگوئی کے واقعات اپنے اپنے وقت پر پورے ہوں گے۔

جعلنا منہم امۃ - امام بننے کے لئے تین شرائط فرمائی ہیں۔

(۱) یہود و ناموس - ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کریں (۲) لیس صبر و ۱۰ - اپنے آپ کو بدین سے بچانے کے لئے باہمت طعن و تشنیع سننے پر دلیر اور متحدہ کی بتائی ہوئی بات پر مستقل رہتے ہیں۔

وکانوا بایماننا یوقنون - اللہ تعالیٰ کی آیات پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ چوتھی بات اس سے نکلتی ہے وہ یہ کہ وہ امام بننے کی خواہش نہیں رکھتے نہ اس کے منصوبوں میں رہتے ہیں۔

جعلنا منہم سے ظاہر ہے کہ امت محمدی میں ہی ایسے لوگ ہوں گے جو خدا سے الہام پا کر لوگوں کے ہادی و امام بنیں۔

ایسے لوگوں کی شناخت کے لئے ہماری واسطے کوئی اتنی مشکل نہیں کیونکہ

پہلے اولیاء و انبیاء کے نمونے موجود ہیں۔ ان کے حالات ہم تک پہنچے ہیں اسی منہاج پر ان کو پرکھ لیا جائے۔ کہ کس طرح غریب آدمی ان کے سلسلے میں شامل ہوتے ہیں اور اخیر وہ اللہ الکفر پر غالب آتے ہیں اور ان کی تعلیم اصولی طور پر تمام اولیاء سابقین سے ملتی ہے جس طریق پر ایک راستہ کو مانا۔ اسی طریق پر دوسرے کو مان لین۔ آخر انسان اپنی مان کو بھی دلاؤ کے معاملہ میں صرف اسی کی شہادت پر راستہ بازیض کر لے۔

کم اھلکنا۔ ہدایت کا ذریعہ ایک یہ بھی ہے کہ کچھلی قوموں کی حالت پر غور کیا جاوے۔ راستہ باز اپنے مخالفوں کے مقابل میں کامیاب ہوتا ہے اور خسران مفید تباہ و ہلاک ہوتے ہیں۔

فخرج بہ ذرہذہ جس طرح پانی برسنے کے بعد کوئی روئیدگی کو اگنے سے روک نہیں سکتا۔ اسی طرح اب جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فضل الہی کی بارش ہوئی ہے اس کا نتیجہ ضرور نکلیگا۔ یعنی ان کی جماعت بڑھے گی اور چھوٹے پھیلے گی یہاں تک کہ دوسرے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

ویقولون متی ہذا الفتنہ - کفار اپنی بان خوب سمجھتے تھے۔ وہ فتنہ بزرگ کی پیشگوئی کو خوب سمجھ گئے۔ اسی لئے سوال کیا کہ یہ فتح جس کی پیشگوئی کرتے ہو۔ کب ہوگی۔

یہاں سورہ السجدہ کے نوٹ ختم ہوئے

ابتداء سورۃ الاحزاب رکوع ۱

(پارہ ۲۱ رکوع ۷)

یکم اگست ۱۹۱۰ء

المنفقین۔ منافق کے نشان حدیث میں آئے ہیں۔ اذا حدث کذب و اذا وقل اخلف و اذا اتھم خان و اذا خاصم فجھا۔ کان علیہما حکیم۔ کفر و نفاق سے بچنے اور تقویٰ کے حصول کے لئے علاج بتاتا ہے کہ اللہ کو علیم یقین کرے۔

ایک کہانی ہے کہ زینخان نے بوسن سے ناجائز درخواست کرتے ہوئے اپنے

”بُت“ پر کپڑا ڈال دیا۔ اور پوچھنے پر بتایا کہ اس سے شرم آتی ہے۔

جب ایک پتھر سے شرم آتی ممکن ہے۔ تو کیا اس یقین سے کہ خدا عليم ہے۔ کسی بدی کا ارتکاب کرتے ہوئے خدا سے شرم نہ آوے گی۔

حکیم کا کام ہے۔ کہ خلافت پر رہنبر کام کرنے سے روکتا ہے پس جب اللہ کو حکیم مانگا۔ تو ایسے کام نہیں کرے گا۔ جو حصول تقویٰ میں مانع ہوں۔

داتبع مایوحی الیہ۔ لاطع بن ترک شرکا وعظما اب نیکون کے اختیار کرنے کے لئے فرماتا ہے۔ کہ اربع مایوحی کیونکہ انسان اپنے علم سے نہیں جانتا۔ کہ کون کون سی چیز میرے لئے بجاۃ انجام کے مضر یا مفید ہے۔

دکفی باللہ دکیلاً۔ کفی باللہ ہی کیونکہ کہا ہے اللہ نے لکھا ہے۔ کہ وہ مجھے ہیں۔ اصل یوں ہے کفی باللہ۔ اکتف باللہ ایک جہاد کا اللہ اور دوسرے کا اکتف حذف کیا ہے۔ اقصیہم۔ ایسی فرما چکا ہے۔ کہ حقیقی مان نہیں بنتی۔ پس یہ اعزاز و اکرام کے رنگ میں ہے۔

مورخہ ۱۔ اگست ۱۹۸۷ء

(پارہ ۲۱ - رکوع ۱۸ - سورۃ الاحزاب رکوع ۳)

من فوقکم - شمالی جانب

من اسفل منکم - جنوب

الحنابہ - تمہارے دل دھڑکتے تھے۔ اور اب معلوم ہوتا تھا۔ کہ گلے ناک آگئے۔

فارجعوا۔ اپنے اپنے مذہبوں میں لوٹ جاؤ

الفتنة - کفر۔ شرک۔ فتنہ جنگی۔ مسلمانوں کا قتل۔

مورخہ ۲۔ اگست ۱۹۸۷ء

(پارہ ۲۱ - رکوع ۱۹ - سورۃ الاحزاب رکوع ۴)

لکم فی رسول اللہ - کئی لوگوں کو دیکھا گیا ہے۔ کہ جب انہیں بتایا

یہ کام یوں کرنا چاہیے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کیا ہم بھی کوئی نبی ہیں یہ بالکل غلط راہ ہے۔ نبی کا نمونہ نہ اختیار کیا ہے کسی فرعون یا مان کی پیروی کرنی چاہیے۔

ہذا ما وعدنا اللہ ورسولہ۔ یہ وعدہ پ ۲۲ سورۃ ص رکوع ۱ میں ہے۔ جندما ہنالک مہذوم من الاحزاب۔ جو بطور پیشگوئی کہ میں فرمایا گیا۔ کہ مدینہ میں تھلک تو میں چڑھ کر آئنگی۔ اور شکست کھاؤنگی۔

المنفقین۔ عہد کی خلافت ورزی کرنے والے۔ عہد توڑنے کا نتیجہ نفاق ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔ فاعقبہم نفاقاً فی قلوبہم در ذلک الذین کفروا۔ ہوا نیز چلی۔ کفار کے ریس کے خیمے کی آگ بجھ گئی۔ جسے اس نے منجوس قرار دیا۔ وہ ایسا گھبرایا۔ کہ اونٹ پر چڑھ کر دوڑا۔ دشت کا یہ عالم تھا۔ کہ اونٹ کا گھٹنا کھولنا یا نہ۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر کافر جہالتے گئے۔ یہ خدا کی طرف سے نفرت تھی۔

من اهل الکتاب۔ اصل بانی ضلوع قریشہ۔ انہوں نے نبی کریم کو حکم بنانا منظور نہ کیا۔ بلکہ ایک اور شخص کو منصف ٹھرایا۔ اس نے حکم دیا۔ کہ جو لڑائی کے قابل ہیں۔ وہ سب قتل کر دئے جاویں۔ ان مقتولوں کی تعداد ڈھائی سو سے نو سو تک بیان کی جاتی ہے۔ وارضالہم تطلوها۔ اور ملکوں کا بھی وارث کریگا جن پر اپنی ہتھک قدم نہیں پونچے۔

پہلے رکوع میں خدا نے ذکر فرمایا ہے کہ بنو قریظہ نے قریش کے دیگر فرقوں کو اکسایا اور نبی کریم پر چڑھ لائے۔ یہ بنو نضیر کی تحریک تھی۔ جو جلاوطن کئے گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے مالوں اور گھر دن کے وارث نبی کریم اور صحابہ کرام قرار پائے اور اس قسم کی کئی اور فتوحات ہوئیں۔

ان تمام اموال کے قبضے میں آنے کا نتیجہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ازواج النبی کے دل میں خیال آجاوے۔ کہ اب ہماری حیثیت شاہی بیبیوں سی ہونی چاہیے۔ اور اتنی مدت ہم نے فقر و فاقہ سے گزاری اب تو فراخی ہونی چاہیے۔ اس لئے ان کو اس رکوع میں سمجھایا گیا ہے۔ کہ اسی طرح فقر و فاقہ میں گزارہ کرنا ہوگا۔

بیان اکیسویں پارے کے نو حتم ہونے

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی سکیم نور الدین صاحب کے فرمایا ہوئے روزانہ درس قرآن مجید

Digitized by Khilafat Library

پارہ پانچواں

(رکوع ۱)

(سورة الاحزاب رکوع ۲)

مؤرخہ - اگست ۱۹۱۰ء

واعتدنا لہا ذقاکویماء۔ اس میں معرفت کا نکتہ ہے۔ کہ جو بی بی فربانوار ہوگی اسے رزق کریم دیا جائے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کو اس رزق سے بہرہ دانی ملا جس سے ثابت ہوا کہ وہ بہت فرماں بردار تھیں۔

فلا تخضعن بالقول۔ حضرت عائشہ کھل کر بات کہہ لیتی تھیں یہ اس ارشاد کی تعمیل ہے۔

ولا تبجن۔ حضرت عائشہ کو ایک جنگ بھی پیش آگیا مگر اس میں جاہلیہ الاولیٰ کی صورت نہیں۔

لیذهب عنکم الرجس۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بی بی ماریہ پہلے عیسائی تھی۔ اور صفیہ یہودی۔ اس قسم کے تمام عقیدوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں پاک ہوئیں۔

مؤرخہ - اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ - رکوع ۲ - سورة الاحزاب رکوع ۲)

المسلمین - فرماں بردار

القنن - قرآن پڑھنے والے

الغم اللہ علیہ۔ "زید" شخص ایک لڑائی میں قید ہو کر خدیجہ کی بہن کے حصہ میں آیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے آزاد کر دیا اور اپنے پاس رکھا۔ آپ نے اس کی شادی پھوپھی زاد بہن سے کر دی چونکہ وہ تیز تھی۔ اس لئے وہ ان (زید) کو حقارت سے دیکھتی جس کا انجام یہ ہوا کہ زید نے طلاق دے دیا۔

تخفی فی نفسا۔ دل داری کا ایک پہلو یہ سوچنا کہ میں نکاح کر لوں۔

تخشی الناس۔ نبی پر بے جا اعتراض کر کے قابل عذاب نہ ہوں یہ ڈر تھا۔ حضرت موسیٰ کی نسبت بھی ارشاد ہوا۔ کہ لا تخف انما انت اکاملی۔ شکست کا ڈر نہ تھا۔ بلکہ اس کا کہ لوگ مرتد ہو کر ہلاک نہ ہو جاویں۔

زوجنا کھا۔ یہ مراد نہیں۔ کہ اللہ ہی نے نکاح پڑھا دیا۔ ظاہر میں کوئی بات

نہیں ہوئی۔ بایں وجوہات کہنا سے حسب مآوردہ قرآنی وسائل کا پتہ ملتا ہے۔
(ب) اپنے ولیہ کیا (ج) جب یہ ایک رسم کے مٹانے کے لئے تزویج ہوئی۔ تو پھر نکاح ظاہر میں علی رؤس الاشہاد کیلئے نہ ہوتا۔

ولا یخشونہ احدًا الا اللہ۔ تخشی الناس کے معنی اس آیت سے حل ہوتے ہیں اور جو معنی مخالفت کرتے ہیں وہ غلط ثابت ہوئے۔

وخاتم النبیین۔ نبیوں کی مہر۔ آپ کی مہر بغیر اب کوئی حکم شرعی نافذ نہیں سمجھنا چاہیے۔

مؤرخہ - اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ - رکوع ۳ - سورة الاحزاب رکوع ۳)

اذکر اللہ۔ کھڑے۔ بیٹھے۔ لیٹے۔ برد بحر میں لیل و نهار۔ ظاہر و باطن۔ دکھ سکھ۔ لڑائی۔ سفر۔ حضرت صحت و سقم میں اللہ ہی یا وہوان سب مقامات و حالات و اوقات کا ذکر قرآن مجید کی آیات میں ہے۔

وملککۃ اللہ کے ذکر سے ملائکہ کے تعلقات بڑھتے ہیں۔

شاہدا۔ گواہی دینے والا کہ یہ احکام اللہ تعالیٰ کے ہیں۔

نذیراً۔ نافرمانوں کے لئے۔

سراجاً منیراً۔ روشنی دینے والا سورج

لکھلا یكون علیہ حرج۔ جیسے یہودیوں کو چھپے اجازت دی ہے کہ چاہو لاگ ہو جاؤ چاہو بیبیان بنی رہو۔ ایسے ہی نبی کو بھی اجازت دی کہ جسے چاہو رکھو۔

ترجی من تشاء منھن۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے کہ جب طرفین کو علیحدگی کا اختیار ہو تو اب رضامندی سے جو چاہے رہے اور جسے چاہو رکھو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نقصاً غنیضہ۔ کیونکہ وہ اپنی مرضی سے دین کے لئے رہیں۔

مؤرخہ - اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ - رکوع ۴ - سورة الاحزاب رکوع ۴)

غیر نظرمین اللہ۔ ایسے وقت میں جانا کہ کہنا نا بھی پاک رہا ہو۔ منع ہے اس میں کئی خرابیاں ہیں۔ (۱) شدت حرص (۲) مینرمان کہنا نا پکوار کے یا تمہاری خاطر دار میں مشغول ہو۔

یؤذی البتی۔ جب نبی ایسے وسیع دل باوصلہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ تو دوسرے کو کیا ٹھکانا۔ امیر خسرو نے اپنے مرشد کے ارشاد پر بہت خوب شعر پڑھا تھا۔
نن کہ خوروی خانہ پرو بہ نہ کہ مردم بدست تو خانہ گرو

ایک اور بزرگ نے مکان کا قبلا پیش کر دیا تھا۔ کہ یہ تم لے لو۔ ہم کوئی اور مکان

وَصُوْنٌ لِّئَن يَسْبِقَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ كِي اطاعت نہی کہ یہ بزرگ لطیف طرز میں سمجھاتے جس سے برا بھی نہ لگے۔
يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَوةً كے معنی حمد و ثناء (۲۲) وُعَا (۳) اعلیٰ مرتبہ کی وہ دعا لگنا جس سے گناہ کا تصرف انسان پر باقی نہ رہے (۴) رحمت خاصہ

مورخہ ۱۱۔ اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۵ احزاب رکوع ۸)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْبِقَنَّکُمْ رُکُودِیْنَ اٰیٰتِہٖ اَوْ پُرٰنِیَ جَاوِرِیْنَ کُوْنِیْنَ
گھونگٹ کو چہرہ پر بڑھا کر کہیں۔
ثَمَّ لَا یَجَاوِرُوْنَکَ فِیْہَا۔ قَرِیْبٌ تِیْرٌ لَّیْسَ یَسْبِقُکَ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
یہ آیت کریمہ شیعوں کے لئے قوی حربہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ مدینہ سے نہیں
نکلے گئے۔ بلکہ بعد الموت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے میں دفن
کئے گئے۔ گویا حیات و ممات میں آپ کی معیت کا شرف حاصل رہا۔
عَنِ السَّاعَةِ۔ وہ گھڑی جس میں منافق نکال دئے جائیں گے۔
لَعَلَّ السَّاعَةَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ پڑھ
رہے تھے اس وقت وحی ہوئی اور آپ کے نام بہ نام منافقین کو نکال دیا۔

مورخہ ۱۲۔ اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۶۔ سورہ احزاب رکوع ۹)

اٰذْاٰمُوسٰی۔ فرعون نے دکھ دیا۔ وہ ہلاک ہوا۔ قَارُوْنَ نے دکھ دیا۔ وہ
ہلاک ہوا۔ تورات میں لکھا ہے کہ آپ کو عورتوں کے متعلق تہمت دی گئی۔ حقیقی
ہیں بھی اس الزام دینے میں شال بھی اس کو جدام ہو گیا۔
اَلَا مَانَةٌ۔ احکام
فَاٰیۤیُنَ اِنْ یَّحْضَرُہَا۔ انکار کیا اس سے کہ خیانت کریں۔
حَمَلْ اَلَا مَانَةٌ۔ عربی زبان میں خیانت کو کہتے ہیں۔
حَمَلَا۔ انسان نے ان میں بہت خیانت کی۔ کیونکہ وہ اپنی جان پر ظلم کر نیوالا
اور بہت جاہل۔

یہاں سورہ احزاب کے نوٹ ختم ہوئے

ابتداء سورہ السباء

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۷۔ سورہ السباء رکوع ۱)

سورہ احزاب میں جس حالت کا ذکر ہوا۔ وہ مسلمانوں کی مشکلات کے متعلق ہے
(۱) تَضُنُّونَ بِاللّٰہِ ظُنُوْنًا۔ (۲) بَلَغْتَ الْقُلُوْبَ الْحَنَاجِرَ (۳) هٰذَا لَکَ

اٰیٰتِی الْمَوْعُوْدٰتِ۔ مگر ساتھ ہی پیش گوئی ہے۔ کہ احزاب شکست یاب ہوں گے
غیر وہ احزاب کے بعد مسلمانوں پر فتح مندی کا زمانہ آتا ہے۔ لیکن چون کہ راحت
و آسائش میں خدا بھول جاتا ہے اس لئے ایسے لوگوں کے واقعات مسلمانوں
کی خبر کے واسطے بیان کئے۔ جن کو ہر طرح آسائش دی گئی اور وہ خدا کی عبادت سے غفل
ہو گئے تو نرا یاب ہوئے۔

مَا یَلِیْکَ فِی الْاَرْضِ۔ یہ آیات سمجھاتی ہیں کہ جیسے کرو گے ویسا پاؤ گے۔ جو جو گے
وہی لکھ لگا۔ نیک اعمال کا نتیجہ نیک اور بد کا بد انجام۔

مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ۔ اس میں احکام بھی شامل ہیں
مَا یُعْرِجُ فِیْہَا۔ نیک اعمال خدا کے حضور چڑھتے ہیں۔
اَلَا فِیْ کِتٰبٍ۔ کتاب کے معنی حفاظت۔

اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ۔ پس وہ راستہ موجب ذلت و ذمہ نہیں
کیونکہ وہ عزیز و حمید کا رستہ ہے۔

اِنْ نَّشَاءُ نَخْسِفْ بِھِمْ الْاَرْضَ۔ اگر ہم چاہیں گے تو اسی زمین میں ذلیل
کر دیں گے۔

کَسَفًا مِنَ السَّمَاءِ۔ ایک وقت آسمان کے بادلوں کے ذریعے نشان ظاہر
ہوگا۔ چنانچہ ایک جنگ بن مینہ کے ذریعے مومنوں کے قدم ثابت ہوئے
اور کفار بھلا گئے۔

مورخہ ۱۳۔ اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ رکوع ۸ سورہ السباء رکوع ۱۲)

اس رکوع میں دو گواہیاں پیش کی ہیں۔ آل داؤد۔ آل مبار۔ داؤد و سلیمان
کو سب مسلمان جانتے ہیں۔ مگر سلیمان کے پوتے کا نام کوئی نہیں جانتا۔
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اے پھاڑی لوگو۔ اور پھاڑو
والطیس۔ اور پرندے۔

قَدَّرَ فِی السَّحْرِ۔ زرہ جو بناؤ ایک اندازہ رکھو۔ حلقے چھوٹے چھوٹے ہوں
دب (میں) اندازہ کی ہوں (۲) دنیا کے کاموں کو ایک اندازہ سے کرو یعنی
ایک وقت مقرر کرو۔ پھر دین کے لئے بھی کچھ کرو۔
السَّامِیْعِ۔ طاقت۔ نفاذ امر۔ حکومت۔

غَدَّ وَھَا۔ مشرق مغرب کی حدود میں آپ کی سلطنت کی مسافت ایک مہینہ
کی راہ نہی۔

دوم یہ کہ آپ کے جہاز چلتے۔ جو ایک مہینہ کی مسافت صبح سے دوپہر تک کر لیتے
دائمۃ الارض۔ طے کر رہے جہاں آئے اس کے معنی حل ہونے میں۔ یعنی
سلیمان کے تخت پر جو بیٹھا۔ وہ جہاں جہاں۔ روحانیت سے بہرہ رہتا
پس سلیمان کی موت پر آپ کے بیٹے نے دلالت کی۔ نالائق ہوا۔ سب برکات و کمالات
نبوت جاتی رہیں۔

الجن۔ اس ملک کے شریر لوگ

کان لبناً۔ سب ایک شخص کا نام تھا اس کے دس بیٹے تھے۔ اسی کے نام پر ایک شہر بنا۔ یمن میں۔

سبل العرم۔ طنیانی جو بڑی تیز ہو۔

اتل۔ پنجابی (پھروان) عرب میں ایک نسل ہے۔ تفرقت بائیدی سبا یعنی فسلان ایسا تباہ ہوا۔ جیسے سبا۔

آلا الکفور۔ کافر سے مراد کافر باللہ نہیں بلکہ کافر نعمت۔

قرائی ظاہرة۔ ایک گاؤں سے دوسرا گاؤں نظر آتا اور دوسرے تیسرے بغیب بین اسفاردنا۔ اپنے اعمال اور زبان حال سے یہ آرزو کی۔

صبار۔ جو اپنے آپ کو بایوں سے روکتے ہیں

شکور۔ اوپر خدا کی نعمتوں کی قدر کرتے اور اس کی دی ہوئی طاقتوں کو اس کے حکم کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔

مورخہ ۱۶۔ اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ رکوع ۵۔ سورہ التبار رکوع ۴)

قل ادعوا۔ یہ مشرکان مکہ کو خطاب ہے۔ کہ بت تمہارے کام نہیں آئیں گے اور نہ ان کی سفارش مفید ہوگی۔

یجمع بیننا۔ ایک مٹھ بھیر کرے گا (بدر کی پیشگوئی)

نشم یفقم۔ وہ مٹھ بھیر کھلا کھلا فیصلہ کرنے والی ہوگی۔

متی هذا الوعد۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ اسے جمع بینا کی پیشگوئی کو سمجھ گئے یہ جیسی پوچھا کہ ایسا کب ہوگا۔

ایک اور مقام پر بھی اس کا ذکر ہے۔ ویقولون متی هذا الوعد

جواب میں فرمایا۔ قل عسی ان یكون ردق لكم۔ یعنی میں جب یہاں سے

چلا جاؤں گا تو وہ واقعہ میرا ردق ہوگا۔ یعنی میرے بعد آئے گا۔ ویقولون

متی هذا الفتح ان کنتم صادقین۔ یہاں وعدے کی بجائے فتح کا

صرح ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا۔ قل یوم الفتح لا ینفع الذین کفروا

ایمانہم۔

میعاد یوم۔ میرے بعد ہوگا اور ایک سال بعد۔ یوم مراد الہامی زبان میں

سال بھی ہوتا ہے۔

مورخہ ۱۸۔ اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ رکوع ۱۰۔ سورہ التبار رکوع ۴)

لن لوئین۔ کافر شنی کی ماہ سے یہ کہتے ہیں۔ برہم انہی میں سے ہیں۔

کیونکہ تمام کتب الہیہ کا اجماعی مسئلہ یہ ہے کہ خدا کی طرف سے وحی ہوتی ہے

مگر یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ دروغ مصلحت آمیز ہے۔ یہ مذہب نیا نہیں تفسیر کبیر

میں ہے۔ کہ برا سمندر للنبوت میں۔

النظامون۔ سب سے بڑھ کر ظالم و فاسق ہیں۔ ایک مفتری علی اللہ جو نبیین کا

انکار کرے۔ فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق اخذ الکلمۃ

الیس فی جہنم مثوی الکفرین۔

مکر اللیل والنہار۔ جو تیرہ سو برس سے دن رات ہمارے لئے کین اور پین

باتوں سے ہمیں راہ حق سے روکا۔

یسبط الذق۔ یہ پیشگوئی فرمائی ہے کہ غریب اس کھلے رزق کے وارث

مسلمان ہوں گے۔

مورخہ ۲۰۔ اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ رکوع ۱۱ اور ۱۲ سورہ التبار رکوع ۵)

ہر چیز کے قرب کا کچھ نہ کچھ سامان ہوتا ہے۔ مثلاً ذیل کے جس درجے میں بیٹھا

اسی درجہ کا مکٹ خریدنا پڑے گا۔ اسی طرح خدا کے تقرب کے جو سامان ہیں وہ بیان

بیان فرماتا ہے۔

من امن وعمل صالحاً۔ سچے علوم پر کامل یقین (۱۲) پھر ان کے مطابق عمل

ہو۔ پس یہ تقرب الی اللہ کے سامان ہیں۔

لہم جزاء الضعف۔ جزاء بڑھ بڑھ کر ملے گی۔

فہو یخلفہ۔ دیکھو۔ حضرت ابوبکر و عمرؓ اگر ایک مکان اللہ کے لئے چھوڑا

تو اس کے عوض میں ان کو کتنے وسیع علاقہ کی سلطنت ملی۔

ابوہل کا بیٹا مسلمان ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسے ایک سپاہ کا جرنیل بنا کر

بھیج دیا۔ اور سرمایا فلاں قوم پر تاحمد و حکم حملہ نہ کرنا اس نے خفی اسباب

حملہ کر دیا اور شکست کھائی۔ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے فضل سے ہوتا ہے۔

للملئکۃ۔ ملائکہ سے یہاں مقصد لوگ مراد ہیں۔ ان ہذا الاماک کریم سے

ثابت ہے کہ پاک لوگوں کو بھی عربی زبان میں ملائکہ کہہ لیتے ہیں۔

یعبثان الجن۔ یہاں جن کو جن فرمایا ان کو اس سے پہلے رکوع میں

الذین استکبروا فرمایا۔ اس سے پہلے اطعنا ساداتنا وکبراءنا فاضار

السبیل۔ فرمایا۔

سحر نامبین۔ دلربا باتیں کرتا ہے جو ہمیں اپنی قوم سے کٹوانے والے ہیں۔

یقذف بالحق۔ حق کے ذریعے اس باطل کا سر توڑ دیگا۔ یہ پیشگوئی ہے اسی لئے

علام الغیوب صفت کا ذکر ساتھ ہی لکھ دیا۔

مورخہ ۲۱۔ اگست ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ رکوع ۱۲۔ سورہ التبار رکوع ۶)

مذہبوں میں اختلاف ہے۔ مگر حق کا پانا کوئی ایسا مشکل امر نہیں۔ مثلاً بت پرست

میں صرف اتنا غور کافی ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر جس کی پرستش کرتے ہیں وہ خود اپنے

ہاتھ سے گھڑتے ہیں۔

پھر نبیوں کے منکرین۔ وہ دیکھیں۔ کہ نبی پہلے اکیلا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ بھی غریب لوگ شامل ہوتے ہیں۔ مگر ہر نبی ضرور اپنے بڑے بڑے مخالفین کے مقابل میں کامیاب ہوتا ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ راستبازوں کی جماعت حق پر ہے۔

نبی پر جنوں کا شبہ بہت ہی کمزور ہے۔ کیا مجنون ایسی اعلیٰ تعلیم لاسکتا ہے اور ایسے قوانین وضع کرسکتا ہے اور اپنے کاموں کے نتیجے اپنی آنکھوں کے سامنے بار آور دیکھ سکتا ہے۔

بین یسعی عذاب شدید۔ یہودی مسیح کے وقت اتنا زور رکھتے تھے کہ بلاطوس کو ان کی ماعت کام کرنا پڑتا۔ مگر ایک وقت آیا۔ کہ یہودی انھی مسائیوں کے ہاتھ سے مذموم و مہرور ہو گئے۔

وما یعیذ۔ یہ ایک پیشگوئی ہے۔ کہ مکہ میں پھر کبھی ایسی بت پرستی نہ ہوگی۔ و اخذ دامن مکان قریب۔ پکڑے جاؤ گے۔ ایک مکان میں جو قریب ہے۔ چنانچہ بدر میں ایسا ہوا۔ پھر مکہ میں۔ چنانچہ وہاں انہی منکروں نے آمتا کہا۔ ویقلد فون بالغیب۔ یہ کہو اس کرتے ہیں کہ یہ نبی کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ اس کی اولاد کوئی نہیں۔ تم غیب کی باتوں سے بہت دور کے مکان میں ہو۔ مریب۔ ہلک کر نئے وال۔

یہاں سورہ السبا کے نوٹ ختم ہوئے

ابتداء سورہ فاطر رکوع نمبر ۱

پارہ ۲۲ رکوع ۱۳

مورخہ ۲۲۔ اگست ۱۹۱۰ نمبر ۶

اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے۔ وہ حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات۔ صفات۔ اسماء کی نسبت ہمیں اتنا علم ہو سکتا ہے۔ جتنا وہ خود اپنے انبیاء۔ اولیاء کی معرفت بتائے۔ پس اللہ کی ذات و صفات۔ ملائکہ۔ قبر۔ حشر۔ دوزخ۔ جنت۔ پلصراط کے متعلق ہمارا علم وہی صحیح ہو سکتا ہے۔ جو خود اس نے فرمادیا۔ اور اسی حد تک ہمیں ان میں گفتگو کرنے کی اجازت ہے۔

اولیٰ الجحۃ۔ یہ اللہ نے فرمایا کہ فرشتوں کے پر میں ان سے کیا مراد ہے۔ یہ اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ پھر وہ جنہوں نے فرشتوں کو چشم خود دیکھا جس نے کچھ نہیں دیکھا۔ اس کا اعتراض بے وقوفی ہے۔

لا الہ الا هو۔ وہی کامل قدر فون والا غیر محتاج ہے۔ جو کچھ کسی کو دیا ہو

وہ اس کی عطا ہے اور پھر خود و آئندہ کے لئے۔ پھر محتاج کا محتاج۔

مورخہ ۲۲۔ اگست ۱۹۱۰ نمبر ۶

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۱۳۔ سورہ فاطر رکوع نمبر ۲)

ذین لہ سوء عملہ۔ جن کو بڑے اعمال خوبصورت نظر آتے ہیں۔

فراہ حسناً۔ پھر اس بد عملی کو اچھا جانتا ہے۔

فان اللہ یضل من یشاء۔ خدا کی طرف سے گمراہی کا فرد جرم انہی پر لگتا ہے۔ جو ضلالت کی راہ عمدتاً اختیار کرے۔

والعمل الصالح یرفعہ۔ سمجھایا کہ نیک باتوں کے ساتھ نیک اعمال بھی ضروری ہیں۔

من عمرہ۔ اس کا مرجع کیا ہے اس سے ایک سنگد مل ہوتا ہے۔ یہ ضمیر اس معمر کے مثل کی طرف جاتی ہے۔ (یہ مسیح سے مراد مشیل مسیح)

ومن کل ناکلون۔ یعنی جس طرح باغ اجال سے بھی فوائد حاصل ہوتے ہیں اسی طرح انہی گندے لوگوں سے نیک بن کر اسلام میں آجائیں گے۔

مورخہ ۳۔ ستمبر ۱۹۱۰ نمبر ۶

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۱۵۔ سورہ فاطر رکوع ۳)

الفقراء۔ امیر سے امیر انسان اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ ایک دم کا ایسا احتیاج ہے۔ کہ یہ زندگی و موت کا سوال ہے اور پھر احتیاج بھی عجیب طور پر ہے۔ کہ ایک طرف سے ہوا کے داخل ہونے کا احتیاج ہے۔ تو دوسری طرف ہوا کے خارج ہونے کا۔ ایک طرف پانی پینے کا احتیاج ہے۔ تو دوسری طرف اس کے اخراج کی حاجت ہے۔

انسان حق کا بھی محتاج ہے۔ اور حق کے علم پر عمل کرنے کے لئے توفیق کے حصول کا بھی ایسا ہی محتاج ہے۔ اگر خدا کا فضل نہ ہو تو بڑے بڑے عالم فتن و فجویرین مبتلا ہو جاویں۔

مورخہ ۴۔ ستمبر ۱۹۱۰ نمبر ۶

(پارہ ۲۲۔ رکوع ۱۶۔ سورہ فاطر رکوع ۴)

باپ کے تقریباً ایک برس کے خیالات کا اثر لطفہ میں پڑتا ہے۔ پھر وہ مان کے بیٹ میں جاتا ہے۔ تو مان کے اور اس کے گھر میں آنے جانے والوں کا اثر پڑتا ہے۔ پھر ہم صحبتوں۔ ہم نشینوں۔ دُعائیں کرنے والوں وغیرہم کا اثر ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ ۱۸۔ برس تک۔

انزل من السماء ماء۔ یہی حال وحی الہی کا ہے۔

نمراہیت۔ کھجور۔ انگور۔ ۲۰ قسم کے ہوتے ہیں۔ جس طرح پانی پاک ہے مگر چونکہ ان میں مینوں کے لحاظ سے مختلف نثرات پیدا ہوتی ہیں اسی طرح خدا کی پاک وحی (قرآن) کا اثر بھی مختلف طبائع پر مختلف ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا امیر مومنان مولوی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ پانچواں

سورہ الفاتحہ
مورخہ ۴ - ستمبر ۱۹۱۰ء
(گذشتہ سے پوشتہ)

ومن الجبال - پہاڑ میں مختلف قسم کی پیداوار ہے۔ کہیں ہیرا کہیں کنکار اسی طرح قرآن سننے والوں کے کئی رنگ ہیں۔
ومن الناس - اب کھل کر بیان فرمایا ہے کہ آدمیوں میں ہی مجتہد۔
آدمیوں ہی ولی۔ آدمیوں ہی سے نبی۔ پھر آدمیوں ہی سے فاسق فاجر تک ہوتے ہیں۔

العلوٰ - ان لوگوں میں سے عالموں کا نشان بتاتا ہے کہ انکی گفتار کردار میں خشیت اللہ پائی جاتی ہے۔

کوئی جیالچی جاننے والا ہو یا سٹرائمر ہو یا منطقی ہو یا نجومی یا طبیب خدا کے نزدیک عالم وہ ہے۔ جو خشیت اللہ رکھتے۔

یرجون تجارۃ لدن بتود۔ مومن وہی ہے جو ایسی تجارت کرے جس میں ٹوٹا نہیں۔ عارضی و نمائشی چیزوں پر اتنا روپیہ نہیں صرف کرتا۔ ایک بزرگ ایک دعوت میں گئے۔ معمولی کپڑے تھے۔ کسی نے نہ پوچھا۔ پھر آپ خوب لباس پہن کر گئے۔ تو بڑے تعظیم دی۔ آپ بھی شور بہ وغیرہ کی رکابی اپنے چنے پڑائو لگے۔ حاضرین نے تعجب کیا۔ تو جواب دیا۔ مجھے تو کسی نے پوچھا نہیں۔ یہ دعوت تو میرے کپڑوں کی ہے انہی کو کھلاتا ہوں۔

فمنہم ظالم لنفسہ۔ برگزیدوں کی میں حالتیں بتاتا ہے۔ بعض اوقات نفس پر جبر کر کے بدی یا ممنوع شے سے رکنا پڑتا ہے۔ بلکہ نیکی کرنے کے لئے بھی نفس پر بہت کچھ ظلم کرنا پڑتا ہے مثلاً تہجد پڑھنے کے لئے اٹھنے کے واسطے بہت کچھ نفس پر دباؤ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ پھر اس حالت کے ٹکڑے میاں رو ہو جاتا ہے پھر نیکوں کو لپک لپک کر لیتا ہے۔

مورخہ ۵ - ستمبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ رکوع ۱۶)

سورہ الفاطر رکوع ۴

انسان عالم کبیر ہے۔ اور کائنات عالم صغیر یا کائنات عالم کبیر اور انسان عالم صغیر کچھ بھی ہو۔ انسان کو چاہیے۔ کہ خدا کی دی ہوئی قوتوں کو بر عمل خرچ کرے۔ اگر ایسا کرے گا۔ تو بہشتی زندگی کا نمونہ اسی دنیا میں دیکھے گا۔

یحملون فیہا۔ دنیا میں بھی اس جنت کا نمونہ صحابہؓ نے دیکھا۔ ان کو قیصر و کسریٰ کے گھرانوں کے زیور دئے گئے۔

وہم یصطرون۔ بدیوں کا ارتکاب کر کے جب اس کا خیاں اٹھا نا پڑتا ہے۔ تو بدکار چختا ہے کہ مثلاً اس سوداگر و تاشک سے روٹی ہو۔

مورخہ ۶ - ستمبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۲ - رکوع ۱۶)

سورہ فاطر رکوع ۵

غیب السموات والارض۔ غیب۔ رضا الہی کی راہیں

(۲) جو موجود ہو کر معدوم ہو گئی ہیں یا ہنوز عدم میں ہیں اور جو زمین نہیں آئیں۔

فعلیہ کفرہ۔ انکار کا برا نتیجہ پاتا ہے۔

مقتاً۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضی۔

ارایستم۔ بتاؤ تو سہی

ان تزدلا۔ بعض دمدار تارے ایسے ہیں کہ ان کی دُور کی تکر سے زمین ٹھٹھ ہو جاوے۔

المکالمی۔ مکر کے ساتھ سٹی لگانا اس بات کا ثبوت ہے کہ مکر کے معنی بڑے

نہیں۔ جی بھی تو اس کے ساتھ سٹی لگایا۔

سنة الله۔ سنت اللہ اور سنت اللہ میں فرق ہے۔ غلام زید۔ زید کا خاص

غلام۔ غلام زید۔ خاص غلام نہیں کوئی ایک۔

یہاں سورہ فاطر کو نوٹ ختم ہوگا

ابتداء سورہ یس رکوع ۱

پارہ ۳۳ رکوع ۱۸

مورخہ ۹۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

اس سورہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی قیامت کا ثبوت احیاء کی کامیابی۔ اعداء کی ناکامی کا بیان ہے۔

یس۔ اے انسان کامل۔ اے سردار۔ کامل انسان جو بات کہتا ہے وہ سچی ہوتی ہے۔ بڑے بڑے سردار بھی جھوٹ نہیں بولتے۔

والصالحات الحکیم۔ انسان کامل ہونا اور پھر حق و حکمت سے بھری ہوئی کتاب تیرے مرسل ہونے کا ثبوت ہے۔ پھر لمن المرسلین خود اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کوئی صداقت و حکمت کی بات نہیں۔ جو تو نہیں لایا۔ اور تو اگلے نبیوں کے طرز پر ہے۔

علی صراط مستقیم۔ وہ راہ جس پر چلنے سے انسان خدا کے حضور پہنچ جاتا۔ اور ادھر ادھر ہونے سے مشکلات میں پڑتا ہے۔ تو اس پر ہے یہ بھی خدا کا ثبوت ہے۔

تنزیل العزیز الحکیم۔ یہ اور ثبوت ہے۔ قرآن اور اس کے لانے والی کی صداقت کا۔ کیونکہ مومنوں کے شال حال رحمت باری تعالیٰ ہوگی اور کفار پر عذاب آئے گا۔

ما انذر آباءہم۔ قریب زمانہ یعنی ان کے باپ دادا میں ہی نہیں آیا چونکہ یہ لوگ غافل ہو گئے اور خدا تعالیٰ کو بھول کر بت پرستی میں محو ہو گئے اس لئے ضروری تھا کہ ان میں کوئی نبی آوے۔

اس زمانہ میں بھی امارہ۔ علمبر۔ فقراء تینوں مصلحان قوم کی حالت ایسی تھی تو خدا کا فرستادہ آیا۔

فی اعناقہم اغللاً۔ تیرا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قید میں جب کفار آئے تو یہی حالت تھی۔ اور اس طرح ظاہری طور پر بھی یہ بات پوری ہوئی۔

بین ایل یھم سداً۔ آگے بڑھ نہیں سکتے کہ اسلام لائیں پیچھے ہٹ نہیں سکتے۔ کہ عذاب تک جاویں۔ اور یہ اس لئے کہ ان کے نزدیک ڈرانا نہ ڈرانا برابر یکساں ہے۔ اور وہ ایمان نہیں لاتے۔

مورخہ ۱۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

پارہ ۳۲ رکوع ۱۹

(سورہ یس رکوع نمبر ۱)

مزارع لوگوں نے چائنا۔ جاپان۔ انگلینڈ کو نہیں دیکھا۔ مگر وہ ان کی ہستی پر محض شنید سے یقین رکھتے ہیں بلکہ ان کے وجود پر قسم کھا سکتے ہیں۔ پھر بعض واقعات کو صرف ایک گواہی تسلیم کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی کا اپنے باپ بٹیا ہونا جس کے لئے صرف اس کی ماں کی گواہی ہے۔ پھر فلاسفوں کے اقوال میں اتنا اختلاف ہے کہ کسی صورت میں نہیں ملتا۔ مگر انبیاء کی جماعت ایسی جماعت ہے کہ باوجودیکہ وہ آپس میں نہیں ملے اور مختلف زمانوں میں ہوئے ہیں پھر بھی وہ اللہ ایک پر اجماع رکھتے ہیں۔ اس شہادت کو نہ ماننا کیسی بے ایمانی ہے۔ ایک عورت کی گواہی مان لینے والے اتنی بڑی راست باز جماعت کی مجموعی گواہی کو نہ مانیں تو بہت بے انصافی ہے۔ پھر وہ لوگ بھی موجود ہیں۔ جنہوں نے خدا سے خود باتیں کی ہیں۔ ان کی باتیں نہ مانیں مگر فلاسفوں کی باتیں باوجود اس قدر اختلاف کے مان لیں۔ تعجب ہے۔ مثلاً۔ عجیب بات۔

اصحاب القرینہ۔ مصلحین حضرت موسیٰ و ہارون گئے۔

بشالت۔ تیسرا عظیم الشان رسول بھیجا۔

ما انزل الوحی من شیء۔ برہمنوں کا بھی یہی عقیدہ ہے یہ لوگ تمام راست بازوں کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ان کی گندہ تعلیم سے زیادہ خطرناک ہے۔ جن لوگوں نے سچائی کے پیچانے کے لئے اپنے تمام اپنی اولاد اپنا جاہ و جلال اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور اپنی جانیں قربان کر دیں ان کو جھوٹ اور دروغ مصلحت آمیز سمجھنا حد درجے کی بے باکی ہے۔

کبروت کلمۃ تخرج من افواہہم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں چند گھنٹے ٹھہرنے والے کی نسبت بھی یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ اس نے روایت میں جھوٹ بولا اور نہ دنیا کی مجموعی طاقت ایسے اتہام کو ثابت کر سکتی ہے پس جس نبی میں یہ نور و ہدایت ہو کہ اس کی صحبت آدمی کو اس کے درجہ کا راست باز بنا دے کیا وہ جھوٹا ہو سکتا ہے۔ یا جھوٹ بولتا ہے۔ اور جھوٹ بھی خدا پر۔ خدا نے کچھ وحی نہیں کی۔ اور وہ کہے۔ عجیب پروپی ہوئی ہے۔

البلغم المبین۔ کھول کر بات پہنچا دینا

تطیرنا۔ بڑے بڑے دکھ دیکھے ہیں تمہارے بہت۔ واقعی جیب بنی آتا ہے۔ طوفان قحط۔ ہیضہ اور ہر قسم کی بلائیں آتی ہیں۔ (اس میں ایک نشان ازبوری ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ لعلم یتضرعون۔ یعنی شوخی سے پاکی سے باز آکر خدا کے حضور گریزاری کریں۔ اخذنا اھلہا بالباساء والضلال العلم یتضرعون۔ اس طائر کا مسئلہ بھی حل ہوتا ہے۔ جہاں انسان جاوے اس کے ساتھ جیل کوئے جاتے نظر آویں تو یہ فتحی کا نشان ہے۔ (۲) اسی طرح ہوا کا رخ اوپر ہو جیہ سے یہ جاوے۔ تو یہ بھی کامیابی کا تفاعل ہے (۳) جانور بیٹھ جاوے جس پر سوار ہوں (جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی صدمہ میں بیٹھ گئی)۔ تو یہ بھی اچھا نشان ہے۔

مصرفون۔ خطا کار۔

یہاں بائیسویں پارے کو نوٹ ختم ہونے

حضرت اسیح مسیحؑ کو مارا لٹوی نور الدین جہا کے فراموش ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

کہتے ہیں۔

غرض خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب زمین مڑوہ ہوتی ہے۔ تو آسمان سے جو پانی برستا ہے۔ اس سے وہ بقاعدہ والسماء ذات الرجہ والارض ذات الصدقہ زندہ ہو جاتی ہے۔ اور جو جو بیج بڑھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ اس سے اُگ پڑتے ہیں۔ اسی طرح آسمانی وحی کا پانی مڑوہ دلوں پر پڑ کر دین میں اسعد آدمی ان کو زندہ کرتا ہے۔

خلق الارواح۔ رویدگی کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔ کہ اس کو کھا کر نسل برپا ہے۔ اس نسل میں سبھا دیا ہے۔ جیسے بارش ہو۔ تو کوئی رویدگی کو روک نہیں سکتا۔ اسی طرح یہ الہامی بارش جو ہوئی۔ تو اب اس کے نتیجے سے ایک قوم پیدا ہونے والی ہے۔ تم اسے روک نہیں سکتے۔

دور کیوں جاؤ۔ اس گاؤں میں بھی ایک شخص پر خدا کے فضل کی بارش ہوئی۔ اور پھر باوجود سخت مخالفت کے ایک قوم خدا کے دین پر چلنے والی پیدا ہو گئی۔ اور تم جو یہاں دو تین سو بیٹھے ہو۔ یہ اسی کا ثبوت ہے۔

مستقرا لھا گردش کی مقرر کردہ جگہ ایک طرف خط جدی۔ ایک طرف خط سرطان۔ وان نشاء لغرق قسم۔ مشکوٰی فرماتا ہے۔ کہ تم بھی اسی زمین پر بصورت گستاخی و مقابلہ نبی غرق کر دے جاؤ گے۔ اور تمہارا کوئی فریاد رس نہ ہوگا۔

ما بین ایدیکم۔ جو عذاب تمہارے سامنے ہے۔ وما خلفکم۔ جو عذاب پیچھے آنے والا ہے۔ فلا یستطیعون توصیۃ۔ نہ خود کچھ کر سکو گے۔ نہ کسی کہہ سکو گے کہ تمہارا بدکردار انتظام کرنا۔

مورخہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۳۔ رکوع نمبر ۳)

(سورہ یس۔ رکوع ۴)

نغمہ الصور۔ جب ہمارا بکھل بجلیگا۔

من موقدانا۔ ہماری آرام کی جگہ۔ اعتراض کیا جاتا ہے کیا کفار کے لئے قبر آرام ہے اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ سبھی امر ہے۔ آنے والے عذاب کے مقابل میں یہ عذاب قبر موجب آرام ہی تھا۔

بموتش گیر تا بر من راضی شو سے بھی یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

المجرمون۔ قطع تعلق کرنے والے۔

الشیطن۔ خدا سے دور۔ ہلاک شدہ رومین۔

اضل۔ ہلاک کر دیا۔

پارہ ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

سورہ یس رکوع ۲

(مورخہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

قیل ادخل الجنة۔ حضرت حق سبحانہ نے بذریعہ الہام جنت کی بشارت دی لوگ کہتے ہیں اسے قتل کر دیا۔ قرآن مجید سے تو یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ یستغنون۔ تحقیق کرتے ہیں۔ یہی معنی ٹھیک ہیں۔

مورخہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۳۔ رکوع نمبر ۲)

(سورہ یس رکوع ۳)

بہدوں کو اللہ تعالیٰ سبھانہ کے لئے بہت سی مثالیں بیان فرماتا ہے۔ تمثیلوں سے بات خوب واضح ہو جاتی ہے۔

دنیا کی تمام مہذب قوموں کے لڑچرچر میں یہ طرز پایا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں مثنوی مولانا روم اس کی بہترین مثال ہے۔

الارض المیتۃ۔ یہ بھجایا ہے۔ کہ اس ملک میں اخلاقی حالت۔ بکھتی۔ امن عام۔ سب کچھ مریکا تھا۔

امن عام کا یہ حال تھا کہ ایک کشتی کے بچے کے مرنے پر ہزاروں ہی کٹ کے مر گئے۔ بت پرستی۔ جس کا لازمہ جھوٹے قصے ہیں۔ کیونکہ ہمارے اپنے اپنے بتوں کی فوقیت ثابت کرنے کے لئے عجیب عجیب فسانے تراش لیتے ہیں۔ جن ملکوں میں شرک ہوتا ہے۔ وہاں الہیات کا علم بالکل نہیں ہوتا۔ چاروں پر ایسی حالت بہت پائی جاتی ہے۔ یورپ میں قطعاً بت پرستی ہی رہ گئی ہے۔

حضرت صاحب نے ایک موقع پر نہایت عمدہ بحث لکھا ہے۔ کہ ان لوگوں نے نئی نئی ایجادیں کی ہیں۔ یہاں تک کہ خدا بھی نیا ہی گھڑ لیا ہے۔

لو تھرنے لکھا ہے کہ بدکاری کر اور پیٹ بھر کر۔ کہ کیا سچ ترے لئے کفارہ نہیں ہوا۔ ایک بڑے لکھے شخص سے میں نے پوچھا۔ ایک شخص ننگے سر و لکڑیاں اٹھتے ہیں لے بھاگتا ہوا تمہاری کوٹھی کی طرف آئے اور کہے۔ آئی ایم گاؤ۔ آئی ایم گاؤ۔ تو تم اسے کیا کہو گے۔ اس نے کہا کہ آپ گستاخی کرتے ہیں۔ میو کہا۔ پاگل ہی

تکلمنا ایہ بھسم۔ طب پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بیماریاں صرف : تمہ دیکھنے سے معلوم ہو جاتی ہیں۔ بعض بیماریاں پیچھے مڑ کر چلانے سے پتہ لگ سکتا ہے۔ یہ تو دنیا کا حال ہے۔ آخرت میں تو سب کچھ ظاہر ہو جائیگا۔

مورخہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۳۔ رکوع نمبر ۴)

(سورہ یٰس۔ رکوع ۵)

من نصرہ۔ خواہ ہمیشہ قومی یا جمیہ سلطنت یا جمیہ عظمیٰ۔
منکسہ فی الخلق۔ یہ قانون تمام اشیاء عالم میں ہے۔

یحق القول۔ فروج مٹ گئے۔
لا یستطیعون نصرہم۔ وہ بت مشرکان مکہ کو کچھ مدد نہ دے سکے۔

اس جگہ سورہ یٰس کو نوٹ ختم ہو گا

سورۃ الصفّٰت رکوع اول

(پارہ ۲۳۔ رکوع ۵)

مورخہ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

والصفّٰت صفّا۔ اگر بڑے لائق لوگوں کی صفین عمدہ صفت اندھ کر کسی غلط نشان
ذمب کی تحقیق میں ٹھہریں۔

فالزجرات زجراً۔ وہ مجلس بتی بڑی ہو کہ پولیس کا انتظام کرنا پڑے۔
فالتلیت ذکراً۔ پھر اس میں بڑے بڑے لکچرار اپنے اپنے مضمون پڑھیں
ان النّٰکم لواحد۔ تو خلاصہ یہی نکلے گا کہ اللہ ایک ہے۔ دافہ میں مخلوق
پرست کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

ایک بت پرست رئیس سے میری گفتگو ہوئی۔ اس نے کہا۔ قدیم مذہب اچھا ہوتا
ہے۔ میں نے کہا۔ فرمائیے۔ رام چند کس کی پرست کرتے تھے۔ آخر چلتے چلتے
وہ اس بات پر پہنچ گیا کہ ”ایک خدا کی“

عیسائیوں سے بھی یہی سوال کیا ہے کہ کنواری کا بیٹا جب دنیا میں نہیں آیا تھا
تو کس کی پرستش لوگ کرتے تھے۔ تو اون کو ماننا پڑا ہے اس واحد معبود حقیقی کی

دب المشاق۔ شوق نور کے حصول کا نام ہے۔ تمام نوروں کا سرچشمہ وہی رب
شیطن مارد۔ ایک مخلوق ہے۔ جو ناپاک اور مخلوق سے دور رہتی ہے۔ عرب
اسے کاہن کہتے ہیں۔ شانہ میں بھی انہی میں داخل ہیں۔ وہ انبیاء کی اتباع نہیں کرتے
اور غیب کی باتوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔

لا یتسمون الی الملاء الاعلیٰ۔ جبریل اور اس کے قرب والے ملائکہ تک ان
کی رسائی نہیں۔ مگر وہ زمین کے ملائکہ یا ادھر ادھر کے کچھ اڑا لیتے ہیں۔ کچھ جھوٹ
ملا دیتے ہیں۔

شہاب ثاقب۔ چمکتا ہوا شعلہ پڑتا ہے اور وہ جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔

مورخہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۳۔ رکوع ۶)

(سورہ الصفّٰت رکوع ۲)

وصدق المرسلین۔ قرآن شریف نے تمام رسولوں کی تصدیق کی۔ جو صدیقین
اعضوں نے مختلف زمانوں میں پیش کیں۔ وہ سب قرآن مجید میں موجود ہیں۔
دش الشیطین۔ سانپوں کا سر۔

مورخہ ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

(پارہ تیسواں رکوع نمبر ۷)

(سورہ الصفّٰت رکوع نمبر ۳)

انبیاء پہلے تمام اسباب کو اپنی طاقت و وسعت کے مطابق جمع کرنے میں۔ پھر خدا کو بکار
میں۔ کیونکہ اسباب کا جمع کرنا بھی خدا ہی کے قانون کی فرمان برداری ہے۔ تدبیر کے
معنی میں۔ آخر کو دیکھنا۔

توکل کے معنی ہیں۔ جو چیز ہم نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے لئے جناب الہی میں التجا
اور اس کی ذات پر بھروسہ۔

من شیعة۔ نوح کے اتباع میں سے۔

بقلب سلیم۔ دل ہو جو طبع۔ حد۔ شہوت کے خیال اور اس کے لوازمات۔ جہالت۔
سستی۔ فضول۔ غضب۔ اس قسم کی بدیوں سے پاک اور اپنے مولیٰ کا فرمانبردار ہو۔
فما ظنکم۔ چور چوری چھپی کرنا ہے کہ اس کو خدا کی صفت اور رازقیت پر ایمان
نہیں ہوتا۔ زانی نہیں سمجھتا۔ کہ اللہ پاک بیبیان دے سکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا۔
ذکم ظنکم الذی ظننتم بدکم فادکم۔

فظنظرة فی النجوم۔ افضول نے وقت کی طرف توجہ فرمائی۔ اب بھی جذب ملک
میں دستور ہے۔ کہ کسی کو خدمت کرنا ہو یا خود جانا ہو۔ تو اپنی گھڑی دیکھ لیتے ہیں۔

الی سقیم۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کان صدیقاً نسباً۔ وہ بڑا راست باز تھا۔

ادھر حضرت ابراہیم فرماتے ہیں۔ میں بیمار ہوں۔ میری طبیعت ناساز ہے۔ پس وہ اپنے
قول میں پستے تھے۔ اپنی کمزوری اور کسی اندرونی سقم کو نشان خود ہی سمجھتا ہے

اللہ کے بندے باوجود ناسازی طبع بھی تبلیغ کے جوش میں نکلتے ہیں۔

فاداد و ابہ صرف ارادہ کیا ہے۔ (ریات یا درکھو) مگر خدا نے یہ ارادہ چلنے نہ دیا۔

ادبی فی المنام۔ کوئی شخص دیکھے کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہوں۔ تو اس کے سامنے ہی ہوتا ہے کہ وہ ذبح کر دے۔ عالم رویا میں بیٹا کبش ہوتا ہے۔ اور کبش بیٹا۔

صدقت الریاء۔ سیرا۔ رشام۔ جانب شمالی عرب حسین بیت المقدس فلسطین ہے، کے ملک میں انسانی قربانی کا رواج تھا۔ چنانچہ مسیحی تعلیم کی جڑ بھی یہی ہے اسی بنا پر وہ خدا کے اکلے بیٹے کی قربانی پر ایمان لاتے ہیں۔ ہند میں بیدان کا رواج تھا۔ بے پور میں اب بھی اس جگہ روز بکرا ذبح ہوتا ہے۔

حضرت حق سبحانہ نے حضرت ابراہیم کو ایک رویا دکھلائی۔ کہ وہ اپنا بیٹا ذبح کرتے ہیں۔ اس کا اعلان کیا۔ اس پر تیار ہو گئے۔ پھر بیٹے کی جگہ یحییٰ بن ماریہ بکرا ذبح کیا۔ اور یہ سمجھایا کہ اس کی اصل یہ ہے کہ خدا کا مکالمہ پہلے ایسے رنگ میں ہوا کہ لوگ سمجھ نہیں سکے کہ بیٹے کی قربانی سے کیا مراد ہے۔ اور اس طرح پر اس بدرم کا ایک راستہ باز کے عمل سے قلع قمع ہوا۔

ولشمانہ باسمحق۔ یہ غلام حلیم کے علاوہ دوسرے بیٹے کی بشارت ہے۔
بوکن علیہ۔ اس اولاد ابراہیم پر جس کا نام اسماعیل تھا۔

مورخہ ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

(پارہ تیسواں رکوع نمبر ۱)

(سورہ والصفہ - رکوع ۴)

کسی نبی کا بیان دوبارہ ہوتا ہے تو دراصل اس میں پیشگوئی ہوتی ہے۔ احکام فقہیہ کے متعلق تو قریباً ڈیڑھ سو آیات ہیں۔ ان کے علاوہ جو آیات ہیں۔ ان سے مقصود ہے کہ انسان باخدا انسان بن جاوے۔ اور وہ اخلاق فاضلہ سیکھے۔ اللہ کو پاک تعلق پیدا کرے۔

سَلَامٌ عَلٰی مُوسٰی وَهَارُونَ۔ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین النبیات میں ہے۔

بعلاً۔ سورج کو بھی ایک دیوتا مانا گیا ہے۔ سورج کی ریکل کو بعل کہتے ہیں۔ چاند کو زہ لوگ مونث سمجھتے تھے۔ اور سورج کو مذکر۔ بعل مرد کو کہتے ہیں۔ احسن الخالقین۔ تمام اندازہ کرنے والوں سے خوبون میں بڑھ کر

مورخہ ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

(پارہ تیسواں رکوع نمبر ۹)

(سورہ والصفہ رکوع ۵)

صوفیوں نے لکھا ہے کہ یہ یونس کا معراج ہے۔ مینوا ایک شہر تھا۔ ایک لاکھ میں ہزار اس کی آبادی تھی۔ وہ وارسا سلطنت تھا۔ حضرت یونس وہاں بھیجے گئے آپ نے وعظ کیا۔ لوگوں نے مخالفت کی۔ تو حضرت یونس نے کہا کہ تم پر عذاب آوے گا۔ جب وہ دن آئے۔ تو ایسی کچھ بات نکلی کہ ان کے دل میں خدا کی صفت رحمانیت کا جوش آگیا۔ تو وہ سمجھ گئے۔ اللہ تعالیٰ عذاب ٹال دے۔ اس لئے وہ علیحدہ ہو گئے۔ اور لوگوں نے عذاب کے نشان دیکھتے ہی تضرع و زاری شروع کر دی اور وہ عذاب ٹال دیا گیا۔

جب حضرت یونس نے سنا کہ عذاب نہیں آیا۔ تو وہ لوگوں سے بھاگے کہ خدا بخو خدا کے کریم کی مصالح و غریب نوازیوں سے نادانف لوگ اعتراض کریں گے۔

البن۔ جو غلام بغیر رضامندی اپنے آقا کے نکل جاوے اسے ابن کہتے ہیں۔
فساھم۔ قرعہ کس طرح ڈالا۔ یہ میں نے قرآن و حدیث میں نہیں پڑھا۔
فالتقمہ الموت۔ حدیثوں سے تو نہیں۔ مگر تفاسیر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی ایڑی کو مونہ میں لیا۔

من المسبحین۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ کہنے والے۔
تیر نے والوں سے بھی معنے کئے گئے ہیں۔ مگر میں ان معنوں کی جرات نہیں کر سکتا کیونکہ دوسرے موقع پر اس کی تصریح میں فرمادیا۔ کہ لا الہ الا انت سبحانک پڑھتے ہو۔ یقیناً۔ ایسے درخت کو کہتے ہیں۔ جہاں پھسل بڑا ہو۔ اور میں سست۔ پیچھا۔ کدو۔ تربوز۔ سب کو یقیناً کہتے ہیں۔ دریا کے کناروں پر ایسی جلیں لوگ لگا ہوتے ہیں۔

اوکیڑا دن۔ بلکہ زیادہ۔ بہر حال لاکھ سے کم نہ تھے۔
وہم شاہد دن۔ بہت سے کم عقل لوگ ابتداً خلق پر اٹکل بازی سے بحث کرتے رہتے ہیں۔ اللہ نے فرمادیا کہ اس قسم کے مباحث ٹھیک نہیں۔
مالکم۔ اس پر "فت" ہے۔ کہ آدمی خوب تامل کرے۔

اس جگہ سورہ والصفہ کے نوٹ ختم ہوئے۔

آغاز سورہ ص رکوع اول

(پارہ تیسواں رکوع ۱۰)

ص۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔

ذی الذکر۔ یہ فطرت ہے کہ انسان بلند پروازی چاہتا ہے۔ شرافت داتے تارینی آدمی تم نبھاؤ گے۔

شفاق۔ رسول سے ہٹ جانے کی راہ۔

حضرت سیدنا امیر مولا مولوی سکیم نور الدین صاحب کے فرامی ہوئے روزانہ درس تسنن مجید نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ تیسواں

رکوع نمبر ۱۳

(سورہ ص - رکوع ۴)

موضوع ۲۵ - اکتوبر ۱۹۱۰ء

تین علم عبرت کے لئے لوگوں نے تصنیف کئے ہیں اور میں سے ایک علم تاریخ ہے۔ اس علم تاریخ کے سمجھنے میں بھی مسلمانوں نے سب سے زیادہ کوشش کی ہے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کی علم تاریخ میں فرق ہے۔ کہ عیسائی کسی واقعہ کو دیکھ کر اس کا سبب بھی خود تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ ضرور نہیں کہ وہ اصل سبب اس واقعہ کا ہو۔ دوسرا نقص یہ ہے کہ وہ اپنے ملک پر سب کا قیاس کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ہر ملک میں کچھ نہ کچھ سبب ہوتا ہے ہمارے ملک میں یہ زیادہ ہے۔ اب وہ ان بھی یہ نقص عام پیدا ہوا ہے۔ کہ ناول کو بھی اصل واقعہ سمجھتے ہیں۔ ہمارے مؤرخین زیادہ تر شیعہ ہیں۔ شیعوں میں تفسیر جائز ہے۔ پھر اس تفسیر کی ان کو خوب مشق ہے۔ اور تفسیر کے یہ اب تک شروع سے عادی ہیں۔ تفسیر بازی کی شکل سمجھتی ہو تو ان سے بکھو۔ دفاع نعمت خان کو دیکھو۔ جس کا نیک کھایا ہے اسی کے حق میں کہیں گالیان ہیں۔

خانی خان تو ہنسنا بھی جاتا ہے اور تبرا بھی۔ مؤرخ جب شیعہ ہوتا ہے۔ تو وہ سنیوں کی خوب خبر لیتا ہے۔ تاریخوں میں بڑے عبرت کے مقام ہوتے ہیں۔ سینکڑوں جلدیں مطالعہ کر جاؤ۔ بعض اوقات سمجھنے میں بڑی مشکل ہوتی ہے۔ دوسرا حصہ جو بہت نیک حصہ تھا۔ میں نے علم حدیث میں حدیث مالک حدیث اخلاص وغیرہ پڑھا۔ ہمارے یہاں بہت سے شخصوں نے اس کو چھوڑ کر عن رسول اللہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس سے مدعا یہ تھا۔ کہ ان راویوں کی پرہیزگاری اور تقویٰ اور پاک نونوں کی اتباع ہر سلسلہ اسناد میں بیان کئے جائیں۔ لیکن ہمارے ملک میں اس قدر نہ اسنادوں کو فرصت ہو اور نہ شاگردوں کو۔ میں نے بعض اوقات بڑے بڑے اسنادوں سے دریافت کیا ہے کہ اسناد کے سلسلہ کی کتابوں میں سے پانچ مستند کتابوں کا صرف نام تو لے دو۔ تو نہ لے سکے۔

تیسری بات قرآن کریم۔ قرآن کریم میں بہت انبیاء کا ذکر موجود ہے۔ لوگ جھگڑے کرتے ہیں۔ کہ خضر۔ آدم۔ لقمان بھی تھے یا نہ تھے۔ حالانکہ اس بحث کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس شخص کی باتیں جو قرآن کریم نے خوبی کے طور پر بیان کی ہیں۔ ہم کو چاہیے

کہ ان باتوں پر عمل کریں۔

ایک شخص نے سورہ یوسف بن بیان کیا ہے۔ کہ عشق و محبت تو خدا تعالیٰ کو بھی پسند ہے۔ احسن القصص میں قصص۔ قات کی زیر سے قصہ کی جمع نہیں ہے۔ جمع دراصل قیام کی زیر سے ہے۔ سورہ یوسف میں دراصل بیان ہے۔ کہ ایک نوجوان آدمی گھر کی سردار عورت سے کس طرح برتاؤ کرے۔ کس طرح صبر کرے۔ کس طرح سلوک کرے۔ قرآن کریم ہر موقع پر اس قسم کی نصائح بیان فرماتا ہے۔ مسلمانوں نے قرآن کریم کو بیانات کی تاریخ نہیں رکھی۔

حضرت داؤد کے قصہ میں خداوند تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خطرناک سفر سے اطلاع دی ہے۔

واذکر عبدنا ایوب۔ یا دکر ہمارے ایک بندے کو جس کا نام ایوب تھا۔ ضغث۔ دو چار دس پانچ تلی تلی چھیاں۔ جس میں پتے بھی آخر پر ہوں۔ اوکو ایک جگہ کرنا۔ مثلاً جھاڑو۔

والابصار۔ بڑی بصیرت والے۔ فلاسفر اور نبی میں یہ فرق ہوتا ہے۔ کہ فلاسفر تو اپنی تحقیقات میں غلطیاں پاتا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کو منع کرنا ہے۔ کہ تم اس غلطی میں نہ پڑنا۔ یا ہلاک ہو جانا ہے۔ تو دوسرے لوگ اس سے بچتے ہیں۔ لیکن ایک نبی کو کبھی ایسا کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

جنت عدن۔ کے متعلق قرآن میں لکھا ہے۔ جہان تیجوں تیجوں۔ وجہ۔ فرات بہتے ہیں۔

قصص الطوف۔ کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا۔ کسی صحابی کی عورت بدکار بنی ہو کسی لڑائی میں کسی دشمن کے قبضہ میں گئی ہو۔

غساق۔ بہت سرد پانی۔

موضوع ۲۵ - اکتوبر ۱۹۱۰ء

(پارہ تیسواں - رکوع نمبر ۱۳)

(سورہ ص - رکوع نمبر ۵)

ماکان لمن علم۔ انبیاء کے دل میں ذرا بھر بھی خواہش نہیں ہوتی کہ ہم نبی بنیں۔

طین۔ کیچڑ۔ پانی اور مٹی ملی ہوتی ہے۔ طین میں یہ خاصیت ہوتی ہے۔ کہ اس کو جس ساچہ میں ڈالنا چاہیں۔ ڈھل جاتی ہے اور ہر شکل کو قبول کر لیتی ہے۔ جو آدم کا بچہ ہے وہ تو طین سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔ من تراب۔ یعنی مٹی سے بنایا۔ اور ایک جگہ فرمایا ہے۔ من مایہ۔ تم کو پانی سے بنایا۔ اس لئے مٹی اور پانی مل کر کیچڑ ہی ہوئے۔ حضرت یسح بھی فرماتے ہیں کہ میں طین سے بن کر بنا ہوں

اگر تم میں کوئی طائر کی صفت ہو۔

فاذا مسویته۔ جب اپنے کمال کو پہنچ جاؤ۔ جس قدر پاک روح میں ہوتی ہیں۔
سب فرمان بردار ہوتی ہیں۔ جس طرح وہ طین سے بنا۔ اسی طرح شیطان آگ سے بنا۔
سانپ اور طاعون کے کیڑے کو شیطان اور جن ایسوجہ سے کہا گیا۔
ایک وقت آتا ہے کہ انسان نیکی کرتا کرتا ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ
خود اس کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ پھر انسان بدی کرتے کرتے ایسے مقام تک پہنچ جاتا
ہے کہ خدا اس کی ہدایت سے ہاتھ کھینچتا ہے۔

یہاں سورہ ص کے نوٹ ختم ہوئے

(آغاز سورہ الزمر رکوع اول)

(پارہ تیسویں - رکوع نمبر ۱۵)

مورخہ ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

لوگ معززوں اور محبون کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ عزیز و حکیم کی
کتاب ہے۔ عبادت۔ اعلیٰ سے اعلیٰ محبت معبود کی۔ جس سے پرے کوئی درجہ نہ
ہو۔ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی عظمت معبود کی۔ جس سے پرے کوئی درجہ نہ ہو۔ اعلیٰ سے
اعلیٰ درجہ کا تذل معبود کی خدمت میں۔ جس سے پرے کوئی درجہ نہ ہو۔

ایک برہمن نے مجھ سے کہا کہ آپ کہہ معظّمہ کی پرستش کرنے میں۔ مینو کہا کہ پرستش
کے کیا مین تباؤ۔ اس نے کہا پوجا۔ میں نے کہا پوجا کس کو کہتے ہیں۔ تب اس نے
پرستش کے معنی بتائے۔ کہ اس کو کہتے ہیں۔ جس میں دھیان ہو۔ عظمت ہو۔

میں نے ایک شخص سے کہا کہ ذرا نماز پڑھ کر دکھاؤ۔ اس نے نماز پڑھی۔ میں نے
اس برہمن سے دریافت کیا کہ تباؤ اس میں کہہ معظّمہ کا کوئی دھیان یا عظمت ہے یا دعا کا
اختلاف کے دور کرنے کے لئے سب بڑی چیز دعا ہے یہ دعا کا معیار تمہارے
ہاتھ میں ہے۔ اعلیٰ درجہ کے معیار کے لئے زبردست ہاتھ کی بھی ضرورت ہے۔ ورنہ
جھوٹے آدمی کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ناشکر کی بھی دعا قبول نہیں ہوتی۔ تم میں
سے ہر ایک کو بڑی نعمتوں کے حصے ملے ہیں۔ شکر گزار بنو۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی مینا نہیں
ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے بیٹے کے یہ معنی ہیں کہ وہ کسی کو معزز نہ کرے۔

کفر۔ کے معنی ناشکاری کے ہیں۔

مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۳۳۔ رکوع ۱۶۔ سورہ الزمر رکوع ۲)

خداوند تعالیٰ کے اوامر کا پابند بننا اور نواہی سے اپنے آپ کو بچانا یہ تقویٰ کے ایک معنی

میں یہ نہایت لغو خیال ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو دنیا میں ذلیل ہی رکھتا ہے۔ خدا
فرماتا ہے۔ لِّلّٰہِ الْعِزَّةِ وَلِلّٰہِ سُلْطٰنٌ۔ سکھ دنیا میں سات قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک سکھ
انسان کی ذات کے ساتھ وابستہ ہے۔ مثلاً اگر انسان میں حرص نہ ہو۔ تو یہ ایک سکھ ہے۔
ایسے ہی اگر غضب کا مادہ ہم میں نہ ہو تو سکھ ہو۔ اسی طرح شہوت نہ ہو۔ تو بد نظری اور خیالات
سے آزاد۔ میں نے جہان کے مریضوں میں فیصدی ۵۵ ایسے دیکھے جو بد نظری اور
خیالی جماعوں کے باعث مبتلا ہوئے۔ جھوٹ نہ بولے تو بے اعتباری کا دافع اس
اٹھ جاتا ہے۔ کاپی اور سستی کو چھوڑے دوسرا سکھ یہ ہے کہ بیوی نیک ہو غمگسار
ہو تیسرا سکھ ماں باپ بہن بھائی وغیرہ رشتہ داروں کی طرف سے۔ چوتھا سکھ۔
برادری کے ساتھ تعلقات اچھے ہوں۔ پانچواں سکھ غیر قوم اور اپنی قوم سے۔ چھٹا۔
بادشاہ سے تعلق اچھا ہو یعنی گورنمنٹ کی اعلیٰ خدمات انجام دیں۔ ساتواں مرتبہ سکھ کا
یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ سے تعلقات اچھے ہوں۔ جہاں انسان کا دین مذہب
اور خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلقات بگڑتے ہوں۔ تو انسان کو چاہیے کہ اس مکان کو یا
اس شہر یا اس ملک کو چھوڑ دے۔

پس اگر تم اپنی ذات اپنی بیوی ماں باپ اپنی قوم اپنے خدا کے نزدیک بڑا بننا چاہو
ہو تو اپنے تعلقات کو سدھارو۔

مورخہ یکم نومبر ۱۹۱۰ء

(پارہ تیسویں رکوع ۱۶۔ سورہ الزمر رکوع ۳)

تمہید۔ دل میں طرح کے ہوتے ہیں (۱) سچی بات معاقبول کرتے والے (۲)
مفید و بابرکت بات کا فرما انکار کرنے والے (۳) اندر سے منکر بظاہر موافقت دکھا
کر غیبت میں ہنسی اڑا دینے والے۔

اس رکوع شریف اول قسم کا ذکر ہے جن کو انشراح صدر حاصل ہوا۔

نور من ربہ۔ تین قسم ہے (۱) کتاب الہیہ جس میں معروف و منکر کا ذکر ہوتا ہے۔
(۲) ارشادات نبوی۔ جس سے راہ نمائی حاصل ہوتی ہے (۳) نور ایمان۔ جس سے قوت
میزہ حاصل ہوتی ہے۔

متشابہا۔ ایک جیسی آیت ایک دوسرے کی مصدق میں۔ مخالف نہیں۔

مثالی۔ ایک ہی امر کو بار بار مختلف رنگوں میں بیان کرنے والی۔

للتاس۔ لوگوں کی جھلائی کے واسطے۔

یتفقون۔ دیکھوں سے بچیں۔

مثلاً۔ جو صرف اللہ کو اپنا معبود بنانا وہی سکھی رہنا ہے۔

انک میت۔ موت تو بے شک تجھ پر آنے والی ہے۔ لیکن انا لہ لحاظظون
خدا تعالیٰ اس کتاب اور دین اسلام کا محافظ ہو گا۔

یہاں تیسویں پارے کے نوٹ ختم ہوئے۔

حضرت سیدنا امجد مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ چوبیسواں

رکوع نمبر اول

(سورۃ الزمر رکوع ۴)

مورخہ ۳ - نومبر ۱۹۱۰ء

تمہید - قرآن کریم کی تعلیم سے واضح ہے کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ ایک خدا تعالیٰ کا فرمانِ ذکر کرتا ہے۔

(۱) وہ جو اللہ پر اقرار کرے۔ انہما و وحی و خواب ہو اور کہے کہ مجھ کو ہوا ہے یا جھوٹی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرے۔ قرآن شریف کی کسی آیت کے معنی سمجھائی کے لئے نہیں بلکہ اپنے مطلب کے لئے شرارت سے کچھ اور کرے۔

(۲) وہ جو صادق کی تحذیب کرتا ہے۔

مالیشاؤن - ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

محسنین - یہ بات چھپو نہیں رہ گئی۔ بلکہ آئندہ بھی ہر محسن کے ساتھ ایسا ہی نیک سلوک ہوگا۔

لیقولن اللہ - ان کی فطرت بھی جواب دیگی۔

اعلموا علی مکانکم - تم سب کھڑے ہو کر میرا مقابلہ کرو۔ منصوبہ کر لو۔

مورخہ ۳ - نومبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۴ رکوع ۲ - سورۃ الزمر رکوع ۵)

یسوفی - قبض کرتا ہے جان کو۔ روح کے معنی حوی میں کلام کے ہیں۔

اشمادت - نفرت کرتے ہیں۔ برائیاں کرتے ہیں۔ انکار کرتے ہیں۔

قل اللہم - جب ایسے لوگوں کی کثرت ہو کہ ذکر توحید کو برا سمجھیں۔ تو دعا

کرنی چاہیے۔

یستحضرن - ہندو سے نکلا ہے۔ کسی کو خفیہ بنانا اور چھپانا۔

خولتہ - ہم عطا کرنے ہیں۔

مورخہ ۵ - نومبر ۱۹۱۰ء

(پارہ چوبیسواں رکوع ۲ - سورۃ الزمر رکوع ۶) خدا تعالیٰ کے حضور پہنچنے کے لئے دو بازو ضروری ہیں۔ ایمان - عمل صالح اسرارِ حق - خطا کاری۔

وانیبوا - یہ اس بغیر الذنوب جہان کے لئے بطور شرط ہے۔ اللہ کی طرف جھکنا

اسلموا - اس جھکنے کا نشان یہ ہے کہ اس کی فرمانبرداری کرو۔

احسن ما انزل الیکم - مثال کے لئے سنو اور حکم میں کہ کسی کی ایذا رسانی

کا بدلہ لو۔ دوسرا یہ کہ چشم پوشی کرو۔ اب یہ جفا حسن یا اہل ہے۔

اجض کہتے ہیں کہ یہ صفت کا شرف ہے یعنی جو کچھ رب نے اتارا ہے وہ احسن ہی ہو

فراط - تفریط کے معنی کمی کرنے کے ہیں۔

لمن الساخرین - آجکل ایسے لوگ بہت ہیں جو مذہبی امور کو مسخر میں اڑانے رہتے

ہیں۔

من المتقین - دکھوں سے بچنے والے ہوتے۔ دراصل تمام دکھوں کا اصل

بوجھت ہے۔ اس سے بچو۔

مقالید السموات والارض - مثلاً کامیابی کی راہیں۔

مورخہ ۶ - نومبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۴ رکوع ۴ - سورۃ الزمر رکوع ۷)

تمہید - قرآن شریف ایک بے نظیر کتاب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے

سوا کسی کو کتاب مانا ہی نہیں۔ افسوس کہ اب مسلمانوں میں قرآن شریف کی عظمت بہت

کم رہ گئی ہے۔ قرآن شریف زندوں کو سننے کے لئے تھا۔ اب مردوں کو سنایا جاتا ہے

قرآن مجید نے اعلیٰ قوم کو تمام جہان سے غنی کر دیا۔ مگر اب قرآن شریف سے کٹے کٹے

جلتے ہیں۔ قرآن مجید راستی قائم کرنے کے لئے آیا۔ مگر اب قرآن شریف ہاتھ میں لے

کر جھوٹی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔ گویا یہ جھوٹ بھیلانے کا آلہ ہے۔ قرآن مجید اللہ کی محبت

دلوں میں پیدا کرنے کے لئے تھا۔ لوگ اس کی آیتوں سے مخلوق کی محبت حاصل کرنے

میں - چنانچہ - واللہین آمنوا اشد حباً لله -

عمل کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہی آیت اس بات کی تردید کرتی ہے کہ مخلوق میں سے کسی

کی محبت میں فنا ہو جاوے۔

تفہم فی الصور - جگل بجا یا جاوے گا۔

الکتب - نامہ اعمال۔

مورخہ ۷ - نومبر ۱۹۱۰ء

(پارہ چوبیسواں رکوع ۵ - سورۃ الزمر رکوع نمبر ۸)

جھکتے۔ دوزخ ایک مقام ہے۔ اس کی صورت ایسی ہے۔ جیسے بعض بیماروں کو حمام میں علاج کے واسطے بھیجا جاتا ہے۔ سرسام کا علاج سانپ کے ڈسوانے سے کیا جاتا ہے۔ وہی دہان بھی روحانی بیماروں کے معالج کے واسطے ایسی زیریں مخلوق ہے۔

الذین اتقوا۔ جن کے عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ ہیں۔ رنج و راحتِ عمر دوسرے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہتے ہیں۔
حول العرش۔ اللہ کی تجلی گاہ میں۔

اس جگہ سورۃ الزمر کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۃ المؤمن رکوع ۱

(پارہ ۲۴ رکوع ۶)

مورخہ ۸۔ نومبر ۱۹۱۰ء

حکم۔ حمید مجید بادشاہ۔ حتیٰ کی طرف سے یہ کتاب آئی ہے۔
غافر الذنب۔ غلطیوں کو معاف کرنا ہے۔ اگر تم باز آؤ۔
قابل التوب۔ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اگر تم توبہ کرو۔
لا اله الا هو۔ کوئی شخص اپنا ذاتی کمال نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں غنی ہے اور اس کا کوئی مثل نہیں۔

الیہ المصیر۔ پھر اس کی طرف لوٹنا ہے۔

لیاخذوا۔ تاکہ پکڑیں اور انبیاء کے مقابلہ میں نامراد ہونا ثابت کریں۔
عقاب۔ اللہ تعالیٰ انسان کو جو دکھ دیتا ہے۔ بڑی نہیں دیتا۔ بلکہ نافرمانی کے بعد بطور اس کے نتیجہ کے اس پر سزا مرتب ہوتی ہے۔ ایسے واسطے اس کا نام عقاب بنانا الفوز العظیم۔ فوز بمعنی پاس ہونا۔

مورخہ ۹۔ نومبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۴ جو بیوان رکوع ۷ سورۃ المؤمن رکوع ۲)
اگر کوئی شخص اپنی چھوٹی سی غرض کے لئے کسی اپنے بڑے محسن و مربی کو ناراض کر لے تو وہ فطرت کے تقاضا کے خلاف کرتا ہے۔

پس اللہ سے بڑھ کر کون محسن و مربی ہے۔ کیونکہ دنیا کے عارضی محسنوں کو پیدا کرنے والا بھی وہی ہے۔ ایسے علیم حکیم کی بات کو اگر نہ مانا جاوے۔ تو دنیا و آخرت میں دکھ کا موجب ہے۔

لمقت اللہ۔ اللہ کی ناراضی یا اللہ کی لعنت۔

اثنتین۔ ایک ہم کچھ نہ تھے۔ خدا نے بنایا۔ پھر موت کی تیاری ہے عظمت
دعی اللہ دحدکا۔ جن لوگوں میں کچھ نہ کچھ شرک ہے۔ جب محض اللہ تعالیٰ کی جبروت کا ذکر کیا جاوے۔ تو انھیں برا معلوم ہوتا ہے۔

مخلصین لہ الدین۔ تمہارا دین خدا کے لئے ہو جاوے۔

الکافرون۔ غیر اللہ کے پرستار۔

یلقی الروح۔ روح سے مراد کلام الہی ہے۔

جان۔ سول کو عربی بولی میں نفس کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں روح کے معنی کلام ہی کے ہیں۔

مورخہ ۱۰۔ نومبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۴ رکوع ۸۔ سورۃ المؤمن رکوع ۳)

دنیا میں بڑی بڑی سلطنتیں ہو گزری ہیں۔ مگر اب ان کے نام و نشان بھی باقی نہیں ہے۔

ان یبدل دینکم۔ قوم کے دینداروں کو اس طریق سے اکسایا ہے۔

یظہر فی الارض الفساد۔ یہ قوم کے امیرون کو برا نگینہ کیا ہے۔ کہ دیکھو تمہاری امارت چھن جائے گی۔

انی عذت بربی۔ بڑے سے بڑے زبردست دشمن کے مقابلہ میں خدا کی پناہ میں آجانا بڑی بات ہے۔ ہر شکل کے دفت و دھاسے کام لو۔ دُعا کے یہ معنی نہیں کہ اسباب تمنا نہ کریں۔ بلکہ جس قدر اسباب اپنی طاقت سے تمہارا کر سکتے ہیں۔ وہ تو کر لیں مگر چونکہ کئی باریک و باریک امور ہوتے ہیں۔ اور کئی عجیب و غریب موانع جو کامیابی میں سد راہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے دُعا کی جاتی ہے۔ نیز صحیح اسباب مراد مندی کا علم بھی خدا کے فضل ہی پر موقوف ہے۔ میں نے بڑے بڑے گھمان کے مباحثوں میں جہان میں تن تنہا تھا۔ اور ہزاروں مخالف ہی مخالفت۔ اس عذت بربی کے جلوے دیکھے ہیں۔

مورخہ ۱۲۔ نومبر ۱۹۱۰ء

(پارہ ۲۴ رکوع ۹۔ سورۃ المؤمن رکوع ۴)

یکتم ایمانہ۔ اس وقت تک (تقریر) اس نے اپنے ایمان کو خفی کر رکھا ان یقول ربی۔ کیا عمدہ پیرا نصیحت ہے۔ کیسے دلایز طریق سے شرم دلائی ہے۔

ظاہرین فی الارض۔ طاقت و غلبہ والے بوزمین میں۔

یوم القنادر۔ ایک دوسرے کو پکارنے کا دن۔ جیسا کہ نصیب کے وقت کرتے ہیں

یضل اللہ۔ اللہ۔ تباہ۔ ہلاک کر دیتا ہے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ العزیز)

حضرت مسیح موعودؑ اور الدین صاحب کے مولے موعودؑ قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ چوبیسواں

(بقیہ رکوع ۹ و رکوع ۱۰ سورہ المؤمن بقیہ رکوع ۴ و رکوع ۵)

مورخہ ۱۳۔ نوںبر ۱۹۱۰

ابلاغ اسباب۔ تاکہ آسمانی اسباب پر پہنچ جائیں۔ یہ اس نے بطور سحر کہا ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ اسے کہتے تھے۔ کہ اس کی فوق الفوق حکومت ہے۔ فرعون نے شرارت سے ان تصرفات کو جسمانی بنا لیا۔ اور کہا کہ ایک محل بناؤ۔ تا موسیٰؑ کا خدا اوپر پہنچ کر دیکھیں۔

ایک دہریہ نے مجھ سے کہا۔ کہ اگر زمین و آسمان کے درمیان پتھر بھر دئے جاویں۔ تو تمہارا خدا کچلا جائے۔ میں نے کہا احمق۔ کہ اپنا زمانہ گزرتا ہے یا نہیں۔ کہا۔ ہن۔ میں نے کہا۔ زمانہ تو مخلوق ہے۔ جب وہ نہیں کچلا جاتا۔ تو زمانہ سی لطیف چیز پیدا کرنے والا تو بہت ہی لطیف ہے۔

آلاتی تباب۔ فرعون کی تدبیروں سے موسیٰؑ ہلاک نہیں ہوئے۔ بلکہ خود فرعون ہی ہلاک ہوا۔

خوب یاد رکھو۔ کبھی کسی راستباز کے مقابلہ میں نہ آؤ۔

اھدکم سبیل الرشاد۔ فرعون نے دما و ہدیکم الاسبیل الرشاد کہا تھا۔ اس کی تردید میں فرماتا ہے۔

الی الخیوة۔ اپنے پر آ جاؤ۔ جہاں ہر قسم کے عذابوں سے محفوظ رہو۔

مورخہ ۱۳۔ نوںبر ۱۹۱۰

(رکوع ۱۱۔ سورہ المؤمن رکوع ۶)

ساری خلقت جو میری نگاہ سے بذریعہ علم۔ کتاب۔ سماع۔ مشاہدہ گزری ہے۔ وہ یہی چاہتی ہے۔ کہ میں بیت جاؤں اور مجھے نصرت ملے۔ لوگ اپنے ننگ و ناموس کے قیام کے لئے جانوں تک بے دریغ نثار کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس فطرت کے تقاضا پر فرماتا ہے۔ انا المنتصر مسلما الذین امنوا فی الحیوة الدنیا۔ اسی درلی زندگی میں رسولوں اور مومنوں کی نصرت کریں گے۔ تاریخ اس وعدہ کے ایفا اور اس نشان کے صداقت کی شہادت دیتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا ہی معاملہ دیکھو۔ کہ آخر کار آپ ہی سلامت

و مومن رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں مجوس تھے۔ مگر اس رب کے بڑے پلٹ فرد کا کچھ نشان نہیں۔ موزین اس کے بارے میں بحث کرتے ہیں کہ آیا وہ تھا بھی یا نہیں۔ تھا تو کون؟

اسی طرح حضرت موسیٰؑ حضرت یسع کے دشمنوں کا حال ہوا۔ پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام رہ گیا۔ اور کس عزت سے لیا جاتا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد تو ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ مگر بڑی کی نسل میں سے ہونا تو درکنار۔ اس کا ہمنام بھی کوئی کہلاتا نہیں جاتا۔

بالعشی۔ پچھلے پر۔

سلطان۔ دلیل۔

ماہم بالغیہ۔ متکبر اپنی کبریائی کی حد کو کبھی نہیں پہنچتا۔ اور کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔

میں نے ایسے نظارے خود دیکھے ہیں۔ جوش نگہ میں جن پر مسلم کیا جنھیں دلیل سمجھا۔ آخر انہی کے ہاتھوں بلکہ سرخ دسے جو قتل سے بڑا ہوا گیا۔

ولکن آلک

خوب یاد رکھو۔ سبھا لٹا مذہب میں نہیں ملتی۔

مورخہ ۱۵۔ نوںبر ۱۹۱۰

(رکوع نمبر ۱۲)

(سورہ المؤمن رکوع ۶ نمبر ۷)

لکم۔ تمہاری ہی بھلائی کے لئے۔

لتسکنوا فیہ۔ تاکہ تم اس میں آرام کرو۔

آرام بڑی دولت ہے۔ آرام سے سخت اچھی رہتی ہے۔ علم بڑھتا ہے۔ دنیا کی تمام چیزیں کے لئے قدرتی طور پر ایک وقفہ مقرر ہے۔ انسان کے لئے بھی ضروری ہے کہ آرام کرے۔ مگر آرام خدا ہی کے فضل پر موقوف ہے۔ ہم نے جس روپے سے لیکر کوڑ روپیہ آدنک کے لوگوں سے پوچھا ہے۔ تو انھوں نے اپنے تئیں دکھی بتایا ہے جس سے معلوم ہوا۔ کہ سکھ کی زندگی دولت پر موقوف نہیں۔ بلکہ تمام جسم کے سکھ اللہ کی فرمانبرداری میں۔

قرا۔ آرام گاہ۔

فاحسن صورکم۔ یہ انسان کے تصویر کے عجائبات ہیں۔ کہ مٹھی۔ جیتے۔ فیبر اس کے اشارہ پر چلتے ہیں۔ پھر ہاٹ۔ بجلی۔ ہوا پر قابو ہے۔

من تراب - ہی مٹی سے - جو اگر کپڑے کو لگے - تو کپڑا میل ہو جائے - اور اسی مٹی سے انسان پیدا ہوتا ہے -
نعقلون - بیرون سے روکو -

مورخہ ۱۶ - نوٹ سورۃ المؤمنہ

(رکوع ۱۳ - سورۃ المؤمن رکوع نمبر ۸)

کسی کی عظمت - خوبی - جلال - طاقت - علم - احسان و یکھنے کے لئے اس کے افعال ہی گواہ ہوتے ہیں - پچھلے رکوع میں اسی بات کا ذکر تھا - اب اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرنے والوں کا ذکر سنو!
انی یصرفون - بت پرستوں کا معاملہ خصوصیت سے موجب تعجب ہے - خودی اپنے باحق سے تراشتے ہیں - پھر خود ہی اسے معبود قرار دیتے ہیں - اور اس کے آگلی حاجتیں پیش کرتے ہیں -
فاما یریدک - اما سے ظاہر ہے کہ پیشگوئی کے پورا ہونے کی صورت کا علم اللہ ہی کو ہے اور اسی کے قبضہ قدرت میں ہے جس دنگ میں چاہے پوری کر دے -

مورخہ ۱۷ - نوٹ سورۃ المؤمنہ

(پارہ ۲۴ - رکوع ۱۴ - سورۃ المؤمن رکوع نمبر ۹)

اللہ کی کتاب - اللہ کی عظمت سمجھانے - قرب کی راہیں بتانے اور اس ذات سے حُب کامل پیدا کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے - اور یہ باتیں اس کے عجیب و غریب احسانوں کے مطالعہ کرنے سے پیدا ہوتی ہیں - جبلت القلوب علی حب من احسن الیہ - کامل علم والے - کامل قدرت والے - کامل احسان والے کی محبت خود بخود آجاتی ہے - اور پھر اس محبت کرنے والے میں فرمانبرداری پیدا ہوتی ہے جو تمام سکھوں کی موجب ہے - پہلے اپنے احسان بیان فرماتا ہے
وعلی الفلك تملون - پہلے بری سفر کا ذکر کیا - اب بحری سفر کے ذرائع بتائے -
دیو یکم ایتمہ - ایک مقناطیسی سوئی کی طفیل اندھیری راتوں میں بڑے بڑے سمندروں میں سفر ہوتا ہے -
افلم یسیروا فی الارض - کتابوں کے ذریعے بھی سیر فی الارض ہو سکتا ہے -
فما یخفی عنہم - تااریون - پٹھانوں نے کتنے ممالک فتح کئے - پھر ایرانیوں نے اپنی ملک داری کا کہان تک سگہ بٹھایا - کہ اب تک اس کے آثار باقی ہیں - فارسی زبان اب بھی گاؤں میں پڑائی جاتی ہے - مگر آخر منزل آیا - اب وہ طہراق وہ شوکت وہ شان کہان گئی - خدا جب مٹلے پر آیا - تو وہ ساز و سامان کچھ بھی کام نہ آیا -

اس جگہ سورۃ المؤمن کے نوٹ ختم ہوئے

الحمد للرب العالمین

حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

فی الحال حضرت امیر المومنین کے حکم سے مولوی محمد سرور شاہ صاحب نے درس شروع کیا ہے
اس کے نوٹ لکھے جاتے ہیں۔ اگر حضرت صاحب کے خود پچھ ہیں سے درس شروع کیا تو وہ وہ
دو نوٹ بھی اس حصہ کے لکھ دئے جائینگے۔ (ایڈیٹر)

بارہ سو سو سوال کوچہ ۱۵

سورۃ السجدة کوچہ ۱
مؤرخہ ۱۸ فروری ۱۹۱۱ء

حکم - حفظ - قرآن مجید کا اللہ تعالیٰ حافظ اور مہی اس کا انارے والا ہے۔
الرحمن الرحیم - اللہ تعالیٰ بلا مبادی رحم کرنے والا ہے۔ اور نیک اعمال پر نیک ثمرات مرتب
کرنے والا ہے۔ جس نے جہانی دنیا کے لئے اتنے سامان دئے کیا وہ روحانی دنیا کے لئے
ترقیات اور اپنے حصہ پہنچانے کا سامان نہ دیکھا؟ اور جو دنیا میں اعمال پر نتائج مرتب کرتا ہو
کیا وہ آخرت کے متعلق ویسے نتائج نہیں دیکھا؟ ضرور دیکھا۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت جو خدا کی سچی فرمانبرداری کرتی ہے ان دو صفات پر
ان پر جو احسانات ہیں دوسروں سے ممتاز بیٹھے۔ قرآن کریم کے نزول کی وجہ بتلائی
ہے اور یہ سمجھایا ہے کہ اس وحی کے نزول کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو کیوں مخصوص فرمایا
فصلت بعض معنوں میں اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ ایسی کتاب ہے جس میں وقف
دئے گئے ہیں یہ غلط ہے۔ بلکہ معنی یہ ہیں کہ جن جن خلط ملطوں سے پہلی کتابیں تباہ
ہوئی ہیں اُن سے یہ پاک اور محفوظ ہے۔ اس کتاب میں ہر زمانہ ہر قوم ہر جگہ کے مناسب
حال تعمیل ہے پس اس کو بدلنے کی ضرورت نہیں۔

مثال کے طور پر تورات کا حکم لو کہ بدل لیا جاوے۔ قرآن شریف میں ہے جزاء
سینۃ سنیۃ مثلاً ومن عفی واصلم فاجره علی اللہ یہ حکم ایسا جامع ہے
کہ اس کے ہوتے اب کسی تیسرے حکم کا انتظار یا ضرورت نہیں۔ دوم نبی کریم نے
اپنی خصوصیات میں فرمایا ہے اوتیت جامع الکلام۔ بلکہ مجھے ایسے کلمات دئے
گئے ہیں جو جامع ہیں یعنی لفظ مختصر اور معنی بہت اور ہر ایک معنی اپنے اندر بہت سے
زائد رکھتا ہو۔ عربی زبان بڑی فیض ہے چنانچہ :-

عین کے لفظ کے ساتھ معنی ہیں ایک معنی کے تعین کے لئے قرینہ ہوتا ہے اور اگر
قرینہ نہ ہو تو سب معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ قرآنی آیات میں یہ اعجاز ہے کہ ہر زمانہ میں حالات
کے مناسب معنی دینگے وہ سب صحیح ہونگے۔ مثلاً دابۃ الارض اس کے
معنی صحابہ بھی کہے ہیں۔ بعض نے علماء مراد لئے ہیں اس وقت کے مناسب
حال ہی معنی تھے۔ لیکن اب اس کے معنی کھلے کہ اس سے مراد طاعون ہے۔
طاعون کا کثیرا بھی دریافت ہوا اس لئے اس آیت کی جامعیت اور مفصل ہونے نے
یہ فائدہ دیا کہ عظیم الشان پیشگوئی پوری ہو کر حجۃ علی الارض بنی حدیث میں بھی آیا ہے

مگر ہر آیت کے لئے مظهر و بطن ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ سات سات بطن ہیں۔ جس سے
ان معنوں کی تائید ہوتی ہے۔

قرآن - قرآن کے لفظ کے معنی ہیں چیزوں کو جمع کرنا اور ملانا آپس میں۔ اور مناسبت
ملاحظہ رکھ کر قرینہ سے رکھنا۔ وزن فعلان مبالغہ کے معنی دیتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے۔

۱۲) پڑھنے کے قابل۔ پہلے معنی مجھے پسند ہیں یعنی آیات میں ایک الفصال اور سب سے
صحیح معنی معلوم کرنے کے لئے ایک سیارہ ہے کہ ترتیب و ربط کو دیکھا جاوے۔ چنانچہ کئی
سائل صرف اس بات پر نظر کرنے سے حل ہوتے ہیں۔ معولی انسان کے کلام کی ترتیب
کا بھی خیال نہ رکھا جاوے تو اصل مطلب خط ہو جاتا ہے۔ پس کلام اللہ کے سمجھنے کے
لئے ربط کے صحیح علم کی کفایت ضرورت ہے۔ اس زمانہ میں کئی آدمی صرف ترتیب آیات
کے نہ سمجھنے کی وجہ سے دہریہ ہو گئے ہیں (اللہ محفوظ رکھے) قرآن مجید کو تدبیر سے پڑھو اور اس
بات کا خوب خیال رکھو

سوزا بنی اسرائیل - کہف - مریم کے ربط کا ملاحظہ رکھو تو معلوم ہو کہ ابتداء اسلام سے ایتر
تک جو کچھ گذرے والا تھا سب مفصل بتا دیا ہے۔

عربیہ - جو لوگ بہت سی زبانوں کے عالم ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ عربی ام المذہب ہے اور اس لفظ
کی تہ میں اس چیز کے متعلق جس کے لئے یہ لفظ وضع ہوا ہے خاص باتوں کی طرف اشارہ ہوگا۔
یہی وجہ ہے کہ قرآن عربی میں نازل ہوا۔ یہ ایک کامل اور جامع زبان ہے۔ خود عربی کے معنی ہیں
پودے طہر پر مطالب کو واضح کرنے والا۔

بمشیراً و نذیراً - اہی کتاب ہونے کی غلیم الشان دلیل ہے۔

جیسا کہ صاحب عزت و ثروت و قدرت و علم ہو دیکھا ہی اس کا کلام ہوگا۔ پس خدا کے
کلام کا ایک یہ نشان بھی ہے کہ اس میں بشارتیں بھی ہوں اور ڈراوے بھی تا ظاہر ہو۔ کہ وہ
سب قسم کے خزانوں کا مالک اور غیبیوں کا واقف ہے اور مخلوق پر ہر طرح قدرت رکھتا ہے
فہم لا یسمعون - یہ فاعل من (مخبر پھیرنے کی وجہ فرمائی ہے

الکذۃ - یہ جو بارہ چھپر گھاس پھوس کے بنائے ہیں ان کو اکثرت کہتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال و
اقوال سے یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ہمارے دلوں پر یہ حجاب پڑے ہوئے ہیں۔ حق اثر قبول نہیں
کرتے۔ کیونکہ وہ بے توجہی و غفلت سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ دو سرے موقع پر فرمایا کہ وہ باہر
نکل کر کہتے ہیں ما ذاقنا آثفا

فاستقموا الیہ - استقامت کے دو معنی ہیں۔ ایک اپنی جگہ پر ٹھہر رہنا۔ مرکز سے نہ
ہٹنا۔ دوم ٹھہرے رستہ پر نہ چلنا۔ بلکہ سیدھی شرک پر چلنا۔ یہاں یہی معنی ہیں استقامت
کے ساتھ جب الی صلیہ تو یہی معنی لیتے ہیں۔

واستعفروہ - یہ اس استقامت کے حصول کے لئے طریق بتایا۔ یعنی طلب مغفرت
کرنا۔ استغفار کے معنی حضرت سید موعود نے بارہا بتائے ہیں کہ جو غلطیاں ہو چکی ہیں ان کے
بدلتاؤں سے محفوظ رکھو اور آئندہ کے لئے گناہوں سے بچنے کی توفیق حاصل ہو۔

انما الالبشر مثلکم - باوجود ان تعلقات کے جو جناب باری سے آپ کو حاصل ہیں اپنی
حیثیت بتاتی ہے کہ میں بشر ہوں۔ اور توحید کی تعلیم دیتا ہوں۔

ویل للہمشرکین - چونکہ پہلے خدا سے اپنا تعلق بتایا ہے کہ یوحی الی - اس لئے اب اس

تعلق کے اظہار اور ثبوت دینے کے لئے پیشگوئی فرمائی ہے۔

لا یؤتوا من الزکوٰۃ۔ احکام تو بہت سے ہیں مگر یہاں زکوٰۃ کا ذکر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض چیزوں سے امتیاز نہیں ہو سکتا۔ اور بعض سے امتیاز ہو جاتا ہے۔ نماز منافی بھی پڑھ لیا کرتے۔ مگر گھر سے کچھ دینا یہ ایسی بات ہے کہ صاف پتہ لگ جاتا ہے۔ یہ کس ملک سے تعلق رکھتا ہے۔ یاد رہے کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ جو زکوٰۃ دے پس وہ مشرک نہیں یہ بطور مثال بیان فرمایا۔

و بالآخرۃ ہم کفرون۔ یہ لوگ آخرت کا انکار اس لئے کرتے کہ اس میں اور نادان بھی ان کے ساتھ شامل ہو سکتے تھے کیونکہ عجیب بات ہے غیر معذور جو قطع نہیں ہوتا۔

مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۔ رکوع ۱۴

سورہ حم السجدہ رکوع ۲

لشکرون۔ کافر اس لحاظ سے کہ اس کا شرک کرنے والا اس حال سے خالی نہیں وہ خدا کو اس اعلیٰ مرتبہ سے جو اس کی شان کے شایاں ہے نیچے مانتا ہے اور ادنیٰ مخلوق سے برابر کرتا ہے۔ چنانچہ ان کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے وما قدر واللہ حق قدرہ اس واسطے شرک بھی کافر میں۔

اند ۱۵۱۔ انداد۔ ندکی جمع ہے اس میں دو باتیں قابل لحاظ ہیں۔ مثل اور برتقال

خلق الارض فی یومین۔ شرک کے ابطال کے لئے اپنی خاص صفت و قدرت کا اظہار کیا ہے۔ کیا کوئی اور بھی اس کام میں شریک ہے۔ یوم کے معنی وقت مطلق مقدار کیونکہ موجودہ عرفی یوم کے متعلق تو اس وقت سامان نہ تھا۔ صوفیا نے لکھا ہے کہ زمانہ نام ہے تجدد الہیہ کا۔ اب سوال یہ ہے کہ یومین کی تخصیص کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ذلک تقدیر العزیز العظیم۔

جعل فیہا رواسی۔ آجکل طبقات الارض کے ماہر بھی مان چکے ہیں کہ زمین کے متعادل اور بہت سی چیزوں کے مواد جمع رکھنے کے واسطے پہاڑ ہیں اقوات تھا۔ اقوات جمع قوت بمعنی خوراک

فی اربعۃ ایام۔ زمین و آسمان کو چھ دن میں بنانے کا ذکر قرآن میں آچکا ہے۔ دونوں کا پہلے ذکر ہوا۔ چار دن میں تقدیر۔ اقوات۔ پس اعتراض پڑتا ہے کہ آسمان کب بنا۔ جس کے لئے فقہاء میں سبب سبب و اقوات فی یومین آتا ہے۔ مفسرین نے جواب دیا ہے کہ پہلے دونوں کا ذکر کیا۔ یہ چار دن جو کے علاوہ ہیں۔ اور یہ جواب بھی دیا ہے کہ چونکہ تقدیر۔ اقوات میں آسمان کا دخل بھی ہے۔ اس لئے اس کی پیدائش کا ذکر بھی ان ہی چار ایام میں داخل ہے۔

سواء السائلین۔ جو جو چیز کی فطرت تقاضا کرتی ہے اس کے لئے مہیا کر دیا ہے۔ یہ عالمین ہونے کی حیثیت سے سب کے لئے مہیا کر دیا ہے۔

استوی۔ مقدر کیا۔

سواء السائلین۔ سواد کا لفظ عام بلندی کے معنوں میں آتا ہے۔ یہاں تک کہ جوتی کے بعد کے حصے کو سماء السفل کہتے ہیں۔ صرف آسمان کی تخصیص غلط ہے۔ بعض لوگ غلطی سے یا ریش کا آسمان سے ٹپکنا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں فلک الودق یخرج

من خلیلہ آگیا ہے۔

دخان۔ دھواں۔ اسے کوئیں کہتے جو کھڑکیوں کے جلانے سے نکلتا ہے۔ بلکہ ہوا کی طرح لطیف چیز پر بولا جاتا ہے۔ بخار تو اسے کہتے ہیں جس میں اجڑے مایہ و رطوبہ موجود ہوں اور جس میں مایہ اجزاء ہوں وہ دخان ہے۔

۱۔ ٹپکنا

پیدائش کی دو صورتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ مہیا کر کے آزاد چھوڑ دے۔ دوسرا یہ کہ اپنی حکومت و تصرف کے نیچے رکھے۔ اس آیت میں یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ سب چیزیں ہمارے قبضہ و اقتدار کے نیچے ہیں۔

سبج السموات۔ آسمان کوئی ٹھوس چیز نہیں۔ اور خلا و محض بھی نہیں یہ خوب یاد رکھو جتنے اعتراض اس عقیدے پر پڑے ہیں وہ محض بچپن کی سنی ہوئی باتوں پر مبنی ہیں کلام الہی میں کوئی ایسی بات نہیں جس پر اعتراض کیا جاوے۔ میرے نزدیک سب جتنے بھی معنی دینے صحیح نہیں۔ صرف اتنا ایمان ہے کہ اس میں کچھ ایسی قابل امتیاز بات ہے جس سے سب جتنے ہو سکتے ہیں۔

ایک یہ بحث بھی ہے کہ زمین پہلے یا آسمان۔ صحابہ میں بھی اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی تھی انہی نے خلق لکم مانی الارض جمیعاً ثم استوی الی السماء۔ اس ثم سے استدلال کرتے ہیں کہ آسمان زمین کے بعد بنا۔ (۲) والسماء بنوها۔ والارض بعد ذلک دھرنا۔ اس بعد سے دلیل لاتے ہیں کہ زمین آسمان کے بعد بنی

ابن عباس نے تو یہ جواب دیا کہ ایک سے خلق السموات۔ اور خلق الارض۔ پس خلق الارض پہلے ہوئی۔ دوم ہے وحوارض یہ بعد میں ہوئی۔ یہاں خلق الارض فی یومین فرمایا اس کے بعد ثم استوی السماء آیا ہے۔

۱۔ صرھا۔ امر سے مراد حکم بھی ہوتا ہے۔ اور وہ امر بھی جو اس کے مناسب حال ہوں۔ اس آیت سے مراد ہے کہ خدا نے جو جو تاثیریں اور خواص رکھے ہیں ان کے متعلق ایک قانون بنایا اور اس کا سموات کو تابع کیا۔

السماء الذنیا۔ دنیا کا آسمان، ترجمہ لفظی نہیں کیونکہ یہ مضاف مضاف الیہ نہیں بلکہ صفت موصوف ہے۔ وہ آسمان جو نزدیک ہے

وحفظاً ایک کام تو شماروں کا زینت ہے۔ دوسرا حفاظت یعنی مخلوقات جو زمین میں ہیں اپنی تاثیر سے اُس کے زہریلے موادوں کو دور کرتے ہیں۔

صعقہ۔ یہ جو بجلی گرا کرتی ہے اور گر کر تباہی ڈالتی ہے اس گزرونی کا نام صعقہ ہے۔ اور اس عذاب کو کہتے ہیں جو ناگہانی ہو اور جس کی ہلاکت عام ہو۔

من بین ایدیم ومن خلفهم

مفسرین نے یہ معنی کئے ہیں کہ جو رسول آیا اس نے ہر ذریعہ سے ان کو سمجھایا اس عموم تبلیغ کو بین ایدیم ومن خلفهم سے تعبیر کیا۔

(۲) کچھ رسول سامنے آئے اور کچھ وہ جوان سے پہلے ہو چکے۔ ان کے حالات ان کو سنائے لا نزل ملکک۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رسول خدا کی طرف سے آئے تو فرشتہ آئے تاکہ ہر طرح سے ممتاز رہیں۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ رسول جو آتے ہیں تو اگر یہی کہتے ہیں کہ انو گے لواجر ملکک۔ مانو گے تو عذاب ہوگا۔ جو فرشتے لاتے ہیں۔ پس وہ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ ہم بااِسلام ہیں کہ منکرین ضرور تھا کہ عذاب کے فرشتے ہم پر نازل ہو جائے

فانا - یعنی کیونکہ ہم

موجود ہیں۔ جو کہتے ہیں باوجود حق کی تبلیغ کامل اور لا جواب ہو جانے کے پھر بھی انکار پر تلے رہنا۔

صرصر آ - قلم چلانے سے جو آواز نکلتی ہے اسے صرصر کہتے ہیں۔ ہوا بہت تیز چلے تو بھی ایک آواز نکلتی ہے۔ اس لئے اسے صرصر کہتے ہیں۔

فحسات - مخوس۔ عذاب تو اور قوموں پر بھی آئے مگر دنوں کے لئے مخوس ہونے کا ذکر صرف عاد کے لئے ہے۔ میرے ایک استاد نے مجھے بتایا تھا کہ ہر چیز کی تردید ضرورت کے مطابق ہوتی ہے۔ یہ ایام اس قوم کے نزدیک اپنے ٹھاکروں کی عبادت کے واسطے بہت بابرکت سمجھے جاتے تھے۔ چونکہ ان دنوں میں ان پر عذاب آیا اس لئے ان کی غلطی سمجھانے کے لئے فحسات فرمایا۔

عذاب الخزری - ایسا عذاب جس کا نتیجہ خزی ہو۔

الحیوة الدنیا - وہ زندگی جو قریب ہے نہ دنیا کی زندگی۔

مونہ ۲۰ - ضروری ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۴ - رکوع ۱۷)

(سورہ حم السجدہ رکوع ۳)

یوزعون - (۱) ذرع کے معنی تقیم کے ہوتے ہیں۔ (۲) توفیق و طاقت دینے کے (۳) ایک چیز جو بڑی جماعت ہے اس کے پہلے حصے کو روک دیا جائے تا کہ پچھلے بھی شامل ہو جائیں۔ یہی تیسرے معنی مفسرین نے بھی پسند کئے ہیں۔

شہد علیہم - عام طور پر مسلمانوں میں یہ مشہور ہے کہ ہاتھ پاؤں گواہی دینگے گواہی کی کیفیت میں بحث ہے۔ یہاں پر اس گواہی کا ذکر نہیں جو بدیوں کے ثبوت کے لئے ہے بلکہ ظہورِ رسالت کے لئے ہے۔ نوٹوگراف و گریو فون سے یہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ جیسے ہوا اور روشنی کی لہریں محفوظ کر لی جاتی ہیں اسی طرح انسان کے اعضاء پر اعمال کا اثر ثبت ہوتا رہتا ہے۔ ہم دنیا میں بھی اس کا نظارہ دیکھتے ہیں۔

لیم شہد تم علینا - کیوں ہمارے خلاف گواہی دی۔ گواہی دینے والی تین چیزوں کا ذکر تھا۔ سمع - بصر - جلد۔ اب صرصر لجلود ہم فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کان - آنکھ سے بدیاں بالعموم کی نہیں جاتیں۔ بلکہ ان کی گواہی تو صرف یہ ہے کہ مامولان ابی کے مواظطاس نے سنے اور آیات بینات دیکھے۔ پھر انسان جب بدی کرتا ہے تو اس میں تمام وجود شریک ہوتا ہے۔ اس لئے چڑے کا ذکر فرمایا

الطلق کل شئی - جسے گویا ہر شے کو۔ اس سے بھی اس گواہی کی کیفیت کا اشارہ مل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ نباتات جمادات اور کئی پرند۔ چرند انسان کی طرح بولتے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز دنیا کی اللہ تعالیٰ کی ہستی کی گواہی دی رہی تھی تم نے انکار کیا۔ تو اب ہم بھی تمہارے خلاف گواہی دینے پر مجبور ہیں۔

هو خلقکم - اسی نے تم کو پیدا کیا۔ والیہ ترجعون اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ والیہ کی تقویم پر غور کرو۔ اس میں قیامت کے قیام اور ہر چیز کے لظن کا ثبوت دیا ہے۔ رجوع کے دو معنی عربی میں ہوتے ہیں۔ ایک جگہ سے جہاں پہلے ہو جا کر وہاں آ جاوے۔ (۲) انسان کے حقیقہ معاملات میں کسی دوسرے کے قبضے میں ہو جائیں۔ یہی دوسرے معنی یہاں مفہوم ہیں۔ ایک عالم ابتلاء ہے یعنی یہ دنیا جس میں تمام پوشیدہ کمالات جو انسان کے اندر ہیں آزادی سے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ لیکن ایک اور عالم ہے

جب لمن الملک الیوم کا رنگ ہوگا۔ جب کہ بجلی انسان دوسرے کے اسارہ کے ماتحت ہو جائیگا۔

وما کنتم - اور تم نہیں چھپاتے تھے اس خوف سے کہ گواہی دینگے تم پر الخ دنیا میں اکثر بدکار اکثر بدی چھپا کر کرتے ہیں۔ مگر سمع و بصر و جلد سے چھپانے کے لئے نہیں۔ اگر انسان کو یقین ہو کہ یہ سمع و بصر و جلد گواہی دینگے تو ان سے بھی چھپا کر کرتا جو ناممکن ہے پس وہ بدی ہی کرتا۔ لیکن تم کو یہ گمان تھا کہ خدا کو علم نہیں کہ تم کیا کرتے ہو۔ نبی کریم مسلم کے پاس دو صحابی یہ بحث کرتے ہوئے آئے تھے کہ خدا تعالیٰ آہستہ آواز سے بھی سنتا ہے یا نہیں جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں ایسے لوگ تھے جو اس قسم کے خیالات کے تھے کہ خدا کو ہمارے اکثر کاموں کا علم نہیں۔ اب بھی فلسفی اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کو جزئیات کا علم نہیں۔ پھر اس پہلو سے بھی دیکھو کہ یوں تو بدی ایک بچے کے سامنے کرنے سے بھی جھجک ہوتی ہے۔ مگر وہ خدا تعالیٰ جو حاضر و ناظر ہے اس سے خوف نہیں کھایا جاتا۔

۱۔ ازلکم - رومی کہتے ہیں موت کو۔ اردو کم - اہلکم

فالذکر مثوی لهم - الصبر مفتاح الفرج مشہور ہے۔ مگر یہ لوگ صبر بھی کریں گے تو آگ ہی ٹھکانا۔

ان لیستعذبوا - عذبہ - چاہنا۔ یعنی اپنی تکلیف کا رفع کرنا۔ دوسرے مانگنا معنی ہوئے اگر وہ تکلیف کا رفع چاہ کر خوشی پر آنا چاہیں گے تو ایسا ہوگا۔ خلیفہ المسیح نے یہ معنی بھی کئے کہ اگر وہ چوکھٹ پر آنا چاہیں گے تو انہیں نہ آئے دیا جائیگا۔

قیضنا لهم تعینات کر دئے۔

قرناؤ - ساختی۔

ما بین ایدیم و ما خلفهم - بدی کی تحریک کچھ تو اس قوم کی بد صحبت سے ہوتی ہے جس میں وہ رہتا ہے۔ اور کچھ اپنے باپ دادا سے ورثہ میں پاتا ہے۔

وہ کام جو سامنے ہوتے تھے اور وہ کام جو ان کے پیچھے ہوتے رہے۔ یعنی باپ دادا کرتے رہے۔

حق علیہم القول - ثابت ہوگئی ان پر بات یعنی فوجم لگ گیا۔

مونہ ۲۱ - ضروری ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۴ - رکوع ۱۸)

(سورہ حم السجدہ رکوع ۴)

قرآن مجید میں اکثر جگہ فعل ماضی ہوتا ہے۔ مگر اس سے مراد آئندہ زمانہ ہوتا ہے۔ ماضی اس لئے تھا۔ اس کے وقوع کے پختگی پر دلالت کرے۔

قل الذین کفروا - کافر کہہ رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی کہیں گے۔ ایک زمانہ میں کفار کہتے تھے کہ کوئی قرآن سننے نہ جائے۔ لیکن جب لوگ نہ ر کے اور روحانیت نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا تو پھر یہ بخیر کی کہ ان کے ساتھ مقابلہ کیا جاوے۔ لیکن اس سے بھی عاجز آ گئے۔

ان آیات میں ابتدائی زمانہ کا ذکر ہے۔ حضرت ابوبکر قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ جب ان کا اثر ٹھہرنے لگا تو ان کو مجبور کیا کہ وہ مکہ سے نکل جائیں۔ چنانچہ آپ چلے گئے۔ لیکن راہ میں ایک رئیس جس پر آپ کا احسان تھا انہیں اپنے ساتھ لے آیا۔ پہلی شرط انھوں نے یہ پیش کی کہ قرآن نہ پڑھے۔ لیکن حضرت ابوبکر نے نہ مانا۔ آخر بت کے جھگڑے کے بعد صلح ہوئی۔ آپ نے

میری سمجھ میں یہ فرق ہے۔ خوف خطرہ پیش آمدہ کے متعلق ڈر کا نام ہے۔ اور حزن بھی
واضطراب کو کہتے ہیں۔

انھیں اولیٰو الکملہ۔ (الشہداء بالجنت) سے بعض نے یہ خیال کیا ہے کہ آخرت کے متعلق
بشارت دیتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ جنت دو ہیں۔ ایک دنیا میں۔ ایک آخرت میں۔ چنانچہ
فرمایا۔ ولین خاف مقام ربه جنتاً۔ پس مومن پر دنیا میں مصیبتیں پڑتی ہیں۔ مگر
وہی مصیبتیں آخر کار اس کے لئے انعام آتی بن جاتی ہیں۔ اور ساتھ ساتھ اس کو بشارتیں
ملتی رہتی ہیں۔ چنانچہ فرشتے کہتے ہیں۔ ہم تمہارے دوست و مددگار ہیں۔ اس
زندگی میں جو قریب ہے۔ اور اس میں جو پیچھے آئی والی ہے۔ (الآخرۃ صفت ہے اور
یہ قیامت۔) کا نام نہیں۔

فَوَلَّامِنْ غَمٍّ مَرَّحِمٍ يَهْمُكَ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ كِيَوْمَ تَبَايَعْتُمْ بَحْرَ خَدَاكَ
مہمان بن جاؤ گے۔ وہ خود تمہاری ضرورتوں کا کفیل ہو جائیگا۔

نزل اس چیز کو کہتے ہیں جو مہمان کو سب سے پہلے پیش کی جائے۔ اعزازی طور پر

۲۲۔ فروری ۱۹۶۲ء

ر پارہ ۲۴۔ (رکوع ۱۹۶)

(سورہ طہ السجدہ کو ۵)

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا۔ جو کو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں پر جبری حکومت
نہیں پسند فرمائی اس لئے اعتراض پر صرف ڈانٹ ہی نہیں بتاتا جیسا کہ حکام کے شایان
شان ہے۔ بلکہ وہ اس اعتراض کو دلائل سے رد فرماتا ہے۔

قَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ یعنی اپنی تمام زندگی سے خواہ بذریعہ اقوال خواہ بذریعہ افعال
اپنے تئیں فرمانبرداروں سے ظاہر کرتا ہے۔

وَلَا تَسْتَوِي۔ اس سوال کا جواب کہ ہمیں یہ کیونکر معلوم ہو رہا ہے یہ نیک ہے یہ بد۔ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا کہ نیکی اور بدی کی حقیقت پر غور کرنے سے خود بخود یہ بات معلوم ہو جاتی ہے۔
یہ لحاظ اثرات و نتائج بھی یہ دونوں چیزیں الگ ہیں۔ بنی کریم صلعم نے بھی ایک اصول
بتایا ہے دع میاں ریاض الی سالار ریاض رجو چیز تجھے دل میں کھٹکتی ہے اسے
چھوڑ دے اور اختیار کر اسے جو کھٹکے۔

ادفع بالتي هي احسن۔ بعض اوقات فوری جوش میں امتیاز نہیں ہو سکتا۔
اس لئے ایک عمدہ طریق بتایا ہے کہ مبرے کام دیا جائے۔ جوش کے رفع ہونے پر
اصل کیفیت کھل جاتی ہے۔

يُلْقِيهَا۔ تلقی بالقبول کے معنی ہیں۔ خوشی سے کسی بات کو مان لینا۔
صبر کہتے ہیں اس مصیبت کو برداشت کر لینے کو جو کسی فعل یا ترک فعل حکم الہی کے
ماتحت پیش آوے۔

ذو حظ عظیم۔ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو متنازع قلیل فرماتا ہے۔ پس اندازہ کرو۔
کہ عظیم کتنا بڑا ہوگا۔

فاسد تعذ باللہ۔ یہ غیظ و غضب کے روکنے کا طریق سکھایا۔ کہ دعا کرو اور خدا سے
مدد و پناہ مانگو۔

وَمِنْ آيَاتِهِ۔ اصل بات اس سورۃ میں یہ تھی کہ اس میں کتاب اور کتاب کی حفاظت
کا ذکر ہے۔ پہلے شرک کو رد فرمایا اور پھر کفر و شقاق و کفر کی غلطی ظاہر کی کہ وہ معبودان
باطل ان کی ذرا بھی امداد نہ کر سکیں گے۔ پس مومن بن جاؤ۔ تو اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق تمہاری معاون
(بانی آئندہ)

بکسر و کان۔ پرہی۔ وہاں کچھ بڑائی بھی فروخت کرتے۔ اور قرآن بھی سنا دیتے۔ آخر کفار
مشرکین نے تلک آکر یہ تجویز کی کہ جا کر کچھ شور ڈال دیا جائے تا مطلب فوت ہو جائے۔
اَسْمَاء۔ بدترین۔ بہت بُری۔ یعنی ان کے کاموں میں سے جو بدترین کام ہیں ان کی
ہم سزا دیں گے۔

یہ یاد رہے کہ قرآن مجید میں جہاں الذین کفروا آتا ہے وہاں عام کفار مراد نہیں ہوتے
بلکہ وہ کافر جو خدا سے کافر ہوئے اور حق کو سمجھ کر پھر نہیں مانتے۔ یہ بات طرز قرآنی سے
ثابت ہوتی ہے۔ ہر کتاب میں اصطلاحی امور بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ صلوٰۃ ایک خاص بیت
و کیفیت سے عبادت الہی کا نام ہے۔ ایسے ہی زکوٰۃ خاص شرائط کے ساتھ صدقہ کا
نام ہے۔ دوم یہ بھی مخفی نہ رہے کہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ جو مسائل سلسلہ احمدیہ
سے خاص ہیں ان کے متعلق قرآن سے۔ دلائل و دھندلے کا خیال رکھا کرو۔

مثلاً یہ مسئلہ ہم کو حضرت مسیح موعودؑ بتلایا ہے کہ جہنم ابداً لا یارب کے لئے نہیں۔ وہ بطور علاج
و اصلاح ہے۔ نہ محض دُکھ و عذاب دینے کے لئے۔ یعنی جہنم۔ شفا خانہ ہے نہ سزا
خانہ۔ اور جیسے شفا خانہ میں بعد از شفا کوئی نہیں رہتا ایسا ہی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا
کہ اس میں کوئی نہ رہیگا۔

ایسا ہی جنت و دوزخ کے انعامات و عذابا تن کے متعلق آپ نے فرمایا کہ یہ سب ہمارے
اعمال کے اطلال و آثار ہونگے۔

چنانچہ ان آیات میں لُجُزِ نِہَمِ آیا ہے جس سے یہ دوسرا مسئلہ خوب سمجھ میں آ جاتا
ہے۔

ذَارُ الْخُلْدِ۔ رہ پڑنے کا گھر۔ خلد سے یہ نہ سمجھا جائے کہ کفار ہمیشہ دوزخ میں ہینگے
کیونکہ خلد کے معنی ابداً لا یارب کے نہیں۔ بلکہ مدت و بار کے ہیں۔

بسا کالوا بآئیننا محمد و ان یسوء الذی کانوا یعلمون کو کھل دیا ہے۔
وقال الذین کفروا۔ اور کہیں گے وہ لوگ جو کافر بنے ہیں۔

الذین۔ یہ دو کون؟ من الجن والانس
مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ۔ ذیلوں میں سے۔

دنیا میں لوگ اس واسطے شرک کرتے ہیں کہ یہ معبود ہماری سفارش کریں گے۔ چارے عزت
کا موجب ہینگے۔ خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ خود شرک اقرار کریں گے ہم ذلیل ہوئے اس
لئے وہ چاہیں گے کہ داعیان شرک بھی ذلیل ہوں۔

اب دوسرے گروہ کا ذکر فرماتا ہے۔ جو محض اللہ کی تعظیم کرتے ہیں۔ کہ ملائکہ تاک جو اعلیٰ مخلوق
ہیں ایسے موحدین کے خدام و معاونین بن جاتے ہیں۔

استقاموا۔ سیدھی راہ پر اللہ کی صفات کے ماتحت چلتے ہیں۔

یعنی جب اللہ کو رب مان لیا۔ تو پھر کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو اس عقیدے کے خلاف
ہو۔ استقامت بڑی مشکل ہے۔ بنی کریم صلعم فرمایا کرتے تھے۔ مجھے سورہ ہود نے
بوندھا کر دیا۔ ایک بزرگ عظیم حضرت صلعم سے پوچھا۔ کس آیت کے مضمون سے؟ تو

آپ نے فرمایا حکم استقامت جس سے ظاہر ہوا۔ یہ استقامت بڑی بات ہے۔

لا تحزنوا۔ مت گڑھو۔ خوف و حزن میں فرق ہے اور قرآن مجید میں یہ لفظ اکٹھے
آئے ہیں۔ مفسرین لکھتے ہیں خوف آئندہ خطرے کے متعلق، و حزن جو گذر چکا ہو۔

اس کے متعلق۔ مگر یہ ٹھیک نہیں۔ چنانچہ سورہ یوسف میں یعقوبؑ نے آئندہ کے واقعات
کے متعلق حزن لکھتے ہیں۔ اِنِّیْ لَمَحْزَنٌ مِّنْ ذٰلِکَ

حضرت مولوی محمد رشاد صاحب کے درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ چوبیسواں
بقیہ رکوع نمبر ۱۹

بقیہ ۲۲ فروری ۱۹۱۱ء سورہ السجدہ رکوع ۵
گذشتہ سے پیوستہ

لایا تہ الباطل - باطل اور حق کا مقابلہ تھا اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے - قل جاء الحق وذهق الباطل ان الباطل کان ذھوقاً - پس اس آیت میں فرمایا کہ باطل پہلے غائب ہو سکا نہ اب ہو گا نہ آئندہ کسی زمانہ میں ہو گا - علوم کس قدر ترقی کریں - قرآن کی تعلیم پر کوئی اعتراض نہیں پڑیگا۔

لذ ومغفرۃ - یہ معنی نہیں کہ کفار کو یونہی بخش دیا گیا بلکہ بعفوا عن کثیر اس کی شان ہے چنانچہ اسی لئے آگے ذوقاب فرمایا۔

لولا فضلہ آیتہ - کتاب فصاحت آیاتہ اور کتابا منصفیہ کے معنی اسی سے حل ہو گئے کہ عربی زبان میں ہونے کا نام مفصل ہے کیونکہ عرب دوسری قوموں کو عجبی سمجھتے۔

ینادون من مکان بعید - ایک معنی یہ کہ قیامت کے دن دُور سے پکاری جائینگے یعنی خدا کے نزدیک نہ آنے پائیں گے۔ دوم یہ کہ اس وقت ان کی یہ حالت ہے کہ جیسے دور سے کوئی آواز آئے - تو کچھ ٹھیک سمجھ نہیں پڑتی اسی طرح قرآن کو نہیں سمجھتے۔

۲۳ - فروری ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۲ - ۲۵ - رکوع نمبر ۱)
(سورہ السجدہ رکوع نمبر ۶)

نبی وحدت قائم کرنے کے لئے آتا ہے مگر بدقسمتی سے ایک گروہ اس کو خلافت اٹھ کر اٹھاتا ہے فاختلف فیہ - اس اختلاف و خلافت و زنی کا انجام ظاہر ہے کہ وہ ناکام غرق ہوئے۔ اس میں سمجھایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایک کتاب نازل ہوئی ہے اب اس میں اختلاف کرنے کا نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔

ولولا کلمۃ تسبقت من ربک - یہ عذاب فوری طور پر نہ آنے کی وجہ بتائی کفار کہتے کہ پھر قرآن مجید کی خلافت و زنی کی وجہ سے ہم پر ابھی سے عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ ایک کلام پہلے وارد ہو چکا ہے - ما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم۔

۱۲ ما کان اللہ لیعذبہم وہم یتستغفرون - ہمارے مفسرین مسئلہ استغفار میں بہت حیران ہوئے ہیں کہ یہ شرک کا فریضہ کی شان ہی نہیں کہ استغفار کرے اور اس کی استغفار مقبول نہیں اس بات میں وہ مغرور ہیں - کیونکہ انہوں نے کسی مامور کا زمانہ نہیں دیکھا۔ عذاب کے نشان ظاہر ہونے یا قریب آگئے پر بڑے بڑے کفار شوخی و شرارت چھوڑ کر خدا کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں - ہم نے کئی شکران مہدویت کو دیکھا ہے کہ وہ تہجد کی نمازوں میں عذاب سے بچنے کی دعائیں کرتے۔

تیسری وجہ عذاب سے رکنے کی اور بھی بتائی ہے وہ یہ کہ انہی لوگوں میں کئی اسلام کو قبول کرنے والے ہیں یہ علم اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے یہ بڑے بڑے شہید کا فر تھوڑے سے حالات بدلنے پر یوں ہوجاتے ہیں - چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے - تو اسی مکہ کے رہنے والوں میں سے سینکڑوں مسلمان ہو گئے کئی ایسے مسلمان تھے - جو ہجرت کرنے

اب اسی بات کو دوسرے رنگ میں پیش کرتا ہے - کفار مشرکین کہتے تھے کہ یہ معبود ہمارے خدا کی صفات کے مظاہر ہیں - چنانچہ سورج و چاند کو نور خدا کا منظر جانتے ہیں - اہل پارس کے نزدیک ان کی ایسی عظمت تھی کہ وہ دنیا کے تمام پیش آمدہ واقعات کو انہی چیزوں کی طرف منسوب کرتے - اور یہ غلطی ان کے لٹریچر میں ایسی داخل ہوئی کہ بڑے بڑے موجد مسلمانوں کو یہ لفظ صرف زبان کے لحاظ سے استعمال کرنے پڑے - فلک باسن چکر دی۔

خدا نے فرمایا کہ یہ تو صرف نشان ہیں یعنی ان سے خداوند زمین و آسمان کی قدرتوں کا علم ہوتا ہے پس عبادت اسی کی چاہیے۔

استکبروا - تکبر کے معنی - بطر الحق و غمط الناس - حق کو چھینک دینا اور لوگوں کو حقیر جانا۔

یستجیون - تسبیح - خدا کے تمام صفات کو نقصوں سے پاک بیان کرنا اور تقدیس خدا کے تمام افعال کو نقصوں سے پاک جانا۔

خاشعۃ - دبی پڑی - خشک۔

علیٰ صلی اللہ علیہ وسلم - ہر ایک چاہی ہوئی بات پر قادر ہے - شار - ریشار - شیار - میصد ہے یہی معنی صحیح ہیں۔

قرآن مجید میں دو قسم کے دلائل قیامت کے متعلق بیان کئے گئے ہیں ایک آسمانی یعنی یہ امر ہو سکتا ہے - دوم فعلی - یعنی یہ ثابت کرنا کہ یقیناً ہوگی یہ اون لوگوں کا جو ابھی کہ جو امکان قیامت تو مانتے ہیں - مگر اس کا وقوع ضروری نہیں سمجھتے - یہ دلیل جو اس آیت میں بیان کی ہے - امکانی ہے۔

یلحدون - الحاد - ایک چیز کو اپنے اصل رستے سے پھیر کر ادھر ادھر لے جانے کو کہتے ہیں ایسا - اسن والا (نہ اسن دینے والا) بالذکر - ہر چیز کے نام مختلف وجوہات سے رکھے جاتے ہیں - قرآن کا نام ذکر ہے فقیرین نے اس کی دو وجہیں لکھی ہیں ایک تو اس لئے کہ ایک مسئلہ کو بار بار یاد دلاتا ہے - دوم یہ کہ فطرت انسانی میں جو باتیں رکھی گئی ہیں ان کو یاد دلاتا ہے ایسا ہی جو تعلیم پہلی الہامی کتابوں میں نازل ہو کر بھول چکی ہے اس کو یاد دلاتا ہے۔

پر قادر نہ تھے اس واسطے بھی عذاب کا کارہ۔ آخر جب یہ سب مرحلے طے ہو چکے تو پھر عذاب بھی آیا اور عذاب آنے سے پہلے بہت سارے ان کفار کا مسلمان ہو گیا ان حضرت موسیٰ کی قوم میں سے ایسے لوگ نہ تھے اس لئے انہیں عذاب آیا کہ وہ ہلاک ہو گئے۔
منہ۔ اس شر و پیشگوئی سے۔

مریب۔ ریب کہتے ہیں اضطراب ہلاکت وہ شک میں ہیں ایسے شک میں ہیں جو اضطراب میں رکھنے والے یا جو ہلاکت میں ڈالنے والے۔
خلفہ۔ اس کا فائدہ اس کی جان کے لئے ہے۔
فعلیہا۔ اس کا نقصان اس کی جان پر ہے۔

چوں کہ اس پر ای اعتراض کا موقع تھا۔ کہ دنیا میں بڑے بڑے لوگ ہوتے ہیں اور وہ عذاب میں گرفتار ہو جاتے ہیں پھر یہ کہ ہمارے باپ دادا پر بھی ایسی ایسی میتیں نازل ہوتی رہی ہیں اس کے جواب میں فرمایا کہ تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہر ایک اپنی بد عملی کا نتیجہ بھگتا ہے۔ ہمارے مفسرین ما قبل بظلام للعجیب میں بہت حیران ہوئے کہ ظلم نہیں تو کیا ظالم ہے؟ بندگان خدا نے یہ خیال نہیں کیا کہ دوسرے مقام پر صراحتاً ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اللہ ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔ دلا یظنون ختلا۔
نص صریح کو اشارہ النص پر بہر حال ترجیح ہے اور یہاں تو ان کے قول کو رد کیا گیا ہے کہ تم اس اعتراض سے گویا خدا کو ظالم بناتے ہو حالانکہ وہ ظالم کیا بلکہ ظالم بھی نہیں

یہاں بیسویں آیت کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز پارہ چھپوں

اب ایک اور سوال اٹھا کہ اچھا عذاب آئیگا تو کب آئے گا۔ فرماتا ہے۔
الیہ یرد علم الساعة۔ الساعت کے معنی مفسرین بالاتفاق قیامت لیتے ہیں لیکن قرآن مجید کے ماقبل بالبعد سیاق سابق دیکھنے سے واضح ہے کہ الساعت سے مراد وہ گھڑی ہے جس میں کسی قوم پر عام تباہی و ہمد گیر آفت آوے۔
اصحما مہما۔ کم عربی زبان میں استین کو کہتے ہیں کیوں کہ یہ کلائی کو چھپانے والی ہے اس لئے میودن اور خوشون کے غلاف کا نام اکھام ہے۔
من شمات۔ من تعسیم کے لئے ہے اس کے معنی دسے غلط میں بلکہ معنی ہیں۔
نہیں نکلتا کوئی بھی پھل۔

تجربہ کر کے دیکھ لو انسان پر خواہ کس قدر مصیبت آوے وہ بظاہر ہی کہتا ہے کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ بالفاظ دیگر گویا خدا پر بھی معترض ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں سمجھایا کہ پھلوں کا معامہ دیکھو۔ پکنے سے پہلے کٹی پھل ضائع ہوتے ہیں اور بعض میں پک کر کڑا لگ جاتا ہے پس جو کڑا ہے یا جو ضائع ہوتا ہے ضرور اس کے اندر کوئی نقص ہوتا ہے ایسا ہی انسان مجھی تباہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر کوئی نقص ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کی ابتدا زمینی کے کڑوں سے ہے۔ اب خدا ہی جانتا ہے کہ وہ آخر میں کس طرز و پایا انسان ہوگا اور وہی اس کی استعداد و حالت کے مطابق پرورش کرتا ہے اب اگر اس میں کوئی نقص ہوتا ہے تو ضائع ہوتا ہے۔

ما مننا من شہید۔ اس دنیا میں بھی یہ نظارہ دیکھ لو جب عذاب آجائے۔ وہی شہید جو دوسروں کو اگستے بہتے ہیں اس وقت الگ ہو جاتے ہیں
ضلل۔ بھوکھا لگے گا۔ گم ہو جائیگا۔

ظنوا یقن کے معنی مفسرین یقین کے لیتے ہیں۔ دراصل اس موقعہ و محل مناسب ظن یقین کا فائدہ دیتا ہے۔

محیص۔ مصدر ہے بمعنی خلاصی
لا یسٹم۔ نہیں ٹھکتا۔

فیثوس۔ عام طور پر انسان سختی اور مصیبت کے وقت نا امید ہو جاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ مومن کبھی نا امید نہ ہو۔ ایمان بین الخوف والرجاء۔ ہوتا ہے۔

ہذا لی۔ یعنی یہ مجھ پر فضل نہیں ہوا بلکہ میرا حق ہے اور میں اس کا مستحق تھا۔ ایک ملازم تنخواہ لینے کے وقت سوداگر نفع لیتے ہوئے یہی سمجھتا ہے یہ میری محنت کا نتیجہ ہے مگر یہ نہیں سوچتا کہ سب اسباب اور کام کرنے والے اعضاء سب اسی سپے مولیٰ کے لئے ہوئے ہیں
لحسنی۔ حالۃ حسنی۔ اچھی حالت ہے۔ جیسے عام طور پر بعض لوگ کہتے ہیں نیک خورون کو شکر مل ہی جاتی ہے۔

ناجانبہ۔ نا کے معنی دور ہونے کے ہیں۔ دور ہو جاتا ہے اپنے پہلو کے ساتھ جب انسان کسی کو ملتا ہے تو پہلو ملا دیتا ہے اور جب ہٹتا ہے تو پہلو ہٹا لیتا ہے۔ (۲) براے تعدیہ دور کر دیتا ہے اپنے پہلو کو دونوں معنی صحیح ہیں۔

خذ و دعاء علیہ۔ سعید انسان وہ ہے جس شرس سے پہلے دعا کرے۔ دنیا میں بھی یہ نمونہ دیکھ لو اگر مصیبت میں گرفتار ہو کر اور حاجت مند بن کر کوئی کسی کے پاس جائے اور اس کی تعریف و تعظیم کرے تو چند ان اثر نہیں ہوتا لیکن اگر غرض سے پہلے کوئی کسی کی تعظیم و تعریف کرے تو ضرور اس کا خیال ہو جاتا ہے

ادایتم۔ کیا تم نے دیکھا ہے۔ بامعاورہ اس کے معنی میں تباہ و بھری (انہر دق) ان کان۔ جس بات کو شروع کیا اسی پر آگیا کہ اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہو جس کو تم سننے نہیں دیتے اور مقابلہ کر رہے ہو۔

لشم۔ جیسے دیر کے اظہار کے لئے آتا ہے ایسا ہی مرتبہ میں فرق کے اظہار کے واسطے آتا ہے تم لا کر جتا یا کہ یہ بہت ہی مستبعد بات ہے کہ خدا کی طرف سے کتاب آوے اور پھر اس کا انکار کیا جاوے۔

من اضل منکم کل بجائے من ہوا فی شقاق بعید وجہ ضلالت بیان کرنے کے واسطے فرمایا۔ کہ اضل اس لئے کہ وہ خدا کی مخالفت کرتا ہے

فی انفسہم۔ یہ اس لئے کہ انسان عالم صغیر ہے۔ پس اس کے نشان جیسے آفاق میں ہیں خود انسان کے اندر بھی ظاہر ہوں گے۔

اولم یکت۔ مخالفت یا وجود متین حق کے کہ سکتا ہے کہ حق ظاہر نہیں ہوا۔ اس لئے فرمایا کہ اول کو بکھنے دو۔ خدا اول کو سزا دیگا وہ خوب جانتا ہے کہ انہر اب حق کا انکشاف ہو چکا ہے۔

فی موقیہ۔ تمام جراثیم اور شرارتوں کی جڑ یہی ہے کہ خدا کے حضور حاضر ہونے سے شک میں ہے۔

مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۵ - رکوع ۱۲)

(سورہ الشوریٰ رکوع ۱)

محیط - یہ مطلب نہیں کہ چادر کی طرح لپٹا ہے بلکہ یہ کہ ہر چیز اس کے قابو میں ہے۔

اس سورہ کا نام شوریٰ ہے۔ حالانکہ اس میں مشورہ کا حکم کھلا کھلا نہیں ہے۔ جیسے وشاردہم فی الامور وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورہ ایک شوریٰ کے جواب میں نازل ہوئی ہے۔ مکہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت شروع کی۔ تو کفار نے مقابلہ رسالت کے واسطے دارالندوہ میں مشورے شروع کئے۔ جو اہم امور میں مشورہ کرنے کے لئے مقرر تھا چوں کہ خدا نے اس خفیہ مشورہ کی خبر دی اور پھر اس مشورے کی مقابلہ پیشگوئی کا میاہی کی فرمائی اس لئے اس کا نام سورہ شوریٰ رکھا۔

حکم - مقطعات کے متعلق صحابہ سے مختلف روایات ہیں مگر ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے اسرار و صفات کی ان سے تعبیر کی گئی ہے۔

ح - حافظ الکتاب سم - منزل الکتاب

چنانچہ اس سورہ میں کتاب اللہ کی حمايت و حفاظت و نزول کا ذکر ہے۔ عشق - عین سے تمام اسماء الہی مراد ہیں جن کے پہلے مع آت ہے۔ جیسے علی عظیم عظیم اور عزیز۔ چنانچہ یہ سب نام اس سورہ آئین گے اور ایسا مضمون آئیگا کہ اس سے خدا کا ان صفات سے متعین ہونا ثابت ہوگا۔

س - سے سب

ق - سے قاور - قدیر - قصار -

اللہ - اس اسم ذات کے لئے سے یہ مقصود ہے کہ یہ کام جمیع صفات سلبی و ثبوتی کا مظہر ہے۔

العزیز - غالب ہو جو اس کا منشا پورا ہو کر رہتا ہے۔

الحکیم - اپنے منشا کو حکمت بالغہ سے پورا کرتا ہے۔

لہ ما فی السموات - اس میں سمجھایا کہ انسان جو کسی چیز کو روک یا پھیل سکتا ہے تو اس بات سے ہی سے کام لیتا ہے۔ پروردگار فرماتا ہے کہ جب سب کچھ خدا فرماتا ہے تو پھر اسی کے مقابل اسی کی چیزوں سے کیا مدد لے سکتے ہیں پس جب سب کچھ اسی کا ہے تو وہ ضرور اس اپنے ذریعہ کو تمام موانع دور کر کے پھیلائے گا۔

یتفطرن - پھٹ پڑے۔ یہ مطلب نہیں کہ آسمان ٹھوس چیز ہے اور وہ پھٹے گا۔ بلکہ دو چیز خدا نے یہ لفظ فرمایا۔ (۱) یہ پیشگوئی ہو چکی تھی کہ جب بادل پھٹے گا تو عاصف بکھلا ہوں گے۔ (۲) ہلکے ہلکے ہوں گے۔ (۳) ہلکے ہلکے ہوں گے۔ (۴) ہلکے ہلکے ہوں گے۔ (۵) ہلکے ہلکے ہوں گے۔ (۶) ہلکے ہلکے ہوں گے۔ (۷) ہلکے ہلکے ہوں گے۔ (۸) ہلکے ہلکے ہوں گے۔ (۹) ہلکے ہلکے ہوں گے۔ (۱۰) ہلکے ہلکے ہوں گے۔

تین ظاہری اسباب فح کے تھے۔ (۱) خدا نے زور کی بارش برسائی۔ صحابہ کرام نے ایک گڑا بنا کر پانی جمع کر لیا اور اس سے سب ضرورتیں رفع کیں یہ تیلی طرف تھی دوسری طرف کچھ ہو گیا۔ دوم لڑائی صبح کے وقت ہوئی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرق کی طرف تھے۔ کفار مغرب کی طرف۔ سامنے آنکھوں پر سورج کی شعاعیں پڑتیں۔ سوم - ہوا تیز شروع ہو گئی جو مشرق سے مغرب کو چلتی

اور ریت اڑ اڑ کر کفار کی آنکھوں میں پڑتی۔ اس کو قرآن شریف میں ماریت اور ریت وکلن الثریٰ سے بیان فرمایا گیا۔

پس اس امر کی طرف تکاہ السموات یتفطرن - سے اشارہ فرمایا اور بادلوں سے اس کا اطلاق قرآن مجید میں اکثر جگہ ہوا ہے۔ و نزلنا من السماء ماء۔

یستجوبون عجد ربہم - اب سوال یہ پیدا ہوا کہ باوجود ان کی ایسی کثرتوں کے کہ قریب آسمان پھٹ پڑے دیکھیں ہو رہی ہے۔ فرمایا اس لئے کہ فرشتے تسبیح پڑھتے ہیں انہی رب کی حمد کہتے ہوئے اور زمین والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں اس تاخیر عذاب کی اور وجوہات پہلے میں بیان کر چکا ہوں۔

وآیتوں کے ملنے سے خوب معنی کھلتے ہیں۔ ما کان اللہ لیعد بہم دانہم

(۱۳) پارہ سورہ رعد رکوع ۱۲ لہ معقب من بین ید یدہ ومن خلقہ یحفظونہ

من امر اللہ - ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بالنفسہم۔

معقبات سے بعض مفسرین نے اعمال انسانی اور محققین نے فرشتے مراد لئے ہیں اس آیت سے ظاہر ہے کہ گناہ لازم کر دیتے ہیں عذاب کو مگر فرشتوں کے استغفار کی وجہ سے تاخیر ہو جاتی ہے۔

هو الغفور الرحیم - مغفرت و طرح پر ہے ایک تھک ایک حد تک سزا مہلت دینا

دوم - بدلتا ہے محفوظ رکھنا اس میں توحید شرط ہے۔ خدا تعالیٰ کی ایک رحمت جو ربوبیت کے ساتھ ہے وہ کفار تک وسیع ہے۔

اللہ حفیظ علیہم - لہم نہیں فرمایا بلکہ علیہم اس کے یہ معنی ہیں کہ ان عملوں کو جو ان کی ہلاکت و ضرر کا موجب ہیں اللہ محفوظ رکھتا ہے۔ ل - فائدہ کے لئے اور علی ضرر کے لئے۔

کذلک - جیسا کہ ہم نے ان کی سزا اپنے ذمہ رکھی ہے دیکھو کہ انسان گناہوں کا علم خدا ہی کو ہو سکتا ہے اور وہی پورے طور پر بخشنے کی کر سکتا ہے اور یہ تم پر خدا کا فضل ہے اسی طرح تم پر فضل بھی ہوا ہے کہ قرآن کو نازل کیا۔ وہ بھی ام اللہ میں نہ صرف ام القریٰ کے اقرار کے واسطے بلکہ تمام جہان کے لئے یہی بظہر مرکز کے ہے۔

یوم الجمع - قیامت سے ڈرائے اور جنگ احزاب سے جمع سے اور مقام میں تعبیر کیا ہے (۱) سیھنم الجمع دیولون الدبر (۲) جندھنالك معذوم من الاحزاب۔

لجعلہم امۃ واحدة - وہ لوگ کہتے کہ تم نے اگر تفرقہ ڈال دیا۔ فرمایا یہ غلط ہے بلکہ ہم سب ایک مذہب پر جمع کر دیں گے (چنانچہ سارا جزیرہ عرب مسلمان ہو گیا) لیکن فی الحال اس میں تاخیر فرمادی۔ کیونکہ رحمت میں داخل کرنے کے ارادے کو جذب کرنے کے کچھ اسباب ہی ہوتے ہیں۔ جب وہ اسباب پیدا ہو جائیں گے تو ایسا ہو جائے گا۔ چنانچہ آخر ہوا۔ مالہم من ولی ولا نصیر۔ بعض اوقات رحمت میں خدا تعالیٰ دوسرے کی طفیل کر لیتا ہے۔ جیسے کہ ابوہامہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصے میں آیا ہے لیکن یہ ایسے ظالم ہیں کہ ان کا کوئی ناصر نہیں ہو سکتا۔

یدخل من یشاء فی رحمۃہ - کے دو معنی ہیں اللہ داخل کرتا ہے اپنی رحمت میں اس شخص کو جو خدا کی رحمت چاہے اور اپنے میں رحمت کے جذب کرنے کے سامان پیدا کرے

اور وہ سر سے مٹنے یہ کہ اللہ جیسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔

و ہوجی الموتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دینی کافروں کو سامان کر دیگا کیوں کہ وہ ہر چاہی ہوئی بات پر قادر ہے۔

موجودہ ۲۶ فروری ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۵ - رکوع ۳)

(سُورَةُ الشُّورَى رَكْعَةُ ٢)

دو باتوں کا ذکر ہے۔ ایک تو اس شرعی کے متعلق جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کفار نے کیا تھا۔ فرماتا ہے کہ یہ جو تم نے اختلاف کیا اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔ دہی اپنے فعل سے بتا دیگا کہ حق کس طرف ہے۔ دوم۔ قرآن مجید کا یہ طرز ہے کہ جب کسی لفظ کے کئی ایک معنی ہوں تو دوسرے معنوں کا بھی اگر کچھ مذہب کے متعلق ہے تو اس کا ذکر بھی آئے گا اور ان معنوں کے رُوسے بھی بحث ہوگی۔

اس اختلاف کا ذکر ہے۔ جو انبیاء کی تعلیم و شریعت کے متعلق بعض میں پیدا ہو جاتا ہے اس اختلاف کے مثال کے ایک ہی طریق ہے کہ مامور من اللہ حکم ہو کر آئے اور اس کی بیعت کر لی جاوے۔ ورنہ آپس کی جھڑپوں سے یہ مسائل حل نہیں ہوتے اسی لئے حکم الی اللہ فرمایا۔ گویا دونوں اختلافوں کا ذکر ہے۔ و شرکین کہ و اہل کتاب۔

فاطر السموات والارض۔ اہل اسلام کی کامیابی۔ کفار کی ہلاکت دونوں باتوں کے لئے رزق و اسعاد فی اسباب ہی کام دیں گے اس لئے فرمایا۔ کہ یہ سب چیزیں ہمارے ہی ہاتھ میں ہیں اپنے منشاء کے مطابق ان سے کام لیں گے۔ کوئی ہمارے خلاف کوئی بھی نہیں کر کے کامیاب نہیں ہو سکتا۔

من النفسکم اذ واجباً۔ اسیں بتایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ اور جوڑے بنانے پر قادر ہے
ایسا ہی وہ اس نبی کے ساتھ اس کی جان نثار قوم بھی پیدا کر دیگا۔
یہی دُکھ۔ پھیلائے گا تم کو۔

فیہ ۔ کہ کے مرجع میں اختلاف ہے۔ زمین ہو تو پھر کا چاہیے تھا۔ پس مفسرین نزدیک
یہ معنی ہیں کہ اسی کارخانہ زوجیت میں یعنی اسی زوج ہونے کے طریق سے پھیلائیگا۔
لیس کمشلہ شئی ۔ جب خدا نے ہر چیز کا زوج بنایا ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا
خدا کے لئے بھی زوج ہے۔ فرمایا اس کی مثل کوئی چیز نہیں پس اس کا زوج کیا۔
وہو التیمیح البصیر۔ لیس کمشلہ سے یہ وہم ہوتا ہے۔ تو پھر کیا ہم سنتے ہیں۔ خدا
سُنا نہیں ہم دیکھتے ہیں وہ دیکھتا نہیں۔ فرمایا۔ ایسا نہیں بلکہ سب صفات کاملہ اس میں ہیں
مگر دوسروں کی شایستگی بالاتر۔

رايت ربی فی صورۃ امرو شاب لہ دفترۃ (۲) خلق اللہ آدم علی صورۃہ
 ایسی حدیثوں کے معانی سمجھنے میں فرقہ مجسمیہ نے بہت غلطیاں کھائی ہیں
 لہ مقالید۔ جب یہ ذکر ہوا کہ آسمان وزمین ہم نے پیدا کیا۔ تمہیں بڑھائیں گے
 پھیلائیں گے۔ تو سوال پیدا ہوا۔ جو عرب والوں کے دلوں میں اٹھنا ممکن ہے کہ جب ہمارے
 اور بھائی بھی آگئے تو کہا میں گے کہاں سے۔ کیوں کہ وہ ریجنان ملک تھا۔ فرمایا کہ تمہارا رزق
 بڑھائے گا اور دشمنوں کی جماعت گھٹاے گا۔ تو ان کا رزق بھی گھٹاے گا۔

شرع لکم - مقرر کیا ہے تمہارے لئے۔

وما وصینا بہ - آدم کی نسل میں سے جو عظیم الشان نبی آیا ہے وہ حضرت نوح ہیں ان کے بعد پھر حضرت ابراہیم - ان کے بعد موسیٰ - پھر ان کے بعد حضرت عیسیٰ - ان بڑوں بڑوں کا ذکر کر دیا کہ اس وقت کے مذاہر کے امام بھی تھے۔

فکنتہ حضرت نوح و موسیٰ و ابراہیم علیہ السلام کے لئے وصی آیا ہے اور نبی کریم
 کے لئے ادحینا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ جب امر دو باتوں تکید (جس میں خلافت
 ورزی کا شبہ ہو) اور عطف و نصیحت پر مشتمل ہو تو اسی وصی کہتے ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلالت شانِ تباہی کہ ہمیں وہ دین دیا گیا جن پر بڑے بڑے اولوالعزم صاحبِ کتاب رُسل کو کاربند رہنے کا حکم تھا۔ چہ جائیکہ ان کی اُمت کو۔ گویا ایک طرف مُسلان نیردانی کا ذکر ہے۔ دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کا۔ چنانچہ رسولوں سے عہد بھی لیا گیا

لے تو مومن بلکہ ملتصق نہ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا کہ اگر
موسے و عیسیٰ زہرہ ہوتے تو میرے اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی نبوت تمام قوموں تمام مکانون اور تمام زمانوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہر
فرمادیا۔ کہ وحی کا حقیقی منصب اگر کسی کو دیا گیا تو خاتم النبیین کو۔ چنانچہ دوسرے رسولوں کو
مستقل اس تقابل میں وصیٰ فرمایا۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ بالذات خیر۔ بالذات رسول
نبی کریم ہیں۔

من یلینب۔ میں نیشہ کو کھول دیا ہے کہ کس کا اجتہاد چاہتا ہے۔ فرمایا جو اس کی طرف جھکے۔ یحبتی الیہ۔ میں نبی اسرائیل کے اس سوال کا جواب بھی دے دیا۔ جو نبوت و وحی کا مستحق صرف اپنی ہی قوم کو سمجھتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے۔
مصطفیٰ انادے۔

الی اجل مستی - چنانچہ جب وہ وقت مقرر آیا - تو کچھ جلاوطن کئے گئے اور کچھ ہلاک
 ہوئے اور جو مسلمان ہونے سے تھے - وہ ہو گئے -
 میں کتب - یعنی کتاب مرین کے معنی یعنی -

لنا اعمالنا۔ ان اعمال کے نتائج سے پتہ لگ جاوے گا کہ حق کس طرف ہو۔
 مجمع۔ جمع کر دیگا۔ چنانچہ ایک وقت آیا۔ جب تمام عرب مسلمان ہو گیا۔ دوم۔ قیامت کے
 دن ایسا ہوگا۔

یہاں جو فی اللہ - خدا کے صفات مختصہ کا انکار۔ اس رسولوں پر جو کلام نازل ہو۔ اس کے متعلق جھگڑا۔

بالحق۔ اس گڑھی موٹی چیز کو جس کے ساتھ کوئی ٹکڑ لگائے تو خود ہی تباہ ہو جاتا کہترین
المیزان۔ پہلی تعلیموں میں یہ نقص تھا کہ وہ تمام جہان یا تمام زمانوں کے مناسب حال
محققین۔ فرمایا یہ کتاب ایسی جو کہ ہر قوم ہر زمانہ کے مناسب حال ہے۔

و ما یدریک - تم کیا جانتے ہو - الساعة - قوم کی تباہی کا وقت -
 مشفقون - اشفاق کے معنی ڈر کے ہیں - عبادرون - قرآن مجید کا یہ لفظ کئی
 لاریق پر ہے ایک مقام میں ہے - فلا تكونن من المماتین - فلا تمارضہم الامراء
 لھاھوا - مراد مصدر ہے ہاں جھگڑے کے معنی ہیں اس ہی معنی لئے جاوین گے -

حضرت نامولوی محمد رشاد صاحب کے درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ پچیسواں

دکوع نمبر ۲۵

مورخہ ۲۴ - فروری ۱۹۱۱ء سورہ الشوریٰ

دکوع نمبر ۳

الآخرة - آنے والی زندگی۔

منہا - اس میں سے کچھ۔ من بعضیت کے لئے۔

پچھے ذکر آیا تھا۔ یرزق منیشاء۔ اس میں تیار کی تخصیص سے ظاہر ہے کہ یہاں وہ ذرق مراد نہیں جو سب کو بحیثیت رب العالمین ہونے کے دیا جاتا ہے۔

انسان کے اعمال کے تین رنگ ہیں (۱) محض دنیا کے لئے (۲) محض آخرت کے لئے (۳) کچھ دنیا کے لئے کچھ آخرت کے لئے۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو آخرت کو چاہے۔ خواہ محض آخرت خواہ کسی قدر دنیا کو بھی۔ اس کی نصیحت میں بڑا دیتے ہیں۔ بہشت کے متعلق آیا ہے۔ ملا عین دات دکلا اذن سمعت وما خطر علی قلب بشر۔ پس جس قدر آرام ذہن میں آسکتا ہے یا کوئی اپنے نیک اعمال کی جزا سمجھتا ہے یا خواہش کرتا ہے یا دنیا میں پاتا ہے اس سے بھی بہت زیادہ دیا جائے گا۔

مالہ فی الآخرة من نصیب۔ یہ برید حوث دنیا کی سزا ہے۔ دبنا اتنا فی الدنیا حسنة۔ مومنوں کو بھی دعا سکھائی گئی ہے۔ پس من کان یرید حوث الدنیا میں ایسی دنیا کی خواہش ہے جس میں آخرت کے لئے کچھ بھی نیت نہیں لیکن اگر کوئی شخص دنیا کا کام اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہے تو دنیا کا فائدہ بھی ہوگا اور آخرت میں بھی امر مفید ہوگا۔

اولا کلمۃ الفصل۔ امت دو قسم ہے۔ امت دعوت۔ یعنی جن کو حق کی طرف بلایا خواہ یامین یا نہ یامین۔ دوم۔ جو مان لین۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت دعوت کی نسبت مقدر تھا کہ دوسری قوموں کی طرح ہلاک نہ ہوگی۔ جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں موجود ہیں استغفار کرتے ہیں اور ان میں سے سعید مسلمان نہ ہو جاویں۔

ان الظالمین۔ ظلم کے معنی ہیں کسی کے حق یا منصب میں خلل اندازی۔ ان الشارک لظلم عظیم۔ پس عام طور پر ظالمین سے مراد مشرک ہیں۔

دھو وا قع بھسم۔ مومن بھی درتا ہے۔ مگر وہ اس خوف کی وجہ سے بچ جاتا ہے کیونکہ وہ بوجہ خوف اس برائی کو چھوڑ دیتا ہے اور خدا کے حکم کے مطابق چلتا ہے۔ مگر مشرک محض درتا ہے لیکن دگندے عقیدے کو چھوڑتا ہے نہ خدا کو وہ منصب دیتا ہے جو اس کی شان کے شایان ہے۔

الا المودة فی القربی۔ یہ آیت بھی ان آیتوں سے ہے جن پر شیعہ قوم کو بڑا ناز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کی نسبت آیت تھی کہ میں ان کی تطہیر کر دوں گا چونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بیٹی اور داماد سے بہت محبت تھی۔ وہ اہل بیت نہیں بن سکتے تھے اس لئے ان کی نسبت دعا فرمائی کہ اہل ان کو بھی اہل بیت میں داخل کر لے اس واسطے ایک بی بی کو فرمایا۔ انت علی مکانک۔ یعنی تم تو پہلے ہی آیت تطہیر کی مصداق ہو اس بات کو نہ سمجھتے تھے یہ معنی کئے جاتے ہیں (جس میں ہمارے مفسرین بھی شامل ہیں) کہ میں کچھ اجر نہیں مانگتا۔ صرف میرا رشتہ دار پرخ تن پاک سے محبت کرو۔ نفس محبت سے تو میں بھی انکار نہیں مگر یہ تخصیص ٹھیک نہیں۔

اس کے صحیح معنی یہ ہیں جو مجھے زمانہ طالب علمی میں بغیر مد کسی استاد کے سمجھ میں آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں یہ تو تم جانتے ہو میں تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔ پس جوش تبلیغ جو بھرا ہوا ہے وہ اس رشتہ قرابت کی وجہ سے ہے جو تمہارے ساتھ مجھے حاصل ہے یعنی نبی نوع انسان کی ہمدردی مجھے مجبور کر رہی ہے۔ حضرت سید مود علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر فرماتے اور ایک دفعہ قسمیہ فرمایا کہ میرے اندر تبلیغ اسلام کا ایسا جوش ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور میں اس پر کوئی بھی اجر نہیں چاہتا۔ جب غلام احمد میں یہ بات تھی تو اس کے آقا میں تو ضرور اس سے بڑھ کر ہوگی۔ شکود۔ شکر کہتے ہیں کسی چیز کو قبول کرنا۔ خدا کا شکر ہے کہ خدا انسان کے ٹوٹے پھوٹے عمل قبول کر لیتا ہے۔

۲۸ - فروری ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۵ بقیر رکوع ۴

(سورہ الشوریٰ بقیر رکوع ۳)

۱م۔ اس کے دو معنی ہیں ایک کیا (متصل) ایک بلکہ (منقطع) چونکہ خداوند زمین و آسمان عالم الغیب ہے اس لئے حقیقی استغفار اس کی شان سے بعید ہے پس محققین کے نزدیک آم کے معنی "بلکہ" کئے جاویں گے۔

فان یشاء اللہ۔ مفسرین نے یختم علی قلبک کے یہ معنی کئے ہیں کہ جو افرا کرے اس کے دل و دماغ پر ایسی آفت ڈالی جاتی ہے جس سے وہ اعلیٰ درجہ کی باتیں بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن غور کرنے کی بات ہے کہ یہاں صیغہ ماضی نہیں بلکہ آن آئندہ کے زمانہ کے واسطے ہوتا ہے۔ پھر تیار۔ یختم مضارع ہے جو استقبال کے لئے ہے۔ پھر افزاء کے

ختم علی قلب۔ کہ لازمی کر دینا تھا۔ ذکر ان شاء سے مشروط۔

پس صحیح معنی یہ ہیں کہ اگر خدا اذن کو (اس پاداش میں کہ تجھے مغفرتی کہتے ہیں) سزا دینا چاہتا تو تیرے پر ختم کر دیتا اور تو رحم سے کام نہ لیتا اور ان کے لئے بددعا نہ کرتا۔

اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ حضرت نوح ؑ نے دعا کی۔ لا تذعلی الارض من الکافرین دیاداً۔ حضرت موسیٰ ؑ نے دعا کی۔ واشد علی قلوبہم فلا یومنا حتی یرودا العذاب الالیم۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب انبیاء سے زیادہ سزا گیا ہوں۔ میں آپ بھی حق بجانب تھے اگر ایسی دعا کرتے لیکن بوجہ رحمۃ اللعالمین ہونے کے آپ نے بددعا نہیں کی۔ اگر کسی کو اپنے دعا فرمائی۔ جو قبول ہو گئی کہ ان کے لئے بہتری کا موجب ہو جائے۔

یسع اللہ الباطل۔ یعنی خدا کو ان کی ذات سے کاوش نہیں بلکہ باطل کو مٹا دینا۔

یقبل التوبہ۔ توبہ کہتے ہیں ایک طرف سے دوسری طرف رخ کر لینے کو خدا کی معصیت جب کوئی بندہ کرتا ہے تو اس معصیت سے انسان کا رخ شیطان کی طرف ہو جاتا ہے انسان کی توبہ کے یہ معنی ہوتے کہ شیطان سے منہ پھیر کر خدا کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ہمیت سے ملکیت کی طرف۔

یقبل التوبہ۔ یعفو عن التیات۔ تاخیر عذاب کی وجہ یہ ہے۔

یعلم ما تفعلون۔ یعنی تمہاری کرتوتوں کو خوب جانتا ہے۔ مگر اپنی صفت غفار و ستاری کی وجہ سے درگزر فرماتا ہے۔

لہم عذاب شدید۔ مومنوں کی ترقی میں بھی کافروں کو ایک عذاب شدید ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مومنوں کو یکدم خدا ترقی دیدے اور ہر طرح کی کشائش بخش دے۔ فرمایا۔ لوبسط اللہ الرزق الایۃ

ینزل الغیث۔ قرآن مجید میں جہاں بارش کا ذکر آئے وہاں ایک توحید کے نزول کو ثابت کرتا ہے۔ (چنانچہ پارہ اول میں اوکصب من السماء جیسے بارش میں ظلمات گنج۔ بجلی ہے۔ اسی طرح کلام الہی بعض کے لئے موجب ضلالت ہو جاتا ہے۔ اس میں وعید ہیں اور روشن دلائل بھی ہیں) یعنی جو خدا جسمانی تربیت کے لئے بارش ہر موسم میں اتارتا رہتا ہے۔ وہ روحانی تربیت کے لئے بھی اپنا کلام نازل فرماتا ہے۔ دوم۔ قیامت کے ثبوت کے لئے بھی بارش کی مثال فرماتا ہے کہ جیسے بارش کے ذریعے سے کس قدر نباتات نکل آتی ہے اور ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح انسان پھر پیدا ہو سکتے ہیں۔

چل کہ ابتدا سورہ تین تہی کہ کتاب ذکر ہے اس لئے اس ثبوت میں فرمایا کہ ہمارا عام طریق ہے ایسے حالات میں ایک تہی کی عیشت کر دیتے ہیں اس میں بھی سمجھایا کہ بارش بھی ضرورت کے وقت ہوتی ہے اسی طرح مومنوں کو بستر رزق کریگا۔ مگر ایک دم نہیں بلکہ ایسی حالت پیدا کر کے جو مانتھوا کی مصداق ہو چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے حتی یقول الرسول والذین امنوا معہ متی نصر اللہ۔ پھر اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جب جسمانی بارش میں قومی تخصیص کوئی نہیں۔ تو روحانی بارش (تسویٰ) میں صرف

بنی اسرائیل ہی کی خصوصیت کیوں ہو۔

ومن ایۃہم۔ ایک اور دلیل اس رحمت عامہ کے متعلق بیان فرماتا ہے کہ وحی نبی اسرائیل سے خاص نہیں، وہ یہ کہ آسمان و زمین اس نے پیدا کئے ان تمام اشیاء میں ایک بھی ایسی نہیں۔ جو بنی اسرائیل سے خاص ہو پس وحی کیوں انہی سے خاص ہو۔

من دایۃ۔ چار پایوں سے اگر بنی اسرائیل فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو دوسری قومیں بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ یہی حال کلام الہی کا ہے۔

وہو علی جمعہم۔ یہ اسی قرآنی طرز کے مطابق فرمایا۔ جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ ایک لفظ کے اگر کئی معنی ہوں تو دوسرے معنوں کو بھی اگر مذہب سے کچھ تعلق ہو۔ تو اس کے مطابق بھی کچھ فرمادیتا ہے۔ چنانچہ بارش کے ذکر سے قیامت کی دلیل بھی لائی جاتی ہے اس لئے اخیر پر اس کا بیان بھی فرمادیا

مورخہ یکم مارچ ۱۹۱۱ء

(پارہ پچیسویں۔ رکوع ۵۔ سورہ الشوریٰ رکوع ۱)

یعفو عن کثیرا۔ اس میں سمجھایا کہ تمہیں جو تکلیفیں پہنچتی رہتی ہیں یہ نہ سمجھو کہ یہ سب گناہوں کا بدلہ ہو گیا۔ بلکہ خدا بہت سادہ معاف فرمادیتا ہے۔

بمعجزین۔ اللہ سے بھاگ نہیں سکتے۔

من دلی ولا نصیر۔ کفار کو اپنے جتنے پر بڑا گھنڈ تھا اور یہ بھی کہ دوسری سلطنتیں ہمارے مدد معاون ہیں۔ فرمایا کہ یہ کچھ کام نہ دین گے۔

ومن ایۃہم۔ ما انتہم بمعجزین کے ثبوت میں ایک ایسے موقع کا ذکر کرتا ہے جس میں سوائے خدا اور کوئی اور کا ناصر و ولی نہیں ہوتا۔

الجوار۔ جمع ہے جادیتہ۔ (چلنے والی) کی۔ صفت جب کسی شے کی زیادہ بولی جاوے تو وہی موصوف کی جگہ بولی جاتی ہے۔ پس جادیتہ سے مراد کشتی ہے۔

کالا اعلام۔ علم کے دو معنی (۱) نشان (۲) پہاڑ۔ مفسرین نے دوسرے معنی لئے ہیں۔ مگر دور سے جہازوں کے مستول علم ہی کی طرح نظر آتے ہیں۔

لیسکن الریح۔ پہلے زمانہ میں کشتیاں ہوا کے زور سے چلتی تھیں۔ اب بھی جو جہاز چلتے ہیں۔ شیم ہی کے ذریعہ سے چلتے ہیں۔ جو ایک قسم کی ہوا ہے۔

علی ظہرہ۔ پانی کی سطح پر۔

محیص۔ خلاصی کی جگہ اور وقت بھی معنی لے سکتے ہیں۔

تایا کہ اس وقت صرف خدا کو اس لئے پکارتے ہیں کہ اور کوئی خلاصی کی صورت نظر نہیں آتی۔ آدمی کو چاہیے کہ پھر اسی خدا پر بھروسہ کرے اور پھر اسی کی عبادت و اطاعت کرے جو ایسے مشکل وقت پر کام آتا ہے۔

الذین امنوا۔ پیچھے مصائب کا ذکر تھا اب آسائش دنیوی کا ذکر فرمایا اور سمجھایا کہ کافروں کے لئے تو چند روزہ آسائش ہے۔ مگر مومنوں کو جو دیا جاتا ہے۔ وہ بہتر اور دیر پا ہے۔

الفواحش۔ جو چیز اپنی قیامت میں بڑھ جاوے۔ اور اس کی بُرائی کھلی ہے وہ فاحشہ

زنا اور خبیث پر خصوصیت سے اس کا اطلاق ہے۔

اذا ما غضبوا۔ کبائر الاثم اور فواحش میں سب بدیاں آگئیں۔ مگر جس چیز کی زیادہ تاکید مقصود ہو اس کا علیحدہ بھی ذکر کر دیتے ہیں چنانچہ یہاں غضب کا بالخصوص ذکر فرمایا۔

بدی کی محرک دو ہی چیزیں ہیں (۱) قوت ہیمنہ (۲) قوت سبعیہ۔ تو گو یا غضب لغت بدیوں کے برابر ٹھہرا۔ چون کہ جنگ ہونے والے تھے اس لئے عدل قائم رکھنے کے لئے نصیحت کی فرمایا کہ دیکھو حد سے بڑے ہوئے غضب سے کام نہ لینا۔ یہ پختہ دلیل ہے اس بات کی کہ لا اکرہ فی الدین شیخ چنانچہ حضرت علی رض ایک کافر کو دباؤ میں بیٹھے تھے اس نے تھوک دیا۔ اپنے چھوڑ دیا۔ پوچھا تو فرمایا۔ آگے محض بند لڑ رہے تھے اب نفس کی بات شامل ہو گئی۔

استجابوا لرہبہم۔ ایک طرف دوست کچھ کہتے ہیں۔ زمانہ کی روش کچھ۔ اپنے قومی رسوم کچھ۔ اپنا نفس کچھ۔ دوسری طرف خدا کی پکار ہو۔ تو مومن کا یہ کام ہے کہ سب کو چھوڑ کر خدا کا ہو جاوے۔

اقاموا الصلوة۔ صلواتین کہا اس کی وجہ یہ کہ الصلوة تھی عن انفشاً والمنکر۔ قرآن مجید میں آیا۔ گویا نماز بے حیائیوں اور بڑے کاموں کے لئے بمنزلہ پیرے کے ہے۔ اور پیرا کھڑا کرنا ہی بولتے ہیں۔ پھر پیرے کے لئے جسم و روح کی درستی کی ضرورت ہے۔ نماز کے افعال بمنزلہ جسم کے ہیں اور خشوع و خضوع بمنزلہ روح کے۔ پس دونوں کی درستی پر حقیقی نماز کا دار و مدار ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے بیان کیا ہے کہ وضو ٹھیک ہو۔ تبدیل ارکان۔ اول وقت پڑھی جاوے۔ پھر خشوع خضوع حضور قلب توجہ الی اللہ ہو۔

امروہم شوری۔ منافق۔ برکار۔ خفیہ خفیہ بڑے کام کرتے ہیں مومن پہلو سرچتا ہے۔ پھر مشورہ کرتا ہے۔ پھر استخارہ۔ پھر جا کر وہ کام کرتا ہے۔

لذقنہم۔ رزق حصہ میں آجائے کو کہتے ہیں۔ صرف کھانے کی چیز مراد نہیں مبینہ سبب۔ عرب کام کا جو نام ہو جو اس پر اثر مرتب ہوتا ہے اس کا بھی وہی نام رکھ دیتے ہیں۔ صرف جزا کے لئے خاص نہیں جیسا کہ مفسرین نے سمجھا ہے یہ بات نہ سمجھنے سے لوگوں کو قرآن مجید کی بعض آیات کے سمجھنے میں دھوکہ ہوا ہے واصلح۔ اس معافی میں اصلاح مد نظر ہو۔

وما علیہم من سبیل۔ ان پر ملامت و سزا کوئی نہیں۔ من الامور المعظمة۔

مورخہ ۲۔ مارش "۹۱" ۱۰

(پارہ پچیسواں رکوع ۶)

(سورۃ الشوریٰ کے دو رکوع نمبر ۵)

یضلل اللہ۔ اللہ گمراہی کا فتوے لگا دے۔ ہر لفظ کے معنی اس کے موقعہ۔ محل۔ متکلم۔ مخاطب کے لحاظ سے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یضل بہ کثیراً کے آگے ما یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون عہد اللہ کے

ساتھ سمجھا دیا ہے۔ کہ اضلال کن لوگوں کا ہوتا ہے اور حق یہ ہے کہ جو شخص فسق۔ نقص عہد۔ قطع۔ فساد فی الارض کا مرتکب ہوتا ہے اس کے لئے اور کونسی بدی باقی ہو اور کیا ذریعہ اصلاح ہے۔ جب ملائکہ کا تعلق ہی بوجہ نقض عہد نہ رہا۔ پاک لوگوں کی صحبت سے محروم ہو چکا۔ مخلوق خدا کو تنگ کر کے ان کی بددعائیں رہے تو پھر بدی کی اضلال کے فتوے کا حق اللہ ہی کو ہے۔ کیونکہ وہی قلبی و اندرونی حالات کو جانتا ہے ایک انسان کو تو کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔

عذاب مہم۔ عذاب قائم رہنے والا یا کھڑا کرنے والا۔ انسان بے چینی و اضطراب میں بار بار کھڑا ہوتا ہے۔

ماکان لہم۔ مالم نہیں فسر یا اس میں یہ نکتہ ہے کہ انسان کسی مصیبت کے وقت کام آنے والے دوست پہلے ہی پیدا کر لیتا ہے اور ایسے لوگوں کے لئے قیامت کے دن مدد کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ ان جو نبیوں کے متبع ہیں وہ ضرور شفاعت سے بہرہ یاب ہونگے اس لئے کہ انہوں نے خدا کے برگزیدہ لوگوں سے قبل از مصیبت تعلق پیدا کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رض کو کہا۔ المرء مع من یحب۔ انسان کو اپنی نجات کے لئے جو کچھ کرنا ہو۔ یہیں دنیا میں کر لے۔ اللہ تعالیٰ نختہ نواز ہے ایک بزرگ نے امام غزالی کو بعد از وفات کشف میں دیکھا۔ نجات کی وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ ایک روز قلم کے سر پر تھکی بیٹھی تھی۔ میں اس کی سیرابی کے خیال سے اس وقت تک بکھنے سے باز رہا۔ جب تک کہ وہ از خود نہ اڑ گئی۔ یہ عمل میرا مقبول ہوا۔

من نکیور۔ انکار کی گنجائش۔

حفیظاً۔ جس کی نگرانی میں کام گزے۔ اسی سے باز پرس ہوتی ہے۔ فرمایا تمہاری حیثیت نہیں کہ ان کی شرارتوں کے بارے میں تم سے پوچھے جاوے۔

ان علیک الا الیسلاخ۔ ان جس کے بعد الا ہو معنی نہیں ہوتا ہے۔

الانسان کفور۔ ایسا انسان دو طرفہ غلط راہ پر چلتا ہے۔ سکھ ہو تو سمجھتا ہے۔

اب دیکھ کبھی نہیں آئیگا۔ دیکھ ہو تو یہ یقین کر لیتا ہے کہ اب کبھی سکھ نہیں آئیگا۔

لہ ملک السموات والارض۔ بتایا کہ نہ انعام پر اکڑ بازی کرے نہ مصائب پر یائوس ہو کیونکہ سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

یجعل من یشاء عقیماً۔ اس ساری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول وحی کے وقت روحانیت کا زور ہوتا ہے۔ اور جہاں سعید فطرتوں کو بچے الہام ہوتے ہیں وہاں

کچھ پلید فطرتوں کو شیطانی الہام ہوتے دیکھتے ہیں۔

جیسے کسی کو لڑکے۔ کسی کو لڑکیاں۔ کسی کو بائجنہ بنا دیتا ہے اسی طرح الہام معاملہ

ہے بعض لوگ اس قابل ہی نہیں ہوتے کہ ان پر الہام کا نزول ہو چنانچہ اس وقت

نبی اسرائیل اس فیض سے عقیق ہو گئے۔

دو حاء۔ وحی۔ قرآن کریم کو روح کہہ کر یہ سمجھایا کہ احسان دو قسم کے ہیں ایک

جن پر روحانیت غالب ہو۔ دوم جن پر جسمانیت روح کا نزول اول الذکر پر ہوتا ہے

من امونا۔ اگر قرآن مجید کو عالم امر سے مان لیا جاتا تو یہ یقین نہ ہوتا۔ کہ

قرآن مخلوق ہے یا نہیں۔

انک لمتحدی۔ تو راہ بتاتا ہے صراط مستقیم کی طرف۔ اور قرآن مجید کو نور فرمایا

نئی کی زندگی اور اس کے پاک ثلاث بتانے میں کہ یہ کتاب خدا کی طرف سے ہے۔ پھر خدا کی کتاب اس راہ پر چلتی ہے۔ جس پر چل کر انسان خدا کی طرف پہنچ جاوے۔

یہاں سورۃ الشوریٰ کو نوٹ ختم ہوگا

(۱۰۰)

آغاز سورۃ الزخرف

(رکوع ۱)

(پارہ ۲۵ - رکوع ۴)

مورخہ ۳۴ - مارچ ۱۹۱۱ء

حکم - حمید و حفیظ - منزل کتاب
و - قسیم

المبین - ابانت کے معنی ظاہر کر دینے اور جہاد کر دینے کے بھی ہوتے ہیں۔ قسم ہے اس کتاب کی جس کے دو اثر ہیں ایک یہ کہ ہر ایک امر جو خدا تک پہنچانے کے لئے مفید ہو یا اس راہ میں حائل - اس کو کھول کر بتا دیتی ہے۔ دوم - یہ کہ یہ کتاب اس قدر اپنے اتباع پر اثر کرتی ہے کہ وہ خدا کے لئے اپنے متعلقین - اقرار - دنیاوی تعلقات - دلی خواہشات سے جدا ہو سکتے ہیں۔

قسم - دلیل کے لئے ہے پس آگے جو دعوے آتا ہے یہ اس کی دلیل ہوگی
لعلکم

قرآن - جو کثرت سے پڑھا جاوے دوسری قوموں کو جمع کرنے والا۔

عربی - جو اس کتاب کے تبع ہوں ان میں حمت اور اپنی قومی پاسداری اور وحدت شدت سے پائی جائے گی۔ صلح حدیبیہ کے وقت قریش عرب کی طرف سے آیا اس نے بھی تسلیم کر لیا کہ یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پائی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ باوجود مختلف خیال و مختلف الملک و مختلف المذاق لوگ بھائی بھائی بنے بیٹھے ہیں۔ نبی کریم کا حضور تک نیچے نہیں گرتے دیتے اور بیٹھتے یوں میں کہ گویا اون کے سروں پر پرندہ ہیں۔

فی اثم الکتب - جس طرح حکام کے دفتر ہوتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علم کو دو دفتروں سے تعبیر کیا گیا ہے (کما یلیق بشارتہ) ایک ام الکتاب و امام دوم کتاب المودات - پہلی میں تقاویر مبرمہ و دوسری میں تقاویر معلقہ کا اندراج ہے۔ لعلکم حکیم - کہ قسم پر دلالت کرتا ہے۔ واللہ بکمالہ و باحکمت و مضبوط ہے پس لوگ اس کو نہ ذلیل کر سکتے ہیں نہ مٹا سکتے ہیں نہ بدلا سکتے ہیں۔ پس اس کے متبعین تو بلند مرتبہ و حکیم ہوں گے۔ اور مخالف اس کے خلاف۔

افضرب - آیات کے درمیان ایک جملہ محذوف ہوتا ہے۔ کیونکہ آبرائے

استغنام - اور ویات برائے عطف - اس کے معنی میں کیا تم کو چھوڑ دین - پھر پھر دین تم سے ہم ذکر کو - یعنی تمہارا ذکر ہم بالکل چھوڑ دین - کیا ہم تمہیں مہلت دے دیں - اور درگزر کی وجہ سے تمہارا ذکر تک بھی نہ کریں اور اس کی وجہ یہ ہو کہ تم مسرف ہو رہا لاکھ اسراف بوجہ عذاب (ایسا نہیں ہو سکتا) اسراف - حد سے تجاوز کرنا۔ اب اس عذاب کی مثال دیتا ہے۔

اشد منہم - یہ اس اعتراض کا جواب ہے کہ ہم بڑے جتنے دالے اور طاقتور ہیں وہ تو کمزور تھے اس لئے ہلاک ہوئے۔ فرمایا وہ تم سے بھی بڑھ کر تھے۔ بطشاً - پکڑ۔ قوت۔

مثل الاولین - بتایا کہ ان کے حالات گناہی میں نہیں بلکہ ان کے قصے ضرب المثل ہیں۔ ملک میں جاری ساری ہیں ان کی مثالیں اور حالات اور اہل عرب ان کے حالات خوب جانتے تھے۔ اور ہلاک شدہ قومیں ان کے رستے میں پڑتی تھیں۔ مگر یہ لوگ نبوت کی باتوں سے ناواقف ہو چلے تھے بلکہ منکر بن گئے تھے۔ اس وقت کو مسلمان بھی منہاج نبوت سے بالکل کورے ہیں۔ جیسی تو مسیح موعود کا انکار کیا (خداوندیم) ان کو آسان طریقے سے مسئلہ نبوت سمجھانا ہے۔

جعل لکم الارض - جس نے جہانی زندگی کے لئے تمام سامان مہیا کئے کیا وہ جانی زندگی کے واسطے کوئی رہبر نہ دیتا۔

معداً - چھوٹے بچے کے لئے جو بستر ہوا سے مہر کہتے ہیں بتایا کہ جب بچے کے لئے مہر کی ضرورت تھی۔ تو کیا انسان میں جو روحانیت ہے اس کی پرورش کے لئے کوئی انتظام نہ کیا جاوے۔

سبلاً - جب زمین بجا وجود انکھون کی موجودگی کے رستوں کی اور پھر رستہ بتانے والے کی ضرورت ہے تو اس دنیا کے لئے جو درار الودار ہے کوئی رستہ کوئی رہبر نہ ہو۔ ایسا ممکن نہیں ہو سکتا۔

لعلکم عتد من - جیسی تو عارفین کی زبان کھلوا یا۔ کہ دنیا ما خلقت هذا لایا طلاً خدا نے اتنا بڑا کارخانہ صرف جہانی فوائد کے لئے نہیں بنایا۔ جو ہمیں فنا ہو جاوے گا۔ پس یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اس فعلی کتاب کو پڑھ کر تم اللہ کی ذات و صفات کا علم حاصل کرو۔

یقدا - ایک انداز کے ساتھ۔ یہ ضرورت۔

فاشرناہ - کھینٹی کا پانی نے آگن قیامت کے قیام کی امکانی دلیل ہے۔ اور فعلی دلیل بھی ہے۔ کیونکہ نباتات کے لئے ہی ترقی کی راہ کھلی ہے۔ دانہ کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ فنا ہو گیا مگر وہ اپنے نوع کے رنگ میں پھر نظروں کے سامنے آتا ہے بلکہ اس سے اعلیٰ رنگ میں بھی ظاہر ہوتا ہے یعنی انسان کی غذا بن کر اس کے وجود کا حصہ ہو جاتا ہے۔ اس سے تنازع ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ گیہوں کے دانے میں انسان کی روح نہیں آتی بلکہ رفتہ رفتہ ترقی کی ہے۔ داروں کی تصویر بھی ثابت نہیں ہوئی۔ کیونکہ دانہ پہلے بند نہیں بنا۔ بلکہ وہ نورانی صورت میں آیا۔

کذلک تخرجون - قرآن مجید میں دوسرے مقام پر آیا ہے۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس - اسی طور پر یہاں یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ جیسے دانہ آخر انسان بنتا ہے۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ)

حضرت مولانا مولوی محمد رشاد صاحب کے درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

بارہ کسواں

(بقیہ رکوع نمبر ۲۵)

مورخہ ۳ - مارچ ۱۹۱۱ء - سورۃ الزخرف

(بقیہ رکوع نمبر ۱)

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسی طرح تم میں بھی آہستہ آہستہ روحانی زندگی آنے لگی اور تم ایک زندہ قوم بن جاؤ گے۔
ماترکبون - انسان کے لئے ایک روحانی منزل بھی ہے۔ پس جیسے دنیا میں بھی
دجری سواریاں ہیں ویسے ہی روحانی منزل تک پہنچانے کے لئے بھی ایسا سامان
ہونا ضروری ہے۔

سبحان الذی - سمجھتا ہے کہ روحانی رستہ اور سامان وصول پاکر تمہیں خدا کی
تبلیغ و تقدیس بھی کرنی چاہیے۔

من عباده جبراً - جہان کی قسم کی چیزیں ہیں ایک وہ جو خود باقی رہتی ہیں مثلاً ستارے
سورج - زمین - دھرم - جو پہلے فنا ہو جاتی ہیں۔ جیسے جانور - پودے - خود باقی
رہنے والیوں کے لئے کوئی تخم یا بیج نہیں ہوتا اور فنا ہو جانے والیوں کے لئے
تخم یا بیج ہے۔ اس حکمت پر نظر کرنے سے معلوم ہو گیا کہ اولاد پہلی شے کے جانشین کا
نام ہے تاکہ وہی یا ویسا کام دے جو وہ پہلی شے دیتی رہی۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ خدا
کے لئے بیٹا ہے یا نہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ بیٹا ہے وہ گویا خدا کو بقائے عالم سے
پہلے مرنے والا مانتے ہیں۔

۶ - مارچ ۱۹۱۱ء

(بارہ ۲۵ رکوع ۸)

(سورۃ الزخرف رکوع ۲)

پہلے تو یہ بتایا کہ خدا کے لئے اولاد قرار دینا بہت بُری بات ہے۔ اب سمجھایا کہ پھر اولاد
میں سے بیٹیاں - گویا اپنی ذات سے بھی خدا کی شان کو گرہ لگاتا ہے۔

وہو کظیم - دوسری جگہ پر فرمایا۔ یمسکہ علیٰ صون اوید سے فی القواب
ینشئوا - نشوونما دی جاتی ہے۔

فی انحصام غیر مبین - اس میں سمجھایا کہ خدا کے کلمات ذاتی ہیں اور مخلوق
دوسرے سے حاصل کرتی ہے۔ عورتوں کا کھل کر بول نہ سکتا ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ
اپنے کلمات کے حصول میں غیر کی محتاج ہیں۔

اشھد اخلقتم - اس میں یہ مسئلہ بتایا کہ عقائد کی بنا کس چیز پر ہوتی ہے۔

لو شاء الرحمن ما عبدتم - گندے لوگ اپنے گندوں کے جواز کے واسطے کچھ نہ
کچھ ڈھکونسلے بنا لیتے ہیں۔ اس کا جواب دیا۔

مالہم بذلک من علم - عقائد کی بنا انہی حکم پر ہے اور وہ عملی زندگی کے لئے
بطور روح کے ہوتے ہیں پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ممکن چلا رہے ہیں کیا کسی کتاب میں
ہم نے شرک کا حکم دیا ہے۔ اگر یہ اصل صحیح ہے کہ جو کام ہم کر رہے ہیں وہ خدا کی مرضی
سے ہے اور جائز ہے۔ تو پھر خود شرک کو اس دلیل سے جائز قرار دینے والے بعض
باتوں میں بیخ انھیں گے۔ جب ان کو کوئی مالی یا عارضی یا جانی نقصان پہنچا۔

بکی - فرماتا ہے کہ شرک کرنے کی وجہ لو شاعر الرحمن نہیں۔ بلکہ انا وجدنا

اممۃ - دین - قرآن کریم میں آتا ہے۔ ان ابراہیم کان امة۔

اب جن مفسرین نے یہی سمجھ رکھا تھا کہ امت کے معنی صرف گروہ کے ہیں ان کو بہت دقت
پیش آئی ہے۔ لیکن امت نیکی سکھانے والے کو بھی کہتے ہیں اور یہاں یہی معنی ہیں جیسے
کنتم خیر امة میں بھی ہی سے پسندیدہ معلوم ہوتے ہیں۔

انا وجدنا اباہنا - تقلید جاندے خدا کی پناہ ایسے مقلدین کو بہت کم ہدایت نصیب
ہوتی ہے۔

بما ارسلتم بہ - مامورین اللہ کے انکار کی یہ سزا ہے۔ کہ انسان تمام حق باتوں کا منکر ہو
جاتا ہے۔

کیف کان عاقبة المکذبین - سمجھایا کہ کہہ والو تم سے بھی یہی ہو گا۔

۷ - مارچ ۱۹۱۱ء

(بارہ ۲۵ رکوع ۹)

(سورۃ الزخرف رکوع ۲)

پروردگار شکرین عرب کو حضرت ابراہیم ان کے جدا ہونے کے حالات سے ناواقف کرتا ہے
پھر حق ماننے سے قوم مانع ہوتی ہے۔ فرمایا دیکھو وہ کس طرح الگ ہو گئے۔ حتیٰ کہ اپنے باپ
دادا کے مذہب کے بھی چھوڑ دیا۔

ایذ - ایذ کے ساتھ اذکر مقرر ہے۔

لابیہ - قال کے بعد قول آیا کرتا ہے وہ خطاب کے واسطے ہوتا ہے۔

مذتت - یہ انکار حق کی وجہ بتلائی کہ ان کو دنیاوی آسائش حاصل تھی۔ اکثر امیہو جہ سے
انسان حق سے اعراض کرتا ہے اور اپنے ناحق مشفق کو حقیر و ذلیل سمجھتا ہے پھر اسی آسائش
سے وہ اس دھوکہ میں آتا ہے کہ کامیابی کی یہی ایک راہ ہے چنانچہ پیچھے ان کا قول نقل
ہو چکا ہے۔ وانا علی آثارہم محمدا دن۔

میسرہ - بعض اوقات کوئی بات بہت حاد ہوتی ہے۔ اگر تعین میں بہت سے جھگڑو
پڑ جاتے ہیں۔ مثلاً جن کا لفظ ہے۔ اب اگر اس سے پوشیدہ مخلوق مراد ہیں۔ تو کوئی بحث
نہیں۔ لیکن اسی میں سے ایک فرد کی تعین کر دین۔ تو بہت جھگڑا اٹھے گا۔ اسبطر

تسحر کا لفظ ہے اس کے صحیح معنی ہیں۔ مادی و لطفی مآخذہ۔ کام کے نفس وقوع میں تو کوئی شک نہیں۔ مگر اس کا سبب ہم سے مخفی ہو۔ جب اس کی تعیین منتر جتر وغیرہ سے کی گئی۔ تو پھر فساد پڑ گیا اور قرآن مجید پر بھی اعتراض ہونے لگے۔

کفار جب دیکھتے ہیں کہ انبیاء باوجود غربت و جھٹکا کی کمزوری اور مخالفت شدیدہ کو منظر و منصور ہوتے ہیں تو وہ اس کا سبب جاننے کی وجہ سے اس کا نام "سحر" رکھتے ہیں۔ علیٰ رجل من القمایتین عظیم۔ یہ اسی سمت ہوا کہ تفصیل ہے کہ آسائش سے کس قدر خیال بگڑتے ہیں کہ اب نبوت بھی ایسے ہی لوگوں کا حق سمجھتے ہیں۔

عظیم۔ رجل کی صفت ہے۔ یہ خیال ان کا اس وجہ سے ہے۔ کہ اگر کسی عظیم الشان پر نزول وحی ہوتا تو اس کی وجاہت کی وجہ سے بہت سے لوگ مان لیتے۔ دوم۔ ضروریات سلسلہ کا خود ہی کفل ہوتا۔ اس کا جواب سنا ہے۔

سمجھنا یا۔ کیرا محکوم۔ تسحر کے معنی نہیں سمجھایا۔ کہ پہلا سوال تو یہ ہے کہ جن کو وجاہت و دولت دی گئی۔ ان میں کیا خصوصیت تھی۔ جب یہ محض فضل خدا ہے تو نبوت بھی مفضل ہی سمجھو۔ جیسا کہ دولت کا دنیا تمہارے کسی اصول کے ماتحت نہیں ہو سکتا۔ یہ رفیع درجت دنیا کے تمدن کے قیام کے لئے ضروری ہے۔ کہ کوئی حاکم کوئی محکوم اور ایک دوسرے کے کام کے۔ پھر ہر ایک کی ضرورت اشد ہے۔ ایک بھنگی بھی اپنی نوعیت کے لحاظ سے سوسائٹی کے لئے ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ ایک دولتمند امیر۔ یہ معنی نہیں کہ بڑے چھوٹوں سے کام لین بلکہ یہ بھی کہ چھوٹے بڑوں سے کام نکالیں بخود بھی ایک حیثیت سے خادم ہے۔ اور خادم مخدوم۔

دولت کیون۔ اس بات کا بیان فرماتا ہے۔ کہ نبوت وحی کے مقابلہ میں اس دنیا کی دولت و ساز و سامان کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ اگر دنیا کی اللہ کے نزدیک چھتر کے برابر قدر ہوتی تو وہ کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۔ وہ دنیا مراد ہے۔ جو اللہ سے غافل کرنے والی ہے۔ اگر دنیا کو انسان وصول الی اللہ کی سواری بنالے تو پھر انعام الہی ہے۔

و معارج۔ چون کہ عطف ہے۔ اس لئے من رفعت کی قید۔ معارج۔ ابواب سر کے ساتھ بھی ہے۔

ذخرفاً۔ زخرف کے معنی سونے کے بھی ہیں اور زینت کے اسباب کے بھی ہیں۔ یہاں دوسرے معنی صحیح ہیں۔

۸۔ مَارِیْجُ ۱۹۱۱

(پارہ ۲۵ رکوع ۱۰۔ سورہ زخرف رکوع ۴)

ذکر الرحمن۔ ذکر دو قسم کا ہے اور قرآن مجید میں دونوں معنی مراد لئے ہیں۔ لا الہ الا اللہ۔ تبیع۔ ذکر اللہ ہی ہے۔ پھر وہ دعائیں۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اٹھنے بیٹھنے جاگنے۔ کھانا کھانے۔ پانے جانے کے لئے مروی ہیں۔ مگر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اپنی ہر حرکت ہر سکون۔ ہر قول و فعل کو خدا تعالیٰ کے حکم کی ماتحت رکھنا اور تمام مناسب اوقات میں اللہ کو یاد رکھنا۔

شیطاناً۔ جو لوگ فرشتوں کے قائل ہیں۔ وہ شیطانوں کو بھی مانتے ہیں۔ جس سے

معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حقیقت قریب قریب۔

ہر ایک چیز از قسم جمادات ہو یا نباتات یا حیوانات۔ اعتبار اپنی حقیقت و ماہیت کے خدا سے ایک تعلق رکھتی ہے اور اس کے حکم کی ماتحت کام کرتی ہے۔ جس طرح فرشتوں کا نیک اجسام سے تعلق ہے۔ اسی طرح جنوں کا تعلق بعض اجسام سے ہے اور یہ بمنزلہ ان کی نوع کے ہیں۔ چنانچہ حکم ہے۔ کہ ہڈی سے استیجا نہ کرو کیونکہ یہ جنوں کی غذا ہے۔ اب بظاہر تو ہڈی کو کتے وغیرہ ہی کہاتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ ان بڑے جانوروں اور کیرٹوں سے ال جنوں کو ایک تعلق ہے۔ اسی واسطے دعا سکھائی۔ اللھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ۔

فلما جن علیہ اللیل۔ سے جن کے لفظ کے معنی کھلے ہیں۔ پوشیدہ اجرام کا نام ہے اور طاعون و ہیضے کے کٹرے بھی گندگی ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔ فرشتوں میں نورانیت و طاعت ہے اور جنوں و شیطانوں میں ظلمانیت اور تہذیب۔

جن۔ شیطان واقع میں ہیں اور پھر ان کے منظر بھی ضرور ہیں۔ جن کے ذریعہ ان کی کارروائیوں کا ظہور ہوتا ہے۔ جب انسان ذکر الرحمن سے جی جڑاتا ہے۔ تو پھر ربوں سے اس کا تعلق بڑھتا ہے۔ کیوں کہ بدی کو خود ہی اس نے پسند کیا۔

ولن ینفعکم۔ مفسرین نے اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ نفع نہ دیگا تمہیں یہ جان لینا اس وقت کہ یہ بئس القرن ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ نفع نہ دے گا تمہیں۔ دونوں کا عذاب میں شریک ہونا۔ نفع تو یہ ہے۔ کہ تم پر ج جاتے اور وہ متبوع شیاطین عذاب میں گرفتار ہوتے۔ مگر یہاں تو کل ضعف کا فتوہ ہے۔

فاما نذہبن بک۔ مفسرین نے یہ معنی کئے ہیں یا ہم تم کو وفات دیدینگے۔ مگر میرے نزدیک یہ معنی پسند ہیں۔ کہ ہم تجھے لے جائیں گے مگر سے۔ چنانچہ پہلے یہ فرما چکا ہے کہ ان مشرکین عرب پر عذاب اس وقت آئے گا کہ آپ (اے نبی) انہیں نہ ہوں گے۔ اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے۔ کہ یہ سورہ کی ہے۔

لذکر ذلک۔ یہ ذکر ہے تیرے لئے۔ یعنی جس طرح کتاب الہی کی وجہ سے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم معزز و مکرم ہوئے۔ اسی طرح آپ اور آپ کی قوم اگرچہ اس وقت معمول ہیں مگر ایک وقت آتا ہے کہ یہ قوم تاریخی قوم بن جاوے گی اور تمہارا نام چار سوئے عالم میں پھیل جائیگا۔

دسوف نسلون۔ آئندہ ایک زمانہ آتا ہے کہ لوگ تمہارے حالات پوچھیں گے اور بڑے بڑے مسائل تمہارے حال و چلن۔ طرز عمل۔ اقوال۔ افعال سے حل کئے جا دیں گے۔

وسئل من ارسلنا۔ یعنی جس طرح انکے رسولوں کے حالات اہم مسائل حل ہوئے ایسے ہی تمہارے حالات ہوں گے۔

۱۴۔ مَارِیْجُ ۱۹۱۱

(پارہ ۲۵ رکوع ۱۱)

(سورہ زخرف رکوع ۵)

پچھلے ذکر کا تھا۔ اب ایک بیان سنا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی تباہی ہو

راہ پر نہ چلنے والے ہمیشہ تباہ ہی ہوتے ہیں۔

۲
ہی اکبر من اخفقا۔ بڑھ چڑھ کر نشانات دکھائے۔ دوسرے مقام پر نشانوں کی ذکر ہے
ینکشن۔ وعدہ امانت مند دن کا توڑتے ہیں بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے ساتھ بھیج دینے کا۔

آیۃ السحرا۔ باوجود اس کے کہ وہ لوگ اس وقت دعا کی درخواست کر رہے ہیں
ایسے شریر تھے کہ ساحر کہنے سے باز نہ آتے تھے۔ حضرت موسیٰ اپنے شریفانہ برتاؤ
سے پھر بھی درگزر فرماتے اور دعا کر دیتے۔

الیس لی ملک مصر۔ مفسرین یہاں بہت گھبرائے ہیں کہ دعویٰ تو خدائی کا اور
دلیل یہ دی۔ کہ الیس لی ملک مصر۔ یہ کیا بات ہے۔ پھر اس کی توجیہ کی ہے۔ ایک انسان کو
دوسرے انسان کا خدا سمجھنا ایک مستعدی بات ہے۔ مگر بعض اصول ایسے کمزور اور گندے
ہیں کہ ان کی بنا پر ماننا پڑتا ہے۔ مثلاً اوتار کے متعلق یہ سمجھنا کہ خدا کسی انسان کے اندر
حلول کر جاتا ہے اور اسے سلطنت بھی دیکھتی ہے۔ چوں کہ مصر والے بھی اسی قسم کا
عقیدہ رکھتے تھے۔ اس لئے ان کے لئے یہ سلطنت بمنزلہ دلیل الوہیت ہے۔ میرے
تذوید فرعون کو اپنی الوہیت کا دعویٰ ثابت کرنا مقصود نہیں۔ کیوں کہ اسم
مذکب فیما دلیداً سے ظاہر ہے۔ کہ رب کا لفظ وہ پرورش کرنے والے پر بولتے
تھے اور اسی بنا پر وہ انا ربکم الاعلیٰ کہتا تھا۔

یہاں جو الیس لی ملک مصر کہا تو اس لئے کہ موسیٰ سے اپنی تین بڑا آدمی ثابت کر
چنانچہ آگے کہنا ہے۔ ام انا خیر

اسوْرۃ من ذهب۔ سونے کے کڑے امارت مریات کی نشانی بھی جاتی ہے
اب بھی بعض ریاستوں میں اس کا نشان پایا جاتا ہے۔

وجاء معہ الملائکۃ۔ بعض تئیں لفظی ہوتی ہیں یا تئیں حقیقت میں فرق ہوتا ہے
نفس ملائکہ سے کوئی منکر نہیں۔ دیکھو مسلمان اگر ملائکہ مانتے ہیں۔ تو ہندو دیوتے دیویان
فانتخف۔ بے وفائی کی طرف لے جانا چاہئے۔ ذلیل کیا۔

فاسقین۔ خدا کے حکم سے نکلنے والے۔ حکم عدولی سے نیکی کی توفیق سلب کر لی
جاتی ہے۔

فلما استقمنا انتقمنا منهم۔ لغت چوں کہ انسانی حالات کے اعتبار سے منہ
کرتے ہیں اس لئے جب خدا کے لئے یہ الفاظ بولے جاتے ہیں تو دہوکہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ
کہ جب انہوں نے ایسی حالت بنائی۔ جو موجب اسف ہو۔ تو جو نتیجہ غضب تھا۔ وہ ان پر
دارد ہو گیا۔

مثلاً۔ مث (۱) حالت (۲) ایسی حالت جو دوسرے امر کو واضح کر دے یعنی
ایسا بنا دیا کہ ان کے حالات کے یہ بات کھل سکے۔ کہ خدا کا مقابلہ کرنے والے کامیاب
نہیں ہوتے۔

۱۵۔ مارچ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۵۔ رکوع ۱۲)

(سُوْرَةُ الزَّخْرَفِ رُکُوْع ۶)

ضرب ابن مریم مثلاً۔ جب بیان کی گئی۔ ابن مریم کی تمثیل۔

ماضر بوجہ۔ نہیں بیان کیا اس مثال کو۔

مفسرین تو اس کی یہ وجہ سمجھتے ہیں کہ جب قرآن مجید میں ذکر آیا۔ انکم دما تعبدون
حصب جھنم۔ تو اس کے مشرکین نے یہ معنی کئے۔ کہ جس قدر معبود غیر اللہ ہیں۔ وہ جہنم
میں ڈالے جاویں گے۔ اس طرح یہ وہ گویا مسیح کو بھی ساتھ ملائے تھے۔ جو عیسائیوں کا معبود
ہے۔ اس بنا پر یہ جواب دیا گیا۔ کہ ان ہو الا عبد النما علیہ۔

حالانکہ اس طرح پر ان کا سوال حل نہیں ہوتا۔ اول تو ما تعبدون کا ذکر بھی اس سُوْرۃ
میں نہیں۔ ماقبل و ما بعد کی مناسبت سے میرے نزدیک یہ بات ہے۔ کہ یہاں مسیح
کے دوبارہ آنے کا ذکر ہے۔ اور دوبارہ آنے سے یہ مراد ہے کہ مثل مسیح آوے۔ یعنی
اس کی خوبو پر۔ پہلے خدا کے حلول کا ذکر تھا۔ اس پر مشرکین نے کہا کہ تم خود حلول کے
قائل ہو۔ جیسا کہ کہتے ہو۔ کہ مسیح پھر کسی میں حلول کر کے آئے گا۔ پس ہمارے معبود
اچھے ہوئے۔ کہ ان میں خدا کا حلول ہے اور تمہارے ماننے میں ایک انسان کا۔ پروردگار
ان کی غلطی جتا ہے۔ کہ بروز کے یہ معنی نہیں کہ پہلے کی روح دوسرے میں حلول کرے
بلکہ ان ہو عبد۔ وہ ایک بندہ ہو گا۔ جس پر زندگی انعام ہونے سے پہلے ایک پر ہو چکے۔

انسان کے مثل کیا۔ فرشتوں کے مثل بھی بنانے پر قادم ہیں۔ لیکن ہم میں ایسے
لوگ پیدا ہوں۔ جو فرشتوں کے صفات پر متصف ہو۔ صحیح معنی۔ جب بیان کیا ابن مریم
تمثیل کے طور پر۔ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم۔ اس پر تیری قوم تالیان
بگانی ہے۔ کہ حلول کا مسئلہ جس پر مسلمان ہستے تھے۔ اس کے قائل ہو گئے۔ اور کہتے ہیں
کہ ہمارے معبود اچھے ہوئے۔ کیوں کہ وہ خدا کے اوتار ہیں اور تمہارے نبی کسی انسان کے
فرمایا۔ نہیں وہ مگر ایک بندہ کہ انعام کیا اس پر۔ اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل
کے لئے ایک نمونہ بنایا۔ مثل مسیح کے وجود سے یہ امر واضح ہو گا۔ کہ نہ تو مسیح ناصری ملعون ہوا۔
اور نہ وہ خدا یا خدا کا بیٹا تھا۔ بلکہ ایسا ہی تھا جیسا یہ۔

انہ لعلم للساعة۔ اس کے یہ معنی بھی اگر کئے جاویں کہ وہ مسیح علامت ہے قیامت
کے لئے تو بھی نزول کہاں سے ثابت ہو گا۔ اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مسیح کی بے باپ
ولادت دلیل قیامت ہے۔ ہزار ہا سال بعد ہونے والی بات دلیل کس طرح بن سکتی ہے۔ اور
ہمارے نزدیک تو اس کے معنی آسان ہیں۔ کہ وہ مثل مسیح ساعت کا علم ہے۔

۱۹۔ مارچ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۵ بقیر کو ع ۱۲)

(سُوْرَةُ الزَّخْرَفِ بَقِیَّةُ رُکُوْع ۶)

ولما جاء عیسیٰ۔ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک نبی کے پیچھے میں دو
غرضین ضرور ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو تئیں باتیں دین میں پیدا ہو گئی ہوں ان کو مٹائے
اور ان کی بجائے حکم بائیں (حکمت) قائم کرے۔

دوم۔ جو اختلاف پڑا ہوا ہو۔ اس میں فیصلہ کر کے حق بنائے۔ چنانچہ پہلی دو
غرضین حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے۔

واطیعون۔ دوسرے مقام پر الا لیطاع باذن اللہ فرمایا۔ یہ رسولوں کے پیچھے

فلسفہ ہے۔ یعنی رسول یہ سمجھانے کے لئے آئے ہیں کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جاوے اور جس کی اطاعت ہو صرف اسی لئے ہو۔ کہ خدا کا حکم ہے۔
فاعبد وہ۔ عبادت کا جہان حکم ہے وہاں خدا تعالیٰ اپنی صفت ربوبیت کا ذکر کرتا ہے کہوں کہ یہی موجب فرضیت عبادت ہے۔ دیکھو جس کی اطاعت کرتے ہیں اس میں کچھ نہ کچھ شان الوہیت کا جلوہ ہوتا ہے۔ مثلاً۔ والد۔ استاد۔ بادشاہ۔
صراط مستقیم۔ بتا دیا کہ صراط مستقیم یہی ہے۔ اللہ کا تقویٰ اور عبادت اور رسول کی اطاعت۔

فاختلف الأحزاب۔ اختلاف کہیں فرقوں سے یا انجمنوں کے قائم کرنے سے نہیں متا بلکہ اس کا ایک ہی طریق ہے۔ کہ ایک امام کے جھنڈے تلے ہوں اور اس مؤمن احمد کی اطاعت کریں۔ جو خدا کی طرف سے آیا۔
لرگ بین کہتے ہیں احمد بن نے تفرقہ ڈالا۔ حالانکہ انہوں نے وعدت قائم کی۔ کیونکہ ان کی جماعت میں مقلد۔ غیر مقلد۔ نیچری سب جمع ہیں مگر یہ لوگ کوئی اتحاد نہیں رکھتے۔ کیونکہ ایک ایک مسجد کے مال کا الگ الگ مذہب ہے۔ تحب ہم جمیعاً وقلوبہم شتی۔
الاخلاء۔ خلیل کی جمع ہے۔

۳۰۔ مارچ ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۵۵ رکوع ۱۱۳)

(سورۃ الزخرف۔ رکوع ۷)

یعباد۔ یا عبادِ دینی

لاخوف علیکم۔ دنیا میں بھی اولیاء اللہ۔ سب اللہ۔ مفلحوں کی یہی نشان فرمایا کہ وہ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون۔ ہوتے ہیں۔ آخرت کے لئے بھی ہی فرمایا۔
الذین آمنوا۔ اس قیامت کی گھڑی میں جن کو خدا یعباد کے معزز خطاب سے مخاطب فرمایا ان کے اوصاف یہ ہیں۔

بایدتنا۔ وہ نشان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کلام اللہ کی صداقت کو واسطے ظاہر ہوں۔ دوم۔ کلام الہی کے ٹکڑے دن کو بھی کہتے ہیں یہاں دو ترجمے ہیں۔
وکانوا مسلمین۔ فرمان بردار۔ لفظ مومن و مسلم میں بہت بحث ہے۔ ایمان میں اعتقاد ہی امور کا زیادہ تعلق ہے اور اسلام میں ان معتقدات کے مطابق عمل درآمد۔ مشکوٰۃ کی پہلی حدیث میں اس کی تشریح ہے جس سے ثابت ہے کہ ایمان و اسلام ایک چیز نہیں۔

ازواجکم۔ تمہارے جوڑے۔ خاص بی بی ہی مراد نہیں۔

اکواب۔ کوب کی جمع۔ گلاس (۲) اس لٹے کو بھی کہتے ہیں جس کا ہینڈل نہ ہو۔
خلد دن۔ خوشی کے مقام پر اس حالت سے نکلنے کا دفعہ بھی روح فرسا ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا وہاں یہ بات نہ ہوگی۔
ادرثتموها۔ درث کا لفظ صرف ترک میت کو لینے پر نہیں بولا جاتا۔ بلکہ کوئی چیز جو کسی اور کے لئے ہو اس سے لیکر پہلے کو دینے کا نام بھی ہے۔ گویا جسے جنت ملیگا اسے

دکھایا جائیگا۔ اگر یہ اعمال نہ کرتے۔ فضل الہی نہ ہوتا۔ تو پھر اس کی بجائے جگہ تھی۔
بماکنتم تعملون۔ اس سے یہ مقصود نہیں کہ اعمال کا نتیجہ لازمی جنت ہے۔ بلکہ وہ اعمال جاذب فضل الہی ہیں اور نجات فضل سے ہے۔ چونکہ خدا کے حکم سے اپنی خواہشوں کو چھوڑا۔ اور تکلیف اٹھائی۔ اس لئے اس پر خدا تعالیٰ راضی ہوا۔ اور انعام میں جنت ملا۔
فاکھذہ۔ مزہ بدلانے کے لئے مزید چیز ہے۔

یمملک۔ عام طور پر مفسرین نے بھی لکھا ہے۔ کہ مالک انصر جہنم فرشتے کا نام ہے۔
مہمون۔ ابرام کہتے ہیں رستہ بٹنے کو۔ یعنی پختہ فیصلہ کر لینے والے۔ آخر۔ منقطع ہے۔
بہتے کیا بلکہ۔ انہوں نے مقابلہ کی ٹھانی ہے۔ تو ہماری طرف سے بھی ان کی ہلاکت و تباہی آتی ہے۔

ام یحسبون اننا لنسمع۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ بات وہ کہتے بھی ہوں بلکہ ان کی عملی حالت اس بات پر گواہ ہے۔

فانا اول العابدین۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہ علی بیل الغرض ہے۔ یعنی اگر کوئی بیٹا ہوتا۔ تو میں اس کی عبادت سب سے پہلے کرتے وانا ہوتا۔ جیسا یوں کو سمجھایا۔ اول نمبر کا عابد میں ہوں پس اگر کوئی بیٹا ہوتا۔ تو میں بھی اس کی عبادت کرتا۔

آلہ۔ (۱) معبود (۲) متصرف۔ اس جگہ دوسرے معنی مراد ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹا ہونے کی تردید فرمائی۔ کیونکہ بیٹے سے جو اغراض مطلوب ہیں وہ تو خدا کو پہلے ہی سے حاصل ہیں۔

وعند علم الساعة۔ نورسح کا انجیل میں اقرار ہے کہ مجھے اس گھڑی کا علم نہیں تھا گیا۔ گویا یہ بھی اس کی الوہیت کا رتبہ ہے۔

لطیفہ۔ مسیح کو علم الساعة فرمایا۔ یہاں عندہ کہا جس سے ظاہر ہے کہ وہ مرچکا جیسے شہداء خدا کے اس میں۔

لطیفہ ثانی۔ الیہ ترجعون۔ یہ اُمید نہ گاؤ کہ وہ (مسیح) تمہارے پاس کیگا بلکہ تم بھی اسی کے حضور لوٹاؤ گے جاؤ گے جس کے پاس وہ ہے۔

لاکامن شہد بالحق۔ شفاعت کا مالک وہ ہے جو حق کی شہادت دے رہا ہے۔

وہم یعلمون۔ یعنی یہ لوگ بھی جانتے ہیں۔ کہ وہ جناب رسالت علیہ السلام میں۔
وقیلہ۔ مفسرین و قسم کی بنائے ہیں۔ اور معنی یہ کرتے ہیں کہ قسم ہے رسول کے اس قول کی کہ یارب

لیکن میرے نزدیک یہ بات نہیں کیونکہ حرف قسم کے بعد وہ جملہ نہیں جس پر قسم کھائی جاوے۔

اس سورۃ میں ان لوگوں کے ہلاکت کے اسباب بتائے ہیں پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اسباب موجب ہلاکت بجائے خود ہیں۔ اور پہرہ وجہ بھی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کرتے ہیں۔ اور تمہاری شونخون اور گستاخون کی فریاد میرے حضور کر رہے ہیں۔

یہاں سورۃ الزخرف کے نوٹ ختم ہوئے۔

حضرت نامولوی محمد شہزاد صاحب کے درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

بارہ محسوسات

رکوع نمبر ۱۲

آغاز سورہ الدخان

۲۱۔ مارچ ۱۹۱۱ء

(بکرا)

حکم - اپنی کتاب کا حافظ - اپنے رسول کا حافظ و حامی - منزل الکتاب - فی لیلۃ مبارکۃ - لیلۃ القدر جس کے معنی حضرت اقدس ۱۲ نے یہ کہے ہیں کہ جو زمانہ کسی مامور کے بھیجنے کے لئے مقرر ہوتا ہے اور جس میں چہالت کی ظلمت اور کسی نذر کے پھیلانے والے کی ضرورت ہوتی ہے وہ لیلۃ القدر ہے اور یہ لیلۃ قرآن ہے۔ مگر ساتھ ہی حضور مغمور نے فرمادیا کہ جو علماء ایک خاص رات کا نام رکھتے ہیں حقیقی معنی وہی ہیں۔ کہتے ہیں قرآن محفوظ سے سمار دنیا پر یک دم نازل ہوا۔ پھر وہاں سے جبریل تھوڑا تھوڑا لایا۔ بعض کا قول ہے کہ اجمالی رنگ میں قلب نبوی اترا۔ پھر وقتاً فوقتاً تفصیل طور پر نازل ہوتا رہا۔ تیسرا قول ہے (جو مجھے پسند ہے) سورتوں کو بھی کتاب کہا گیا ہے پس وحی جس رات میں شروع ہوئی وہ لیلۃ مبارکہ ہے۔ اور لیلۃ القدر - بعض محققین کے نزدیک رمضان سے مختص نہیں بلکہ سال میں کوئی ایک رات ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس رات ذکر کیا کہ میں نے کچھ عین سجدہ کیا وہ اس سال کی بات ہے ہمیشہ کے لئے مقدر نہیں یہ مشکل بھی مفسرین کی تقلید سے ہے ورنہ وہی رات مبارک ہے جس میں قرآن نازل ہونا شروع ہوا۔

فیہا یفرق - جیسی نیکیوں کی تحریک فرشتوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے ایسے ہی خدا فیضان کی محرک ایک جماعت ہے۔ اس کا نام ملا را علی ہے اور ان کا جس رات میں مشورہ ہوا اور یہ فیصلہ قرار پایا کہ خاتم الرسل کی بعثت اور خاتم الکتاب کا نزول چاہیے وہ لیلۃ مبارکہ ہے۔

امراً من عندنا - اس میں سبھا دیا کہ ملا را علی محرک ہیں۔ اصل حکم اللہ تعالیٰ ہی کیطرت ہے۔

هو السميع العليم - ان دعائوں کو سننے والا ہے جو حق پرستوں کے دل سے بڑی تڑپ کے ساتھ زمانہ کی حالت دیکھ کر نکلتی ہیں۔ اور پھر ان مفاسد و فتن کا علم رکھنے والا ہے جو رسول کی بعثت کے متقاضی ہیں۔

رب السموات والارض - جب جسمانی تربیت کا اس قدر اہتمام تو روحانی تربیت بھی ضروری ہے۔

یحيی ویمیت - زمین مردہ ہوتی ہے۔ بارش سے زندہ ہوتی ہے اور ایکسری بارش کافی نہیں اسی طرح ہمیشہ مختلف زمانوں میں وحی کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

رب ابا انکم - یعنی جس طرح اس نے تمہارے باپ دادا کی جسمانی تربیت کے ساتھ روحانی تربیت بھی کی اور ان میں رسول بھیجے اسی طرح اب بھی شان ربوبیت کا تقاضا ہے کہ رسول مبعوث کرے۔

بدخان مبین - اس دخان سے بوجہ قول محدثین وہ قحط شدید مراد ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں پڑا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ قیامت کے قریب ایک دھواں اٹھے گا۔

معلم یحیی - چون کہ نبی کو جس امر کے لئے مبعوث ہوا اس کی ایک بھت لگی رہتی ہے اس لئے یہ سطحی خیالات کے لوگ اپنی فرسودہ عقولوں سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مجنون ہے اور اس کی کوششوں پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوگا۔

امین - یعنی نبی اسرائیل کو ساتھ لے جا کر کوئی تمہیں دھوکہ دینا مقصود نہیں اور یہ پیغام اپنی طرف سے نالیا۔

بسلطن مبین - کھلی کھلی حجت۔

واترک البحر دھوا - بحر کے خشک ہونے کی نسبت لوگوں کو بہت تعجب آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل حقیقت کے خلاف وہ ایک نقشہ ذہن میں جھاتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب وہ پانی کے کنارے پر پہنچے۔ تو حکم الہی سے آندھی شروع ہوگئی اور سمندر کا پانی ایک طرف چڑھ گیا اور اوپر کی طرف سے پانی گھٹ گیا۔ حضرت موسیٰ

گلاز گئے۔ فرعون آیا تو آندھی بند تھی۔ پانی پھر پیچھے ہٹ رہا تھا اس لئے وہ غرق ہو گئے

خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی قسم کے ہوا کے چلنے سے

منظرف و منصور ہوئے۔ چون کہ آپ شیل ہوئے تھے اس لئے آپ کا واقعہ حضرت موسیٰ

کے واقعہ پر روشنی ڈالتا ہے۔

قوماً اخرین - اس سے مراد نبی اسرائیل نہیں ہیں کیونکہ وہ تو فرعون کی ہلاکت کے بعد پھر

مصر میں نہیں آئے۔

فما بکلت علیہم - آسمان وزمین نہیں روئے یعنی ان کی تباہی کے بعد کبھی ایسے

اسباب (جو زمین و آسمان سے ہی پیدا ہوتے ہیں) نہیں پیدا ہوئے کہ وہ توین پھر عروج

حاصل کرتیں۔

۲۲۔ مارچ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۵ - رکوع نمبر ۱۵

(سورہ الدخان رکوع ۲)

من العذاب المہین۔ یہ عذاب جو فرعون نے اپنے بادشاہ وقت کی طرف سے تھا وہ یہ تھا کہ نبی اسرائیل کی قوم کو کمزور بنانے کے لئے ان کے لڑکے مار دئے گئے اور ان سے بیگار کے کام لیتے۔

من المشریین۔ جو خدا نے حدود مقرر کئے ہیں ان سے بڑھ جانے کا نام اسراف ہے اپنی حیثیت کے مطابق کسی قیمتی چیز کا استعمال کرنا اسراف نہیں ہے ایک صحابی سے حضور علیہ السلام نے اس کا حال پوچھا۔ جب اس نے مال و دولت کا حال بیان کیا۔ تو فرمایا فلیرای علیک اثرہ۔ یعنی جب خدا نے آسائش دی ہے تو پھر اس کے مطابق خوراک و پوشاک ہونی چاہیئے۔

بلایا۔ انعام۔ مصیبت۔ بلا کے اصل معنی جو لغت سے معلوم ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔ کسی کو ایسی چیز دینی یا ایسا حکم کرنا جس کے لینے یا کرنے کی وجہ سے اس شخص کی پوشیدہ حالت دنیا پر ظاہر ہو جاوے۔

سب بڑی نعمت تو نبوت ہے۔ مسلمانوں میں جب نبی آیا تو ان کے اولیاء و فضلاء کے علم و تقویٰ و طہارت کے حالات کھل گئے۔

ان ہی الاموات الا اولی۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں کے اکڑ باز ہونے اور باوجود نشانوں کے دیکھنے کے انکار کرنے کی وجہ بتاتا ہے۔ کہ یہ یوم آخرت سے منکر ہیں۔

قوم تبع۔ یمن کے بادشاہوں کا خطاب۔ وہ تو دور کی بات ہے۔ قریب قصہ تبارک سمجھایا۔ کہ خدا کی باتوں کے مقابلہ کرنے والوں کو اسی جہان میں جب سزا ملتی ہے۔ تو یوم الحشر کا انکار کیوں کر جائز ہو سکتا ہے بلکہ بیان کی سزا۔ یوم آخرہ میں جزا و سزا کی دلیل ہے لعین۔ سمجھایا کہ اتنا بڑا انتظام اگر صرف جسمانی تربیت کے لئے ہے۔ تو پھر ایک کھیل ہی ہو مگر ایسا ہرگز نہیں بلکہ روح کے لئے بھی انتظام ہے اس واسطے اولی الالباب کہتے ہیں۔ دنیا ما خلقت هذا باطلا۔ زمین و آسمان انسان کی روحانی تربیت کے لئے ایک فعلی کتاب ہے اور قرآن مجید قوی کتاب۔

ان آیات میں بھی قیامت کا ثبوت ملتا ہے کہ ہر چیز کی ایک خاصیت اور اثر کا ترتیب ثابت کرتا ہے۔ کہ سب کچھ بے نتیجہ نہیں۔

العزیز الرحیم۔ رحیم۔ یعنی نیک اعمال پر نیک ثمرات مرتب کرنا والا۔ اور اگر کچھ کسی ہے تو وہ غالب ہے۔

۳۳۔ مارچ ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۵۔ رکوع ۱۶

(سورۃ الدخان رکوع ۶ نمبر ۳)

شجرت الزقوم۔ سزا دی جاتی ہے تاکہ وہ شخص خود سے آئندہ رُکے یا دیکھنے والے آئندہ کے لئے عبرت سے محتاط رہیں۔ مگر دوزخ کی سزا تو ان مطالب کے لئے مفید نہیں پس دوزخ سزا خانہ نہیں بلکہ شفا خانہ ہے اور یہ چیزیں بطور علاج ہیں۔

زقوم بمعنی تھوہر۔ بہر حال وہ ایسا شجر ہے۔ جو گندمن کے نکلنے کے لئے ہے۔ وہ ان کی چیزیں اعمال ہی کے اخلال و آثار ہیں۔ (ذوق انک انت العزیز الرحیم

کا خلاصہ زقوم۔)

متنرون۔ تم بحشیں کرتے تھے۔ جھگڑتے تھے۔

مقام امین۔ امن والی جگہ۔

سندس۔ باریک ریشم کا کپڑا۔

استبرق۔ موٹے ریشم کا کپڑا۔

کذلک۔ (۱) اسی کی مانند اور اور نعمتیں ہوں گی (ب) یہ بات یونہی ہے۔ واقع میں ایسا ہی ہوگا۔

بحرہ عید۔ گوری۔ موٹی آنکھ والیاں جن کی سفیدی سیاہی خوب اپنے اپنے مقام پر ہو۔

الاموات الا اولی۔ کفار نے بھی کہا۔ ان ہی الاموات الا اولی۔ جب اہل اسلام بھی یہی عقیدہ ہے۔ تو پھر کفار کی چوٹ کس عقیدہ پر ہوئی۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ ایک چیز پر بعض اوقات ایک لفظ بول دیتے ہیں۔ مگر جب کی تشریح کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے اس کا اطلاق اس پر نہیں چاہیئے تھا۔ مثلاً کسی کو

آگ میں ڈال کر مارنے کا مفہوم یہ نہیں تک ہے کہ اسے آگ میں ڈال دیا جاوے اور پھانسی سے مارنے کا یہ کہ پھانسی پر چڑھا دیا جاوے۔ کفار انبیاء کے متعلق ایسی

کارروائیاں کرتے رہے۔ گونا گام رہے اسی لئے یقتلون البین بغیر حق فرمایا۔ گویا سب انبیاء کو قتل کرتے رہے اسی طرح کفار کے متعلق مختلف عذابوں کا ذکر

ہے۔ قبر میں۔ دوزخ میں۔ جن کا نتیجہ بظاہر موت ہو سکتا ہے۔ اور وہ دنیاوی تجربہ کے رو سے یہی سمجھتے اس لئے وہ کفار تردید کی طور پر کہتے۔ ان ہی الاموات الا اولی

خدا نے واقعہ کے لحاظ سے فرمایا ہے شک موت ایک ہی ہے۔ مگر دوزخیوں کے لئے عذاب میں ایک موت نہیں کئی موتیں ہیں۔

یسراندہ۔ شروع سورۃ میں کتاب کا ذکر ہے اور انزال کی وجہ فرمائی۔ مومنوں کے لئے مبارک ہے اور کافروں کے واسطے اناکتا منذرین کی شان ظاہر کرے گی۔ اس کے متعلق فرماتا ہے۔ کہ بہت آسان ہے اور انداز کو یہ خوب سمجھتے ہیں۔ نہ مابین تو عذاب کا انتظار کرو۔

مہمان سورۃ الدخان کو نوٹ ختم ہوئے

۵ (پہلا)

آغاز سورۃ الحاشیہ

(رکوع پہلا)

(پارہ پچیسواں رکوع ۱۶)

۲۵۔ مارچ ۱۹۱۱ء

فی السموات والارض۔ بعض مقامات پر فی خلق السموات والارض فرمایا۔ دہان

لا یغنی۔ غنا کے معنی فائدہ دینے کے۔

۲۶۔ مارج ۱۹۱۱ء

(پارہ پچیسواں رکوع ۱۸)

(سورہ الجاثیہ - رکوع ۲)

مسخر لکم۔ غور کرنا چاہیے کہ اتنا جو کچھ بنایا ہے۔ تو کیا اسی لئے کہ ہم پریت بھریں اور عیش آرالین۔ بلکہ ہم بھی کسی مقصد کے لئے بنائے گئے ہیں اور جیسے راستوں کے طے کرنے کے لئے اور منزل مقصود تک پہنچنے کے واسطے یہ طریق خدا داد ہیں تو پھر روحانی منزل تک پہنچنے کے لئے بھی ضرور کوئی طریق ہوگا وہی دین ہے اس میں یہ بھی سمجھایا کہ جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔ وہ سوچیں۔ جب یہ سب زمین و آسمان کی چیزیں انہی کی خادم ہیں تو انہیں معبود بنانا کیوں کر سزاوار ہے۔ جو چیزیں ان کے لئے مسخر ہیں خود ان کا مسخر بننا ایسی عقل پر سوچھٹکار۔

سخر کے معنی کام میں لگانے صحیح ہیں۔ چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ لیتخذ بعضکم بعضاً مآئلاً لکینا کہ تمہارے قابو میں ہیں غلط ہے۔

لیغفر دا۔ انسان اپنے عقائد خلاف کسی کو کچھ کرتا یا اپنے مقصدات کی تحقیر و کبر تو اسے فطرتاً غفر آتا ہے۔ پھر صواب تو سب سے بڑھ کر غیر متند تھے۔ اس لئے ہدایت فرمائی کہ اگر اپنا شیوہ بنائیں اور نرمی سے سمجھادیں۔ ایسا نہ ہو کہ جوش میں آکر درودل سے مجبور ہو کر بددعا کی طرف توجہ کریں یا تلوار اٹھالیں۔

لا یرجون ایام اللہ۔ جن دنوں میں کسی قوم کی تباہی ہوتی ہے اور دوسری قوم کی ترقی۔ ان کو ایام اللہ کہتے ہیں۔

علیہا۔ ل نفع کے لئے۔ علی ضرر کے لئے آتا ہے۔ سو آپ چند ایک مقامات کے جیسے اللہ صلی علیہ وسلم

ولقد اتینا۔ مومنوں کو مخاطب کر کے سمجھاتا ہے کہ دیکھو ایک قوم پر ہم ایسا ہی فضل کر چکے ہیں۔ لیکن انہوں نے باوجود علم سرکشی کی اس لئے اس کی سزا پائی۔ تم عبرت لےو۔

او النبوة۔ امت محمدیہ پر تو یہاں تک فضل ہے کہ اس کے علماء کو بمنزل انبیاء فرمایا۔ علماء امتی کا بنیاد بنی اسرائیل۔

من الطیبین۔ سخی اور دل پسند۔

فضلناہم علی العالمین۔ فضیلت دی ہم نے ان کو اسی طرز اسی جنس اسی ملک کے لوگوں پر اور وہ بھی قوم کو بہریت مجرعی۔ چنانچہ ایک ہی خاندان میں نبوت بھی ہو حکم بھی ہو۔ اور ذرق طیب۔ یہ انعام صرف بنی اسرائیل سے خاص ہے۔ جو اس لئے میں دوسری قوموں کے مقابلہ میں ہوا۔

لیقضی بینہم۔ دنیا میں فیصلہ ضرور ہوتا ہے۔ مگر قیامت کے روز ایسا بین فیصلہ ہوگا کہ سوائے تسلیم چارہ نہیں

علی شریعتہ من الامر۔ دین کے معاملہ میں ایک راستہ پر دلا متبع۔ خطاب جنہی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

بنادٹ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ یہاں علاوہ اس کے مافیہا کی طرف۔ آگے اکی تشریح بھی فرمادی اور یہ سب ثبوت ہے۔ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم جو مختصر یہ ہے۔ کہ جیسے جسمانی سلسلہ کے لئے یہ انتظام ہے ایسے ہی روحانی سلسلہ کے لئے ضرور ہونا چاہیئے۔

نکتہ۔ یہ قرآن مجید میں خاص طور سے بات ہے۔ کہ پارہ کے آخری ربع میں اسی بات کا ذکر آئیگا۔ جس سے آئے والا پارہ شروع ہونا ہوتا ہے۔ اسی طرح جس بات پر سورۃ کا خاتمہ ہوتا ہے اسی کے بیان میں دوسری سورۃ شروع ہوتی ہے۔

(۱) زمین میں ایک مادہ الفغالی ہے۔ وہ آسمان سے متاثر ہوتی ہے۔ پھر اس سے بہت کچھ نکلتا ہے۔ اسی طور پر انسان کے اندر قوتیں ہیں۔ مگر ان قوتوں کا ظہور آسمانی بارش یعنی وحی الہی پر موقوف ہے۔

(۲) جانور و ن کا پھیلاؤ جوڑے ہے۔ اسی طرح جب تک نبوت کے ذریعے انسان اور خدا کے تعلقات باہم پیوستہ نہ ہوں گے۔ کام نہیں چلے گا۔

(۳) جیسے رات کے بعد دن ضروری ہے۔ اسی طرح جب طرح طرح کے فسق و فجور کفر کی ظلمت چھا جاتی ہے تو آفتاب نبوت کا طلوع ہونا ضروری ہے۔

دو وجہ سے مامور بھیجے جاتے ہیں ایک تو شریعت کی تبدیلی کے لئے اور اس تبدیل کے وجوہات اگلی شریعت کا مختص الوقت و مختص القوم ہونا یا لوگوں کا اسے محرف متبدل کر دینا۔ ہماری شریعت ان دونوں سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید تمام جہان کے لوگوں کے لئے ہے اور بالکل اسی طرح محفوظ۔

دوم۔ انسان اس تسلیم الہی پر چلنے کے لئے ایک نمونہ اور مرکز وجود کا محتاج ہے جو اپنی قوت قدسیہ سے عملی قوت پیدا کرے۔ اور اصل مقاصد کی طرف توجہ دلاتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسیہ بہت بڑی ہوئی تھی اس لئے اس کے تین زمانے رکھے۔ مگر اس کے بعد ایک صدی جب تک اس مامور کو اپنی آنکھ سے دیکھنے والے بالعموم رہ سکتے ہیں۔

(۴) جس طرح مردہ زمین بارش سے زندہ ہوتی ہے اسی طرح مردہ دل وحی الہی سے۔

(۵) ہواؤں کا یہ کام ہوتا ہے کہ نرون کے ذرات لے جا کر مادوں کے ساتھ ملائی ہیں گندے مادوں سے زمین کو پاک کرتی ہیں۔ اسی طرح نبوت کی ہوا کے ذریعے عقائد فاسدہ و اعمال خبیثہ کا قلع قمع ہوتا ہے۔ اور نیک لوگوں کے تعلقات ایک دوسرے سے بڑھ کر نیک ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔

دلیل۔ منکران نبوت کو فرماتا ہے کہ ان کا انجام بد ہوگا۔ دیں بخسنے ہلاکت اور مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ ویل جہنم کی ایک راوی کا نام ہے۔

فیشرف۔ اس کے معنی خوش خبری کر کے مفسرین مشکلات میں پڑے ہیں۔ اور عذاب کے لئے اس لفظ کے تطابق میں بہت کوشش کی ہے۔ دراصل بشرہ منہ کے چمڑے کو کہتے ہیں۔ بشارت اس خبر کو کہتے ہیں۔ جس کے سننے سے منہ پر کچھ تغیر آجائے خواہ وہ تغیر خوشی کا ہو یا رنج کا۔ پس ان معنوں سے بات صاف ہے۔

ھزدا۔ وہ چیز جس کے ساتھ تمسخر کیا جاوے۔

من درانہم۔ اس دنیوی عذاب کے بعد۔

مشرکین کفار نے جب سمجھا کہ مخالفت میں نہیں ہو سکتے۔ تو مابین کارنگ اختیار کیا جس سے دوسرے کی طبیعت خواہ مخواہ نرم پڑ جاوے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام القوم تھے۔ صحابہ کی شان میں اشد ار علی الکفار آیا ہے۔ وہ کبھی بھی ایسی چالوں سے نرم پڑ جانے والے نہ تھے۔ کہ اظہار حق میں ہدایت کریں۔

اس وقت ہم احمدی بھی ان کے جانشین ہیں۔ ہمیں بھی یہی طریق اختیار رکھنا چاہیے۔ عیسائیوں میں بعض حواری ان خیالات کے تھے کہ دوسری قوموں میں مل جانا چاہیے جس کا بڑا نتیجہ یہ ہوا کہ یونانی خیالات کے زیر اثر آ گئے اور بچائے واحد خدا کے تین خدا ماننے لگے یا دیکھو کہ جیسے چھوٹا نالہ بڑے نالہ میں مل جائے تو اسی میں جذب ہو جاوے گا۔ اسی طرح اگر کوئی چھوٹی قوم بڑی قوم میں ملے گی۔ تو فنا ہو جاوے گی۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنا امتیاز قائم رکھو۔

لَنْ يَغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا۔ اگر کوئی چھوٹا فرقہ بڑے فرقہ کی عظمت و جلال کے رعب میں اگر اس سے ملیگا۔ تو سن رکھے کہ وہ اس کے کچھ کام بھی نہیں آئیگا۔

بصائر۔ بنیادی پیدا کرنے کا ذریعہ۔
ساء ما یحکمون۔ جن لوگوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے بہت برا ہے۔

یکم اپریل ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۵ رکوع نمبر ۱۹

(سورہ الجاثیہ - رکوع نمبر ۳)

والتجریٰ۔ وہ عطف کے لئے ہے۔ جس پر یہ عطف ہے وہ بات پھیلی آیت سے ظاہر ہے یعنی آسمان وزمین کو پیدا کیا تاکہ علاوہ جسمانی فوائد کے معرفت الہی حاصل ہو۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہے۔ کہ ان چیزوں کے ذریعے یا نیکی کریں گے یا بدی پس ان کی جزا سزا ملیگی۔

افشاء بیت۔ ایت کے معنی خبرنی (بتاؤ تو سہی) کیا تم ایسا خیال کرتے ہو پس بتاؤ تو سہی۔

مَنْ اخْتَلَىٰ إِلَهًا غَيْرَ اللَّهِ۔ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ کہ جس نے بنالیا اپنا معبود ہوا کہ۔ تو پھر یوں چاہیے تھا۔ مَنْ اخْتَلَىٰ هُوَ إِلَهًا

اصل بات یہ ہے کہ کوئی فرقہ اللہ سے منکر نہیں۔ کیونکہ سب بدترین منکرین سوسطائی بھی الخیال خلاق کہتے ہیں۔ صرف تعین میں فرق ہے۔ پس یہ ترکیب ترتیب بالکل صحیح ہے۔ معنی یوں ہوئے جس نے الہ کی تعین کی اور مصداق بیان کیا تو کس سے اپنی ہوا ہے۔

یون تو کوئی فرقہ ایسا نہیں جو ہوا کو معبود کہتا ہو مگر ان کے معاملات ایسا ثابت ہوتا ہو اضلہ اللہ۔ گمراہ قرار دے دیا اللہ نے اس کو۔

خدا جب کسی پر گمراہی کا فتوے لگاتا ہے تو اس شخص کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ پھر وہ توبہ بھی نہیں کرتا۔

الذین ہوا۔ دھرتی سے مصداق قرار دینے میں جھگڑا ہے۔ پھر اس کے صفات کے

بارے میں بحث ہے وہ زندہ کرنے اور مارنے والی طاقت سے ان کو انکار نہیں۔ یظنون مظنیات کی بنا پر ایسا کرتے ہیں۔ دراصل دلیل کوئی نہیں رکھتے۔ قالوا انتوا بآبائنا۔ ہمارے باپ دادا کو زندہ کر دکھاؤ۔ تب قیامت مانگے۔ ان بے خبروں کو معلوم نہیں کہ وہ زندگی اور قسم کی ہے اور اس کے ظہور کے لئے اور مقام موزوں ہے۔

نشم یحکم۔ یہاں جمع کا لفظ لاکر سمجھایا کہ زندہ تو تم کو کر چکا ہے پھر موت ہے اس کے بعد اور مراحل میں۔ قبر۔ حشر۔ نشر اس کے بعد خدا کے دربار میں پیش ہر گے گویا مگر فنا نہیں ہوتے بلکہ جیسے دنیا میں ایک رفتار ہے ایسا ہی اس کے بعد ایک رفتار ہے۔ یہاں تک کہ اس خاص حالت تک انسان پہنچ جائیگا۔

۳۔ اپریل ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۵ رکوع ۲۰)

(سورہ الجاثیہ - رکوع ۴)

جاثیہ۔ جن سے مراد جس کے معنی ہیں گھٹنوں کے بل بیٹھنا۔ مقصود اظہار مصیبت کبریٰ لکھنا۔ اپنے اعمال مانے۔

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔ ایمان کامل کا نتیجہ اعمال صالحہ ہیں۔

هو الفوز المبين هو خیر فصل کا ہے۔ مصر ہے کہ پاس ہونا اگر ہے تو یہی کہ آخرت کے روز انسان سرخرو ہو۔

الذین کفروا۔ الذین کفروا جہان کہیں بھی قرآن شریف میں آئے اس سے وہ کفار و مرہ ہیں۔ جو حق جان کر پھر حق کے معاند بن کر انکار کرتے ہیں پس اس کے معنی صحیح ہوئے جو لوگ کافر بنے ہیں۔

افلم تکن۔ لا۔ ف کے درمیان جملہ مقدر ہے۔ جو یہ کہ "کیا تم عذاب میں پڑے ہو" فاسد کبر تم۔ اشکبار کے یہ معنی ہیں کہ واقع میں بڑا نہ ہو۔ مگر بڑا بنتا چاہتا ہے نسلکم۔ ہم چھوڑتے ہیں۔ نیان شان خداوندی سے بعید ہے۔ چون کہ نتیجہ نیان ترک ہے۔ اس لئے یہی اس کے معنی ہوئے۔

ولا هم يستعتبون۔ نہ وہ شکایت رفع کئے جا دیں گے (۲) چوکھٹ تاک بھی نہ پہنچے دئے جائیں گے۔

فلله الحمد

اس خاص گھڑی میں ہر ایک سمجھ جاوے گا۔ کہ وہی ذات پاک سزاوار حمد و ثناء ہو

یہاں پارچہ پوسین و پوسین کو نوٹ ختم

ہوئے

حضرت مولیٰ محمد سرور شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن مجید سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

ہے تو سوال کرتے تھے کہ عذاب کب آئے گا۔ فرمایا میں تو نذیر ہوں۔

۶۔ اپریل ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶ رکوع ۲

(سورۃ الاحقاف رکوع ۱۲)

ما سبق نا الیہ۔ جب اور معاملات دنیا میں یہ ہیں پیشوا سمجھتے ہیں تو اس پر قیاس کر کے سمجھ لیں کہ اگر اسلام کوئی اچھی بات موتی۔ تو ہم ان سے پہلے اسے اختیار کرتے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ موجودہ حالات قوم انگریزی دیکھو۔ تو کیا دنیاوی ترقی دیکھ کر دین میں بھی انہیں کی اقتدار کی جاوے؟ کلا

فسیقوں۔ اس ناکید کے لئے بھی آجاتا ہے۔
پس اس کے معنی ہیں۔ یقیناً یہ لوگ کہتے ہیں۔

عربیا۔ کھول کر بیان کرنے والی۔
الذین ظلموا۔ شرک۔

للمحسین۔ کسی دوسرے سے بغیر امید بدلہ بھلائی کرنے والے۔ اخلاص والے
مصدق۔ تصدیق کرنے والی یعنی جو ان کتابوں میں پچ ہے ان کو سچا اور جو جھوٹ مل گیا ہے اس کو جھوٹا بتانے والے۔ چنانچہ قرآن مجید سے یہ امر واضح ہے کہ یہودیوں۔ عیسائیوں کے کئی مسلمہ اصولی مسائل کی تردید فرمائی اور بعض مسائل کی تصدیق۔

سرکار سے بھی جو افسر تصدیق کے لئے مقرر ہوتا ہے وہ بھی یہی کہتا ہے کہ صحیح پر حاد ڈالتا ہے اور غلط کو غلط کہتا ہے۔

فلا خوف۔ قرآن مجید کی بعض آیات والفاظ کی تفسیر دوسرے مقام پر ہوتی ہے۔ مثلاً رب الفلق فرمایا۔ تو اس کی تفسیر فائق الاصاب خالق الحب والنوی سے دوسرے مقام پر کر دی۔ اسی طرح خوف کے متعلق فرمایا۔ تتنزل علیہم الملائکۃ الاتخافوا ولا تحزنوا بالبشرۃ بالجنۃ التی کنتم فی عدن۔ یعنی مصیبتیں تو ان پر بھی آتی ہیں۔ مگر بذریعہ خواب والہام ان کو تسلی دیجاتی ہے جس سے انہیں اطمینان رہتا ہے۔ بلکہ اس خبر کے مطابق جو پہلے ان پر ظاہر کی گئی۔ کوئی ان کا مر بھی جلنے تو ہی پیش گوئی پورا ہونے کی ایسی خوشی ہوتی ہے کہ غم ذرا بھی نہیں ہوتا۔

داموقعہ پر حضرت مولانا سیدنا المسیح الموعود کے بعض واقعات سنائے کہ سخت سخت کرب کی گھڑیوں میں وہ کس طرح خوش و مطمئن رہتے تھے،

وصیتنا۔ تاکید کی ہے۔ جب تاکید و نصیحت کی بات کو ملایا جاوے تو اسے وصیت بولتے ہیں۔ ان آیات میں یہ سمجھایا کہ جب معمولی احسان اور ذریعہ خلق ہونے کی وجہ والدین کی فرمانبرداری لازم ہے۔ تو کیا اس حقیقی محسن خالق کون و مکان کی فرمانبرداری واجب نہیں۔

۲۶
پارہ چھبیسواں رکوع

آغاز سورۃ الاحقاف رکوع ۱

۴۔ اپریل ۱۹۱۱ء

(۱۰۰)

و ارجل مستوی۔ جو دنیا میں ایسے منہمک ہو گئے۔ کہ الہی احکام کی بھی پرواہ نہ کی نہیں سمجھایا کہ دنیا و مافیہا کی سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔

اثراۃ من علم۔ نقل۔ علم وہی ہے جو یقین ہو۔ یہ خوب یاد رکھو۔ کہ عقائد میں مجزہ وحی الہی کے کوئی کام بنیادی اصل نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی واسطے ایتونی بکتا ب من قبل ہذا۔ کا مطالبہ ہے۔

عن دعا لہم غفلون۔ خدا متعالیٰ بھی بعض اوقات دعائیں قبول نہیں کرتا۔ مگر جن مہبودان باطلہ کو یہ پکارتے ہیں وہ تو ان کی پکار سے بھی غافل ہوتے ہیں۔ پھر علاوہ ازین خیر خواہ نہیں دشمن ہو جا دیں گے۔ وحی کے بعد ذریعہ یقین دعا ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ کی ہستی۔ اس کے متصرف بالارادہ متکلم ہونے اور اس کے نبیوں کو برحق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

بعبادتہم کفرین۔ مہبود انکار کریں گے یا ان کی عبادت کرنے والے۔
سعدۃ قبین۔ چون کہ نبیوں کے بعض کمالات کا وہ انکار نہ کر سکتے اس لئے ان کو قریب بہ سحر کر لیتے۔ شریر لوگوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی بات کا جواب نہیں رکھتے تو اسے پوشیدہ سبب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ جو اس قوم کے ادا م باطلہ سے پیدا شدہ دشنام ہوتا ہے۔

ام یقولون۔ بلکہ وہ کہتے ہیں۔
فلا تملکون لی من اللہ شیئاً۔ دوسرے مقام پر فرمایا چکا ہے۔ کہ جو خدا تعالیٰ پر فخر کرے وہ اظلم ہے۔ ظالم کو بغیر سزا کے نہیں چھوڑتا۔ تو اظلم کو کیسے چھوڑ دیکھا۔ پس فرمایا کہ فریق ظالم تباہ ہوگا

شہیداً۔ ہر چیز کی گواہی اس کے مناسب حال ہوتی ہے اللہ کی گواہی اس کی تائید و نصرت ہے۔ اس کے فرستادہ کا مظہر و منصور اور مخالفین کا تباہ و مہرور ہونا۔

بدعاً من الرسل۔ پہچان اس چیز کی مشکل ہے جو بالکل نئی ہو۔ رسول تو پہلے بھی تو پس معیار صداقت واضح ہے۔ اس سے کام لو۔

ما ادری۔ جب اپنے اس سنت اللہ کا ذکر فرمایا جو رسل اور اس کے مخالفین سے مخصوص

۸۔ اپریل ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶۔ رکوع ۳

سورۃ الاحقاف رکوع نمبر ۳

الاحقاف۔ جمع حقیق۔ ریت کے وہ ٹیلے جو ایک طرف جھکے ہوئے
یعنے گرنے کو مائل ہوں۔ ب بمعنی ساتھ اور بمعنی بیچ۔ اس وقت ڈرایا جب وہ احقاف
میں رہتے تھے یا ریت کے ٹیلوں کے ساتھ ڈرایا کہ یہ موجب عذاب بن جائیں گے۔
من بین ید یومن خلفہ۔ خلت ہی سے ان کے معنی کھل گئے کہ آگے پیچھے لحاظ
زمانہ مراد نہیں بلکہ بمعنی قرب و جوار۔

بجھلون۔ جہالت کے ایک معنی نہ جاننا۔ دوم یہ کہ اپنی بات پر پٹ کرنا۔
عادضہا۔ عود کی چیز کا سامنے آنا (ب) وہ بادل جو سفید رنگ کا ہوا اور برسندہ
ان مکناکم۔ نہیں قدرت دی تمہیں ان نافیہ

۹۔ اپریل ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶۔ رکوع ۴

سورۃ الاحقاف رکوع نمبر ۴

صخرنا الکلیت۔ چون کہ مختلف طبائع مختلف مذاق کے لوگ ہیں اس لئے مختلف رنگین
میں ماموران الہی کے لئے نشان دکھائے جاتے ہیں تاکہ کسی طرح رجوع الی الحق کریں۔
قرمانا۔ مقرب کرنے والے۔ دوسرے مقام پر یقرؤنا الی اللہ ذل فی ذلما
خلی لاضرہم۔ واقعات کے لحاظ سے اس وقت صادق آیا۔ جب کہ ایک طرف
مشرکان عرب اپنے نبیوں کے بھروسہ پر اور ایک طرف جناب رسالت اب اپنے واحد خدا
کے توکل پر آپس میں مقابلہ کرتے تھے۔ چنانچہ فتح مکہ آپ کے ہاتھ پر ہوئی۔ تو اس بات کا
فیصلہ ہو گیا یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد فوج در فوج لوگ دین الہی میں شامل ہوئے چنانچہ
اس سال کا نام عام الوفود ہے۔

اذ۔ اس سے پہلے یا بعد فعل ہوتا ہے جو مفسرین نے اذکر لکھا ہے۔
لضر من الجن۔ ہم لوگ جنوں کے منکر نہیں۔ اسی طرح ان کے قائل ہیں جیسے فرشتوں کے
جن بمعنی پوشیدہ مخلوق۔ اس لفظ کا اطلاق پہاڑی مخلوق پر بھی ہے۔
داعی اللہ۔ اللہ کی طرف بلائے والا یا اللہ کا منادی کرنے والا۔
بمہر۔ بھگ سکھنے والا۔

ادلیم یروا۔ کیا یہ لوگ یہ خیال کر سکتے ہیں اور انہوں نے نہیں دیکھا۔
بات تو یہ بیان ہو رہی تھی کہ جو داعی اللہ کو نہیں مانتے وہ عذاب الہی سے ہلاک ہوں گے
چون کہ خدا تعالیٰ کی ایک عظیم شان طافت کا ذکر ہوا تو ساتھ ہی مردوں کے زندہ کرنے کا
ذکر فرمایا۔ کہ اللہ علیٰ کل شیء قدير۔ جس کے معنی ہیں۔ ہر جاہی ہوئی بات پر
قادر ہے۔ فعال لما یرید اور یفعل ما یشاء سے بھی انہی معنوں کی تائید ہوتی
ہے۔

لحریلبشوا الاساعۃ۔ عذاب کا زمانہ آتا ملبا اور مستعد ہوگا۔ کہ دنیا کی زندگی کا

زمانہ بچ نظر آئیگا۔ تکلیف کا مقابلہ آرام کا زمانہ بہت ہی چھوٹا نظر آتا ہے۔

سورۃ الاحقاف کے نوٹ ختم ہوئے

(۱۰)

آغاز سورۃ محمد

رکوع نمبر ۱

پارہ ۲۶ رکوع ۵

۱۰۔ اپریل ۱۹۱۱ء

اضل اعمالہم۔ وہ کام تو کر رہے ہیں۔ مگر جو نتائج انہوں نے سوچے ہوئے ہیں وہ ان
پر مرتب نہ ہوں گے بلکہ ان کے خلاف۔

والذین امنوا۔ ایمان میں یقین و تسلیم شرط ہے یہ بطور تخم اور اعمال بمنزلہ پھل میوے
ہوتی جس کی قوت نظریہ و عملیہ دونوں اعلیٰ درجہ پر ہوں۔ اور پھر دہا نزل علی محمد
پر بھی ایمان ہو یہ کیوں کہ وہ "حق" ہے پس جو آخری مامور کا انکار کرے گا اسے کافر
کہا جائیگا اور مستوجب عذاب کٹھہر یگا۔

کفر عنہم شیئا لہم۔ ایمان لانے سے بدیوں کی جرئت جاتی ہے۔

اختنقوہم۔ اشخان (۱) بوجھ ڈال دینا (۲) خون بہا دینا (۳) کسی ملک میں اپنا
دباؤ بیٹھا دینا۔ آخری معنی مراد میں اپنا سکہ بٹھاؤ۔

منا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر اسی پر عمل کیا کہ احسان چھوڑ دیا
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کثرت سے پھیلا۔

سیجھدیم۔ مقتول ہونے کے بعد ہدایت کے کیا معنی اس کا جواب یہ ہے کہ ہدایت
کے تین معنی ہیں۔ رستہ دکھانا۔ رستہ پر چلانا۔ منزل مقصود پر پہنچانا۔ یہاں آخری
معنی مراد میں یعنی ثمرہ ایمان و اعمال صالحہ دیگا۔

عرقھا لہم۔ بتا دیا ہے وہ جنت یا اس جنت کی تعریف بیان کر دی ہے ان کے لئے
ایک مفسر نے یہ معنی کئے ہیں جو مجھے پسند ہیں۔ عرق کہتے ہیں۔ خوشبو کی مہک کو
جنت کی خوشبو پھیلا دی ہے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ شہید دن کے خون
کی بوکتوری کی مانند ہوگی۔

فتعسا لہم۔ پشکار۔ ہلاکت۔

للكفرین مثالہا۔ نبی کریم کی نبوت کا دامن قیامت تک وسیع ہے اور امت محمدیہ
میں ہر صدی کے سر پر مامور ہوتا ہے پس عذاب بھی تقسیم کے آئین گے۔

مولیٰ۔ آقا۔ ناصر۔ محسبان۔

۱۱۔ اپریل ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶ رکوع ۶

(سورۃ محمد رکوع نمبر ۲)

جنت۔ وہ زمین جہین باغ کے درخت لگائے گئے ہوں۔ من تمہا کے ترجمین مفسرین کو وقت پیش آئی ہے چنانچہ وہ اشجار یا قصور کو مقدر بتاتے ہیں۔ اسے من تحت اشجار و اقصو رہا۔ چنانچہ ایک نے لکھا ہے کہ جنت وہی ہے جس کے باغ میں مکان بھی ہو ایسے شکلات سے بہ اعتبار عورت نکل سکتے ہیں۔ جو زمینیں دریا یا انہار کے کنارے پر ہوں وہ بہت سرسبز ہوتی ہیں اور ان کا نظارہ بہت خوبصورت ہوتا ہے پس یہی مطلب ہے یہاں کہ وہ باغ برب انہار ہوں گے اور ہم بولتے ہیں راوی لاہور کے نیچے بہتی ہے)

یتمتھون۔ کفار بھی نفع اٹھاتے ہیں مگر کہان دنیاوی فانی مزا اور کہان آخرت کا ابدی آرام۔

و یا کلون۔ مومن و کافر میں یہ فرق ہے کہ مومن چلتا ہے بیٹھا ہے کھاتا ہے۔ پیتا ہے۔ توبہ نیت اطاعت اللہ و رسول اور بہ ارادہ احتساب۔ اور کافر چار پاؤں کی طرح اپنی نفسانی خواہش کے لئے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ امت محمدیہ کی مثال ان مزدوروں سے دی جو عصر سے شام تک کام کر کے دوسروں سے زیادہ مزدوری پائیں۔ بیذتہ۔ بہت بیان کرنے والی چیز۔ شہادت۔ دلیل۔ قرینہ کو مینہ کہتے ہیں کیونکہ ان سے امر متعلقہ خوب واضح ہو جاتا ہے۔ مثل الجنة۔ جو لوگ نعمائے جنت کا دنیا پر قیاس کر کے اعتراض کرتے ہیں ان کا جواب اس آیت میں ہے۔

فرماتا ہے۔ اس جنت کی توضیح ان نعماء کے بیان سے ہوگی۔

ماذا قال آلفاً۔ کلام ذود جہین ہے اپنے دوستوں پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم وہاں جا بھی کچھ نہیں سنتے۔ دوم۔ بطور اظہار حقارت اور اذہار اہل کفر کو دہوکہ دینا۔ کہ کس قدر قدر کرتے ہیں کہ پھر پوچھتے پھرتے ہیں۔

ذا دھم ہدیٰ۔ نیکیوں پر چلنے سے خداوند تعالیٰ نیکیوں کی توفیق دیتا ہے اور انسان بدیان کرے تو اور بدیوں کی تحریک ہوتی ہے۔ اشراطہا۔ سب سے بڑا نشان تو نبی کریم کی بعثت ہے۔

۱۲۔ اپریل ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶ رکوع ۷
سورہ محمد رکوع ۳

فاولی لہم طاعة۔ فرمان برداری ان کے لئے بہتر تھی۔ جو پسندیدہ بات ہے۔ فلو صدقوا اللہ۔ مومن کے لئے عبرت کا مقام ہے پہلے پہلے بڑے دعوے کرنے اور پھر وقت پر عمل نہ کرنا بہت برا ہے۔ دوم کسی کی ظاہری صورت پر ہی اعتماد نہ کر لیا جاوے۔

تولیتہم۔ والی بن جاؤ یا لوٹ جاؤ۔

خدا نے مومنوں کو والی بنانا چاہا تو سمجھا یا کہ خدا دنی الارض و قطع رحمسم نہ کرنا۔ جب جنگ کی ضرورت نہ تھی اس وقت جنگ کی خواہش۔ اور جب ضرورت تھی اس وقت جنگ سے منہ پھیرنا۔ ثابت کرتا ہے کہ ایسے لوگ والی بن کر فساد قطع رحم ہی کریں گے۔

لعنہم اللہ۔ ان صفات والے لوگوں کا جو بد انجام ہوا ہے وہ بتا کر غیرت دلائی ۳۱۔ منقطعہ بننے بلکہ خدا کے کلام میں ام تصدیق نہیں ہوتا جو دین سے ایک کی تعین کے لئے آتا ہے۔

اقفالہا۔ وہ قفل جو دونوں کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اسی بات کو ظاہر کرتا ہے مطلب کہ وہ حق قبول نہیں کرتے۔ ایمان کے دو جزو ہیں۔ یقین و تسلیم۔ عنادی کفار حق باتوں کو سمجھتے تو لیتے ہیں بحد و اہما و استقیقہا انفسہم ظلماء علوا۔ مگر مانتے نہیں۔

پس قفل سے یہ مراد ہے کہ چون کہ کافر عناد پر ایسا تلا ہوتا ہے۔ کہ یقین کی راہ اس کے لئے نہیں کھلتی۔ اگر کھلے تو وہ تسلیم نہیں کرتا۔ یہ نہیں کہ سرے سے سمجھ ہی ماری جاتی ہے۔

سنطیعکم۔ ضعیف الایمان۔ ائمہ الکفر اور ادن لوگوں سے جنھوں نے ما نزل اللہ کو پسند نہیں کیا ان ملکد کام کرنا پسند کرتے ہیں اور ان کی بعض باتوں میں جو کہ بظاہر خوشنما معلوم ہوتی ہیں پیروی کرنا چاہتے ہیں اس کا نتیجہ ارتداد ہوتا ہے یہی واسطے کفار کی موالات سے منع کیا گیا ہے۔

فاجبوا اعمالہم۔ یہ انہی لوگوں کی نسبت ہے جن کی نسبت اللہ انہیں امتنا ابتداء رکوع میں فرمایا۔

۱۳۔ اپریل ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶ رکوع ۸

(سورہ محمد رکوع ۱۲)

ولنبیونکم۔ بصیغہ شکم الغیر۔ اس میں فرشتہ وغیرہم شامل ہیں آزمانا معنی ہول تو بھی اعتراض نہیں کیوں کہ اللہ جانتا ہے۔ مگر فرشتے۔ انبیاء مومنین نہیں جانتے مگر لیعلم اللہ من یخاف بالذنب۔ بھی آیا ہے۔ بعض نبیونکم کے معنی بلا میں لانے کے ہوتے ہیں میرے نزدیک خدا کا علم دو قسم ہے (۱) ذاتی۔ جب کوئی چیز مجھ نہ تھی اس وقت بھی تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ جانتا تھا اور اس علم سے اللہ کی ذات کسی وقت خالی نہیں ہوئی۔

(۲) فعلی۔ جس وقت وہ چیز واقع ہو جاتی ہے اس وقت بھی ایک علم ہوتا ہے۔ بلا تشبیہ برائے مثال یہ بات ہے کہ پہلے مکان کا نقشہ ذہن میں ہوتا ہے۔ پھر مکان کے بننے کے بعد اسے دیکھتا ہے۔ تو وہ بھی علم ہے۔ مگر پہلا علم اس شے کی ذات کی نسبت تھا۔ دوسرا اس چیز کی نسبت یہ علم کہ واقع ہو گئی۔ جہاں لیعلم آتا ہے۔ وہاں دوسرے علم کے متعلق مراد ہوتی ہے۔

لنبیونکم۔ کے معنی یہ ہیں کہ ہم تمہیں ایسے کام دین گے جس سے تمہاری اندرونی حالت کھل جائے۔

حتیٰ لیعلم۔ اللہ تعالیٰ کو پہلے علم تھا کہ ایسا ہو گیا۔ پھر یہ علم ہوا کہ ایسا ہو گیا۔ فلا تھنوا۔ پچھلی آیات میں جب یہ ذکر آیا کہ ان کی کوششیں اکارت جائیں گی۔ تو ساتھ ہی مومنوں کو سمجھایا۔ کہ دیکھو تم یہ خیال کر کے کہ اب وہ ناکام ہو رہے ہیں گے۔

کیا کام کرنا ہے۔ تبلیغ نہ چھوڑ دو۔

وتدعوا الی السلم۔ سستی کی وجہ سے صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ بعض ضعیف الایمان جب مخالفین کی مخالفت کو برداشت کرنے کی تاب نہیں رکھتے۔ تو گھبرا کر صلح کی طرف دوڑتے ہیں۔ جس کو دوسرے الفاظ میں مدافعت کہہ سکتے ہیں۔

انما الحیوة الدنیا۔ جو اپنے مخالفین سے ملنا چاہتے ہیں انکی غرض اکثر زیادتی جاہ و جلال اور شہرت ہی ہوتی ہے۔ فرماتا ہے یہ تو کچھ بھی نہیں

یخجل عن نفسه۔ اپنے نفس سے بخل یہ ہوا۔ کہ اگر نہیں دیتا تو آپ ہی نقصان اٹھائے گا اور فائدہ سے محروم رہے گا۔

جب بیج ڈالنے کا وقت ہوتا ہے اس وقت اگر کاشتکار بیج نہ ڈالے تو بیج اس کی جان پر نقصان پہنچائے والا ہوگا۔

سورہ محمد کے نوٹ ختم ہو کر

آغاز سورہ الفتح

رکوع پہلا
(پارہ چھبیسواں رکوع ۹)

۱۶۔ اپریل ۱۹۱۱ء

انا فتحنا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک خواب کی بنا پر مدینہ سے کوچ فرمایا اور مدینہ میں دیر لگایا۔ جہاں آپ کی اڈٹنی آکر خود بخود بیٹھ گئی۔ وہاں صلح کی تحریک ہوئی اور ایک ایسا موقع بھی بن گیا کہ آپ نے صحابہ سے بیعت بھی لی۔ صلح کے شرائط کا خلاصہ یہ ہے۔ (۱) اس سال ہم حج نہ کریں گے (۲) آئندہ سال آئین گے مگر تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں گے۔ (۳) کوئی کافروں میں سے مسلمان ہو کر گیا تو وہ اپس دیدین گے۔ لیکن مسلمانوں سے نکل آیا تو وہ اپس نہ دیا جائیگا ان حالات میں جبکہ بعض اکابر لم نوت الدینۃ فی دیننا کہہ رہے تھے یہ آیت نازل ہوئی جو کہ ایک اعجاز ہے۔ کیونکہ یہ پیشگوئی فتح مکہ پر بڑی صفائی سے پوری ہوئی اور یہی صلح کے معاہدے جنہیں انہوں نے اپنے مفید مطلب باتیں رکھی تھیں ان کی تباہی کا موجب ہو گئیں۔

لیغفرلک۔ فتح کے نتائج بیان فرماتا ہے۔ (۱) غفر ذنب (۲) اتمام نعمت (۳) ہدایت۔ صراط مستقیم (۴) نصر عزیز۔

سابق و سابق سے واضح ہوتا ہے۔ کہ فتح دینے سے گناہوں کی بخشش کو کوئی تعلق نہیں ہو سکتا اور نہ فتح نصرت کا سبب ہے۔ بلکہ نصرت فتح کا موجب بن سکتی ہے پس صحیح معنی یہ ہیں۔ کہ فتح دینے سے مفصلہ ذیل مقاصد مطلوب ہیں۔ جو جو قصور تیرے ذمے (اے نبی) لگاتے ہیں وہ سب کے سب دور ہو جائیں اور ثابت ہو جاوے۔ کہ تو مغفور گزارا ہوں سے محفوظ و معصوم ہے۔ اس سوال کا جواب کہ یہ کیوں نہیں صاف کہا گیا کہ گناہ کیا ہی کوئی نہیں یہ ہے کہ بعض باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کیں۔ جو ان کو

خیال میں گناہ تھیں۔ مگر اللہ کے نزدیک یہ گناہ نہ تھا۔ مثلاً ابو جہل نے آپ کو قطع رحم فساد فی الارض کا الزام لگایا۔ یہ تو صحیح ہے کہ آپ کی بعثت سے بیاباں سے اور بھائی بہن سے جدا ہوا۔ جنگ بھی ہوئے مگر یہ سب باتیں خیر و برکت کا موجب تھیں اس لئے گناہ نہیں عرب کے دلوں میں یہ بات بھی ہو چکی تھی۔ کہ جو کامیاب ہو گا وہ ہی حق پر ہے۔ اب بھی یہی دلیل آپ کی صداقت کی ہے۔ اور ان تمام اعتراضوں والزاموں کا جواب ہے۔ جو آپ کی ذات ستودہ صفات پر لگائے گئے اور لگائے جائیں گے۔ کیونکہ اس خارق عادت و اتمام نعمت و کامیابی کی نظیر اور کسی نبی میں اس اعلیٰ درجہ کے ساتھ نہیں پائی جاتی اس سے ثابت ہو گیا۔ کہ آپ کی زندگی بالکل پاک اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت ہے اسی فتح سے کھل گیا کہ آپ اس صراط مستقیم پر ہیں جس پر چل کر انسان آسانی کے ساتھ کامیابی کی منزل پر پہنچ سکتا ہے۔

اصول اربعہ تناسب سے ثابت ہو گیا کہ جیسے دنیا میں آپ کے رفقاء مظفر و منصور اور وارثان جنات ہوئے ایسے ہی آخرت میں ہوں گے۔ اسی طرح آپ کے اعدا جیسے دنیا میں ناکام ہلاک ہوئے ایسے ہی آخرت کو ہلاکت کے گڑھے میں پڑیں گے۔ جب دنیا کے متعلق جو پیشگوئیاں تھیں وہ پوری ہو گئیں تو آخرت کے متعلق بھی ضرور ہوں اور لیدخل المؤمنین آہ کی آیت پوری ہو گئی۔

ایمان مع ایمانہم۔ ایمان کے چار مراتب ہیں پختہ درجہ سکینۃ ہے۔ جس میں امن کو اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ سے خارق عادت نصرت شروع ہو جاتی ہے (دب) اعمال کے ساتھ ایک نور ہوتا ہے۔ کثرت اعمال صالحہ کے سبب وہی نور اس انسان کو گھیرے رہتا ہے۔

خدا کے وعدوں پر ایمان تو پہلے ہی سے تھا۔ جب پورے ہوئے تو یہ ایک اور ایمان ہو گیا۔

لله جنود السموات والارض۔ بادل۔ ہوا۔ حالات جو نصرت اسلامی لشکر کے لئے کی۔ یہ سب اللہ کے حکم سے تھے۔

۱۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء

(بقیہ رکوع ۹۔ پارہ ۲۶)

شاہداً۔ یہ فتح اس لئے دی کہ ثابت ہو تو خدا کی ذات و صفات کا ایک گواہ ہے رسول کی رسالت کی گواہی کے لئے اللہ کافی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وکفی باللہ شہیداً اور اللہ کی ہستی کا ثبوت ہے۔ رسول کی رسالت ہو اللہ ہی اور رسول رسول۔

جو ذات بمثل ہے اس کے صفات بھی بے مثل ہونگے اور جس کے صفات بمثل ہیں اس کے افعال بھی بے مثل ہوں گے۔ نبی آتا ہے وہ اپنی ذات و صفات و افعال میں مثل رکھنے والا وجود ہے مگر بعض باتیں وہ ایسی بتاتا ہے کہ انکی مثل لانے سے مخلوق عاجز ہوتی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا۔ بے اور یہ خدا کا کلام ہے۔ کیونکہ بے مثل کا ظہور انسان سے ناممکن ہے اور جس شخص کے ذریعہ یہ قبل از وقت خبر دے گی۔ وہ نبی ہے ورنہ کیونکہ اسی کے ہاتھ پر یہ بے مثل فعل الہی ظاہر ہوا۔ لامحالہ ظاہر ہوا کہ اس انسان

حضرت مولوی محمد رفیع شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

۲۶ بارہ حصہ سواں

(بقیہ رکوع نمبر ۹)

سورۃ الفتح رکوع ۱

گزشتہ سے پیوستہ

(۱۰۰)

کا خاص تعلق اللہ تعالیٰ کی بے مثل ذات سے ہے۔

مبشراً و نذیراً۔ یہ گواہی کی دو شانیں ہیں۔ فتح سے ثابت ہو جاوے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے متبعین کے لئے مبشر اور اپنے مخالفین کے مندر میں لے تو منوا۔ جب ایمان (یقین و تسلیم) کا مجموعہ نصیب ہو۔ تو تحقیقی عزت اور نصرت کا جوش پیدا ہوگا۔

تسبیحہ۔ رسول کریم کی پاکیزگی کا اظہار کر دو۔

انما یمایعون اللہ۔ یہ اس لئے کہ رسول کا اپنا ارادہ کوئی ہے ہی نہیں۔ بلکہ اس کے اقوال۔ افعال۔ سب اللہ کے حکم کی ماتحت ہیں۔

۲۰۔ اپریل ۱۹۱۸ء

(پارہ ۲۶ رکوع ۱۰)

(سورۃ الفتح رکوع ۲)

الاعراب۔ گنوار

لوراً۔ ہلاک ہونے والے۔

سعیوا۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو نہیں مانتے ان کے لئے مومنین کی کامیابی (جو انجام کار) ضروری ہے۔ دوزخ بن جاتی ہے۔

لله ملک السموات والارض۔ فرمایا۔ ضرور ہے۔ کہ مومن غالب ہوں اور کفرین غالب نہ ہوں جب کہ غلبہ کے اسباب خواہ وہ زمینی ہوں یا آسمانی۔ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

یفقر لمن یشاء۔ سمجھا یا کہ مومن سے بھی بعض اوقات فقر ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔ اور پکڑتا ہے۔ جو شوخی و شرارت سے کام لے گا ان اللہ غفوراً رحیم۔ یہ اس اعتراض کا جواب ہے۔ کہ پھر ہر کافر کو کیوں جلد نہیں پکڑ لیتا۔ حدیث قدسی میں ہے۔ سبقت رحمۃ علی الغضبہ۔ یعنی جب ایسا موقع آتا ہے تو میری رحمت غالب آجاتی ہے۔ گو وہ لوگ درحقیقت

مستحق عذاب ہو چکے ہوں۔

ان یمد لوالکم اللہ۔ چون کہ پہلے ان کی نسبت ارشاد ہو چکا تھا۔ کہ اب کسی جنگ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک نہ ہو سکیں گے۔ اور اب چاہتے ہیں۔ تو گویا کلام الہی بدلنا چاہتے ہیں اس موقع سے عبرت حاصل کرنی چاہتے۔ کہ اگر حکم الہی کی پروا نہ کی جاوے۔ تو بعد اس کے ایسی حالت ہوتی ہے کہ وہ انسان خود چاہتا ہے لیکن اجازت نہیں ملتی۔

بل تخد دننا۔ یہ ان کا دوسرا قصور ہے کہ اب بظنی سے کام لے کر سمجھتے ہیں کہ ہمارا حشر کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ممانعت ان کی نافرمانی کی پاداش میں ہے۔ مستمعون۔ یہ ایک پیشگوئی جو بڑی صفائی کے ساتھ پوری ہوئی۔

۲۲۔ اپریل ۱۹۱۸ء

پارہ ۲۶ رکوع ۱۱

(سورۃ الفتح رکوع ۳)

لقد رضی اللہ۔ اللہ کی رضا کے حصول کے لئے اپنا مال۔ اپنی آبرو۔ اور سب متعلقین اللہ کے واسطے چھوڑنے پر تیار ہوتا ہے اور اس بات کا امتحان ایک نامور کے وقت خوب ہو سکتا ہے۔

التشجۃ۔ حیدرہ میں وہ درخت جس کے سایہ میں بیت رضوان لی گئی تھی۔

المسکینۃ۔ ایک ایمان دہی ہے یعنی جس کی بنا پر دنیا میں امتیاز۔ امتیاز۔ اس کی نسبت فرمایا۔ من صلی صلواتنا واستقبل فہلنا۔ آہ۔ الحدیث۔

دوسرا وہ جس کی وجہ سے آخرت میں کافر سے امتیاز ہوتا ہے یعنی وہ عذاب نہیں ہوتا۔ جو کافر کو آخرت میں ہوگا۔

تیسرا ایمان وہ ہے جسکی وجہ سے فاسق سے امتیاز ہوگا اس میں اعمال حسنہ۔ ملکات حسنہ اخلاق فاضلہ شامل ہیں۔ چوتھا ایمان وہ ہے۔ جس میں سکینت کا نزول ہو (اس کی تفصیل گزر چکی)

فجّل لکم۔ اس میں اشارہ ہے کہ اسی پر بس سبھو ابھی دنیا میں اور انعامات کے علاوہ آخرت میں بھی بہت کچھ ملیگا۔

ایمان۔ مومن لوگ سمجھ لیں کہ جب دنیا میں خدا نے وعدہ پورا کر دیا ہے۔ تو آخرت کے وعدے بھی ضرور پورے کریگا۔ (۲) دوسرے لوگ یہ سمجھ لیں کہ مومن ہی حق پر ہیں اور کفر ہی دنیا و آخرت میں مظفر و منصور ہوں گے۔

دیکھو یکم۔ فتح اس لئے دی تاکہ تمہارا صراط مستقیم پر ہونا ثابت کرے۔

ولیا۔ دوست۔ آقا۔ رشتہ دار۔ عرب لوگ رشتوں سے مدد لیا کرتے۔ اور دوسروں کو ورثہ تک میں حصہ دار بنا لیتے۔ اور جس کی پناہ میں ہوتے وہ انکی حمایت کرتا فرمایا۔ مبنون ذریعہ میں ناکام رہو گے۔

ہیں۔ جو شکون سے نکالنے والا اور ایسی مضبوط چٹان ہوتا ہے۔ کہ جو اس سے ٹکرا لگا دے۔ وہ خود ہی اپنا نقصان کر لے۔

لیظہر

تاکہ اس کو غالب کر دیوے۔

کفی باللہ شہیداً

ہر چیز کی گواہی اس کے حسب حال ہوتی ہے۔ خدا کی گواہی کی خارق عادت تائید و نصرت ہے۔ جو نبی کے ساتھ شامل ہوتی ہو جس سے ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ یہ بے مثل کام جو نبی کے ہاتھوں سے ظاہر ہوا۔ ضرور اس کا اس لیے کثرت ہستی سے خاص الخاص حق ہے۔

والذین معہ

ثبوت کو واضح کرتا ہے۔ کہ خود اس کے اور اس کی سمیت رکھنے والوں (معدن اشارہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں ہونا ضروری نہیں) کے حالات سے خدا کے جلال کا علم اور یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ پاکوں کی جماعت ہے۔ جیسے کسی ڈیرہ کے بندوں کو دیکھ کر علم ہو سکتا ہے۔ کہ اس ڈیرے والا کس پایہ کا حاکم ہے۔

اشدّ علی الکفار

کفار کے اثر کو قبول نہیں کرتے اور کفار پر ایسا رعب قائم ہوتا ہے کہ وہ مومنوں کے مقابلہ میں گھڑے نہیں رہ سکتے۔

مؤمنون کو غور کرنا چاہیے

کہ خدا کی ہستی کا ثبوت محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود

اور سیدنا محمد کی رسالت

کا ثبوت ان کی جماعت کے اخلاق سے دیا ہے پس ہمارے افعال اگر خراب ہوں گے۔ تو یہ شرم کا مقام ہے۔

یہاں سورہ الفتح کے نوٹ ختم ہو کر

(پہلے)

سنت اللہ۔ اس سنت سے مراد خاص وہ سنت اللہ ہے۔ جو انبیاء کے اتباع اور انبیاء کے مخالفوں کی نبت ہے۔ کہ متبعین کامیاب اور مخالفین ناکام رہتے ہیں۔

بیطن حکمت۔ مکہ کی داوی میں۔

خداوند تعالیٰ نے اپنے مقام کی عزت عجیب طریق سے قائم رکھی۔ الہدائی۔ وہ قربانی جو حاجی مکہ میں ذبح کرنے کے لئے لاتے ہیں۔ ولولہ۔ پہلے فرمایا۔ کہ ان کے اعمال قابل سزا تھے۔ مگر رحمت مکہ کی وجہ سے اور پھر مومنین مومنات کے ایذا پر پونچھنے کے سبب عذاب قتل رد کے کھا ترسیلوا۔ مومن علیحدہ ہو جاتے۔

مؤرخہ ۲۴ اپریل ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۶۔ رکوع ۱۲)

سورہ الفتح رکوع ۲

الرّعیاء بالحقّ

انبیاء اپنی پیشگوئیوں کے معنی سمجھنے میں جو اجتہادی غلطی کرتے ہیں اس کے متعلق یہ واقعہ بہت کچھ روشنی ڈالتا ہے۔ کہ آپ اس خواب کی بناء پر کئی صحابیوں کو ساتھ لے کر آئے۔ مگر صلح حدیبیہ کے مطابق لوٹنا پڑا آخر پھر دوسری بار آئے۔ اور یہ خواب پورا ہوا۔

فعلّم ما تعلّموا

لوگوں نے اپنی طرف سے اسی سال کی خصوصیت سمجھ لی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہر پیشگوئی کے متعلق ایک پہلو خفا کا ہوتا ہے۔ جس کا علم اولاً اللہ ہی کو ہوتا ہے۔ تاکہ ایمان بالغیب کا ثواب قائم رہے۔ اور سخا فون میں بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ یہ لتا خلق المسجد الحرام۔ فتح کے بعد ہوگا۔

فجعل من ددن ذلک

اجتہادی غلطی نقصان رسان نہیں ہوتی۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ کہ وہی صلح اس فتح میں کو جلد لانے کا موجب بن گئی۔

انبیاء کی اجتہادی غلطی پر نادانوں کے اس اعتقاد کا دفعیہ کہتا ہے۔ کہ پھر امر دین میں بھی غلطی کھا سکتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

بالہدیٰ و دین الحقّ

یعنی اس میں کسی قسم کا شک یا کمزوری نہیں بلکہ وہ ایسا دین لاتے

حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید کی نوٹ

Digitized by Khilafat Library

المقسطین - قسط کہتے ہیں ظلم کو۔ انصاف کے معنی قسط کا دور کرنا۔ پس معنی ہوئے ظلم کے دور کرنے والے یعنی منصف۔

مورخہ ۱۶ - مئی ۱۹۱۱ء

(بارہ ۲۶ رکوع ۱۴)

(سورۃ الحجرات رکوع ۲۶)

بعض فیوض جماعت سے مختص ہوتے ہیں۔ اور جماعت پیدا ہوتی ہے۔ اتحاد سے۔ اس اتحاد کے پیدا کرنے کے لئے چند طریقے بتاتا ہے۔

کالیغی - نسخہ کا انجام اچھا نہیں ہونا بلکہ اکثر اوقات لڑائی ہو جاتی ہے۔

ان ٹیکوٹو - اس وقت بہتر یا آئندہ کسی وقت میں ہو جاوے۔

ایک حدیث کا یہ مضمون ہے کہ جو کسی کی تحقیر کرتا ہے یا عیب لگاتا ہے۔ وہ نہیں مرنے۔ جب تک اسی عیب میں مبتلا نہ ہوئے۔

دکانشاء - مردوں کو عورتوں سے جدا کر کے پھر بیان کیا۔ یہ اس لئے کہ عورتوں میں

یہ بیماری کثرت سے ہے۔ ورنہ عام طرز قرآنی یہی ہے کہ مرد کو خطاب ہوتا

ہے۔ اور عورتیں نبی اس میں آ جاتی ہیں۔

نملزو - لہذا کہتے ہیں۔ چٹکی لینے کو۔ نکتہ چینی سے بھی دوسرے دل پر ایسی ہی گرفت

ہوتی ہے۔ جو کسی کی نکتہ چینی کرتا ہے۔ پھر اس کی بھی نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ تو گویا

اس نے اپنی نکتہ چینی کی

(ب) انفسکم سے مراد بھائی بند۔ نکتہ چینی اکثر اپنی کی ہوتی ہے۔ جن کے ساتھ تعلقات

ہوں۔

تنبأ بزدا - نیز۔ پھینکن۔ اصل نام کو چھوڑ کر کسی اور نام کے ساتھ یاد کریں گے۔

بئس الاسم الفسوق - تم اگر کسی کا نام بگاڑو گے۔ تو پھر تم بھی بیکے نمون کے فاسق بنے

جاؤ گے (خدا کے دفتر میں)

ان بعض الظن اثم - بدظنی بہت بڑا باعث ہے تفرقہ کی اس لئے اس سے منع فرمایا۔ چون کہ

بعض ظن اثم میں اور اس کا علم نہیں اس لئے ظن سے بچنا چاہیئے۔

کالیغی - کسی کی ایسی بات دوسرے کے آگے کرنی جو وہ شخص ظاہر کرتی نہیں چاہتا یا اگر اس کے

سامنے کی جائے تو اسے رنج پہنچو۔ اگر چھوٹی بات کی جائے تو وہ بہتان ہے کوئی اس پر کہ میں نہ

رہے کہ سچ بات جانتے ہیں۔

توآب - رجوع بہ رحمت کرنے والا۔ التوب - الرجوع - شعوباً - شاخیں

کہنے۔ ایک دوسرے کی تحقیر جس کی بنا پر نسخہ ہوتا ہے سے منع فرمایا۔ کہ ذاتوں پر کبر ناجائز ہے

ان اللہ علیہم خبیرون - اور اس اقتدار کا علم اللہ کو خوب ہے۔

۱۷ - مئی ۱۹۱۱ء (بقیہ رکوع)

ایمان جو اعتقادی امر کے متعلق ہے وہ تو نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔ مگر دوسرا جو عقائد حقہ اور

بارہ چھبیسو ان نو
رکوع نمبر ۱۳

سورۃ الحجرات رکوع ۱

مورخہ ۱۵ - مئی ۱۹۱۱ء

۱۱۹

خدا تعالیٰ اس سورۃ میں رسول سے فیض لینے کے جو آداب میں وہ بیان فرماتا ہے
لا تخذوا اینین یدی - (دل) باتیں بڑھ بڑھ کے نہ کرو (ب) نہ اللہ رسول
کے احکام پر اپنی دلی خواہشوں اور آرزوؤں کو ترجیح دو۔

وانتقوا - رسول نہ تو عذاب دینے والا ہے نہ دل کی نیت سے واقف پس
اللہ سے ڈرو

ولا تجھروا - قصۃ میں انسان کچھ کا کچھ کہہ جاتا ہے۔ اس لئے قصۃ کی ابتدائی

صورت سے ہی منع فرمایا۔ یہ صحابہ ہی کی قوم تھی۔ کہ کسی اختلاف کو اسی ایک سامر میں

محدود رکھتے تھے۔ جس کے متعلق گفتگو ہوتی اور باقی میں اس کا اثر ہرگز نہ پڑتا۔

ولا تعظم صبرودا - صبر کرنے کو ظاہر ہو جاتا اور عملی رنگ میں شہادت مل

جاتی کہ رسول کی عظمت اولی کے دلوں میں ہے۔ اور یہ اس کے لئے اپنا وقت۔

اپنا کام چھوڑ سکتے ہیں۔

ان جاءکم - وہ امر تھے۔ صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منظر اقم میں لو

اس منظر بننے اور فیض رسالت جذب کرنے کے لئے آداب سکھائے۔ دوسرا اشتداد

علی الکفار رحما بینہم - ان کی صفت تھی۔ اس کے متعلق اسباب بتاتا ہے۔ تاکہ

باہمی تعلقات درست رہ سکیں۔ تعلقات اسی طرح بگڑنے میں کسی نے بات سنائی انہوں

نے یقین کر لیا اور باہمی کینہ بیٹھ گیا۔ ایسی غلط فہمیاں سے بچنے کے لئے بہت عمدہ راہ بتائی

خبر لائے والا بعض اوقات نیک آدمی بھی ہوتا ہے۔ مگر وہ دوستوں میں بگاڑ پیدا کرنے والا

فاسق ہے۔

لعتنم - البتہ تم دکھ میں پڑ جاؤ۔

وان طائفن - پہلے وہ امور بتائے جن سے بگاڑ پیدا ہو سکتی ہے اب اگر بگاڑ پیدا

ہوگئی۔ تو اس کا علاج بتاتا ہے۔ جو شخص غیظ و غضب سے بھر جاتا ہے۔ وہ اپنے نفع و

نقصان کو نہیں سچ سکتا۔ اس لئے دوسرے مومنوں کو فرمایا کہ وہ اصلاح کریں۔ جیسا کہ

کسی معنہ۔

مجتون - دیکھ کے امور کا برا انجام معتبرین کے سپرد ہے۔

سے ہے۔ اس پر مبنی بھی میں کجب لینے والے اسکو لیتے ہیں یعنی ان کے پاس وزن کی برائیاں اور یکساں لینے والے بیٹھے ہیں وہ ان سے لیتے ہیں یا وزن ملاقات کرنے والے ملاقات کرنے ہیں۔ عقیقہ۔ تیار۔ عقیقہ۔ اور اور پھر بنا۔ پہلو تہی کرنا۔ نفخ فی الصور۔ صور پھونکا جائیگا۔ ان کی صورتوں میں رُوح پھونکی جائیگی۔ سناٹی۔ جانور کوجب چلائے میں جو آگے سے چلانے والا ہوتا ہے اسکو قائد کہتے ہیں اور جو پیچھے ہوتا ہے اسکو سائق۔ کفار۔ منکر۔ ناشکر۔ اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے العاقلین میں سے اللہ کی کتاب ہے۔ پھر اس کا رسول۔ جو ان کو نہیں مانتا وہ بڑا ہی ناشکر اور پکا کافر ہے۔ عقیقہ۔ حق کا دشمن۔ بالوعید۔ لا سئلن جہنم من الجنة والنا اجمعین (۲۱) فمن تبعك منهم فان جہنم جزاؤکم۔ جزاء موفراً۔

۲۱۔ مئی ۱۹۱۱ء پارہ ۲۶ رکوع ۱۷ سورہ ق رکوع ۳

حفیظ۔ اپنے اعمال کو۔ اپنے مال کو خدا کی نافرمانی کی راہ سے بجائے۔ ولدینا مزیدا۔ صوفیا کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دہرہ مراد ہے۔ قرن۔ زمانہ کے ایک حصہ کو کہتے ہیں زمانے کے لوگوں کو بھی قرن کہتے ہیں اور صدی کو بھی کہتے ہیں۔ نقبوا۔ لقب سوراخ کو کہتے ہیں اتنے بڑے زبردست تھے کہ پہاڑوں کو کھود کھود کر گھر بناتے۔ فی ستمۃ ایام۔ چھ وقتوں میں رات اور دن کے مجموعہ کو بھی یوم کہتے ہیں۔ زمانہ کے ایک حصہ کو بھی یوم بولتے ہیں اور دن کے حصے پر بھی اس کا اطلاق ہے۔ سبھم جمل ربک۔ تسبیح خدا کو نقصوں سے پاک ماننا۔ حمد اللہ کو پاک صفات سے متصف جانتا جو اللہ کو پاک جانتا ہے اسے بھی اللہ تعالیٰ پاک کرتا ہے۔ سورہ ق کے نوٹ ختم ہوئے۔

۲۲۔ مئی ۱۹۱۱ء پارہ ۲۶ رکوع ۱۸ سورہ الذراریت رکوع ۱

الذاریت۔ بکھیرنے والی۔ الحبل۔ اٹھانے والی۔ الجاریت۔ چلانے والی۔ المقسمت بانٹنے والی۔ یہ صفتیں ہواؤں کی ہیں۔ دراصل فرشتوں کی صفتیں ہیں یہ ہوا میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے حکم کے نیچے رکھی ہیں۔ یہ تین دعویٰ کے ثبوت میں بطور دلیل کے ہیں۔ دعویٰ یہ ہے کہ جزا و سزا کا سلب برق ہے ثبوت یہ دیا ہے کہ جیسے دنیا کے کام ظاہری ایک سلسلہ آتا کی ماتحت ہیں اور ان پر نتائج مرتب ہوتے ہیں ایسے ہی روحانی عالم میں ان اعمال کا ایک نتیجہ ضروری ہوگا۔ اور اس میں تغلف نہیں اور قیامت کے قیام کے لئے اسباب جمع ہو رہے ہیں۔ ذات الحبل۔ (۱) جالی دار۔ جبکہ بت میں جو رہتے ہیں انکو بھی کہتے ہیں (۳) ٹیلے۔ یوفک۔ پھیرے جلتے ہیں۔ اللہ کے سوا آسمان کی باتیں اور کسی کو معلوم نہیں ہوتیں۔ علی الذاریفتون۔ جس میں سونے چاندی کو دھوا تے ہیں اسے فتنہ کہتے ہیں۔ آگ میں اسلئے ان کو ڈالا جاوے گا کہ وہ کھوے جائیں۔ الحوروم۔ جو لوگ باوجود احتیاج کسی سے کچھ نہیں مانگتے خواہ کتنا ہی فاقہ آجاوے۔ آذہ الحق۔ یعنی انما وعدہ دون لصاوق

ان الذین لواقمہ۔ سورہ ۲۳۔ مئی ۱۹۱۱ء پارہ ۲۶ رکوع ۱۹۔ سورہ الذراریت رکوع ۲

راغ۔ چلا۔ سمین۔ مونا تازہ۔ دوسری جگہ صندیا ہے جس کے معنی میں بھونکا ہوا اوجس۔ ایجاس۔ کوئی خوف دل میں آجاوے اور اسے ظاہر نہ کر سکے۔ صریح میلانی میں۔ یہاں پارہ چھیونان کے نوٹ ختم ہوئے۔

اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ۔ لکات حسن کے متعلق ہے وہ بڑھتا گھٹتا ہے۔ تیسرا اور ایمان جسے سکینہ بھی کہتے ہیں وہ بھی بڑھتا گھٹتا ہے۔ لسم تو منوا۔ میں وہ ایمان مراد۔ جس میں تسلیم کے ساتھ یقین بھی شامل ہے اور وہ تیسرا اور جبر ہے۔ اسلما۔ ظاہری فرمان برداری کر کے اپنے تین اس سے بچا لیا کہ ان سے کفار جیسا سلوک کیا جاوے۔ کایتکم۔ کم نہ کرنا۔ غفور رحیم۔ پہلے قصوروں کے بذات کج اور آئندہ قصوروں کے صدور سے بچا دینا والا اور نیک اعمال کی نیک جزا دینے والا۔ لسم یوتاوا۔ کسی طرح کا قول و فعلی اضطراب نہیں ہوتا۔ جاہدا۔ یہ اس ایمان کے ثمرات ہیں۔ ہم الصادقین۔ دوسرے مقام پر صدیقوں فرمایا۔ سمجھایا کہ اپنی اعمال کو بڑھ بڑھ کرے۔ تو صادق سے صدیق بن جائیگا۔

سورہ الحجرات کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ ق رکوع ۱

(پارہ ۲۶ رکوع ۱۵)

(مورخہ ۱۸۔ مئی ۱۹۱۱ء)

ق۔ قادر قدیر خدا کی طرف سے یہ کتاب نازل کی گئی ہے۔ القرآن المجید۔ اس مجدد بزرگی والے قرآن کی قسم۔ یعنی یہ گواہ ہے کہ خدا تعالیٰ قادر ہے۔ کیونکہ ہر شخص کے کلام ہی سے اس کی طاقت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بل عجبا۔ یہ وہ خدا کے قادر ہونے کے قائل پھر بھی بنی اسرائیل سے نبوت کو عجیب سمجھیں۔ پھر شرکین وغیرہم جو اسے کھٹکے کو نامکمل سمجھتے ہیں اور خدا کو قادر بھی مانتے ہیں۔ ما تقرر الا رض۔ اس میں یہ بات سمجھائی۔ کہ جو حصہ کم ہوتا ہے (بدن) وہ ہم عرب جلتے ہیں۔ مگر باقی رہنے والی چیز تو اور ہے اس کا نام رُوح ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد دہانی جو کچھ گھٹاتی ہے اسے بھی ہم جانتے ہیں اس کے ذرات ہمارے علم میں محفوظ ہیں اور وہ ہمارے فرمان پر لکھے ہوں گے۔ افلم یبظروا۔ اپنی طاقت کا ثبوت پیش فرماتا ہے تا اس سے رسالت اور دوبارہ زندگی کا مسئلہ حل ہو۔ بھیک۔ چلتی برقی چیز۔ بڑ رونق۔ نظام جہاں دیکھنے سے دونوں مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ تبصرۃ۔ بصیرت پیدا کرنے کا فریہ۔ ذکوئی جس کے دیکھنے سے دوسری چیز یاد آئے۔ پس اس جہاں کو محض جہانی فائدے کے لئے نہیں بلکہ روحانی فائدے بھی ہیں۔ حنیب۔ جو خدا کی طرف جھکنے کا وصف رکھتا ہو۔ وہی ان نتائج تک پہنچ سکتا ہے من السماء۔ مبنی سے۔ مبارک۔ جس چیز سے بہت حاصل ہو بہت بڑکتا ہے۔ احیینا یہ امکانی دلیل ہے قیامت کی۔ جیسے پانی برسنے سے قسم قسم کی روئیدگی نکل آتی ہے اور مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح قیامت قائم ہوگی۔ حق وعید۔ سکتا ہاں رسول قائلین قیامت ہوتے ہیں) ہلاک ہوئے اس سے بھی ثابت ہوا کہ قیامت حق ہے۔ افعینا۔ یہ اور دلیل دی ہے۔

۲۶ پارہ رکوع ۱۷۔ سورہ ق رکوع ۲

توسوس بہ نفسہ۔ دوسری کسی چیز کا دل میں کھٹکنا۔ جبل الودید۔ دل کی رگ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم سے کوئی چیز غائب نہیں ہم جانتے ہیں اور دل کی رگ سے بھی ہم قریب ہیں۔ اذ یتلقى المتلقین۔ کسی سے کوئی چیز یعنی یا مان یعنی۔ اور اصل میں طیفاۃ

حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

شروع پارہ تیسواں

دکوع نہ

(سورۃ الذاریت رکوع نمبر ۱)

مؤرخہ ۲۲ مئی ۱۹۱۱ء

مسق مہ - ٹھیک ٹھاک - نشان کردہ

مسفین - خطا کار - شریعت نے جو وعدہ قائم کیا ہے ان سے بڑھ کر کوئی کام

کیا جاوے تو وہ اسراف ہے۔

برکتہ - رکن - طاقت

ملیم - طاعت اٹھانے والا - بری حالت میں۔

سورۃ الذاریت - رکوع ۳ پارہ ۲۷ رکوع ۲

۲۴ مئی ۱۹۱۱ء

موسعون - فراخ کرنے والے ہیں۔

تذکرہ - یاد کرو - تذکرہ یاد دہانی کو کہتے ہیں۔

فقر الی اللہ - جس طرح ایک بچہ کو اس کی ماں مانتی ہے تو وہ اسی کی طرف ڈرتا

ہے اسی طرح مومن کو چاہیے کہ جب اسے کوئی دگر پہنچے - تو خدا ہی کی طرف ڈوے

دلا تجملوا مع اللہ الہا آخر - آلہ معبود کو کہتے ہیں اور معبود اسے جس کی کامل

تعمیم سے فرمان برداری کی جاوے۔

سورۃ الذاریت کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۃ الطور - رکوع ۱ پارہ ۲۷ رکوع ۳

۲۵ مئی ۱۹۱۱ء

دیتی - لمبی چوڑی تختی - انھوں نے تورات کو اس طرح بنا کر رکھا تھا کہ جس طرح چرخ

ہوتا ہے - یعنی ایک رول پر چمڑا وغیرہ لپیٹا ہوا - جن جن بڑھتے جاوے کھولتے جاوے۔

البيت المعمور - حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تھے - تو انھوں نے ایک خیمہ و مہلوے کے

لئے بنایا تھا دشمن اسے گرانے چاہتا تھا - مگر خدا جس کا نگہبان ہوا اسے کون گرا سکتا ہے

معمورین ظاہر کیا ہے کہ وہ آباد رہے گا - اور السقف المرفوع سے یہ کہ وہ بڑی شان والا

مکان ہے - جب بیت اللہ کو بنایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرز پر بنایا۔

مسجود - پر کیا ہوا - چہرا ہوا - اور ایک معنی یہ بھی کہ میں کہ اٹھرا ہوا - اللہ تعالیٰ

نے ان قسموں کے بعد یہ دعویٰ پیش کیا ہے کہ ان عذاب و عذاب لواقع - بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے۔

نیا میں کوئی رسول نہیں آیا - مگر لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور اول کو ہلاک کر دیا اسہن مشرکین کو بتایا گیا کہ یہ نبی (سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرز پر آیا ہے۔

پہلے دنیا میں جو رسول آئے ہیں وہ خاص ایک قوم کے لئے آئے - مگر نبی کریم جو آئے وہ سب کے لئے نبی ہو کر آئے - کوئی بستی نہیں کوئی قصبہ نہیں - مگر اس میں ضرور کوئی نہ

کوئی نذر آیا ہے - نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب رسولوں کے منظر میں - اور آپ جامع کمالات بھی ہیں - جس طرح حضرت موسیٰ کا مقابلہ فرعون کے ساتھ تھا اسی طرح آپ

دائے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابھیل سے ہوا - اسی نسبت کے لحاظ سے حضرت موسیٰ کا ذکر کیا ہے - یعنی جس طرح خداوند تعالیٰ کی وحی حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی - اوفدا

کی طرف سے ان کو کتاب دی گئی اور ان کا عبادت خانہ قائم اور محفوظ رہا اور وہ سمندر سے صیغہ و سالم نکل آئے اور دشمن ہلاک ہوئے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

قرآن مجید دیا جاوے گا ان کے معابد معور و مرفوع رہیں گے اور یہ کامیاب اور دشمن ہلاک ہوگا۔

مودا - جو بہت جلدی سے گزراوے یعنی اس دن عذاب آئے گا اسے کوئی روکے والا نہ ہوگا - یہ واقع ظہر کے طور پر قیامت کو ہوگا اور بطور اطمینان جنگ بدر والے دن یہ سب کچھ پورا ہوا بادل آیا - بارش ہوئی جس سے مومنوں کے قدم جم گئے - اور بڑے

بڑے امرا ہلاک ہوئے۔

خوض - نچھ چینی

دعا - دھکیلا

بقیہ رکوع ۲۵ مئی ۱۹۱۱ء

قرآن کریم میں حق کی طرف لانے کے لئے مختلف راہیں بیان کی گئیں ہیں - چنانچہ ازالہ جہل

نہا بھی ہیں جو مبتدیان کے لئے وعدہ کی گئی ہیں یعنی رسولوں کی اتباع کرو گے - تو تمیز

ملین کی۔

بماکنتم تعملون - بسب تمہارے کام کرنے کے۔

حود - گردیاں

عین - فراخ چشم

امتد نفسم - امداد - قدر ضرورت سے زیادہ دینے کو کہتے ہیں پس مطلب یہ ہے کہ

ہم ان کو قدر سے زیادہ دین گے۔

المعوم - زہریلے ہوا کے عذاب۔

سُوْرَةُ الطُّورِ رکوع ۲۔ پارہ ۲۷ رکوع ۴

مُورَخہ ۱۷ ارجل ۱۷

خدا کو۔ چنانچہ انبیاء و پیغمبروں کو اس کی طرف سے وحی ملتی رہی ہے۔ اس لئے ذکر فرمایا۔

کاہن۔ اس ملک میں ایسے لوگوں کو غالباً ارٹھ پو پو کہتے ہیں۔ جو عرب میں مقفی عبارتوں میں پیشگوئیاں کرتے۔ اگر خبیث کی خبر نہ ہو تو پھر ایسے لوگوں کو شاعر کہتے۔

ایسے ایسے الزام محض اس لئے کہ وہ مکہ میں نبوی کا انکار کر سکتے تھے۔ پس ایسے کمالات کو وہ ایسی باتوں کی طرف منسوب کرتے کہ یہ کام ہی نہیں یا شاعر ہے۔ حالانکہ ایسے لوگ اکثر فیل ہی رہتے۔ اسی لئے نعمت ربک میں فرمایا کہ تجھ پر بڑے بڑے انعام آہی ہیں از انجملہ یہ کہ آئندہ آئندہ اسلام غالب آ رہے جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔ اَللّٰمُ يَرْوِا اَنَا نَانِي الْاَرْضِ تَنْقِصُهَا۔ مِنْ اَطْرَافِهَا اَذْهَمُ الْغَالِبُونَ۔ یعنی کفر کی زمین گھٹا جاتے ہیں اور وہ بھی بحالت ضعف کی زندگی میں۔ ہمارے مسیح و عیسیٰ کے بارے میں بھی یہی دلیل صداقت ہے۔ کہ احمدی بڑھتے گئے اور غیر احمدی گھٹتے۔

دیب الموثون۔ موت کا حادثہ۔

اُمّ ہم قوم طاعون۔ بلکہ یہ لوگ سرکشی کی وجہ سے نبی کو کاسن۔ مجنون شاعر کہہ رہے ہیں۔

بل لایہموتون۔ تقوا کہنے کی جڑ بے ایمانی سے انکی دیکھ آگے فرماتا ہے۔

فلما اتوا احدیت مثلاً۔ ذات الہی بے تسل ہے۔ تو اس کے صفات افعال کلام بھی بے مثل ہے۔ پس اگر یہ انسانی کلام ہے۔ تو اس کی مثل لاؤ۔ حضرت مسیح موعود کی صداقت بھی اس آیت سے ظاہر ہے آپ کی بعثت کی کتابوں کی مثل باوجود خودی کے کوئی نہ لاسکے۔ آپ کو یہ معجزہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کی طفیل الطور تخلص کے دیا گیا۔ تا دنیایا رجعت قائم ہو۔ کہ جناب خاتم الانبیاء کے غلام کا مقابلہ بھی عمار و فضلار مخالفین سے ممکن نہیں۔ چہ جائیکہ خود آقا اور اس کے مولا کے کلام کا واقع میں ہی نشان اس زمانہ میں ایسا نشان ہے۔ جو قیامت تک باقی اور تمام آنے والی قوموں کے لئے حجت ہو سکتا ہے۔

اُمّ خلقوا من غیر شئی۔ شرکوں سے سوال ہے کہ تمہارے معبود جو ہیں ان میں مابہ الاستیاز کیا ہے۔ جیسا کہ دوسرے پڑ فرمایا۔ اُمّ لہم ارجل یشون بھائی۔ صرف انہی کے پاؤں میں جن سے وہ چلیں۔ دوم یہ کہ وہ غیر معمولی مخلوق نہیں تو کیا خالق ہیں اور پھر زمین و آسمان (جن پر ہمارے بقا کا دار ہے) کے خالق ہیں دوسرے معنوں کے لحاظ سے کفار مراد ہیں۔ اور ان کو دانا ہے کہ کیا وہ غیر معمولی مخلوق ہیں یا صرف وہی مخلوقات سے رہ گئے ہیں کہ ان کے فناء سے حرج واقع ہو یا خدا کی مانند خالق اور اسی طرح طاقتور ہیں کہ عذاب الہی سے محفوظ رہیں گے۔

عند ہم خزائن دیک۔ خواہ معبود مراد ہوں خواہ کفار۔ مشرکین و دونوں پر عین ملزم قائم ہے

اُمّ لہم سلم۔ فرمایا کہ اگر پہلی باتیں نہیں تو کیا یہ بات ہو کہ ان کو کوئی آسمانی

ظلال ملتی ہے۔ اس کے ساتھ سلطان مبین ضروری ہے۔

اُمّ لہ البنت و لکم البیون۔ نفس البنت کو تو اس دلیل سے رد فرمایا کہ جو چیزیں نفس سے باقی نہیں صرف اس کے لئے اولاد کی ضرورت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ازل سے اب تک ہے تو اس کے لئے اولاد کیسی۔ صحیفہ قدرت بھی اس پر گواہ ہے۔ کہ جو چیزیں مابقیہ عالم رہ سکتی ہیں ان کا قائم مقام کوئی نہیں اور جو چیزیں رہ سکتی ہیں ان کا قائم مقام ضرور ہوتا ہے۔

بیہان چون کہ بیہیون کا ذکر ہے اس لئے اسے اس طرح رد فرمایا کہ تم اللہ کو منہج صفات کاملہ یا کم از کم اپنے سے بڑھ کر مانتے ہو پس جب اپنے لئے لڑکی کو ایک منہج سمجھتے ہو۔ تو خدا کے لئے کیوں کثایت کرتے ہو۔

مشقولون۔ یعنی کسی دلیل کی وجہ سے انکار نہیں بلکہ کسی چٹھی سے بہہ رہی گرتے ہو وہ بھی نہیں۔

فہم یکتون۔ کسی غیب پر اعتماد ہے کہ اگر ایمان لائیں گے تو فلاں فلاں مصائب میں بچیں جائیں گے۔

مکیدون۔ وہ جنگ اور تدبیر میں انہی کفار پر انکی بڑا کرتی ہیں۔

اُمّ لہم آلہ غیب اللہ۔ یعنی ان کا خدا کوئی اور ہے۔ کہ خاتم الانبیاء کے خدا کی حکم کی پروردگار نہیں۔ دو خدا اگر برابر ہیں تو ایک لقو ہے۔ اگر ایک کم تو وہ بوجہ امتیاج خدا نہیں۔ اسی واسطے سبحن اللہ عما یشرکون فرمایا۔

۱۸۔ جون ۱۹۱۱ء

بقیہ۔ ۲۷ پارہ رکوع ۴ سُوْرَةُ الطُّورِ رکوع ۲

وان یروا۔ کچھ دلائل کا ذکر ہوا۔ اب فرماتا ہے اگر ایسے نشان بھی دکھائے جائیں جو وہ مانگتے ہیں۔ تو بھی قسم قسم کے بنائے بنائے لیکن۔ مثلاً یہ نشان ہے کہ آسمان کا ایک ٹکڑا گر پڑے۔ اور وہ بھی ہم پر۔ اب سوچئے کا مقام ہے کہ جب ٹکڑا گرے گا تو ہلاک ہوں گے۔ پھر ایمان کب لا سکتے ہیں اور دیکھ کر بھی ایمان لانے کی توفیق نہیں بلکہ تحت یاتر ہی کریں گے کہ یہ تہ بہ تہ بادل ہے۔

یصعقون۔ صاعقہ گرنے والی بجلی کو کہتے ہیں (۲) وہ امر جو انسان کو بے ہوش کر دے (۳) وہ عذاب جو انسان کو پریشان کر دے۔

فان دھم حتی یلقوا۔ ہر ایک آیت کا ایک خطر ہوتا ہے ایک بطن یہ حالات اگرچہ قیامت کو پیش آنے والے ہیں مگر اس دنیا میں بھی لیل و نین شب آئے۔ چنانچہ پہلے جنگ بار کے دن کسفا من الیہاء ہا دل آئے۔ کفار شکست یاب ہو گئے۔ اور کوئی نصرت ان کی نہ کر سکا۔ پھر اس کے بعد فتح مکہ کے دن مشرکین عرب اپنے ارادوں میں ناکام رہے۔ یہودی۔ عیسائی اور دیگر قومیں کچھ مدد نہ کر سکیں اور اسلام کو ٹوٹکا بیچ گیا۔

عند ابادون ذلک۔ جو لوگ اسلام کے خلاف کوششیں کرتے رہے۔ ان کے ہوی۔ بجز۔ بھائی بہنوں کا مسلمان ہو جانا کیا کم دکھ تھا۔

مسبحو محمد ربک۔ اس موعود یوم کے لئے صبر فرمایا۔ اور صبر کے لئے

تسبیح و تحمید فرمائی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو فضیلتوں سے پاک جاننا اور اس تدوینیت کو عالم پر ظاہر کرنا اور صفات کاملہ سے متصف جاننا اور بیان کرنا خود یہ سبق سکھاتا ہے کہ انسان صبر سے کام لے اور کسی کی ہلاکت یا اپنی تکلیف پر بے صبری نہ کرے۔

سورہ الطور کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ النجم رکوع ۱ پارہ ۲ رکوع ۵

۱۹ جون ۱۹۱۱ء

والنجم اذا هوى۔ قسم ہے نجم کی۔ جب وہ گرے گا ہے مفسرین نے اس کی مختلف وجوہات لکھی ہیں جو دور از کار ہیں۔ عمدہ ان میں سے یہ بات ہے۔ ستارے جو طلوع ہونے میں۔ بھرغوب بھی ہو جاتے ہیں اور عرب میں ستاروں سے لوگ راہ پکارتے تھے۔ اور ٹوٹنے والے شہر کو نجوم للشیاطین فرمایا۔ پس فرمایا کہ جب شہر شیاطین کو دور کرتے ہیں۔ تو اس نبی کی وحی میں کوئی شائبہ ضلالت نہیں ہو سکتا۔ پہلے معنوں کے لحاظ سے اس کی تفسیر یوں ہے کہ ستاروں کے قرب و بعد کے لحاظ سے انسان راہ پاتا ہے۔ مگر غروب کے وقت غلطی کا احتمال ہے۔ مگر جو ستارہ نبی کا رہنما ہے۔ وہ ایسا نہیں کہ غروب ہونے والا ہو پس اس سے غلطی نہیں ہوگی۔

علمہ شدید القوی۔ اس ستارہ کی تجدید شروع ہوتی ہے۔

ذو مریۃ۔ قوت والا۔

فاسستوی۔ کسی چیز پر ٹھیک مرست ہو کر بیٹھ جانا۔

بالافق الاعلیٰ۔ منہائے بصر جز میں اور اس شے کے درمیان نظر آتا ہے جیسے ہم لوگ اپنی زبان میں سہا کہتے ہیں۔

مفسرین حضرت جبریل مراد لیتے ہیں اور اس کے ثبوت میں سورہ تکویر کی ان آیات کو پیش کرتے ہیں۔ انه لقول رسول کریم الی دلقد ادا بالافق المبین۔

لیکن اس میں ایک مشکل ہے اگر جبریل مراد لی جاوے۔ تو پھر فادوحی الی عبدہ کی ضمیر بھی اس کی طرف پھرے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبریل کے عبد تہن گے۔

پس علیہ اللہ القوی کا فاعل تا آخر اللہ ہی ہے۔ اور کان قرب قوسین میں جس قرب کا بیان ہے۔ وہ بھی تمام صوفیاء کرام کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے ہے۔

پھر ایک اور دلیل دیتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ جبریل کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ آسمان کے کناروں پر دیکھا۔ مگر یہ دیکھنا اس بات کی کیوں کہ دلیل ہو سکتا ہے کہ تعلیم دینے والے اور منازل قرب پر پہنچانے والے بھی جبریل ہی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ خدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور اس کلام سکے وحی ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ کہ آپ کا معلم شدید القوی ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم فرمائی۔ آپ کو اعلیٰ مدارج پر پہنچایا۔ مقام قرب دیا۔ پھر وحی سے ممتاز کیا یا یوں معنی کئے جائیں کہ زور اور حملوں سے مامور کی صداقت ثابت کرے گا۔ مخالفین کو ہلاک۔ اور وہی ہدایت دینے والا ستارہ ہے جو اس جہان پر حکومت کر رہا ہے (یہی فاسستوی کے معنی ہیں) اور وہ خدا آسمان کے کناروں پر بٹھتا اور یہ دیکھنا کشفی ہے۔ اور اس قسم کی رویت سے جسمیت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ انسان کے دیکھنے کے لئے ضرور ایسی صورت ہونی چاہیے۔ جیسی اس دنیا میں دیکھی جاتی ہے پھر قریب ہوا اور ٹھکا۔ اور مراد اس سے ظہور قرب ہے۔ کامل میر یہ ہے۔ کہ سائلت سبوت فی اللہ الی اللہ کر کے پھر انسان کی ہدایت کی طرف لوٹے (فندلی) ایسا قرب ہوا جیسے دو کمانوں کے ملنے سے درمیان میں دوری رہ جاتی ہے۔ پس اس قرب کی حالت میں وحی ہوتی پس پکنا ہو تو کیا۔

ماکذب الفواء۔ بعض وقت ایسی بات ہوتی ہے کہ ستارہ تو ہے۔ مگر غفلت کی وجہ سے راستہ خطا ہو جاتا ہے۔ فرمانا ہے کہ پوری توجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائم ہے۔ پس وہ ایسی غلطی نہیں کر سکتے۔

۲۰ جون ۱۹۱۱ء

بقیہ سورہ النجم رکوع ۱۔ پارہ ۲ رکوع ۵

نزلة۔ نزول سے ہے۔ یعنی بنایا کہ انسان روحانی چیزوں کو جہانی چیزوں کے رنگ میں دیکھتا ہے۔ اسی طرح وہ چیز دیکھنے کے لئے دور سے قریب ہوتی ہے۔

سدرۃ المنتھی۔ لفظی معنی انتہاء کی پیری۔ ایک مقام کا نام ہے کیونکہ فرشتوں کا عروج اسی مقام تک ختم ہوتا ہے۔

مالیفتی۔ عجیب و غریب جن پر ڈھانگ رہی تھی۔

ما راع البصر و ما طنی۔ بغیر کسی غرض کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ ذات الہی کی طرف لگی رہتی۔ اور ذرا بھی اوپر ادھر طبیعت نہ لگتی۔ مشرکین بھی گواہی دیتے۔ ماجر بنا علیہا الکذب۔ اور نبی کریم بھی بڑے دعوے سے کہتے ہیں دلقد لثبتہ فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔

اخریتم۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنے رب کی آیات دیکھیں۔

تم نے کیا دیکھا۔ لات و عری۔ جن کی الوہیت کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ لوگ اعتراض کرنے میں دلیر ہوتے ہیں۔ مگر خود کسی بات کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ مثلاً یہ تو پہچین کر

سیح موعودہ کی صداقت کا کیا ثبوت ہے۔ مگر خود یہ بھی نہ بتا سکیں گے کہ نبی کریم یا دیگر انبیاء علیہ السلام کی نبوت کا کیا ثبوت تمہارے پاس ہے۔ جسکی بنا پر تم نے ہونا مانگا تاکہ انہی دلائل سے حضرت یح موعود کی صداقت ثابت کی جاوے۔

ضیغزی۔ خارہ والے۔

الاسماء۔ محض نام میں ان کے نیچے حقیقت کوئی نہیں۔ افسوس کہ مسلمانوں میں بھی پرستی قبہ۔ پرستی جہان تک بڑھ گئی ہے۔ کہ علاقہ ہزارہ میں ایک کھوٹے دگہ سے اکی قبر کی پرستش کی جاتی ہے۔ پشاور کے اکثر گھروں میں جلی قبرین بنی ہوئی ہیں۔

الهدی۔ قرآن مجید۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
ما متی۔ مشرکین نے ایک آرزو بنا رکھی ہے۔ کہ ہولاء شفاعت عند اللہ اور یہ مسبود ہیں غالب کر دیں گے۔ فرماتا ہے کیا محض خیالی پلاؤں سے کچھ بنتا ہے۔

مرضہ ۲۱ جون ۱۹۱۱ء

پارہ ۲ رکوع ۶۔ سورہ وانجم رکوع ۲

لا تغنی شفاعتہم شیئاً۔ معبودان بلا کاردگر پکا ہے اب جن کا اون کو اتار لیتے ہیں ان کے بارے میں فرماتا ہے کہ انہی شفاعت کسی کام کی نہیں۔
ان یا ذن اللہ۔ شفاعت میں دو شرطیں ہیں۔ ایک اذن۔ دوم جس کے لئے پسند فرماوے۔ دوسرے مقام پر یہ کھولا کہ شفاعت کس کے لئے ہوگی۔ من شہد بالحق۔

لا یؤمنون بالآخرة۔ کفار نہیں فرمایا تا اشارہ ہو۔ اس بات کی طرف کہ ملائکہ کو لو کیا ان زار دینے والے ایسے ہی لوگ ہیں جو اعمال کی جزا و سزا سے نڈر اور آخرت کے منکر ہیں۔

من علم۔ یقینی بات (وحی۔ عقلی دلیل۔ نشان) اس زمانہ میں بھی یہی معیار فیصلہ کن ہے۔ اہل سنت و اہل تشیع میں تو بہت فرق ہے۔ خود اہل سنت کے فرقوں میں ایسا بقید ہے کہ ایک فرد ایک چیز کو حلال کہتا ہے۔ دوسرا حرام۔ گویا شک میں ہیں۔ یقینی علم کسی کو نہیں۔ اسے وقت میں ایک مصدق کی ضرورت ہے۔ جو حج کو حج اور حیدر کو حیدر کہدے اور جس کے ذریعے یقینی علم حاصل ہو۔ کہ خداوند تعالیٰ کی رضا کس امر پر ہے۔ وہ مصدق اور حکم وہی ہو سکتا ہے جس کے ہاتھ پر ایسے نشان ظاہر ہوئے ہیں سے ثابت ہو گیا کہ اس کا خاص تعلق ذات ربانی سے ہے۔

ان الھن لا یغنی من الحق شیئاً۔ کسی مسئلہ متنازعہ فیہا کی نسبت پہلے نبی کے بعد روایات کی بنا پر فیصلہ ہونا مشکل ہے کیونکہ ہر فرقہ اپنے اپنے روایت مقبولہ پر زور دیتا ہے پس صاحب وحی مامور کی اتباع تمام قسم کے ظنون سے رہائی دیتی ہے کیونکہ اس کے حق پر ہونے پر حجتہ بینہ قائم ہوتی ہے۔

عن ذکرنا۔ ذکر یعنی قرآن۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ انما نحن نزلنا الذکر و انما لھ لحاظون۔

لیجوزی۔ بظاہر اللہ مافی السموات و مافی الارض۔ اس اگلی آیت کی وجہ نہیں بن سکتا اصل بات یہ ہے کہ آسمان وزمین کی چیزیں بن ہی ہیں۔ جنکو دیکھ کر یا تو انسان اللہ کا فرمان بردار بنتا ہے یا مفسدان۔ گویا یہ چیزیں ہدایت و گمراہی کا موجب ٹھہرتی ہیں اور یہی چیزیں بن ہی ہیں جو انسان کے دکھ یا سکھ کا موجب بنتی ہیں۔

کبار۔ گناہوں کے کچھ سلسلے ہوتے ہیں۔ یعنی ایک بدی کرنے سے دوسری بدی کرنی پڑتی ہے۔ جس پر یہ سلسلہ ختم ہو وہ کبیرہ ہے۔ مثلاً غیر محرم کو دیکھنا صغیرہ ہے پھر رفتہ رفتہ بڑھتے بڑھتے جی بد نظری زنا تک پہنچتی ہے پس یہ کبیرہ ہو گیا۔

مومن کبار سے اجتناب کرتا ہے کیوں کہ اس تک بہت سے مرحلے طے کر کے پہنچنا ہوتا ہے ان مراحل میں عرصہ لگتا ہے اتنی مدت اگر کسی وقت بھی خشیت الہی غالب نہ ہو تو وہ مومن کیسا۔ مومن کی شان قویہ ہے۔ اذا مسهم طائف من الشیطن تن کروا۔

الفواحش۔ کھلی کھلی بے حیائی۔ اس کے لئے کسی لیے عرصہ کی ضرورت نہیں مومن اس سے بھی بچتا ہے۔ (الحیاء شعبۂ من الایمان) الا اللہم۔ آؤدگی۔

مرضہ ۲۲ جون ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۔ رکوع ۷۔ سورہ وانجم رکوع ۳

افرعیت۔ جہان کہیں آتا ہے۔ اس کے لئے جلتے ہیں تم بلاؤ تو یہی۔
الکدائی۔ کنوآن نکلنے وقت جب کوئی ایسا پتھر آجاوے کہ آگے کنوآن نکل نہ سکے تو اس سے الکدائی کہتے ہیں یعنی روک رکھا۔

ابراہیم الذی دعی۔ ابراہیم کی ناداری دو جگہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ایک مقام پر فرمایا۔ اذا ابتلی ابراہیم دہ بکلمت فامتمت۔ آپ کو چند احکام مل گئے۔ جنہیں آپ نے پورا کر دیا۔

(۲) دوسرا وہ مقام ہے۔ جہاں پر آیا ہے۔ یعنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تدی۔ انا فلما اسلمنا لہ للجبین۔ ونا دینہ ان یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا۔ یعنی آپ نے حب ایما رکھی بیٹے کا گلا کاٹنے کی تیاری کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی سے روک دیا کہ تو نے پورا کر دیا۔

واذرت۔ یہ صیغہ صفت کا ہے اس کا موصوف نفس ہے اور اس سے من اٹھانے والی جان آخری۔ یہ بھی صیغہ صفت کا ہے موصوف اس کا مقدر ہے یعنی کئی اٹھانے والی جان۔ دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

اضحاک دایکی۔ اللہ تعالیٰ جس طرح دنیا میں ہنسنے اور رو کا نظارہ دکھاتا ہے۔ وہی نظارہ قیامت میں بھی دکھائیگا اور جزا و سزا دیگا۔

تمنئی۔ ٹپکانا۔ ڈان۔ اقصیٰ۔ ایسی چیز کسی کو دنیا جو ذخیہ ہو۔
دب الشعری۔ ایک تارہ ہے اور یہ دو ہیں۔ جو زیادہ روشن ہے۔ اسکی پوجا کرتے تھے فرمایا جسکی تم پر بار کرتے ہو۔ وہ بھی خدا سے ہی پیدا کیا ہے۔

والموتقنۃ۔ نوع کی بیسیان جو الٹائی گئی تھیں۔ تمنا دی۔ وہ ہے جس کے منے جھگڑا کرنے کے ہیں۔ اذفت الاذفۃ۔ اذفت کے منے قریب کے ہیں۔ اذفت قریب آنے والی۔ بنا یا کہ وہ گھڑی اب قریب آگئی ہے۔ کاشفتہ۔ دور کرنا یعنی دور کرنا یا لینے و آگنی۔ تو کوئی دوا نہ کرے گا۔ سامد دن۔ سجد کے معنی منبر کے ہیں۔

حضرت مولانا مولوی محمد سر شاہ صاحب کے فراموش کردہ قرآن مجید نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ ستائیسون

آغاز سورہ القمر رکوع ۱ پارہ ۲۷

مورخہ ۲۶ جون ۱۹۳۸ء

(۱)

اقتربت الساعة - بعض باتیں کسی قوم میں کسی امر کا نشان ہوتی ہیں۔ اور یہ بات ان میں شائع و ذائع ہوتی ہے۔ مثلاً مہدی کے زمانہ میں کسوف خسوف گزاردن تک کو معلوم تھا۔ گو وہ کسی آیت و حدیث کا پتہ نہ دے سکیں۔

(۲) باتیں کہتے ہوئے رانوں پر ہاتھ مارنا (۳) زبان میں کسی قدر لکنت اسی طور پر پہلی آیتوں میں بعض مامورین کی نسبت ایسی باتیں مشہور تھیں۔ گوانکا نشان کتب سابقہ میں نہ ملتا ہو۔ ہماری کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ بیت المقدس کی فتح کے لئے جب حضرت عمر گئے۔ تو مفسرین نے اپنی کتابوں سے اس کا حلیہ ملایا اور یہ بھی کہ اس کے پیر میں پرکئی پوند ہون گے حالانکہ قرات وغیرہ میں اس کا بیان صریحاً نہیں ملتا۔

عرب میں یہ بات مشہور تھی کہ ہماری قوم وفد عرب میں ایک تنزل آنے والا ہے اور اس کا نشان یہ ہے کہ چاند پھٹے گا۔

اس پر ایک روایت ہے کہ آپ رات کے وقت چند مشرکین عرب کو سمجھا رہے تھے انھوں نے کہا نشان بتاؤ۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فیکبر چاند پھٹ گیا یہ نشان ان کے درمیان مشہور تھا۔

اب یہی اعتراضوں کی بات کہ اشتقاق قسری ممکن نہیں۔ دوم اس کا ثبوت کیا دونوں غلط ہیں۔ ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ قرآن مجید میں سب یہودی مشرکین عیسائی کے سامنے پکار کر کہہ دیا گیا کہ انشق القمر۔ پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ آگے فرمایا۔ وان یروا آیتا یعرضوا ویقولوا سحر مستمہر نشان دیکھ کر منہ پھیر لیتے اور اسے سحر قرار دیتے ہیں) گو یاد دوسروں کو گواہ فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اشتقاق قسری کسی کو انکار نہ تھا۔ ہاں وہ میں بحث تھی۔ وہ منسوب بہ سحر کرتے اور قرآن مجید اسے آیت العینی فرماتا ہے کیونکہ حق کے کسی کو طاقت ہے۔ کہ کسی امر کی نسبت ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دے اور مخالفین کو چیلنج دے بلکہ ملامت۔

باقی رہا یہ کہ سنت اللہ کے خلاف ہے۔ پھر کے خلاف ہے چاند پھٹتا۔ تو نظام شمسی میں بڑا فرق آکر حادثہ ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سنت اللہ کا احاطہ

ایک محدود عقل و تجربے والا انسان نہیں کر سکتا کیونکہ بعض واقعات ہزار سال بعض پانچ ہزار سال کے بعد پیش آتے ہیں۔

سائنس دانے تو ابھی تک صرف انسان کے اندر جو کچھ ہے اس کا پورا پورا علم بھی حاصل نہیں کر سکے۔ (ب) نظام شمسی میں کیا فرق آنا تھا۔ درحقیقت وہ آیت کے مبالغہ سے ایسی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ دیکھئے کسوف خسوف غیر معمولی تاریکوں میں پھر ماہ رمضان میں ایک قانون کی مانت ہو۔ مگر قبل از وقوع ایک عجوبہ تھا حضرت موسیٰ سمندر سے گزرے۔ جو آندھری کی وجہ سے ایک طرف چڑھ رہا تھا اور آپ ایسے وقت پہنچے کہ پانی ہٹ گیا اور فرعون ایسے وقت کہ پانی بڑھ گیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ یتیم کی ہٹھی پھینکی۔ اور وہ سب کفار کی آنکھوں میں پڑی۔ کیونکہ ہوا آندھری کے طور پر دشمن کی طرف چل رہی تھی اور ہٹھی پھینکنے کے ساتھ ہی ریت اڑا کر ان کی آنکھوں میں پڑنے لگی۔ پس معجزہ قریبی ہے کہ پہلے پیشگوئی کی گئی کہ اللہ اپنے بندے کی نصرت کرے گا۔ اور مخالفین کو ہلاک پس کیا یہ ممکن نہیں۔ کہ چاند کے آگے ایسا جرم آجائے کہ چاند دو حصے نظر آئے۔ اور آچے اعلام الہی سے ایسے وقت میں اشارہ کیا کہ قانون قدرت کے مطابق چاند دو ٹکڑے ہو رہا تھا بعض زلزلے ایسے آئے ہیں کہ ایک دھمکے میں زمین پھٹی ہے اور عکس میں ایسی ملتی ہے کہ پھر پتہ نہیں لگا۔ تو کیا چاند میں ایسا ہونا محال ہے۔

کل امر مستقر۔ ہر امر کے لئے موقع و محل ہے اور ہر ایک امر ایک حد تک اندر ہے پس عذاب اپنے وقت پر آویگا۔ جو اس قوم کو تباہ کرے گا اور اس کا نشان اشتقاق قسری ظاہر ہو چکا۔

حکمتہ بالغۃ - چننے بات جو حد کمال کو پہنچی ہوئی ہو۔ یعنی جن پر فردہم لگ چکا ہو۔ جو کفر و عناد کے اس درجہ تک پہنچ گئے ہوں وہ نشانوں سے فائدہ نہیں اٹھاؤ شئی نکر۔ جسے آدمی جانتا نہ ہو اس کے دیکھنے سے گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے ہذا یوم عسر۔ ٹھڈی دل کی طرح منتشر ہونا اور قبروں سے ٹھکر بلانے والے کی طرف دوڑنا۔ یہ قیامت ہی میں ہو گا مگر دنیا میں ایسی باتوں کا نظارہ دکھایا جاتا ہے۔ پس احداث سے مراد اس صورت میں وہ گہر ہیں۔ جو تباہی کے وقت ان کے لئے بمنزلہ قبروں کے ہیں ان سے ٹھکر وہ اپنے بلائے والے کے پاس جائیں گے اور اقرار کریں گے کہ یہ یوم عسر ہے۔

چنانچہ مثال میں بعض قوموں کا حال بیان کرتا ہے کہ یہ دن دنیا میں ان پر کیسے آیا۔ فخرنا الارض عینونا۔ اس کے چشمے پھاڑ دئے۔

دوسرے - بادبان - اصل سے اس کے دفع کرنے اور زور سے دھکیلنے کے ہیں چونکہ بادبان کشتی کو دھکیلتے ہیں اسلئے بادبان پر اس کا اطلاق ہوا (۲) ان منجون کو بھی کہتے ہیں۔ جن سے کشتی کے اجزاء کو جوڑا جاتا ہے ان رسوں کو بھی کہتے ہیں جن سے کشتی باند ہتے ہیں۔

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرائض روزانہ درمیان آن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

سورہ لقسم

(گزشتہ سے پیوستہ)

رکوع اول

آیت ۱۔ ساعدہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور آپ کے دشمنوں کی ناکامی کی گھڑی۔ یہ آیت مکہ سے چوتھے قریبی وقت میں نازل ہوئی تھی۔

قبلا۔ نصف چاند کے گھن کو بھی شق کہہ سکتے ہیں اس کے متعلق بائبل میں پیش گوئی بھی ہے۔ جس کو صبیح نبی نے اپنی دعائیں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق پیش گوئی کرتے ہوئے بدین الفاظ بیان فرمایا ہے۔ ”لے خداوندین سے تیری خبر سنی اور ڈر گیا اے خداوند قبرسوں کے درمیان اپنے کام کو نئے سرے رونق بخش برسوں کے درمیان اُسے شہرت دے۔ قہر کے درمیان تم کو یاد کر خدا تہان سے۔ اور وہ جو قدوس جو کوہ فاران سے آیا۔ سلاہ اوس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اوس کی حمد سے سحر ہوئی اوس کی جہم گاہ میں نور کی مانند تھی۔“

قصہ سے مراد بادشاہ قوم بھی ہوتے ہیں چنانچہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام پاک میں سہا جاد قصہ اذ منیوا کہا گیا ہے یعنی یہ بادشاہ تو تم میں سے چل نکلا اب ضرورتاً عذاب نازل ہوگا۔ یہ سب اس لیے صحیح ہیں جن معنوں کو کوئی چاہے۔ ترجیح دے۔

آیت ۲۔ سبح مستمرا۔ محکم دہو کا۔

آیت ۳۔ اذنبوا اھولہم۔ نفسانی خواہشوں کی پیروی اور دل آرزوں کی زندگی بہت بری بلا ہے۔ قرآن مجید میں ایسے شخص کی بابت جو اپنی نفسانی خواہشوں کا پابند ہو۔ دوسری جگہ یوں آیا ہے۔ اجزایات من اتخذ الہما ھوہا۔ کیا تو نے اوس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشوں کو ہی اپنا خدا بنا لیا ہے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تین چیزیں ایسی ہیں جن سے آدمی ہمیشہ کی مصیبت سے بچتا ہے اور تین چیزیں وہ ہیں جو اوس کیلئے وبال جان ہوتی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس تین چیزیں عزت افزائی اور درجہ جات کے بڑھنے میں اپنا نظیر نہیں رکھتیں اور تین چیزیں گناہوں کی تلافی میں بڑا اثر رکھتی ہیں جو تین چیزیں ہمیشہ کی جگہ بندی سے ان کو خلاصی دیتی ہیں وہ یہ ہیں۔ چھپے کھلے خوف الہی۔ دولت مندی و عقلی میں مینا نہ روی۔ غیظ و غضب خوشی و رضاء کی حالت میں عمل پرستی۔ اور ہلاک کرنے والی تین اشیاء یہ ہیں۔ اندام ہند

نخل خواہش پرستی۔ خود پسندی درجہ بڑھانے والی چیزیں یہ ہیں۔ چھوٹے بڑے ہر ایک مسلمان کو سلام کرنا خواہ اوس سے شناسائی ہو یا نہ ہو۔ جھوکوں کو کھانا کھلانا۔ مات کو ایسے وقت نماز پڑھنی۔ جب کہ لوگ خواب راحت میں پادشہ پھیلائے ہوئے سو رہے ہوں گناہوں کا کفارہ کرنا والی باتیں یہ ہیں۔ سڑی کے موسم میں صبح کا دھواں جھوٹے واسطے سجدہ تک پاپیادہ جانا۔ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

آیت ۴۔ مذذجر۔ ایسی چیز جس سے جھگڑا ہو یا کہ یہ خاصا شل ہو جاتا آیت ۵۔ نکر۔ ناپسند۔

ذوق۔ جب کہ یہ لوگ ایسے نکر۔ دل ہو رہے ہیں اور اپنی ہوا پرستی میں ایسے غرق ہو رہے ہیں کہ کوئی حکمت کی بات اور نصیحت کا حکم اُن پر اثر نہیں کرتا۔ اور کوئی انداز خبر اُن کو خشیت الہی کی طرف نہیں لاتی تو اب اُن کی طرف توجہ کرنے سے کیا فائدہ۔ اب ان سے اعراض کرو۔ اور دیکھو کہ ان کا انجام کیسا بد ہوتا ہے۔

آیت ۶۔ اجد اث۔ جن مکانوں میں یہ رہتے ہیں کہ وہ ان کی زندگی کے گھر نہیں بلکہ قبریں ہیں اور اب جب کہ یہ لوگ جنگ کے واسطے تیرے سامنے آئیں گے۔ تو اُن گھروں میں واپس نہ جائیں گے بلکہ ہلاک ہو جائیں گے و یوم بڑی طرف اشارہ ہے۔

آیت ۱۱۔ ففتحنا الابواب السماء۔ ہم نے آسمان کی کڑکیاں کھول دیں۔ سما سے مراد اس جگہ بادل ہے۔

اوپر جو فرمایا تھا کہ پہیوں کی خبریں ان کو پہنچ چکی ہیں ان کی اب کسی قدر تفصیل کرتے ہوئے یہ واقعات قوم نوحؑ۔ نوح و غیرہ بیان کئے گئے۔

آیت ۱۲۔ دعادیہ۔ انبیاء کی بددعا سے ڈرنا چاہیے کہ اس کا اثر ہمارے تحت ہوتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سال اپنی قوم کو خدا کا حکم کی پرستش کی طرف بلایا انھیں کے بھلے کی بات کہی۔ مگر قوم نے ایک نہ سنی۔ طرح طرح کی بے رحمان برتیں۔ قسم قسم کے صدقات پہنچائے گالی گچھ سے پیش آئے۔ چھڑ چھڑا سے نہ چوکے۔ مار پیٹ کر کے دل کے جلے چھپوئے پھوڑے۔ پتھر اڑ کر کے اندرونی بخار نکالے آپ اس تکلیف کو سہتے سہتے اگتے گئے اور اپنی اس دیرینہ نصیحت کوئی فائدہ نہ دیکھا تو نوح ہو کر جناب الہی میں دعا کی جس کا نتیجہ جو ہوا اوس سے ساری دنیا آگاہ ہے یہی حال اس زمانہ میں لوگوں کا ایک نامور منہ اندکی مخالفت کے سبب ہو رہا ہے۔ کہیں مطاعون تھے کہیں

نجات جس نے طاعون سے بڑھ کر ہلاکت ڈال دی ہے کسی جگہ خط سلا
سے تو دوسری جگہ سیلاب خط فلان لوج دوبارہ دنیا کو یاد دلایا ہے۔
کاش! کہ یہ لوگ سمجھیں اور ہدایت پائیں۔

آیت ۱۳۔ دوسرا جب مسیح لکڑیوں سے پار نکل جائے تو اسے دوسرے
کہتے ہیں۔

آیت ۱۴۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر۔ اور قرآن شریف .. ذکر کے واسطے

ہم نے آسان کر دیا۔ ذکر کے معنی میں نصیحت۔ یاد۔ تاریخی آدمی بنا دینے
والا۔ ہر ایک معنی میں خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو آسان کر دیا ہے۔ یاد کے

محافظ سے قرآن شریف کا آسان ہونا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس کثرت کے
ساتھ قرآن شریف دنیا میں اول سے آخر تک لفظ بلفظ یاد کیا گیا ہے اور
ترجہ تک یاد کیا جاتا ہے۔ یہ عزت آج تک دنیا میں کسی کتاب کو حاصل نہیں ہوئی

پھر قرآن شریف کا پڑھنا ایسا آسان ہے کہ اس کی عبارت جس طرح لکھی جاتی
ہے۔ بعینہ اسی طرح پڑھی جاتی ہے اگر بڑی کی طرح نہیں۔ کہ لکھنے میں

متحرک ٹھہریں اور پڑھنے میں ہلکا پڑھیں۔ فرانسیسی کی طرح نہیں۔ کہ
لکھنے میں تیس ٹھہریں اور پڑھنے میں لا پڑھیں۔ اردو کی طرح نہیں۔ کہ کوئی

زیر زبیر کا پتہ ہی نہ ملے قرآن شریف کے پڑھنے والے کو نہ صرف کی
محتاجی ہے اور نہ بخج کی ہے صرف کا جو منشاء ہے کہ مثلاً ماضی سے مضارع

بنایا جاوے اور میں پہلے ہی بنا ہوا ہے۔ نحو کا جو منشاء ہے کہ آخری

حروف کے اجواب معلوم ہو جائیں اس میں پہلے ہی دیکھوئے ہیں۔ پھر
قرآن شریف عربی زبان میں ہے۔ جس سے دوسری تمام زبانیں دنیا کی نکلی

ہیں اور اس واسطے ہر ایک اہل لسان کو اپنی اصلی زبان کی طرف رجوع کرنا
آسان ہے۔ عرب کا ملک خود مذهب دنیا کے وسط میں ہے۔ یورپ

ایشیا اور افریقہ کے سرے پر واقع ہے۔ باقی رہا امریکہ سوا اس کے مذهب
حصہ کی کوئی اپنی زبان نہیں بلکہ یورپ کی زبانوں پر کام چلایا جاتا ہے۔ پھر

نصیحت کیواسطے قرآن شریف آسان۔ اس کی تفسیر سیدھی کہلی صاف عبارت
میں ہیں اور ہر طرح سے جامع مانع ہے۔ انسانی فطرت کیواسطے کوئی مفید

امر نہیں جو اس میں مذکور نہ ہو۔ پھر اس کی تعلیم ایسی ہے کہ اس پر عمل کر کے
انسان جلد نازل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کر دیتا ہے

پھر وہ اس واسطے ہی آسان ہے کہ اس کے ذریعہ سے باسانی تمام انسان
کا مراد ہو جاتا ہے۔ عرب کے غیر مذهب اور جاہل اسی کے ذریعہ سے چند

سالوں میں مشرق و مغرب کے بادشاہ بن گئے تھے۔
آیت ۱۵۔ عاذا۔ اس سورہ شریف میں چار پہلی عذاب دی گئی تو مومن کا

ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت نوح کی قوم کا ذکر اور گندرا۔ قوم عاد کا ذکر اس آیت سے
شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد قوم ثمود اور پھر قوم لوط کا ذکر آئے گا۔ قوم عاد

پر نہایت شدید عذاب نازل کیا گیا تھا۔ ہوا جب حد سے زیادہ تیز ہوتی

ہو جاتی ہے تو درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے۔ بڑے بڑے مکانوں کو گرا دیتی

ہے۔ بڑے بڑے پتھروں کو ایک پار سے اکھاڑ دوسرے پار پر جا ڈالتی ہے۔
یوم۔ اس جگہ یوم سے مراد ایک دن ۱۲ گھنٹے کا نہیں جو سورج کے نکلنے سے

سورج کے ڈوبنے تک ہوتا ہے بلکہ یوم سے مراد وقت ہے یہ ایک محاورہ ہے
ایسے محاورے ہر ایک زبان میں ہوتے ہیں۔ اردو زبان میں بھی ایسا محاورہ

پولا جاتا ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں۔ کہ وہی ایران جو صدیوں سے امن کا گہر تھا۔ آج
گشت و خون کا گہر بنا ہوا ہے۔ مراد ان ایام سے ہے اسی عذاب کی وقت کو

سورہ .. میں ایام غصات کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور پھر اسی کو ..
سورہ الحاقہ میں سبع لیل و ثمانیۃ ایام کہا گیا ہے۔

آیت ۲۰۔ منعقر۔ کہو کہئے۔

رکوع دوم

آیت ۱۔ قوم ثمود کی طرف جو نبی بھیجا گیا تھا۔ اس کا نام حضرت صالح علیہ السلام تھا۔
ذند۔ جمع نذیر۔ ڈرانے والے۔ ایک ہی نبی صالح کو ڈرانے والے

بصیغہ جمع کہا گیا۔ کہ چونکہ ہر ایک نبی گذشتہ انبیاء کی تعلیم کو جب ضرورت وقتی اپنے
اندھ جمع کئے ہوئے ہوتا ہے۔ ایک نبی کا انکار گویا پہلوں کا ہی انکار ہوتا ہے

ان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کی خبریں کو اپنے اندر رکھتے ہیں۔
رج۔ آنچہ خواہان ہر دارند تو تہاداری

اسی واسطے جن ہیودیوں اور عیسائیوں نے ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا
وہ اگرچہ پہلے تمام انبیاء کو ملتے تھے۔ مگر وہ اتنا کسی کام نہ آیا ان کے سب اعمال

خران میں ہو گئے۔ اس کی مثال عالم ظاہر میں ہی موجود ہے۔ اگر ایک شخص ایک
بادشاہ کا نہایت فرمانبردار اور جان نثار خادم ہو اور اس بادشاہ کے فوت ہونے

کے بعد اس کے بیٹے کی ہی فرمانبرداری کرے مگر جب اس کا پوتا قاتل بادشاہ ..
تحت نشین ہو تو اس کا انکار کرے اور اس کے ساتھ بغاوت کرے۔ تو پہلی

فرمانبردارین کسی کام نہ آئیں گی اور ضرور ہے کہ وہ شخص قتل کیا جائے یا قید کیا جائے
کیونکہ اصل میں اس کی اطاعت یا نافرمانی شخصی نہیں سمجھی جاتی بلکہ حکومت کی سمجھی

جاتی ہے جیسا کہ کوئی شخص مثلاً ایکس جی کلارک نام کی گستاخی برسر اجلاس کرے
تو اس پر تنگ عورت کلارک صاحب کا فرج جھگے گا بلکہ تنگ عورت عدالت کا

حکم لگے گا۔ ایسا ہی جو لوگ کسی مسئلہ میں اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں وہ سلطنت و حکومت
خداوندی کے مجرم قرار پاتے ہیں۔ جو وہیں رسول کی رسالت .. کی متقاضی ہوتی تھی

اور ہی حال ان لوگوں کا ہو گا۔ جنہوں نے اس زمانہ کے نبی حضرت مرزا غلام احمد
صاحب مسیح موعود و مہدی معبود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر اور مخالفت پر کربا بنی

ہے وہ سب غضب خداوندی کے نیچے ہیں اور ان کے اعمال اکارت جائیٹے
ایڈیٹر

آیت ۲۔ سعرا۔ جمع صیر کی ہے۔ بھٹنے دو نہن۔

اگر ستم و ستمیہ جائے تو اس کے معنی جنوں کے ہیں۔ مثلاً ناقۃ
میسورۃ ای کالجذونۃ فی مسیر حمار۔

البشر آ۔ کیا انسان ہمارے جیسا ہمارے ہی درمیان کا ایک آدمی
جو ہمارے ہاتھوں میں پیدا ہوا اور پلا۔ ہم اس کی پروردی کریں۔ یہ تمودیوں کا کلمہ
تکبر تھا جو اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہوا۔ تکبر انسان کو بہت سی ہلانیوں سے
روکتا ہے انسان تکبر خیال نہیں کرتا کہ وہ خاک و بھیر۔ چار۔ دھوبی۔ حجام کس قدر
رویل قوموں کا محتاج ہے۔ پر اپنی وراثت کے واسطے ایک متقی صالح عالم کی
اطاعت کے وقت تکبر دکھاتا ہے بعض لوگ اپنے آبا و اجداد پر فخر کرتے ہیں کہ وہ
اتنے بڑے آدمی تھے۔ اور کسی دوسرے کو مغز مخالفت میں دیکھ کر اس کے
قوم اور خاندان وغیرہ پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ ایسا کرنے سے وہ خود اپنی
ذاتی ذلت کا ثبوت دیتے ہیں۔

آیت ۳۴۔ عاقبتی الذکر۔ ناوان کہتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ خدا اس سے باتیں کرتا
ہے اور ہم سے نہیں کرتا۔ حضرت موسیٰ کو بھی فرعون نے یہی کہا تھا کہ یہ چاہتا ہو
کہ ہمارا ملک لے لے اور خود بادشاہ بن جائے۔ بیوقوف نہیں خیال کرتے۔ کہ
ملک کا مالک تو دراصل خدا ہی ہے۔ جس پر ایمان لاتے ہیں۔ جب وہ اس
کے پورے ہیں۔ تو سلطنت اور سلطان کی حقیقت ہی ان کے آگے کیا ہے
بہت سے عالم متکبر ہوتے ہیں اور بہت سے صوفی بھی متکبر ہوتے ہیں اس
واسطے ہر ایک عالم اور صوفی پر بدوں شواہد اور دلائل کے حکم نہیں لگانا چاہیے
آیت ۳۵۔ صراطیہم۔ ایک شریک کو اونہوں نے بلایا۔ کہتے ہیں کہ اس اونٹنی
کا باری سے گھاٹ پر پانی پینا شریک کو گون گونا گوار تھا۔ اس گاؤں میں دو معاش
بحوثین تھیں اون کے جدا جدا دو عاشق تھے ان عورتوں کے پاس مال پیشی
بھی تھا۔ اور پانی کے سبب وہ بھی ناراض ہو رہی تھیں اونہوں نے اپنے عاقل
کو بلا کر کہا۔ کہ تم یہ کام کرو۔ پس اونہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹے نشان کے
طور پر کسی جانور کو چوڑنے کی رسم سب قوموں میں پائی جاتی ہے عراق کے ایک
بادشاہ نے ایک بکرے کے گلے میں چھری باندھ کر چھوڑ دیا تھا۔ کہ کوئی ہے
جو اس کو ذبح کرے۔ ہندوؤں میں بھی گھوڑا چوڑنے کی رسم تھی اور اب تک وہ
سناٹا چوڑا کرتے ہیں۔

آیت ۳۶۔ محظرو۔ صاحب خیرہ۔ وہ ایک احاطہ ہے جو خشک شاخوں اور نر
وغیرہ سے بکریوں کی بود و باش کے لئے بنایا جاتا ہے اور جو ایک زمانہ کے بعد
پاکمال مرنی ہو جایا کرتا ہے۔

ہشتم۔ ہشتم کے معنی میں توڑ ڈالنا۔

ہشتم۔ توڑنے والا۔ ہمارا انسان۔ عظیم شان انسان۔

ہشتم۔ ہاتھ کے وہ کانٹے جو خشک ہو کر اور بوسیدہ ہو کر چور ہو گئے ہوں۔

صیحہ۔ عذاب۔ مثلاً۔

ع۔ صاج الزمان لال ہر مکہ صیحہ

اس مصرعہ میں اس عذاب کی طرف اشارہ ہے۔ جو بدوں رشید کے ہاتھوں
براکہ پر نازل ہوا۔ بدوں و نابوں کے زمانہ سے پہلے ایک قوم آتش پرستوں کی
ہی۔ وہ سامان ہو گئے اول میں سے ایک بدوں کی وزارت کے عہدہ تک پہنچ گیا
تھا۔ جس نے ملک کے تمام زر و خیر اور عمدہ قطعات اپنی قوم کے واسطے جاگیرین
میں تقسیم کر دیے تھے اور علماء اور شعرا کو بڑے بڑے انعام دے کر قابو کر لیا
تھا۔ آخر بادشاہ نے ان کی شرارتوں سے آگاہ ہو کر انہیں قتل کر دیا تھا۔

آیت ۳۷۔ قوم لوط کی بیعتوں کا نام سدوم اور گمراہ تھا۔ اور ان کی جہیل کا
نام ویدیسی (Evedes) بحر مدار۔ اب تک وہ ایسی نخوس ہے۔ کہ کوئی
چھپی اس کے اندر زندہ نہیں رہ سکتی۔ سدوم کی بستی جرم خلافت و فحش فطری
کے سبب ایسی مشہور ہو گئی ہے کہ اس سیاری کا نام ہی انگریزی میں ساڈومی
ہو گیا ہے۔

آیت ۳۸۔ شکر۔ جس کام کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ہم کو کوئی نصیحت دی
ہے اسی کام اوس کو صرف کرنا۔ یعنی خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی رضا و
کے مقامات میں صرف کرنا۔ اسی کو شکر کہتے ہیں زبان سے یہی شکر ادا کرنا چاہیے
یعنی انوار نعمت اور انوار۔ اور الحمد للہ کہنا بھی شکر ہے۔

آیت ۳۹۔ موسیٰ۔ شکر کرنا۔ اعتراض کرنا جو کلمہ کرنا۔

آیت ۴۰۔ داود و دا۔ کیونکہ پھسلا دینا۔

بد فعل قوم نے چاہا تھا کہ حضرت لوطؑ کو ہنسلا دیں۔ کہ وہ اس بد فعلی
میں ان کے مددگار ہوں۔ مگر حضرت لوطؑ نے ان کو سمجھایا اور قوم کی
عورتوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ دیکھو ان سے شرعی نکل کر دو۔ خدا تعالیٰ
نے ان کو تمہارے واسطے بنایا ہے۔ بڑے راہ پرست چلو۔

رکوع سوم

آیت ۱۔ نذد۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہرون فرعون کی طرف اللہ تعالیٰ
سے رسول ہو کر آئے تھے۔ بہت سی نذیر چیزیں آئیں مگر انہوں نے سب کی تکذیب
آیت ۲۔ آیتنا۔ حضرت موسیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو بڑے بڑے
نشان دکھائے۔ نذیان۔ خوفناک بارشیں۔ مرض نحسیر۔ مینڈکیں چھپان
مری۔ قسا قسم کے انداز ہوئے۔

مقتدد۔ خدا قادر اور غالب ہے۔ جب ان عذابوں سے لوگ سیدھے
نہ ہوئے۔ تو آخر ایک سخت عذاب وارد ہوا۔ جس سے فرعون اور فرعونوں
کو غرق ہی کر دیا۔

آیت ۳۔ کفار کم۔ مخاطب اب مشرکین عرب ہیں۔ کہ دیکھو۔ جب پہلے کفار
پر سبب اپنی سخت سرکشی اور بغاوت کے ہاک جو محمدؐ میں تو یہ کیوں کر پڑ سکتے
ہیں یہ کوئی ان سے اچھے نہیں ہیں۔ جو خواہ مخواہ جا دین گئے۔

(واضح ہو کہ عذاب الہی سے بچنے کی نظر صرف تین ہی صورتیں خیال

بسم اللہ الرحمن الرحیم
سورۃ القمر

سورۃ القمر

اس سورہ شریف کے مقام نزول کے متعلق کسی قدر اختلاف ہے۔ مگر اکثر اس طرف سے گئے ہیں کہ یہ سورہ نئی ہے۔ اس اختلاف کی صورت میں یہ امر مد نظر رکھنا چاہیے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ بعض آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ایک بار بلکہ کئی بار نازل ہوئی ہوں۔ اور کسی نے نزولِ اول کے مقام اور وقت کو یاد رکھا ہو اور کسی نے نزولِ دوم کے مقام اور وقت کا خیال رکھا ہو۔ اس کا نظارہ ہم اس تازہ وحی میں بھی دیکھتے ہیں۔ جو حضرت یحییٰ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی ہے۔ کہ ایک پیشگوئی وحی الہی میں ایک دفعہ نازل ہو کر مشلا کتب ہر امین احمدیہ میں چھپ چکی ہے۔ لیکن جب اس کے پورا ہونے کا وقت گیا۔ تو نزولِ اول کے بیس پچیس سال بعد پھر وہی الہام الہی میں وارو ہوئے اور اخبار میں ایک تازہ تاریخ کے نیچے لکھے گئے۔

یہی حکمت الہی ہے کہ انجیل اور توریت کی طرح قرآن شریف میں ہر آیت کے ساتھ اس کا شان نزول درج نہیں۔ ابتداء سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کے درمیان کبھی شان نزول یا مقام نزول ساتھ ساتھ نہیں لکھائے۔ جیسا کہ توریت میں اور دیگر صحف انبیاء میں آتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ یا عیسیٰ یا کوئی اور نبی پر اس مقام پر گیا اور اس آدمی کو ملا۔ اور اس وقت اس پر یہ وحی نازل ہوئی۔ یا خود اس نے یہ کلام کیا۔ برخلاف اس کے قرآن شریف اول سے خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور ایک سنیہ کی طرح اس کی روانی سے جہین کوئی روکاٹ نہیں۔ بشر کے کلام کا کوئی اس میں حصہ نہیں اور چونکہ یہ کلام نہ کسی خاص مکان کے واسطے تھا۔ اور نہ کسی خاص قوم کے واسطے جیسا کہ توریت انجیل وغیرہ دیگر کتب سماوی میں اس واسطے اس میں شان نزول ساتھ ساتھ نہ لکھے گئے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے یہی چاہا۔ کہ اس بات کی حفاظت بھی پورے طور سے نہ ہوئی۔ کہ یہ آئین کب اور کس کے حق میں اول نازل ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ ترتیب نزول ہی خدا تعالیٰ نے قائم نہ رہنے دی۔ قرآن شریف کی ترتیب اور اس کے درمیان شان نزول اور مقام نزول کا نہ لکھا جانا خود اس بات کی ایک بڑی بہادری دلیل ہے کہ یہ کتاب بر خلاف دیگر کتب سماوی کے تمام زمین کے واسطے اور قیامت تک سب زبانوں کے واسطے اور سب قوموں کے واسطے خدا تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔

میں آسکتی ہیں۔ جن کی نفی ان آیات میں بڑی خوش اسلوبی اور حسن ترتیبی کے ساتھ کی گئی ہے اور تین ہی میں منحصر ہونے کی یہ وجہ ہے۔ کہ یا تو عذاب الہی سے وہ شخص بچ سکتا ہے۔ جہین۔۔۔ کوئی ایسی خصوصیت اور سبب خاص ہو۔ جو اس کے پیشتر کے لوگوں میں کہیں نہ ملتا ہو۔ تو اس صورت میں یہ شخص اپنے علاوہ اور تمام لوگوں سے ممتاز اور برتر خیال کیا جاوے گا اور اسی خاص وسیلہ کی وجہ عام بلا سے خلاصی پانے کی اسے امید بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً دنیا کا ایک صاحبِ جبروت بادشاہ جب کسی ملک کے لوگوں کو غارت کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ اون لوگوں کو جن میں کچھ خیریت ہے۔ یا وہ کبھی اس بادشاہ کے ساتھ حسن سلوک پیش آئے ہیں۔ تو یہ امر عام ہلاکت کے ادھن میں بچا سکتا ہے۔ جس کی نفی کی طرف جملہ انصار کم خیر من اولئکم اشارہ کر رہا ہے اور یا وہ شخص خدا کے ہمیشہ کے عذاب سے بچ سکتا ہے جس پر وہ خود بہرمان ہو اور اپنے فضل و کرم اور سہل گیری کی وجہ سے عذاب سے بے خوفی کا وعدہ با این طور فرمائیے۔ کہ اگرچہ تو پیشتر کے لوگوں سے بہلائی میں ممتاز نہیں۔ مگر میں تجھے اپنے فضل سے عذاب سے بچا کر اور اون کو ہلاک و ہربار کر دوں گا۔ مثلاً بادشاہ کے پاس ایک ایسا گنہگار اور مازم لایا گیا ہے۔ جس کے ساتھ چند محسوم اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ یا اس کی ماں بڑھیا بے کس اور ضعیف زندہ تھی۔ بادشاہ نے رحم نہ کیا اور اسے اس کی سیاہ کاری اور بد اعمالی کی سزا دی۔ اور عاف کر دیا۔ جس کی نفی کی جانب جملہ ام لکم براءۃ فی الذل و اعا کر رہا ہے یا ایسے آدمی کا چنا خیال میں آسکتا ہے۔ جس کی ولی حمایتی اور جان نثار ہو۔ اس قدر ہون کہ خدا تعالیٰ کے قہر و جبروت کو اون کے جہنم و شرک متا کے مثلاً ایک شخص بادشاہ سے بناوت کر کے ایک ایسے جوارشکر میں جاے جو اپنے شوکت و نور سے بادشاہ کی سطوت کو مقابلہ کر کے توڑ سکتے ہیں اس کی نفی آئمہ یقولون تحت جمیع النہ کر رہی ہے خلاصہ یہ کہ خدا تعالیٰ اہل کد کو مخاطب بنا کر ارشاد فرماتا ہے۔ کہ جب عذاب پہنچنے کی صرف یہی تین سورتیں ہو سکتی ہیں جو تم میں نام تک کو نہیں پائی جائیں تو پھر کس برے اور آسے پر چھو بیٹھے اور اسلام سے کنارہ کشی کر کے عذاب الہی سے بے خوف ہو رہے ہو۔

اعظم التفسیر
آئمہ سید محمد امجد - یہ پیشگوئی ہے اور اس وقت پوری ہوئی۔ جبکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے یہود و نصاریٰ وغیرہ من ہرا کے جھگڑے کر لائے تھے اور وہ بہت ہی نازک وقت تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تمام دشمنوں کو ہرگا دیا۔

آئمہ ۹۔ بقدر۔ اندازے کے ساتھ۔ ہر ایک کا اندر فحاشی نے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔ وہ وہ اس سے زیادہ ہو سکتی ہے۔

آئمہ ۱۴۔ کھرا۔ وسعت اور آرام اور آسودگی

ندی کے معنی میں جو لفظ آتا ہے وہ ہر ہے۔ بسکون اے ہوز

بسم اللہ الرحمن الرحیم
سورۃ القمر
بسم اللہ الرحمن الرحیم
سورۃ القمر
بسم اللہ الرحمن الرحیم
سورۃ القمر

دوسرے۔ اس اذنی کو کہتے ہیں۔ جو بہت تیز رفتار ہو۔
صو صرأ۔ صرہ کہتے ہیں چیخ کو۔ جو ہوا تیز چلتی ہے اسکی رفتار سے ایک آواز نکلتی
ہی ۳ غصین۔ یہ اس قوم کے لئے سید و عید کے دن تھے جسے وہ مبارک سمجھتے
اس لئے فرمایا کہ تم جنہیں بابرکت سمجھتے وہی منحوس ثابت ہوئے۔

مستمر۔ ہوا پے درپے چلنے والی۔

منقصر۔ کھوکھلے جڑ سے کٹے ہوئے۔

مورخہ ۲ جون ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۷ رکوع ۹۔ سورہ القمر رکوع ۲

کَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنَّذْرِ۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی نے
نہ آنا ہوتا۔ تو پھر انبیاء اور ان کے مخالفین کے انجام کے ذکر کی کیا ضرورت تھی
کوئی بھی سورہ خالی جانی ہے جس میں انبیاء اور ان مخالفین کی ہلاکت کا بیان نہ
ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی اکرم کے بعد یہ سلسلہ جاری ہے۔ صرف فرق یہ
ہے کہ نبی آپ کی جہرے بعد آپ کے ظلم کے آئیگا۔

الْبَشَرِ مَا وَاٰحِدًا تَتَّبِعُهُ۔ امام ایک ہی ہونا چاہیے تاکہ وحدت قائم رہے
اس زمانے میں بھی ایسے لوگ ہیں جو "ایک" کی اطاعت کو گمراہی اور مصیبت کا
موجب سمجھتے ہیں علان کہ یہ بات غلط ہے ایسے خیالات کے لوگوں کے لئے یہ
آیت غور طلب ہے۔ خدا سے غلیف مقرر کرنا ہے اسے اپنی جناب سے مویہ و منصور کرتا
ہے خدا اسے ایسی غلطی میں نہیں ڈالت جس سے قوم تباہ ہو۔ شوری اس لئے
نہیں ہوتا کہ وہ بالضرور اس کی اتباع کرے بلکہ وزراء کی رائیں۔ اس کی
بمنزل آئینہ کے ہوتی ہیں کہ انہیں اپنی رائے کا من و قبح دیکھ لے۔

اشتر۔ اکڑ باز۔ متکبر۔

سيعلمون۔ ضرور جان لیں گے۔ اس بیان تاکید کے لئے ہے۔

عَذَابًا۔ نصرت بروز قیامت بلکہ اسی دنیا میں بہ امتیاز ہوگا۔ چنانچہ آگے
فرماتا ہے۔

فَتَنَّا لَهُم۔ فتنہ کندن کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ (۱۷) مصیبت میں پڑ جانا۔
(۱۸) ابتلا یعنی ایسی چیز جس سے انسان کی مخفی حالت ظاہر ہو جائے۔ پس وہ اذنی
ان کی مخفی حالت کو ظاہر کرے گی۔۔۔۔۔۔ وہ کہتے ہیں ہم اچھے ہیں اور یہ کذاب
مگر اسی اذنی کے ذریعے کھل جائے گا کہ کذاب اشر یہ خود ہیں۔

قَسَمَ بَيْنَهُمْ۔ مقررین تو کہتے ہیں کہ ایک انسان اور لوگ پانی پین ایک دن اذنی
مگر یہ غلط ہے۔ کیوں کہ بینہم و بین الناقۃ۔ نہیں منہ مایا۔ پس مراد یہ ہے
کہ اور دن کے لئے نوباری مقرر ہے مگر اذنی اس قسم کی باری سے مستثنیٰ
ہوگی۔ کل شراب محتضو۔ سے بھی مراد ہے کہ خواہ کونسی باری ہو۔ اذنی
حاضر ہونے کی مجاز ہے۔

صاحبہم۔ کہتے ہیں اذنی کی کوئین کاٹنے والا قیدار نام ایک شخص تھا مگر

کرے ایک اور ہلاک ہوسا ہی قوم۔ یہ عدل الہی سے بعید ہے۔ صاحبہم سے ظاہر ہے
کہ وہ اور دن کے مشورے اور صلاح سے گیا۔ پھر تعاطی آیا ہے جس کے معنی ہیں
دوسروں سے ہتھیار لیا اور اس نے کوئین کاٹ دیں۔

عقر۔ مطلق زخیم کا بھی کہتے ہیں اس رگ کے کاٹنے کو بھی کہتے ہیں جس کے
بعد جانور جل نہ سکے۔

یاد رہے کہ معجزہ اس بات کا نام نہیں کہ وہ سائنس۔ عقل۔ تجربہ۔ شواہد کے ضرور
خلاف ہی ہو بلکہ وہ ایک امر ہے جس سے خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس نبی کے اللہ
سے خاص تعلقات اور دشمنوں کے اس کے مقابل پر عاجز رہ جانے کا ظہور ہو۔

پس وہ اذنی نہ تو پھر سے نکلی اور نہ اس میں وہ خصوصیات تھیں۔ جو خواہ مخواہ
لوگوں نے بڑھائیں۔ اذنی ناقہ اللہ اسی لئے کہلائی کہ وہ صالح کی صداقت کا نشان
تھہرے۔ کیوں کہ آپ نے اس کے بارے میں علامت قرار دی کہ اسے دکھ پہنچاؤ
تو ۳ دن بعد تباہ ہو جاؤ گے۔

صیحتہ۔ جو عذاب رفتاً آ جاوے اسکو صحیحہ کہتے ہیں۔

هشيم المحتظر۔ خطرہ۔ ہار کو کہتے ہیں۔ مختصر وہ جس کا ہار اہو۔ هشیم ہار
کے روندے ہوئے ٹکڑے۔

کنانک بخزی۔ اس سے ظاہر ہے کہ اب بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ نہ کہ گذشتہ شریط
ہے۔

فتماردا۔ جھگڑا کرنے لگے۔

۲۸ جون ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۷ رکوع ۱۰۔ سورہ القمر رکوع ۳

النَّذَار۔ ہمارے اذار یا ہمارے ڈرائیو اے۔

کفار کا قصہ بتا کر کفار کم فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشیل موسیٰ تھے۔ اس میں
سمجھایا کہ مشرکین عرب کا بھی وہی حال ہوگا۔ جو فرعونوں کا ہوا۔

منتصو۔ بدلہ لینے والے۔ عرب کی قوم میں بدلہ لینے کی بڑی عادت تھی اور اسی
بات پر انخوناز تھا۔

سيعلمون الجمعة۔ یہ سورہ کئی ہے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مدینہ میں تشریف لے جاتے ہیں پہلے چھوٹے چھوٹے جنگ ہوئے۔ آخر جنگ
احزاب میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ جس میں تمام قوین جمع ہو کر مقابلہ کے لئے آئیں
مگر سب کی سب بھاگ گئیں۔ کیا کوئی انسان عقلی قیاس سے ایسی پیشگوئی اس
بے بسی کی حالت میں کر سکتا ہے۔

بقدر۔ ہر امر اپنے وقت پر ہوتا ہے جو خدا کے علم میں موجود ہے۔ پس ان کی
ہلاکت کے متعلق جلدی نہ کرنی چاہیے۔

اشیاع۔ شیعہ گروہ۔ چون کہ ایک گروہ کے آدمی کسی نہ کسی بات میں شریک ہوتے
ہیں۔ پس اشیا حکم کے معنی ہوئے تمہارے جیسے لوگ۔

وکل شئ۔ پہلی قوموں کی تباہی کے وجوہات کتابوں میں موجود ہیں۔ غالباً یہی مخالفت انبیاء تھی۔

مصدق صدق۔ عرب جو چیز اعلیٰ و مفید ہونے سے صدق سے تعبیر کرتے ہیں پس اس کے معنی یہ ہیں کہ متقون اچھے مقامات پر ہوں گے۔

سورہ القم کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ الرحمن رکوع ۱۔ ۲۴ پارہ رکوع ۱۱

مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۱ء

الرحمن۔ اللہ تعالیٰ نے بے مزد و جاری جسمانی زندگی کے سامان ہم پر بھیجے اسی طرح روحانی زندگی کے لئے قرآن مجید جیسا کلام نازل کیا۔

علم القرآن۔ قرآن زمانے میں یہ سمجھایا کہ یہ کتاب ہمیشہ پڑھی جاوے گی اور دست برد زمانہ سے محفوظ رہے گی۔

خلق الانسان۔ انسان سے مراد یہاں میرے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ اکمل ترین انسان تھے۔ اس لئے آپ کی پیدائش کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔

علمہ البیان۔ آپ کے لئے اس کے مطالب واضح کر دیئے۔

الشمس والقمر۔ چون کہ لوگوں نے اس نعمت غلطی کی ناشکری کی اس لئے اور انعامات کا ذکر کر کے انہیں شرم دلانا ہے اور لازم بنانا ہے کہ کس کس نعمت کا انکار کرو گے اور جب عام فضائل کی ناشکری کرتے ہیں۔ تو اس خاص فضل کی ناشکری کوئی تعجب انگیز نہیں۔

النجم۔ ستارہ وہ بوٹی جو بیلدار ہو۔ چون کہ الشجر کے ساتھ آیا ہے اس لئے دوسرے معنی لئے جاتے ہیں۔

سورج و چاند سے فائدہ اٹھانا دینا پختہ دھنوں کے پھل اپنی سے پختے ہیں، اپنی کی پرستش شروع کر دی اور ان کے پیدا کرنے والے کی طرف توجہ نہ کی۔

وضع المیزان۔ ہر چیز کی حقیقت اور اس کی قدر معلوم کرنے کے لئے ایک

مقرر کی ہے اس سے کام نہیں لیتے۔ ورنہ ہر شے سے اس کی قدر کے مطابق سلوک کرتے ایسا ہی ہر شے کا ایک اندازہ مقرر ہے۔ جب اس سے کم و بیش کریں تو فساد پڑتا ہے۔

میزان سے مراد ترازو نہیں بلکہ وہ جس سے اندازہ ہو سکے۔ پس اقیما الودن اور لا تخسرو المیزان۔ صرف تولنے کے متعلق ہی ہدایت نہیں بلکہ ہر امر کے متعلق

الکمام۔ تم کے معنی استین ہیں۔ کچھو کے خوشن پر ایک غلاف ہوتا ہے اس کا نام بھی ہے۔ اکام کا اطلاق خوشن پر بھی ہو جاتا ہے۔

ذو العصف۔ عصف کے لفظی معنی اڑانا۔ اڑانی ہوئی چیز۔ اس کا نام ہے۔ جو ہوا کے ساتھ فلد سے الگ کیا اور اڑایا جاتا ہے۔

ن الریحان۔ خوشی کی موجب چیزیں۔ خوشبو۔

دیکھنا تکذیب۔ بیان ثنیہ آیا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جتن والے مخاطب ہیں اس پر دو سوال ہو سکتے ہیں۔ کیا قرآن مجید کا یہ طرز ہے کہ وہ بصیغہ ثنیہ خطاب کیا کرتا ہے۔ پس اس سورہ میں اس نزالی طرز کی کوئی وجہ ہونی چاہیے (۲) یہاں تو تکذیب کا ذکر ہوا ہے۔ اور دوسری طرف انعامات کا اظہار ہے۔ جو یادہ تر انسانوں سے خاص ہیں۔ ہم نہیں دیکھتے کہ جن کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ

تغییر معتبر تو وہ ہے۔ جو خود قرآن مجید کرے یا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بروایت صحیح مروی ہو۔ بالغت و قواعد عرب کے واضح ہو پس میرے نزدیک یہ تاکید کے لئے ہے۔ جو محاورات عرب سے ثابت ہے۔ چنانچہ بعد معلقہ میں ہے۔

قفانیک من ذکویٰ حبیب و منزل۔ عربوں کا یہ طرز ہے کہ جب کسی کو ملاست کرنا اور کسی بات کی طرف خصوصیت سے توجہ دلانا چاہیں تو ثنیہ کا صیغہ استعمال کرتے ہیں اور مخاطب جمع ہوتے ہیں۔

مورخہ ۳۔ جولائی ۱۹۱۱ء

بقیہ رکوع۔ ۲۴ پارہ رکوع ۱۲۔ سورہ الرحمن رکوع ۲

من صلبہا۔ لوگوں نے لفظی معنی لئے کہ بچنے والی مٹی۔ اور پھر اصل مطلب سے دور جا پڑے۔ کیونکہ انسان کسی حالت میں بچنے والی مٹی کی طرح نہیں ہوتا۔

اصل بات یہ ہے کہ برتن خاص مٹی سے بنتے ہیں پھر جن جن اچھے برتن ہیں وہ خاص خاص قسم کی مٹی سے بنتے ہیں پس اس میں بتایا کہ آدمی ایک خاص قسم کے

سلاطین سے بنا ہے۔ صلصال سے بتایا ہے کہ اس کے اجزاء میں اتصال ہے اور فخار سے یہ کہ وہ خاص الخاص مٹی ہے۔

رب المشرقین۔ صیفی و شتائی مطالع کے اعتبار سے فرمایا۔ مفسرین نے اس آیت پر بڑی بحث کی ہے۔ مفسرین نے سمجھا ہے کہ اللہ رب العالمین

نہ نکھاری سمندر سے نکلتے ہیں۔ انھوں نے من احسن اس کا اصل سمجھا ہے۔ وجہ دیک۔ ایسی آیات کے معنی کرنے میں لیس کشد شئی کر پیش نظر رکھنا چاہیے۔

اس پر مفسرین کو مشکل پیش آئی ہے کہ جب سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ تو پھر ایک وقت آئے گا کہ عرش فنا ہو۔ عرش کے اٹھانے والے فرشتے بھی۔ پھر خداوند تعالیٰ کا مقام کہاں ہوگا۔ ایسا ہی جنت و دوزخ پہلے بنے ہوئے موجود ہیں۔ تو جب سب کچھ فنا ہوتا ہے۔ تو جنت و دوزخ بھی نہ ہوں گے۔ آخر ۸ چیزیں مستثنیٰ ہیں حالانکہ

کوئی آیت قرآنی و حدیث رسول یزدانی اس پر شام نہیں یاد رکھو کہ حق بات پر کبھی اس قسم کا اعتراض نہیں ہو سکتا۔ عرش ایسی چیز نہیں کہ وہ مخلوق ہے بلکہ استواء علی العرش

ایک صفت صفات باری تعالیٰ میں سے (۲) جنت و دوزخ پہلے سے موجود نہیں بلکہ انسان ہی کے اعمال کے اظہار و آثار کا کام ہے۔ جو اس وقت حقیقی طور پر ختم و

منشئ ہوں گے۔

کل یوم - ہر وقت - ہر لمحہ - یوم زمانے کا ایک حصہ

ہو فی شان - اس کا مطلب یہ نہیں کہ پچھن سے بڑا پا آتا ہے اور ناقص سے کامل ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ خدا کے لئے کی ذات مختلف اوقات میں اپنی نئی نئی تخلیق کرتی ہے۔

سندفراغ - یہ انسانی محاورہ کے مطابق فرمایا یہ بات ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جزا و سزا کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ اس وقت میں خاص توجہ فرامین گے۔ دنیا میں اس کے فیض ربوبیت و رحمانیت سے کفار معاندین بھی حصہ لے رہے ہیں اس واسطے سزا کے متعلق ٹھیک اختلاف نہیں ہوتا۔ مگر ایک وقت پورے طور پر حقیقت منکشف ہوگی سزا کی خبر دینا یہ بھی احسان اور خدا تعالیٰ کا انعام ہے۔

مورخہ ۴ - جولائی ۱۹۱۱ء

(بقیہ رکوع ۲)

فباہی الآءد بکما تکذبون - تمکو انصیح کے کلام میں بنیاد از حکمت بالغہ نہیں ہوتا شمس اظہ من نار - شعلہ بے دود - آگ سے۔
محاسن - مفسرین نے اس کے معنی کئے ہیں - دھواں والا شعلہ - دراصل پتھر کے کوئلے گندہک تانبے کی آگ بہت تیز ہوتی ہے۔

ایسی آیات کے آگے فباہی الآءد بکما تکذبون کا ربط بہت غور سے معلوم ہو چکا ہے۔ پہلے فرمایا تم بھاگ نہیں سکتے۔ پھر بتایا کہ یہ نہ سمجھو آسمان پھٹنے سے تم نکل جاؤ گے کیونکہ وہ وردہ کالہ ہسان ہو گا۔ ایسی سخت حالت سے صرف قرآن مجید ہی ذریعہ نجات ہے۔ پس تم کس کس نعمت کا انکار کر دو گے۔

کالیسل عن ذنبہ - بعض مقامات پر آیا ہے کہ سوال کیا جاوے گا۔ ایسی آیات میں دراصل اختلاف نہیں کیوں کہ کالیسل کی وجہ تبادلی کہ وہ علامتوں سے پہچانے جانے والے سوال دو قسم ہے۔ ایک سوال بطور تہدید - ملزم ٹھہرانے کے لئے۔ یہ سوال تو ضرور ہو گا۔ دوسرا سوال مجرمین کی معرفت کے لئے ہے۔ سو اس کی ضرورت نہیں کہ اپنی نشانوں سے پہچانے جائیں گے۔
حیم ان - گرم آہٹا ہوا۔

۵ - جولائی ۱۹۱۱ء

پارہ ۲ رکوع ۱۳ - سورہ الرحمن رکوع ۳

مقام ربہ - اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے۔

ذواتا - خود کا متینہ ذوا - موت ذواتا

ذوجن - نروادہ - اچھا اور بُرا۔

وجنا الجنة - اور دونوں جہنم کے جیدہ پھل۔

هل جناء الا احسان الا احسان - رب کریم فرماتا ہے کہ ہمارے اتنے احسانات

میں تم پر۔ پس تمہیں بھی احسان ہی کرنا چاہیے جو یہ ہے۔ ان تعبدوا ربکم کانف تراہ (الحديث) احسان کے معنی اخلاص بھی ہیں جس کے معنی میں محض ذات الہی رضائے مقصود ہو اور خالصاً لوجہ اللہ ہو۔

من دونہما جنتن - پہلے فرمایا چکا ہے۔ دلمن خاف مقام ربہ جنتن - پس چار ہوئے۔

حضرت اقدس نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ ایک جنت دنیا میں ملتا ہے۔ ایسا ہی ایک جنت برزخ قبر میں ہے۔ پھر روز حشر میں ایک جنت ہے۔ جو تا یوم الحساب ہے۔ پھر ایک یوم الحساب کے بعد۔

خیدات - بیون والی - عورتیں ہوں یا اور چہیزین۔

لسم یطمثھن - مطلب یہ کہ وہ پاکباز ہوں گی۔ ولا جات سے یہ مراد ہے کہ بدکار نہیں۔ بلکہ بعض صلحا کو تو خواب میں بھی شیطان نہیں آتا اور وہ بچ جاتے ہیں اور میں اس میں صاحب حال ہوں۔

سورہ الرحمن کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ الواقعہ رکوع ۱ - پارہ ۲ رکوع ۱۴

۸ - جولائی ۱۹۱۱ء

یہ جو آخری سورتیں ہیں ان کا اکثر حصہ کئی ہے۔ اس وقت ابھی یہودیوں اور عیسائیوں سے مباحثہ نہ شروع ہوئے تھے بلکہ نظریہ حالات موجودہ و دوا امور کی ضرورت تھی۔ شرکین عرب خدا کو نہ مانتے تھے۔ مگر اس کی صفات کے متعلق بہت غلطی میں اس واسطے ہوا کہ شفعاء داعی اللہ اور مالغیہ سم الا لیقر لونا الی اللہ ذلنی کہہ کر بتوں کی پرستش کرتے۔ دوم - روز قیامت اور جزا و سزا کو نہ مانتے تھے اور تعالیٰ نے ان دونوں کے متعلق بالذات لائل بیان فرمایا اور یہ صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی الہامی کتاب ہے کہ اپنے دعاوی کو بالذات لائل بیان فرماتی ہے۔ اور ان سورتوں میں پیشگوئیں کی کثرت ہے۔ تا ان کا وقوع قیامت کے وقوع پر دلیل ٹھہرے۔

کاذبہ - فاعل بمعنی مصدر - کذب

نخافۃ دافضہ - اس میں پیشگوئی کر دی کہ جو بڑے بڑے عالی جناب بیٹھے ہیں پست کئے جاویں گے۔

اصحاب المینۃ - میں بمعنی برکت و سعادت دہن کے معنی دایان ہاتھ پس دونوں معنی ہوئے سعادت والے۔ دہنی طرف والی۔ مشتمل اس کے خلاف ما اصحاب المینۃ - تعجب و حیرانی کے اظہار کے واسطے یہ اسلوب عبارت ہے۔

موضوفا - دہری بنی ہوئی۔ سونے کی تاروں و جواہرات سے بنے ہوئے۔

مخلدون - ہمیشہ اسی عمر میں رہنے والے۔ ایسے لڑکے جن کا ہمیشہ خد شگرمنا چاہا جائے۔

معین - پیچھے والا چہرہ - مصفا پانی۔

حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ ستائیسواں

رکوع نمبر ۱۴

(سورہ الواقعہ یقیہ رکوع ۱۴)

۸ جولائی ۱۹۷۶ء

مخضود - کانٹے دور کئے ہوئے - اس میں یہ بتایا کہ جنت کے آرام میں کوئی امر موجب تکلیف نہ ہوگا۔

ظل - سایہ دو پہر کے وقت گھٹا جاتا ہے۔ اس لیے بعض اوقات دُخت کے سایہ میں آرام لینے والے کو دھوپ آجاتی ہے۔ فرمایا اس کا سایہ بہت پھیلا ہوا ہوگا۔

لا ممنوعۃ - منع کئی قسم ہے۔ طاقت نہیں۔ دست نہیں۔ خود معذہ میں خلل ہو کسی قسم کی روک نہوگی۔

فرش مرفوحۃ - عالیخانہ میاں۔ اہل تفریح ہے۔ اگلی آیت۔ عمارات و آبائی۔ خاندانوں کی پیاریاں ہم عمر۔ یعنی خاندانوں کی عموں کے سناٹا

(پارہ ۲۶ - رکوع ۲ - سورہ الواقعہ ۱۴)

۹ جولائی ۱۹۷۶ء

مجموع - سیاہ و بونیں

کریم - انسان جس کو فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسکی ایک عزت دل میں ہوتی ہے فرمایا اس ظل کو آرام نہ پائیں گے۔

مستوفین - آرام طلب۔ دوزخ بمنزلہ شفاخانہ کے ہے اس میں ایسی روحانی بیماریوں کا علاج ہے۔

الحنث - (۱) خدا کی عظمت دل میں نہنسی اپنی قسمیں توڑتے تھے (۲) مطلق گناہ۔ گنہوں پر اصرار کرتے تھے (۳) بار بار قسمیں کھا کر کہتے کہ قیامت کو اٹھائے نہ جائینگے الی میقات - اس وقت تک جمع کیے جائینگے (۴) معنی فی ایک مقرر دن کی تاریخ میں شرب الہیم - اونٹوں میں پاس کی ایک بیماری ہوتی ہے۔ فرماتا ہے۔ گرم پانی ملیگا۔ اس کو پیاس نہیں بھگیگی۔ بار بار پینا پڑیگا۔

نزلہم - جب مہمان آئے۔ کھانا دیر سے دیا جاتا ہو تو اس کے آتے ہی جونا شہ

میں کیا جائے۔ اسے نزل کہتے ہیں۔

افواہیم ماتمنون۔ چونکہ اعتراض خیرا جساد پر ہے اس لیے فرماتا ہے کہ وہ منی جس سے انسان پیدا ہوتے ہیں۔ وہ بھی تو آخر اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ پس کیا وہ دوبارہ خلق پرکشا نہیں کیونکہ منی سے انسان بنا بھی تو حیرت انگیز ہے۔

قدشنا بینکم الموت۔ جو خدا کی ہستی پر موت لا سکتا ہے کیا وہ اس موت کو ہٹا نہیں سکتا۔ (۱) انسان کے دُخت سے بھی آگ نکلتی ہے (۲) آگ پتھر یا کسی جسم میں چھپی ہوتی ہے۔ پھر شد دُخت کی مانند ہو جاتا ہے۔

اپنی قدرتوں کا بیان کیا ہے۔ تاہم ہر مومن کو وہ قیامت لانے پر قار ہے۔ للمقون۔ مسافر۔ بھوکے لوگ۔

(پارہ ۲۶ - رکوع ۱۶ سورہ الواقعہ رکوع ۳)

۱۰ جولائی ۱۹۷۶ء

فلا اقسام۔ قسم کے فعل لا نفی آتا ہے۔ اس کی تو جہیں مفسرین نے کی ہیں جن میں سے مشہور یہ ہے کہ لازماً یہ ہے۔ (۱) اس بات پر قسم کھانیکی ضرورت نہیں کیونکہ یہ کھلی ہوئی صداقت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس عقیدہ کی تردید مقصود ہو

اس کے لیے لا آیا ہے کہ ایسا نہیں۔ اور پر قسم کھانی گئی۔ کہ حقیقت یوں ہے۔ بمواقع الخیر۔ مواقع جمع موقع جس کے تین معنی ہیں گرنے اور پڑنے کی جگہ۔ گنا (مصدر)

نزلہم کتاب اللہ کی نسبت تم انکار کرتے ہو اور کہتے ہو۔ اقرب۔ ایسا نہیں۔ میں تمہیں ساروں کے گرنے کی طرف اسی کے ظہور کیوقت ستاری بہت ٹٹتے ہیں، کہ وہ بھی ایک نشان ہی متوجہ کرتا ہوں۔ یہ قرآن کریم جو اور تمام شیطانی و متبروں کو محفوظ ہے۔

من رب العالمین۔ اس میں بتایا کہ جسے خدا تعالیٰ جہاں پرورش کر رہا ہے ضرور ہے۔ کہ روحانی تربیت کا سامان بھی بھیجے

مدھنون۔ کمزوری۔ سستی۔ دھل لینی دکھاتے ہو۔ غیر مدینین۔ نہیں رعیت اور محکوم

ان کنتم صادقین۔ اس میں توجہ دلائی۔ کہ ایسے قادر و توانا خدا کے پیغام کو چھوڑ کر اپنے لیے مصیبت نہ لو۔

سورہ الواقعہ کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ الحديد۔ رکوع ۱۔ پارہ ۲۶۔ رکوع ۱۴

۱۶ جولائی ۱۹۷۶ء

سبحو۔ مصدر تسبیح۔ خدا کو تمام نقصوں سے پاک سمجھنا۔ اس کے لیے تین طرح کے صیغے آئے ہیں (۱) سبحان الذی اسمری بعدہ لیل (۲) سبح مدہانی السموت والارض (۳) سبح شد۔ اس میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہ اب ایسی ہو میں چل رہی ہیں۔ کہ

کفر و شرک و عقاید فاسدہ سے یکسر زمین پاک ہو جائے۔ اور ثابت ہو جائے کہ اللہ کی ذات و الاصفات تمام قسم کے نقصوں اور کمزوریوں سے منزہ ہے۔ نہ بت محبوب ہو سکتے ہیں۔ نہ عیسیٰ جو کہ ایک عاجز انسان تھا۔
العزیز الحکیم کسی کام کا اتمام دو باتوں پر ہے۔ ایک کہ نیا والا صاحب حکمت ہو دوم غالب۔ یہ صفات حقیقی طور پر ہی خدا تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں۔
دھوئی کل شیء قدیر۔ ہر چاہی ہوئی چیز پر۔ کیونکہ وہ ہر مقام پر فرما چکا ہے
یفعل ما یشاء۔ دیکھ کر مایہ دید۔

ہو الا ول۔ لیس تبدیلی۔ والاخر لیس تبدیلی و الظاهر۔ لیس فوضی
والباطن۔ لیس دونوں تبدیلی۔ یہ معنی احادیث میں آئے ہیں۔
ستہ ایام۔ چھ وقتوں میں۔
استوی علی العرش۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان چیزوں کو پیدا کر کے آراستہ
چوڑا۔ بلکہ ذرہ ذرہ پر میری حکومت ہے۔
ہو معکم اینا کنتم۔ وہ تمہارا ہی مددگار ہے۔ جہاں کہیں بھی تم ہو۔
امنوا۔ ایمان میں دو چیزیں ہیں۔ ایک یقین۔ ایک تسلیم۔ اگر یقین نہ ہو۔ تو ایسے
شخص کو منافق کہتے ہیں۔ اگر وہ تو نہ ہوں تو اسے عنادی کا فربہ لینگے۔
انفقوا۔ مال کا دنیا۔ سو من اور کافر کے درمیان امتیاز ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ مال اللہ
وہی خراج کر سکتا ہے جس کے اندر صدق ہو۔
صحابہ کرام کوئی تم سے زیادہ نمازیں نہیں پڑھتے تھے تین باتیں ان میں تھیں ایک
نبی کریم کی صحبت۔ دوسرا ایمان کامل و وجہ کا۔ تیسرا خدا کی راہ میں مال خرچ کرتے ہو۔

مورخہ ۱۸۔ جولائی ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶ رکوع ۱۸ سورہ الحمید رکوع ۲

یقض الله۔ قرض کاٹنے کو کہتے ہیں۔ خدا کے نام پر کچھ دینے کو قرض ایسے
فرمایا کہ جو خرچ کرو گے۔ وہ واپس دیا جائیگا۔ بلکہ ثواب عظیم بھی ملیگا۔
اجز کریم۔ جو رزق فتوحات کا ہوتا ہو اسے رزق کریم کہتے ہیں۔ فرمایا کہ تم جنگوں
میں لگے ہوئے ہو۔ اس کا تم کو اجر عظیم اور رزق کریم ملیگا۔
نفتیس۔ کسی کی آگ سے یا چراغ سے اپنے چراغ کو روشن کر لینا۔ فرمایا۔
یہ قیامت کے دن تم کو کسی کا نور کام نہ آئیگا۔ اپنا نور اپنے ساتھ لاؤ۔
سخر و۔ خ کے فتح کے ساتھ شیطان کا نام ہے۔ بہت ہی دہوکہ دینے والا
فدیۃ۔ جس کو دے کر انسان اپنی جان چھڑائے۔
ہی مولکم۔ مولا کے معنی ساتھی۔ ہمراہی دس لوٹنے کی جگہ منافقوں کو بتایا کہ
تم کچھ عرصہ باہر ہو آخر اسی آگ میں پڑو گے۔
خشیع (۱) ڈرنا کسی کے لئے فروتنی اختیار کرنا۔ فرمایا۔ اقارب مومنوں اور
منافقوں میں فرق معلوم نہیں ہوتا۔ منافق بھی آسان و صدق کہتے ہیں۔ اور مومن بھی
لیکن مومن کے اندر یہ بات بیٹھی ہوتی ہے اور منافق کے قلب میں ایمان
نہیں سعادت میں سب راز فاش ہو جاتا ہے۔
فاسقون۔ منافق میں ایمان نہیں ہوتا۔ اور فاسق میں ایمان تو ہوتا ہے
مگر عمل نہیں ہوتا۔

مورخہ ۲۰۔ جولائی ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶ رکوع ۱۹ سورہ الحمید رکوع ۳

الحیۃ الدنیا۔ وہ زندگی جو نزدیک کی ہوا کے واسطے پانچ باتیں ہیں۔ لعب۔ لہو۔ زینت
تفاخر۔ تکبر۔ لعب۔ ایسی چیز جس میں کوئی دیکھ نہ ہو۔ مگر فائدہ کوئی نہ ہو۔ لہو۔ ایسی
چیز جس سے غفلت پیدا ہو جائے۔ الکفار۔ کافر زمیندار کو کہتے ہیں۔ کفر کے معنی ڈھانپنا
زمیندار بچ کو ڈھانپتا ہے اسے کافر کہا جاتا ہے۔ و مغفرۃ من اللہ و رضوان۔ اللہ جو سب
چیزوں کا پیدا کر نیا والا ہے۔ اسکی رضا مندی ہوگی۔ تو ہر کونسی نعمت ہے۔ جو نہ ملے گی۔ کفار کے
لیئے عذاب شدید فرمایا۔ اور مومنوں کے لیے مغفرۃ و رضوان۔ جو ان کا فردوں کے لیے
عذاب پر عذاب ہے کیونکہ اپنے مخالف کو سب و آرام میں دیکھنا بھی انکے لیے ایک عذاب ہوگا
سابقوا۔ اس میں اشارہ ہے کہ دنیوی علاقہ میں پھنس نہ جانا بلکہ منزل مقصود کا خیال کر
من قبل ان ذرا ہا۔ تقدیر کے متعلق لوگوں کو یہ دہو کہ لگتا ہے کہ چپ خدا نے پہلے ہی
کہہ دیا ہے۔ کہ فلاں کام یوں ہوگا۔ تو اس کے متعلق کو شش کی کیا ضرورت ہے کسی آدمی کے
متعلق کہہا ہے کہ چوری کریگا۔ اور زنا جہنمی ہوگا۔ تو اب وہ شخص اس کے خلاف کیا کر سکتا ہو
اسکا جواب یہ ہے۔ کہ خدا عالم الغیب ہے۔ مگر اس کو انسان کا مجبور ہونا کہاں ثابت ہوا۔
جب کہ ہر ایک انسان جانتا ہے کہ اسے بدی کی وقت کوئی مجبور نہیں کرتا پس علم تابع معلوم
ہے۔ معلوم علم کے تابع نہیں مثلاً خواب میں کسی کے بارے میں ہم کوئی امر دیکھیں اور وہ بڑی
ہو جائے۔ تو اب خواب نے اس شخص کو اس امر کے ویسا ہی کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ پس خدا
کا علم کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ بلکہ علم جو کہ صحیح ہے اس لیے جو کام جیسا ہوتا تھا۔ ویسا ہی خدا کے
علم غیب میں قبل از وقوع آگیا۔

لیکھنا اسوا۔ یہ عدم افسوس مجبور محض ہونیکے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ سب اسباب کسب
کے نتیجہ میں ایسا ہوا۔

۲۳۔ جولائی ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۶ رکوع ۱۸ سورہ الحمید رکوع

الا ابتغوا رضوان اللہ۔ اس میں بتایا رہبانیت مطلقاً منع نہیں اس قدر جائز ہے جو اللہ کی رضا کے
لیئے ہو اور وہ وہی ہو سکتی ہے۔ جس میں خدا کے کسی اور حکم کی خلاف ورزی نہ ہو۔ مثلاً
عبرت پکڑیں۔ پہلے بتایا کہ انبیاء بھیجا ہماری سنت ہے چنانچہ حضرت ابراہیم ابوالانبیاء اور
حضرت نوح موجودہ نسل انسانی کے مورث اعلیٰ کا ذکر کیا۔ پھر ان کے خلف رکا۔ پھر اہل کتاب کے
فسق و فجور میں مبتلا ہو جائیے خاتم النبیین کی ضرورت بخت کا سوال حل کیا۔

کفیلین کفل کہتے ہیں۔ ترازو کے کچڑنیکو حدیث سے ہی ثابت ہے کہ اس امت کو سب کا
بڑا کر اجر ملیگا۔ اور یہ خدا کا فضل ہے

(ب) دنیا کے کام خدا کے لیے ہوں تو وہ بھی از رو اسلام دین کے حکم میں ہیں ایسے کفیلین
الا فیکدر۔ کہ مسلمان اللہ کے فضل سے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔

یہاں تمام سبق کی روشنی میں

حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن مجید کی نوٹس

بارہ اٹھائیسواں رکوع نمبر (۱)

(سورہ مجادلہ رکوع ۱)

۲۴۔ جولائی ۱۹۱۱ء

حق پہنچانے اور منوانے کے ذرائع میں سے ہیں۔ بیانات۔ تاکہ لوگ
بر عمل میں اعتدال پر قائم ہو جائیں۔
مگر لوگ پھر بھی اس کا خلاف کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے حدیں
فیہ باس شدید ہے۔ پس پہلے بیانات سے حق پھیلادیا جاوے۔ پھر جو مفہوم
ہیں۔ ان کے دفع شر کے واسطے حدید (تلواریں) ہے۔ اس کے بعد ضرورت
نہایت اور اس پر ایمان لانے کے برکات بتا کر یہ بتایا۔ خدا جس پر چاہے فضل
کرے وہ ایک عورت کی پکار بھی سنتا ہے۔
تجادلث فی ذوجھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا۔ کہ جس رواج
میں شرک و کفر نہ ہوتا۔ وہ اسے قائم رکھتے یا سکوت فرماتے۔ جب تک کوئی خاص وحی
آئی نہ آوے۔

ایک بی بی سے مرد نے ظہار کیا۔ پھر دونوں نے رجوع چاہا۔ آپ نے فرمایا
اب کیوں کر مل سکتے ہو۔ تو اس عورت کی فریاد پر یہ آیات نازل ہوئیں۔
بعض مفسرین اس طرف بھی گئے ہیں کہ یہ زینب کے متعلق ہے۔ وہ اپنے
خاندان زید کے بارے میں اللہ کے حضور فریاد کرتی۔ آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس سے نکاح کر لیا اور اس طرح پر اس رسم کا قلع قمع ہوا جو منہ بولے بیٹے
کی بیوی سے نکاح حرام سمجھتے تھے۔
چونکہ ظہار بھی اسی قبیل سے ہے اس مناسبت سے اس کا ذکر ساتھ
آیا۔ یعنی جیسے کوئی اجنبی بیٹھا کہنے سے بیٹا نہیں بن جاتا۔ اسی طرح بیوی کو مان
کہنے سے وہ مان نہیں بن جاتی۔
یظہرون۔ ظہار کہتے ہیں اپنی بی بی کو۔ یہ کہنا انت علی کظہر امی
اس سے رجوع کا کفارہ بتاتا ہے۔

فاطعام ستین مسکیناً۔ چونکہ اس کے ساتھ من قبل ان یتیمات
کی قی نہیں اس لئے خفیون کے نزدیک اس صورت میں پہلے ہی تمس جائز ہے
اور ایسا ہی متابعین ساتھ نہیں اس لئے ایک مسکین کو بھی ساٹھ روز یا متفرق اوقات

میں کھلا سکتے ہیں۔ نہ ۷۰ مسکینوں کو یکدم۔

ذلک لتؤمنوا باللہ ورسولہ۔ دین میں تشدد کیا جاوے تو اعتقاد باطل نہ
جاتا ہے۔ اور عادت میں اخلاص و خوش نہیں رہتا بلکہ نفسانی ناک فوبت پہنچتی
ہے۔ اس لئے یہ سہولتیں جو اوپر گزریں۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان بڑھانے
کا موجب ہیں۔

احصہ اللہ۔ اللہ کے محفوظ و ضبط کر لیا۔

۲۵۔ جولائی ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۸ رکوع ۲۔ سورہ مجادلہ رکوع ۲

بما لم یحیا بہ اللہ۔ یعنی اپنے اخلاص کے اظہار کے واسطے ایسے ہیں
آداب بجالاتے ہیں۔ جو خدا کے مقرر کردہ سلام سے بھی بڑھ چڑھ کر ہوں (۲۱)
ایسے طور پر سلام دیتے ہیں جو خدا نے اس طور پر دیا نہیں دی۔
قیل لکم۔ جب تم کو کہا جاوے۔

تفسحوا۔ کھل جاؤ۔ النجی کے لئے مجلس ضروری ہے اس لئے اس کے
احکام فرمائے۔ پھر جن لوگوں نے یسوع موعود کو دیکھا ہے اور اس کی مجال میں
بیٹھے ہیں وہ جانتے ہیں۔ کہ نبی میں ایک خاص کشش ہوتی ہے اور اس وقت کھل
کر بیٹھنا بہت مشکل ہوتا۔ اگر صریح حکم نہ آتا۔

یرفع اللہ۔ یہ اس اطاعت کا انعام ہے کہ ایسے مومن کا رفع درجات ہوگا۔
والذین اذوا العلم۔ نبی کریم کا ارشاد تھا کہ اہل علم مجھ سے نزدیک بیٹھا
کرین۔ مگر بما تعلقون خبیرو۔ میں بتا دیا کہ رفع درجات تو اعمال پر ہے۔

عاشقتم۔ مفسرین نے غلطی سے سمجھا ہے کہ پہلی آیت منسوخ ہے یہ
صحیح نہیں۔ بات یوں ہے۔ کہ لفظ صدقہ کا رکھا ہے اور نبی کریم اور آپ کے
اتباع پر صدقہ حرام تھا پس صاف ظاہر ہے۔ کہ جس کم کسی طرح کی بنا پر نہ تھا
اور صدقہ کا لفظ وسیع ہے۔ اچھی بات پر بھی صدقہ کا اطلاق ہوا ہے۔ رستے سے
ایذار کا ہٹانا۔ رستہ بتانا بھی صدقہ ہے۔ پھر اگر حقیقی معنی مال دینے کے بھی
لئے جادین۔ تو بھی کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ خان لحد تجدد فان اللہ
غفور رحیم۔ فرمادیا جن کے پاس ہو پھر بھی وہ نہ دین اور یہ نہ دینا اس حالت
میں ہے۔ کہ اللہ نے اس پر رجوع و جہت کیا ہے۔ تو نمازین قائم کرو۔ اور فرض
صدقہ ہی دے دو۔

۲۔ جولائی ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۸ رکوع ۳۔ سورہ مجادلہ رکوع ۳)

تو لو قومًا غضب اللہ۔ جب کسی غضبی قوم سے تعلق رکھا جاوے تو اس کا نتیجہ عذاب شدید ہے۔ اور غضبی قوم سے تولا کر کے والے مؤمن قوم میں سے نہیں۔

عذاب مکین۔ چونکہ انہوں نے اپنی ہرول عسیریزی و عزت قائم کرنے کے لئے دونوں گروہوں سے تعلق رکھا اس لئے ان کے لئے عذاب ذلیل کرنے والا ہے۔ وہ دنیا ہی میں ذلیل ہوتے ہیں۔

ہم الکذابون۔ باوجود قسموں سے اپنا اعتبار قائم کرنے کی کوشش کے وہ جھوٹے ثابت ہون گے۔

لا تجدوا قومًا۔ غور کا مقام کسی شخص کے دل میں اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان ہو اور پھر وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی رکھتا ہو۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔

سورہ مجادلہ کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ الحشر رکوع ۱

۲۷۔ جولائی ۱۹۱۱ء

سبح اللہ۔ تسبیح کا صفت میں استعمال ہے۔ اور تقدیر کا افسال میں۔ سبج بعینہ ماضی آیا ہے تا یہ ثابت ہو کہ اس سے پہلے بھی تسبیح ہوتی رہی ہے۔

آگے ایک واقعہ بیان کرتا ہے جس سے ثابت ہوگا کہ زمین و آسمان اس امر میں اب متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ تمام نقصوں سے مبرا اور عیبوں سے منزہ ثابت ہو۔

اخروج الذین کفروا من اهل الکتاب۔ اہل کتاب اس لئے ظاہر ہو کہ وہ کفار جن کو اپنے علم اور فنون جنگ پر گھنڈ تھا یہ قوم بنی نصیر کا حال ہے۔ جو درپردہ کفار کے لئے ہوئے تھے۔

یخربون مینہم بائدا یحکم۔ ان کو ملک شام میں جلا وطنی کا حکم ہوا۔ وہ اپنا مکان گر اگر اس میں سے قیمتی لکڑیاں لے جانے پر راضی ہوئے۔

بقیہ رکوع

۲۷۔ جولائی ۱۹۱۱ء

ما افاء اللہ۔ جہاں جنگوں میں حاصل ہوتے ہیں وہ بالعموم تین قسم میں (۱) ایک وہ جو جنگ کر کے حاصل کیا جائے اسے مال غنیمت کہتے ہیں۔

(۲) جنگ نہیں ہوئی اور رعب سے مل گیا اس کا نام فتنہ ہے۔

(۳) جنگ میں انعام مقرر ہو جائے یا یہ حکم کہ جو کچھ کوئی حاصل کرے اسی کا چھٹا اس کا نام نفل ہے۔

یہاں فتنہ کی تقسیم کا ذکر ہوتا ہے۔

لذی القربی۔ رسول کے یا رسول کے خلفاء کے رشتہ دار۔

بائع فک مال نے میں سے تھا۔ پس شیعوں کے اعتراض رد ہو گئے۔

ما اتکم الرسول۔ یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ مجاہدین کو کیوں نہیں دیا گیا اس لئے فرمایا

یوثرون علیہم۔ انصار نے بڑے بڑے اشیار کئے۔ جن کے پاس

دوبیوان تھیں۔ بعض نے اپنے مہاجر بھائی کے لئے ایک بیوی کو طلاق دیدی۔

والذین جاءو من بعدہم۔ یہاں ایک نکتہ معرفت بعض مفسرین نے

بیان کیا ہے۔ کہ شیعہ مذہب حق پر نہیں کیوں کہ ان کا عقیدہ ان کا تبرائ اس اگلی

آیت دینا اغفر لنا ولاخواننا کے خلاف ہے۔

۲۹۔ جولائی ۱۹۱۱ء

(۲۸ پارہ ۵ رکوع ۵۔ سورہ الحشر رکوع ۲)

لا انتم۔ بعض مقامات ایسے میں جہاں پڑھنے میں احتیاط چاہیئے۔ لکھتا

هو اللہ ربی۔ لکن ہی پڑھا جائے گا رب، لا اذ بحنہ۔ لی اذ بحنہ پڑھا

جاتا ہے (ج) ایسا ہی یہاں لا انتم (د) لا الی اللہ لی الی اللہ ہی پڑھا

جائے گا۔ مفسرین نے اس پر بحث کی ہے کہ رسم خط میں کیوں ایسا ہوا۔ یہ

قرآن مجید کی حفاظت کا زبردست ثبوت ہے کہ بظاہر قواعد عام عرف کے خلاف

اگر کوئی بات پائی گئی تو بھی قرار دینے سے یونہی رہنے دیا۔

۳۰۔ جولائی ۱۹۱۱ء

پارہ ۲۸ رکوع ۴۔ سورہ الحشر رکوع ۳

واقفوا اللہ۔ اللہ کے عذاب سے بچو کی کوشش کرتے رہو۔

ولتنظرو۔ یہ تقویٰ کے حصول اور اس پر قائم رہنے کی عمدہ تدبیر بتائی گئی

کی جڑ غفلت ہے اور غفلت سے بچنے کے لئے آئندہ یہودی کی منکر چاہئے

اور اپنے اعمال کا محاسبہ۔

نسوا اللہ۔ اللہ کو بھول جانا میں طرح پر ہے ایک جیسے دہریہ کا حال ہے

کہ نہ خدا کے قائل نہ اس کے صفات کا اقرار۔ (ب) خدا کو مانتے ہیں۔ مگر

شوخی شرارت سے بھرے ہوئے اعمال ایسے کہ گویا خدا پر ایمان نہیں۔ (ج)

غفلت سے ایک وقت ایسا آجانا کہ حکم الہی بجا نہ لائے۔

فانہم انفسہم۔ یہ نسوا اللہ کی سزا ہے۔ مشرک خدا کو بھولتا ہے۔ تو

یہاں نکسہ گرتا ہے۔ کہ پتھر کے آگے سجدہ کرتا ہے۔ حالانکہ اس سچاری کی ذات

پتھر سے ہزار درجہ بہتر ہے مگر وہ اپنے تئیں بھول جاتا ہے۔ (ب) مسلمان

بھی اپنی دینی و نبوی حالتوں پر غور کریں کہ کہاں سے کہاں تک پہنچو۔

لاستغفرون لک - کہتے ہیں کہ آب سے مراد باب نہیں۔ کیونکہ اس سے استغفار کی ممانعت ہوگئی۔ اور حضرت ابراہیم کی آخری عمر میں دعا تھی۔
دب اغضوا لوالدائی - جس سے منع نہیں کیا گیا۔ پس آب اور تھا والد اور
فختة للذین کفروا - ہم ان کے لئے فتنہ کا موجب نہ ٹھہریں۔ یا اس
طرح پر بہت دفعہ ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص کے عمل سے دوسرے
کو بدظنی ہوتی ہے اور اس سے ٹھوکر کھا کر وہ پھر ہلاک ہو جاتا ہے۔
(۲) ہمیں ایسا نہ بنا کہ کفار کے جو دوسم کا محل بن جائیں۔

یکم اگست ۱۹۱۱ء

(پارہ ۲۸ رکوع ۸ - سورہ الممتحنہ رکوع ۲)

عسیٰ - یہ آیت ہانڈ کلام کا طرز ہے۔ (ب) بعض امور میں مخاطب کی حیثیت
کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ یہاں پر ہے یعنی بعض باتیں دوسرے پر موقوف
ہوتی ہیں۔ بطور تقدیر معلق۔ اگر کوئی یوں کرے گا تو یوں ہو جائیگا۔
ان تولوا ہم - اس سے ظاہر ہے۔ کہ دوستی تو کفار سے ہر حال منع ہے۔
بین ایدیکم دارجلھن - محاورہ ہے۔ "اپنے پاس سے"
فی معارف - حدیث میں ہے۔ لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ اللہ
خلفاء کا معصوم ہونا چونکہ قطعی نہیں اسلئے یہ شرط فرمائی۔ معروف و معروف
من الشرع (۲) جس کا اس قسم کے لوگوں سے ہونا ثابت ہو۔ یعنی حکام
جو حکم دیتے ہیں اور ان کی اطاعت کی جانی ہے۔ عرف (۳) جو جو کام ایسے
ہیں کہ عرف عام میں اچھے سمجھے جاتے ہیں۔

سُورَةُ الْمُتَحَنِّنِ کے نُوطِ ختم ہو کر

آغاز سُورَةِ الصَّفِّ رکوع ۱

(پارہ ۲۸ رکوع ۹)

۲۔ اگست ۱۹۱۱ء

یا ایھا الذین امنوا - چونکہ مومنوں کو سمجھ اگئی تھی کہ یہ زمانہ تنزیہیہ کلمہ
اسلئے ان کو خصوصیت سے خطاب فرمایا۔
بنیان مرموص - دیوار میں جن کے جوڑ سیسے اور تانبے کو پچھلا کر بلائے
گئے ہوں۔

واذ قال - نبی اسرہ ایل کی بدعہدیوں کو یاد دلاتا ہے کہ انھوں نے
اپنے رسول کو دکھ دیا اور نقصان اٹھایا پہلے جنگ کے واسطے اصرار
کرتے اور وقت پر کہہ دیا۔ اذھب انت ورتک فقاتلانا انا وھما واعدونا

لا یستوی - دنیا میں ہر سبق مذہب بھی سمجھتا ہے کہ ہم ہی جنتی ہیں فرماتا
ہے اسی دنیا میں ہم اصحاب النار اور اصحاب الجنۃ میں امتیاز رکھتے ہیں اور
وہ یہ کہ جنتی گروہ میں روحانی زندگی ہوتی ہے وہ اسی دنیا میں نعمت جنت پا رہے
ہوتے ہیں۔

الامثال - مثل مثال - جو دوسری بار ایک بات کو واضح کر دے۔

الہ - معبود - متصرف - مرجع خلاق۔

المسلم - سلامتی والا - سلامتی دینے والا۔

المؤمن - امن دینے والا۔

المہمین - باجلال صاحب عظمت حفاظت کرینے والا۔

الجبار - (۱) جگر جی کا بنانے والا (۲) قابو و اختیار والا۔

المخلاق - کسی چیز کا اندازہ کرنے والا۔ چنانچہ اس آیت ہو الذی خلقکم
ما فی الاکادض جمیعاً - میں ہی معنی میں۔ کیونکہ چیزیں تو قیامت تک پیدا ہوتی
رہیں گی۔ خلق کے معنی گھڑنے کے ہیں۔ فبارک احسن الخالقین - خلق
کے معنی دو چیزوں کو آپس میں ملانا۔ یہاں پر پہلے یا تیسرے معنی میں۔
البارئ - حدیث میں آیا ہے۔ بروئی النسمۃ - اس روح کو جو ان اجزاء
مادیہ کے اندر چھپی ہوتی ہے۔ اس کو درست کر کے۔ ٹھیک ٹھاک بنا کے ظاہر
کرنے والا۔

المصور - قوہ سے بالفعل لانے والا۔

سُورَةُ الْحَشْرِ کے نُوطِ ختم ہو کر

آغاز سُورَةِ الْمُتَحَنِّنِ رکوع ۱

(پارہ ۲۸ رکوع ۷)

مؤرخہ ۳۱ - جولائی ۱۹۱۱ء

یہ سورہ کئی ہے اور کئی وہ سورتیں کہلاتی ہیں۔ جو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے
نازل ہوئیں۔ دوم۔ بعض مفسرین کے نزدیک وہ سورتیں بھی مدینہ سے مکہ کی طرف
آنے کے آثار میں مثلاً صلح حدیبیہ نازل ہوئیں۔
پہلی شق کی بنا پر بخیر جن الرسل یہ پیشگوئی ہے۔ جو اس رکوع کے ابتدائیں
بیان ہوئی۔

لن تنفعکم - کفار سے قطع تعلق کی تاکید فرمائی تو اب اس خیال
درشتہ دار۔ آخرشتہ دار میں ان سے تو چارہ نہیں) کا رد کرتا ہے کہ کسی کام نہیں آ
سکتے نہ دنیا میں نہ یوم القیامہ

لقد کان لکم - حضرت ابراہیم اور آپ کے ساتھیوں کا بیان فرماتا ہے
انھوں نے کفار سے الگ ہو کر نقصان نہیں اٹھائے اور دین و دنیا میں کامیاب
ہوئے۔

سورہ الصف کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ الجمعہ رکوع ۱

(پارہ ۲۸ رکوع ۱۱)

مورخہ ۵۔ اگست ۱۹۱۱ء

القدوس جس کے سب افعال عیوب نقائص سے پاک ہوں۔
الغنی بالمحکم۔ اگر کوئی غلبہ کی وجہ سے غالب ہو تو خدا تعالیٰ سب سے بڑھ کر غالب ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی حکمت سے غلبہ پانے والا ہے۔ تو خدا تعالیٰ سب سے بڑھ کر حکیم ہے۔

بعث فی الاممیین۔ رسول کی بعثت خدا تعالیٰ اپنی ذات و صفات کی معرفت کا ذریعہ بتاتا ہے وہ وراہ الوراہ ہستی ہے۔ پس اس کے پس کشلہ صفات و افعال کسی بشر کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں جس سے حجت قائم ہوتی ہے۔ کہ "اللہ تعالیٰ ہے" اور وہ مشکلم سمیع و بصیر علیم و حکیم قادر و توانا ہے۔ دوسری طرف رسول کی رسالت کا ثبوت بھی مل جاتا ہے۔ اسی منسوب یہ ام القری یا طریقہ معتاد سے نہیں پڑا۔

واخرین منہم۔ آخرین کا عطف ہم پر ہے۔ تب تو یہ سننے والے گئے۔ رسول اور ان کو کتاب سکھاتا۔ ان کا تذکرہ کرتا اور ان کے بعد میں آنے والوں کو بھی کتاب سکھاتا ہے۔ دوم۔ یہ کہ اس کا تعلق بعث سے ہے۔ تب یہ معنی ہونگے کہ امتیں میں مبعوث کیا۔ پھر آخرین میں بھی مبعوث ہوگا۔ یعنی بطور تدریج و تدریجاً۔ اس سے دنیا میں واپس نہیں آتے (جہی تو سب مفسرین نے کہا ہے کہ آخرین سے مراد مسیح و مہدی کی جماعت ہے۔

لما یلقواہم۔ (۱) اب تک نہیں ملے۔ تا اس محل پر آتا ہے۔ حکام ابھی تک نہ ہوا ہو اور آئندہ اس کے ہونے کی توقع ہو۔

(۲) یعنی لم بھی آیا۔ درین صورت ترجمہ میں اب تک کی قید نہ رہے گی۔

ذمتہم۔ (۱) فیال کرو (۲) یہ کہو
مثل الذین حملوا التورۃ۔ جیسا پہلے بتایا کہ آخری زمانہ میں بروز محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت ہوگی ایسا ہی آخری زمانہ میں اس مسیح بنو کی تکذیب و مخالفت میں امت محمدیہ کے منکرین مثیل یہود و مجاہدین گئے۔

فتمنوا الموت۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود۔ مثیلان یہود کو مبالغہ کے لئے بلائے گا اور وہ مقابلہ پر نہیں آئیں گے۔

(باقی آئندہ۔ انشاء اللہ عزیز)

(پیدا)

القوم الفاسقین۔ فاسقین کے معنی خود اللہ تعالیٰ نے فرمائے ہیں۔ الذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴

حضرت مولانا مولوی محسود شاہ صاحب کے فراموش نئے قرآن مجید نوٹ

Digitized by Khilafat Library

پارہ ۲۸
۱۲

دکوع نہ

سورہ الجمعہ رکوع ۲

۶ - اگست ۱۹۱۱ء

ذکر اللہ - قرآن مجید یہ لفظ ایک تو قرآن شریف پر بولا گیا ہے اس لئے اس سے بعض نے مراد خطبہ لیا ہے اور چون کہ خطبہ ذریعہ ہے یاد الہی کا اور نصیحت ہے - اس لئے بھی اسے ذکر اللہ فرمایا - صلوٰۃ پر بولا جاتا ہے - فاسعوا - اس سے وجوب جمعہ کا فقہاء نے استدلال کیا ہے - بعض لوگ کہتے ہیں کہ چون کہ وہ شرطین نہیں پائی جاتیں اس لئے ان بلاد میں جمعہ نہیں پڑھنا چاہیے - اول شہر نہیں اور مصروف ہے جس میں واقعی تنفیذ احکام اور اقامت حدو بموجب شرع اسلام کرتا ہو - دوم - سلطان مسلم ہو اور بعض کہتے ہیں پڑھ لین مگر احتیاطی بھی ساتھ پڑھ لین یہ غلط بات ہے کیونکہ امیر مسلم تو رفع فساد کے لئے ہے - اور آجکل فساد نہیں ہوتا - دوم - امیر ایک ہو گا اور وہ سب مسجدوں میں بنفس نفیس نہیں جائے گا - مگر کی تعریف تو فقہاء نے اس وقت کے حالات کے مطابق لکھ دی اب یہ ضروری نہیں کہ اگر وہ شان نہ پائی جائے - تو شہر ہی نہ رہے - مثلاً دلی اسلامی حکومت کثرت تو مصرتھی - اور اب نہیں - یہ مضحکہ خیز باتیں -

پھر فقہاء معتبر نے جو کچھ لکھا ہے - اس سے جمعہ کی فرضیت ان بلاد میں ثابت ہوتی ہے - چنانچہ شامی میں ہے امام ہو (دو متغلبا) اگرچہ تغلبہ ہو اور اسی کتاب کے دوسرے مقام پر لکھا ہے - کہ امام چار شرائط کے ساتھ ہو (۱) مرد ہو - عقل مند (۲) جوان ہو (۳) آزاد ہو (۴) مسلمان ہو - متغلب ہو جس میں یہ شرطین یا ایک دونہ پائی جاوین - جس سے سلطان کا ذکر کی حکومت میں بھی جمعہ فرض ثابت ہے -

مصر کی تعریف امام محمد نے کی ہے جس پر فتوے ہے - ملا یسوع اکبر مساجد اہلہ - شہر وہ ہے کہ اس کی بڑی مسجد میں تمام نمازی نہ آسکیں - نمازی سے مراد وہ جن پر نماز فرض ہے - شامی نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر مساجد سے نکلتا ہے - کہ اس مقام میں میں مسجدیں ہوں - پر مسجدیں تھڑے وغیرہ جو نماز کے لئے مخصوص ہوتے ہیں وہ بھی شامل ہیں اور اس سے

کوئی گادن خالی نہیں -

وذروا البیع - بیع تو ہر مقام پر ہوتی ہے - پھر بیع جمعہ میں آنے سے ایک دفعہ مانع ہوئی - تو اس کا ذکر فرمادیا - مطلب تو مطلق اشتغال ہے - جس سے ایک امر کا جو زیادہ تر مانع ہوا - ذکر آگیا -

یہاں سورہ الجمعہ کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ المنافقون رکوع ۱ پارہ ۲۸ رکوع ۱۳

۶ - اگست ۱۹۱۱ء

فصل دامن سبیل اللہ - اسلامی لباس میں رہتے - اور نوزادوں کو استدار آمیز باتیں سنانا کر گمراہ کر دیتے -

بالھنم امنوا ثم کفروا - ایمان پہلے اجمالی حالت میں ہوتا ہے - مومن تو دن بدن ایمان میں بڑھتا ہے اور آنے والی تکلیفوں اور معیتوں میں ثابت قدم رہتا ہے - مگر منافق کو جب کوئی ابتلا پیش آتا ہے تو ایمان میں گھٹتا ہے -

گھٹتے گھٹتے کفر تک ذبت پہنچتی ہے - پارہ اول رکوع میں اس کی تفسیر ہے کاظم خشب مستند - یہ منافق کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا - کہ وہ اپنی ذات میں کچھ بھی نہیں جگہ دوسروں کے سہارے پر ہوتا ہے -

یحسدون کل صبیحة علیہم - ہر آواز کو اپنے مضربی سمجھتے ہیں - مثلاً جنگ کا آواز نہ اٹھا تو یہ سمجھے کہ بس اب ہم مارے گئے ایسا ہی کافر یا مومن جب کوئی بات کر رہے ہوں تو منافق یہی سمجھتا ہے - کہ شاید میرا کوئی راز فاش ہو گیا -

قاتلہم اللہ - عربی زبان میں یہ لعنت کے مقام پر استعمال ہوتا ہے -

پارہ ۲۸ رکوع ۱۳ - سورہ المنافقون رکوع ۲

۶ - اگست ۱۹۱۱ء

منافقون کے ذکر کے بعد مومنوں کو متنبہ کرنا مقصود ہے اور یہ جتنا کہ اگر تم بھی مال و دولت کے لئے خدا تعالیٰ کو بھول جاؤ گے تو رفتہ رفتہ منافق بن جاؤ گے کیونکہ منافق بھی اسی حب دنیا اور دین کو دنیا پر مقدم نہ کرنے کی وجہ سے منافق ہے -

ذکر اللہ - ہر موقعہ و محل کے مناسب جو حکم الہی ہے اس کو یاد رکھو - یہ یاد الہی

چون کہ سبب اشتغال
میں گمراہی فرماتا ہے
چون کہ سبب اشتغال
میں گمراہی فرماتا ہے
چون کہ سبب اشتغال
میں گمراہی فرماتا ہے

ایسی چیز ہے کہ سب بدیوں سے بچا لیتی ہے۔ کیونکہ عیسائے انسان ہر قول و فعل حرکت سکون سے پہلے سوچ لیگا کہ آیا یہ حکم اللہ و سنت نبوی کے مطابق ہے یا نہیں و الفقوا من ما رزقناکم۔ یہ عمل ثبوت ہے اس بات کا کہ میں منافق نہیں ہوں۔ کیونکہ اس سے مومن ثابت کر دیتا ہے کہ وہ خدا کے مقابلہ میں اپنے مال سے محبت نہیں رکھتا۔ اور اس چیز کو جو دنیا میں محبوب سمجھی جاتی ہے۔ اس محبوب حقیقی کے لئے چھوڑنے پر آمادہ ہے۔

من قبل ان یاتی احدکم الموت۔ مال کوئی ایسی چیز نہیں جو ہمیشہ انسان کے ساتھ رہے بلکہ آخر ایک دن چھوڑنا پڑے گا۔ پس بجائے اس کے کہ کوئی زبردست ہاتھ چھوڑائے تم خود ہی اللہ کے لئے اسے چھوڑ دو تا وہ ہر فائدہ حاصل کرو۔ و دم یہ سمجھنا کہ مال کوئی موت سے بچا نہیں سکتا۔

سورہ المنافقون کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ تغابن رکوع ۱۸ پارہ ۲۸ رکوع ۱۵

۱۱ اگست ۱۹۱۱ء

هو الذی خلقکم فمنکم کافر۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تو تمہیں اپنی عبادت و حمد کے لئے پیدا کیا تھا مگر تم میں سے بعض کفر اختیار کر نیوالے ہیں۔

فاحسن صو رکم۔ محض صورتہ دیکھنے سے پتہ لگ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے جو علیم و حکیم ہے کسی کا چہرہ دوسرے سے نہیں ملتا۔ کتنا بڑا اصل ہے۔ پھر ایک دوسرے کی صورت دیکھ کر تم ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہو۔ تو کیا ان صورتوں کا بنانے والا بے تعلون بصیر اور تمہارے ظاہر و پوشیدہ حالات خیالات کا عالم نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تو مافی السموات و الارض کو بھی جانتا ہے اور اسی لئے علیم بذات الصدور ہے۔

سورہ تغابن رکوع ۲ پارہ ۲۸ رکوع ۱۶

۱۲ اگست ۱۹۱۱ء

من یؤمن باللہ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ صرف اللہ کی ہستی کو مان لیتے ہیں بلکہ یہ اللہ کے احکام تسلیم کرتے ہیں۔ ایک مقام پر آتا ہے۔ یؤمنون بالجبوت و الطاغوت۔ تو اب اس کے یہ معنی ہیں کہ شیطان کی ہستی پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ شیطان کی ہستی تو مومن بھی مانتے ہیں۔

اللہ۔ معبود۔ متصرف۔ لمبار و ادوی۔

من اذداجکم۔ بیوی ہو یا دوست۔ جو نیکی کا مانع ہو وہ دشمن ہی ہے۔

فختلوا۔ کمزوریوں سے ہلک صفت کہ کھٹکھٹانے والی۔ جیسے اوصاف ظاہر کرنے والے۔

و اسمعوا۔ قبول کرو۔

قسم۔ اس میں دو چیزیں ملحوظ ہیں۔ یعنی جملہ جس کے ساتھ حرص بھی ہو تقرضوا اللہ۔ ہر لفظ کے معنی شکم کی شان کے مطابق کئے جاتے ہیں۔ مثلاً غضب کہتے ہیں۔ ثوران دم القلب لئلا شغال۔ مگر غضب اللہ میں یہ معنی لئے جائیں گے۔ اسی طرح قرض کے معنی انسانی حالات کے اعتبار سے جوئے جاتے ہیں وہ خدا کے واسطے نہیں لئے جائیں گے کیونکہ اللہ الغنی و انتم الفقراء دوسرے مقام پر آچکا۔ پس اضافات کو چھوڑ کر جو معنی رہ جائیں وہ مراد ہوں گے۔ اپنے مال کا حصہ کاٹ کر دینا۔ شکوہ۔ قدر دان۔

سورہ تغابن کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ الطلاق رکوع ۱۸ پارہ ۲۸ رکوع ۱۶

۱۳ اگست ۱۹۱۱ء

فطلقوہن لعدتھن۔ عدت گذر جائے تو پھر رجوع کا اختیار نہیں وہ عورت جدا ہو جائے گی۔ ہن و طلاق تک نکاح نئے سرے سے پڑھا سکتا ہے اور تیسری کے بعد نہ رجوع کر سکتا ہے نہ نکاح۔ ہن دوسرا شوہر خود بخود طلاق دے تو پہلے کے لئے جائز ہے۔

سنت طریق یہ ہے کہ تین طلاقیں تین مختلف طہروں میں دو۔ آل ابتدا کے لئے ہے۔ یعنی عدت کے اندر اندر طلاق دے لو۔

سورہ الطلاق رکوع ۱ پارہ ۲۸ رکوع ۱۷

(۱۳ اگست ۱۹۱۱ء)

فقد ظلم نفسہ۔ اس کی حدود سے بڑھنا بظاہر کسی نفع یا آرام کے خیال سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسا شخص اپنی جان پر مصیبت ڈالتا ہے۔

فاحسکوہن۔ رجوع ضرر کے لئے نہ ہو۔

فارقوہن بمعروف۔ اہل حدیث کے ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں کا معاملہ کر کہتے ہیں۔ نان و نفقہ نہیں دیتے۔ مگر وہ نہیں نہیں باتے انہیں قاضی تفتیشی کر دے جو عظیم۔ و عطا اسی کے لئے موثر ہوگا جس کا اللہ پر ایمان ہو اور وہ جانے کہ اللہ علیم بذات الصدور ہے پھر جزا و سزا کے یوم پر ایمان ہو تاکہ گناہوں کے کرنے سے خوف اور نیکیوں پر اصرار کا یقین ہو۔ و یوزقہ۔ بیوی کو محض اس خیال سے طلاق کہ

اگر وہ کسی چیز سے بچا لیتی ہے۔ کیونکہ عیسائے انسان ہر قول و فعل حرکت سکون سے پہلے سوچ لیگا کہ آیا یہ حکم اللہ و سنت نبوی کے مطابق ہے یا نہیں و الفقوا من ما رزقناکم۔ یہ عمل ثبوت ہے اس بات کا کہ میں منافق نہیں ہوں۔ کیونکہ اس سے مومن ثابت کر دیتا ہے کہ وہ خدا کے مقابلہ میں اپنے مال سے محبت نہیں رکھتا۔ اور اس چیز کو جو دنیا میں محبوب سمجھی جاتی ہے۔ اس محبوب حقیقی کے لئے چھوڑنے پر آمادہ ہے۔

من قبل ان یاتی احدکم الموت۔ مال کوئی ایسی چیز نہیں جو ہمیشہ انسان کے ساتھ رہے بلکہ آخر ایک دن چھوڑنا پڑے گا۔ پس بجائے اس کے کہ کوئی زبردست ہاتھ چھوڑائے تم خود ہی اللہ کے لئے اسے چھوڑ دو تا وہ ہر فائدہ حاصل کرو۔ و دم یہ سمجھنا کہ مال کوئی موت سے بچا نہیں سکتا۔

سورہ المنافقون کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ تغابن رکوع ۱۸ پارہ ۲۸ رکوع ۱۵

۱۱ اگست ۱۹۱۱ء

هو الذی خلقکم فمنکم کافر۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تو تمہیں اپنی عبادت و حمد کے لئے پیدا کیا تھا مگر تم میں سے بعض کفر اختیار کر نیوالے ہیں۔

فاحسن صو رکم۔ محض صورتہ دیکھنے سے پتہ لگ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے جو علیم و حکیم ہے کسی کا چہرہ دوسرے سے نہیں ملتا۔ کتنا بڑا اصل ہے۔ پھر ایک دوسرے کی صورت دیکھ کر تم ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہو۔ تو کیا ان صورتوں کا بنانے والا بے تعلون بصیر اور تمہارے ظاہر و پوشیدہ حالات خیالات کا عالم نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تو مافی السموات و الارض کو بھی جانتا ہے اور اسی لئے علیم بذات الصدور ہے۔

سورہ تغابن رکوع ۲ پارہ ۲۸ رکوع ۱۶

۱۲ اگست ۱۹۱۱ء

من یؤمن باللہ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ صرف اللہ کی ہستی کو مان لیتے ہیں بلکہ یہ اللہ کے احکام تسلیم کرتے ہیں۔ ایک مقام پر آتا ہے۔ یؤمنون بالجبوت و الطاغوت۔ تو اب اس کے یہ معنی ہیں کہ شیطان کی ہستی پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ شیطان کی ہستی تو مومن بھی مانتے ہیں۔

اللہ۔ معبود۔ متصرف۔ لمبار و ادوی۔

من اذداجکم۔ بیوی ہو یا دوست۔ جو نیکی کا مانع ہو وہ دشمن ہی ہے۔

فختلوا۔ کمزوریوں سے ہلک صفت کہ کھٹکھٹانے والی۔ جیسے اوصاف ظاہر کرنے والے۔

و اسمعوا۔ قبول کرو۔

قسم۔ اس میں دو چیزیں ملحوظ ہیں۔ یعنی جملہ جس کے ساتھ حرص بھی ہو تقرضوا اللہ۔ ہر لفظ کے معنی شکم کی شان کے مطابق کئے جاتے ہیں۔ مثلاً غضب کہتے ہیں۔ ثوران دم القلب لئلا شغال۔ مگر غضب اللہ میں یہ معنی لئے جائیں گے۔ اسی طرح قرض کے معنی انسانی حالات کے اعتبار سے جوئے جاتے ہیں وہ خدا کے واسطے نہیں لئے جائیں گے کیونکہ اللہ الغنی و انتم الفقراء دوسرے مقام پر آچکا۔ پس اضافات کو چھوڑ کر جو معنی رہ جائیں وہ مراد ہوں گے۔ اپنے مال کا حصہ کاٹ کر دینا۔ شکوہ۔ قدر دان۔

سورہ تغابن کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورہ الطلاق رکوع ۱۸ پارہ ۲۸ رکوع ۱۶

۱۳ اگست ۱۹۱۱ء

فطلقوہن لعدتھن۔ عدت گذر جائے تو پھر رجوع کا اختیار نہیں وہ عورت جدا ہو جائے گی۔ ہن و طلاق تک نکاح نئے سرے سے پڑھا سکتا ہے اور تیسری کے بعد نہ رجوع کر سکتا ہے نہ نکاح۔ ہن دوسرا شوہر خود بخود طلاق دے تو پہلے کے لئے جائز ہے۔

سنت طریق یہ ہے کہ تین طلاقیں تین مختلف طہروں میں دو۔ آل ابتدا کے لئے ہے۔ یعنی عدت کے اندر اندر طلاق دے لو۔

سورہ الطلاق رکوع ۱ پارہ ۲۸ رکوع ۱۷

(۱۳ اگست ۱۹۱۱ء)

فقد ظلم نفسہ۔ اس کی حدود سے بڑھنا بظاہر کسی نفع یا آرام کے خیال سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسا شخص اپنی جان پر مصیبت ڈالتا ہے۔

فاحسکوہن۔ رجوع ضرر کے لئے نہ ہو۔

فارقوہن بمعروف۔ اہل حدیث کے ایک گروہ کا یہ مذہب ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں کا معاملہ کر کہتے ہیں۔ نان و نفقہ نہیں دیتے۔ مگر وہ نہیں نہیں باتے انہیں قاضی تفتیشی کر دے جو عظیم۔ و عطا اسی کے لئے موثر ہوگا جس کا اللہ پر ایمان ہو اور وہ جانے کہ اللہ علیم بذات الصدور ہے پھر جزا و سزا کے یوم پر ایمان ہو تاکہ گناہوں کے کرنے سے خوف اور نیکیوں پر اصرار کا یقین ہو۔ و یوزقہ۔ بیوی کو محض اس خیال سے طلاق کہ

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے وفات پر درس قرآن مجید نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق عثمانی المدینہ ایدیتربد

پارہ ۲۸ - رکوع ۱۸ - سورہ الطلاق

دکو عنہ

آیت ۱ - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - پہلی بستیوں کو دیکھو جنہوں نے خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی تھی - ان پر کیسا عذاب آیا تھا - تمام کتب الہیہ کو پڑھنے اور پہلی قوموں کے حالات کے مطالعہ سے انسان اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ کفر و شرک اور انبیاء علیہم السلام کو نہ ماننا ضرور ایک ایسی چیز ہے جس کا نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہوتا ہے - لیکن شوخی اور بے باکی اور شرارت بہت ہی بری شے ہے اور اس کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کو شوخ آدمی کبھی پسند نہیں اور ہر ایک شہر میں کوئی نہ کوئی ایسا نظارہ ضرور ہوتا ہے اور نہیں تو کسی بڑے امیر کبیر کے مکانات کے کھنڈرات ہی ہوتے ہیں - لاہور میں شاہی قلعہ دیکھنے والوں کو وعظ کر رہا ہے ہر ایک بستی اور گاؤں کے نزدیک کوئی نہ کوئی کھیرہ ضرور ہوتا ہے دہلی کے حالات پر غور کرو تعلق آباد کیسا آباد کیا گیا تھا اس کی چھتوں پر لکڑی نہ ڈالی گئی تھی مگر اب کیسے بے نشان پڑا ہے یہاں بھی قریب ہی ایک تعلق آباد گاؤں موجود ہے جہاں کہ تعلق لوگ رہتے تھے - لکھنؤ کے خرابوں اور ویرانوں پر غور کرو - اور ان سے عبرت حاصل کرو -

ایک صوفی کا قول ہے کہ انسان کی کیا ہستی ہے - بقطرہ آبے موجود و بخیر و بحد - سعد دم - پھر حیرت و تعجب کی بات ہے کہ انسان کس ہستی پر غور کرتا ہے - موت کے سامنے کوئی طاقت نہیں چلتی - دیکھو سکندر جب تمام فتوحات کر کے بابل میں پہنچا - تو موت آگئی اور کچھ پیش نہ گئی - بغداد میں اس قدر مخلوق تھی کہ شہر کی حفاظت کے واسطے پانچ لاکھ فوج یا کتنی تھی - مگر جب خدا کا عذاب آیا تو اٹھارہ لاکھ اس مددگارین قتل کیا گیا جن لوگوں سے ملک پر وعوے دار ہونے کا اندیشہ ہو سکتا تھا کہتے ہیں - ان کے ایک ہزار آدمیوں کی قطار کھڑی کر کے سب دیوار میں چن چن گئے غرض خداوند تعالیٰ کا جب عذاب آتا ہے تو اسے کوئی ٹال نہیں سکتا اسی عذاب کا اس آیت میں ذکر ہے -

پہلے رسولوں کے مخالفین کا یہ حال ہوا - تو تم کیونکر چ سکتے ہو یہی حال تمہارا بھی ہونے والا ہے -

التقوا اللہ - تقوئے اختیار کرو

اولی الالباب - عقل مند

الذین آمنوا - عقلمند وہی ہیں جو ایمان لائے

ذکرا - خدا تعالیٰ نے ایک ایسی کتاب اتاری ہے جس پر عمل کرنے سے تمہارا ذکر

پھیلے - وہ تمہاری عظمت اور جبروت کا باعث ہونے والی ہے -

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہا لشکر ہے کہ گیارہ ماہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح نے پھر درس قرآن شریف مسجد اقصیٰ میں پہلے کی طرح بوقت عصر شروع کر دیا ہے پچھلے سال ۱۷ - نومبر کو اپنے آخری درس مسجد میں دیا تھا اور ۱۸ کو آپ گھوڑے پر سے گرے تھے اور اب ۹ اکتوبر سے پھر وہی سلسلہ شروع ہوا ہے لیکن اب جو درس حضرت صاحب نے جاری کیا ہے وہ دراصل صبح کے درس کے سلسلہ میں ہے جو کہ آپ کئی ماہ سے دے رہے ہیں اور اس واسطے پارہ ۱۹ سے شروع ہوا ہے - ۱۷ نومبر ۱۹۱۱ء کو جو درس آپ نے دیا تھا اس کے ساتھ پارہ ۲۴ کے سورہ مؤمن کی تفسیر ختم ہوئی تھی اس کے بعد حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب نے وہی درس حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم سے اس کے آگے شروع کیا جو پارہ ۲۸ کے قریب آخر تک ہدیہ ناظرین ہوتا رہا ہے - اب حضرت خلیفۃ المسیح کے خود درس شروع کرنے کے سبب مولوی سید صاحب کا درس تو ملتوی ہو گیا اور حضرت صاحب نے درس پارہ ۲۸ میں سے شروع کیا اس واسطے ناظرین سے مشورہ طلب کرنے کے بعد یہ قرار پایا ہے کہ پہلے ہم آخری دو پاروں کے نوٹ درج اخبار کر لیں اور اسکے بعد پھر جو تجویز ہوا ہے عملدرآمد کیا جائے سو اس مطلب کے حاصل کرنے کے واسطے میں نے اپنے اور دوستوں کے نوٹوں سے مدد لے کر پچھلے دو پاروں کے نوٹ لکھنے شروع کئے ہیں اور یہ تجویز ہے کہ انکو ترتیب دیکر ساتھ ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح کو دکھایا جادے اور حضور کی اصلاح کے بعد درج ضمیمہ کیا جائے چنانچہ پارہ ۲۸ کے آخری تین رکوع کی تفسیر ترتیب دیکر میں نے حضرت صاحب کو دکھالی ہے اور اس پرچہ (۹ - نومبر ۱۹۱۱ء) ضمیمہ شروع کیا جاتا و ما توفیقی الا باللہ العلی العظیم - اور آخری پارے کی چند آخری سورتوں کی تفسیر پچھلے سالوں میں بدر میں چھپ چکی ہے اسے وہاں سے نقل کر لیا گیا اس جگہ میں اس بات کا ذکر کر دینا ہی ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگرچہ میں نے بہت دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح کا درس سنا ہے تاہم ان نوٹوں کی طیاری میں میں نے اپنی یادداشتوں پر اتقار نہیں کیا بلکہ بعض دیگر دوستوں کی نوٹ بھی دیکھی ہیں جن میں سے قابل ذکر میرے مکرّم دوست جناب اکبر شاہ خاں صاحب ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور انہیں دینی دنیوی حسنا سے مالا کرے اور اس کے علاوہ دو تین تفسیروں کو بھی مد نظر رکھا ہے جن میں سے اس جگہ قابل ذکر شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کی تالیف کردہ تفسیر بنام ترجمۃ القرآن ہے جسے میں نے بہت مفید اور کارآمد نکات اور لطائف کا مجموعہ پایا ہے - بالآخر احباب سے درخواست ہے کہ وہ عاجز کے لئے دعا کریں کہ یہ خدمت حصول رضائے الہی کا موجب ہو -

(ایڈیٹر)

آیت ۴۔ دسویں۔ اگر تم دیکھنا چاہو کہ اس تعلق کا کیا فائدہ ہے تو رسول کا منہ دیکھو جو اللہ تعالیٰ کی آیات تم پر پڑھتا ہے خدا تعالیٰ نے اسے کیا عزت عطا کر دی ہے۔
من الظلمات الى النور۔ اس رسول کی اطاعت اور اس کلام پر عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ تم تاریکی سے نکل کر نور میں داخل ہو جاؤ گے۔ ظلمت پانچ قسم ہے۔

(۱) ظلمت فطرت۔ انسان مان کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی جاہل ہوتا ہے۔
(۲) ظلمت عادات۔ بد عادات انسان کو بہت نقصان پہنچاتی ہیں اور انبیاء علیہم السلام اسی واسطے آتے ہیں کہ عادات بد کو دنیا سے مٹا دیں۔

(۳) ظلمت رسم۔ رسم و رواج سے بھی بڑے نقصان مترتب ہوتے ہیں۔ بعض سکین اس وقت شروع ہوئیں جبکہ مسلمان امیر اور بادشاہ ہوئے تھے لیکن اب حالت فقر میں بھی ان پر چلنا چاہتے ہیں

(۴) ظلمت جبل۔ جاہل و نادان بہ سبب جہالت کے اپنے آپ کو عجیب عجیب کالیف میں مبتلا کر لیتے ہیں۔

(۵) ظلمت عدم استقلال۔ بعض آدمی بڑے بڑے وعدے اور ارادے کرتے ہیں۔ اور کام شروع کرتے ہیں مگر آخر نباہ نہیں سکتے۔

جنت۔ فرمایا وہ جنت جس کے نیچے ندیاں بہتی ہیں۔ ایمان اور عمل صالح سے مل سکتی ہے۔

اس سورۃ شریف میں طلاق کے نہایت ضروری مسئلہ کو حل کیا ہے یہود طلاق کے معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے ذرا فدا سی بات پر طلاق دیتے تھے اور عیسائیوں کے درمیان سوائے زنا کے طلاق نہ ہو سکتی تھی۔ افراط اور تفریط کو دور کیا گیا۔ اور ایک درمیانی راہ کھلائی گئی اور عورتوں کے حقوق قائم کئے گئے جن پہلی قومیں آشنا میں بلکہ اس وقت یورپ کا قانون لندن تک خاموش ہے۔

اس سورۃ شریف میں بار بار تقویٰ پر زور دیا گیا ہے۔ لوگ عورتوں کو معاملہ میں تقویٰ سے دور جا پڑے ہیں بعض لوگ اپنی عورتوں کو نہ آباد کرتے ہیں۔ اور نہ طلاق دیتے ہیں۔ بعض مارتے ہیں تنگ کرتے ہیں بد اخلاقی سے بیش آتے ہیں یہ بہت بڑی ظلم کی باتیں ہیں۔

آیت ۶۔ احاط۔ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کے دائرہ سے خارج نہیں ایک صوفی کہتا ہے۔

رمزیت نہ سر قدرش کن فیکون بادشاہ اور یکیت بیرون و دروں
و رغیب و شہادت ذرہ نتوان یافت از دائرہ قدرت و غلبش بیرون

سورۃ التخمیر رکوع ۱

(پارہ ۳۸۔ رکوع ۱۹)

آیت ۱۔ یا ایہا النبی۔ اس سورۃ کے شروع میں بھی پچھلی سورۃ کے شروع کی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کیا ہے مگر حکم عام رکے لئے ہے نہ

لسم تحکم۔ تو کیوں حرام کرتا ہے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی حلال چیز کو چھوڑ دیا تھا اس کا پتہ احادیث سے دو جگہ سے ملتا ہے ان دو میں سے کسی ایک کو یہاں سمجھ لو۔

(۱) ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد یا تھا تو ایک بیوی نے کہا آپ کے منہ سے بواقی ہے۔ آپ نے خیال فرمایا کہ اگر شہد کا پینا کسی بیوی کو ناپسند ہے تو ہم نہیں پیتے شہد کے پینے کی ضرورت ہی کیا ہے

(۲) دوسری بات حدیثوں میں یہ لکھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں کے لئے کسی معاملہ پر ناراض ہو کر ان سے علیحدگی اختیار کی تھی اور چند روز تک ایک علیحدہ مکان میں رہے تھے اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہر حال ان دو باتوں میں سے کوئی ایک بات ہے یا کوئی اور امر ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا جس کے سبب یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترک میں مشکلات تھیں اگر وہ قائم رہتا تو مسلمان اسے ایک سنت بنا لیتے۔

آیت ۲۔ فرض اللہ۔ عام حکم ہے اللہ تعالیٰ سب پر فرض کر دیا ہے کہ یہی حق قائم نہ رہا کریں۔

آیت ۳۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بات اپنی کسی بیوی کو کہی تھی اس کے کسی اور کے آگے ذکر کر دی۔ ان حضرات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ الہام الہی سے معلوم ہو گیا کہ اس بیوی نے اس راز کی بات کو آگے ذکر کر دیا ہے۔

شیعوں نے کہا ہے کہ وہ بات یہ تھی کہ میرے بعد حضرت علی خلیفہ ہوں گے۔ اور سنی کہتے ہیں کہ وہ بات یہ تھی کہ میرے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوں گے۔ مگر جب نے اس بات کو مقید نہیں کیا اور بیان نہیں فرمایا کہ وہ کیا بات تھی تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم کہیں کہ وہ یہ بات تھی یا وہ بات تھی۔

آیت ۴۔ صفت۔ جھکے ہوئے میں تمہارے دل تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔

کجی کا ترجمہ کرنا یہاں غلط ہے۔
دان تظہر۔ اگر تم ایک دوسرے کی پیٹھ بھرو۔

آیت ۵۔ تبدیلی کا اختیار دیا گیا۔ مگر تبدیلی کوئی نہیں ہوئی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب صفات جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے کہ نبی کو خدا ایسی ہیڈیاں دیگا وہ انہی بی بیوں میں موجود تھیں۔ اور اگر کچھ کمزور یاں تھیں تو وہ خداوند تعالیٰ نے دور کر دیں۔

آیت ۶۔ اوپر عورتوں کا ذکر ہوا اب اللہ تعالیٰ تاکید فرماتا ہے کہ اپنے اہل خانہ کو وعظ و نصیحت کرتے رہو اور انہیں نیک باتوں کی طرف متوجہ کرتے رہو تاکہ وہ بھی عذاب سے بچیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الذجال خواصون علی النساء۔ مرد عورتوں کے موب ہو کر نے ہیں کہ انہو ہر قسم کے آداب شرعیہ و اسلامیہ سکھا دیں۔

مذکورہ بالا آیات میں جو واقعہ بیان ہوا ہے اس پر سچی اور انکسے شاگرد آریہ اعتراض کیا کرتے ہیں چوں کہ اس اعتراض کا جواب معقول حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی کتاب فیصل الخطاب میں دیدیا ہے اس واسطے ہم اسے یہاں نقل کر رہے ہیں۔

ناظرین اس لیے چڑھے سوال اور اس سوال کی تہذیب کو دیکھئے۔

پادری کا سوال۔ سورہ تحریم کے پہلے رکوع کی تفسیر میں ہے۔ محمد صاحب اپنی زوجہ حفصہ کے گھر گئے اور اسکی لونڈی ماریہ قبطیہ سے اپنی زوجہ کی غیر عاضری میں ہمبستر ہوئے۔ حفصہ مذکورہ معلوم کہ کے ناراض ہو گئی۔ تب محمد صاحب نے اس شہرت بد کو بند کرنے کے لئے اور اپنی زوجہ حفصہ کو راضی کرنے کے لئے قسم کھائی اور کہا کہ میں پھر اس لونڈی سے ہمبستر نہ ہوں گا اور اپنی زوجہ حفصہ سے فرمایا کہ یہ بات تیرے پاس انت ہے سو ماجر تو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ جب محمد صاحب اس کے گھر سے چلے گئے تو حفصہ نے یہ تمام احوال عائشہ پر ظاہر کر دیا اور پھر عائشہ سے جب محمد صاحب کے معلوم ہو گیا کہ یہ ماجرا چھپنے سکا تو قرآن میں بمقام مذکورہ الصد ایک آیت نازل کر لی کہ بے شک قسم توڑ کر لونڈی سے ہمبستر ہوتے ہے اپنی عورتوں کی خوشنودی نہ چاہی۔ پس اس ماجرے سے تین گناہ محمد صاحب پر ثابت ہیں۔

اول۔ گناہ زنا کا کہ جس کے سبب مجرمہ اپنے اپنی زوجہ حفصہ سے ملاست اٹھائی اور بدنام ہو کر اس گناہ کے چھپانے کی کوشش کی اور آخر کار قسم اٹھا کر جان چھوڑانی پڑی۔

دوم۔ گناہ قسم پر قائم نہ رہنے کا۔ کہ وہ پھر اسی لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے اور اسی سبب محمد یون ری بھی قسم کا توڑنا جائز کر دیا۔

سوم۔ ایسے ناشائستہ فعل میں۔ یعنی لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے اور قسم کو توڑنے میں خدا کو بھی شریک کر کے اجازت دینے والا قرار دیا۔

جواب۔ غور فرمائے والے ناظرین سزا عیب گیر پادری صاحب اول تو قرآن سے نکال کر یہ اعتراض نہیں دکھا سکتے بلکہ کسی تفسیر سے۔ یہ سچ ہے قرآن کریم ایسے اعتراضات کا ناجیل کی طرح منشاء نہیں ہو سکتا۔

دوہین تفسیر سیل صاحب اور رندویل نے تفسیر قرآن لکھی ہیں پھر کیا ان تفسیر کے باعث اسلام یا قرآن یا صاحب قرآن محل اعتراض ہو سکتا ہے۔

دوم۔ پادری کہتے ہیں حفصہ کی لونڈی ماریہ قبطیہ۔ حالانکہ ماریہ قبطیہ ہمارے سچے اور پاک مان نہایت سچے اور نہایت پاک خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ام ولد اور سر یہ بی بی تھیں۔ ماریہ حفصہ کی لونڈی ہرگز نہیں ہاں ہرگز نہیں۔

یہ ماریہ قبطیہ وہ ہے جس کے ام ولد بننے سے مصر اور اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے ساتھ تعلقات پیدا ہوئے۔ افسوس آپکو گھر کی بھی خبر نہیں یہ مقوقس عیسائی تھا نہ قانی شرح مواہب۔

یہ ماریہ وہی ہے جسکی حقیقی بہن حسان کے گھر میں تھی اور عبدالرحمن بن حسان اس کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ مواہب لدنیہ۔

یہ ماریہ وہ ہے جس کے ساتھ شہباز خجری آئی جسے مسلمان و لیل کہتے ہیں۔ پادریو! آپ کے تمام اعتراض کا زور اسی پر تھا کہ ماریہ قبطیہ حفصہ کی لونڈی تھی جب حفصہ کی لونڈی ہونا ماریہ کا ثابت نہ ہو تو آپکی ساری یادہ سرائی بے ہودہ گویا اڑ گئی۔

سوم۔ پادری کہتے ہیں۔ محمد صاحب نے ایک آیت سورہ تحریم کی ابتدا میں نازل کر لی۔ پادری لوگ آیت تو نہیں لکھتے۔ صرف اس کے بدلے یہ اردو عبارت لکھ دیتے ہیں۔

بے شک قسم توڑ کر لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے اور اپنی عورتوں کی خوشنودی نہ چاہی۔

اعتراض۔ یہ بھی عبارت مرقوم ہے

اب تمام ناظرین کی خدمت میں التماس ہے۔ قرآن تمام عمرات میں موجود، ایسی کوئی آیت تمام قرآن میں نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو۔

اس محرف قوم کے تعصبات کی حد نہیں جان بوجھ بے ایمانی پر کمر بستہ ہے۔ اور کیون نہ ہوں کفار۔ سے کہے بے ہودہ خیالی پلاؤ نے انکو گناہ سے بے ڈر کر رکھا ہے۔

پادریوں نے آخر میں اعتراض اس قصہ پر چھائے۔ جب قصہ ہی سر سے غلط ٹھہرا۔ تو یہ نتیجہ کیونکر قابل التفات ہوگا۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی تھیں تو زنا کہیا۔ ہوش کی لو۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی تھیں تو قسم کیا اور قسم توڑنا کیا۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی تھیں تو ناشائستہ فعل کیا۔

معترض۔ کہتا ہے قسم توڑنے کی آیت نازل کر لی۔ قسم توڑنے کی کوئی آیت سورہ بقرہ میں نہیں اور نہ اس کے بعد کوئی قسم توڑنے کی آیت اتنی۔ ہاں قسم کے توڑنے پر کفارہ دینے کا قرآن میں سورہ مائدہ میں ذکر آیا ہے مگر یاد رہے سورہ مائدہ سورہ تحریم سے پہلے اتنی ہے۔

ہاں۔ مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے سورہ تحریم کی پہلی چند آیات کی تفسیر لکھنے والے یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبَتَّغِي مَوَاصِلَ الْأَفْوَاجِ وَاللَّهُ عَفْوٌ ذَرِيعٌ۔ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ۔ سیدارہ سورہ تحریم رکوع ۱۔

محمد رسول خدا نے اپنی بی بی زینب کے گھر میں شہد پیا۔ عائشہ اور حفصہ نے زینب پر غیرت کی اور رسول خدا سے عرض کیا کہ آپ کے منہ سے منافق کی بواقی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے زینب کے گھر میں شہد پیا ہے اب پھر شہد نہ پیونگا۔ یہ بات اس لئے کہی کہ جب تکو شہد کی بوسے نفرت تھی تو اس کا پینا کیا ضرور۔ معاشرت میں نقص آتا ہے۔ باری تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ حلال انبیاء کا ترک کرنا اور اس پر حلف کرنا کیوں۔ ایسے امور میں عورتوں کی رضامندی ضرور نہیں۔ قسم سے بچ رہنے کے لئے سورہ مائدہ میں کفار کا حکم ہے اس پر عمل کرو۔

قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ میں فَرَضَ ماضی کا صیغہ ہے حال یا استقبال نہیں۔ یہ زینب کا قصہ اور اس پر آیت کا نازل ہونا بخاری و مسلم وغیرہ حدیث کی اعلیٰ کتابوں میں موجود ہے اور قرآن کی تفسیر یا خود قرآن سے یا لغت عربی یا قرآن کی تفسیر صحیح احادیث سے تفسیر کا اعلیٰ درجہ ہے۔

بعض مفسر لوگوں نے زینب کے بدلے میں ماریہ قبطیہ کا نام لیا۔ الا ماریہ بھی رسول خدا کی بی بی ہیں اور ایک بیٹے کی مان اس بیٹے کی مان ہیں جس نے لڑکپن میں انتقال کیا تب بھی کوئی ہرج نہیں۔ الایہ مفسرون کا قول حدیث کے مقابلہ میں التفات کے قابل نہیں۔ بلکہ محققین نے ماریہ کے وجود پر بھی انکار کیا ہے۔

سورۃ التحريم رکوع دوم

(پارہ ۲۸ - رکوع ۲۰)

آیت ۱۔ فصوحاً۔ خالص۔ توبہ فصوح کے معنی ہیں۔ خالص رجوع۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا مومن کا کام ہے۔ اس میں فرمایا ہے۔ کہ خالص توبہ کا یہ نتیجہ ہوگا کہ تم پچھلی بدیوں کے بُرے نتائج سے محفوظ رہو گے اور آئندہ بدیوں کے خوش کو دبا سکو گے۔ اور ایک نور تمہیں دیا جائے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے اور ہر قسم کی ٹھوکر اور لغزش سے محفوظ رہو گے۔

آیت ۲۔ اس آیت میں منافقوں سے جہاد کا حکم ہوا ہے جس سے ظاہر ہے کہ منافق ظاہر ہو چکے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھے اگر ظاہر نہ ہوتے تو ان کے ساتھ جہاد کیوں کر ہو سکتا تھا اگر شیعوں کے کہنے کے مطابق عمر منافق تھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لازم تھا بلکہ ان پر فرض تھا کہ اس آیت کے ماتحت ان کے ساتھ جہاد کرتے۔ مگر انہوں نے نہیں کیا۔

آیت ۳۔ ۱ امرأة زوجہ۔ حضرت زوجہ کی عورت کا نام علمہ تھا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا فنون کی مثال دو خورتوں کے ساتھ بیان کی ہے۔ جیسے کہ حضرت زوجہ اور حضرت لوط کی بیویان تھیں۔ کہ وہ ایک خدا کے رسول کی بیویان تھیں مگر چون کہ وہ ایمان نہ لائیں اس واسطے ظاہری تعلق اور رشتہ کسی کام نہ آیا بلکہ ان کی بدگوئی اور مخالفت کی وجہ سے عذاب الہی میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئیں۔

خانتہما۔ یہاں خیانت سے مراد انبیاء کی بدگوئی اور عداوت ہے خیانت سے مراد فتنہ و فحش نہیں ہے۔ فتنہ و فحش کے واسطے جو لفظ آتا ہے وہ خبت ہے یہ خبیثہ نہ تھیں بلکہ کافرہ تھیں۔

آیت ۴۔ فرمایا۔ مؤمن دو قسم کے ہوتے ہیں ایک امرأة فرعون کی مانند اپنے جذبات نفس میں مقید ہیں اس حالت سے نکلنے کے واسطے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے مریم بنت عمران کی طرح ہیں۔ جو اپنے نفس کو پاک کئے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی روح صدق ان میں پھونکی جاتی ہے۔ اور وہ مسیحی نفس بن جاتے ہیں اس کی تفسیر میں ایک مفصل بیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب کشتی نوح میں کیا ہے۔ جس کو ہم درج ذیل کرتے ہیں۔

”خداوند تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں آیت اھدنا الصراط المستقیم میں شہادت دی کہ اس اُمت کے بعض افراد انبیاء گزشتہ کی نعت بھی پائیں گے نہ کہ نہرے یہودی ہی بنیں یا عیسائی بنیں اور ان قوموں کی بدی فتنے لین مگر انکی نہ لے سکیں اسی کی طرف سورہ تحریم میں بھی اشارہ کیا ہے۔ کہ بعض افراد امت کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے۔ جس نے پارسائی اختیار کی۔ تب اس کے رحم میں عیسے کی طرح پھونکی گئی۔ اور عیسے اس سے پیدا ہوا۔ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس اُمت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اس کو ملیگا۔ پھر اس میں عیسے کی روح پھونکی جاوے گی۔ تب مریم میں سے عیسے نکل آئے گا یعنی وہ مریم کی صفات عیسوی صفات

کی طرف منتقل ہو جائیگا۔ گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسائی ہونے کا بچہ دیا۔ اور اس طرح پردہ ابن مریم کہلائیگا جیسا کہ براہین احمدیہ میں اول میرا نام مریم رکھا گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہے الہام صفحہ ۲۶۱ میں اور وہ یہ ہے۔ کہ انی لکھنا ایسے۔ اے مریم تو نے یہ نعمت کہاں سے پائی اور اسی کی طرف اشارہ ہے صفحہ ۲۶۲ میں یعنی اس الہام میں کہ ھو تخلیک بجنہ الخلة۔ یعنی اے مریم کھجور کے تنہ کو ہلا اور پھر اس کے بد صفحہ ۲۶۲ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے۔ یا مریم اسکن انت و زوجک الجنة نفخت فیک من لدنی روح الصدق۔ یعنی اے مریم تو مع اپنے دوستوں کے بہشت میں داخل ہو۔ میں نے تجھ میں اپنے پاس سے صدق کی روح پھونک دی۔ خدا نے اس آیت میں میرا نام روح الصدق رکھا یہ اس آیت کے مقابل پر ہے کہ نفخا فیہ من دوحنا۔ پس اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسائی کی روح جا پڑی جس کا نام روح الصدق ہے۔ پھر کے آخر میں صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں وہ عیسائی جو مریم کے پیٹ میں تھا اسکے پیدا ہونے کے بارہ میں یہ الہام ہوا۔ یا عیسائی انی متوفیک ورافک الی و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفرو الی یوم القیامہ۔ اس جگہ میرا نام عیسے رکھا گیا اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسے پیدا ہو گیا۔ جس کے روح کا نفخہ صفحہ ۲۶۲ میں ظاہر کیا گیا تھا۔ پس اس لحاظ سے میں عیسائی بن مریم کہلا یا۔ کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی۔ دیکھو صفحہ ۲۶۲ اور ۵۵۶ براہین احمدیہ۔ اور اسی واقعہ کو سورہ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ عیسے ابن مریم اس امت میں اس طرح پیدا ہوگا کہ پہلے کوئی فرد اس امت کا مریم بنایا جائے گا اور پھر بعد اس کے اس مریم میں عیسے کی روح پھونک دی جائے گی پس وہ مریمیت کے رحم میں ایک امت تک پرورش پا کر عیسے کی روحانیت میں تولد پائے گا اور اس طرح پردہ عیسے بن مریم کہلائے گا۔ یہ وہ خبر محمدی ابن مریم کے بارہ میں ہے۔ جو قرآن شریف یعنی سورہ تحریم میں اس زمانہ سے تیرہ سو برس پہلے بیان کی گئی ہے اور پھر براہین احمدیہ میں سورہ تحریم کی ان آیات کی خدا نے خود تفسیر فرمادی ہے۔ قرآن شریف موجود ہے۔ ایک طرف قرآن شریف کو رکھو اور ایک طرف براہین احمدیہ کو اور پھر انصاف اور عقل اور تقویٰ سے سوچو کہ وہ پیشگوئی جو سورہ تحریم میں تھی۔ یعنی یہ کہ اس امت میں بھی کوئی فرد مریم کہلائے گا اور پھر مریم سے عیسائی بنایا جائے گا گویا اس میں سے پیدا ہوگا۔ وہ کس رنگ میں براہین احمدیہ کے الہامات سے پوری ہوئی۔ کیا یہ انسان کی قدرت ہے۔ کیا یہ میرے اختیار میں تھا اور کیا میں اس وقت موجود تھا جبکہ قرآن شریف نازل ہو رہا تھا۔ میں عرض کرتا کہ مجھے ابن مریم بنانے کے لئے کوئی آیت تیری جاوے اور اس اعتراض سے مجھے بکدوش کیا جائے کہ تمہیں کیوں ابن مریم کہا جائے اور کیا آج سے بیس بائیس برس پہلے بلکہ اس سے بھی زیادہ میری طرف سے یہ منصوبہ ہو سکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر اول اپنا نام مریم رکھتا اور پھر آگے بلکہ افترا کے طور پر یہ الہام بنانا کہ پہلے زمانہ کی مریم کی طرح مجھ میں بھی عیسے کی روح پھونکی گئی اور پھر آخر کار صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں یہ نکھدینا کہ اب مریم میں سے عیسے بن گیا اے عزیز و باغور کرو اور خدا سے ڈرو ہرگز یہ انسان کا فعل نہیں یہ باریک اور دقیق حکمتیں انسان کے فہم اور فہاس سے بالا تر ہیں ۴

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت سلفیہ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library
(مرتبہ محمد صادق علی اللہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ)

بقیہ سورۃ التحریم رکوع دوم

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

(بج)

اگر براہین احمدیہ کی تالیف کے وقت جس پر ایک نام نہ لکھ دیا گیا ہے۔ مجھ کو اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں اسی براہین احمدیہ میں یہ کیوں لکھتا کہ عیسیٰ ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا۔ سو چونکہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہو جائے گی اس لئے گو اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا ہے جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریت میں سینے پر درش پائی اور پروہ میں نشوونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے چہارم حصہ صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح چھبہ میں نفع کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بزرگ ہوا اس الہام کے جوہر سے آخر براہین احمدیہ کے چہارم حصہ صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے۔ مجھ کو مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔ اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سرخفی کی مجھے خبر نہ دی۔ حالانکہ وہ سب خدا کی وحی جو اس راز پر مشتمل تھی یہ سب پر نازل ہوئی اور براہین احمدیہ میں درج ہوئی۔ مگر مجھے اس کے معنوں اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی۔ ایسا واسطے میں نے مسلمانوں کی رسمی عقیدہ براہین میں لکھ دیا تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو وہ لیکن الہامی نہ تھا محض رسمی تھا مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعویٰ نہیں تھا جب تک کہ خود خدا تعالیٰ مجھ کو نہ سمجھا دے۔ سو اس وقت تک حکمت الہی کا یہی تقاضا تھا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آتے مگر جب وقت آگیا۔ تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے۔ تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ میں سب سے عود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں یہ وہی دعویٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار تصریح لکھا گیا ہے۔ اب مجھے ایک اور الہام کا بھی ذکر کرنا ہوتا ہے اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ الہام اپنے کسی رسالہ یا شہادت میں شائع کیا ہے یا نہیں لیکن یہ یاد ہے کہ صد ہا لوگوں کو یسے سنایا تھا اور میری یادداشت کے الہامات میں موجود ہے اور وہ اس زمانے کا ہے۔ جب کہ خدا نے مجھ کو پہلے مریم کا خطاب دیا اور پھر نفع روح کا الہام کیا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا تھا۔ فاجاءھا المخاض الى جذع النخلة قالت یا لیتین مت قبل هذا کنت نسیتاً منسیاً۔ یعنی پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے۔ درودہ کجور کی طرف سے آئی ہے۔ یعنی عوام الناس اور جانہوں اور بے سمجھہ علماء سے واسطہ پڑا جن کے پاس ایمان کا پھسل نہ تھا جنہوں نے تحفہ توہین کی اور گالیان دین اور ایک طوفان برپا کیا تب مریم نے کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور میرا نام و نشان باقی نہ رہتا۔ یہ اس شہر کی طرف اشارہ ہے۔ جو ابتدا میں مولویوں کی نظر سے

برہنیت مجموعی پڑا اور وہ اس دعویٰ کی برداشت نہ کر سکے اور مجھ کو ایک سید سے انہوں نے فکارنا چاہا۔ تب اس وقت جو کرب اور قلق نا بھون کا شور و غوغا دیکھ کر میرے دل پر گزرا اسکا اس جگہ خدا تعالیٰ نے نقشہ کہینچیا ہے۔ اور اس کے متعلق اور بھی الہام تھے۔ جیسا لقد جدت شدیاً خریاً طماکان بالوث امرء سوء وما کانت املاً بغیاً۔ اور پھر اس کے ساتھ کا الہام براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۱ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے۔ الیس اللہ بکاف عبداً ولجعلہ آیت للناس ورحمة منا کان امراً مقضیاً قول الحق الذی فیہ تتمدون۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۶ سطر ۱۲ و ۱۳۔ (توجہ) اور لوگوں نے کہا کہ اے مریم تو نے یہ کیا مکر وہ اور قابل نفرت کام دکھلایا جو راستی سے دور ہے۔ تیرا باپ اور تیری ماں تو ایسے نہ تھے مگر خدا ان تہمتوں سے اپنے بندہ کو بری کر چکا اور ہم اس کو لوگوں کیلئے ایک نشان بنادینگے اور یہ بات ابتدا سے مقدر تھی اور ایسا ہی ہوا تھا یہ عیسیٰ بن مریم ہے۔ ہمیں لوگ شک کر رہے ہیں یہی قول ہے یہ سب براہین احمدیہ کی عبارت ہے اور یہ الہام اہل میں آیات قرآنی ہیں جو حضرت عیسیٰ اور انکی ماں کے متعلق ہیں ان آیتوں میں جس عیسیٰ کو لوگوں نے ناجائز پیدائش کا انسان قرار دیا ہے اسی کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اسکو اپنا نشان بنائیں گے اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے بن ہی مراد ہوتی ہے۔ میری نسبت ہی کہا گیا ہے کہ ہم اس کو نشان بنادینگے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ بن مریم ہے جو آئے والا تھا۔ ہمیں لوگ شک کرتے ہیں یہی حق ہے اور آئے والا ہی ہے اور شک محض نا فہمی سے ہے۔ جو خدا کے اسرار کو نہیں سمجھتے اور صورت پرست ہیں حقیقت پر اپنی نظر نہیں۔

اس جگہ اٹھائیسویں پارے کے نوٹ ختم ہو کر

پارہ اٹھائیسواں رکوع اول سورۃ الملک

آیت ۱۔ تبارک۔ بہت برکت والا۔ دائمی خیر والا۔ پاک ذات ہے بابرکت والا ہے ملک دولت کا مالک ہے۔ سب چیزوں پر قادر ہے۔ کسی پارلیمنٹ کے ماتحت نہیں کسی مجلس شوریٰ کے قوانین بنانے پر مجبور نہیں ایسے مالک کی حکومت کا ماتنا ہمارے واسطے ضروری ہے اور مفید ہے۔ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ طاقتور اور بڑے کی بات کو مان لیتا ہے خدا تعالیٰ نے قدرت کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ بڑے بڑے فلاسفہ ایک ایک ذرے کی تحقیقات میں بھی حیران رہ جاتے ہیں۔

اس سورہ شریف کو نہایت پر شوکت الفاظ سے شروع کیا گیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی طاقت۔ سلطنت۔ عزت و عظمت و جبروت کا اظہار ہوتا ہے اس کے قبضہ قدرت میں

سب حکمتیں ہیں۔

یہ سورۃ کئی ہے۔ ایسے وقت میں نازل ہوئی جب مسلمان مکتورے اور کمزور تھے اور مشرکین کا زور تھا۔ اس میں ایک پیشگوئی ہے۔ کہ سلطنت اس میں خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہ اب کفار سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلطنت کا مالک بنائے گا دنیا داروں کی نگاہ میں یہ بات دور از قیاس ہے۔ مگر خدا تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔

آیت ۲۔ خلق الموت والحیوة۔ خدا تعالیٰ نے موت اور زندگی بنائی۔ اس دنیا کو چھوڑنا اور پھر ہمیشہ زندہ رہنا۔

جس چیز کا تقاضا اور خواہش انسان میں ہے اس کا سامان بھی ضرور موجود ہوتا ہے انسان کی ہر فطری خواہشات سے ہے کہ وہ فنا نہ ہو تو اس کا سامان بھی اللہ تعالیٰ نے بنا دیا ہے۔ مرنے کے بعد روح قائم رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موت ہی بنائی ہے یہ بھی اس کی بڑی غیب نوازی ہے موت کے ساتھ دنیا کی سب تکالیف کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور موت کے بعد ہر ترقیات کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ موت انسان کے واسطے اس طرح ضروری ہے جس طرح ہر اس لڑکی کے واسطے جو کسی کے گھر میں پیدا ہو یہ ضروری ہے کہ اس کے ماں باپ بصد محبت اسے پال پوس کر اور ہر طرح سے اس کی تعلیم و تربیت کر کے بالآخر ایک دن اسے اپنے گھر سے رخصت کر کے دوسرے گھر میں پہنچا دیں۔ کیونکہ اس میں ایک جوہر خدا تعالیٰ نے رکھا ہے جس کی شگفتگی سوائے اس کے نہیں ہو سکتی کہ وہ اس گھر کو چھوڑ کر اس گھر میں چلی جاوے۔ خواہ اس کے ماں باپ اور خویش و اقربا کی جدائی کے صدمے سے روٹیں اور غم کھائیں اور آتش بھائیں۔ پر ضرور ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اسے رخصت کرین جس طرح وہ جدائی کی گھڑی سخت ہے اسی طرح موت کی ساعت بھی سخت ہے مگر اس کے بعد آرام و راحت کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔

اس موت و حیوة کے الفاظ میں آل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل دوبارہ زندگی کی قوموں کی روحانی موت اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا کی تمام قوموں پر روحانی مردگی وارد ہو چکی تھی اور بربور بحر ہلاک ہو چکے تھے اسی کی طرف قرآن مجید میں دوسری جگہ اشارہ فرمایا ہے۔

یا ایہا الذین امنوا استجبوا للہ والرسول اذا دعاکم لما یحییکم
اے مومنو! اللہ اور رسول کی بات مانو جب کہ وہ تمہیں بلاوے تاکہ تمہیں زندگی عطا کرے۔

لیبلوکم۔ تاکہ تمہیں انعام دے۔ انعام امتحان کے بعد ہوتا ہے امتحان کے معنی میں محنت میں ڈالنا۔ جس کسی کو ایک محنت اور بلا میں اور مشقت میں ڈالا جاتا ہے اور وہ اس سے کامیاب نکلتا ہے تب وہ انعام پاتا ہے تاکہ دیکھنے والے سمجھیں کہ محنت کا نتیجہ کیا ہے اور وفاداری کا پھل کس طرح ملتا ہے اسی طرح دوسروں کو نیکی کی تحریک ہوتی ہے۔

بعض نادانوں نے اس لفظ پر اعتراض کیا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کیوں کرتا ہے کیا وہ اپنے علم غیب سے نہیں جانتا کہ انسان کس حالت میں ہو

قرآن شریف میں تو آزمائش کا لفظ ہی نہیں آیا وہاں تو بلا کا لفظ ہے جس کے معنی انعام کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ حالتیں موت اور زندگی کی اس واسطے بنائی ہیں کہ ہمیں انعام عطا کرے لیکن خدا تعالیٰ کے افعال کو قانون قدرت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک شے پر ایک محنت کرنی پڑتی ہے اور یہی امتحان ہے وہ زمین میں چھوڑا جاتا ہے خس و خاشاک میں ملا دیا جاتا ہے پھر پانی سے اسے اس مٹی میں ترکیب جاتا ہے تب وہ پھٹتا ہے اور اس میں سے نرم مٹی بن جاتی ہے۔ جو ہوا۔ آندھی۔ دھوپ کی شدت اور قسم قسم کے حالات سے گزر کر آخر پھلتا ہے یہی امتحان ہے محنت کے بعد پھل ملتا ہے آری آدمی نے ہی جنم لینے کا مسئلہ ایجاد کیا ہے اور انجیل میں ہی لکھا ہے کہ ہر کوئی کا آنا ضروری ہے۔

امتحان کے معنی میں کسی سے محنت لینا اور اس پر مزدوری لینا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ لہم مغفرۃ و اجر عظیم۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو تقویٰ کیلئے ایک امتحان میں ڈالا جس سے وہ کامیاب ہوئے اور مغفرت اور اجر عظیم انہوں نے حاصل کیا۔

عزیز۔ پیاری باتوں کو پیار کر نیوالا۔ غالب۔ بڑی عزت والا ہے۔ اور بندوں سے غلطیاں ہوئی ہوں تو وہ استغفار کریں۔ وہ معاف کر نیوالا ہے۔

آیت ۳۳۔ سبع سموات۔ سات آسمان چھوٹے بڑے سیاروں اور ستاروں کے آسمان کی سات طبقات ہیں۔

طباقاً۔ کے دو معنی ہیں (۱) بہت چوڑے چوڑے۔ (۲) ایک دوسرے کے اوپر یا ایک دوسرے کے بعد۔ آسمان کے ذکر میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ انسانی زندگی کے لوازمات کی بہت سی اشیاء آسمان سے وابستہ ہیں آسمان سے پانی آتا ہے تو کہیتی بنتی ہے اور سورج کی دھوپ وہ بکیتی ہے۔ آسمان سے بارش نہ ہو۔ تو کھیتیں اور دریا بھی خشک ہو جانے لگتے ہیں۔ جب ظاہری ضروریات کے واسطے انسان آسمان کا محتاج ہے تو روحانی فیوض کے واسطے تم کیوں آسمانی وحی و السلام کی قدر نہیں کرتے۔

خلق الرحمن۔ رحمانی تقاضا سے جو اشیاء مفت میں مل گئی ہیں انہی شکر گزاری کرو انہیں کوئی فرق نہیں سورج برابر روشنی دے جائے پھر ضرورت نبوت میں کیوں فرق کے قائل بنتے ہو۔

تفاوت۔ اضطراب کہہ رہے ہیں اور اختلاف کو بھی کہتے ہیں۔ اضطراب یہ کہ کوئی چیز کہیں کی کہیں ڈال دی جائے۔ ایسا نہیں ہے اور نہ ایسا اختلاف اور گڑبڑ ہے کہ مثلاً آگ کی خاصیت پانی میں جا پڑے اور پانی کی خاصیت آگ میں جا پڑے۔ تفاوت نقصان کے معنوں میں ہی آتا ہے اللہ تعالیٰ کی حق و حکمت میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ انسان کی تحقیقات میں نقصان ہو۔ ورنہ خدا کے کاموں میں کوئی نقص نہیں۔ فطرد۔ شق۔

فادح البصر۔ بار بار جب زدن کو دیکھو تحقیقات کرو۔ نقص نہ پاؤ گے۔ پھر پھر غور کرو۔ تمہاری آنکھیں دیکھتے دیکھتے تھک جائیں گی۔ مگر کوئی بھی نقص نہ ملے گا۔

آیت ۵۔ سماء الدنیا۔ و لا آسمان۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس ورلے آسمان کو عجیب و غریب چرخوں سے روشن کیا ہے اور ان میں ایسے ہی تارے ہیں جو شریوں کو دور کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور سے جب احکام صادر ہوتے ہیں تو بڑے فرشتے چھوٹے فرشتوں کو پہنچاتے ہیں اسی طرح رفتہ رفتہ وہ بات و بیان تک پہنچتی ہے جہاں بادلوں کا طبقہ ہے اور وہاں تک شیطانون کا دخل ہے کیوں کہ ارواح خبیثہ کے ہی مدارج ہوتے ہیں بعض وہاں تک پہنچتے ہیں جہاں بادلوں کا آسمان ہے۔

شیاطین۔ مخین اور کاہن بھی انہیں میں سے ہیں جو کہ رجماً بالغیب کرتے ہیں۔ آئندہ کی باتیں بیان کرتے ہیں اور ستاروں کو دیکھ کر کہہ کر بازیاں کرتے ہیں یہ تارے ان کے واسطے تک بازی کا ایک ذریعہ بن گئے ہیں جو تشریف اور مال لوگ ایسا کرتے ہیں۔
ذوقی نکتہ۔ شیخ یعقوب علی صاحب ایڈٹر الحکم نے اپنے ترجمۃ القرآن پارہ ۲۹ میں اس آیت کے ذیل میں اپنے ذوق کی تفسیر لکھی ہے جسے ناظرین کے ذوق کی خاطر درج ذیل کیا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں۔

اس آیت کی توضیح اور تفسیر ذوقی رنگ میں جو کچھ میری سمجھ میں آئی ہے وہ میں بیان عرض قرآن کی کی سورتوں کو غور سے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ان میں دلائل نبوت اور حقانیت قرآن مجید کے دلائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی پاک جماعت کی کامیابیوں کی شہادتیں ہیں اس رنگ سے کوئی کئی سورۃ خالی نہیں اور نیز سورۃ ملک خالی ہے جو صحابہ کی عظیم الشان کامیابیوں کی پیشگوئیوں پر مشتمل ہے اور جو دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابیوں اور نبوت کے دلائل ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک جماعت دنیا کی تمام مملکتوں کے لئے موجب عزت ہے اور شیاطین ان کے سامنے ہاتھ دھکتے ہیں ان کا مقابلہ کرنے والوں کے لئے جہنم ہے یہ نظارہ دنیا دیکھ چکا ہے کس طرح پر صحابہ نے عظیم الشان فتوحات حاصل کیں۔ حدیث شریف میں صحابہ کو بخیر فرمایا ہے۔ اصحابی کا لفظ جو صحابہ کے لئے ہے اس کی مانند میں پچھلی آیتوں پر غور کرنے سے یہ معنی قطعاً مستبعد نہیں معلوم ہوتے اور نہ ان پر کسی قسم کا اعتراض ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید میں سراج منیر فرمایا گیا ہے۔ سماء الدنیا کا آفتاب نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا ہے اور صحابہ تارے ہیں اس سے اگلی آیت واللذان کفرا و ابولہم عذاب جہنم الایۃ۔ اور اس سے اگلی دو آیتیں محافلین منکرین کی حالت اور انجام کی صراحت سے پیشگوئی کر رہی ہیں اور پھر بالآخر ان کے مقابلہ میں۔ ان الذین یخشون دجہم بالغیب لہم مغضۃ واجرا کبیر۔ پڑی ہے جس سے نبوت محمدیہ کے قائلین اور منکرین کے مقابلہ اور انجام کو بتایا ہے۔ قرآن مجید کی اس سورۃ کی ترتیب ان معانی کی قوت و شوکت کے ساتھ تائید کرتی ہے۔

استواء الشیاطین۔ پر جو استبراض بعض نادان آریوں نے کیا ہے اس کا جواب مفصل ہم ایں جگہ تصنیف حضرت خلیفۃ المسیح (نور الدین) سے نقل کرتے ہیں۔
”دوسرے اور تیسرے نمبر کے جواب دینے سے پہلے مجھ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند ایسے صاف اور بدیہی امور کو بیان کر دوں جن کے ملحوظ رکھنے سے آیات نمبر ۲ اور نمبر ۳ کے

فہم میں بہت سہولت ہو کیونکہ اس سوال پر آج کل بہت زور دیا جاتا ہے اور عام کالجوں کے لڑکے اور وہاں سے نکل کر بڑے عہدوں پر ممتاز اور ان کے ہم صحبت ایسی باتوں پر بہت تسخر کرتے ہیں پس چند امور بدیہی کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوا۔

اول۔ مناظر قدرتہ کو دیکھنے والے مختلف الاستعداد لوگ ہوا کرتے ہیں مثلاً دوسرے کی آنکھوں کو ایک بچہ بھی دیکھتا ہے جو مصنوعی اور اصلی آنکھ میں تمیز نہیں کر سکتا پہر ایک عقلمند بھی دیکھتا ہے گو وہ اصلی اور مصنوعی میں فرق کر لیتا ہے مگر آنکھ کے امراض سے واقف نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کی خبریوں اور نقصانوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ پہر شاعر دیکھتا ہے جو اس کے حسن و قبح پر سینکڑوں شعر لکھ مارتا ہے۔ پہر طبیب اکثر دیکھتا ہے جو اس کی بناوٹ اور امراض پر صد ہا درق لکھ دیتا ہے پہر موجدین دیکھتے ہیں جیسے فوٹو گرافی کے موجد نے دیکھا اور دیکھ کر فوٹو گرافی بھی مفید ایجادیں کیں پہر اسکے اور بہائی دیکھتے ہیں جنہوں نے عجیب و غریب ٹیلیس کوپ ایجاد کئے پہر ان سے بالاتر صوفی دیکھتا ہے اور اس سے بھی اوپر انبیاء و رسل دیکھتے ہیں اور ان سب سے بڑھ چڑھ کر اللہ کریم دیکھتا ہے۔ غرض اسی طرح ہزار ہا نظارہ ہائے قدرت میں اور اسنے دیکھنے والے الگ الگ نتیجے نکالتے ہیں۔

اب ہم شہاب ثاقبوں کے متعلق لکھتے ہیں۔ شہاب چہرین ہیں جنہیں انگریزی میں میٹرز کہتے ہیں یہ تو بچہ۔ عامی۔ شاعر۔ حکیم سب یکساں دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ شہب گاہ گاہ نظر آتے ہیں۔ اس سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا اب یہ بات کہ کیوں کر گرتے ہیں اس پر خدا داد عقل والے ہی غور کرنے میں اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کیوں گرتے ہیں اور نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کا کوئی کام لغو اور بے حکمت نہیں ہوتا اسلئے ہم میٹرز کے متعلق عامیوں کے بے فائدہ نظارہ کو چھوڑ کر پہلے حکماء کا نظارہ بیان کرتے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ میٹرز آسمان میں سے کرہ ہوائی میں داخل ہو کر روشن ہو جاتے ہیں ایسے ہر روز ۲۰ ملین ہوائی میں داخل ہوتے ہیں یہ چھوٹے اور عام اور روزانہ ہیں رات کے پچھلے حصے میں پہلے کی نسبت تین گنے زیادہ ہوتے ہیں۔ میٹرز کی فوج دورے کے ساتھ آتی ہے یہ دورہ صدی میں تین بار ہوتا ہے عموماً نومبر کے مہینہ میں اور بڑے بڑے دورے مفصلہ ذیل ہیں۔

۲۸۶ ہجری ۵۹۹ ہجری (مسی ۱۱۸۶ء) ۹۰۲ء عیسوی و ۱۳۹۳ء و ۱۳۹۴ء و ۱۳۹۵ء و ۱۳۹۶ء و ۱۳۹۷ء و ۱۳۹۸ء و ۱۳۹۹ء و ۱۴۰۰ء و ۱۴۰۱ء و ۱۴۰۲ء و ۱۴۰۳ء و ۱۴۰۴ء و ۱۴۰۵ء و ۱۴۰۶ء و ۱۴۰۷ء و ۱۴۰۸ء و ۱۴۰۹ء و ۱۴۱۰ء و ۱۴۱۱ء و ۱۴۱۲ء و ۱۴۱۳ء و ۱۴۱۴ء و ۱۴۱۵ء و ۱۴۱۶ء و ۱۴۱۷ء و ۱۴۱۸ء و ۱۴۱۹ء و ۱۴۲۰ء و ۱۴۲۱ء و ۱۴۲۲ء و ۱۴۲۳ء و ۱۴۲۴ء و ۱۴۲۵ء و ۱۴۲۶ء و ۱۴۲۷ء و ۱۴۲۸ء و ۱۴۲۹ء و ۱۴۳۰ء و ۱۴۳۱ء و ۱۴۳۲ء و ۱۴۳۳ء و ۱۴۳۴ء و ۱۴۳۵ء و ۱۴۳۶ء و ۱۴۳۷ء و ۱۴۳۸ء و ۱۴۳۹ء و ۱۴۴۰ء و ۱۴۴۱ء و ۱۴۴۲ء و ۱۴۴۳ء و ۱۴۴۴ء و ۱۴۴۵ء و ۱۴۴۶ء و ۱۴۴۷ء و ۱۴۴۸ء و ۱۴۴۹ء و ۱۴۵۰ء و ۱۴۵۱ء و ۱۴۵۲ء و ۱۴۵۳ء و ۱۴۵۴ء و ۱۴۵۵ء و ۱۴۵۶ء و ۱۴۵۷ء و ۱۴۵۸ء و ۱۴۵۹ء و ۱۴۶۰ء و ۱۴۶۱ء و ۱۴۶۲ء و ۱۴۶۳ء و ۱۴۶۴ء و ۱۴۶۵ء و ۱۴۶۶ء و ۱۴۶۷ء و ۱۴۶۸ء و ۱۴۶۹ء و ۱۴۷۰ء و ۱۴۷۱ء و ۱۴۷۲ء و ۱۴۷۳ء و ۱۴۷۴ء و ۱۴۷۵ء و ۱۴۷۶ء و ۱۴۷۷ء و ۱۴۷۸ء و ۱۴۷۹ء و ۱۴۸۰ء و ۱۴۸۱ء و ۱۴۸۲ء و ۱۴۸۳ء و ۱۴۸۴ء و ۱۴۸۵ء و ۱۴۸۶ء و ۱۴۸۷ء و ۱۴۸۸ء و ۱۴۸۹ء و ۱۴۹۰ء و ۱۴۹۱ء و ۱۴۹۲ء و ۱۴۹۳ء و ۱۴۹۴ء و ۱۴۹۵ء و ۱۴۹۶ء و ۱۴۹۷ء و ۱۴۹۸ء و ۱۴۹۹ء و ۱۵۰۰ء و ۱۵۰۱ء و ۱۵۰۲ء و ۱۵۰۳ء و ۱۵۰۴ء و ۱۵۰۵ء و ۱۵۰۶ء و ۱۵۰۷ء و ۱۵۰۸ء و ۱۵۰۹ء و ۱۵۱۰ء و ۱۵۱۱ء و ۱۵۱۲ء و ۱۵۱۳ء و ۱۵۱۴ء و ۱۵۱۵ء و ۱۵۱۶ء و ۱۵۱۷ء و ۱۵۱۸ء و ۱۵۱۹ء و ۱۵۲۰ء و ۱۵۲۱ء و ۱۵۲۲ء و ۱۵۲۳ء و ۱۵۲۴ء و ۱۵۲۵ء و ۱۵۲۶ء و ۱۵۲۷ء و ۱۵۲۸ء و ۱۵۲۹ء و ۱۵۳۰ء و ۱۵۳۱ء و ۱۵۳۲ء و ۱۵۳۳ء و ۱۵۳۴ء و ۱۵۳۵ء و ۱۵۳۶ء و ۱۵۳۷ء و ۱۵۳۸ء و ۱۵۳۹ء و ۱۵۴۰ء و ۱۵۴۱ء و ۱۵۴۲ء و ۱۵۴۳ء و ۱۵۴۴ء و ۱۵۴۵ء و ۱۵۴۶ء و ۱۵۴۷ء و ۱۵۴۸ء و ۱۵۴۹ء و ۱۵۵۰ء و ۱۵۵۱ء و ۱۵۵۲ء و ۱۵۵۳ء و ۱۵۵۴ء و ۱۵۵۵ء و ۱۵۵۶ء و ۱۵۵۷ء و ۱۵۵۸ء و ۱۵۵۹ء و ۱۵۶۰ء و ۱۵۶۱ء و ۱۵۶۲ء و ۱۵۶۳ء و ۱۵۶۴ء و ۱۵۶۵ء و ۱۵۶۶ء و ۱۵۶۷ء و ۱۵۶۸ء و ۱۵۶۹ء و ۱۵۷۰ء و ۱۵۷۱ء و ۱۵۷۲ء و ۱۵۷۳ء و ۱۵۷۴ء و ۱۵۷۵ء و ۱۵۷۶ء و ۱۵۷۷ء و ۱۵۷۸ء و ۱۵۷۹ء و ۱۵۸۰ء و ۱۵۸۱ء و ۱۵۸۲ء و ۱۵۸۳ء و ۱۵۸۴ء و ۱۵۸۵ء و ۱۵۸۶ء و ۱۵۸۷ء و ۱۵۸۸ء و ۱۵۸۹ء و ۱۵۹۰ء و ۱۵۹۱ء و ۱۵۹۲ء و ۱۵۹۳ء و ۱۵۹۴ء و ۱۵۹۵ء و ۱۵۹۶ء و ۱۵۹۷ء و ۱۵۹۸ء و ۱۵۹۹ء و ۱۶۰۰ء و ۱۶۰۱ء و ۱۶۰۲ء و ۱۶۰۳ء و ۱۶۰۴ء و ۱۶۰۵ء و ۱۶۰۶ء و ۱۶۰۷ء و ۱۶۰۸ء و ۱۶۰۹ء و ۱۶۱۰ء و ۱۶۱۱ء و ۱۶۱۲ء و ۱۶۱۳ء و ۱۶۱۴ء و ۱۶۱۵ء و ۱۶۱۶ء و ۱۶۱۷ء و ۱۶۱۸ء و ۱۶۱۹ء و ۱۶۲۰ء و ۱۶۲۱ء و ۱۶۲۲ء و ۱۶۲۳ء و ۱۶۲۴ء و ۱۶۲۵ء و ۱۶۲۶ء و ۱۶۲۷ء و ۱۶۲۸ء و ۱۶۲۹ء و ۱۶۳۰ء و ۱۶۳۱ء و ۱۶۳۲ء و ۱۶۳۳ء و ۱۶۳۴ء و ۱۶۳۵ء و ۱۶۳۶ء و ۱۶۳۷ء و ۱۶۳۸ء و ۱۶۳۹ء و ۱۶۴۰ء و ۱۶۴۱ء و ۱۶۴۲ء و ۱۶۴۳ء و ۱۶۴۴ء و ۱۶۴۵ء و ۱۶۴۶ء و ۱۶۴۷ء و ۱۶۴۸ء و ۱۶۴۹ء و ۱۶۵۰ء و ۱۶۵۱ء و ۱۶۵۲ء و ۱۶۵۳ء و ۱۶۵۴ء و ۱۶۵۵ء و ۱۶۵۶ء و ۱۶۵۷ء و ۱۶۵۸ء و ۱۶۵۹ء و ۱۶۶۰ء و ۱۶۶۱ء و ۱۶۶۲ء و ۱۶۶۳ء و ۱۶۶۴ء و ۱۶۶۵ء و ۱۶۶۶ء و ۱۶۶۷ء و ۱۶۶۸ء و ۱۶۶۹ء و ۱۶۷۰ء و ۱۶۷۱ء و ۱۶۷۲ء و ۱۶۷۳ء و ۱۶۷۴ء و ۱۶۷۵ء و ۱۶۷۶ء و ۱۶۷۷ء و ۱۶۷۸ء و ۱۶۷۹ء و ۱۶۸۰ء و ۱۶۸۱ء و ۱۶۸۲ء و ۱۶۸۳ء و ۱۶۸۴ء و ۱۶۸۵ء و ۱۶۸۶ء و ۱۶۸۷ء و ۱۶۸۸ء و ۱۶۸۹ء و ۱۶۹۰ء و ۱۶۹۱ء و ۱۶۹۲ء و ۱۶۹۳ء و ۱۶۹۴ء و ۱۶۹۵ء و ۱۶۹۶ء و ۱۶۹۷ء و ۱۶۹۸ء و ۱۶۹۹ء و ۱۷۰۰ء و ۱۷۰۱ء و ۱۷۰۲ء و ۱۷۰۳ء و ۱۷۰۴ء و ۱۷۰۵ء و ۱۷۰۶ء و ۱۷۰۷ء و ۱۷۰۸ء و ۱۷۰۹ء و ۱۷۱۰ء و ۱۷۱۱ء و ۱۷۱۲ء و ۱۷۱۳ء و ۱۷۱۴ء و ۱۷۱۵ء و ۱۷۱۶ء و ۱۷۱۷ء و ۱۷۱۸ء و ۱۷۱۹ء و ۱۷۲۰ء و ۱۷۲۱ء و ۱۷۲۲ء و ۱۷۲۳ء و ۱۷۲۴ء و ۱۷۲۵ء و ۱۷۲۶ء و ۱۷۲۷ء و ۱۷۲۸ء و ۱۷۲۹ء و ۱۷۳۰ء و ۱۷۳۱ء و ۱۷۳۲ء و ۱۷۳۳ء و ۱۷۳۴ء و ۱۷۳۵ء و ۱۷۳۶ء و ۱۷۳۷ء و ۱۷۳۸ء و ۱۷۳۹ء و ۱۷۴۰ء و ۱۷۴۱ء و ۱۷۴۲ء و ۱۷۴۳ء و ۱۷۴۴ء و ۱۷۴۵ء و ۱۷۴۶ء و ۱۷۴۷ء و ۱۷۴۸ء و ۱۷۴۹ء و ۱۷۵۰ء و ۱۷۵۱ء و ۱۷۵۲ء و ۱۷۵۳ء و ۱۷۵۴ء و ۱۷۵۵ء و ۱۷۵۶ء و ۱۷۵۷ء و ۱۷۵۸ء و ۱۷۵۹ء و ۱۷۶۰ء و ۱۷۶۱ء و ۱۷۶۲ء و ۱۷۶۳ء و ۱۷۶۴ء و ۱۷۶۵ء و ۱۷۶۶ء و ۱۷۶۷ء و ۱۷۶۸ء و ۱۷۶۹ء و ۱۷۷۰ء و ۱۷۷۱ء و ۱۷۷۲ء و ۱۷۷۳ء و ۱۷۷۴ء و ۱۷۷۵ء و ۱۷۷۶ء و ۱۷۷۷ء و ۱۷۷۸ء و ۱۷۷۹ء و ۱۷۸۰ء و ۱۷۸۱ء و ۱۷۸۲ء و ۱۷۸۳ء و ۱۷۸۴ء و ۱۷۸۵ء و ۱۷۸۶ء و ۱۷۸۷ء و ۱۷۸۸ء و ۱۷۸۹ء و ۱۷۹۰ء و ۱۷۹۱ء و ۱۷۹۲ء و ۱۷۹۳ء و ۱۷۹۴ء و ۱۷۹۵ء و ۱۷۹۶ء و ۱۷۹۷ء و ۱۷۹۸ء و ۱۷۹۹ء و ۱۸۰۰ء و ۱۸۰۱ء و ۱۸۰۲ء و ۱۸۰۳ء و ۱۸۰۴ء و ۱۸۰۵ء و ۱۸۰۶ء و ۱۸۰۷ء و ۱۸۰۸ء و ۱۸۰۹ء و ۱۸۱۰ء و ۱۸۱۱ء و ۱۸۱۲ء و ۱۸۱۳ء و ۱۸۱۴ء و ۱۸۱۵ء و ۱۸۱۶ء و ۱۸۱۷ء و ۱۸۱۸ء و ۱۸۱۹ء و ۱۸۲۰ء و ۱۸۲۱ء و ۱۸۲۲ء و ۱۸۲۳ء و ۱۸۲۴ء و ۱۸۲۵ء و ۱۸۲۶ء و ۱۸۲۷ء و ۱۸۲۸ء و ۱۸۲۹ء و ۱۸۳۰ء و ۱۸۳۱ء و ۱۸۳۲ء و ۱۸۳۳ء و ۱۸۳۴ء و ۱۸۳۵ء و ۱۸۳۶ء و ۱۸۳۷ء و ۱۸۳۸ء و ۱۸۳۹ء و ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۲ء و ۱۸۴۳ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۵ء و ۱۸۴۶ء و ۱۸۴۷ء و ۱۸۴۸ء و ۱۸۴۹ء و ۱۸۵۰ء و ۱۸۵۱ء و ۱۸۵۲ء و ۱۸۵۳ء و ۱۸۵۴ء و ۱۸۵۵ء و ۱۸۵۶ء و ۱۸۵۷ء و ۱۸۵۸ء و ۱۸۵۹ء و ۱۸۶۰ء و ۱۸۶۱ء و ۱۸۶۲ء و ۱۸۶۳ء و ۱۸۶۴ء و ۱۸۶۵ء و ۱۸۶۶ء و ۱۸۶۷ء و ۱۸۶۸ء و ۱۸۶۹ء و ۱۸۷۰ء و ۱۸۷۱ء و ۱۸۷۲ء و ۱۸۷۳ء و ۱۸۷۴ء و ۱۸۷۵ء و ۱۸۷۶ء و ۱۸۷۷ء و ۱۸۷۸ء و ۱۸۷۹ء و ۱۸۸۰ء و ۱۸۸۱ء و ۱۸۸۲ء و ۱۸۸۳ء و ۱۸۸۴ء و ۱۸۸۵ء و ۱۸۸۶ء و ۱۸۸۷ء و ۱۸۸۸ء و ۱۸۸۹ء و ۱۸۹۰ء و ۱۸۹۱ء و ۱۸۹۲ء و ۱۸۹۳ء و ۱۸۹۴ء و ۱۸۹۵ء و ۱۸۹۶ء و ۱۸۹۷ء و ۱۸۹۸ء و ۱۸۹۹ء و ۱۹۰۰ء و ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء و ۱۹۰۳ء و ۱۹۰۴ء و ۱۹۰۵ء و ۱۹۰۶ء و ۱۹۰۷ء و ۱۹۰۸ء و ۱۹۰۹ء و ۱۹۱۰ء و ۱۹۱۱ء و ۱۹۱۲ء و ۱۹۱۳ء و ۱۹۱۴ء و ۱۹۱۵ء و ۱۹۱۶ء و ۱۹۱۷ء و ۱۹۱۸ء و ۱۹۱۹ء و ۱۹۲۰ء و ۱۹۲۱ء و ۱۹۲۲ء و ۱۹۲۳ء و ۱۹۲۴ء و ۱۹۲۵ء و ۱۹۲۶ء و ۱۹۲۷ء و ۱۹۲۸ء و ۱۹۲۹ء و ۱۹۳۰ء و ۱۹۳۱ء و ۱۹۳۲ء و ۱۹۳۳ء و ۱۹۳۴ء و ۱۹۳۵ء و ۱۹۳۶ء و ۱۹۳۷ء و ۱۹۳۸ء و ۱۹۳۹ء و ۱۹۴۰ء و ۱۹۴۱ء و ۱۹۴۲ء و ۱۹۴۳ء و ۱۹۴۴ء و ۱۹۴۵ء و ۱۹۴۶ء و ۱۹۴۷ء و ۱۹۴۸ء و ۱۹۴۹ء و ۱۹۵۰ء و ۱۹۵۱ء و ۱۹۵۲ء و ۱۹۵۳ء و ۱۹۵۴ء و ۱۹۵۵ء و ۱۹۵۶ء و ۱۹۵۷ء و ۱۹۵۸ء و ۱۹۵۹ء و ۱۹۶۰ء و ۱۹۶۱ء و ۱۹۶۲ء و ۱۹۶۳ء و ۱۹۶۴ء و ۱۹۶۵ء و ۱۹۶۶ء و ۱۹۶۷ء و ۱۹۶۸ء و ۱۹۶۹ء و ۱۹۷۰ء و ۱۹۷۱ء و ۱۹۷۲ء و ۱۹۷۳ء و ۱۹۷۴ء و ۱۹۷۵ء و ۱۹۷۶ء و ۱۹۷۷ء و ۱۹۷۸ء و ۱۹۷۹ء و ۱۹۸۰ء و ۱۹۸۱ء و ۱۹۸۲ء و ۱۹۸۳ء و ۱۹۸۴ء و ۱۹۸۵ء و ۱۹۸۶ء و ۱۹۸۷ء و ۱۹۸۸ء و ۱۹۸۹ء و ۱۹۹۰ء و ۱۹۹۱ء و ۱۹۹۲ء و ۱۹۹۳ء و ۱۹۹۴ء و ۱۹۹۵ء و ۱۹۹۶ء و ۱۹۹۷ء و ۱۹۹۸ء و ۱۹۹۹ء و ۲۰۰۰ء و ۲۰۰۱ء و ۲۰۰۲ء و ۲۰۰۳ء و ۲۰۰۴ء و ۲۰۰۵ء و ۲۰۰۶ء و ۲۰۰۷ء و ۲۰۰۸ء و ۲۰۰۹ء و ۲۰۱۰ء و ۲۰۱۱ء و ۲۰۱۲ء و ۲۰۱۳ء و ۲۰۱۴ء و ۲۰۱۵ء و ۲۰۱۶ء و ۲۰۱۷ء و ۲۰۱۸ء و ۲۰۱۹ء و ۲۰۲۰ء و ۲۰۲۱ء و ۲۰۲۲ء و ۲۰۲۳ء و ۲۰۲۴ء و ۲۰۲۵ء و ۲۰۲۶ء و ۲۰۲۷ء و ۲۰۲۸ء و ۲۰۲۹ء و ۲۰۳۰ء و ۲۰۳۱ء و ۲۰۳۲ء و ۲۰۳۳ء و ۲۰۳۴ء و ۲۰۳۵ء و ۲۰۳۶ء و ۲۰۳۷ء و ۲۰۳۸ء و ۲۰۳۹ء و ۲۰۴۰ء و ۲۰۴۱ء و ۲۰۴۲ء و ۲۰۴۳ء و ۲۰۴۴ء و ۲۰۴۵ء و ۲۰۴۶ء و ۲۰۴۷ء و ۲۰۴۸ء و ۲۰۴۹ء و ۲۰۵۰ء و ۲۰۵۱ء و ۲۰۵۲ء و ۲۰۵۳ء و ۲۰۵۴ء و ۲۰۵۵ء و ۲۰۵۶ء و ۲۰۵۷ء و ۲۰۵۸ء و ۲۰۵۹ء و ۲۰۶۰ء و ۲۰۶۱ء و ۲۰۶۲ء و ۲۰۶۳ء و ۲۰۶۴ء و ۲۰۶۵ء و ۲۰۶۶ء و ۲۰۶۷ء و ۲۰۶۸ء و ۲۰۶۹ء و ۲۰۷۰ء و ۲۰۷۱ء و ۲۰۷۲ء و ۲۰۷۳ء و ۲۰۷۴ء و ۲۰۷۵ء و ۲۰۷۶ء و ۲۰۷۷ء و ۲۰۷۸ء و ۲۰۷۹ء و ۲۰۸۰ء و ۲۰۸۱ء و ۲۰۸۲ء و ۲۰۸۳ء و ۲۰۸۴ء و ۲۰۸۵ء و ۲۰۸۶ء و ۲۰۸۷ء و ۲۰۸۸ء و ۲۰۸۹ء و ۲۰۹۰ء و ۲۰۹۱ء و ۲۰۹۲ء و ۲۰۹۳ء و ۲۰۹۴ء و ۲۰۹۵ء و ۲۰۹۶ء و ۲۰۹۷ء و ۲۰۹۸ء و ۲۰۹۹ء و ۲۱۰۰ء و ۲۱۰۱ء و ۲۱۰۲ء و ۲۱۰۳ء و ۲۱۰۴ء و ۲۱۰۵ء و ۲۱۰۶ء و ۲۱۰۷ء و ۲۱۰۸ء و ۲۱۰۹ء و ۲۱۱۰ء و ۲۱۱۱ء و ۲۱۱۲ء و ۲۱۱۳ء و ۲۱۱۴ء و ۲۱۱۵ء و ۲۱۱۶ء و ۲۱۱۷ء و ۲۱۱۸ء و ۲۱۱۹ء و ۲۱۲۰ء و ۲۱۲۱ء و ۲۱۲۲ء و ۲۱۲۳ء و ۲۱۲۴ء و ۲۱۲۵ء و ۲۱۲۶ء و ۲۱۲۷ء و ۲۱۲۸ء و ۲۱۲۹ء و ۲۱۳۰ء و ۲۱۳۱ء و ۲۱۳۲ء و ۲۱۳۳ء و ۲۱۳۴ء و ۲۱۳۵ء و ۲۱۳۶ء و ۲۱۳۷ء و ۲۱۳۸ء و ۲۱۳۹ء و ۲۱۴۰ء و ۲۱۴۱ء و ۲۱۴۲ء و ۲۱۴۳ء و ۲۱۴۴ء و ۲۱۴۵ء و ۲۱۴۶ء و ۲۱۴۷ء و ۲۱۴۸ء و ۲۱۴۹ء و ۲۱۵۰ء و ۲۱۵۱ء و ۲۱۵۲ء و ۲۱۵۳ء و ۲۱۵۴ء و ۲۱۵۵ء و ۲۱۵۶ء و ۲۱۵۷ء و ۲۱۵۸ء و ۲۱۵۹ء و ۲۱۶۰ء و ۲۱۶۱ء و ۲۱۶۲ء و ۲۱۶۳ء و ۲۱۶۴ء و ۲۱۶۵ء و ۲۱۶۶ء و ۲۱۶۷ء و ۲۱۶۸ء و ۲۱۶۹ء و ۲۱۷۰ء و ۲۱۷۱ء و ۲۱۷۲ء و ۲۱۷۳ء و ۲۱۷۴ء و ۲۱۷۵ء و ۲۱۷۶ء و ۲۱۷۷ء و ۲۱۷۸ء و ۲۱۷۹ء و ۲۱۸۰ء و ۲۱۸۱ء و ۲۱۸۲ء و ۲۱۸۳ء و ۲۱۸۴ء و ۲۱۸۵ء و ۲۱۸۶ء و ۲۱۸۷ء و ۲۱۸۸ء و ۲۱۸۹ء و ۲۱۹۰ء و ۲۱۹۱ء و ۲۱۹۲ء و ۲۱۹۳ء و ۲۱۹۴ء و ۲۱۹۵ء و ۲۱۹۶ء و ۲۱۹۷ء و ۲۱۹۸ء و ۲۱۹۹ء و ۲۲۰۰ء و ۲۲۰۱ء و ۲۲۰۲ء و ۲۲۰۳ء و ۲۲۰۴ء و ۲۲۰۵ء و ۲۲۰۶ء و ۲۲۰۷ء و ۲۲۰۸ء و ۲۲۰۹ء و ۲۲۱۰ء و ۲۲۱۱ء و ۲۲۱۲ء و ۲۲۱۳ء و ۲۲۱۴ء و ۲۲۱۵ء و ۲۲۱۶ء و ۲۲۱۷ء و ۲۲۱۸ء و ۲۲۱۹ء و ۲۲۲۰ء و ۲۲۲۱ء و ۲۲۲۲ء و ۲۲۲۳ء و ۲۲۲۴ء و ۲۲۲۵ء و ۲۲۲۶ء و ۲۲۲۷ء و ۲۲۲۸ء و ۲۲۲۹ء و ۲۲۳۰ء و ۲۲۳۱ء و ۲۲۳۲ء و ۲۲۳۳ء و ۲۲۳۴ء و ۲۲۳۵ء و ۲۲۳۶ء و ۲۲۳۷ء و ۲۲۳۸ء و ۲۲۳۹ء و ۲۲۴۰ء و ۲۲۴۱ء و ۲۲۴۲ء و ۲۲۴۳ء و ۲۲۴۴ء و ۲۲۴۵ء و ۲۲۴۶ء و ۲۲۴۷ء و ۲۲۴۸ء و ۲۲۴۹ء و ۲۲۵۰ء و ۲۲۵۱ء و ۲۲۵۲ء و ۲۲۵۳ء و ۲۲۵۴ء و ۲۲۵۵ء و ۲۲۵۶ء و ۲۲۵۷ء و ۲۲۵۸ء و ۲۲۵۹ء و ۲۲۶۰ء و ۲۲۶۱ء و ۲۲۶۲ء و ۲۲۶۳ء و ۲۲۶۴ء و ۲۲۶۵ء و ۲۲۶۶ء و ۲۲۶۷ء و ۲۲۶۸ء و ۲۲۶۹ء و ۲۲۷۰ء و ۲۲۷۱ء و ۲۲۷۲ء و ۲۲۷۳ء و ۲۲۷۴ء و ۲۲۷۵ء و ۲۲۷۶ء و ۲۲۷۷ء و ۲۲۷۸ء و ۲۲۷۹ء و ۲۲۸۰ء و ۲۲۸۱ء و ۲۲۸۲ء و ۲۲۸۳ء و ۲۲۸۴ء و ۲۲۸۵ء و ۲۲۸۶ء و ۲۲۸۷ء و ۲۲۸۸ء و ۲۲۸۹ء و ۲۲۹۰ء و ۲۲۹۱ء و ۲۲۹۲ء و ۲۲۹۳ء و ۲۲۹۴ء و ۲۲۹۵ء و ۲۲۹۶ء و ۲۲۹۷ء و ۲۲۹۸ء و ۲۲۹۹ء و ۲۳۰۰ء و ۲۳۰۱ء و ۲

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن مجید سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ ایڈیٹر بدر

بقیہ سورۃ الملک کے کوع اول

(پارہ ۲۹ رکوع ۱)

گذشتہ اشاعت سے آگے

یعنی

پھر اس قدر پرہیز ہو گئے ان پر فرشتے اترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ نہ درود اور نہ ٹنگین ہو اور خوشی مناؤ اس جنت کی کہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ہم دنیا اور آخرۃ میں تمہارے ساتھی ہیں۔ اور فرمایا ہے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْحُوقِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَهُ الْغُثَاثِ وَالْخُلُقِ
اولیقین جانو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان روک ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔

اور ان ملائکہ کے مقابل اضداد ظلمت و ہلاکت دہری اور عدم کے فرزند شیاطین اور ارواح خبیثہ ہیں ان کے تعلق سے ان کی جماعت دوست بنتی ہے آخر اللہ تعالیٰ پر فرشتوں ملائکہ دیوتا۔ یا اہرن۔ ارواح خبیثہ۔ اسر۔ شیاطین کے تعلق سے ان مظاہر قدرت سے تعلق پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر آخر کار اچھے لوگوں کو اور پیچھے لوگوں سے پیوستگی ہو جاتی ہے اور بروں کو اور بروں سے بلکہ یہ تعلقات اس قدر ترقی پذیر ہوتے ہیں کہ ذرات عالم میں اچھے ذرات کا چٹون سے تعلق ہوتا ہے اور برے سوڈی دکھ داک ذرات کا بروں سے۔

کیا کوئی شخص تالیخی مشاہدات اور تجاربہ سے نہیں تباہ ہو سکتا ہے کہ آشاک اور خاص سوزاک۔ جذام اور گھونٹے اور گندے گندے امراض اور جان گداز کا میان یا موروں۔ مرسلون اور ان کے پاک جانیشون کو لاحق ہوتی ہیں یا اسٹے مالفون کو۔ قرآن کریم کیسے زور سے دعوئے فرمانا ہے کہ متبطلان و مقربان الہی کے یہ بچے نشان ہیں۔

اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون۔ (پہ ۲۷ جلد)

(ترجمہ)۔ یہی لوگ۔ خدا کی جماعت ہیں اور یا اور کہو خدا کی جماعت مظفر و منصور ہے۔ اور فرمایا
وَاللَّهُ الْعَزِيزُ الْمُسَوِّدُ وَالْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ (پہ ۲۷ مفلحون)
(ترجمہ) اور غلبہ سدا اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنوں کے لئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے اور نہ بایا۔

انا لننصر رسولنا الذین امنوا فی الحیوة الدنیا۔ دیوم یقوم الاشہام
(ترجمہ) ہم ضرور کامیاب کر سکتے ہیں اپنے رسولوں اور مؤمنوں کو دنیا کی زندگی میں اور پیش ہونے والوں کے پیش ہونے کے دن۔

اس جنگ اور ادلیاء اللہ کی کامیابی کے متعلق جسے دیو۔ اسر۔ نگرام کہتے ہیں ہمنے اس رسالہ میں بہت جگہ مذکور کیا ہے۔

چوتھا امر۔ قابل بیان یہ ہے کہ وسائل و وسائل کو تمام دنیا کے مذاہب نے دہری تسلیم کرتے ہیں۔ کافر و مؤمن۔ جاہل و عالم۔ بُت پرست و خدا پرست۔ سوفسطائی۔ دہریہ جناب الہی کا معتقد۔ غرض سب کے سب وسائل و وسائل کو عملاً مانتے ہیں کون ہے جو ہر وقت کہنا۔ پیاس کے وقت پینا۔ سردی کے وقت ڈھائی یا گرمی حاصل کرنے کا ذریعہ اختیار نہیں کرتا۔ مقام مطلوب جلد پہنچنے کے لئے میل ٹرین یا اسٹیم کوپنڈ نہیں کرتا۔ اگر مؤمن صرف حضرت حق سبحانہ کی مخلصانہ عطا کرنا اور شرک اور بدعت اور اہوا سے پرہیز کرتا ہے تو غرض اس کی اسے ذریعہ قرب الہی بنانا ہوتا ہے اور بُت پرست اگرچہ حماقت سے بُت پرست ہو مگر کہنا وہ یہی ہے کہ مَا تَعْبُدُونَ إِلَّا لِيُقَرَّبُوا إِلَى اللَّهِ زُلْفًا۔ (پہ ۲۳ زمر)

ہم تو ان کو خدا کے قرب کا ذریعہ سمجھ کر پوجتے ہیں اگرچہ یہ ان کا کہنا اور اس کا عمل اور غلط ہی ہے۔

پہرہم دیکھتے ہیں کہ اسباب صحیحہ ہی ہوتے ہیں اور ایسے اسباب ہی ہیں جن کا متیا کرنا مؤمن کا کام ہے اور ایسے ہی جن کا متیب کرنا عام عقلمند دن اور داناؤں کا حصہ ہے۔ اور ایسے ہی ہیں جن کو سبب نامنا باعث شرک ہے اور ایسے ہی ہیں جن کو سبب خیال کرنا جہالت اور وہم اور حماقت ہے۔

تعب انگیز بات ہے کہ بہت سے فلاسفہ سائنس دان اور حکما و علما و ادیب اور اسباب عالیہ پر بحث کرتے کرتے ہزار ہا نکات عجیبہ اور ذہنی امور میں راحت بخش نتائج پر پہنچ جاتے ہیں مگر روحانی ثمرات پر سنی ٹھٹھے کر جاتے ہیں۔

جنوب شمال کو قطب اور قطب شمالی تحقیق میں اور اس پر شرق و مغرب کے جہان مارا ہے اور سورج اور چاند کی کرون سے اور روشنیوں سے بے شمار مزے لے لے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو انہیں نظائرون سے ہستی باری پر بحث کرنا دیکھ لیں تو اس کے لئے مذہبی جنون اور اس کو مجنون قرار دینے میں کیسا بے نظیر نظارہ ہے جس کو ایک اسلام کا حکیم نظم کرتا ہے
اشقیاء درکار حقیقی جبری اند۔ اولیاء درکار دنیا جبری اند۔

علم ہند جس کی بنا پر آج انجینئرنگ اور اسٹراٹوجی معراج پر پہنچ گئی ہے۔ سوچ لو کیسے فرضی امور سطح مستوی اور نقطہ سے جس کو سیاہی سے بناتے ہیں اور قلم کے خط سے شروع ہوتا ہے۔ خط استوائی۔ جدی۔ سرطان۔ افق۔ نصف النہار وغیرہ سب فرضی باتیں ہیں مگر اس فرض سے کیسے حقائق مادہ تک پہنچ گئے ہیں لیکن اگر ان تصویروں کو کہیں کہ مؤمن بالغیب ہو کر دُعاؤں اور غیبیوں کی راہوں پر چل کر دیکھو تو کیا ملتا ہے۔ تو ہنس کر کہتے ہیں کیا آپ ہمیں وحشی بنانا چاہتے ہیں۔

میں نے بار بار ان (مادیوں) کو کہا ہے۔ تندرست آنکھ بدو دن اس خارجی روشنی کے اور تندرست کان بدو دن اس روشنی کے اور تندرست کان بدو دن خارجی ہوا کے اور ہمارا نطفہ بدو دن ہم سے خارج رحم کے۔ بہت دُور کی اشیاء بدو دن لمس کو پکے باریکہ در۔

باریک اشیاء بدون مائیکس کوپکے۔ دور دراز ملکوں کے دوستوں کی آوازیں بدون فونو گراف کے اور ان کی تشکیل بدون فونو گرافی کے نہیں دکھائی دیتیں۔

اب جبکہ تم ان وسائل کے قائل ہو اور اضطراراً قائل ہونا پڑتا ہے۔ تو روحانی امور میں کیوں وسائل کے منکر ہو۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کو مان کر ہی تم ملک اور شیاطین کے وجود پر کیوں ہنسی کرتے ہو۔ افسوس اس کا معقول جواب آج تک کسی نے نہیں دیا۔ ناظرین جس طرح سچے وسائل ہمارے شہادت میں ہیں اسی طرح سچے وسائل کشفیات میں ہیں جس طرح شہادت میں الہی ذات قرار الورا ہے اور یہ ضرور ہے اسی طرح الہی ذات روحانیاۃ میں بھی قرار الورا ہے اور اگر روحانیاۃ میں ہی بعض وسائل غلط اور وہم ہیں تو شہادت بھی اس غلطی اور وہم سے کب خالی ہیں۔

فرشتے آسمان اور آسمانی اجسام اور ان کے ارواح کے لئے بطور جان کے ہیں نیاطین یہی ہلاکت ظلمت اور جناب الہی سے دوری اور دکھوں کے پیدا کرنے کے لئے بمنزلہ اسٹیم کے اسٹیم جن کے لئے ہیں۔

خلاصہ مورچہ کارگانہ مذکورہ

۱۔ مظاہر قدرت کے دیکھنے والے اعلیٰ ہی ہوتے ہیں اور ادنیٰ ہی۔ ادا لے کو اعلیٰ کی رویت کا انکار سنا سب نہیں۔

۲۔ انکاپات۔ مٹی ارز۔ شعلے ایک بڑا عظیم الشان کارخانہ ہے اور اس میں اس قدر مواد ہوتے ہیں کہ اسلحہ کے بنانے والوں نے اور ستیا رتھ والے جو ہتھیار لکھتے ہیں۔ ان میں اتنے مواد مشعل نہیں ہوتے پس کیا وہ صرف اس لئے گرتے ہیں کہ چند عجائب خاؤں میں پڑے رہیں اور خدا کا یہ عظیم الشان فعل لغو ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

۳۔ فرشتے۔ ملک۔ سر۔ شیاطین۔ اہرن۔ اُسرن اور ان کا باہم عداوت کا رشتہ ہے ان کی جنگ نور و ظلمت بلکہ عدم و وجود کی جنگ ہے۔

۴۔ اگر وسائل غلط اور برے ہیں تو وسائل صحیحہ اور عمدہ ہی ہیں۔

اب ہم آیات کا ترجمہ سمجھتے ہیں جن میں اس جنگ کا تذکرہ ہے اور پوچھتے ہیں۔ انصاف سے بتاؤ۔ کہ آریو کیا تمہارا کام تھا کہ تم انکار کرتے۔

۱۔ ولقد جعلنا فی السماء بروجا و ذیناھا لناظرین۔ وحفظناھا من کل شیطان رجیم الا من استوی السمع فاتبعد شہاب مبین (من ۱۴۔ حجر ۲)

ضرور ہم نے ہی بنائے آسمان میں روشن اجرام۔ اور خوبصورت بنایا انہیں دیکھنے والوں کے لئے۔ اور محفوظ رکھا ہم نے انہیں ہر ایک خدا سے دور یا ہلاک شونہ مگہ باز یا مردوسے ان اگر کوئی چھپ کے سنا چاہے تو اس کے چھپ گئے ہیں۔ شہاب ثاقب۔ مٹی ارز۔ انکاپات۔

۲۔ انا ذینا السماء الدنیا و بزیینہ ان الکواکب وحفظنا من کل شیطان ماد الا یمعون الی الملاء الاعی و یقذون من کل جانب دجورا و لیس عذاب و اصاب الا من خطف الخطفۃ فاتبعد شہاب ثاقب۔

رس ۳۳۔ صفات رک ۱۶

ہم ہی نے خوشنمایا اس درے آسمان کو کواکب کی زینت سے اور محفوظ کر دیا ہم نے اسے ہر ایک خدا سے دور یا ہلاک ہونے والے متکبر صندی سے۔ ملا اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے اور ہر جانب سے دھکیلے جلتے ہیں۔ دھتکے جاتے اور ان کے لئے دھکی دھکینے والا عذاب ہے ان اگر کوئی چھپ کر تو اس کے چھپ گئے ہیں۔ شہاب ثاقب۔ مٹی ارز۔ انکاپات۔

۳۔ ولقد ذینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلناھا رجوما للشیاطین اعدنا لہم عذاب السعیر۔ (پ ۲۹۔ تبارک)

ہم ہی نے مڑیں کیا اس درے آسمان کو روشن چراغوں سے اور کر دیا ہم نے انہیں ناظرین کے لئے اور تیار کر دیا ہم نے ان کے لئے جلنے کا عذاب۔

۴۔ انا کننا نقعد منہا مقاعد للسمع فمن یتبع الا ان یجد لہ شہابا یدصد۔ (پ ۲۹۔ جت)

تحقیق ہم بیٹھتے تھے۔ بیٹھنے کی جگہوں میں سننے کے لئے پس اگر اب کوئی بات سنا چاہے پاتا ہے اپنے لئے شہاب انتظار میں۔

ہم ہندیوں اور عام یورپ والوں سے قوطائف کے عرب نمبر داری ایچے نکلے اسکی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم کے عہد انتہائی سعادۃ تہذیب مٹی ارز غیر معمولی بکثرت نظر آئے۔ تو عام طور پر لوگوں نے خیال کیا کہ آسمان تباہ ہو چلا۔ اس لئے لگے اپنے موشیوں کو فوج کر ڈے تب ان کے نمبر و اعداد یاسل نے کہا کہ اگر وہ سارے نظر آتے ہیں جن سے تم لوگ راہنمائی حاصل کرتے ہو تو جہان خراب نہیں ہو گا یہ ابن ابی کبشہ (ہمارے نبی کریم کی طرف اشارہ کرتا ہے) کے ظہور کا نشان ہے۔

ابن کثیر میں ہے انا لسناء السماء کے یہی نبی ابن جریر کہتا ہے اس آیت کے نیچے کہ آسمان کی حفاظت دو باتوں کے وقت ہوتی ہے یا عذاب کے وقت جب ارادہ الہی ہو کہ زمین پر اچانک عذاب آجائے یا کسی مصلح راہ نمائی کے وقت اور یہی معنی ہیں اس آیت شریفہ کے۔

انا لکن ذینا اشرا ارید ان یمن فی الارض ام اراد یجسم ربہم و شدرا ربہم یعنی ستاروں کے گرنے کو دیکھ کر وہ لوگ کہنے لگے۔ کہ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ آیا زمین والوں کی تباہی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے انہیں کوئی فائدہ پہنچانا ہے۔

خدا نے تعالیٰ کی عادت سے مصلح کے قول۔ ظہور اور اس کی فتحی جزب الرحمان اور حزب الشیطان کی جنگ پہلے اور ہوتی ہے پھر زمین پر۔

آیت کریمہ فالمدبرات امرا (پ ۳۰۔ نازعات) اور فالمنقلمات امرا (پ ۲۶۔ ذاریات) اور آیت ان کل نفس لما علیہا حافظ (پ ۳۰۔ طارق)

کے نیچے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے مفصل لکھا ہے کہ فرشتے بروج پر اثر ڈالتے ہیں اور ان سے ایک اثر ہوا اور دیگر اشیاء پر پڑتا ہے اور ملائکہ کا اثر شہب میں ہی نفوذ کرتا ہے۔

۲۸۔ نومبر ۱۸۸۵ء میں ۲۷ اور ۲۸ نومبر کی درمیانی رات میں غیر معمولی کثرت سے شہاب گئے تو اس وقت ہمارے امام علیہ السلام کو اس نظارہ پر یہ وحی بکثرت ہوئی۔ دیکھو صفحہ ۲۳۸ اپوز یا احمد باریک اللہ فیک۔ مار میت اذ میت و لکن اللہ دھلی۔ اور اسی کے بعد دُعا و اذنین نظر آیا۔ اور ۲۸ء کی رات شہب غیر معمولی تھی۔ الحمد للہ رب العالمین

پس یہ اور کمال کو اکب زینت سار الدنیا ہیں اور روحانی عجائبات کی علامات ہیں اور نیران سے راہ نمائی حاصل ہوتی ہے۔ یہی تین فائدے بخاری صاحب نے اپنی صحیح میں بیان فرمائے ہیں اب اس سوال کا جواب ختم کرتے ہیں۔ مگر قبل اس کے کہ ختم کریں آیات ذیل کا بیان ضروری و مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ما تنزل بہ الشیاطین و ما ینبغی لہم فما یستطیعون اعظم
عن السمیع لمعاذ لون۔ (پ ۱۹ شعراء)

تنزل علی کل اقلاب اثیم (پ ۱۹ شعراء)

اللہ سے دور ہلاک ہونے والی خبیث روحوں کے ذریعہ یہ کلام الہی نازل نہیں ہوا اور ان کے مناسب حال ہی نہیں اور ایسا کلام لانے کے لئے وہ طاقت ہی نہیں رکھتے بے ریب ایسا کلام سننے سے وہ الگ کئے گئے ہیں۔ کیونکہ تمام شیطانی کاسوں کا قرآن مجید میں استیصال ہے پہلا شیطان اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارتا ہے۔ شیاطین تو ہر ایک کذاب۔ مفتری۔ بہتانی۔ بدکار پر نازل ہوا کرتے ہیں۔

آیت ۸۔ خزان۔ جمع خازن کی ہے۔ بعد وادوہ

آیت ۹۔ ضلل۔ مجہول۔

آیت ۱۱۔ سحقا۔ لعنت

آیت ۱۲۔ یخشون۔ ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ اسی کے متعلق دوسری جگہ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ ولعن خاف مقام ربہ جہنم۔ جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں کہڑے ہونے کے وقت کے متعلق ڈرتا ہے اس کے واسطے دو جنت ہیں۔ بے خوف اور بے باک آدمی اس میں خوف میں خوف کے امن میں وہ ہے جس کے دل میں خدا کا خوف ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

لا تخافا مژدہ ترسہ است ہر کہمے ترسد مبارک بندہ است
خوف و خشیت خاص دانایان بود ہر کہ دانانیت کے ترساں بود
ترس گاری رست گاری آورد ہر کہ ورد آرد عوض در مان بود

آیت ۱۴۔ من خلق۔ کس نے پیدا کیا۔ اس بن آریاؤں کے اس عقیدہ کا رد ہے جو وہ کہتے ہیں کہ خدا مادہ اور روح کا پیدا کرنے والا ہے۔ دلیل دی ہے۔ ان اللہ هو اللطیف الخبیر۔ کسی شے کے پیدا کرنے کے واسطے اس شے کا کامل علم لازم ہے خدا اللطیف بخیر ہے۔ روح اور مادہ کے متعلق اسے کامل علم ہے کہ وہ کیوں کر پیدا ہو سکتا ہے اور پہر اسے قدرت ہی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے کوئی ذرہ اور روح پیدا ہی نہ کیا تو اس کے متعلق کامل علم کیوں کر رکھ سکتا ہے۔

سورۃ الملک کو ع ۲

(پارہ ۲۹ رکوع ۲)

آیت ۱۔ ذلولا۔ وہ خدا جس نے زمین کو تمہارے ماتحت کیا ہے۔

فامشوا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاؤ۔ یہ صحابہ کو حکم ہے کہ جہاں یہ سمجھو کہ آجگہ

ہمارا دین قائم نہیں رہتا۔ اس جگہ کو چھوڑ دو۔

ذلول۔ اس اونٹنی کو بھی کہتے ہیں جس سے لادنے وغیرہ کا ہر قسم کا کام لیا جائے وہ جانور جو بار برداری کا کام دین۔ زمین ہی چلتی ہے اور تمام انسانوں اور مکانوں کو اپنے ساتھ اٹھائے پہرتی ہے۔

اس آیت میں آریاؤں کا ایک دوسرے جو کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں ملتا ہے وہ پہلے جہنم اور تناسخ کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خدا نے تمہیں زمین دی اور اُسے تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ تبارک۔ یہ تمہارے کس عمل کے نتیجہ میں تمہیں ملی ہے۔

آیت ۲۔ یخفف بکم الارض۔ تمہیں ذلیل کرے اس میں غزوہ بدر کی طرف اشارہ ہے تصور۔ زمین کا نپ ہی ہے کیونکہ عمارت گئے ہیں۔

من فی السماء پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ خدا آسمان میں ہی ہے۔ انہیں سمجھنا چاہیے کہ قرآن شریف نے اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی خاص مکان تجویز نہیں کیا۔ بلکہ اللہ کے متعلق علیٰ کل شیء عیظ۔ فرمایا ہے۔ بن اس آیت میں جو فی السماء کا لفظ آیا ہے یہ ایک محاورہ عربی زبان ہے اور اس سے مراد ہے ایک اٹل بات اور چون کہ آسمان بندی پر ہے اور سب بلند یوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اسلئے بغرض اظہار عظمت خداوندی یہ محاورہ استعمال کیا گیا ہے۔

آیت ۳۔ حاصبا۔ اس میں غزوہ خندق کی طرف اشارہ ہے جس میں مکہ والے مدینہ والوں کے ساتھ مل گئے تھے۔

آیت ۵۔ الطیر۔ مردار غار جانور۔ پیشگوئی ہے کہ تم شکست کھاؤ گے اور یہ جانور تمہاری لاشیں کھائیں گے یہ گدھ جو آسمان میں پہرتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رُکے ہوئے ہیں۔ ورنہ یہ تم کو نوح نوح کر کہا جاتے۔

آیت ۶۔ جنہ۔ یہ تمہارے لشکر تمہارے کسی کام نہ آویں گے اور خدا کے عذاب کے مثال نہ سکین گے۔

من دون الرحمن۔ رحمان کے مقابلہ میں۔

آیت ۷۔ امساک۔ اس میں پیش گوئی ہے کہ جب قحط پڑے گا تو پہر کون تمہاری امداد کرے گا۔ مکہ میں ایک دفعہ شدید قحط پڑا تھا جس میں لوگوں نے ہڈیاں پس پس کر کھائی تھیں لہذا۔ اڑ رہے ہیں۔

آیت ۸۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ ان کے سامنے پیش کیا گیا ہے کہ دیکھو یہ شخص تم میں ہے۔ جو بڑی دور اندیشی سے سید ہوا ہو کر چلتا ہے۔ وہ طراط مستقیم پر ہے اس کی راہ کو تم ہی اختیار کرو۔ تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو ورنہ وہ تم پر فتیاب ہوگا۔ کیونکہ اس کے مقابلہ میں تم تو منہ کے بل گرے ہوئے ہو تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

آیت ۹۔ اللہ تعالیٰ اپنے احسانات کا ذکر کرتا ہے اس نے تمہیں کان۔ آنکھ اور دل دیا اگر آدمی کے ناک کی نوک ایک ماشہ بھر کٹ جائے تو وہ مجلس میں بیٹھنے کے قابل نہیں رہتا تمہارے سامنے اندھے موجود ہیں لیکن ہم آنکھوں والے اپنی آنکھوں کی قدر نہیں کرتے انسان کو چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرے کہ اُس نے کس قدر احسان ہم پر کئے ہیں۔

آیت ۱۱۔ متی۔ کفار سوال کرتے ہیں۔ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ ہم پر کب عذاب آئےگا یہ تو اسی دنیا کی بات ہے۔ تم تاریخ مقرر کرو۔

آیت ۱۳۔ فرمایا۔ عذاب آئے گا اور تم رو سیاہ ہو جاؤ گے۔ حذاعون۔ وہ عذاب جس کو تم زور سے مانگتے تھے۔

آیت ۱۴۔ بہت لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہ الہام ہوا تھا کیونکہ پورا نہیں ہوا۔ فرمایا تم پر عذاب ضرور آئے گا۔ خواہ میرے سامنے آئے خواہ میرے بعد آئے تم نجات نہیں پاسکتے

اس جگہ سوره الملک کے نوٹ ختم ہوئے

سوره القلم رکوع اول

(پارہ ۲۹ رکوع ۳)

آیت ۱۔ ان۔ دوات۔

آیت ۲۔ تو مجنون نہیں ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس قول کا رد کیا ہے کہ نفوذ باللہ انحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجنون ہیں اور اس پر دلائل دئے ہیں۔ فرمایا۔ قلم دوات کو لو اور جو علوم دنیا میں پیدا ہوئے ہیں سب کو جمع کرو اور تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو لو اور ان کو ایک جگہ جمع کرو اور پھر اس کلام (قرآن) کے ساتھ مقابلہ کر کے غور کرو۔ کہ کیا یہ مجنون کا کلام ہے۔

بلکہ فرمایا۔ قلم اور دوات کے ساتھ جو کچھ آئندہ بھی کہی لکھا جا دیگا اس سے ہمیشہ نبی نبی ہوتا رہے گا کہ یہ خیال جو اس نبی کے متعلق کیا گیا ہے بالکل باطل ہے۔ ہر ایک نیا علم جو دنیا میں نکلے گا۔ جو خداوند تعالیٰ سے محبت اور مخلوق پر شفقت کے متعلق ہوگا۔ وہ اس کی صداقت اور علم و عقل کے کمال کو ثابت کرتا رہے گا۔ وہ تمام تجنیں اور تجویریں جو آئندہ ہوں گی وہ کوئی ایسا دینی مسئلہ پیدا نہ کر سکیں گے جو انسان کی یہودی کے واسطے ضروری ہو اور اس پاک کلام میں نہ پایا جاتا ہو۔ پھر ایسی کتاب لائے والا کیونکہ مجنون ہو سکتا ہے۔

ان آیات میں اس امر کی طرف ہی اشارہ ہے کہ اب قلم و دوات کا زمانہ آنے والا ہے۔ جب کہ ہر شے بھی جائے گی اور مخالفت بہت کثرت سے ہون گے اور بڑے علوم کا زمانہ خیال کیا جاوے گا اس وقت ہی قرآن شریف کی شریعت صحیح اور غیر متبدل ثابت ہوگی اور دنیا کو ماننا پڑے گا کہ ایسے مستحکم معقول۔ مدلل کالائے والا بجز ایک کامل نبی کے کوئی ہو نہیں سکتا چاہے کہ وہ دیوانہ ہو۔

آیت ۳۔ غیو مہمنان۔ غیر منقطع۔ چون کہ یہ کلام ایسا ہے کہ فیہا کتب قیمہ۔ اس میں مضبوط کتابیں شامل ہیں جو قائم رہنے والی ہیں اس واسطے یہ علوم ہمیشہ سچے ثابت ہوتے رہیں گے اور ان سے دنیا میں ہمیشہ نور پھیلتا رہے گا۔ اور اس طرح تیرا ثواب جاری رہے گا کیونکہ یہ ابدی شریعت ہے۔

یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجنون نہ ہونے کی ایک دلیل بیان فرمائی ہے کیونکہ پاگل جو ہوتا ہے نہ اس کے کاموں میں کوئی ترتیب اور نظام ہوتا ہے اور نہ اس کے کاموں پر نتائج مترتب ہوا کرتے ہیں برخلاف اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام منظم تھے اور ان سے بڑے بڑے اہم اور مفید نتائج پیدا ہوئے۔

اس میں اہل عرب کو اور آئندہ تاریخ زمانہ پر نگاہ کرنے والوں کو سمجھایا ہے۔ کہ یہ ہمارا رسول ہی ایک کام کر رہا ہے اور اس کے بالمقابل تم ہی ایک کام کر رہے ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کون کون فتح کرتا ہے اور غیر منقطع اجر کس کو ملتا ہے کون عاقل ثابت ہوتا ہے اور کون دیوانہ۔

آیت ۴۔ ایک اور دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاگل نہ ہونے کی اس جگہ بیان فرمائی ہے فرمایا۔ جو شخص خلق عظیم اپنے اندر رکھتا ہے اسکو پاگل کس طرح کہہ سکتے ہیں پاگل کے اخلاق اچھے نہیں ہوا کرتے۔ کیا وہ شخص جو عاقبت اندیشی۔

شجاعت۔ مروت۔ جود و سخا۔ استقامت۔ بلند ہمتی۔ عفت۔ حیا۔ زہد۔ اتقا۔ ریاضت فصاحت۔ بلاغت۔ عفو۔ کرم۔ رحم۔ حلم۔ توکل۔ امانت۔ دیانت۔ غرض تمام اخلاق فاضلہ کا سرچشمہ ہو کیا وہ مجنون ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ خلق صرف نرمی۔ صلیبی اور انحصار کا نام نہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا گیا ہے۔ بلکہ انسان کے اندر بقبالہ ظاہری قوت کے جو باطنی کمالات کی کیفیت ہیں ان سب کا نام خلق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ سب پائی جاتی تھیں۔ اسی پر قرآن شریف میں دوسری جگہ فرمایا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ ۱ سوۃ حسنۃ

کہ اخلاق کیو اسطے یہ رسول کامل نمونہ ہے اسکی سنت کو اختیار کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کے متعلق سوال ہوا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ خلقہ۔ القرآن۔ آپ کا خلق قرآن تھا۔ قرآن مجید میں جو اعلیٰ تعلیم دی گئی ہے اس سارے کے عمل کا آپ نمونہ تھے۔ جو لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوخ عمر ان تلاش کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ جناب صدیقہ کے اس قول کی طرف توجہ کریں۔

دنیا داروں کی ہمیشہ عادت جلی آئی ہے کہ خدا کے محبوب مجذوب لوگوں کا نام دیوتا رکھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب سلطان روم کو اس کے ارکین کی خراب حالت کی طرف توجہ دلائی تو انکو بھی کہا گیا کہ تو مجنون ہے جس پر انہوں نے خدا تعالیٰ کے حضور میں عرض کی۔

آنکس کہ بتورسد شہان را چہ کند باز تو فرخسروان را چہ کند
چون بندہ شناخت بدان عود و جلال بعد از تو جلال دیگران را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشتی دیوانہ تو ہر دو جہان را چہ کند

ایسی خلق عظیم کی طرف اشارہ ہے جہاں گذشتہ انبیاء کا ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل ہوا ہے۔ فیجہا ہم اقتدا۔ انبیاء سابقین میں جو خاص باتیں منفرد طور پر مخصوص تھیں ان تمام اخلاق متفرقہ کو اپنی ذات میں جمع کر لے۔

(باقی آئندہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت خلیفہ مسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library
(مرتبہ محمد صادق علی الدرعنہ - ایدیر بدر)

بقیہ سورۃ القلم رکوع اول

(پارہ ۲۹ رکوع ۳)

گذشتہ اشاعت سے آگے

(۱۰۱)

حدیث شریف میں آیا ہے۔ انا بعثت لکم مکارم الاخلاق۔ میری بعثت اس غرض کے واسطے ہے کہ تمام اخلاق حسنہ کو اپنے کمال تک پہنچا دوں اسی پر شاعر نے کہا ہے

حسن یوسف دم مصلیٰ یہ بیضا داری پیچہ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

آیت ۵ و ۶۔ یہ پیشگوئی ہے کہ بے نبی وہ زمانہ قریب ہے جب کہ قوی دیکھ لیگا اور یہ تیرے مخالف بھی دیکھ لیں گے کہ کس کی بات سنی جاتی ہے اور کون مجنون ثابت ہوتا ہے۔ فتح مکہ نے بہت جلد کفار پر ثابت کر دیا کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا۔ وہی سچ اور حق تھا۔

مجنون اسباب صحیح کے قہیانا کر سکتے کے سبب ناکام رہتا ہے انبیاء ہریشہ کامیاب ہوتے ہیں۔

آیت ۷۔ اللہ تعالیٰ ناکامیابی اور کامیابی انہما دہند نہیں دیا کرتا بلکہ مومن کو کامیاب کرتا ہے اور منکر کو ناکامی حاصل ہوتی ہے۔

آیت ۸۔ مکذبین کا کہنا مانو۔

فائدہ۔ مباحثہ کے وقت مخالف کے مقدمات کو مان لینا چاہیئے بلکہ مخالف جو باتیں پیش کرتا ہے وہ غالب و عاوی ہی ہوتے ہیں چکر دے کر ان سے دلائل پوچھنے چاہئیں۔

آیت ۹۔ وہ چاہتے ہیں کہ تو ان سے چکنی چپڑی باتیں کرے اور وہ بھی تیرے ساتھ ایسی ہی باتیں کریں اور اپنے مذہب پر پکے رہیں۔

حق کے منکرین ہمیشہ یہ چاہتے ہیں کہ مذہب کے معاملہ میں ان کے ساتھ گفتگو نہ کی جائے اور جو عیب ان میں ہے وہ کبھی ان کو نہ بتلایا جاوے اور باہمی میل جول ہوتا ہے۔ یہ بات خداوند تعالیٰ کو پسند نہیں۔

ان آیات میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ عائد قریش جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ میں صلح جوئی اختیار کریں اور اس کی راہ یہ ہے کہ اگر آپ کو مال و دولت کی خواہش ہے تو ہم بہت سامان جمع کر دیتے ہیں اور اگر عیش و عشرت مقصود ہے تو عمدہ سے عمدہ کنواری لڑکیاں آپ کے لئے ہم پہنچا دیں۔ غرض ہر طرح سے لالچ دیا گیا مگر آپ نے فرمایا کہ میں ان اشیاء میں سے کسی کا بھی ارتد و منہ نہیں ہوں میں تو صرف تمہاری بہتری چاہتا ہوں تاکہ تم ہلاک نہ ہوئے سچ جاؤ۔ مروی ہے کہ وہ لوگ جو ایسا پیغام لائے تھے ان کے نام یہ ہیں۔ ولید بن مغیرہ۔ ابوجہل۔ اسود بن عبد یغوث اور انس

بن شریق۔

فائدہ۔ مدارات باڑ ہے۔ مدائینہ جائز نہیں۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مدارات اور مدائینہ میں باریک سا فرق ہے۔ مدارات اسکو کہتے ہیں کہ اپنے دین کی سلامتی اور حفاظت کے واسطے چشم پوشی کی جائے یا اس چشم پوشی میں اپنے بہائی مسلمان کی اصلاح مد نظر رکھی جائے اور مدائینہ وہ ہے کہ اپنے حق نفس خواہش نفسانی اور سلامتی جاہ کے لئے چشم پوشی کی جاوے۔

آیت ۱۰۔ حلال۔ جمعہ ٹی قسمین کہانے والا۔ بہت قسمین کہانے والا۔ جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات بات پر واللہ باللہ کہتے رہتے ہیں ایسے لوگ خدا کا نام بے فائدہ لیتے ہیں اور لا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔

مھدین۔ قلیل الغم۔ بہت بہت۔ بہت رائے۔ خفیف العقل۔

آیت ۱۱۔ ہٹماذ۔ طعنہ دینے والا۔ لوگوں کی برائیاں بیان کرنے والا۔

مشاء بنمیس۔ چنل خور۔ سخن چینی کے واسطے لوگوں کے درمیان آمد و رفت کرنی والا حدیث شریف میں آیا ہے۔ سب سے بہتر وہ بندگان خدا ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے اور سب سے بدتر وہ ہیں جو لگائی بجھائی کر کے دو ستون میں جدائی ڈلو اتے۔ اور پاک لوگوں کے عیب تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

آیت ۱۲۔ مناج الخیر۔ نیکی سے منع کرنے والا۔

خیر کے معنی مال کے ہی ہیں۔ ولید بن مغیرہ اپنے بیٹوں اور اقارب کے کہا کرتا تھا کہ جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی متابعت کرے گا وہ میرے مال سے محروم ہوگا اس کی بہت سی مثالیں اس زمانہ میں ہی موجود ہیں بعض لوگوں نے اپنی اولاد کو مسلمان ہونے کے سبب محروم الارث کر دیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بہتر مال عطا کرے گا۔

اشیم۔ بیکار۔

آیت ۱۳۔ غثلی۔ جھگڑے میں سخت۔ اُجڈ۔

ذنیم۔ دلہ الزناء۔ نطفہ بے تحقیق۔ جو کسی قوم کا نہ ہو اور اپنے آپ کو اس قوم کا بتلا آیت ۱۶۔ جس امر میں وہ عزت چاہتا ہے اسی میں اس کو بے عزت کیا جاوے گا خرطوم سے مراد ناک ہے مطلب یہ کہ اس کی ناک کٹ جاوے گی بے عزت ہوگا ذلیل ہوگا یہ ایک پیشگوئی تھی۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا۔

آیت ۱۷۔ بلو خشم۔ ہم نے ان کو امتحان میں ڈالا۔

یہاں ایک قوم کا حال بطور مثال کے بیان کیا گیا ہے خدا تعالیٰ نے انہیں ایک باغ عطا کیا تھا مگر انہوں نے خداوند تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ کر کے مساکین کو حصہ نہ دینا چاہا۔ نخل کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام باغ جل کر خاک سیاہ ہو گیا اور ان کے ہاتھ بھی کچھ نہ آیا۔ اس مثال سے اہل مکہ کو عبرت حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تمہیں

ریاست و دولت دی گئی ہے اس سے نیک فائدہ پہنچاؤ ایک ابتلاء ہے کہ مال و جاہ والا ہو کر تم پیغمبر وقت کی اطاعت کرتے ہو یا نہیں۔

شیخ یعقوب علی صاحب اپنے ترجمہ القرآن میں کہتے ہیں۔

یہ اس منال سے متعلق جو کچھ میری سچہ سچہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے انجیل کی بشارتِ بائع کا حالہ دیا ہے جو آلِ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے اور قرآن مجید نے اسے کہول کر سورہ کہف کے پانچویں رکوع میں بیان کیا ہے اور اس پر تفصیلی بحث حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں کی ہے اس طرح یہ بیان آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلائلِ نبوت میں ساتویں دلیل ہے اس رکوع کے آخر میں فرمایا۔ کَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَالْعَذَابُ الْاٰخِرُ الْاَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُوْنَ ان مسکین کے لئے جو عذاب کی پیشگوئی کی ہے یہی اس طرح واقع ہو گا کہ وہ شادمان و فرحان ہوں گے۔ اور اس کے وقوع کا انہیں خیال اور دم ہی نہ ہو گا۔ اور پہر یہ عذاب ان کی آخرت کے عذاب کے لئے بطور دلیل ہو گا۔ کاش وہ جانتے۔ مثال اہل بائع میں بتایا ہے۔ کہ انہوں نے خداوند تعالیٰ کی نعمت کی قدر نہ کی اور نبیل سے کام لیا اسی طرح پر آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عظیم الشان نعمت ہیں انہی قدر کرنی چاہیے تھی۔ مگر نہیں کی اس لئے اب یہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں۔“

آیت ۱۸۔ استثناء سے مراد شکر نعمت اللہ کا بجا لانا ہے اور انشاء اللہ کہنا ہے
اہل محاورہ بولتے ہیں۔

حلف فلان يمينا ليس فيها استثناء -

افسان کو چاہیے کہ اپنے ہر ارادے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اُس کے علم اور قدرت سے
سہارا لے اور افتاء اللہ کہے۔ مگر اس مقدس کلمہ کو وعدہ پورا نہ کرنے کا بہانہ نہ بنائے
جیسا کہ فی زمانہ بعض لوگوں کی عادت ہو گئی ہے۔

نویں بشارت باغ -

واضرب لهم مثلاً رجلين جعلنا لأحد هما جنتين من أعناب وحققتهما بأغلى
وجعلنا بينهما زرعا كلتا الجنتين اتتا أكلاهما ولم تظلم منه شيئا وفجرا
ظلما نهما نهرأ وكان له شمر فقال لصاحبه وهو يحاوره أنا أكثر منك مالا و
أعز نفرا ودخل جنته وهو ظالم لنفسه قال ما أظن أن تبقي هذه أبداً
سورة كهف ركوع ٥

اور بیان کر داسطے ان کے مثل دومو کی کہ کئے ہم نے واسطے ایک کے ادین سے دو باغ
انگورون سے اور گہیر اہم نے ان دونوں کو ساتھ پچورون کے اور کی ہم نے درمیان اون دونوں
کے کہیتی۔ دونوں باغون نے دیا میوہ اپنا اور نہ کم کیا اسین سے کچہ اور بہا دی ہم نے درمیان
اون دونوں کے نہر اور تہا واسطے اسکے میوہ پس کہا واسطے اس نے ہنشین اپنے کے اور
وہ سوال جواب کرتا تھا اس سے مین زیادہ تر ہون تجھ سے مال مین اور زیادہ عت دلا ہون آدمیو
اور داخل ہوا باغ اپنے مین اور وہ ظلم کرنے دلا تھا جان اپنی پر کہا کہ مین نہیں گمان کرنا کہ ہا
جو دے یہ باغ کہی ۱۲۔

آیت ۱۵۔ طائف۔ پھر جانے والا عذاب۔

رات کے وقت اس قوم پر عذاب آیا تھا۔

آیت ۲۵۔ قادریں۔ پاک کر چلنے والے۔ مساکین کے زوینے کا اندازہ
کرنا۔

آیت ۲۸ - اوسطہم - جوان میں سے اچھا تھا۔

آیت ۳۲۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سرشت اچھی نہی کیونکہ پھر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا عزم ان میں پیدا ہوا۔ جو شخص نقصان پر مہرب کرنا ہے اور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ پہلے سے بہتر و بزرگ خدائے کرنا ہے مولانا روم فرماتے ہیں۔ مثنوی۔

اولم خم شکت و سرکه بر سخت بخورد من گنغم که این زیانم کرد
مخمس صافی از پئے آل بخورد عوضم داد و شاد مانم کرد

سُورَةُ الْقَلَمِ رُكُوعٌ دُومٌ

(پاره ۲۹ رکوع ۴)

آیت ۱۔ متّقین۔ اُدپر کی آیات میں منکرین کا بیان ہے اب متّقین کا ذکر ہے کہ جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کی ہے اور ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اختیار کی ہے

۱۸۵
اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون۔ سیدہ ۱، سورۃ نبأ
نزدیک آیا ہے واسطے لوگوں کے حساب ان کا اور وہ بیچ غفلت کے منہ پھیر رہے ہیں ۱۲
یہ پیشین گوئی اور بشارت بہ نسبت محمد صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے۔
انجیل میں یہ بشارت نہایت تفصیل سے موجود ہے وہ بڑا باخ اور بنی اسرائیل کا ناکان
یروشلم ہے۔ بنی اسرائیل اپنے ناپاک گنہگار بننے پہاڑی اسمعیل کو ہمیشہ حقیر و ذلیل
جانتے رہے اور اپنی باغبانی کے (بقول ما اظن ان تکیند هذہ ابدًا)
لازوال ہونیکا یقین کرتے رہے۔ حضرت مسیح نے انکو آگاہ کیا اور بتایا تمہاری باغبانی
جاتی رہے گی اب نیا انسر اور نئے باغبان آنے والے ہیں اگر تم نے ان نئے
باغبانوں پر حملہ کیا تو چور ہو جاؤ گے اور اگر وہ تم پر گرے پس جاؤ گے۔ اس بشارت
میں حضرت مسیح کی تفصیل سنو۔ متی ۲۱ باب ۳۳۔ مرقس ۱۲ باب ۱۔ لوقا ۲۰ باب ۹
پھر لوگوں سے یہ تمثیل کہنے لگا کسی نے ایک انگور کا باغ لگا کے اُسے
باغبانوں کے سپرد کیا اور مدت تک بیرویں جا رہا۔

تفسیر۔ باغ لگانے والا وہی خداوند بنی اسرائیل ہے یسعیا۔ ۵ باب ۳
انگور بنی اسرائیل کی قوم ہے۔ ۸۰۔ زبور۔ ۵۔ تاکستان یروشلم ہے غزال الغرلاۃ
۸۔ باب ۱۳۔ یسعیا۔ ۵۔ باب۔ ۳۔ ۵۔ ۷۔ قرآن مجید ہی کہتا ہے۔ جعلنٰ
لاحدہما جنتین من اعناب۔ یاد رکھو مالک کے آنے تک ڈر ہے۔
اور موسم پر ایک ڈر کو باغیان کے پاس بیجا تاکہ دے اس انگور کے باغ

کامیاب اور بامراد ہوں گے ان کے لئے جنت النعیم ہے۔ یہاں ہی اور وہاں ہی یہ ایک پیشین گوئی ہے۔ جو کہ اس جہان میں ہی پوری ہوگی اور اگلے جہان میں ہی۔
آیت ۲۔ مجرم۔ قطع تعلق کرنے والا۔

مسلم۔ سچا فرمانبردار۔ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والا۔
فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہیں مانتے اور رسول کا انکار کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ برابر نہیں ہو سکتے جو قطع تعلق کرنے والے ہیں۔

آیت ۵۔ تخیّر۔ جو تم پسند کرو۔
کیا جو تم پسند کرتے ہو وہ شریعت بن سکتی ہے۔ خیالات کے ساتھ واقعات وابستہ نہیں ہو سکتے یہ بہت مشکل بات ہے کہ انسان کی تمام خواہشات پوری ہوتی چلی جائیں۔

آیت ۶۔ الی یوم القیامۃ۔ قیامت کے معاملہ میں۔
آیت ۷۔ ذعیم۔ ذمہ دار۔

آیت ۹۔ یکشف عن ساقی۔ یہ ایک محاورہ عربی زبان کا ہے اور اس کے معنی میں جب حقیقت کھل جانے لگی یا جب بہت گھبراہٹ ہوگی۔

بعض تفاسیر کے بیان کردہ معانی کی بناء پر اس آیت پر آیوں اور عیسائیوں نے اعتراض کیا ہے جو کہ معجوب درج ذیل ہے۔

مؤکذب براہین نے کذب کے صفحہ نمبر ۶۵ میں قرآن مجید کی آیت یوم یکشف عن ساق کو صانع عالم کی ہستی کی دلیل سمجھ کر یہ اعتراض کیا ہے۔ خدا کے بے چون و چرا محرمیوں کو کہتا ہے۔ من قیامت کے روز تم کو دیدار دوں گا اور تم نہیں مانو گے اور پھر من

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۸ کالم دوم۔ کا پھل اس کو دین لیکن باغبانوں نے اس کو پیٹ کے خالی ہاتھ پھیرا۔

تفسیر۔ دیکھو یہاں ۲۷ باب ۳۸۱۵
پہر اس نے دوسرے ذکر کو بھیجا انھوں نے اس کو پیٹ کے اور بیوت کر کے خالی پھیرا
تفسیر۔ یحییٰ اویا تھا۔ یہاں ۲۷ باب ۲۳۔ یہ اس لئے کہ متی ۲۱ باب ۳۵ میں مار ڈالنا لکھا ہے۔

پہر اس لئے تیسرے کو بھیجا انھوں نے گہا ل کر کے اس کو بھی کھال دیا۔
تفسیر۔ ۲۔ تاریخ۔ ۲۷ باب ۲۱

تب بائع کے مالک نے کہا کیا کروں میں اپنے پیارے بیٹے (یہ مسیح ہیں) کو بھیجوں گا شاید اسے دیکھ کر وہ جاوین۔ جب باغبانوں نے اسے دیکھا۔ آپس میں صلح کی اور کہا۔ کہ یہ وارث ہے اؤ اس کو مار ڈالیں۔ میراث ہماری ہو جاوے تب اس کو بائع کے باہر نکال کر مار ڈالا۔ اب بائع کا مالک ان کے ساتھ کیا کرے گا وہ آوے گا اور ان باغبانوں کو قتل کرے گا۔ اور بائع اور دن کو سوئے گا۔

تفسیر۔ مرقس ۱۲ باب ۶۔ اب اس کا ایک ہی بیٹا تھا جو اس کا پیارا تھا۔ بیٹے کا لفظ یہاں بمعنی صلح کار کے لیا ہے۔ بیٹے کا لفظ کتب مقدسہ میں وسیع معانی کے ساتھ مستعمل ہے بیٹے کے حقیقی معنی باپ کے نطفے اور اس کی جو رو کے رحم سے پیدا ہوئی ہو اس کے ہیں۔ عیسائیوں کے نزدیک بھی یہ معنی مسیح نہیں۔ رہے مجازی معنی بیٹے کے وہ

تمہارے اصرار کرنے پر پٹلی سے جامہ اٹھا کر بتلاؤں گا تب تم سجدہ میں گر دو گے۔ جاؤ تعجب اور حیرت ہے خداوند تعالیٰ پر سبب زور و زبانی کے جامہ سے باہر ہوا جاتا ہے اور نہیں شرماتا۔

مصدق۔ تمام اعتراض از سر تاپا۔ افتراء و بہتان اور راستی سے بے نام و نشان اول اس لئے کہ اگر مترض ہی کا وہ ترجمہ مان لیا جاوے۔ جو خود مترض نے اس آیت کے نیچے لکھا ہے جس روز جامہ اٹھایا جاوے گا پٹلی سے اور بلائے جاوین گے لوگ اسے سجدہ کرنے کے پس نہ کر سکیں گے۔ کذب صفحہ نمبر ۶۸۔ جب بھی اس ترجمہ سے وہ باتیں نہیں نکلتیں جو کذب براہین نے اپنے اعتراض میں بیان کی ہیں۔ مثلاً تم کو دیدار دوں گا۔ ایک اور تم نہیں مانو گے۔ یہ میں تمہارے اصرار پر نہیں۔ تب تم سجدہ میں گر دو گے چار۔ زور و زبانی یلغ۔ نہیں شرماتا چھ۔ تعجب و حیرت ہے۔ فلا یستطیعون کے معنی کذب نے یہ کہے ہیں۔ پس نہ کر سکیں گے اور اعتراض میں کذب نے لکھا ہے۔ تب تم سجدہ کر دو گے۔ آری یہ صاحبان! انصاف کرو اور پس کے اختیار کرنے میں دیر نہ کرو۔

والعاقبة عند ربکم للمتقین دیاور کہو انجام کار کا میاں بی خدا ترسوں کے حصہ میں آتی ہے۔ اب میں آپ کو اس آیت کی بقدر ضرورت تشریح سناتا ہوں اور آیت کا مابعد بھی ساتھ ہی بیان کرتا ہوں۔

یوم یکشف عن ساقی و یدعون الی السجود فلا یستطیعون خاشعۃ البصار ہنم ترہقہم ذلۃ۔ دَقَدَ کَاوُفَا یدعون الی السجود وَ هُمْ سَاَلِمُونَ۔ جس وقت سخت اضطراب کا وقت ہوگا اور سجدہ کی طرف بلائے جائیں۔ مگر پس ان کو سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔ انکی آنکھیں ہمارے ضعف و دہشت کے بے نور ہو گئی ہوں گی۔ ذلت

بقیہ حاشیہ کالم اول صفحہ ۲۷۹۔ وسیع ہیں ہم نے حسب حال صلح کار لئے متی ۵ باب ۹۔ مبارک فرمے جو صلح کار ہیں کیوں کہ خدا کے فرزند کہلا میں گئے اور مسیح صلح کا شاہزادہ ہے۔ یسعیاہ باب ۶۔ حسب بیان مرقس ایک ہی بیٹے رہ گئے۔ بنی اسرائیل میں کامل صلح مسیح میں تھی اور اسی سے بنی اسرائیل کے گہرائی کی نبوت و رسالت کا خاتمہ ہو گیا۔ خدا کے فرزند کا محاورہ دیکھنا ہو تو دیکھو۔ مسیح الوہیت مسیح۔ وہاں ثابت کیا ہے۔ حسب محاورہ کتب مقدسہ فرشتے خدا کے بیٹے ہیں۔ ایوب ۱۔ باب ۶۔ اور انبیاء اس کے بیٹے۔ ایوب ۳۸ باب ۷ اور بدکار خدا کے بیٹے۔ یسعیاہ ۳۰ باب ۱۔ سب فرزند۔ یوحنا۔ ۱۱ باب ۲۵۔

اب مارڈالائی تحقیق سن لو۔ یہاں سخت ایذا کو مار ڈالنا کہا ہے کیونکہ مکاشفات ۵ باب ۶ میں ہے۔ گویا ذبح کیا۔ یہودی کہتے ہیں۔ ہم نے مسیح کو قتل کر ڈالا۔ قتل کے تو عیسائی بھی منکر ہیں۔ پر قرآن کا مسیح کے قصے میں یہ کہنا مآقتوں کا بالکل سچ ہوا۔ اور بعض یہود کہتے ہیں۔ ہم نے صلیب دی اور یہی غلط ہے اس زمانے کی سولی یہ نہ تھی جیسے اس وقت ہوتی ہے۔ بلکہ آدمی کو کسی لکڑی پر ناگ دیتے تھے اور مصلوب ہوگا پیاسا اذائیں پاتا مدت کے مر جاتا۔ اگر جلدی اتارتے تو ہڈیاں توڑ دالتے۔ حضرت مسیح جلد اتارے گئے۔ مسیح کی ہڈیاں توڑی نہیں گئیں پس قرآن کا یہ کہنا و مآصلین بالکل سچ ہو گیا۔

گہسان کارن واقع ہوا۔ اب اس محقق پر آیت شریفہ کا یہ مطلب ہوا کہ جب عبادت کے کمزور کو مرض موت کی شدت انتہا درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور بڑا بوڑھا یا ناتوان زار و زار ہو جاتا ہے اور اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۰ کالم اول + دلکن شبہ لہم دان الذین اختلفوا فیہ لغی شبہ منہ ما لہم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوا یقیناً بل دفعہ اللہ الیہ۔ اور کہنا یہودیوں کا کہ ہم لوگوں نے عیسے مسیح رسول اللہ مریم کے بیٹے کو قتل کیا اور ان لوگوں نے مارا اس کو اور سولی پر چڑھایا اس کو لیکن قتل اور جلانے کا شبہ ہوا انکو۔ اور یہ کہ نہ جن لوگوں اختلاف کیا ہے وہ اس شخص میں ہیں اور ان لوگوں کو اس کا کچھ بھی یقینی علم نہیں ہے مگر ان کی پیروی مانور نہ مانا اور یہ یقین بلکہ اللہ نے اس کی اپنی طاعت اٹھالیا ۱۲ وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ دیوم القیمۃ یکون علیہم شہیداً (پہلے نماز) اور نہیں کوئی اہل کتاب مگر اللہ ایمان لا دیکھتا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی آمد میں قیامت کے ہوگا اور ان کے گواہ ۱۲ بات دور چلی گئی ان باغیانوں (بنی اسرائیل کو خدا نے مصر سے لاکر بے شک میں آباد کیا اور ان میں بنیاد درل بھیجے یسعیاہ باب) نے اپنے آخری راستہ صلح کار کو اپنے دھم میں قتل کیا۔ مارڈالا۔ بنی اسرائیل کے سلسلے نبی خدا کے پلوٹھے تھے اور مسیح آخری پلوٹھ۔ اب باغ اور ان کے سپرد ہوا باغ تو یہ تسلیم تھا پہلے اس کے باغیان بنی اسرائیل میں سے ہے انکی بے ایمانی سے اب وہ باغ بنی اسرائیل کے سپرد ہوا باغ جو دراز گوش کہ تو ہیں وہ آخری آچکے اب محمد کون ہے عقل والو سوچو انجیل میں لکھا ہے مالک باغ باغ اور ان کو دیکھ کر لگا آخر کہاں آچکے معاملہ ختم نہیں کبھی پہلے بنی اسرائیل اسکے مالک ہوئے اب تیرہ سو برس سے مالک ہیں یہود اور عیسائیوں کے لئے عمدہ باغبانی نہیں رہا باغ کا نام بھی بدل گیا یہوشلم سے بیت المقدس بنا۔ متی اس نئی قوم کے عقین کہتا ہے وہ یوم پھل دینگے متی ۲۱ باب ۴۱۔ اور عرب میں حج کے ایام کو موسم کہتے ہیں پہر لوقا ۲۰ باب ۱۱ انہوں (بنی اسرائیل) نے یسے کے کہا ایسا نہ تو بتائے انکی طرف دیکھ کے کہا یہ وہ کیا ہے جو کہا ہے کہ وہ پتھر جسے راہگیروں نے زد کیا وہی کوئے کا سرا ہوا ایک جو اس پتھر پر گرے چور ہوگا اور چہرہ گرے اسے یسے ایسا اور متی ۲۱ باب ۴۲ اسلئے میں تمہیں کہتا ہوں خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جاوے گی اور ایک قوم کو جو اسکے پہلے لافے دی جاوے گی یا وہ بنی اسرائیل صرف روحانی بادشاہ نہ ہو بلکہ روحانی اور جسمانی + عیسائی منصوبہ پتھر دی ہے جسکو دانیال نے دیکھا اور وہ پہر ہٹا بنکیا دانیال ۲ باب ۳۲ جو اس پر گر چوڑا اور جس پر وہ گرا اسے پس ڈالا۔ جہاد پر اعتراض نہ کرنا۔

قدیم زمانے میں تصویریں زبان کا بڑا رواج تھا اسی خیال پر عیسائیوں نے موسیٰ رسومات کو صرف نشان قرار دیا ہے مثلاً کہتے ہیں قربانی تو بیت مسیح کی قربانی کا نمونہ تھی جو باور خاموش جان دیتا ہے اور مسیح نے ایللی بیکار تے جان دی۔ ظاہری طہارتیں اصلی طہارت کا نمونہ تھیں پولا ہلانا۔ مسیح کا بھی اٹھنا تھا۔ یوشع نے بارہ پتھر اٹھوائے اور بقول عیسائیوں کے وہ بارہ حواریوں کا گویا نشان تھا یہ یوشع ۳ باب ۱۱ وغیرہ وغیرہ۔ اب سوچو۔ حج اسود کے میں کوئے کا پتھر تھا اور اسلام سے پہلے سالہا سال موجود لوگ اسے چومتے اور اس کے ساتھ ہاتھ ملا تے یہ گویا پتھر کوئے کا سرا کے میں تصویریں زبان میں کتب مقدسہ کا یہ فقرہ تھا وہ پتھر جسے معارون نے زد کیا وہی کوئے کے سرے کا پتھر تھا عوب امی محض تھو اور صاحب کتاب تھے انھیں نے بجائے کتاب ہی پتھر گویا کلام الہی تھا۔ اس پتھر کو عوب یمین الرحمن کہتے تھے اب اصل لکھا اور اسکی منکر کتاب میں ات الذین یبالیعونک انما یبالیعون اللہ کا فرمان اترا عرب چونکہ اٹھے اور کہنے لگے ما الرحمن السجد لہما تا مرنا وذا دھم لہما (پہلے سورہ فرقان دیکھو) اسکے تشریف لاتے یہوشلم کی باغبانی بنی اسرائیل سے چھین گئی جو اس پر گر چوڑا چہرہ گر اس پر گیا یہ پتھر کوئے کا سرا نہ تو مسیح میں کیونکہ مسیح نے اسکے ظہور کیلئے اپنی بوجہ کا زمانہ بتایا دیکھو لوقا ۲۰ باب ۱۱ متی ۲۱ باب ۳۲ دانیال ۲ باب ۳۲

انہیں ڈانک کھا ہوگا اور اس حالت سے پہلے جب بھلے چلے تھے سجدہ کے لئے بلاتے جاتے تھے +

الساق عربی میں شدت اور تکلیف کو کہتے ہیں اور کشف الساق شدہ اور تکلیف کا ظہور ہے پس یوم کشف عن ساق کے معنی ہوئے جب شدت اور تکلیف کا ظہور ہوگا۔ ان معنوں کا ثبوت علاوہ لغت عرب کے قرآن کریم سے دیا جاتا ہے۔

کلا اذا بلغت التراتی وقیل من داقی وظن انہ الفراق والتفت الساق بالساق االی دبت یومئذین المساق۔

ایسا نہ ہوگا جس وقت سانس منہلی پر پہنچ جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کون افسوس کر نہ لایا ہے (جو اسے اب بچالے) اور (مریض) یقین کرتا ہے کہ اب جدائی کا وقت ہے اور سخت گہرا سٹاپس طاری ہوتی ہے اس وقت چلنا تیرے رب کی طرف۔

راجز عرب کے نامی شاعر کا قول ہے۔

عجبت من نفسی ومن اسفاتی + ومن طراوی الطیر عن ارضا تھا فی سنی قد کشف عن ساقھا

تعجب ہے کہ قحط کے دنوں میں جب شدت سے اضطراب واقع ہوا۔ میں یہو کون مرنے کو خوف سے پرندوں کو انکی روزی کہانے سے روکتا تھا۔

اور اب جب جنگ کی شدت ہوتی ہے تو کہتے ہیں کشف الحرب عن ساق یعنی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۹ کالم دوم۔ عربی میں مصلوب اسی کو کہتے ہیں جس کی پیٹھ کی ہڈی توڑی جاوے۔ دیکھو قاموس لغت صلب۔ اور مسیح ہڈی توڑنے سے محفوظ رہے دیکھو یوحنا ۱۹ باب ۳۳۔ بات یہ ہے حاکم مسیح کا حامی تھا دیکھو اس نے ہاتھ دھوئے اور کہا میں اس راستہ کے خون سے پاک ہوں۔ متی ۲۷ باب ۲۴۔ حاکم کی عورت حامی اور مددگار تھی۔ ختم کو کہتی ہے مجھ کو اس راستہ سے کام نہ ہو۔ متی ۲۷ باب ۱۵ صوبیلہ اور یسوع کے نگہبان ہی حامی اور وہی تھے اور پہر عیسائی متی ۲۷ باب ۵۴ یوسف نام ریتہ کا دولتمند۔ سائندرم مجلس شاہی کا ممبر ہی حامی۔ متی ۲۷ باب ۵۷ اور شاگرد منتظر بادشاہت تھا۔ مرقس ۱۵۔ باب ۲۳۔ لوقا ۲۳۔ باب ۵۰۔ یہود کے خوف سے خفیہ رہتا۔ یوحنا ۱۵ باب ۳۸۔ اس شخص نے ٹھکانے کے چند گھنٹے کے بعد جب اندھیرا ہوا تو بادشاہ سے کہا یسوع مر گیا ہے لاش مجھے مرحمت ہو پلاطوس حاکم نے تعجب کیا کہ ایسا جلد کیونکر مرا۔ مرقس ۱۵ باب ۴۴۔ مسیح کے مرنے میں پلاطوس حاکم کو تعجب ہے کیسے مرا اور یوسف اور صوبے دار معتقد گواہ ہیں اور یہود پکارے بدت کے بکھیرے میں موجود ہی ہیں قبر میں رکھا اور مٹی کی مہر کی اور کوئی محافظ اس وقت نہ تھا۔ خیر خواہ اپنے خاکسار کو نکال لے گئے۔ بیشک مسیح مردہ یہودیوں سے جی اٹھے ابدی زندگی میں جلال پا گئے آیت دار کو حفاظت شروع ہوئی۔ پس صاف آشکار ہے وہ بے گناہ بیچ گئے اسی واسطے قرآن کا کہنا وما قتلوا وما صلبوا بالکل راستے یا انجیلی محققوں کے طور پر کہتے ہیں اچھی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں ویسے ہی مر گئے بے ایمان یہودی اسی بات پر یقین رکھے اور کہے گئے ہم نے مسیح کو مار ڈالا۔

وقولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وما قتلوا وما صلبوا

حضرت سیدنا مسیح مولانا موسیٰ فیروز الدین صہار کے قلمائے ہونے دوسرے قرآن مجید کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ ایڈیٹر بدین

بقیہ سورۃ القلم رکوع دوم

(پارہ ۲۹ رکوع ۱۲)

گزشتہ سے پیوستہ

اس وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانے والے موزن نے حجت علی الصلوٰۃ - حجت علی الفلاح - کا کلمہ پڑھے اپنے منار سے بلند آواز کے ساتھ پکار سنا اور وہ میٹھی اور ایم الفطرہ ناتوان کے کان میں پہنچی اب اس کا دل سجد جانے کے تڑپتا ہے مگر اس وقت وہ مرنے کی حالت میں مبتلا - اچھی طرح ہل جل ہی نہیں سکتا اور دل میں کہتا ہے مگر اب اس کہنے سے قوی نہیں ہو جاتا اسی آیت شریف میں وَقَدْ كَفَرْنَا بِكَ عَمَّا إِلَى السَّجْدَةِ كَيْفَ دَهَمُ الْمَالِئُونَ - کا کلمہ ان معنی کا قرینہ موجود ہے جس کے معنی ہیں اور تحقیق وہ لوگ بلائے جاتے تھے سجدہ کی طرف جبکہ پہلے چنگے تھے ان معنی کی تصدیق تفسیر کبیر کے جلد نمبر ۲۴ صفحہ ۲۴ سے بخوبی ہو سکتی ہے۔

دوسری توجیہ اس آیت شریف کی الساق ذات الشیء وحقیقۃ الامر کیا معنی ساق کا لفظ عربی زبان میں کسی چیز کی ذات اور اس کی اصل حقیقت کو کہتے ہیں - یوم یکشف عن ساق کے معنی یہ ہوتے ہیں جس دن انبیاء کی اصل حقیقت ظاہر ہوگی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے منکر اپنی نافرمانیوں کا بدلہ دیجیں گے اس وقت اتمام اللحجۃ پر سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے مگر پہلی نافرمانی کا بد نتیجہ یہ ہوگا کہ اس وقت سجدہ نہ کر سکیں گے۔

تیسری توجیہ اس آیت شریف کی یہ ہے کہ ہر ایک چیز کی پہچان مختلف اسباب سے ہوا کرتی ہے مثلاً کوئی شخص ایک آدمی کو اس کا موہنہ دیکھ کر پہچان سکتا ہے اور سابقہ جان پہچان والا اپنے نشان جیسے قدم اور ساق کو دیکھ کر پتہ لگا سکتا ہے - اسی طرح ایک سمجھ دار صحیح الفطرہ - صاحب دانش اور دانش اور نے امور سے باری تعالیٰ کے وجود اور اس کی ہستی کا پتہ حاصل کر سکتا ہے - شعر

برگ درختان سبز در نظر ہوا پر ہر درختے دفتے معرفت کردگار

اور کم فہم مریض الفطرہ کو عمدہ عمدہ دلائل سے بھی معرفت الہی حاصل نہیں ہو سکتی - اسی طرح ہنگام محشر کے وقت جو اسی موجود دنیا کا نتیجہ ہے جب الہی صفات کا ظہور ہوگا تو نا سمجھ اپنی کمی معرفت اور نقص عرفان کے باعث بخلاف سمجھ داروں کے سجدہ سے محروم رہ جاویں گے اور اسلام اپنے عرفان اور ایمانی نور کے باعث اپنے ظہور صفات پر جسے کشف ساق کہتے ہیں جو کشف وجہ سے کم ہے سجدہ میں گرین گے اور منافقون نافرمانوں کی پیٹھ اس وقت طبقہ داحیہ ہو جاوے گی۔

چوتھی توجیہ جو بالکل سیدھا سا ہے یہ ہے - ساق اور اس کا کشف باری تعالیٰ

کی صفت ہے اور صفات کا معنی ایسا ہے کہ ان کی حقیقت ہمیشہ لمحاظ اپنے موصوف کے بدل جایا کرتی ہے - مثلاً بیٹھنا ہماری صفت ہے جس سے ہر روز ہم متصف ہوتے ہیں مگر ایک بڑی ساہوکار یا کسی امیر کا عروج کے بعد بیٹھ جانا - ہمارے ہر روزہ بیٹھ جانے سے مراد ہوگا برکت کے دنوں میں مینہ کے زور سے دیوار کا بیٹھ جانا پہلے بیٹھنے سے بالکل الگ ہوگا اور ایک بادشاہ کا تخت پر بیٹھ جانا کوئی اور ہی حقیقت رکھے گا ان مثالوں میں دیکھ لو بیٹھنا ایک صفت ہے مگر لمحاظ تبدل موصوفین کے - اس صفت کا ایک قسم دوسری قسم سے بالکل علیحدہ ہے اب اس سے ایک لطیف بیٹھنا سنو - جس کی حقیقت ان تمام بیٹھنے سے بالکل الگ ہے وہ بیٹھنا کیا ہے کسی کی محبت کا کیسے دل میں بیٹھ جانا اور کسی کی عداوت کا کسی کے دل میں بیٹھ جانا - کسی کی کلام کا کسی کے دل میں گھر کر لینا یا بیٹھ جانا جب اہل اسلام نے باری تعالیٰ کو لیس مکملہ شئی -

انوپیم - بے مانند مانا ہے - تو اس بات کا تسلیم کرنا ہر عاقل مسقف کا فرض ہے کہ وہ اس کی تمام صفات ہی اس پاک موصوف کی طرح لیش کشل اور انوپیم - بے مانند مانتے ہوں گے - اس کی قدرت - اس کی طاقت - اس کا علم - اس کی حیوۃ - اس کا موجود ہونا اس کا ازلی ہونا اس کا ابدی ہونا - اس کا ید - اس کا وجہ - اس کی ساق - اس کا کشف - اس کا عرش پر بیٹھنا سب ہمیشہ ہوگا چون کہ ہم اس کی پاک ذات سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے اس لئے ہماری کوئی صفت اس کی کسی صفت سے مشابہ نہ ہوگی۔

آیت ۱۱ - ذری - یہ ایک محاورہ ہے ہمارے ملک میں بھی کہتے ہیں - مجھے چھوڑ دو میں ذرا اس کی خبر لے لوں۔

زبان انگریزی میں بھی اس قسم کا محاورہ لفظ سے استعمال کیا جاتا ہے۔

آیت ۱۲ - یہ بھی اس نبی کی صداقت کا ثبوت ہے کہ وہ تمہاری خیمہ خاہی میں رات دن مصروف ہے اور اس کے عوض میں تم سے کچھ مزدوری نہیں چاہتا۔

آیت ۱۵ - غیب - دیکھو غیب کی پیشگوئی ان خدا تعالیٰ سے خبر پاکر کون کر رہا ہے - کیا ایسی زبردست پیش گوئی ان کوئی مفتری یا مجنون کر سکتا ہے - جو برابر پوری بھی ہو رہی ہیں اور بڑی بڑی فتوحات پر مشتمل ہیں - اگر یہ رسول خدا کی طرف سے نہیں ہے - تو یہ غیب اُسے کہاں سے مل گیا۔

آیت ۱۶ - صاحب الحوت - تیزی والا - غضب والا - حوت مچھلی کو بھی کہتے ہیں اس لئے ترجمہ ہوا مچھلی والا - تب اشارہ ہوا انعمۃ الحوت کی طرف۔

فرمایا - اسے نبی تو منکرین کی تکلیف دہی پر صبر کر یہ تکالیف اور مصائب تیرے لئے مغزوہ ہونے کا موجب نہ ہوں - وقت قریب ہے - کہ تیری کامیابی ظاہر ہوگی اور تیری صداقت سب پر کھل جائے گی۔

آیت ۱۸ - یز لقونک - تجھے گھورتے ہیں۔

آیت ۱۹ - ذکو - شرافت - بڑائی

اس کتاب پر عمل کرنے والے تاریخی لوگ ہو جائیں گے۔

سورة الحاقہ رکوع ۱

پارہ ۲۹ رکوع ۵

آیت ۱۔ الحاقہ۔ سچ مچ ہو جانے والی۔ ایک عظیم شان شدنی امر۔ جو اسل ہے اور یقیناً واقعہ ہونے والا ہے اس سے مراد آپ کے سخت اعدا کی تباہی ہے۔ جس کی خبر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی اور وہ پیش گوئی ان میں جو اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صداقت اور منکرین کی ہلاکت کے متعلق کہیں کہ وہ ضرور پوری ہو نیوالی ہیں۔

آیت ۳۔ ان آیات میں پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کی اُستون کی مثال دی ہے اور بطور عبرت کے ان کا واقعہ پیش کیا ہے کہ وہ بھی مجھ سے پہلے انبیاء و رسول۔ نبی و رسول نبی تھے۔ اگر ان کے نہ ماننے والوں نے سکھ نہیں پایا تو تم کیوں کر سکھ پاؤ گے۔ عداؤد شوہ کی قوم کا حال دیکھو کہ کیا ہوا اور خداوند تعالیٰ سے ڈرو کہ کہیں تمہارا بھی وہی حال نہ ہو۔

آیت ۵۔ بالطاغیہ۔ بہ سبب حد سے بڑھتی ہوئی نافرمانی کے وہ ہلاک ہوئے۔ آیت ۶۔ عاتیہ۔ قابو سے نکلنے والی۔ حد سے بڑھی ہوئی۔ آیت ۱۰۔ موتفکت۔ جن پر پہاڑ گرا تھا۔ سو ڈوم و گمراہ کے لوگ۔ بالمخاطبہ۔ ان کی خطا کاریوں کے سبب۔

آیت ۱۱۔ عصوا۔ انہوں نے رسول کی نافرمانی کی اور یہ تمام عذاب اسی سبب سے ان پر پڑا۔

دائید۔ بڑھ چڑھ کر۔ آیت ۱۳۔ جاریہ۔ چلتی ہوئی کشتی۔ آیت ۱۳۔ ليجعلها۔ تمہیں اس واسطے سناتے ہیں کہ تمہیں نصیحت حاصل ہو۔ آیت ۱۴۔ اذ۱ لفتح۔ ایک وقت آتا ہے۔ جب کہ بگل بجایا جائے گا۔ عذاب ہلاکت کا وقت۔ یا

۱۲۔ ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین پر جو عذاب آیا ہوا ہے اس کا وقت آجائے گا۔ آیت ۱۵۔ جبال۔ (۱) پہاڑ اڑ جائیں گے۔ یا (۲) مشرکین کے عمامہ جو اپنے آپکو پہاڑوں کی مانند مضبوط سمجھتے ہیں ہلاک ہو جائیں گے۔ آیت ۱۶۔ وقعت۔ خطرناک عذاب آئے گا۔

آیت ۱۷۔ انشقت السماء۔ آسمان پھٹ پڑے گا۔ سخت بارش ہوگی یا کوئی عذاب آئے گا۔

آیت ۱۸۔ ملک۔ فرشتے۔ ملائکہ کا ایک خاص اثر و نام اور جو ہم ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید اور نصرت میں ملائکہ کا نزول ہوتا تھا۔

ثمنیۃ۔ اُس دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے حال آٹھ فرشتے ہونگے۔ کیا معنی۔ اللہ تعالیٰ کی چار صفات (رب العالمین۔ رحمان۔ رحیم۔ مالک یوم الدین) کی خالص تجلی ہوگی۔

اس آیت کی تفسیر حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عربی کتاب کرامات الصادقین میں بھی ہے جو اصل عبارت یہاں لکھی جاتی ہے اور نیچے ان کے ترجمہ بھی جاتا ہے۔

ثم اعلم ان لله تعالى صفات ذاتية ناشية من اقتضاء ذاته وعليها مدار العالمين كلها وهي اربع ربوبية ورحمانية ورحميمة ومالكية كما اشار الله تعالى اليها في هذه السورة وقال رب العالمين الرحمن الرحيم مالك يوم الدين۔ فهذه الصفات الذاتية سالقة على كل شئ ومحيطة بكل شئ ومنها وجود الاشياء واستعدادها وقابليتها ووصولها الى كمالاتها واما صفت الغضب فليست ذاتية لله تعالى بل هي ناشية من عدم قابلية بعض الاعيان للكمال المطلق وكذلك صفت الاضلال لا بيد ولا بعد ذيق الضالين واما حصر الصفات المذكورة في الاربع فنظر اهل العالم الذي يوجد فيه آثارها الا ترى ان العالم كله يشهد على وجود هذه الصفات بلسان الحال وقد تجلت هذه الصفات بخولايشك فيها بصيرك الامن كان من قوم عمن۔ وهذه الصفات اربع الى انقراض النشأة الدنيوية ثم تجلي من تحتها اربع اخرى التي من شانها ان تخلص العالم الا في العالم الاخر واول مطالعها عرش رب الكريم الذي لم يتدنس بوجود غير الله تعالى وصار مظهر تاما لا نوار رب العالمين وقوائم اربع ربوبية ورحمانية ورحميمة ومالكية يوم الدين ولا جامع لهذه الاربع على وجه الظلية الا عرش الله تعالى وقلب الانسان الكامل وهذه الصفات امحاة لصفات الله كلها ووقعت كقوائم العرش الذي استوى الله عليه وفي لفظ الاستواء اشارة الى هذا الانعكاس على الوجه الاتم الاكمل من الله الذي هو احسن الخالقين۔ وتنهي كل قائمة من العرش الى ملك هو حاملها ومدبر امرها ومورد تجلياتها وقاسمها على اهل السماء والارضين فهذا معنى قول الله تعالى ويحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية فان الملائكة يحملون صفاتها فيها حقيقة عرشية والشرافي ذلك ان العرش ليس شئاً من اشياء الدنيا بل هو برزخ بين الدنيا والاخرة ومبدء قديم للتجليات الربانية والرحمانية والرحميمة والمالكية لاظهار الفضلات وتكميل الجوزاء والدين۔ وهو داخل في صفات الله تعالى فانه كان ذا عرش من قديم ولم يكن معه شئ فكن من المتدبرين۔ وحقيقة العرش والاستواء الله عليه سر عظيم من اسرار الله تعالى وحكمة بالغة ومعنى روحاني وسعي عرشا لفهم عقول هذه العالم ولتقريب الامر الى استعداد احوالهم وهو واسطة في وصول الفيض الالهي والتجلي الرحماني من حضرة الحق الملائكة ومن الملائكة الى الرسل ولا يقدر في وحدته تعالى تكبر وابل الفيض بل التكثر ههنا لوجب البركات لئلا ادم ويعينهم على القوة الروحانية وينصرهم في المجاهدات والرياضات الموجبة لظهور المناسبات التي بينهم وبين ما يصلون اليه من النفوس كنفوس العرش والعقول المجرودة الى ان يصلون الى المبدأ الاول وعللة العزل ثم اذا امان السالك المجنات الالهية والتسليم

الرحمانية فيقطع كثيرا من محبة ويخيه من بعد المقصد وكثرة عقباته وافات
و ينوره بالنور الالهي ويدخله في الواصلين - فيكمل له الوصول والشهود مع رتبة
عجائبات المنازل والمقامات ولا شعور لا هل العقل بهذا المعارف والنكات ولا
مدخل للعقل فيه والاطلاع بامثال هذه المعاني انما هو من مشكوة النبوة والولا
وما شئت العقل راحة واما ان يضع القدم في هذا الموضع الا يجذب
من جنات رب العالمين -

واذا انفلكت الارواح الطيبة الكاملة من الابدان ويتطهرون على وجه الكمال
من الادساخ والادران يعرضون على الله تحت العرش بواسطة الملائكة فياخذون
بطر رجلا يدحظ من ربوبيته يعاثر ربوبيته سابقة وحظا من رحمانية مغاثره
اولى وحظا من رحيمية ومالكية مغاثر ما كان في الدنيا فهناك تكون ثمانى صفات
تحتها ثمانية من ملائكة الله باذن احسن الخالقين - فان لكل صفته ملك
موكل قد خلق لتوزع تلك الصفات على وجه التدرج ووضعهما في محلها واليه اشارة
في قوله تعالى والمدبرات امرا - فتدبر ولا تكن من الغافلين -

وزيادة الملائكة الحاملين في الاخرة لزياد تجليات ربانية ورحمانية
ورحيمية ومالكية عند زيادة القوابل فان النفوس المطهنة بعد انقطاعها
ودرجوها الى العالم الثاني والرب الكريم تترقى في استعدادهما فتتوجه الى ربوبية والوحدة
والرحيمية والمالكية بحسب ما يليها تهتم واستعدادا تهتم كما تشهد عليه
كشوف العارفين وان كنت من الذين اعطى لهم حظ من القرآن فتجد فيه
كثيرا من مثل هذا البيان - فانظر بالنظر الدقيق - بعد شهادة هذا التحقيق
من كتاب الله رب العالمين -

ترجمہ - واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بعض ذاتی صفات میں جو اقتضائے ذات سے پیدا
ہوتے ہیں اور انہی صفات کا مدبر ہر جملہ عالمین کا مدار ہے اور وہ چار ہیں - ربوبیت - رحمانیت
رحیمیت - مالکیت - چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان صفات کی طرف اس سورہ شریفہ میں اشارہ
فرمایا ہے - رب العالمین - الرحمن - الرحيم - مالک يوم الدين - یہ صفات ذاتیہ ہر چیز
پر سابق ہیں اور ہر چیز کو محیط ہو رہے ہیں اور انہی سے اشیاء وجود اور اشیاء کی
استعدادیں اور قابلیتیں تیار ہوتی ہیں اور ان کا وصول اپنے کمالات کو ہوتا ہے -
اور صفت غضب اللہ تعالیٰ کی ذات میں نہیں ہے بلکہ یہ صفت بعض اعیان کی
عدم قابلیت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے -

اور ایسا ہی صفت لطمہ بھی ظاہر نہیں ہوتی - مگر گراہ ہونے والاؤں کے کج رویوں
کے بعد ظاہر ہوتی ہے -

اور صفات مذکورہ چار میں حصہ ہونا بنظر عالم ہے - چنانچہ ان صفات کے آثار پائے
جاتے ہیں - کیا تم نہیں دیکھتے کہ سارا عالم ان صفات کے وجود پر زبان حال سے گواہ ہے اور یہ
صفات اس طرح متعلق ہو رہے ہیں کہ کوئی مینا ان میں شک نہیں کرتا اور یہ چار صفات انقضائے اہم
دنیا تک رہیں گے - پھر ان کے نیچے سے چار اور صفات جلوہ گر ہوں گے جن کی شان میں
سے ہے کہ وہ صفات ظاہر نہیں ہوتی مگر دوسرے عالم میں جو عرش الہی کا پہلا مطلع ہے
اور وجود غیر اللہ سے آلودہ نہیں ہوا - اور انوار رب العالمین کا منظر تمام ہے -

اور عرش الہی کے چار پائے اس کی ربوبیت ورحمانیت ورحیمیت اور مالکیت يوم الدين ہیں
اور ان چاروں کا جامع بروہ ظلیت عرش الہی اور انسان کامل کا دل ہے یہ چار صفات ساری
صفات الہی کے اہمات و اصول ہیں -

اور عرش الہی کے پایوں کی طرح واقع ہوئے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کا استواری ہے
اور لفظ استوی میں اس اتم و اکمل عکس الہی کی طرف اشارہ ہے - جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
ہوتا ہے - اور پایہ عرش ایک فرشتے کی طرف منتہی ہوتا ہے جو اس کا حامل اس کا مدبر اور اس
کا مور و تجلیات ہے اور اس صفت کو وہ اہل آسمان و اہل زمین پر تقسیم کرتا ہے -

پس یہ معنی میں کلام الہی کے جو اس نے فرمایا ہے - و يحمل عرش ذبك فوقهم
یومئذ ثمانية - کیونکہ ملائکہ ان صفات کے حامل ہیں - جن میں حقیقت عرش الہی ہے - اور
اس بات کا یہ ہے - کہ وہ عرش کوئی چیز دنیا کی چیزوں میں سے نہیں ہے بلکہ وہ دنیا اور
آخرت کے درمیان ایک برزخ ہے اور وہ مبدیہ قدیم ہے واسطے تجلیات ربانیت ورحمانیت و
رحیمیت و مالکیہ کے واسطے ظاہر کرنے تفصیلات اور کامل کرنے جزاؤں کے -

اور یہ بات صفات الہی میں داخل ہے - کیونکہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے صاحب عرش
ہے اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی - خوب سوچ کر و اور حقیقت عرش اور استوی اللہ تعالیٰ
کے اسرار میں سے ایک عظیم الشان سر ہے اور بلیغ حکمت اور روحانی معنی ہیں -

اور عرش اس لئے نام رکھا گیا کہ اس عالم کے عقول کو سمجھایا جاوے اور ان کے
فہمی استعدادوں کے نزدیک اس امر کو قریب کیا جائے اور یہ واسطہ ذریعہ ہے -
وصول فیض الہی اور تجلی رحمانی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ کی طرف اور ملائکہ
کی طرف سے رسوئوں کی طرف اور وحدت الہی میں کثرت و بلاغات فیض قاطع نہیں - بلکہ
کثرت قوابل موجب برکات بنی آدم ہیں اور یہ امر ان کو قوت روحانی میں مدد دیتا ہے
اور اسکو مجاہدات و ریاضتوں میں نصرت کرتا ہے - جو مہمات کے ظہور کے باعث ہوتے ہیں
جوان کے درمیان اور ان نفوس کے درمیان ہوتے ہیں - جو ان تک پہنچتے ہیں - اور
نفس عرش اور عقول مجروحہ کی طرح ہوتے ہیں حتیٰ کہ وہ مبدیہ اول و علت العلل
تک پہنچ جاتے ہیں - جب سالک جذبات الہیہ اور نسیم رحمانیہ کو دیکھتا ہے - تو
بہت سے حجاب قطع کر جاتا ہے - اور بعد مقصود و کثرت عقبات و افات سے نجات
پاتا اور نور الہی سے منور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو واصلین میں داخل کر
دیتا ہے -

اور اس کا وصول و شہود مع روت عجائبات منازل و مقامات کے کامل ہو جاتا ہے
اور اہل عقل کے لئے ان معارف و نکات کا شعور نہیں ہوتا اور نہ عقل کا ان میں دخل ہو
سکتا ہے اور اس قسم کے معانی پر اطلاع پانا مشکوۃ نبوت و ولایت سے میسر ہو سکتا
ہے - عقل کو ان حقائق سے بوجہی نہیں پہنچتی اور نہ کسی عاقل کی طاقت ہے - کہ وہ بجز
جذبات الہی اس مقام میں قدم رکھے -

جب ارواح پاکیزہ کاملہ بدنون سے جدا ہوتے اور بردہ کمال روحانی میاں کھلیں
سے پاک کئے جائیں تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرش کے نیچے بذریعہ ملائکہ کہ ام پیش
کئے جاتے ہیں پس وہ جدید طور پر ربوبیت الہی سے حظ و حصہ لیتے ہیں - جو ربوبیت سابقہ کو
علیہ و مغاثر ہوتی ہے اور اس کی رحمانیت سے ہی بہرہ اندوز ہوتے اور حصہ لیتے ہیں

اور منتر نمبر ۳۔ اس ایشور کی سب سے بڑی چیز جگت (کل مخلوق) ایک جزو ہیں۔ اس جگت بنانے والے کے تین حصہ ناش بہت مہم اپنے منور سروپ میں ہے۔

نمبر ۴۔ اور کہا تین حصوں والا پریشور سب سے اتم سنار سے الگ کت سروپ نکلتے ہیں اس پرش کا ایک حصہ سے ایک جگت میں پرہر پیدائش اور پرلے کا جگر کھاتا ہے۔

نمبر ۵ میں ہے۔ اس براٹ سنار کے اوپر سرد اور پورن برہم رہتا ہے۔ اس کے بعد ہی وہ پہلے سے ظاہر برش جگت سے علیحدہ رہتا ہے۔ غرض سترہ منتر تک یہی مضمون مکرر کیا گیا ہے۔ پہلے منتر میں یہ لفظ کہ وہ سب جگت کو اولنگھ کر ٹہرا ہے۔ منصف انسان کے لئے قابل غور ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ خدا پریشور سب جگت کو پہانہ کر ٹہرا ہے اور تیسرے منتر کا مطلب یہ کہ خدا پریشور کے چار حصہ میں ایک حصہ مخلوق میں اور تین حصہ بالاتر ہیں۔

اور نمبر ۶ کا مطلب ہے کہ پریشور سنار سے الگ ہے اور اس کے تین حصہ خلق سے بالاتر ہیں اور نمبر ۷ میں ہے اور پورن برہم رہتا ہے۔

اور (دیوتہ) امرت ناشناش ترستے دھام لوگ ندمیر تم (کا مطلب اور عرش پر ہے کا مطلب اگر ایک نہ تہتم ذمہ دار ہیں۔

سوال سوم۔ اگر قرآن کریم نے آٹھ کا ذکر کیا ہے تو وہاں فرشتوں کا تذکرہ نہیں۔ مگر آپ کے ہاں صاف مسلم ہے کہ آٹھ دیوتا اس کے تحت سلطنت کو اٹھارے میں دیکھو تیار تھے پر کاش صفحہ ۴۴ میں ہے۔ کہ یا گو کیمجی نے شاکلیہ کو فرمایا ہے۔ آٹھ سو بیس میں پرانہ تفصیل کرتے کہ اسے کہ ان سب کو دوسرا سٹے کہتے ہیں کہ ان میں یہ گنج کائنات محفوظ اور قائم ہے۔ یا گو کیمجی کے عقیدہ انسانی بات کو ماننا اور خدا کے پاک کی بات کو نہ ماننا کسی بے انصافی ہے اور حقیقی بات نہ تھے ہیں۔

سزا مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے عرش کوئی جسمانی اور مخلوق چیز ہے جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے۔ تمام قرآن شریف کو اول سے آخر تک پڑھو اور میں ہرگز نہیں پاؤں گے کہ عرش کوئی چیز محدود اور مخلوق ہے خدا نے بار بار قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ ہر ایک چیز جو کوئی وجود رکھتی ہے اس کا میں ہی پیدا کرتے والا ہوں۔ میں ہی زمین آسمان اور روحوں اور انہی تمام قوتوں کا خالق ہوں میں اپنی ذات میں آپ قائم ہوں اور ہر ایک چیز میرے ساتھ قائم ہے۔ ہر ایک ذرہ اور ہر ایک چیز جو موجود ہے وہ میری ہی پیدائش ہے۔ مگر کہیں نہیں فرمایا کہ عرش ہی کوئی جسمانی چیز ہے جس کا میں پیدا کرنے والا ہوں۔ اگر کوئی آریہ قرآن شریف میں سے نکال دے کہ عرش ہی کوئی جسمانی اور مخلوق چیز ہے تو میں اس کو قبل اس کے جو قادیان سے باہر جائے ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ میں اس خدا کی قسم کہتا ہوں جس کی جو پٹی قسم کہنا لعنتی کا کام ہے کہ میں قرآن شریف کی وہ آیت دیکھتا ہوں ہزار روپیہ حوالہ کر دوں گا۔ ورنہ میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ابا شخص جو لعنت کا محل ہو گا۔ جو خدا پر جھوٹ بولتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ اس اعتراض کی بنیاد تو محض اس بات پر ہے کہ عرش کوئی علیحدہ چیز ہے جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے۔ اور جب یہ امر ثابت نہ ہو سکا تو کچھ اعتراض نہ رہا۔ خدا صاف فرماتا ہے کہ وہ زمین پر ہی ہے اور آسمان پر ہی ہے اور کسی چیز پر نہیں بلکہ اپنے وجود سے آپ قائم ہے اور ہر ایک چیز کو اٹھائے ہوئے ہے اور ہر ایک چیز پر محیط ہے جہاں تین ہیں تو جہاں ان کا خدا ہے۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ العزیز)

جو پہلے رحمانیت سے متاثر ہوتا ہے اور اس کی رحمت سے بھی حصہ پاتے ہیں۔ جو اس کے پہلے رحمت سے الگ ہوتی ہے اور اس کی مالکیت سے بھی حصہ پاتے ہیں۔ جو دنیا کے حصہ سے متاثر ہوتی ہے پس اس وقت آٹھ صفات ہو جاتے ہیں۔ جن کے آٹھ ملائکہ اللہ باذن احسن الخالقین حامل ہیں کیونکہ ہر صفت کے لئے ایک فرشتہ موكل ہے جو اس صفت کے پرانگندہ کرنے کے لئے بروجہ تدبیر اور اس کو بر محل خود رکھنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام میں اشارہ فرمایا ہے۔

فالمذہبات اموا۔ پس تم غور کرو اور غافل نہ بنو۔ آخرت میں ملائکہ حاملین کا زیادہ ہونا تجلیات ربانیہ و رحمانیہ و رحیمیہ و مالکیہ کے زیادہ تجلیات کے لئے ہے کیونکہ اس جگہ محل قابلات تجلیات بہت ہو گئے۔ وجہ یہ ہے کہ نفوس مطمئنہ جب اس عالم سے منقطع ہو کر عالم ثانی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اپنی اپنی استعدادوں کے موافق ترقی کرنی ہیں تو ربوبیت و رحمانیت و رحمت اور مالکیت ان کی قابلیتوں و استعدادوں کے حساب پر جوش نین ہون گے۔ چنانچہ عارفوں کو کشوف اس امر پر گواہ ہیں۔

اگر تم ان لوگوں میں سے ہو جن کو قرآن کریم سے حصہ ملا ہے تو ایسا بیان قرآن میں بہت پاؤں گے۔ نظر دقیق سے دیکھو تاکہ اس شہادت کی تحقیق کو قرآن کریم سے پاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے عرش پر بیٹھنے اور آٹھ فرشتوں کے اٹھانے کے متعلق آریوں نے بعض اعتراض کئے ہیں۔ جن کے جواب حضرت خلیفۃ المسیح نے جو دئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

سوال۔ (۱) خدا زمین و آسمان پر کرسی نشین ہے گویا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے (۲) عرش پر ہے (۳) اس کو آٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے۔

الجواب

پہلا سوال محض غلط فہمی اور علوم النبیہ حقہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ تمام آسمانی مذاہب اس پر متفق ہیں۔ ہاں تارک اسلام کو علوم اسلامی سے نا بینائی کی وجہ سے کرسی سے ٹھوکر لگی اور منہ کے بل جہالت کے گرہے میں گر آئے۔ سزا باری مکرّم کتاب صحیح بخاری میں جسے ہم کتاب اللہ کے بعد اصحّ الکتب ماننے میں کہتا ہے۔

کرسی علیہ علم۔ یعنی کرسی کے معنی علم کے ہیں۔ معنی دس کرسیات السموات والارض (پندرہ) کے یہ ہوتے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام بندوں اور زمین کو وسیع و محیط ہو رہا ہے اب بتاؤ اس مسئلہ میں جو مذاہب اللہ تعالیٰ کے ماننے والے ہیں اور صفات الہیہ کے منکر نہیں ان میں کس کو کلام اور بحث ہے۔

سوال دوم۔ پر الزامی جواب کو اور سوال سوم کے الزامی کے بعد حقیقی جواب کے خط کرو۔ تمہارے بزرگ و اکتیویں اوصیائے میں کہا ہے دیکھو نمبر ۱۱۲ کے منشور پر انیوں کی ہزاروں آئین ہزاروں پاؤں جس سرور و تریا پاک جگ ویشور میں ہیں وہ پرش ہے وہ تمام ہو گول میں سب طرح سے بیات یہ پانچ استول (عناصر خمسہ ۱۱۲) پانچ سو کھشم (۱۱۲) میں بھوت جس کے انگ ہیں اور وہ سب جگت کو اولنگھ کر ٹہرا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیحؒ مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے وزانہ درس قرآن مجید کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق علی احمد علی اویس بدر

بقیہ سورہ النحاکہ شروع پہ

پارہ ۲۹ رکوع ۵

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

جہاں پانچ ہون تو چہاں کے ساتھ خدا ہے اور کوئی جگہ نہیں جہاں خدا نہیں اور پھر فرماتا ہے۔

أَيْنَمَا تَوَلَّوْا فَحُشِّم مِّنْ جَنَّةٍ مِّنَ اللَّهِ۔ پابقیہ۔

جس طرف تم نہ کرو اسی طرف تم خدا کا منہ پاؤ گے وہ تم سے تنہا رہی رہے جان سے ہی زیادہ قریب ہے وہی ہے جو پہلے ہے اور وہی ہے جو آخر ہے اور سب چیزوں سے زیادہ ظاہر ہے۔ اور وہ نہاں در نہاں ہے اور پھر فرماتا ہے۔

وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّيْ خَلِّفْتَنِيْ۔

اُحْبِبُّ دَعْوَةَ اللَّهِ اِذَا دَعَا بِتَبَعٍ۔ یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں کہ وہ کہاں ہے پس جواب یہ ہے کہ ایسا نزدیک ہوں کہ مجھ سے زیادہ کوئی نزدیک نہیں جو شخص مجھ پر ایمان لا کر مجھے پکارنا ہے تو میں اس کا جواب دیتا ہوں ہر ایک چیز کی کل میرے ہاتھ میں ہے اور میرا علم سب پر محیط ہے میں ہی ہوں جو زمین و آسمان کو اٹھا رہا ہوں میں ہی ہوں جو فطرتی تری میں اٹھا رہا ہوں۔

یہ تمام آیات قرآن شریف میں موجود ہیں۔ بچہ بچہ مسلمانوں کا انکو جانتا ہے اور پڑھتا ہے جس کا جی چاہے وہ ہم سے اگر ایسی پوچھ لے پھر ان آیات کو ظاہر نہ کرنا اور ایک استعارہ کو لے کر اس پر اعتراض کر دینا کیا یہی دیانت آریہ سلج کی ہے ایسا دنیا میں کون مسلمان ہے جو خدا کو محدود جانتا ہے یا اس کے وسیع اور غیر محدود علم سے منکر ہے اب یاد رکھو کہ قرآن شریف میں تو کہیں نہیں کہ خدا کو کوئی فرشتہ اٹھا رہا ہے بلکہ جابجا یہ لکھا ہے کہ خدا ایک کو اٹھا رہا ہے ان بعض جگہ یہ استعارہ مذکور ہے کہ خدا کے عرش کو جو دراصل کوئی معانی اور مخلوق چیز نہیں فرشتے اٹھا رہے ہیں۔ دانشمند اس جگہ سے سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ عرش کوئی مجسم چیز ہی نہیں تو فرشتے کس چیز کو اٹھا رہے ہیں ضرور کوئی یہ استعارہ ہوگا مگر آریہ صاحبوں نے اس بات کو نہیں سمجھا۔ کیونکہ انسان خود غرضی اور قصص کے ذہن انداز ہوتا ہے۔

اب اصل حقیقت سناؤ کہ قرآن شریف میں لفظ عرش کا جہاں جہاں استعمال ہوا ہے اس مراد خدا کی عظمت اور جبروت اور بلندی ہے۔ اسی وجہ سے اسکو مخلوق چسبزدوں میں داخل نہیں کیا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کے منظر جارہیں۔ جو وہ کی رو سے چار دیوے تھے کہلاتے ہیں مگر ذہنی اصطلاح کی رو سے ان کا نام فرشتے ہی ہے اور وہ یہ ہیں۔ اکاش جس کا نام اندر ہی ہے۔ سورج دیونا جس کو عربی میں شمس کہتے ہیں۔ چاند جس کو عربی میں قمر کہتے ہیں۔ دھرتی جس کو

عربی میں ارض کہتے ہیں یہ چاروں دیونا جیسا کہ ہم اس سال میں بیان کر چکے ہیں۔ خدا کی چار صفتوں کو جو اس کے جبروت اور عظمت کا اتم منظر ہیں۔ جن کو دوسرے نظروں میں عرش کہا جاتا ہے اٹھا رہے ہیں یعنی عالم پر یہ ظاہر کر رہے ہیں۔ تقریباً کی حاجت نہیں ان میں ان کو ہم مفصل لکھ آئے ہیں اور قرآن شریف میں میں قسم کے فرشتے لکھے ہیں (۱) ذرات اجسام ارضی اور روحوں کی قوتیں (۲) اکاش۔ سورج۔ چاند زمین کی قوتیں جو کام کر رہی ہیں (۳) ان سب پر اعلیٰ عالم جو جبریل۔ میکائیل وغیرہ نام رکھتی ہیں جن کو دید میں جسم نہیں ہے۔ مگر اس جگہ فرشتوں سے یہ چار دیوے مراد ہیں یعنی اکاش اور سورج وغیرہ جو خدا تعالیٰ کی چار صفتوں کو اٹھا رہے ہیں یہ وہی چار صفتیں ہیں جن کو دوسرے نظروں میں عرش کہا گیا ہے اس فلسفہ کا دید کو ہی اقرار ہے مگر یہ لوگ خوب دیدار میں جو اپنے گہرے مسئلہ سے ہی انکار کر رہے ہیں اخیر میں سنو! ہولوگ۔ انٹرکس۔ برہم لوگ جس کا ذکر منو ۲۔ ۲۳ میں ہے اس کے اوپر کس کی حکومت ہے۔

یسارین۔ جو حق ہو اور جناب الہی کی طرف سے ہو۔ زمانہ حال کی تحقیقات میں یہ مسلم ہے کہ انسان کے جسم کے اکثر حصوں کا خون دماغی طور سے ہی قلب میں داخل ہوتا ہے۔

ان آیات میں جزائے اعمال کے لحاظ سے آدمیوں کی دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ اصحاب الیمین۔ نیکو کار لوگ جو داخل جنت ہوں گے اور اصحاب الشمال۔ بدکار لوگ جو داخل دوزخ ہوں گے یہ۔

۱۔ مجھے ایک دفعہ خواب میں ایک نظارہ دکھایا گیا تھا کہ ایک وسیع میدان ہے اس میں حفرة رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بڑے لشکر کے ہمراہ کھڑے ہیں آپ اس لشکر کے جنرل اور کمانڈر ہیں آپ کا لباس فوجی ہے۔ پیٹی میں تلوار لگی ہے۔ سر پر عمامہ ہے۔ میں ایک فرشتے کے نیچے کھڑا ہوا اس فرج کا نظارہ کرنا ہوں اور ایک سفید لباس پر مرد میرے پاس کھڑا ہے گویا وہ بھی نظارہ کنندہ میں سے ہے پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑی قطار آدمیوں کی آنکھوں کے دائیں ہاتھ دُور تک چلی گئی ہے اور ایسا ہی ایک قطار بائیں طرف چلی گئی ہے۔ میرے منہ سے نکلا۔ اس میں کیا فرق ہے۔ دائیں ہونے یا بائیں ہونے۔ سب ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک ہی قطار میں کھڑے ہیں میرے ایسا بولنے پر وہ پیر مرد میری طرف جھک کر نہایت محبت سے اپنے ہاتھ کو ہلاتے ہوئے فرماتے ہوئے تیرے ہی سمجھانے کے لئے۔ تیرے ہی سمجھانے کے لئے پھر میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی بولی دی جس کو میں سمجھ نہیں سکا کہ کیا لفظ تھا اور اپنا دایاں ہاتھ اپنے سینے کی طرف ہلایا تب ساری فوج جو دائیں طرف تھی آپ کے سامنے آگئی اسکے بعد آپ نے ایک اور بولی دی اور اپنا بائیں ہاتھ پیچھے کیطرت کیا وہ سب فوج جو بائیں طرف تھی آپ کی پشت کیطرت چلی گئی تب بائیں ہاتھ سے کہ آنحضرت نے خود فرمایا یا کسی نے آپ کیطرت فرمایا دائیں والوں کی طرف جو سامنے آگئے تھے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ میری آنکھوں کے سامنے ہیں میں ان کا خیال رکھوں گا وہ میرے پیچھے ہیں میں انکی طرف توجہ نہیں کروں گا۔

آیت ۲۰۔ ہادُم۔ آؤ۔ لے لو۔

آیت ۲۵۔ بما اسلفتم۔ یہ انعام جو تم کو ملا ہے اس کا ذریعہ وہ نیک اعمال ہیں جو تم پہلے کر چکے ہو۔

آیت ۳۰۔ سلطانیہ۔ صیگر دلائل۔

پارہ ۲۹ رکوع ۶۔ سورہ الحاقہ رکوع ۲

آیت ۱۔ اُخْتِیْم۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے دلائل قسم کے رنگ میں بیان فرمائے ہیں۔

قرآن شریف میں جہاں کہیں قسموں کا ذکر ہوتا ہے اس کی تہ میں کوئی نہ کوئی بڑی بڑی حکمت خدا تعالیٰ نے رکھی ہوتی ہے وہ حکمت جاہلون عالمون صوفیوں کے لئے ہوتی ہے اور سب کے واسطے یہ قسمیں فائدہ بخش ہوتی ہیں۔

عام لوگوں کی فطرتوں میں اور بالخصوص اہل عرب کے دلوں میں یہ بات مرکوز ہے۔ کہ جو شخص جھوٹی قسمیں بہت کہتا ہے وہ برباد و ذلیل ناکام اور نامراد ہو جاتا ہے۔

ایک طرف تو مشرکین عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافر سمجھتے تھے دوسری طرف ان کی زبان سے یہ قسمیں سنتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ یہ قسمیں کہا نیوالا اگر جھوٹا ہوتا تو ضرور تباہ ہو جاتا لیکن جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابیوں دن بدن ترقی پذیر تھیں تو ان سے ثابت ہوا کہ یہ راستباز ہے۔

فلاسفوں کو ان قسموں سے یہ فائدہ ہوا کہ جہاں کہیں قرآن کریم میں قسم کہا جاتی ہے اسکی تہ میں فلسفیانہ ثبوت ضرور ہوتا ہے۔ اس جگہ فلاسفہ میں یہ بات سمجھ کر کہ نبی کریم کے ساتھ اہل عرب میں سے کس قسم کے اور کس مزاج کے لوگ شامل ہوتے تھے اور کس طرح حفرۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے پیچھے لوگ جمع ہوتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا کہ ہمیں کہ تم میں سے کام کے شخص اس کے ساتھ ملتے جاتے ہیں آیا اسکو کامیابی حاصل ہو رہی ہے یا نہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ لفظوں دسول کریم۔

قسم قائم مقام شہادت کے ہوتی ہے اور قرآن شریف کی قسمیں ان امور پر دلائل ہیں جن کے لئے وہ کہائی گئی ہیں۔ مرثی اور شہود و اشیاء اور غیر مرثی اشیاء۔ عوض جمیع الاشیاء یہ شہادۃ پیش کی گئی ہے کہ یہ نبی سچا رسول ہے۔

مشاعر۔ یہ شخص شاعر نہیں۔ کیونکہ شاعر موصوفہ سے کہتا ہے خود کو کچھ نہیں اخضرۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تعلیم پیش کی خود اپنی عمل کر کے دکھا دیا۔

شاعر کبھی کوئی ایسا نہیں گزرا کہ جس کے کلمات اور اشعار پیشگوئیوں پر پڑتی ہوں۔ جو پوری ہو جائیں۔

شاعر کے کلام کا اثر آتی ہوتا ہے لیکن قرآن شریف کا اثر دیر پا ہے۔ کاھن۔ کہانت کرنیوالا۔ اسپریمچو لازم کا ماہر۔ یہ لوگ بڑے بڑے مجاہدات اور ریاضات سے ایک علم حاصل کرتے ہیں۔ مگر ان کی اکثر باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔ اور ان کے

کلمات میں دروغ بہت شامل ہوتا ہے۔

آیت ۷۔ تقول۔ جھوٹی بات بنانا۔

اس میں اس پیش گوئی کی طرف ہی اشارہ ہے جو قرآن میں پیش ہوئے کے لئے کتاب استثناء باب ۱۵ میں مذکور ہے کہ اس نبی کی صداقت کا یہ نشان ہے کہ اگر وہ افسر کو لگا تو قتل کیا جاوے گا۔ یہاں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی ایک دلیل ہے کہ نہ وہ قتل ہوئے نہ ناکام رہے اور اس طرح پر آئندہ کے لئے ہر صادق مامور کے واسطے یہ ایک نشان ہوا کہ کوئی مفتری علی اللہ افرا کر کے ۲۳ سال تک زندہ نہیں رہ سکتا۔

آیت ۹۔ ۵ تین۔ وہ رگ ہے جو قلب سے سرک جاتی ہے۔

آیت ۱۱۔ تذکوۃ۔ یاد رکھنے کے لائق۔ یاد وہ۔

یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا ثبوت ہے۔ کہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے وہ ایک متقی جماعت بناتا ہے۔ اور ایک تاریخی قوم پیدا کرتا ہے۔

آیت ۱۲۔

مکذبین۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے۔ کہ آپ کے مخالف جھوٹے ہیں۔ اور جو بائیں آنحضرت کے متعلق کہتے ہیں ان میں جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔

اس جگہ سورہ الحاقہ کے نوٹ ختم ہوئے

پارہ ۲۹ رکوع ۷۔ سورۃ المعارج رکوع ۱

آیت ۱۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے صفات کو نہیں جانتے۔ وہ اپنے چھوٹے دماغ پر اتر کر۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان کاموں کا پانا چاہتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی نادانی سے شاندار صداقتوں کی پر تحقیق کرتے گتے ہیں۔ طبعیات کے جاننے والے کے دماغ میں جب خداوند تعالیٰ کی بعض باتیں نہیں آتیں تو وہ حقارت سے کہہ دیتا ہے۔ کہ یہ بات علم طبعیات کے خلاف ہے۔

کفار اور مشرکین عرب عذاب کی پیشگوئیوں سے تنجب کرتے۔ کہ یہ کیونکر ہوگا اور کس طرح ممکن ہے۔ کہ یہ جماعت ہم پر غالب آئے گی۔ اور سوال کرتے۔ کہ وہ عذاب کب واقع ہونے والا اور کس طرح ہے۔

آیت ۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ عذاب اٹل ہے اس کو تم دفع نہیں کر سکتے۔

آیت ۳۔ ذی المعارج۔ وہ عذاب اس خدا کی طرف سے آنے والا ہے۔ جو کہ صاحب مرتبت۔ بہت بڑا بیون والا۔ بہت بلند یوں والا ہے۔

آیت ۴۔ تہرج۔ زمین کی تبدیلی کے واسطے جو معاملات اور پیش ہوتے ہیں ان کا ذکر ہے۔

فرشتوں کے چڑھنے اترنے کا ذکر توریت کتاب پیدا نش میں ہی ہے۔ باب ۲۸ میں لکھا ہے۔ ”سو یعقوب بیر سبع سے نکل کے حاران کی طرف گیا۔ اور ایک جگہ میں

اُترا اور رات پر وہاں رہا۔ کیونکہ سورج ڈوب گیا تھا۔ اور اس نے اس جگہ کے پتھر دن میں اٹھا کر اپنا تکب کیا اور وہاں لیٹ کے سو گیا اور اس نے خواب دیکھا۔ اور کیا دیکھتا ہے کہ ایک بیڑی زمین پر دھری ہے۔ اور اس کا سراسر آسمان کو پہنچا ہے۔ اور وہ خود خدا کے فرشتے اس پر چڑھتے اُتھتے ہیں۔

آسمانی کتب اور پیشگوئیوں کے ساتھ تعلق رکھنے والے تغیرات کے مختلف دور ہوتے ہیں۔ ایک دور پچیس سالہ ہوتا ہے۔ ایک پچاس سالہ۔ ایک صد سالہ (جو مجید کا دورہ ہے) ایسا ہی ہزار سالہ اور پچاس ہزار سالہ دورے بھی ہوتے ہیں تاریخ اسلام میں ان تغیرات زمانہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک دور تین سال کا تھا۔ جب کہ خلافت راشدہ ختم ہوئی۔ پھر ایک ساٹھ سالہ انقلاب تھا۔ جب کہ امیر معاویہ کا انتقال ہوا (علیٰ صاحبہا التیجۃ والسلام) میں ہوا۔ اور اس کے بعد کوئی صحابی بادشاہ نہ ہوا۔

ایسا ہی ایک دور سو سال کے قریب قریب کا ہے۔ جس میں روایت بلا واسطہ ختم ہو گئی۔ اور ایک دور پانچ سو سال کا ہے۔ جب کہ سلطنت عرب کا خاتمہ ہو گیا اور اسی طرح ایک دور ہزار سال کا ہے۔ جس کے بعد اہل یورپ کو کمینیاں بنانے اور تجارت وغیرہ کے لئے باہر نکلنے کا خیال شروع ہوا۔ اور یاجوج ماجوج کے غلبہ کی ابتداء ہوئی۔

ایسی طرح ایک دور پچاس ہزار سال کا بھی ہے۔ جس پر ایک انقلاب عظیم واقع ہوتا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ کہ ایک حکم پر پچاس ہزار سال گئے۔ اس کی مثالیں خود دنیا میں موجود ہیں۔ کوئی مقدمہ ہو۔ تو محکمہ پولیس میں اس کی کارروائی فوراً ہو جاتی ہے۔ مجسٹریٹ ضلع جہینوں کی تاریخ و قیاس ہے۔ اور چیف کورٹ میں سالوں کی تاریخ ملتی ہے۔ پرلوی کونسل میں اس سے زیادہ۔

ایسا ہی قدرت میں اس کا نظارہ موجود ہے۔ بعض اناج تین ماہ میں پکتے ہیں بعض چھ ماہ میں۔ آم سال کے بعد۔ کھجور کئی سال کے بعد۔ بعض سینکڑوں یا ہزاروں سالوں کے بعد پکتے ہیں۔

آیت ۸۔ سماء۔ بادل۔ یوم بدر کی طرف اشارہ ہے۔

آیت ۹۔ جبال۔ کانگڑے کے پہاڑی باغوں کو دیکھ لو کہ زلزلے میں ان کا کیا حال ہوا۔

آیت ۱۲۔ مجرم۔ خدا سے بے تعلق رہنے والا۔

آیت ۱۸۔ ادعیٰ۔ چھپا کر کہا۔

آیت ۱۹۔ الامنان۔ نئے انسان۔

هلوعاً۔ کچا۔ بے صبر۔ بلکہ اس کی تغیر آگے آتی ہے۔

اس جگہ اہل ناری کی صفات بیان کی ہیں۔

۱۔ آذیت۔ حق کو پیٹھ دی۔

۲۔ قولیٰ۔ حق سے منہ پھیر لیا۔

۳۔ جمع۔ مال جمع کیا۔

۴۔ فادعیٰ۔ پھر اس مال کو چھپا کر کہا۔

۵۔ هلوعاً۔ بے صبر۔

۶۔ تکلیف میں اضطراب کرتا ہے۔

۷۔ منوعاً۔ آرام کی حالت میں نیکی نہیں کرتا۔ دولت مند ہو تو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی سے اسے خرچ نہیں کرتا۔

اس کے بعد اہل جنت کے صفات بیان فرمائے ہیں۔

۱۔ مصلین۔ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے والا۔

۲۔ داثون۔ نماز کے پابند۔ یہ نہیں کہ کبھی پڑھی۔ کبھی نہ پڑھی بلکہ ہمیشہ پڑھتے ہیں۔

۳۔ حق معلوم۔ اللہ تعالیٰ کے راہ میں باقاعدہ چندہ مقرر کرتے ہیں۔

۴۔ سائل والمخردم۔ مانگنے والے کو بھی دیتے ہیں اور نہ مانگنے والے کو بھی دیتے ہیں محسروم سے مراد بے زبان جانور ہی ہے۔

۵۔ یوم الدین کی تصدیق کرتے ہیں۔

۶۔ مشفقون۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ان کے دلوں میں ہو۔

۷۔ لغفہم حفظن۔ اپنی شد گاہوں کی محافظت کرتے ہیں۔

۸۔ امانت میں خیانت نہیں کرتے ہیں۔

۹۔ عہد کی رعایت رکھتے ہیں۔

۱۰۔ شہادت پر قائم رہتے ہیں۔

۱۱۔ صلوة۔ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

آیت ۳۱۔ اتبعنی وراہ ذلک۔ جو اس کے سوائے اور چاہے۔ وہ اس کے لئے جائز نہیں۔ اس آیت کے رو سے متعہ۔ لواطت۔ جلق۔ سیاحت۔ چٹائی۔ سب کے سب حرام ثابت ہو گئے۔

پارہ ۲۹۔ رکوع ۸۔ سورۃ المعارج رکوع ۲۷

آیت ۱۔ ۲۔ ۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھانے کے واسطے عرب کے بڑے بڑے لوگ آتے تھے۔ ان کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے۔ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قومیت اور وجاہت کی طرف توجہ دلاتے تھے وہ لوگ اس قدر متکبر تھے۔ کہ عرفات میں عوام عرب کے ساتھ کھڑے ہی نہ ہوتے تھے۔ بعض لوگ آزادی کو پیش کر کے اپنے آپ کو مذہب سے بے تعلق رکھنا چاہتے۔ اور طرح طرح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑے خود سمجھاتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں سمجھایا ہے۔ کہ ہم تو مشرق و مغرب کے مالک ہیں جس طرح یہ لوگ مکہ میں بڑے بنے ہوئے ہیں ان جیسے ٹہم بڑے بڑے آدمی بنانے پر قادر ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہان اہل عرب کے گمان میں تھا۔ کہ ابوبکر بڑا آدمی بن جائے گا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنے بڑے بادشاہ ہو جائیں گے۔

سورۃ المعارج نوٹ ختم ہو کر

حضرت سیدنا مسیح مولوی نور الدین صاحب کے قرآن شریف سے نوٹ نمونہ

Digitized by Khilafat Library

پارہ ۲۹ رکوع ۹ بقیہ سورہ نوح

(رکوع اول)

گزشتہ اشاعت کے آگے

(پہلے)

روایت ہے کہ ایک من جن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص گیا اور فحط کی شکایت کی۔ آپ نے اسے فرمایا کہ استغفار کرو۔ پھر ایک اور شخص گیا اس نے کہا یا حضرت میں محتاج ہوں۔ فرمایا۔ استغفار کرو۔ ایک تیسرے نے کہا کہ میرے اولاد نہیں ہوتی۔ اسے بھی استغفار کرنے کا حکم دیا۔ چوتھے نے پیداوار زمین کی کمی کا گلہ کیا اسے بھی استغفار کی تاکید فرمائی۔ حاضر مجلس ربیع بن صبیح نے عرض کی کہ آپ کے پاس مختلف لوگ آتے اور مختلف چیزوں کے سائل ہوتے۔ مگر آپ نے جواب سب کو ایک ہی دیا۔ اس کے جواب میں من جن بصری نے قرآن شریف کی یہی آیات پڑھیں۔

جماعت احمدیہ کو یہی استغفار کی تاکید ہر روز بار بار کی جاتی ہے۔

آیت ۱۳ - ترجمان - تخافون - ع

اذا السعة الخلل لم يوح لسعها دھلے

خدا تعالیٰ کی بڑائی سے کیوں نہیں ڈرتے۔

آیت ۱۴ - اطواراً - انسان کو پیدائش کے وقت مختلف صورتوں میں سے گذارنا نطفہ - علقہ - مضغہ - وغیرہ - کیا یہ تفرقہ اور امتیاز کسی علیم و تدبیر پرستی کا کام نہیں؟ یہی خدا تعالیٰ کی ہستی کی ایک دلیل ہے۔

آیت ۱۵ - اس آیت میں آسمان کے سات طبقوں کا ذکر کیا ہے۔

جس طرح ایک گاؤں سے دو گھر گاؤں تک پہنچنے کے لئے رستے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے بھی راستوں کی ضرورت ہے جو بنے ہوئے ہیں۔

آیت ۱۶ - جس طرح کہ انسان چرخ اور روشنی کا محتاج ہے اور چاند اور سورج کا محتاج ہے۔ اسی طرح روحانی ہدایت کے واسطے وحی الہی - انبیاء اور کتب الہیہ کا محتاج ہے۔

آیت ۱۷ - نباتات - اللہ تعالیٰ نے نباتات کو پیدا کیا ہے زمین کی رویدگی انسان کے نشوونما کا موجب ہے اور یہی اغذیہ بالآخر نطفہ کی صورت میں مشکل ہو کر انسان بناتا ہے۔

اسی طرح انعامات الہیہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کیا

آیت ۱۹ - بساطاً - آرام گاہ - پھیلا ہوا۔

آیت ۲۰ - سبلاً - ایسا ہی دل کے واسطے ہی راستے ہیں۔

پارہ ۲۹ رکوع ۱۰ سورہ نوح رکوع دوم

اپنے خیر خواہوں پر جب ہم نظر کرتے ہیں تو سب سے اول خیر خواہی مان یا دودھ پلائی سے شروع ہوتی ہے۔ دودھ پلانے والی کو بھی بچہ مان کہہ کر پکارتا ہے۔ اسی وجہ سے بچے تکلیف کے وقت مان کہہ کر پکارتے ہیں پھر بڑے ہو کر باپ کو خیر خواہ سمجھتے ہیں پھر جوانی میں دوست پیدا ہو جاتے ہیں اور خیر خواہ ہوتے ہیں یہ انسان کے خیر خواہ ہوتے ہیں اور ان کے سوا اور بھی خیر خواہ ہیں لیکن یہ سب خیر خواہ غلطی کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ ان سب سے اعلیٰ مخلوق کا خیر خواہ انبیاء کا گروہ ہے (علیہم الصلوٰۃ والسلام) جو کبھی غلطی نہیں کرتے اور ان کو مخلوق کے ساتھ بہت محبت ہوتی ہے۔ تعجب ہے کہ لوگ انبیاء کی باتوں کو نہیں مانتے۔ ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام و رواد کو ساتھ اپنے رب کے حضور میں شکوہ کرتے ہیں کہ میں نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا پر وہ میری بات نہیں مانتی۔

اس زمانہ میں لوگ بسبب امن عامہ کے عیش و عشرت کی غفلت میں گرے ہوئے تھے زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی تھی اور اس کے دل کے تصور اور خیال روز بروز صرف بدی ہوتے تھے۔ تب خدا نے چاہا کہ انسان کو اس زمین میں سے مٹا ڈالے۔ پر خدا نے ایک دفعہ پھر ان پر رحم کیا اور اپنے بندے نوح کو جو صادق اور کامل تھا اور خدا کی راہ پر چلتا تھا اور اس واسطے اس پر خدا کی مہربانی کی نظر تھی ان لوگوں کی طرف بھیجا کہ انہیں آنیوالے عذاب سے ڈرائے حضرت نوح علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی مگر قوم نے نہ مانا اور مورد عذاب الہی ہوئی۔

آیت ۳ - یہ ان کے بتوں کے نام ہیں۔

۱ - د - محبت اور خواہش کا دیوتا جس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے ارادے سے ایجاد عالم کا باعث ہوا۔ اس کو مرد کی صورت پر بنایا جاتا ہے۔ ہندوؤں میں اس کو بالمقابل برہما ہے۔

۲ - سوا - بقاء عالم کابیت جو عورت کی شکل میں ہوتا ہے اس کے مقابل ہندو متالوجی میں شین ہے۔

۳ - یغوث - حاجت روائی اور فریاد رسی کا دیوتا۔ اس کی شکل گھوڑے کی تھی شاید اس واسطے کہ فریاد رسی کے لئے تیز رفتاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح ہندوؤں میں اندر دیوتا ہے۔

۴ - یحوق - عوق سے مشتق ہے۔ یعنی روکن اور دفع کرنا۔ یہ مصیبتوں اور دشمنوں کے روکنے کا بت تھا۔ شکل شیر - ہندوؤں میں اس کے بالمقابل شنگھ اور تار دیوتا ہے۔

۵ - نسر - طول عمر کا دیوتا۔ شکل باز بنا ہوا ہوتا ہے یہی بت اس قوم کی ہلاکت کا

موجب ہوئے۔

آیت ۱۶۔ حضرت نوح نے آخر تنگ آکر اپنی قوم کے حق میں بددعا کی۔ انبیاء کی بددعا سے ڈرنا چاہیے۔ یہ بہت خوفناک بات ہے۔

حضرت نوح نے اپنی قوم کے حق میں بددعا کی۔ مگر اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود سخت تکالیف اٹھانے کے کبھی اپنی قوم کے حق میں بددعا نہیں کی بلکہ اپنی دعا کرتے رہے۔ کہ دُبِّ اھد قومِ قانہم لا یعلمون۔ اے میرے رب میری قوم کو ہدایت کر۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ حضرت نوح کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صبرِ حوصلہ۔ رحم اور ہمدردی بہت بڑی ہوئی ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آخر ساری قوم عرب ہدایت یافتہ ہو گئی۔

اس گم سورہ نوح کے نوٹ ختم ہوئے

پارہ ۲۹ رکوع ۱۱۔ سورہ جن رکوع ۱

آیت ۱۔ استمع نعر من الجن۔ جن اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جیسے ملائکہ وغیرہ اور اس کی مخلوق ہیں۔ میں ہرگز ہرگز اس بات کا قائل نہیں کہ جن اور ملائکہ کوئی چیز نہیں ہیں۔ میں دونوں کا قائل ہوں۔ لیکن ہر جگہ جن کے لفظ کے وہی ایک ہی معنی نہیں اور جو خیال کیا جاتا ہے کہ بعض عورتوں بچوں کو جن چڑھ جاتے ہیں میں اس کا قائل نہیں ہوں۔ لغت کے رو سے جن ان باریک اور چھوٹے چھوٹے موذی حیوانات کو بھی کہتے ہیں جو غیر مرئی ہیں اور صرف خوردبین سے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ طاعون کے باریک باریک کیڑے بھی جن کے نام سے موسوم ہیں۔ اسی لئے حدیث شریف میں طاعون کو وخر اعدائکم من الجن فرمایا ہے (احمد بن ابوموسیٰ شوری۔ طبرانی فی الاسطعن ابن عمر رضی اللہ عنہما) وخر کے معنی نیش زنی اور طعن کے ہیں۔ جن۔ لغت میں بڑے آدمیوں کو بھی کہتے ہیں۔ جن الناس معظمتہم۔ شاید بڑے پیسے والے ساہوکاروں کو بھی کہا جن اسی واسطے کہا گیا ہے۔ کبوتر کے پیچے دوڑنے والے انسان کو بھی جن کہا ہے۔

سورہ احقاف رکوع ۴ میں ایک قوم کا ذکر ہے۔ واذصرنا الیک نعر الجن یسمعون القرآن۔ اس قوم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن شریف سُن کر انا سمعنا کتاباً انزل من بعد موسیٰ۔ کہا جن کے مقابل انسان میں اس غریب لوگ۔ جن بڑے لوگ۔ سورہ الحجر ۱۵ میں انسان اور جان دونوں کی پیدائش کا ذکر ایک ساتھ ایک ہی آیت میں یکے بعد دیگرے آیا ہے۔ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمأ مسنون۔ والجان خلقنا من قبل من نادر السوم۔ اور ہم سے پہلے جان اور انکی ذریت ہی اس سے کسی طرح انکا نہیں ہو سکتا۔ اور اب بھی جنات غیر مرئی طور پر موجود ہیں۔

کارخانہ قدرت کا انتظام اور انحصار محسوسات اور مرئیات تک ہی محدود نہیں ہے اسلئے غیر محسوس اور غیر مشہود وغیرہ مرئی عالم کا انکار محض حماقت اور نادانی ہے

اسلئے کہ جنوں میں سائنس ترقی کرتا جاتا ہے۔ بہت سی باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں۔ جو اس سے پہلے مانتی شکل تھیں۔ دور میں اور خوردبین کی ایجاد نے بتا دیا ہے کہ کرہ ہوا میں کس قدر جانور پھر رہے ہیں۔ ایسے ہی پانی کے ایک قطرے میں لانتہا جانور پائے جاتے ہیں۔ حیوانات متویہ۔ ایک قطرہ مٹی میں دیکھے جاتے ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق اور انواع مخلوق کی حد بندی محض ناممکن ہے اور صرف اپنے محدود علم کی بناء پر انکار محض نادانی ہے۔ اس لئے اولاً جنات کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ ہم کسی ایسی مخلوق کا جو انسانی نوع سے زالی ہو انکار کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ اور ہم یہ کہنے کی وجوہات رکھتے ہیں۔ کہ جن اللہ تعالیٰ کی ایسی قسم کی مخلوق ہے جن کو انسان کی ظاہری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اس لئے کہ ان کی مادی ترکیب نہایت ہی لطیف اور ان کی بناوٹ غایت درجہ کی شفاف ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان ان ظاہری آنکھوں سے انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ان کے دیکھنے کے لئے ایک دوسری حس یعنی روحانی آنکھ کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ اور مومنین صادقین ملائکہ وغیرہ غیب مرئی مخلوق کو بھی دیکھ لیتے ہیں صرف دیکھ لیتے ہیں بلکہ ان سے باتیں بھی کر لیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کسی ایسی مخلوق کو جس کو ہم دیکھ نہیں سکتے۔ انکار کرنا دانشمندی نہیں۔ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ خدا کی ایسی مخلوق دنیا میں موجود ہے۔ جو انسانی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اور اسی وجہ سے اسے جن کہتے ہیں۔ کیوں کہ عربی میں جن اسے کہتے ہیں۔ جسمین خفا اور نہان ہونا پایا جاتا ہے۔ جنت۔ انسانی نظر سے پوشیدہ ہے۔ جنت۔ (دھال) جو انسان کو چھپا کر تموار کے حملے محفوظ رکھتی ہے۔

جنات میں۔ وہ بچہ جواں کے پیٹ میں ہے پوشیدہ ہے۔ جنوں۔ عقل کو چھپانے والا مرض۔ جن۔ انسانی نظر سے چھپی ہوئی مخلوق۔ پس جن وہی مخلوق ہے جو عام انسانی نظر سے پوشیدہ ہو۔ خواہ وہ کسی قسم کی مخلوق ہو۔ غرض۔ جن ایک مخلوق ہے ایک اور بات یہی بیان کر دینے کے قابل ہے۔ کہ احادیث میں جن کا لفظ۔ سانپ۔ کالے کتے۔ کبوتر۔ چھوٹی چھٹی و بائی جرمز۔ بجلی۔ کبوتر باز۔ زرقوم۔ باتیں ہاتھ سے کھانے والا۔ گدہ۔ بال پر اگڑہ رکھنے والا۔ خواب۔ ناک یا کان کا شریہ۔ سردار وغیرہ پر بھی بولا گیا ہے ان توجہات پر غور کرنے سے ان مفاسد اور مضاد کی حقیقت ہی معلوم ہو جاتی ہے جو جنوں سے منسوب کی جاتی ہے اب اس بیان کے بعد یہ جانتا ضروری ہے۔ کہ قرآن کریم میں یہاں جو ذکر کیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ نصیبین ایک بڑا بادشاہ تھا۔ اور وہاں کے یہود جن کہلاتے تھے۔ اور سوق عکاظ (ایک تجارتی منڈی کا نام ہے) میں آیا کرتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ناامید ہو کر طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے شریروں نے انکو دکھ دیا۔ آپ عکاظ کو آ رہے تھے۔ راستہ میں بمقام خدیو لوگ آپ کے ملے۔ ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ قرآن مجید کو سن کر وہ رقیق القلب ہو گئے سب کے سب ایمان لے آئے اور جا کر اپنی قوم کو بھی ہدایت کی

آیت ۲۔ اب جنات نے اس قرآن کو قبول کرنے اور ایمان لانے کے دلائل بیان کیے۔ جنہیں سے پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ توحید کا مذہب ہے۔

آیت ۳۔ ما اتخذ صاحبة دلا دلاً۔ یہ دوسری دلیل ہے اور عیسائیوں اس صاحبہ اور ولد ادا لے ناپاک عقیدہ کی نفی کرتے ہوئے قرآن شریف سے ما قبل

وقت آپ اسی نام سے پکارے گئے۔ همان الذی اسری بعبدہ۔ نزول قرآن پاک کی شان کے وقت بھی آپ اسی نام سے پکارے گئے۔ قبادک الذی نزل الفہقان غیلہ عبدہ۔

کادوا یكونون علیہ لبدًا۔ کادوا کی ضمیر جن اور آتش۔ کفار اور مومن سب کی طرف راجع ہو سکتی ہے۔ لبدہ کی جمع ہے۔ اور لبدہ کے معنی بعض کو بعض پر لپٹنا۔ لبدہ بضم اللام دفع النہای قرأت ہے۔ معنی یہ ہونے۔ کفار مشرکین قرآن سنانے کے وقت مخالفت پر آمادہ ہو کر نبی پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور مومن مسلمان بھی اطاعت انقیاد اور حفظ کلام کی نیت سے ساقبت کرتے ہیں۔ جنون کی طرف ہی اسی اعتبار سے کادوا کا مرجع ہو سکتا ہے۔

سورہ جن رکع دوم پارہ ۹ کو ۱۲

آیت ۱۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عبادت میں مشغول ہوتے تو بہت سے لوگ آپ کے پاس جمع ہو جاتے۔ انبیاء کا طریق کہ ہر ایک معاملہ میں نصیحت کا موقع نکال لیتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو اس موقع پر بھی سمجھانا شروع کیا کہ اتنا بڑا علم جو خدا نے مجھے دیا اس واسطے ہے کہ میں موحید ہوں۔ شرک نہیں کرتا اور نمازوں میں دعائیں کرتا ہوں اور ان دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کو معبود سمجھ کر اس کی عبادت کرتا ہوں۔ مگر ساتھ ہی شرک ہی کہتے ہو۔

آیت ۲۔ پھر فرمایا۔ میں اتنا بڑا دعویٰ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے میں تمہارے نفع اور ضرر اور راہنمائی کا مالک نہیں ہوں یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی کی بڑی گواہ ہے۔

آیت ۵۔ اضعف۔ آج تو یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم جتنے ہیں بڑے ہوتے ہیں لیکن چند روز کے بعد ادن کو پتہ لگ جاوے گا۔ کون کا میاب ہوتا ہے۔

آیت ۷۔ خلا یظہر علی الغیب احدًا۔ الا من ارتضیٰ من رسول۔ غیب کی خبروں پر اظہار علی الغیب کے طریق سے۔ یعنی متعینانہ طور پر۔ سوائے رسول کے دوسرا کوئی قادر نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ پیش گوئیوں کے مفصل اجزاء نظری اور تعبیر طلب بھی ہوتے ہیں۔ مگر نفس پیش گوئی جو ایک غیب کی بات پیش کرتی ہے۔ اس پر رسول اور نبی کو ایسا وثوق کامل ہوتا ہے کہ اس اظہار علی الغیب کی بناء پر رسول کی طرف سے متعینانہ دعویٰ ہوتا ہے اور درخت اپنی پھلنوں سے پہچانا جاتا ہے۔

قدرت کے اپنی ذات کا دنیاوی ثبوت۔ اس کے نشان کی چہرہ نمائی ہی تو ہے جس بات کو کہیگا کہ کرونگا میں یضرو۔ + ملتی نہیں وہ بات خدا ہی تو ہے غرض کہ تحدی کرنا اور اس میں پورا اترنا یہ نبی کا خاصہ ہے۔ غیر نبی کو اظہار علی الغیب میں دخل نہیں فائدہ یسلک من یدیدہ ومن خلفہ دصدًا۔ رخصہ۔ نگہبان۔ پہرے دار۔

فرشتوں کی حفاظت۔ سورۃ النور سے من دجی اور کلام الہی کو تین قسموں پر تقسیم کیا ہے۔ دماکان لبشیران بکلمہ اللہ الاحیاء۔ ادمین وراء حجاب۔ اور منسل دسواغ خیوخی باذنہ مایشا ۲۵۔ عوام الناس دجی کا نام سنگ گھرا اٹھتے ہیں۔ حالانکہ تینوں قسم کو دجی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ دجی کے لفظی معنی صرف اشارہ کے ہیں۔ والا دحیاء

تورات ہی کا ذکر کیا۔ انجیل کا ذکر نہیں کیا۔ فرمایا ولد تو صاحبہ کا نتیجہ ہے۔ جب صاحبہ نہیں۔ تو ولد کہاں سے آیا۔ چوتھی صدی تک یہود عزیز کو ابن اللہ کہتے تھے۔

آیت ۳۔ کان یقول سفیہنا علی اللہ شططًا۔ سفاہت۔ موٹی سمجھ۔ سفیہ۔ موٹی عقل والا۔ سفاہت کے معنی اضطراب ضعیف الرئہ ہونا۔

شطط۔ دروغ گوئی۔ بڑھ بڑھ کر باتیں کرنا۔ زیادتی کرنا۔

آیت ۵۔ وہ کہتے ہیں۔ ہمارا تو خیال تھا کہ کوئی امیر یا غریب ایسا نہیں کر سکا کہ خدا پر جھوٹ بولے مگر انہوں نے کہ قرآن اور اس رسول کے متعلق جو خبریں لوگوں نے مشہور کر رکھی ہیں وہ جھوٹی نکلین اب خود قرآن کے سننے سے معلوم ہوا کہ وہ سچی کتاب ہے۔

آیت ۶۔ عوام۔ خاص کے رعب میں آئے ہوئے ہوتے ہیں اس واسطے خواص کا تجربہ اور سرکشی بڑھ جاتی ہے۔

آیت ۸۔ انالسا السماء۔ مس اور الناس ایک ہی مادہ سے ہیں۔ الناس کے معنی طلب کرنا۔ ڈھونڈنا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ منجم تھے۔ آسمانی حالات کو دریافت کیا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں بھی ذکر ہے کہ انہوں نے کہا کہ دیکھو آسمان سے تو کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آتی۔

مسنا۔ طلباء آسمانی باتوں کے پتہ لگانے کی کوشش کی مگر صرف روشن ستارے ہی نظر آئے حرمس۔ حفاظت۔

آیت ۹۔ مقاعدہ۔ رسد گاہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ستارے بہت گرے تھے۔

دصدًا۔ تاک لگائے ہوئے انتظار میں لگے ہوئے۔

آیت ۱۰۔ شہاب ثاقب پر بحث پیچھے کی جا چکی ہے۔

اشرا یدیدہن فی الارض۔ اداد بمن فی الارض۔ نہیں کہا۔ ادیدہ کہا۔ اید۔ میں اب کو ملحوظ رکھا اور شر کو خدا کی طرف منسوب نہیں کیا۔ حدیث میں بھی الخیر کلہ بیدایک۔ والشر لیس الیہ۔ آیا ہے۔

دشدہ ۱۔ میں رشد کا ارادہ کرنے والا رب کو بتایا ہے۔

آیت ۱۳۔ نجس۔ کمی۔ رھق۔ زیادتی

عتراد ۱۔ ڈھونڈا۔ حطب۔ ایندھن

آیت ۱۵۔ اما القاسطون فکانوا لجمہنم حطبًا۔ قاسطون قاسط کی جمع ہے قاسط کے معنی ظالم۔ قسط اکو جار۔ واقسط ای عدل۔ یعنی لفظ قسط کو اگر ظالمی مجرمین استعمال کریں تو اس کے معنی جور و ظلم کے ہو جاتے ہیں اور اگر اب افعال میں بجاویز تو عدل و انصاف کے معنی ہوتے ہیں۔

آیت ۱۶۔ لاسقینا ہم ماء غدقاء۔ ماء غدقاء عیشا غدقاء۔ دنیا میں وسعت دینا۔

آیت ۱۷۔ لنفتنہم فیہ۔ تاکہ ہم ان کو گندن کریں۔

عذابا بعدا۔ عذاب کا عذاب یعنی چڑھائی کا عذاب۔ ایسا عذاب جس سے بدن کو تکلیف ہو۔

قام عبد اللہ۔ عبد اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا۔ منازل فلکی پر عروج کے

پرفرض تھا جب کبھی بعض راتوں میں عیام میل آپؐ رہ گیا ہے تو آپؐ اس کو بعد طلوع آفتاب ادا فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن شریف یاد کرنے والوں اور قیام میل کرنے والوں کو اشراقت امتی فرمایا ہے۔ شرف کے لغوی معنی بلندی کے ہیں۔

آیت ۴۔ رتل القرآن ترتیلاً ای بینہ تبييناً وفضلہ تفصیلاً۔ کسی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قریت کی کیفیت دریافت کی۔ فرمایا کہ آپؐ ہر ایک آیت کو جدا جدا کر کے پڑھتے تھے۔ مثلاً **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** الحمد للہ رب العالمین ۵ الرحمن الرحیم ۵ مالک الیوم الدین ۵ کے چار ٹکڑے کرتے اور ہر ایک ٹکڑے کو علیحدہ علیحدہ پڑھتے۔ ابو داؤد میں روایت ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ پیدا ہوں گے۔ جو قرآن کو تیر جیسا سیدھا کریں گے وہ بہت جلد پڑھیں گے دیکھ کر دوسری روایت میں ہے۔ کہ قرآن شریف ایسے لوگوں کے گھر سے نہیں اترے گا۔ ایک اور روایت میں لا یمقی من القرآن الا رسمہ۔ آیا ہے ایک اور روایت میں فرمایا کہ جس نے تین دن سے کم میں قرآن شریف کو ختم کیا وہ نہ پڑھا نہ چپ رہا۔ لا قراء ولا سکت اب تو بعض تراویح کے پڑھانے والے قاری ایک ہی شب میں جس کو وہ شبینہ کہتے ہیں۔ قرآن شریف کو ختم کر دیتے ہیں۔

آیت ۵۔ انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً۔ میں قول ثقیل قرآن کریم کی متواتر پے درپے وحی کو فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز نہایت شدت سے سردی تھی۔ آپؐ پر وحی نازل ہوئی اور آپؐ کی پیشانی مبارک سے وحی کی شدت کی وجہ سے سینے کے قطرے ٹپکنے لگے۔ اسی طرح اگر آپؐ کسی اونٹ پر سوار ہوتے اور وحی کا نزول شروع ہو جاتا تو اس کے پاؤں بوجہ ثقل وحی ٹیڑھے ہونے لگتے۔ اور اگر کسی صحابی کی ران پر آپؐ کا سر مبارک ہوتا یا تکبیر لگاتے ہوتے اور ایسی حالت میں وحی کا نزول ہونے لگتا تو اس صحابی کو اپنی ران کے ٹوٹ جانے کا خوف ہوتا اور ایسی حالت میں آپؐ کا چہرہ مبارک زیادہ منور اور روشن ہو جاتا۔

آیت ۶۔ ان ناشئة الیل ہی اشدّ وطناً واقوم قلیلاً۔ ناشئة بروز عاقبتہ مصدّ نشأ بمعنی قام للمذکون ناشی وللونث ناشئہ اگرچہ عام طور پر امور حادثہ فی الیل کو ناشئہ کہتے ہیں۔ مگر چون کہ یہاں ذکر قیام میل کا ہے اس لئے ناشئہ اللیل سے مراد اول شب سو رہنے کے بعد قیام نماز کے لئے اٹھنا ناشئہ اور نشاء ہے۔ وطناً۔ مصدر بمعنی موافقت ہے۔ کقولہ تعالیٰ لِيُوَاطِّئُوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ اَنْ يُّوْاَفِقُوْا۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ ان فی اللیل ساعة لا یوافقھا عبدٌ مسلمٌ یسأل اللّٰہ تعالیٰ خیراً من خیر الدنیا والاخرۃ الا اعطاه ایاہ وذلك کل لیلۃ۔ یعنی رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر مسلمان بندہ اس کے موافق پڑ جاتا ہے۔ تو خدا اُسے تعالیٰ سے دینی و دنیوی بھلائی مانگتا ہے۔ دیا جاتا ہے۔ اور وہ ساعت کسی رات کے لئے خاص نہیں ہے بلکہ ہر رات میں ہوا کرتی ہے۔ ع ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانتے۔

میں عام خوابوں کو بیان فرمایا ہے۔ من دراء حجاب۔ یہ بھی ایک قسم کی وحی ہے۔ جو اولیا اور اہل اللہ کی وحی ہے۔ جن کے اکثر کیفیات وغیرہ تعبیر طلب ہوتے ہیں جب تک تعبیر کا وقت نہ آوے۔ ان پر حجاب ہوتا ہے۔

تیسری قسم وحی برسل رسولاً فیوحی باذنیہ ما یشاء بہ وحی وحی متلو ہے اکی عبارت بھی اگلے دو قسموں کی وحی سے زیادہ ہیں اس میں احکامات ادا فرمائی ہوتے ہیں۔ اس وحی میں کسی قسم کے مفاد کا اندیشہ نہیں ہوتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کلام کی پوری حفاظت کرتا۔ ملائکہ کا پہرا ساتھ ہوتا ہے۔ شیاطین کا دخل۔ قوت فکریہ۔ وہمیہ۔ خیالیہ۔ عادات و طبائع اس میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کر سکتی۔ رعد اس کے لفظ میں کلام اور ضبط کلام دونوں کی حفاظت کا بیان ہے۔

اس جگہ سورہ الجن کے نوٹ ختم ہوئے

آغاز سورۃ المنزل کو

پارہ ۲۹ رکوع ۱۳

آیت۔ یا ایھا المنزل۔ منزل۔ ”ز“ کے شد کے ساتھ اور بغیر شد دونوں طرح آیا ہے۔ نزول کے معنی کپڑے میں پیٹنے کے ہیں۔ ذملتہ بشوبہ تفصیلاً فخر من۔

منزل۔ جب تنجیف ”ز“ پڑھا جاوے گا تو اس وقت معنی حل اور بوجھ کے ہوں گے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منزل کے نام سے خطاب کرنے میں چند معانی ہیں۔ ایک یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو مہربانی اور تلمطف اللہ تبارک و تعالیٰ کو تھا اس کا اظہار مقصود تھا۔ جیسا کہ حضرت علیؑ کو ایک روز مسجد میں خاک پر لیٹے ہوئے دیکھ کر آپؐ نے ازراہ مہربانی و تلمطف انکو یا ابا قریب فرمایا۔

دوسرے یہ کہ ساری رات کپڑا اوڑھ کر سونے اور ایسی ہی حالت میں رات گزار دینے سے متنبہ کرنا مقصود ہے کہ جس حالت میں کہ بار نبوت کو اٹھانا آپؐ کا کام ہے تو لازم ہے کہ ساری رات خواب میں نہ گزارا جاوے بلکہ کچھ حصہ رات کا دعا اور نماز کے لئے بھی مخصوص کیا جاوے۔ غرض کہ منزل کے لفظ میں تلمطف اور تنبیہ دونوں ہی مرکوز ہیں۔

آیت ۳۔ نصفه اذ انقص منه قلیلاً اذ دد علیہ۔ چون کہ راتیں برصی گھٹی رہتی ہیں۔ اس لئے متوسط راتوں میں نصف شبے اور چھوٹی راتوں میں نصف کے کم کر کے اور بڑی راتوں میں نصف سے زیادہ بھی قیام کرنے کے لئے ارشاد فرمایا اور چون کہ ایک حکم قطعی نہیں ہے بلکہ دو جگہ او او فرما کر اختیار دیا ہے اس طبیعت کے نشاط پر بھی اس قیام کو حوالے کر دیا گیا ہے یعنی چھوٹی راتوں میں بحالت نشاط اگر قیام زیادہ کرے اور بڑی راتوں میں بوجہ عدم نشاط طبیعت اگر قیام کم کرے تو یوں بھی اختیار ہے۔ مگر چون کہ تم بصیغہ امر ہے اس لئے قیام میل آپؐ

اَقْوَمُ قِيْلًا۔ قول بمعنی فضل زبان عرب میں کثرت سے آتا ہے۔ معنی یہ ہوتے کہ دینی و دنیوی سب کام تہجد گذر عابد انسان کے درست ہو جاتے ہیں چوں کہ اقوام مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس لئے بڑے بڑے مشکلات اس ذریعہ سے دور ہو جاتے ہیں۔ باریت کے نقل اٹھانے کے لئے قیام نسل کو اسی لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض کیا۔ اُمت کو بھی اس میں بہت بڑی تعلیم ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَشَدُّ الْمَبْلَاءِ اَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالَاَمْثَلُ۔

عموماً الہامی کتب اور احوال انبیاء و اولیاء سے ایسا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ رات کے وقت کو انتشار روحانیت اور جذب برکات یزدانی کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ جس کی وجہ غالباً وہ تنہائی اور سکون قلب پر جو رات کی خاموشی اور علیحدگی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

آیت ۷۔ سب سے پہلی معنی چلنے پھرنے اور گردش کرنے کے ہیں اسی واسطے پیراک کو ساج کہتے ہیں کہ وہ پیرتے وقت ہاتھ پیرا کرتا ہے اور یہاں ساج سے تصرف فی الحوائج یعنی اشغال ادا بار اقبال اور آمد و رفت مراد ہے۔ نمازوں کا پڑھنا۔ مریضوں کی عیادت کرنا۔ جنازوں کو متابعت کرنا۔ فقرا و مہاجرین کی اعانت۔ طالب علموں کی تعلیم۔ مستفتیوں کو فتوے دینا۔ صلح کرانا۔ کافروں کا مقابلہ۔ اپنے ذاتی حوائج پورے کرنے۔ بیبیوں کی ضروریات کو مد نظر رکھنا۔ یہ سب امور آپ کے لئے سجا طویل کئے۔

آیت ۹۔ رَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا۔ رات ساری تو قیام نسل میں گزری اور دن سارا سجا طویل۔ نبوت کے فرائض کی ادائیگی میں ختم ہو۔ اب بالغ خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ روزی رزق کی کیا سبیل ہو تو اس کے لئے ربوبیت کو یاد دلا کر اسی کو اپنا کارساز سمجھنے کی طرف اس آیت میں توجہ دلائی۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

مَنْ جَعَلَ الْهَمَّ هَمًّا وَاحِدًا هَمًّا آخِرَةً كَفَاهُ اللَّهُ هَمًّا دِينًا ۚ وَمَنْ تَشَعَّبَ بِهِ الْهَمُّ أَحْوَالُ الدُّنْيَا لَمْ يَبَالِ اللَّهُ إِلَهًا وَادَّيْتَحَا هَلَاكًا۔ جس شخص نے اپنے تمام فکروں کو اکٹھا کر کے ایک آخرت ہی کی فکر بنا ڈالا۔ تو کارساز ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تفکرات کا۔ لیکن جس کو پریشان کر رکھا ہے اس کے دنیا کے احوال نے جو اسی میں مستغرق ہے تو خدا کو بھی پروا نہیں کہ دنیا کے کسی خادار جھگڑیوں میں وہ ہلاک ہو جاوے۔

(مشکوٰۃ۔ کتاب العلم)

آیت ۱۱۔ اَلطَّعَامُ ذَا غَضَّةٍ۔ وہ طعام ہے۔ جو گلوگیر خلق میں پھینک دیا ہو۔ غصہ۔ یہ عربی لفظ۔ اللہ تعالیٰ کے غضب پر قرآن شریف میں کہیں نہیں بولا گیا یہ ہماری زبان کا نقص ہے۔ جو غضب الہی کے معنی خدا کے غصہ کے کرتے ہیں۔

آیت ۱۵۔ کَمَا اَرْسَلْنَا الْاِنْفِ عَن رُّسُلًا۔ اس آیت شریف میں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فیصلہ سے قرار دیا ہے۔ اور آیتہ استخلاف سورہ فو

اِستخلفنہم فی الارض کَمَا اِستخلف الذِّیْنَ مَقْبَلِہِمُ۔ فرما کر خلفائے اُمت مرحومہ کو خلفائے موسوی کا فیصلہ قرار دیا ہے۔ چوں کہ خاتم الخلفاء موسیٰ مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اور ان کی بعثت سے موسیٰ علیہ السلام سے تیرہ سو برس بعد چودھویں صدی موسوی پر ہوئی تھی۔ اس لئے ممانعت کی مطابقت کے لئے ضروری تھا کہ فیصلہ موسیٰ کا خلیفہ چودھویں صدی پر محمدی خلفائے کا خاتم مسیح کے نام پر آوے۔

آیت ۱۷۔ شَیْبٌ۔ اشیب۔ کی جمع ہے۔ کثرت ہم دُغم بڑا بے کاہٹ ہو جاتا ہے۔ سورۃ الیہود میں جب قوموں کی ہلاکت کا بیان نازل ہوا اور ساتھ میں آپ کو بھی حکم ہوا کہ :-

فَاَسْتَقِمَّ کَمَا اُمِرْتَ وَمِنَ قَابِ مَعَكَ۔ تو اپنے فرمایا کہ۔

ثَبَّتْ فِی سُوْرَةِ هُوْدٍ۔

مستعین کی استقامت چوں کہ اپنے اختیار کی نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ ارشاد آپ کو اللہ تعالیٰ کا بہت ہی رنج و غم کا باعث ہوا۔

آیت ۲۰۔ عَلِمَ اَنْ سَیْکُوْنُ مِنْکُمْ مَوْضِیٌّ۔ اُن کے معنی ان کے ہیں یعنی تحقیق بات یوں ہے۔ کہ ضرور تم میں بعض لوگ بیمار ہیں۔ اقروضوا۔ اپنے مالوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے لگ کر دو۔ هُوَ خَیْرًا وَاَعْظَمُ اَجْرًا۔ خیراً پر زبردستی لئے ہے۔ کہ یہ سجدہ کا مفعول ہے۔

وَاسْتَغْفِرِ اللّٰہَ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مجلس میں تشرے لے کر سو تک استغفار کیا کرتے تھے۔ سورہ نوح میں استغفار کے کئی فائدے بیان فرمائے ہیں۔ استغفر وارثکم اذہ کان۔ غفارا۔ یُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَیْکُمْ مِدْرَارًا وِیَمْدُ وِکُمْ بِاَمْوَالٍ۔ ذَنَبِیْنِ وَیَجْعَلُ لَکُمْ جَنَاتٍ وَیَجْعَلُ لَکُمْ اَنْہَارًا۔

حدیث شریف میں ہے کہ طوبیٰ لمن وجد فی صحیفته استغفاراً کثیراً خوشخبری ہو اس کے لئے جس نے اپنے نامہ اعمال میں استغفار کو کثرت سے پایا۔ استغفار لفظ غفر سے نکلا ہے۔ غفر کے معنی ڈھانچنا۔ مغفرت ہال کو کہتے ہیں۔ جو انسان کے منہ اور کچھ حصہ جسم کو ڈھانک لیتی ہے۔ استغفار کے معنی ہونے حفاظت طلب کرنا گنہوں سے اور اس کے بد نتائج سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغفار کے یہی معنی ہیں کہ اسے اللہ تو مجھ کو آئندہ کی خطاؤں سے مصون اور محفوظ رکھے۔

سورۃ المذثر کو ع

پارہ ۲۹۔ تبارک الذی

آیت ۱۔ یَا اَیُّهَا الْمَذْثَرُ۔ مَزْلُ اور مَذْثَر و دونوں لفظوں کے معنی قریب ایک ہیں۔ مَذْثَر و مَزْل سے مشتق ہے۔ شمار وہ کپڑا ہے۔ جو شعار کے اوپر پہنا

جاوے اور شہارہ کپڑا ہے جو جسم سے ملا رہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ الا انصار شہارۃ الناس دثاراً۔

یہ سورہ شریف بھی آل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدائی دعوت کے وقت کی وحی ہے۔ اور اس کی قوت و شوکت آل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور قرآن پاک کی حقانیت کی ایک زبردست دلیل ہے کیوں کہ اس کا نزول ابتدائی وقت میں ہے جب کہ کوئی جھٹا آپ کے ساتھ نہ تھا۔

آیت ۲۔ قسم فاذر۔ سورۃ مزمل میں اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ اور قرب الی اللہ حاصل کرنے کا حکم ہوا تھا اور اس سورہ شریف میں ارشاد و ہدایت خلق اللہ کا حکم فرمایا ہے۔ پہلی شق مرتبہ کمال اور دوسری شق مرتبہ تکمیل کے متعلق ہے اسی لئے مرتبہ کمال کو مرتبہ تکمیل پر مقدم رکھا۔ سورہ ماقبل میں قم اللیل فرمایا تھا اور اس سورۃ میں قم فاذر فرمایا۔ قم اللیل اپنے کمال نفس کی تحصیل کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور قم فاذر تکمیل خلق اللہ کے حاصل کرنے کی جانب ایمان دہ کر رہا۔

آیت ۳۔ رب کا لفظ تکمیل کو چاہتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد ہے کہ اپنے رب کی عظمت بیان کر۔ جس وقت آپ مبعوث ہوئے۔ اس وقت مشرکین عرب رب النوع کی پرستش کرتے تھے۔ اور ارباب میں ادن اللہ کی عبادت ہوتی تھی۔ اس میں پیش گوئی ہے۔ کہ اللہ اکبر کے نعروں کے بلند ہونے کا وقت آگیا ہے۔

آیت ۴۔ اپنا آپ پاک بناؤ۔

آیت ۵۔ والرحمن فاھجھا۔ رجز میں دو لغت بیان ہوئے ہیں ایک رجز اور دوسرا رجز۔ معنی دونوں صورتوں میں قریب قریب ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ کما قال لئن کشفتم عما الرحمن لنؤمنن لک۔ اس آیت میں رجز کے معنی مزاہکے ہیں اور بتوں کی پرستش اور شیطان کے مکر و فریب کو اس واسطے رجز کہا جاتا ہے کہ یہ چیزیں عذاب کی باعث ہیں اور اس حکم ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی طہارت کی تعلیم فرمایا۔

آیت ۶۔ دلائل مستکثر۔ قرآن کریم کی تعلیم احکام الہی کی تبلیغ یا مالی احسان کر کے کسی کو بایں غرض منت و احسان نہ جتا کہ آپ اس سے کثرت مال۔ کثرت جاہ یا بہر بدلہ طلب کرے۔ اور کوئی چیز کسی شخص کو بہ اس نیت ہرگز نہ دے کہ وہ اس کا بدلہ زیادہ کر کے آپ کو دیوے۔ کیوں کہ یہ فعل تلویث باطن میں نجاست کا حکم رکھتی ہے۔

آیت ۸۔ فاذا انقضى النافخون۔ نعر کے معنی کلام عرب میں آواز دینے کے ہیں۔ جب کوئی کسی شخص کو نام لے کر پکارتا ہے تو نفخا باسم الرجل کہتے ہیں اعلان کے ساتھ کسی چیز کو بھونکنا۔ بجائے اطلاع دیتے ہیں تو اس کو بھی اسی لئے نفخا کی چوٹ سے پاؤں جھنڈوری ہے اطلاع عام دینا کہتے ہیں۔ جنگوں میں بھی نفخہ بجا جاتا ہے۔ جنگوں کو بھی عذاب فرمایا ہے۔ کما قال تعالیٰ۔

قاتلوهم یعدہم اللہ یا یدیکم۔

آیت ۱۱۔ ذری ذن خلقت وحیداً۔ وحید کے معنی بے نظیر اور صاف میں متفرد۔ ولید بن مغیرہ کے دو لقب مکہ میں مشہور تھے۔ ایک وحید۔ اور دوسرا ریحانہ قریش۔ یہ اپنے شعر و سخن اور منظر کی خوش نمائی میں شہرت رکھتا تھا۔ مال و فرزند بھی اس کے زیادہ تھے مگر بایں ہمہ پرلے درجہ کا ناپا و نامشکر گزار تھا۔ اس کی اولاد دس یا تیرہ مع الاختلاف تھی۔ خداوند تعالیٰ کا نپٹا اس کے ساتھ اس طرح ہوا کہ ولید بن ولید۔ خالد بن ولید۔ ہشام بن ولید مشرف بہ اسلام ہوئے اور اس کے چاہتے بیٹے اس سے بیزار ہو کر اس سے علیحدہ ہو گئے۔ بعضے اس کی آنکھوں کے آگے کھپ گئے۔ مال و دولت میں پے در پے نقصان ہونے لگا اور آخر الامر خود آپ نہایت ذلت اور افلاس کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔ نزول آیت کا اگرچہ کسی خاص شخص کی طرف اشارہ کرتا ہو مگر اعتبار اس کا عام ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں بھی ایسی نظیرین کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ جن کا بیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب حقیقت الوحی میں نام بنام نمبر وار درج ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ

آیت ۱۸ و ۱۹ و ۲۰۔ چوں کہ نامی شاعر تھا اس لئے جب اس سے قرآن شریف کی نسبت لوگوں نے پوچھا تو اس نے اکل دوڑائی۔ خدا کی مار۔ انگلیں دوڑا کر کہا تو یہ کہا کہ یہ تو جاو و بھرا موثر کلام ہے اور اس کلمہ کو تیوری جڑھا کر اور برا سا موٹھ بنا کر حقارت آمیز لہجے میں ادا کیا۔

کما قال یعلیٰ۔ عبس وبس۔ . . . فقال

ان هذا الاصحیح پوشر

آیت ۲۹۔ لواءۃ للبشر۔ چوں کہ کلام کے وقت منہ بنا کر بشرے سے حقارت آمیز ادا کو ظاہر کیا تھا اس لئے جزاۃ و خاقا کے طور پر بشرے کو جھلس دینے والی آگ کا ذکر فرمایا۔

آیت ۳۰۔ علیہا تسعة عشر۔ بتلایا گیا ہے کہ جہنم کے داروغے انیس ہیں۔ اس عدد میں ایک عجیب راز ہے۔ دانشمند غور کریں تو وہ اس قرآنی فلسفہ سے لطف اٹھائیں۔ انسان کے وہ اعضاء و قوے کہ جن سے خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں کا ظہور ہو سکتا ہے۔ وہ بھی تعداد میں انیس ہی ہیں۔ دو ہاتھ۔ دو پاؤں۔ زبان۔ دل۔ آلہ تناسل۔ مقعد۔ پیٹ۔ منہ۔ حواس خمسہ۔ فکر۔ عقل۔ شہوت۔ غضب۔

آیت ۳۱۔ ذکری۔ یہ پیش گوئی ایک شخص کو تاریخی انسان بنائی ہوئی ہے۔

آیت ۳۲۔ لمن شاء منکم ان یتقدما ادیتاخرا۔ جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا چاہے اس کے لئے انداز مفید ہو سکتا ہے۔ مگر جس کے دل میں جنبش ہی ہو۔ تراکھوس ہے۔ انداز اور عدم انداز کو دونوں ہی کو برابر سمجھتا ہے اور جگہ سے ہٹنا ہی نہیں چاہتا ہے۔ اس کے لئے قرآن شریف کا اترنا اور نہ اترنا گویا دونوں برابر ہیں۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مربہ محمد صادق ایدیز بدرد

آغاز سورۃ القیامہ رکوع ۱

پارہ ۲۹ - تبارک الذی

اس سورہ شریف میں قیامت کے حق ہونے پر دلائل ہیں مٹی سورتوں میں جو عظیم الشان پیشگوئیاں کی ہیں۔ وہ دراصل قیامت کے دلائل ہیں۔ کیونکہ وہ وعدے جو عالمِ آخرت سے متعلق ہیں۔ اس دنیا میں بھی ایک رنگ اور صورت میں پورے ہوئے تاکہ عالمِ آخرت کے وعدوں پر بطور دلیل پھیریں قرآن کریم کا یہ مضبوط قاعدہ ہے اور اس کی درحقیقت یہ یگانہ صنعت ہے کہ اپنے ہر ایک دعوے کے ساتھ دلائل بھی رکھتا ہے مگر ثبوت تو حید اور اثبات الوہیت کے بعد بڑا بھاری مسئلہ جو مسائل کی روح رواں ہے۔ معاد اور وعدہ وعید معاد کا مسئلہ ہے دراصل آخرت کا یقین ہی تمام نیکیوں کا سچا محرک اور انکار آخرت تمام مفاسد کا باعث ہے دنیا کی تمام مذہبی کتابیں اس حقیقت کو بیان کرنے سے عاری ہیں یہ موقع نہیں کہ ان میں موازنہ کر کے دکھایا جاوے قرآن کریم ﷺ لا الہ الا اللہ بعدت زیادہ سی مثلہ کو مد نظر رکھا ہے اور اس سورۃ میں خصوصیت سے اس کا ذکر کیا ہے۔ قرآن مجید کی قسموں کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے مینے بتایا تھا کہ بدیہی امور کو نظریات کے ثبوت کے لئے پیش کیا ہے یہاں یوم القیامہ ہی کو قیامت کے ثبوت میں پیش کیا۔ گویا قیامت اور جزا و سزا کا مسئلہ ایسا مسئلہ ہے کہ انسان اس کا انکار ہی نہیں کر سکتا۔ اس پر پہلی دلیل انسان کے نفسِ نوامہ کی ہے جبکہ شریف الطبع انسان کی ہی کا صدور یا ارتکاب ہوتا ہے تو نفسِ نوامہ فوراً اسے متنبہ اور آگاہ کرتا ہے اور صدور سے پہلے بھی دل میں ایک کھٹک اور خوف پیدا ہوتا ہے یہ ایک فطرتی امر ہے اس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ انسانی فطرت میں یہ خوف کیوں ہے؟ اس کی جڑ یہی ہے کہ وہ جزائے اعمال کا یقین کرتی ہے اور انسان بیکار اٹھتا ہے کہ جزائے اعمال کا مسئلہ حق ہے۔ پس یہ فطرت جو نفسِ نوامہ کی صورت میں انسان کو دیکھی ہے جزا و سزا کی یہ بھی ثبوت اور شاہد ہے اس فطرتی دلیل کے بعد منکرین قیامت کا اعتراض پیش کیا جاتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب انسان مر گیا اور گلِ رطریا تو اس کے خدات الگ ہو گئے اب وہ کہاں جمع ہونگے اور قیامت کیسے ہوگی؟ اس اعتراض کا جواب اس طرح پر دیا جلی قادسین الایہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ایسا کرے گا ایک دعوے سے اس کے دلائل آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں پہلے یہ بتایا کہ انسان انکار قیامت کرتا کیوں ہے؟ اس کی جڑ یہ ہے کہ وہ بدیوں اور بدکاریوں میں نہ ہلک رہنا چاہتا ہے اور اسی بے باکانہ حالت میں پھر پوچھتا ہے ابان یوم القیامہ یعنی وہ قیامت کا دن کب آئے گا؟ اس کے آثار اور علامات بتائے گئے کہ آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ وہ دن ایسا روشن اور صاف ہوگا۔ جیسے آفتاب کی تیز روشنی ہو اس میں کسی قسم کا خفا اور تاریکی نہیں رہ سکتی و خضف القمر و جمع الشمس والقمر یہ آیات اپنے ظاہر و دلالت کرتی ہیں اور

بقیہ سورۃ المذثر رکوع ۱

پارہ ۲۹ - تبارک الذی

آیت ۳۸ - کل نفس بما کسبت رہیں۔ ہر شخص کو اس دنیا میں بھی اپنے اپنے اعمال کے موافق جزا و سزا مل رہی ہو دیکھا ایک شخص ناجائز کمائی سے ایک مکان تعمیر کرایا۔ آخرتہ خود اس کو اس مکان میں رہنا نصیب ہوا اور اس کی اولاد بھی ایسے مکان میں نہیں رہتی۔ بخلاف صالح انسان کے کہ خدا اس کی اولاد کا بھی تکفل رہتا ہے۔ یتیم بچوں کا کوئی نیک عمل نہ تھا مگر کان ابوہما صالحا۔ فرمایا اور باپ کی صلاحیت بیٹوں تک کو مفید ہوئی۔ یہی ہر شخص کا اپنے اعمال میں مرہون رہنا ہے۔ ایک شخص کے اگر آتشک ہوتی ہے تو کئی پشت تک یہ مودی مرض اس کی اولاد میں چلا جاتا ہے۔

آیت ۵۰ - کانہم حمر۔ حمر جمع ہے حمار کی۔ حمار کو حمار اس مناسبت سے کہتے ہیں کہ اس کی چیخ پکار کے وقت اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح ہر صادق کے مقابلہ میں گدھوں کی طرح مخالفوں کا سخت غیظ و غضب ہوتا ہے جہاں سخت مخالفت ہوتی ہے اس کے بالمقابل حق ضرور ہوتا ہے۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :- زاول چنین مجوش بین تا باخرم۔ آیت ۵۱ - قسورہ۔ قسورہ قر سے مشتق ہے جس کے معنی قہر اور غلبہ کے ہیں۔ اہل عرب بولا کرتے ہیں۔ لیوت قساورہ۔ لیوت جمع لیث کی ہے لیث بمعنی شیر۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں القسورہ ہی الاسد قسورہ آن تیر اندازوں کی جماعت کو بھی کہتے ہیں جو جنگی گدھوں کا شکار کرتی ہیں۔ آیت ۵۲ - یوید کل امری منہم ان یوتی صخفاً منشرہ۔ شاہ عبدالقادر صاحب موضع القرآن حاشیہ میں فرماتے ہیں

”ہر کوئی نبی ہوا چاہتا ہے کہ کھلی کتاب پاوے آسمان سے“

آیت ۵۴ - ہواہل التقویٰ و اهل المغفرہ۔ ہو کو مقدم اس لئے رکھا کہ سوائے ذات اللہ تبارک و تعالیٰ کے دوسرا کوئی اہل نہیں کہ اس پر جان فدا کی جاوے۔ جیسے فرمایا۔ ہوا الحجی لا الہ الا ہو۔ تقوے کے ساتھ مغفرت کو اس لئے قرین رکھا کہ ہر نبی ولی نے تقوے کی تیز اور خوشنوار راہوں میں اپنی بشارتیں کزوریوں کا اعتراض کیا ہے۔ حضرت اقدس مرحوم و معذور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :- در کوئے تو اگر سر عشاق راز مند۔ اول کے کے لاف عشق زند منم۔

اسجگہ سورہ المذثر کے نوٹ ختم ہوئے

ہمارا ایمان ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔ بلکہ ایک رنگ میں ہو بھی چکا تاہم میرے فہم میں اس آیت میں ایک پیشگوئی اور بھی ہے۔ اور وہ عرب اور ایرانی قوموں کے فتح ہونے کے متعلق ہے اہل عرب اور شامی قومیں اپنا تعلق چاند سے بتاتی ہیں اور دوسری سورج سے گویا یہ ایک واقعہ ہے کہ اسلام ان مذاہب پر غالب آجائے گا اور یہ مذاہب گہنا جائیں گے۔ اور اس سے حجت نیرہ اور واضح قائم ہو جائیگی کہ پھر بھلا گنے کی جگہ نہ ہوگی۔ اور بالآخر اللہ تعالیٰ ہی طرف پناہ لینی پڑے گی یہ دنیا دنیا جانتی ہے ہوئے اور دوسرے ادیان مغلوب ہوئے اور اسلام کامیاب ہوا۔ باوجود اس کے ہم یقین رکھتے ہیں کہ قیامت کو اللہ تعالیٰ کی قہری تجلی دوسرے رنگ میں بھی جلوہ گرمی کرے گی اور اس دنیا کے واقعات اس قیامت کیلئے بطور دلیل اور ثبوت ٹھہریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ انسان کو اسی فطرتی دلیل کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ انسان اپنے اعمال کی پاداش کے لئے خود اپنی ذات میں دلائل رکھتا ہے اور وہ آگاہ ہے اس کا نفس جانتا ہے کہ پاداش اعمال حق ہے اور یوں بے جا عذر و حیلے الگ امر ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی حقانیت پر ایک دلیل پیش کرتا جو بجائے خود قیامت کی بھی دلیل ہے اس لئے کہ وجود قیامت کو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے اب بتایا کہ قرآن کریم کو محفوظ رکھنا اور اس کا جمع کرنا اور اس کو کھول کھول کر بیان کرنا یہ سب کام ہمارے ذمہ ہیں قرآن مجید کی ترتیب میں کوئی تحریف نہ ہو سکے گی کوئی امر اس کی اشاعت و حفاظت میں سدا رہ نہ ہو اب دیکھ لو یہ عظیم الشان پیشگوئی کس طرح پر پوری ہوئی۔ ۳۳ سال کا متفرق کلام کس طرح با ترتیب جمع ہوا۔ اور اب تک اس پر ۱۳ سو سے زیادہ سال گزر چکے کوئی کسی قسم کا اختلاف نہیں ہوا۔ اور پھر اس کے بیان کے متعلق جو پیشگوئی تھی وہ بھی کس شان سے پوری ہوئی۔ اس خصوصیت میں دنیا کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد پھر انسانی فطرت کا نقشہ کھینچ کر بتایا کہ جلد باز انسان دنیا سے پیار کرتا اور آخرت کو چھوڑتا ہے۔ اپنے اعمال کے نتائج سے غفلت کرتا، مگر دالوا یاد رکھو ایک دن آتا ہے کہ بہت سے چہرہ خوش ہونگے اور اس وقت بھی ان کا مقصود اور قبلہ حاجات و وجہ اللہ ہوگا اس خوشی کی حالت میں بھی خدا کو قبول نہ جائینگے۔ اور بعض ادا اس اور غمگین ہونگے پوری پوری تجلی اور ظہور اس کا قیامت میں ہوگا مگر دنیا میں بھی ہوا کس طرح بدترین ہوا اور بالآخر فتح مکہ کا نظارہ کیا دل خوش کن تھا اس کے بعد بتایا کہ انسان جب مرض الموت میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی اور اس کے ساتھ والوں کی کیا حالت ہوتی ہے اس وقت کا اضطراب اور موت سے بچنے کی آرزو اور خواہش بھی دراصل قیامت ہی کی دلیل ہے۔ اندر قلب اپنے افعال پر نادم کرتا ہے اور جزا کا خیال ایک ہول اور غم دلیر ڈال دیتا ہے پھر بتایا کہ جلد باز اور مخمور انسان کس طرح خدا سے دور جا پڑتا ہے آخر میں قیامت کے حق ہونے پر ایک اور زبردست دلیل پیش کی مینے پہلے بتایا ہے کہ قرآن کریم بعد لا الہ الا اللہ کے بعد یہ زیادہ اسی مسئلہ قیامت یا حشر اجد و کو نصب العین رکھا ہے اور اس کے دلائل میں اس نے انفسی اور آفاقی شہادتوں کو مقدم کیا یعنی انسان کی خلقت اور اس کے اعمال کے میلان اور غایت قانون الہی (فطرۃ اللہ) (قانون قدرت) سے اقامت قیامت اور ثبوت حشر اجداد اور ضرورت یوم الدین

پر جا بجا بحث کی ہے چنانچہ اس جگہ فرمایا بحسب الانسان ان یزولک سد اللہ اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ انسان کی بناوٹ اور اس کی خلقت اور اس کا تنویر اور اس کا دو مختلف تیجوں اور کارروائیوں کی مخلوق یعنی نروادہ ہونا چاہتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ جواب وہ ہتی ہے وہ اپنے اعمال اور افعال کی ذمہ داری ہے ایسا ہی آسمان سے پانی برسنے اور زمین پر نباتات اُگنے سے جا بجا استدلال کیا ہے اب ان واقعات کو پیش کر کے کس طرح خدا تعالیٰ نے اسے پیدا کیا پھر آخر میں سوال فرماتا ہے اور اس بلی قادرین کے دعوئے کے جواب میں یہ تمام دلائل پیش کر کے پوچھتا ہے الیس ذلک بقادر علی ان محیی الموتی اس مقام پر بے اختیار ہو کر انسانی فطرت اس امر کا اقرار کر اٹھتی ہے۔ بلی انہ علی کل شیء قدیر۔ (ترجمہ القرآن مولفہ شیخ یعقوب علی صاحب)

آیت ۱۔ لا اقیم بیوم القیامہ الخ لا کو اکثروں نے زائد بتایا ہے اور حدیث شریف میں ہر حرف پر دس دس نیکیوں کا ثواب مذکور ہے۔ جب بات سمجھ میں نہ آئی تو وہ زائد ہی ہوئی کفار کو جس قدر بعثت بعد الموت کے مسئلہ پر انکار و اصرار تھا۔ ایسا کسی دوسرے مسئلہ پر نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ نہایت ہی تعجب ہے کفار نے کہا۔ هل ندلکم علی رجل ینبئکم اذا مریتم کل حمزق انکم لفی خلق جدید ۲۲ اور اسے انکار پر اس قدر اصرار تھا اور اصرار ثبات بعثت بعد الموت پر جگہ جگہ زور دیا گیا ہے۔ اس رد و کد کو مد نظر رکھ کر مخاطب کے مافی الضمیر پر انکاری طریق سے کلام کا افتتاح لا کے لفظ سے فرمایا ہے یعنی قولہ تعالیٰ زعم الذین کفر ان لن یمبعثوا ۲۵ میں جو زعم کہ منکران بعثت بعد الموت کے ضمیر میں رچا ہوا تھا۔ اس کی نفی لا کے لفظ سے کرتے ہوئے کلام کو شروع کیا۔ اس قسم کا محاورہ ہر زبان میں ہوا کرتا ہے جس کو مخاطب سخن بلا شک و شبہ پہچان لیتا ہے کہ یہ لا میرے مافی الضمیر کا رد ہے۔ اس کے یوم القیامہ اور نفس لوامہ کو بعثت بعد الموت پر اس طور سے گواہ ٹھہرایا ہے کہ یوم القیام سے جنگ کی مصیبت کا دن اور اپنے نفس پر کفار کی ملامت کا اعتراف ثبوت دعوئے بن گیا۔ دنیا میں جنگ کے لئے مشغور ہونا آخرت کے حشر کے لئے اور دنیا کی شکستوں پر اپنے نفسوں کو ملامت کرنا آخرت کے جزا و سزا کے لئے ثبوت ٹھہرا۔

قیامتہ - کھڑا ہونا +

(۱) من مات فقد قام قیامتہ

(۲) قوم کی قیامت۔ جیسا کہ بنو امیہ پر سو سال کے بعد قیامت آئی اور وہ زباغی ہوئے (۳) ان یوماً عند ربک کالف سنة۔ حدیث شریف میں آیا ہے کیا میری امت آدھ دن نہ کاٹے گی۔ اہل اسلام کا عروج قریب پانچ سو سال رہا + (۴) ہزار سال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بہت رولا پڑ گیا یہ بھی ایک قیامت ہے +

(۵) یوم الساعة

(۶) یوم القیامتہ مصیبت کے وقت کو بھی کہتے ہیں +

آیت ۲۔ ایان یوم القیامہ۔ ایان کے لفظ میں بھی استعجاب اور استعجاب

شدید کفار کی طرف سے بیان ہوا ہے یعنی کہاں ہوگی قیامت ؟ ہوتی ہوتی کچھ نہیں +

آیت ۱۷ سے ۱۸ تک - فاذا برق البصر - وخسف القمر - وجمع الشمس والقمر

برق بصر سے مراد تیز و زرع ہے جو انسان مصیبت کے وقت آنکھیں بھاڑ دیتا ہے - مصیبت کا وقت آئے تو ساری تدبیریں الٹ پڑتی ہیں پتھر عقل ہوتے ہوئے عقل کام نہیں دیتی - گویا کہ نور فراست کو بھی گرہن لگ جاتا ہے - گرہن کی اصل بھی اقتدارِ شمس و قمر ہے - یعنی ایک کا وجود دوسرے کے بالمقابل حائل ہو جاتا ہے جو نور کے ہوتے ہوئے نور نظر نہیں آتا +

یوم بدر ظاہری طور پر بھی بجلی کوندی مینہ برسا - تدبیریں کفار کی ان پر الٹ پڑیں - ابن المفسر کہنے سے بھی کام نہ چلا - قرآن کریم چونکہ ذوا المعارف ہے لا تنقضی عجائبہ اس کی شان حدیث شریف میں بیان ہوئی ہے اس لئے یہ پیشینگوئی اجتماع شمس و قمر کی گرہن کے ساتھ ہمارے اس زمانہ میں بھی مطابق حدیث وار قطنی جمہیں لہذا کونا منذ خلق الله السموات والارض ہے رمضان کے مہینے میں - میں بڑی شان و شوکت سے مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدق و دعویٰ کی علامت میں پوری ہوئی - اس پیشینگوئی کے پورا ہونے پر جس طرح بدر کے شکست خوردوں کو ابن المفسر کنا فائدہ نہ دیا اسی طرح اس وقت کے مخالفوں کو باوجود حدیث شریف کی فعلی شہادت کے ضعف حدیث کو اپنا فرضی مقرر کر دینا پڑا +

آیت ۱۳ - ۱۴ - ینبئوا الانسان یومئذ بما قدّم و اخر - متنبہ کیا جائے گا انسان اُس دن اُن کاموں سے جو اُس نے نہ کرنے تھے اور کئے + اور نیز متنبہ کیا جائے گا اُن کاموں سے جو اُس نے کرنے تھے اور نہ کئے +

قدّم - وہ کام جو نہ کرنے کے تھے کرائے +
اخر - وہ کام جو کرنے کے تھے نہ کئے +

آیت ۱۲ - علی نفسہ بصیرہ - دوسرے کی ملامت پر انسان عذر بتاتا ہے مگر خود اپنی حالت کو بہتر جانتا ہے +

آیت ۱۴ - لا تحرك به لسانك لتعجل به - آیت باب ذوا المعارف کے دو ترجمے ہیں ربط ماقبل کے لحاظ سے ایک معنی یہ ہیں کہ ”اے معذرت کنندہ عذر بیان کرنے میں تیز زبانی نہ کر“ اس صورت میں جمعہ میں ہ کی ضمیر انسان کے اعمال کی طرف ہے - دوسرے معنی یہ ہیں کہ پڑھنے والا جب قرآن شریف پڑھے تو جلدی نہ کرے +

لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن بتانے ہیں - یہ بات غلط ہے صرف عثمان کے لفظ کے ساتھ قافیہ ملا یا ہے - ہاں شائع کنندہ قرآن اگر کہیں تویم کسی حد تک بجا ہے آپ کی خلافت کے زمانہ میں اسلام دور دور تک پھیل گیا تھا اور جمع تو اللہ تعالیٰ کی پسند کی ہوئی ترتیب کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمایا تھا اور اسی پسندیدہ ترتیب کے ساتھ ہم تک پہنچا گیا ہاں اس کا پڑھنا اور جمع کرنا ہم سب کے ذمہ ہے +

آیت ۱۸ - فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ - ہمارے ایک دوست حافظ محمد اسحاق صاحب کی الہامی دلیل ہے جو ان کو بذریعہ الہام کے بتلائی گئی کہ دلیل اس آیت کے سورۃ الفاتحہ خلف امام سات آیتوں کے ہر سر وقفے کے درمیان امام کے سکتے کے وقت مقتدی بھی اپنے منہ میں چپکے چپکے پڑھ لیا کرے حدیث شریف میں سورہ فاتحہ کو ہی السبع المثانی والقرآن العظیم فرمایا ہے +

آیت ۲۰ - العاجلة - جلدی کی بات جس کا نفع دم نقد موجود معلوم ہوتا ہے - یعنی دنیا +

آیت ۲۳ - الی ربہا ناظرہ - جمہور اہل علم کے نزدیک اس آیت سے دیدار الہی بلا حجاب ثابت ہے حدیث شریف میں ہے انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلة البدر - لیس دونہ حجاب +

دیرونہ سبحانہ من فوقہم + نظر العیان کیا میری القمران ہذا تو تر عن رسول اللہ لم + ینکرہ الا فاسد الایمان

آیت ۲۲ - باسره - گھبرا سے بھرے ہوئے - جو اس باختمہ +

آیت ۲۵ - فاقدر - مکر توڑ مصیبت - فقرات النظر - ان ہڈیوں کے منگوں کو کہتے ہیں جو پشت کی وسط میں اوپر سے نیچے تک ہوتے ہیں - فقر - اور فقیر بھی اسی سے مشتق ہے - اس کا حال مسکین سے بدتر ہوتا ہے - اسی واسطے مصارف صدقات میں فقیر کو مسکین پر مقدم رکھا - انما الصدقات للفقراء والمساکین + فقیر کی ایک صفت ایک جگہ بالئس القصیر فرمایا ہے +

آیت ۲۶ - گلے کی ہنسی کی جگہ - رقی - رقی - رقی - رقی سے ماخوذ ہے +

آیت ۲۸ - وقیل من راق - اس کے کئی معانی ہیں - ایک تو یہ کہ رقیہ سے مشتق ہے - جیسے بسم اللہ ارقیک اس صورت میں جھاڑ پھونک کے معنی ہونگے - دوسرے یہ کہ رقی - رقی - رقی سے اس صورت میں راق کے معنی اوپر لے جانے کے ہونگے اور اس کے کہنے والے فرشتہ ہونگے نہ میت کے پاس والے فرشتہ عذاب کے اور رحمت کے آپس میں پوچھینگے - کہ رحمت کے فرشتے رُوح کو آسمان پر لے چڑھینگے یا عذاب کے +

آیت ۲۹ - والتفت الساق بالساق - حضرت عباس رض فرماتے ہیں

نزع رُوح کے وقت دنیا کا آخر اور آخرۃ کا اول وقت ملتا ہے یہی لفت ساقین ہے + حسن کہتے ہیں لفت ساقین سے مراد کفن کا پندلیوں میں پلٹنا مراد ہے - ایک قول یہ بھی ہے کہ لفت ساق اصطلاح میں شدۃ مصیبت سے کنایہ ہے - دنیا کی مفارقت کا غم اور آخرہ کے حساب و کتاب کا جھگڑا - یہ دونوں ملکر لفت ساقین ہے +

آیت ۳۱ - فلا صدق ولا صلیۃ - تصدیق رسول کو ناز پر بھی مقدم رکھا - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں -

نماز مے کئی قبلہ رائے دانی + نہانمت چہ غرض زیر نماز ہا باشد جماعت میں جن احباب کو غیر احمدیوں کی امامت کے مسئلہ میں تحقیق منظور ہو وہ اس آیت میں صلوٰۃ پر تصدیق کے مقدم ہونے پر غور کریں بعد تصدیق رسول یا امام زمان کے پہلی بات جس کا یوم القیامہ حساب ہوگا - وہ نماز ہے - حدیث شریف میں ہر

اول یاجاسب بالعبد من اعمال الصلوۃ

روزِ محشر کہ جاں گداز بود + اولیں پریش نماز بود
نماز کے محافظ کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ دین و دنیا کے مشکلات
میں اللہ تعالیٰ اس کا ساتھی و نصیر ہوگا۔ کما قال تعالیٰ

وقال الله اني معكم لان اقم الصلوۃ الآتية

آیت ۳۳ - ذہب الی اہلہ یمطی - یمطی مط سے مشتق ہے مط
کے معنی اکڑا بازی کے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ اذامشت اُمیتی المپیطاً۔
موٹا ہو جانا اور دوزبان میں غالباً مط ہی بنایا گیا ہے اکڑا باز انسان کو کہتے ہیں کہ
بہت مٹیا گیا ہے +

آیت ۳۴ و ۳۵ - اولیٰ یمنع ذیل اور اوایلا کے ہیں سورہ محمد رکوع ۳
میں ہے۔ فاولیٰ لہم۔ چار مرتبہ اولیٰ اس لئے فرمایا کہ ترک تصدیق و ترک صلوٰۃ کے
دو عذاب قبر ہیں اور انہیں دو قسم کے دو عذاب یوم القیامہ +

آیت ۴۰ - الیس ذلک بقادر الایہ۔ حدیث شریف میں اس آیت کے ختم پر
ایک روایت میں سبحانک اللہم بلے۔ اور دوسری روایت، بلی انہ علی کل
شیء قدیر۔ جو آبا فرمایا ہے +

پارہ ۲۹ - سورہ الدھر رکوع ۱

آیت ۱ - ہر ایک انسان کا اپنی عمر کے پہلے قطعاً مذکور نہیں ہوا نہ جان کا ذکر تو اس وقت ہوتا
ہے جب وہ ہمارے سامنے آیا اس میں کئی شائیں کے ثبوت کی ضرورت نہیں۔

آیت ۲ - من لطفۃ امشاج بتقلید۔ من لطفۃ تھوڑی سی چیز ہے۔
تبتلیہ بڑھاتے ہیں اس کو لطف سے علقہ پھر مضغ پھر خلق آخر پھر طرح طرح کے
انعامات کرتے ہیں۔ مسج کے لغوی معنی خلط کے ہیں۔ غذاؤں کا خلط۔ مرد اور عورت
کی منی کا خلط +

آیت ۳ - اما شا کرا واما کفورا۔ کسی شخص کے انعامات کو یاد کرتے ہیں
تو اس کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
ایک مرتبہ بڑی گھبراہٹ کے موقع پر ایک دعا اس طرح سے پڑھی ہے :-

دعا

”اے میرے محسن اور میرے خدا میں ایک تیرا ناکارہ بندہ پر معصیت اور
پر غفلت ہوں۔ تو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا۔ اور گناہ پر گناہ
دیکھا اور احسان پر احسان کیا۔ تو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بے شمار
نعمتوں سے مجھے متمتع کیا۔ سو اب بھی مجھے نالایق اور پر گناہ پر رحم کر۔ اور میری بیباکی
اور ناسپاسی کو معاف فرما۔ اور مجھ کو میرے اس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے کوئی
چارہ نہیں۔ آمین ثم آمین“ +

سلاسل۔ جو لوگ سچے دل سے خدا کی طرف توجہ ہو کر اس کی تلاش نہیں
کرتے۔ ان پر خدا کی طرف سے ایک ایسی بلا پڑتی ہے کہ وہ دنیا کے دھندلے
میں گرفتار ہو کر پابہ زنجیر ہو جاتے ہیں۔ اور غلی کاموں میں ایسے سرگون ہو جاتے
ہیں۔ کہ گویا ان کی گردن میں ایک طوق ہے جو ان کو علوی زندگی کی طرف سر اٹھانے
ہی نہیں دیتا۔ اور ان کے دلوں پر حرص و ہوا کی ایک سوزش لگی ہوئی ہوتی ہے
کہ مال لمبائے۔ جائیداد حاصل ہو جائے۔ دنیوی عزت و رتبہ مل جائے۔ قیامت کے
دن ہی امور ان کے لئے طوق و زنجیر کی شکل میں متحمل ہو جائیں گے +

آیت ۵ و ۶ - ان الابرار یسربون من کاس کان مزاجھا کافورا
ابرار کی دو حالتیں دنیا اور آخرت کی اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے بتلای ہیں دنیا
کی یہ کہ ابرار کے دلوں پر حرص و ہوا کی سوزش سر ہو جاتی ہے۔ دنیا کی طرف سے
خنک چشم و خنک دل رہتے ہیں یہ سوزش ان کے دلوں پر نہیں رہتی کہ مائے فلاں چیز
ہیں بیسر نہیں۔ مائے فلاں چیز ہمارے پاس نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
فرماتے ہیں :-

از طبع جستم ہر چیز کے کہ آں بیکار بود + خود فزوں کر دیم ورنہ اندکے آزار بود
اس طبع و حرص کی آگ کو قرآن شریف میں یوں فرمایا ہے :-
نار الله الموقد التي تطلع علی الافئدة + انھا علیہم موصدہ
فی عید حملہ دہ +

حرص و طمع کی ایک آگ ہے جو دلوں پر چھپٹے مار رہی ہے۔ جس نے ان کو حق
کی شنوائی سے ڈھانک لیا ہے۔ عموماً عمدہ کی طرح لمبی لمبی امیدوں میں
مخیوط الحواس ہیں۔ اس قسم کی آگ سے فرمایا کہ ابرار خنک چشم و خنک دل ہوتے
ہیں۔ یہی ان کا کافوری پیالہ ہے۔ جیسی حالت دنیا سے یہ لوگ ساتھ لے
جاؤ گے۔ جزاء و فاقا کے طور پر دینی ہی نعمت ان کو آخرت میں خداوند کریم
عطا فرماوے گا +

آیت ۷ - عینا یشرّب بہا عباد الله یفجر منھا تفجیرا۔ دنیا میں
ان ابرار کی یہ سیرت رہی کہ جس رشد و ہدایت کو کافوری ٹھنڈک کی طرح انہوں
نے آپ حاصل کیا تھا اس کی نہریں اور چشمے و دراز ملکوں میں تبلیغی رنگ
میں چیر چیر کر لے گئے۔ چین میں لے گئے۔ افریقہ میں لے گئے۔ روم شام اور
ملک ہندوستان تک پہنچایا۔ اسی طرح آخرت میں جزاء و فاقا کے طور پر اللہ
تعالیٰ نے بھی ان کو ہر قسم کی نعمتوں سے سیراب کیا۔ ہماری جماعت کی انجمنوں کو چاہیے
کہ یفجر منھا تفجیرا پر پوری توجہ اور جانفشانی سے مگر ٹھنڈے دل سے کوشش
کریں +

آیت ۸ - مسکیناً ویتیماً واسبیلاً یہ غیر صلے اللہ علیہ وسلم جیسی قیدی کو
اصحاب میں سے کسی کے سپرد کرتے تو آقا کو حکماً فرماتے ”احسن الیہ“ اس کے
ساتھ نیک سلوک کریں۔ یہ بھی ایک روایت میں آیا ہے کہ عزیمک اسیدلک
فاحسن الی اسیدلک۔ تیرا مقروض تیرا قیدی ہے۔ اس کے ساتھ نیک
سلوک کر +

حضرت سیدنا مسیح مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق عفی عنہ

بقیہ سورہ الدھر رکوع ۱

پارہ ۲۹ - تبارک الذی

گذشتہ اشاعت سے آگے

ایک اور روایت میں ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا - اتقوا اللہ فی النساء فانھن عندکم عوان - یعنی عورتوں کے حق میں خدا سے ڈرتے رہو - کہ وہ تمھارے ہاتھوں میں قیدیوں کی طرح ہیں - یتیم کے حق میں بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب گھروں میں بہتر گھر وہ ہے - جس میں یتیم کے ساتھ نیک سلوک کیا جاتا ہے اور سب گھروں میں بدتر وہ گھر ہے - جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہے -

آیت ۱۰ - یوماً عبوساً قطریوا - عبوس الوجہ اس آدمی کو کہتے ہیں - جس کی پیشانی پر ہمیشہ بل پڑے ہوئے ہوں - قطر بر - سخت سلوٹن اور بل چہرے کے عذاب الہی کی شدت کو دیکھ کر چہروں کی ایسی حالت ہوگی کہ جیسے سخت گریہ و زاری کے وقت رونے والے چہرے کی کیفیت عین حالت گریہ کے وقت ہوتی ہے -

آیت ۱۳ - ذمھیراً - زہریر ایسی سخت سردی کو کہتے ہیں جس سے ہاتھ پیر جھلنے لگیں - بخلاف برد کے کہ اس میں معمولی ٹھنڈک ہوتی ہے -

آیت ۱۵ - یطاف علیہم انبیاء من فضۃ - کسی صوفی نے ایک مقام پر لکھا ہے اور جس نے یہ بات لکھی ہے وہ ایک بڑا آدمی ہے وہ کہتا ہے میں نے انبیاء کے مقام کو چاندی کا مقام دیکھا اور اولیاء کے مقام کو سونے کا مقام دیکھا - ہمارے مولویوں نے اس وجہ سے اس کو بھی کافر کہا ہے - سائنس والے جانتے ہیں کہ کل رنگوں کا جامع سفید رنگ ہے - ان کا منشاء یہ ہے کہ جو سفید رنگ نظر آیا وہ سادے کمالات کا جامع ہے -

آیت ۱۷ - کان مزاجھا زنجبیل - زنجبیل دو لفظوں سے مرکب ہے زنا اور جبل سے - زنا لغت میں اوپر چڑھنے کو کہتے ہیں اور جبل بمعنی پہاڑ - سونٹ کی گرمی انسان میں بڑی قوت پیدا کرتی ہے - جب تک کہ عاشقانہ گرمی سالک راہ محبت کے دل میں نہ ہو وہ مشکلات کی بلند گھاٹیوں کو طے نہیں کر سکتا - جب زنجبیل عشق اور محبت کی شراب پی لیتا ہے تو خدا کی راہ میں عملی قوت کا ایسا حیرتناک اثر دکھاتا ہے کہ دوسرا ہرگز دل سے ایسی جانفشانی نہیں دکھلا سکتا - اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے سالک کی جزا کا سہ وصال رکھا ہے - جس کے مزاج کی طرف زنجبیل کے لفظ سے اشارہ کرتے ہوئے جزاء وفاقاً کی موافقت کو بتلایا ہے -

آیت ۱۸ - تسبیل سلسبیل - سلسبیل میں تسبیل کی طرف اشارہ کیا ہے - یعنی پوچھ راستہ - دنیا میں عشق اور محبت کا زنجبیل کا سہ اپنے مرشد کے ہاتھ سے جب سالک پی لیتا ہے - تو اس میں خصوصیت کے ساتھ اپنے محبوب حقیقی تک پہنچنے کی ایک ٹرپ پیدا ہو جاتی ہے - پھر وہ راہ طریقہ کے پوچھنے اور اس پر قدم مارنے میں غار نہیں کرتا - خواہ کیسی ہی دشوار گھاٹیاں راستے میں حائل ہوں ہمارے موجودہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک فرمودہ جو سلسبیل کے لفظ سے بہت ہی مناسبت رکھتا ہے - یہ ہے -

ابن مریم ہوا کرے کوئی بڑے مرے دکھ کی دوا کرے کوئی

آیت ۱۹ - ولدان مغلدون - مغلدون کے معنوں میں کئی قول ہیں - مغلد بڑھو کو بھی کہا ہے - مغلد اس کو بھی کہا ہے جس کے زلف سفید ہوں - مغلد کے ایک معنی یہ بھی کہے ہیں کہ کانوں میں بندے بالے پہنے ہوئے - مغلد ان تمام معنوں سے انسب وہ معنی معلوم ہوتے ہیں جس کی مناسبت ولد کے لفظ کے ساتھ ہو - یعنی دنیا کے ولدان کی طرح جنیتوں کے خادیں ولدان پر مردور زمانہ کی وجہ سے بھی معمر ہونے کا زمانہ نہیں آئے گا بلکہ باوجود مردور زمانہ کے وہ ہمیشہ ولدان ہی ولدان رہیں گے - جو کام خدمت گزاری کا پھر تیلی حرکتوں سے چھوٹے بچے کیا کرتے ہیں وہ معمر نہیں کیا کرتے اور کار براری میں ان کی خدمات بھی معلوم ہوتی ہیں - اسی لئے انکو

لؤلؤا منشور - (یعنی) بکھرے ہوئے موتوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو

آیت ۲۰ - ملکاً کبیراً - حدیث شریف میں ہے کہ جو دوزخی دوزخ سے سب سے آخر میں نکالا جائے گا - اس کو اللہ تعالیٰ اس قدر جنت عطا فرما دیگا - کہ دنیا و مافیہا اور اس سے دو چاند کے مقابلہ کی ہوگی -

آیت ۲۳ - فزلنا علیہم القرآن تمزیلاً - ہمنے آمارا ہے تم پر قرآن مجید کو وقتاً فوقتاً - اس کی وجہ سورہ الفرقان میں کفار کے سوال لولا نزل علیہ القرآن جملةً واحدة - آیت ۳۲ میں یوں فرمایا ہے - کذلک لنثبت بہ فوادلک ودرتکناہ ترتیلاً - یعنی ضرورت پیش آمدہ کے وقت خداوند تعالیٰ کی ہمکلامی سے آپ کے دل کو تسکین ملتی رہی - اس کے علاوہ اور بھی کوئی وجہ وقتاً فوقتاً ٹھہر ٹھہر کر نازل فرمانے کے قرآن شریف میں مختلف مقام میں بیان فرمائے ہیں -

توریت میں پہلے سے یہ پیش گوئی کی گئی تھی کہ وہ کتاب آہستہ آہستہ نازل ہوگی دیکھو

آیت ۲۷ - یحبون العاجلہ - عاجلہ اس درلی زندگی دنیا کو فرمایا - جس کا آرام دم نقد موجود نظر آتا ہے -

آیت ۳۸ - شد دنا اسرہم - ہم نے ان کے جوڑ بند مضبوط کئے -

آیت ۴۰ - وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ - حال تمہارا ایسا ہونا چاہیے

کہ نہ چاہو تم وہ بات جو اللہ تعالیٰ نے چاہی ہے مگر حال تمہارا یہ ہے کہ وہ چاہتے ہو۔ جو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا۔

پارہ ۲۹۔ تبارک الذی

سورۃ المرسلات

آیت ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵۔ المرسلات عرفاً۔ فالعاصفات عصفاً
والناشرات نشرأ۔ فالفرقات فرقاً۔ فالملقیات ذکراً۔

مرسلات عرفاً۔ وہ معمولی رفتار سے چلنے والی ہوائیں جو ہلکی ہوتی ہیں اور نرمی سے چلتی ہیں اور حیوانات و نباتات کے لئے مہمیات ہیں۔

عاصفات نشرأ۔ تیز ہوائیں جو بادلوں کو چاروں طرف پھیلاتی ہیں اور جن کو دنیا میں بڑے بڑے انقلاب پیدا ہوتے ہیں۔

فرقات۔ وہ ہوائیں جو بادلوں کو چھڑک کر ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہیں جو اس دنیا میں تفریق و انفصال کا کام کر رہی ہیں۔

ملقیات۔ وہ ہوائیں جو مہمیں اور داعیین کے نصائح کانوں تک اور دلوں تک پہنچاتی ہیں۔

قدرت کا یہ کرشمہ اور نظارہ بتاتا ہے کہ انسان کے خلق کی کوئی علت غائی ہے اس نظام ظاہری کو پیش کر کے بتایا ہے کہ جس طرح پر نظام ظاہری کے لئے موثرات خارجی ہیں اسی طرح نظام روحانی کے لئے بھی موثرات باطنی ہیں۔ ہوا کے مختلف ایتھروں کی قسم میں ہوا کے مختلف شعبوں کی طرف توجہ دلا کر اس نظارہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آئندہ آنے والی کامیابیوں اور واقعات کے دکھلانے کے علاوہ حشر اجساد پر اس کو بطور دلیل پیش کیا ہے جیسا کہ فرمایا۔

آیت ۷۔ انما وعدہ دن واقع۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے جو وعدے تم کو دئے گئے ہیں خواہ وہ اس دنیا کے متعلق ہوں یا آخرت کے متعلق وہ پورے ہو کر رہیں گے۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہوائیں اور ذرات عالم خود ہی مدبر و مخترعِ عظیم و قادر نہیں ہیں جو کہ ضروریاتِ عالم کو سمجھ کر موقعہ اور محل شناسی کے بعد انتظام کریں بلکہ ان تمام واقعات ظاہری کے تحت میں مدبریات اور مقدمات ہیں جن کو بلفظ دیگر ملائمہ کہتے ہیں اور انھیں کو ظاہری افعال کے لحاظ سے مرسلات عاصفات۔ ناشرات۔ فادقات اور ملقیات کہا گیا ہے اور یہ الفاظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے عام ہیں۔ جو ہزار ہا بیرونی و اندرونی۔ آفاقی و انفسی۔ روحانی اور جسمانی امور پر دلالت کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح پر وجود قیامت پر ہزاروں دلیلیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر مرسلات عرفاً میں بادلوں کا آنا برسناء۔ دن رات کا آنا جانا۔ سونا۔ جاگنا۔ گھاریوں، نیرہ کا چلنا پھرنا سب داخل

ہیں۔ اسی طرح پر بانی چار کو بھی قیاس کر لو۔ جس قدر واقعات ظاہری یا باطنی ظاہر ہو رہے ہیں وہ انھیں پنج اقسام میں محصور ہیں اور یہ سب کے سب بالاجماع دلالت کرتے ہیں کہ انما فی وعدہ دن۔

ہواؤں کو دیکھو عام حالت میں کہ کیسی صاف و صحت بخش اور جانفز ہوتی ہیں۔ مگر دوسرے وقت میں بھی ہوائیں تند اور تیز ہو کر دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیتی ہیں اور ایک عجیب امتیاز کے ساتھ بعض کو حادث سے بچاتی اور بعض کو تباہ کرتی ہیں اور ایسے حوادث اتمام حجت کا باعث ہو جاتے ہیں۔

الغرض یہ نظام ظاہری کی تقسیم خمسہ ہزاروں دلائل کا لشکر ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو وعدے دئے ہیں۔ وہ پورے ہو کر رہیں گے۔ جس طرح ہوا صحت بخش اور جان افزا ہے اسی طرح امر رسالت بھی جان فزاؤں ہے۔ مگر اس کی قدر نہ کی گئی۔ تو بالآخر اس میں ہوا کی طرح اشتداد پیدا ہو گا۔ یہ رسالت دنیا میں نشر ہو جاوے گی اور اس کے ذریعے کاذبوں اور صادقوں میں امتیاز ہو گا اور منکروں پر اتمام حجت اور باعث عذاب ہو گا یہی ہوا ہے جس نے قوم عاد کو ہلاک کیا تھا۔

لطف حق با قوموا سا! کند ہ چوں کہ از حد بگذر در رسوا کند
آیت ۸۔ اذالنجوم طمست۔ جب چھوٹے ستارے ماند پڑ جاوینگے یا ان کا نور مسٹ جاوے گا۔ نجم عربی میں چھوٹے ستاروں اور چھوٹے چھوٹے بوٹوں کو کہتے ہیں جیسے فرمایا۔ والنجیم والشجر یسجدان۔ اور بڑے ستاروں کو کوکب کہتے ہیں۔ چوں کہ قرآن شریف کے لئے ظہر اور بطن ہے اسلئے علامات قیامت سے یہ بھی ایک علامت ہے کہ ایسے علماء جو نجوم کی طرح ہیں ان کی نور فراست جاتی رہیگی دوسری جگہ فرمایا۔

واذالنجوم انکدرت۔ علماء کا نورانی چشمہ مکر ہو جائے گا۔ بیچارے کیا کریں تفسیروں پر تفسیریں لکھی گئی ہیں اور حاشیوں پر حاشیے چڑھائے گئے یہ تو حال علماء کا ہوا جو راہ یابی کے لئے بطور نجم کے نشان دہ تھے۔ باقی رہے حقانی علماء ان کے لئے حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ یقبض العلم بقبض العلماء۔ یعنی حقانی علماء کے مرنے سے علم دنیا سے جاتا رہے گا۔ قرآن شریف میں بھی اذالکواکب انتشرت یعنی بڑے ستارے جھڑپڑیں گے کہہ کر علماء ربانی کی وفات اور قبض علم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

آیت ۹۔ اذالسماء فرجت۔ جب آسمان شگافہ ہو جاوے گا۔ اور دوسری جگہ قرآن شریف میں اذالسماء انشقت۔ فرمایا ہے۔ آسمان کا شگافہ ہونا یا پھٹ پڑنا سماوی بیلیات و کثرت حوادث سے مراد ہے۔ جیسا کہ شدت مصائب کے وقت کہتے ہیں کہ آسمان ٹوٹ پڑا۔ تباہ کن بارشوں کے وقت بھی یوں ہی کہتے ہیں۔ کہ آسمان ٹوٹ پڑا یا پھٹ پڑا۔

آیت ۱۰۔ واذالجبال نسفت۔ جس وقت پہاڑ اُڑا دئے جاویں۔ یعنی بڑی بڑی قومیں نیست و نابود کر دی جاویں گی۔ تاریخوں میں تو بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر انھوں کے سامنے ہی کا معاملہ ہے کہ وہ شوکت اور قوت سکھوں کی جو پنجاب میں تھی کہاں

گئی۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں یہی لفظ اس ترتیب آیا ہے۔ یسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نفسا الایۃ۔

آیت ۱۱۔ واذا المرسل اُقتت۔ جب رسول وقت مقررہ پر جمع کئے تھے قیامت کے روز وقت مقررہ پر اپنی اپنی امتوں کا حال بتانے کے لئے رسول تو اکٹھے کئے ہی جائیں گے۔ مگر دنیا میں بھی تحقیق المذاہب کے بڑے بڑے جلسے جنہیں ہر مذہب کے لیڈروں کو اپنے اپنے بیان کے لئے وقت دیا جاتا ہے وہی بھی ٹو قوت رسل کا ایک نظارہ ہے۔

آیت ۱۲ و ۱۳۔ لاتی یوم اُجَلَّت۔ لیوم الفصل۔ یہ وعدے کب پورے ہوں گے؟ فیصلہ کے دن پورے ہوں گے۔ آخرت میں یہ وعدے پورے ہونگے ہمارا ایمان ہے۔ مگر علامات کبرا اشراط الساعة کے طور پر یہ وعدے دنیا میں اس وقت بھی پورے ہوتے اور ہو رہے ہیں۔ بہت سارے مباحث جن کا فیصلہ مولوی ملاؤں کے ہاتھوں سے نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کا فیصلہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر ہو گیا۔ عیسائیوں کا فیصلہ ڈوئی اور آئتم کے ذریعہ سے ہو گیا۔ آریوں کا فیصلہ لیکھرام کے ذریعے سے ہو گیا۔ سکھوں کا فیصلہ باواناٹک علیہ الرحمۃ کے ذریعے سے ہو گیا۔

آیت ۱۵۔ ویل یومئذ لکلذین۔ جہاں قرآن شریف میں تکرار لفظی کے ساتھ کئی بار اس جملہ کو دہرایا ہے۔ وہاں خصوصیت کے ساتھ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ الفاظ مطابقت کے لئے اشارہ کر رہے ہیں۔ جس میں مسیح موعود کے کافرش دم کی نسبت فرمایا ہے کہ۔ لا یحل لیکافر ان یجدایح نفسه الامات ونفسه ینتھی حیث ینتھی فخر یہ مکتبہ کے لئے ویل کا دن اور یوم الفصل ثبوت ہے اس بات کا کہ اس کے بعد یوم القیامہ جزا سزا کا بڑا دن بھی آئے والا ہے۔

حدیث شریف میں جو مسیح موعود کے انفاس کا ذکر ہے اس سے مراد آپ کے دلائل قاطعہ اور پیشین گوئیاں ہیں۔ چنانچہ اناس کو اس شعر میں ملفوظات نبوی کہا ہے۔

اہل الحدیث ہم اصحاب النبی وان لم یصحبوا نفسہ انفسہ صحبوا

اس آیت شریفہ کو اس سورۃ میں بار بار لاکر یہ یقین دلایا ہے کہ منکرین و کذبین رسالت ہرگز ہرگز فوز و فلاح کے وارث نہ ہوں گے۔

آیت ۲۰۔ من ماء مھین۔ حقیر پانی سے پھوڑے ناقدرے پانی سے بنی ولی۔ رسول۔ بادشاہ۔ امیر۔ فقیر سب ہی اس ماء مھین سے بنے ہیں۔

آیت ۲۱۔ خراہ مکین۔ ٹھہرنے کی جگہ۔ محفوظ جگہ۔ عورت کے رحم میں۔

آیت ۲۵ و ۲۶۔ الم یجعل الارض کفاتی احياء و امواتا۔ کیا نہ بتایا ہم نے زمین کو سیٹھنے والی زندوں کی اور مردوں کی۔ کفاتی کے معنی سیٹھنے والی اپنی طرف کھینچنے والی۔ ایک حدیث میں یہ لفظ اس طرح آیا ہے۔ اکفثوا صبیانکم عند انتشار الظلام۔ کان فی هذا الساعة للشیطن خطفۃ۔ یعنی سمیٹ لیا اپنے بچوں کو شام کے اندھیرے کے وقت۔ کیوں کہ اس وقت شیطان جھپٹا مار لیا کرتا ہے

یوں بھی دیکھا گیا ہے کہ شام کے اندھیرے کے قریب اکثر مویشی وغیرہ بڑی سرعت اور تیزی کے ساتھ چراگا ہوں سے دوڑتے ہوئے مکاؤں کی طرف آتے ہیں۔ ایسے وقت میں بچوں کا درمیان آ پڑنا ضرر اٹھانے کا باعث ہوتا ہے والدین یا سرپرستوں کو ہدایت فرمائی کہ ایسے وقت میں بچوں کو اپنی طرف کھینچ لو۔ باہر نہ نکلنے دو غرض کہ کفاتی کے معنی کھینچنے اور سیٹھنے کے ہیں۔ خواہ مردہ ہوں یا زندہ تر ہو یا خشک۔ نباتات۔ جمادات۔ حیوانات سب کو زمین اپنی قوت جاذبہ اور قوت کشش سے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ مسیح کی موت حیات کا سلسلہ اس آیت سے بخوبی صل ہوتا ہے۔ آیت شریفہ بتلا رہی ہے کہ مسیح ہوں یا اور کوئی دوسرا جاندار۔ مردہ ہو یا زندہ۔ کسی کو بھی زمین نہیں چھوڑتی کہ اس سے جدا ہو کر نکل جاوین۔ اگر برندے اُڑتے ہیں تو پھوڑے عرصہ بعد پھر زمین ہی کی کشش سے اس کی طرف کھینچ چلے آتے ہیں۔ اگر پتھر اُڑ کر پھینکا جاوے تو زمین ہی کی کشش ہے کہ اسکو نیچے لاگاتی ہے۔ زمین کی اس قوت کشش کو سائنس کی تحقیقات میں گراویشن پاور کہتے ہیں جس کو اس آیت میں کفاتی کہا ہے۔ کفاتی۔ کفت لغت سے نکلا ہے۔ نہ کہ کفے ایکٹھی سے کفے ایکٹھی کے معنی کافی ہونا اور الکفات کے معنی اپنی قوت کشش سے چیزوں کو اپنی طرف کھینچنا اور سیٹھنا۔

آیت ۳۰۔ ظلّ ذی ثلاث شعب۔ کسی سایہ کے تین ہی فائدے ہو سکتے ہیں۔ (۱) اُپر کی پیش سے بچانے (۲) گرد و پیش کی لپٹ سے بچانے (۳) شرارے اور چنگاریوں سے امن حاصل ہونا۔ دوزخ کے دھوئیں کا سایہ اس میں یقین کیاں؟ قرآن شریف کی باہمی آیات میں کچھ نہ کچھ ربط مطالب کے لحاظ سے ضرور رہتا ہے۔ دجالی فتوں کا ثبوت قرآن شریف کی اس آیت سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لیا ہے۔ جو سورۃ الدخان میں ہے۔

یوم تاتى السماء بدخان مبین

عیسائیوں کی نجات کا اعتقاد باپ۔ بیٹا۔ روح القدس۔ ان تینوں کی معجون مرکب پر ہے۔ ان تینوں کا جز اعظم بیٹا ہے جو زمین کی اس کشش پر جس کا ذکر ماقبل آیت میں ہے۔ غالب اگر زندہ آسمان پر چڑھ گیا۔ خدا کا بیٹا جو ہوا اس کو گراوی ٹیشن کی کیا پروا؟ آیت باب میں اسی معجون مرکب کو ثلاث شعب سے تعبیر کیا، ربط آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نجات کے لئے نہ باپ کا سایہ ہوگا نہ بیٹے کا نہ روح القدس کا۔ ہونگے اس وقت بھی موجود۔ مگر جس سایہ کی طرف جا دیں گے آرام یا نجات نہ ہوگی۔ اللہ اعلم و علمہ اتم۔ جزا سزا اور اعمال میں مناسبت کا ہونا ضروری ہے۔ جو ان دو آیتوں سے ثابت ہے۔

آیت ۳۹۔ فان کان لکم کید فکیدن۔ کتنا بڑا کید ہے کہ ایک دوسرے کو جمع کرنے سے تین نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی ہوتا ہے۔ ۱+۱+۱=۳

آیت ۴۶۔ کلوا و تمتعوا قليلاً انکم بحجۃ مومن۔ سورۃ کا اکثر حصہ مذہب عیسوی کے اُپر مشتمل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ گرجا کے خادموں کو کھانے پینے کے لئے با فراغت ملتا ہے۔

آیت ۴۸۔ واذ قیل لہم ادکعوا لایرکعون۔ نماز میں عیسائیوں کی

رکوع نہیں صرف (نیل ڈون) گھٹنے ٹیکنا ہے ولس۔

آیت ۵۰۔ فبائی حدیث بعدای ثنون۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح حدیثوں کو بھی نہ مانو۔ واذا سارا النبی اللی بعض اذ واجہ حدیثاً ۱۹ میں بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہی کا ذکر ہے وہاں بھی ان تنوہا لے اللہ فقد صفت قلوبکما ۱۹ آیا ہے۔ ایسے اعتقاد سے قوبر کرنا لازم ہے۔

پارہ ۳۰

سورۃ النبأ رکوع ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت ۲۔ النبأ العظیم۔ نبأ عظیم قیامہ کے وقوع کا دن ہے جس میں دن کو اختلاف تھا۔ نبأ عظیم نشان بات۔ پھر اس کے ساتھ عظیم کے لفظ کو اہمیت کے اظہار کے لئے اور بھی بڑھا دیا۔ ہو سکتا ہے کہ نبأ عظیم سے مراد قرآن مجید اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا دعوے بھی مراد ہو۔

آیت ۴۔ کلاً سید علمون۔ کلاً زجر اور توبیخ کا کلمہ ہے بیان ماقبل کے رد کے لئے آتا ہے۔ سوف نہیں فرمایا "س" جو تابی اور بید رنگی پر دلالت کرتا ہے لاکر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ قیامت کبرئے کے ثبوت کے لئے اس سے پیشتر ایک اور قیامت خیز واقعہ فسخ مکہ وغیرہ کا بھی ہوگا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ ولند یقننکم من العذاب الادنۃ دون العذاب الاکبر ۲۱

یہ سورہ شریف لگی ہے ایسے وقت کی نازل شدہ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تھے۔ اس وقت یہ عظیم نشان پیشگوئیاں دنیا کو سنائی گئیں۔ جو اس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی صداقت اور قیامت کے ثبوت کے واسطے تین دلائل ہوئیں اس زمانہ کے مادہ پرست لوگ غور کریں۔ کہ کیا کوئی انسان اپنی تدبیر اور فکر سے ایسی تھری کے ساتھ اتنا بڑا دعوے خلقت کے سامنے پیش کر سکتا ہے۔ کیا ایسی شاندار بات کوئی شخص صرف اٹکل بازی سے کہہ سکتا ہے۔

قیامت کے منکرین کے واسطے یہ دلائل نہایت ہی فائدہ بخش ہو سکتے ہیں۔ بشرط اس کہ کوئی غور کرے۔

آیت ۶۔ الم یجعل الارض مھداً۔ جعل پہلے پہل پیدا کیا۔ مہاد بمعنی مہود۔ اسم مصدر۔ اسم مفعول کے معنی میں ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔

جعل لکم الارض فراشاً۔ معلوم ہوا کہ مہاد ہونا بھی زمین کی ایک صفت ہے۔ اور فراش ہونا بھی ایک صفت ہے۔ چون کہ قیامت کے وقوع میں استبعاد عقلی ظاہر کیا گیا تھا اسلئے اپنی قدرت کاملہ۔ سطوة اور جبروت کے چند ایک نظارہ قدرت کو پیش کیا مثلاً جبال۔ خلق ازواج۔ نوم و سبات۔ تبع شداد۔ سراج و نارج وغیرہ کئی ایک عظیم نشان مشہود قدرتوں کو پیش کیا تاکہ عجز کا وہم دور ہو۔

مہد۔ گہوارے کو کہتے ہیں زمین بھی ایک گہوارے کی طرح ہے سورج

کے گرد گردش کرتی ہے۔ انسان کا یہ گہوارہ ہے۔ مٹی سے وہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر مٹی میں مل جاتا ہے پھر مٹی سے اٹھایا جاوے گا۔ اس زمین پر جزا و سزا کے اعمال کا ایک نقشہ اپنے سامنے دیکھتا ہے۔

آیت ۷۔ والجال اد تاداً۔ اوتاد وتد کی جمع۔ وتد بمعنی کہوٹی۔ جس سے اس جگہ مضبوطی جبال کا اظہار بھی مقصود ہے۔

پہاڑ نقل ارض کو ایک اندازہ پر رکھنے والے ہیں۔ آج کل کے سائنس دانوں نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ اگر زمین پر پہاڑ نہ ہوتے تو وہ جنبش کرتی رہتی۔ اس میں زمین کی پیدائش اور بناوٹ کی طرف اشارہ ہے اور ان فوائد کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ جو پہاڑوں سے اہل زمین کو حاصل ہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ والقی فی الارض رداسی ان تمیداً بکم۔ رکھے ہیں زمین میں پہاڑ تاکہ وہ تمہیں کھانا دیوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے نور الدین میں اس کی فلسفی یوں بیان کی ہے۔ جو ایک معترض کے جواب میں اپنے لکھی ہے۔

سوال۔ زمین پر پہاڑ اس لئے رکھے کہ وہ آدمیوں کے بوجھ سے ہل نہ جاوے

الجواب۔ قرآن کریم میں اس مضمون کی کوئی آیت نہیں۔ البتہ یہ آیت ہے۔ والقی فی الارض رداسی ان تمیداً بکم وانما اد تاداً و سبلاً لعلکم تھتدون (پکا نخل)

اس آیت میں ان تمید بکم کا لفظ ہے جس کے معنی تمہیں بتاتے ہیں۔ اور دوسری آیت اسی مضمون کی یہ ہے۔ وجعلنا فی الارض رداسی ان تمیداً بکم وجعلنا فیہا فجاً سبلاً لعلکم یھتدون۔ (پکا انبیاء) ان دونوں آیتوں میں تمید کا لفظ ہے۔ جو بہالت کے سبب سے دشمنان اسلام کی سمجھ میں نہیں آیا۔ سنو لغت عرب میں ہے۔ مادنی۔ یمیدنی۔ اطعمنی (مفردات القرآن للواغب)

اور مید کے معنی ہنا۔ دیکھو ماد یمید میدا د میدا انا یحرک (قاموس اللغۃ) مادھم اصحابہم دوار (قاموس) والمائدة الدائرة من الارض قلیوں

ان معنوں کے لحاظ سے جو مادنی یمیدنی کے کئے گئے ہیں۔ اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ رکھے زمین میں پہاڑ اس لئے ہیں کہ کھانا دین تمہیں۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے بنایا ہے کہ ان میں سے برفیں گھسلیں۔ چشمے جاری ہوں

ندیاں نکلیں۔ پھر ان کے بل پر اس سطح سے جس میں ریگ ہوتی ہے۔ پانی مصفا ہو کر کنوئین میں آتا ہے۔ پھر اس سے کھیت سرسبز ہوتے ہیں یہ بھی ایک علاوہ اس رحمت کے سلسلے کے ہے جو باران رحمت الہیہ سے ہے۔ جس کا ذکر اس کلمہ طیبہ میں

ہے۔ وانزل من السماء ماءً فاخرج به من الثمرات رزقاً لکم (پ بقرہ) اور دوسرے معنوں کے لحاظ سے آیت کے یہ معنی ہوئے۔ کہ ہم نے زمین پر پہاڑ رکھے۔ کہ چکر کھاتے ہیں۔ ساتھ تمہارے یہ الہی طاقت کا ذکر ہے کہ اس نے ایک بڑے

مستحکم مضبوط پہاڑوں کو بھی زمین کے ساتھ چکر دے رکھا ہے اور نظام ارضی میں کوئی خلل نہیں آتا۔ اب کوئی انصاف کرے کہ کن معانی پر اعتراض کی جگہ ہے۔ ہم نے

تصدیق براہین احمدیہ کی جلد دوم میں اس مضمون پر بسط سے کلام کیا تھا۔ اس مسودے سے بھی یہاں مختصراً کچھ نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ کلمہ بابین احمدیہ

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب کے زمانے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدیع

بعد فرمایا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ حَايَةٍ۔ القی کا لفظ جو آیتہ القی

فی الارض میں آیا ہے۔ اُس کے معنے ہیں بنایا۔ کیونکہ قرآن مجید کی دوسری آیت میں بجائے القی کے جَعَلَ کا لفظ آیا ہے۔ جس کے صاف معنے ہیں بنایا۔ اور اُن امور کی کیفیت آیت ذیل تجوی ظاہر ہوتی ہے وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا اور زمین کے اوپر پہاڑ بنائے اور اُس میں برکت رکھی وَبَارَكْنَا فِيهَا وَتَدَارَى فِيهَا اَنْوَاعُهَا (پ ۴ فصلت) اور اس پر ہر قسم کے کھانے کی چیزیں پیدا کیں۔ ایک عجیب نکتہ آپ کو سناتے ہیں۔ آپ سے میری مراد وہ سعادت مند ہیں جو اس نکتہ سے فائدہ اٹھائیں۔ قرآن کریم میں ایک آیت ہے۔ اس کا مطلب ایسا لطیف ہے کہ جس سے یہ تمہارا سوال بھی حل ہو جائے اور قرآن کریم کی عظمت بھی ظاہر ہو۔ غور کرو اس آیت پر۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْشَبُهَا جَمَادًا وَ
هِيَ تَمْرَمُرُ السَّحَابِ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي
أَتَقَّنَ كُلَّ شَيْءٍ (پ ۲۰ عنکبوت)

کو خوب مضبوط بنایا ہے۔

غور کرو یہاں ارشاد فرمایا ہے کہ پہاڑ تمہارے گمان میں ایک جگہ جمے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور وہ بادلوں کی طرح چلے جاتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ زمین کے ساتھ حرکت کرتے ہیں۔ اور یہ کیسا عجیب نکتہ ہے۔

آیت ۹۔ وَجَعَلْنَا فَوْقَكُمْ سَبَاتًا۔ نوم بھی قیامت کے ثبوت کیلئے ایک عجیب واقعہ روزمرہ کا ہے۔ سبات کے کئی معنی ہیں۔ سبات نیند اور راحت۔ سبات قطعاً لا محالہ۔ سبات تندہ اور کھولنے کو بھی کہتے ہیں سَبَاتُ الْمَرْءِ شَعْرًا۔ نیند بھی ایک قسم کی موت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے پھر اس مردے کو زندہ کرتا ہے۔ یہ موت ناقص ہے۔ موت کامل کے بعد بھی انسان اسی طرح پھراٹھا جائے گا۔ یہاں اس کا ایک نمونہ دکھایا گیا ہے۔

آیت ۱۰۔ جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا۔ راتوں کے سبات اور آرام پانے کی وجہ سے تھکے ہوئے چہروں پر دوسری جگہ جو تروتازگی اور رونق آ جاتی ہے یہ بھی ایک قسم کا لباس ہے۔ حقیقت میں رات بندوں کے لئے بڑی پرودہ پوش چیز ہے۔ کوئی شاعر کہتا ہے۔

الليل للعاشقين سترًا۔ بالیت اوقاتہا تدمم

آیت ۱۴۔ وَانْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَقِيًّا جَا۔ معصرات اُن بادلوں کو کہتے ہیں جن میں سینج کی طرح پانی بھرا ہوا ہو جو ٹپکنے کے قریب ہو (مطر لغت میں اس لڑکی کو بھی کہتے ہیں جو قریب البلوغ ہو)۔ سینج لازمی اور مستعدی دونوں معنوں میں مستعمل ہوتا ہے لازمی جیسے سینج الماء پانی کثرت سے بہا۔ مستعدی جیسے

پارہ تیسواں۔ سورۃ النبا

بقیہ رکوع اول

براہین احمدیہ کے اعتراض کا تیسرا حصہ یہ تھا۔ اہل اسلام کے نزدیک پہاڑ بمنزلہ میخوں کے زمین پر ٹھونکے گئے یہ ”خام خیالی“ ہے۔

الجواب۔ خام خیالی کا دعویٰ کرنا اور ثبوت نہ دینا یہ بھی معترض کی خام خیالی ہے۔ وَالْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ (پ ۲۱ لقمان) اور آیتہ کریمہ وَالْجِبَالُ أَوْتَادًا (پ ۳۰ عم) ایک نہایت سچی فلسفی ہے۔ اور اس سچی فلسفی پر جدیدہ علوم اور حال کے مشاہدات گواہی دیتے ہیں۔ اور اپنی مشاہدات سے بھی ہم گزشتہ دیرینہ حوادث کا علم حاصل کر سکتے ہیں طبقات الارض کی تحقیقات اور مشاہدات سے اچھی طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ اس زمین کا ثبات و قرار اضطرابات اور زلازل سے خالق السموات والارض نے

تکوین جبال اور خلق کوہسار سے ہی فرمایا ہے اور زمین کے تپ لڑھ کو اس علم و قدرت نے تکوین جبال سے تسکین دی ہے۔ چنانچہ علم طبقات الارض میں تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ زمین ابتدا میں ایک آتشیں گیس تھا جس کی بالائی سطح پر دھواں اور دھان تھا۔ اور اس امر کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ (پ ۲۴ فصلت) پھر وہ آتشیں مادہ اوپر سے بتدریج سرد ہو کر ایک سیال چیز بن گیا۔ جس کی طرف قرآن شریف ان لفظوں میں اشارہ فرماتا ہے۔ وَكَانَ عَرِشُهُ عَلَى الْمَاءِ (پ ۱۲ ہود) پھر وہ سیال مادہ زیادہ سرد ہو کر اوپر سے سخت اور منجمد ہوتا گیا۔ اب بھی جس قدر اس کے عمق کو غور سے دیکھتے جاویں۔ اس کا بالائی حصہ سرد اور نیچے کا گرم ہے۔ کوئلوں اور کانوں کے کھودنے والوں نے اپنی مختلف تحقیقات سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ گو اس نتیجہ میں فلاسفوں کو اختلاف ہے کہ چھتیس میل عمق سے نیچے اب تک ایک ایسا ذوبانی اور ناری مادہ موجود ہے جس کی گرمی تصور سے بالا ہے (اسلام نے بھی دوزخ کو نیچے بتایا ہے) جب زمین کی بالائی سطح زیادہ موٹی نہ تھی اس وقت زمین کے اس آتشیں سمندر کی موجوں کا کوئی مانع نہ تھا۔ اور اس لئے کہ اس وقت حرارت زیادہ قوی تھی اور حرارت حرکت کا موجب ہوا کرتی ہے۔ زمین کی اندرونی موجوں سے بڑے بڑے مواد نکلتے جن سے پہاڑوں کے سلسلے پیدا ہو گئے۔ آخر جب زمین کی بالائی سطح زیادہ موٹی ہو گئی اور اس کے ثبات و ثقل نے اس آتشیں سمندر کی موجوں کو دبایا۔ تب وہ زمین حیوانات کی بود و باش کے قابل ہو گئی۔ اسی واسطے قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ الْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ اور اس کے

حدیث شریف میں ہے **أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَى اللَّهِ - أَلْعَمُّ وَالْعَمْرُ** ع کے
مفنی تلبیس دیکرنا۔ ایک کہنا۔ اور ع کے معنی قربانیوں کا خون بہانا۔ غرضکہ معصرا
سے ماء متجاء کا ہونا عبارت ہے۔ بارش موسلا دھار سے ۔

آیت ۱۔ یوم الفصل۔ فرمایا یوم الفصل مقرر ہے۔ وہ یقیناً آنے
والا ہے۔ مگر مظهر میں یہ نبوت سنائی گئی۔ اور بدر یوم الفصل اور یوم الفرقان
واقعات کے رو سے ثابت ہو کر قیامت و محشر کے واسطے ایک بین دلیل ہے ۔
آیت ۲۱۔ إِنْ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا۔ مِرْصَاد کے معنی کمین گاہ
گھات۔ قید خانہ۔ جیل خانہ ۔

آیت ۲۲۔ لِلطَّاغِينَ مَلَأًا۔ سرکشوں کے لئے بازگشت کی جگہ طغین
کے بالمقابل اگلی آیت میں متقین اور ان کی جزا کو بیان فرمایا ہے ۔
طاعی سرکشی کے حد سے نکل جانے والا ۔

متقی خداوند تعالیٰ کی حد بندیوں کے اندر رہنے والا ۔
صادق آن باشد کہ آیام بلا ۔ مے گذارو با محبت با وفا
احتقاراً ۔ اس سے ظاہر ہے کہ جن غیر متقیوں نے جہنم کی عذاب گاہ ہے ۔
جہان انسان کی روحانی بیماریوں کا علاج ہو کر اسے بہشتی زندگی بسر کرنے
کے قابل بنا دیا ہے ۔

رکوع دوم

آیت ۱۔ إِنْ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا۔ پاس ہونے والے۔ کامیاب
اور بامراد ہونے والے متقین ہی ہیں ۔

آیت ۳۔ كَوَاعِبُ انْتِزَابًا۔ کواعب جمع کعبہ کی ہے کعبین پیر کے
دونوں ٹھکانوں کی ٹھکانیں کہتے ہیں۔ کواعب سے مراد وہ توفیق و نعمتیں ہیں
جن کے پستان ٹخنوں کی طرح ابھرنے پر ہوں۔ (محاورہ ہے تکبۃ الجاریۃ۔ و
کعبۃ الجاریۃ)

انتزاب۔ اس لفظ کا اصل ترب اور تراب۔ سے ہے جس سے مطلب
خاکساری اور انکساری ہے۔ طاعین کی سزا کے بالمقابل انتزاب یعنی منکسر
المزاج عورتوں سے جزاء متقین خوب مناسبت رکھتی ہے ۔

انتزاب کے لغت کی حقیقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
عمل الترب کے اُس بیان سے بھی خوب واضح ہوتی ہے جو ازالۃ الاولیام
طبع اول صفحہ ۳۱۲ میں مذکور ہے جہاں آپ نے تسخیر بالنظر کے عمل کو
بیان فرمایا ہے۔ اس عمل میں معمول (جسکو انگریزی میں سبجکٹ کہتے ہیں) کا اپنے
عامل کے لئے پورا منکسر المزاج مطیع و فرمان پذیر بننا ضروری ہے۔ حضرت صاحب

کا ایک الہام بھی ان صفحوں میں درج ہے وہ یہ ہے۔ **هَذَا هُوَ التَّرْبُ**
الَّذِي لَا يَعْلَمُونَ۔ انتزاب کے معنی ہمعمر اور ایک ساتھ مٹی میں
کھیلنے والوں کے بھی بیان ہوئے ہیں۔ لِلنَّاسِ فِي مَا يَعْشَقُونَ مَذَهِبَ شَتَّى

آیت ۴۔ كَأْسًا دَهَاقًا۔ کاس بہرے پیلے کو کہتے ہیں۔ جو
پیالہ سنیے کی چیز سے خالی ہو اُسے کاس نہیں کہیں گے۔ پیالہ اتنا بھرا ہو کہ چھلکنے
لگے اُس پیالہ کو کاس دہاق کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اَسْقِنَا
وَادْهُقْ لَنَا۔ یعنی پلا ہم کو اور خوب بھر کر پلا۔ دہاق کے معنی پے در پے کے
بھی آئے ہیں ادْهَقْتُ الْحَجَاةَ ادْهَاقًا۔ میں نے پے در پے پتھر پٹے ۔

آیت ۸۔ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ الْخَاصِرُونَ۔ اور قادیان فرماتے ہیں
کہ رُوح سے نبی آدم اور ارواح انکی مراد ہیں۔ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ
لَهُ الرَّحْمَنُ ہیں۔ عیسویت کے کفارہ کی تردید ہے۔ جنہر رُوح کے لفظ کا اطلاق
ہے وہ سب دست بستہ کھڑے ہیں کہ کلام کرنے کی مجال نہیں۔ کیا رُوح رملو

صرف وہ قسم لیا جائے جس میں کلام کی میراث ہو چھوٹے کی ایسی سٹی پلید ہوتی ہے کہ اس سچا پرہ کو بولنے
تک کی جرأت نہیں۔ علاوہ اس کے جنہر کے معنی رحم بلا مبادلہ کرنے والا ہے
صفت رحمانیت اور کفارہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ (تفصیل کیواسطے
دیکھو بیکر کفارہ) رحمانی صفت میں تنازع کا بھی رتبہ ہے۔ جو رحم بلا مبادلہ کرتا ہے
اس کو مختلف جنوں میں کتابا بلا بنا کر اپنا گھر پورا کر لینے کی کیا ضرورت ؟ قرآن کریم میں

آیت ۱۰۔ اِنَّا نَذَرْنَا لَكَ عَذَابًا قَرِيبًا۔ الخ۔ ابتداء سورہ میں سب علموں
دوبارہ کہہ کر قریب ہی آنے والے عذاب کی طرف توجہ دلایا تھا۔ خاتمہ سورہ بھی
عذاب قریب کا ذکر فرمایا۔ جو یوم بدر اور فتح مکہ کے دن واقع ہوا اور یہ عذاب
کی پیشگوئیاں دنیا میں صادق ہو کر قیامت اور اُس کے عذاب کے لئے ثبوت
ٹھہریں ۔

یہاں سورۃ التبا کے نوٹ ختم ہوئے

سورۃ النازعات

رکوع اول

آیت ۱۔ وَالنَّازِعَاتُ غُرَقًا۔ نازعات زور سے اور تکلف سے
کھینچنے والے ۔

آیت ۲۔ وَالنَّاشِطَاتُ نَشْطًا۔ بلا تکلف نشاطِ خاطر سے کھینچنے والے ۔

آیت ۳۔ وَالسَّابِحَاتُ سَبْحًا۔ اپنے فن کے پیراک اور ماہر ۔

آیت ۴۔ فَالسَّابِقَاتُ سَبْقًا۔ اپنے ہمعصروں سے سبقت لیجانیوالے ۔

آیت ۵۔ فَالْمُدَبِّرَاتُ أَمْرًا۔ افسرانِ محکمہ جات اور اپنے اپنے فنون
کے موجد و مدبر ۔

مطلوبہ سورۃ کی یہ پانچ آیتیں ہیں جو اس بات کا اظہار کر رہی ہیں کہ دینی
امور ہوں یا دنیوی۔ اُنکے انتہائے کمال پر پہنچنے کے لئے یہ پانچ مرحلے طے کرنے
پڑتے ہیں۔ اول۔ کام سے ہٹانے والی چیزوں سے الگ ہو کر انسان اپنے کام

آیت ۱۰۔ الحافزہ۔ نشان قدم۔ خفر سم کو کہتے ہیں۔ حفہ گڑھے کے معنی ہیں۔ مردودون فی الحافزہ۔ کیا ہم اپنے نقش قدم پر لوٹ کر پھر اگلی حالت جیسے زندہ انسان ہو جائیں گے ؟

آیت ۱۴۔ الساہرہ۔ میدان حشر۔ میدان جنگ۔ میدان بدر بھی اس کا مصداق تھا ۔

آیت ۱۸۔ هل لك الى ان تزكى۔ بڑی ہی نرمی اور ملائمت سے تبلیغ کو شروع کرنے کی تعلیم فرمائی ہے۔ دوسری جگہ قولاً لا قولاً لینا فرمایا ہے ۔

آیت ۲۰ و ۲۱۔ فاربہ الاية الكبریٰ فکذب وعصی۔ آیت الکبریٰ حصے تھا جس کے تابع پہلی آیت کے وقت یدربضاً بھی تھا۔ اس لئے ایک ہی چیز کا ذکر فرمایا۔ ورنہ دوسری جگہ فرمایا ہے ولقد اریناہ ایلینا کلہا فکذب وادبی ۔

آیت ۲۴۔ ان فی ذلک لعبرة لمن یحشی۔ آیہ میں اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ موسیٰ کے ساتھ میں مثیل موسیٰ علیہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے عبرت ہے۔ عبرت کہتے ہیں ایک واقعہ سے دوسرے واقعہ کی طرف پہلے جانے کو۔ معبر کشتی کو کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اس طرف سے اس طرف کو عبور کرنے کا آلہ ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابیوں کو موسیٰ علیہ السلام کی کامیابیوں کے شیشہ میں دکھلا کر آخر میں ان فی ذلک لعبرة لمن یحشی۔ فرمایا۔ آیت اپنے عموم کے رو سے ہر خاشع و متقی کے لئے عبرت ہے ۔

خوشتراں باشد کہ ستر و لبراں
گفتہ آید در حدیث دیگران

رکوع دوم

آیت ۱۔ انتم اشد خلقاً ام السماء۔ آسمان کی شدید پیدائش کو اپنی سطوة و قدرۃ کے اظہار کے لئے بعث بعد الموت کو مستبعد سمجھنے والوں کے سامنے پیش کیا ۔

آیت ۳۔ رفع سمکھا۔ سمک بلندی ۔

آیت ۳۔ واغطش لیلہا واخرج طلعہا۔ رات اور دن کی اضافت آسمان کی طرف اس وجہ سے کی کہ رات کے حدوث کا سبب غروب شمس اور دن کے پیدا ہونے کا باعث طلوع شمس ہے اور اس کو طلوع و غروب حرکت فلکی کی وجہ سے حاصل ہے اسی وجہ سے ان دونوں کی اضافت آسمان کی طرف ہے ۔

آیت ۴۔ والارض بعد ذلک دحیہا۔ سورہ فصلت میں زمین کی پیدائش کے بعد ثلثاً استوی الی السماء ففسو لھن۔ فرمایا ہے ۔ اختلاف کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ دوحو سے مطلق بطل اور پھیلا نا ہی مراد نہیں ہے۔

میں محو ہو جائے۔ دوم۔ پورے نشاط اور خوشی سے اپنے کام کو کرے۔ سوم۔ اپنے کام میں اس طرح مشغول کرے جس طرح پیراک پانی میں تیرتا ہے اور اس کو کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ چہارم۔ اپنی جماعت اور ہم عمر لوگوں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔ پنجم۔ اپنے کام میں ایسا کمال حاصل کرے کہ خود اس میں موجد ہو جائے۔ مثلاً طالب علم ہو یا تاجر۔ پہلے پہل اس کو تہہ گوش و تہمتن ہو کر اپنے کام میں مستغرق ہونا پڑتا ہے۔ تب کچھ حروف شناسی یا سنبھال پڑتا ہے۔ پھر بعد اس کے نشاط خاطر سے کام چل پڑتا ہے۔ پھر بعد چندے طالب علم یا پیشہ ور اپنے اپنے معانی و مطالب کے پیراک ہو جاتے ہیں۔ پھر اپنے ہمعصروں اور پیشہ وروں سے بائیکدیگر مسابقت و پیشقدمی کرنے لگتے ہیں۔ آخری درجہ کمال یہ ہوتا ہے کہ موجد فن و تدبیر و افسر اعلیٰ بن جاتے ہیں ۔

ملائکہ اللہ کی خدمات بھی ان آیتوں سے مراد سمجھی گئی ہے۔ مگر آیت اپنے عموم پر دلالت کر کے ملائکہ اللہ کے ہم رنگ و ہم سبق ہونے کی انسانوں کو بھی تعلیم دے رہی ہیں اور ساتھ ہی جزا و سزا کے مسئلہ کو جو مقصود بالذات ہے ثابت کر رہی ہیں۔ نتائج اعمال حق ہیں۔ کوششوں کے پھل ضرور ملیں گے ۔

الدنیا مزرعۃ الاخرۃ۔ دنیا ایک زراعت گاہ ہے۔ اس زراعت کے کاٹنے کا جو وقت ہے اس کا نام یوم آخرۃ و یوم القیامت ہے ۔

از مکافات عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جو ز جو

اللہ تعالیٰ نے قسم کے ساتھ بیان فرمایا ہے ہ گویا کہ ان واقعات کو جزا و سزا کے لئے گواہ ٹھہرایا ہے۔ اور اس آئے والے دن کے اشراف عظام۔ مبادی و مقدمات یوں بیان فرمائے ہیں :-

آیت ۵ و ۶۔ یوم ترحف الراحۃ تتبعھا الرادفہ۔ زلزلے ہمیشہ آتے رہیں گے۔ ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اشراف عظام قبل قیام ساعۃ جب شروع ہو جائیں گے تو ایسے لگاتار ظہور ہونگے جیسے تسبیح کا تاگہ لوٹ جانے سے منکے تسبیح کے متتابع یکے بعد دیگرے گرنے لگتے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اول الآیات خروج الشمس من مغربھا والذاتۃ یتھما خرجت فالآخری علی اثرھا۔ سب سے پہلی نشانی جو ظاہر ہوگی وہ یا تو طلوع شمس من مغربھا ہوگی یا خروج دابہ کی ہوگی۔ جو نشانی ان میں سے پہلے ظاہر ہوگی۔ دوسری بھی اس کے نقش قدم کے ساتھ ہی شروع ہوگی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ تیرہ سو برس گزرنے کے بعد ظہور ان آیات کا جو تعبیر طلب ہو گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح دور کی چیز اپنی کیفیت و کیفیت میں بر سبب بعد مکانی کے اپنی اصلی شکل سے کچھ مغائر معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح سے پیغمبروں کے مکاشفات کا حال ہے کہ پیشگوئیوں میں جو مکاشفات کے ذریعہ سے بیان کی جاتی ہیں بر سبب بعد مکانی کے کچھ نہ کچھ تعبیر واقع ہو جاتی ہیں۔ احکام و اوامر و نواہی کا ایسا حال نہیں ہوتا۔ اب تو کئی قسم کے زلزلے آئے اور متتابع آئے ۔

بلکہ نباتات کا لگانا اور درختوں وغیرہ کا جاری کرنا بھی دوحوں میں شامل ہے اور یہ بیشک بعد پیدائش آسمان کے ہوا ہے۔ یعنی جو چیزیں خدا نے تعالیٰ نے زمین میں مخفی رکھی تھیں وہ آسمان کی پیدائش کے بعد ممکن قوت سے حیز فعل میں آئیں۔ یہی زمین کا دوحہ ہے۔ سورۃ فصلت کا تم تاخیر کے لئے نہیں بلکہ تم استویٰ الی السماء کے معنی فصلت سورۃ میں یہ ہیں کہ پس آسمانوں کے تسویہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جو پہلے سے تھیں۔ اس سورۃ نازعات میں بھی بتاھا کہ کہ بناء آسمان یعنی تعمیر بنائے آسمان کو قرار دیا ہے۔ سورۃ فصلت میں تم ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ وہاں صرف نعمتوں کا شمار مقصود ہے جیسا کہ تورات کی نسبت فرمایا۔ ثم اتینا موسیٰ الکتاب ۴۔ اور یہاں اول بناء آسمان اور پھر دوحہ ارض کا ذکر ہے ۵۔

آیت ۶۔ والجبال ارساھا۔ مضبوط بنایا ان کو ۶۔

آیت ۸۔ طامة الکبسی۔ طامہ بڑی گھسان۔ گھوڑا چلنے اور دوڑنے میں اپنی ساری قوت خرچ کر دے تو اس وقت طم الفرس طمیما بولا کرتے ہیں ۸۔

آیت ۱۲۔ فاما من طغی۔ طغیانی حد سے باہر ہو جانا۔ ندی نالوں کا پانی جب حد سے باہر نکل پڑتا ہے تو طغیانی کہلاتا ہے۔ جو بہت زیادہ پھیل جائے اور بڑی سرکشی کرے وہ طاعوت ہے ۱۲۔

آیت ۱۳۔ اثرا الحیوة الدنیا۔ اثر ایک چیز کو دوسری چیز سے زیادہ پسند کیا ۱۳۔

آیت ۱۴۔ نہی النفس عن الھوی۔ ہو اگر ہی ہوئی نہی خواہش ۱۴۔

آیت ۱۶۔ ایاں مرسلھا۔ مُرسا۔ انتہاء سیر اور اس کا ٹھکانہ کشتی جب چلک ٹھہرتی ہے تو مُرس سے السفینہ کہتے ہیں ۱۶۔

آریہ لوگ نادانی سے اعتراض کرتے ہیں (کیونکہ انہیں حقایق معاد سے بالکل نا آشنا ہے) کہ انسان کے جزاء دینے میں اس قدر دیر لگانا انصاف کے خلاف ہے۔ چاہئے کہ فوراً سزا ہو۔ قیامت تک ہر شخص کو حوالات میں رکھنا اور پھر کسی کو کم کسی کو زیادہ دیر رکھنا سخت بے انصافی ہے ۱۷۔

اس اعتراض کے جواب میں اول تو یہ کہنا کافی ہے۔ کہ اسلام کی حقیقت سے اگر وہ واقف ہوتے تو ایسا لغو اعتراض نہ کرتے۔ یوم کا لفظ ہر آن پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور اعمال کی جزا و سزا اسی وقت سے شروع ہو جاتی ہے۔ جب کوئی عمل جبط فعل میں آتا ہے ۱۸۔

علاوہ بریں یہ بھی فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے من مات فقد قام قیامتہ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی ۱۹۔

پھر ان سب باتوں کے علاوہ خود اسی سورۃ میں اس کا جواب موجود ہے کہ قبر کا زمانہ ایسا معلوم ہو گا گویا پھر پھر پھر ہیں تو پھر تو وقت جزا یا حوالات کا اعتراض

نہایت ہی لغو ہو جاتا ہے ۲۰۔

یہ اعتراض تو آریوں پر ہوتا ہے۔ کہ کیوں اعمال کی جزا کو دوسرے جنم تک ملتوی کیا جاتا ہے۔ اور پھر ایسے دوسرے جنم میں جو بھوک جونی کہلاتا ہے پہلے جنم کے اعمال و افعال کا کچھ بھی شعور نہیں ہوتا۔ اور نہ پہلا شخص قائم رہتا ہے۔ جو ان کے مجوزہ اور مقررہ انصاف کے صریح خلاف ہے۔ پھر مہا پرے کے وقت جو خلق فنا ہوتی ہے۔ ان کی سزا و جزا کو اگلی دنیا تک جو آٹھ ارب کا زمانہ ہے ٹکائے رکھنا۔ کس اصول و یا منت و انصاف پر مبنی ہے؟ کیا مخلوق کا کام ہے کہ خالق کو مشورہ دے؟

غرض یہ سوال یا اعتراض بالکل فضول اور لغو ہے ۲۱۔

آیت ۱۷۔ فیم انت من ذکرھا۔ اے پیغمبر تم اس کا وقت بتانے کے کہاں بکھیرے میں پڑے ہو!

حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ ہمیشہ لوگ قیامت کے تعین وقت کا سوال کیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت اور الی ارباب منترہا نازل ہوئی تو لوگ سوال سے باز آ گئے ۲۲۔

سورہ عبس رکوع اول

شان نزول | اس سورۃ کی ابتدائی آیتوں کے شان نزول کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ جس کا ذکر میں ابھی کر چکا۔ اس سے پہلے اس امر کو یاد رکھنا چاہیئے کہ شان نزول جو ہمیشہ یہ مراد نہیں ہوتا کہ ان آیات کے نزول سے وہی امر مراد ہے جو شان نزول کے تحت میں بیان کیا جاتا ہے۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ وحی الہی کے نزول کے کچھ اسباب ہوتے ہیں۔ ان میں سے اس واقعہ پر بھی وہ آیات چسپاں ہوتی ہیں ورنہ اگر کسی ایک واقعہ کو مخصوص کر لیں تو پھر قرآن مجید کی عظمت جو اس کے عام اور ابدی ہونے میں ہے کم ہو جاتی ہے ۲۳۔

غرض اس کی ابتدائی آیات کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجمع قریش میں تبلیغ فرما رہے تھے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر بدل حریص تھے کہ یہ لوگ ہدایت پا جاویں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ایک موقع پر فرمایا ہے لعلک باخع نفسك ان کا یکنووا مؤمنین یعنی کیا تو اپنے آپ کو معرض ہلاکت میں ڈال دے گا۔ اس خیال اور فکر سے کہ یہ مومن ہو جائیں، آپ کے دل میں از حد تڑپ تھی اس امر کی کہ یہ لوگ ہدایت پائیں۔ اسی اثنا میں عبد اللہ بن ام مکتوم جو نابینا تھے دوڑتے ہوئے آئے اور آپ سے امر دین میں کچھ دریافت کرنا چاہا۔ چونکہ وہ نابینا تھے انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یہاں کن لوگوں کو حضرت خطاب کر رہے ہیں۔ اور ادب الرسول کے موافق انہیں کیا طرز اختیار کرنا چاہیئے۔ و فور شوق اور اخلاص سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی

مخاطب ہوئے یہ تیری خیالی تہذیب کے ماتحت قابل اعتراض ہے مگر اللہ تعالیٰ دلوں کو جانتا ہے اور اس کے نزدیک قابل قدر وہی ہیں جو خدا سے ڈرتے اور تزکیہ نفس کرتے ہیں۔

آیت ۱۔ عیس و توئی۔ عیس سے تلکھٹی تک دس آیتوں میں اس بات کو ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکو نواز اور نیکو گیر ہے۔ اس کے حضور بہت احتیاط اور خدرا چاہیے۔ نزدیکان را بیش بود حیرانی۔ انہار کہ قریب تر اند خائف تر اند کا مضمون ہے۔ عیس و توئی۔ تیوڑی چڑھایا اور منہ پھیر لیا۔ چونکہ شان نزول ایک خاص واقعہ کا پتہ صحیح حدیثیں دے رہی ہیں اس لئے کفار کی طرف سے منہ پھیر لینا اور ان کی طرف سے تیوڑی چڑھا کر ایک غریب کی طرف متوجہ ہونا یہ معنی بالعکس واقع کے ہیں اس لئے جمع بین الضیق صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ صحیح بات وہی ہے جو حدیث صحیح سے ثابت ہے اور نظم کلام الہی اس کا مؤید ہے۔

آیت ۲۔ فانك لہ تصدٰی۔ تم اس کی طرف جھکے ہوئے ہو اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔

آیت ۱۰۔ فانك عندہ تلمٰشٰی۔ تم اس کی طرف سے غافل ہو خیال کو ہٹائے ہوئے ہو۔

آیت ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ فی صُحُفٍ مَّكْرَمَةٍ مَّوَفُّوْعَةٍ مَّطَهَّرَةٍ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ان چار آیتوں میں قرآن شریف کے کاتبوں۔ قاریوں۔ حافظوں۔ کی عظمت۔ خود قرآن شریف کی عظمت۔ اور اسلام کے لئے آئندہ زمانہ میں شان و شوکت کی پیشگوئی بڑی شد و مد سے بیان ہوئی ہے گو ان سے مراد ملائکہ اللہ بھی ہیں۔ سفرہ۔ سفر کی جمع ہے جس طرح کتبہ کا تب کی جمع۔ اور سفرہ سے لکھنے والے مراد ہیں۔ سفر کے معنی کسی چیز کو واضح کر کے بیان کرنے کے ہیں جیسا کہ اسی سورۃ مسفرہ کے بیان میں آئے گا۔ حضرت عائشہ رضی عنہا سے مروی ہے **الماہر بالقرآن مع السفر** **الکرام البررہ**۔ قرآن شریف کا ماہر سفرۃ الکرام البررہ کے ساتھ ہوگا قرآن شریف صرف یاد کر لینا اور بات ہے اور اس کا ماہر ہونا اور بات ہے لوگ اسلام کے تنزل کے طرح طرح کے اسباب بیان کرتے ہیں۔ قرآن شریف کے ماہرین کے لئے ان آیات میں کیا کیا وعدے دیئے گئے ہیں وہ غور فرمائیے اور پھر اس کے ساتھ میں آیت کریمہ **قَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ اِنِّ**

تَوْحٰی اَتَّخِذُهَا هٰذَا الْقُرْآنَ مَجْزُوًّا کو بھی پڑھ لیں۔

بررہ۔ بار کی جمع بمعنی نیک کردار کے ہیں۔ قرآن شریف کے مضامین معانی و مطالب کے توضیح کے لئے سفرہ اور بررہ کے لفظ میں بڑی خوشخبری ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان سفیر نیک کردار ہوتے ہیں۔ سلطنتوں کے درمیان سفیر کا یہی کام ہوتا ہے کہ وہ نیک کرداری کے ساتھ دوسلطنتوں کے مقاصد و اغراض کو کیوں کر بیان کرتے ہیں۔ ہر واعظ اپنی اپنی

طرف متوجہ کرنا چاہتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ام مکتوم کا یہ فعل پس نہ آیا۔ اور اس کے آثار آپ کے چہرہ پر ظاہر ہوئے۔ اور کافروں کی طرف منہ پھیر کر ان سے باتیں کرنے لگے۔ آپ کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ نے عتاب کیا۔ صحیح روایت میں ہے کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کی بڑی دلداری کی اور اپنی چادر بچھا کر اُسے بٹھایا۔ یہ واقعہ آنحضرت کی صداقت اور قرآن کریم کے کلام الہی ہونے کا زبردست ثبوت ہے اگرچہ یہ کلام نہ ہوتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے فرستادہ اور سچے نبی نہ ہوتے۔ تو یہ اس میں درج نہ ہوتا۔ جو گویا عتاب کا رنگ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر خدا تعالیٰ کی کتاب اور وحی پر ایمان نہ رکھتے تو پھر اس کی تلافی نہ فرماتے۔ یہ ایک باریک بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی رسالت پر خود ایمان لانا بھی ایک زبردست دلیل رسالت محمدیہ کے حق ہونے کی ہے۔ ہر حال یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید چونکہ اپنے اندر مستقل صدائے رکھتا ہے۔ اس لئے ان آیات سے جو سبق ہمیں ملتا ہے وہ یہ ہے۔ اول دین میں اخلاص اور عملی رنگ کا پیدا ہونا۔ کسی رنگ و نسب پر موقوف نہیں ہے۔ اس لئے ایسے معاملات میں ایک مبلغ اور واعظ کو بھی یہ خصوصیت اختیار کرنی نہیں چاہیے۔ کہ وہ طبقہ امر کی وجہ سے ضعفاء اور غریب کو چھوڑ دے۔ اور ان کی طرف توجہ نہ کرے۔ بلکہ ضعفاء اور غریب زیادہ حق رکھتے ہیں کہ ان کی باتوں کی قدر کی جاوے اور انہیں محبت اور اخلاص سے دیکھا جاوے۔ ان کی بات کو ہرگز رد کرنے کی کوشش نہ کی جاوے وہ نہایت نازک دل رکھنے والی قوم ہے۔ اس وجہ سے ان سے بے پروائی نہیں کرنی چاہیے۔ کہ دل کے حالات کا اللہ ہی علیم ہے وہی خوب جانتا ہے۔ کہ کون ہدایت پانے والا ہے۔ اور کون نہیں۔ دوسری بات ان آیات سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ بے پروائی کریں۔ ان پر تبلیغ اور اتمام حجت کافی ہے۔ ان کے پیچھے پڑنا ضروری نہیں ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ نبی کا کام کسی کو ہدایت یا بکردینا نہیں ہے وہ لوگ غلطی کرتے ہیں جو کسی مامور ربانی سے ایسی مضحکہ خیز باتیں کرتے ہیں کہ آپ میری فطرت بدل دیں۔ اور یہ کر دیں۔ اور وہ کر دیں۔ یہ خدائی فعل ہے اور اسی کو سزاوار ہے۔

ایک اور بھی لطیف معنی ہیں اور وہ یہ کہ تیوڑی چڑھانے کا اثر ایک نابینا پر کیا ہو سکتا تھا۔ پس مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار (جو توجہ نہیں کرتے تھے) کی تیوڑی چڑھائی اور نابینا سے ملتفت ہوئے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ صداقت اور حق کا جو یاں خواہ کیسا ہی غریب اور محتاج کیوں نہ ہو۔ وہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جاوے۔ بمقابلہ ایک ریاکار اور خدا سے دور۔ دولت مند۔ اور سرکش متمول کے۔ اس سورہ میں دمایہ ریلٹ کا خطاب عام ہے۔ یعنی اے مخاطب نہیں کیا معلوم ہے کہ وہ کیسا پاک دل اور پاکباز انسان ہے اس لئے اگر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کو نہ نظر استعجا دیکھتا ہے کہ ایک قوم کے عمائد کی طرف سے توجہ پھیر کر ایک اندھے کی طرف

جگہ و غلط کے وقت سوچ لے کر وہ اس وقت کس کام کے کرنے کے لئے کھڑا ہے +

اگرچہ ان تفسیری نوٹوں میں مسلمانوں کے فرقوں میں سے کسی ایک یا دوسرے کو خطاب نہیں کیا گیا۔ تاہم

کہیں کہیں بعض عام غلط فہمیوں کی تردید ضرور کی گئی ہے۔ ہمارے شیعہ بھائی جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مطاعن بیان کرنے میں بیباکی سے کام لیتے اور ان پر نادانی سے الزام لگاتے ہیں ان آیات پر غور کریں کہ خود خدا تعالیٰ نے ان کی تطہیر اور نکریم کی شہادت دیدی ہے کیونکہ فرمایا فی صحیف مکرّمۃ ہر فوعۃ مطہرۃ ۵ یا یدی سفرۃ ۵ کرامہ برّۃ ۵ یعنی ان کتابوں کے ہاتھ سے ہیں۔ جو مکرم و مبرور ہیں۔ اللہ اکبر صحابہ کی شان بلند کو یہ آیت کیسی صفائی سے ظاہر کرتی ہے +

آیت ۱۷ - قتل الا انسان ما اکثرہ۔ قتل صرف بدو عایا کو سنا نہیں ہے بلکہ ہر تکبر کفران نعمت کرنے والے کے لئے پیشگوئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تکبر میری چادر ہے۔ جو مجھ سے میری چادر چھینے گا میں اسے ذیل کروں گا یہی قتل ہے

آیت ۳۱ - شحۃ ماتہ فاقبرہ۔ قبرہ۔ قبر میں رکھا اس کو اور اقبرہ قبر میں رکھو یا اس کو۔

آیت ۲۷ - فانبتنا فیہا حبّا۔ ہر قسم کے دانوں اور اناج کو کہتے ہیں۔ لغت میں اس کے معنی پُر ہونے کے ہیں۔ جب تک دانا خام رہتا ہے اور مغز سے پوری طرح بھر نہیں جاتا۔ حَبّ نہیں کہلاتا۔ محبت پورے کمال کے ساتھ سوائے ذات محبوب حقیقی کے کسی سے جائز نہیں۔ والذین امنوا اشدّ حبّا للہ۔ اس کے بالمقابل سورۃ یوسف میں فرمایا ہے۔ قد سغفہما حبّا۔ حدیث شریف میں ہے۔ حُبّ لشیء یعمیّت ویصمّ محبت کسی چیز کی انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے حضرت صاحب کی ایک نظم دعا سے پشتر کی ہے جس کا مطلع شعریہ ہے۔

اے محبت عجب آثار نمایاں کر دی
زخم و مرہم برہ یار تو کیساں کر دی
اس آیت میں حَبّ یعنی پُر مغز دانوں کا بیان ہے انسان کو بھی چاہیئے کہ اپنے آپ کو حَبّ اور حَبّ پُر مغز بنائے۔
پکے گر جاتا ہے میوہ خاک پر۔

خام ہے جب تک ہے افلاک پر۔
آیت ۳۱ - وفاکھۃ وفا۔ وفا کھ میووں کو کہتے ہیں جو بعد طعام تبدیل ذائقہ کے لئے کھائے جاتے ہیں۔ ایا کے معنی خود رو گھانس کے بیان کئے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اب کے معنی پوچھے گئے اب کے معنی موٹی کا چارہ تو صاف باقی رہی تعین اس پر حضرت صدیق نے تعین فرمائی
آیت ۳۸ - وجوہ یومئذ مسفوفہ۔ کے معنی صاف اور روشن

ہیں۔ اسفار سے مشتق ہے۔ صبح جب روشن ہو جاتی ہے تو اسفار الصبح کہتے ہیں۔

آیت ۲۷ و ۲۸ - وجوہ یومئذ علیہا غبرہ ترہقہا قترہ۔ جو گرد آسمان سے زمین کی طرف گرتی ہے اسے غبرہ کہتے ہیں اور جو غبار سیاہ زمین سے آسمان کی طرف اٹھتا ہے وہ قترہ ہے۔ دھق کے معنی عجلت سے چڑھانے کے ہیں۔ دھق الجبل کہا کرتے ہیں معنی یہ ہونے کہ آسمانی گرد و زمینی غبار دونوں ایک دوسرے پر چڑھ کر سیاہ روٹی۔
خسر الدنیا والآخرۃ۔ کے ظہور پر ہوگی۔

آغاز سورۃ التکویر

پارہ ۳۰

سورۃ تکویر بھی مکی سورہ ہے۔ اس میں ادلّ قیامت کے نشانات اور آخری نما کی آیات کا ذکر کیا ہے۔ پھر قرآن مجید کے نزول پر شواہد قدرت کو پیش کیا ہے اور اس کی سچائی کے دلائل دئے ہیں۔

قیامت کے ہولناک واقعات کا پورا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس میں جو بات بطریق قدر مشترک بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ قیامت میں ایسا ہی ہوگا۔ ہم ظاہری الفاظ کے موافق اس پر ایمان لاتے ہیں مگر ذوالمعارف قرآن مجید میں ان امور کے کچھ اور بھی حقائق ہیں۔ جن کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں آخری زمانہ کے متعلق جو مسیح موعود کا زمانہ کہلاتا ہے۔ عظیم الشان پیش گوئیاں ہیں۔ (۱) اذ الشمس کو دت۔ یعنی جس وقت سورج کی نوری صفت

لیٹی جائے گی۔ آفتاب نظام عالم میں ایک عظیم نشان طاقت ہے اور اگر وہ تاریک و تاریک ہو جاوے تو نظام عالم میں فساد عظیم برپا ہو جاوے۔ اسی طرح جب حقیقی شریعت کے لانے والا دنیا میں نہیں ہوتا تو سخت تاریکی پھیل جاتی ہے پس اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں سخت ظلمت معصیت اور فسق و فجور کی تاریکی دنیا میں پھیل جائے گی۔ (۲) اذ النجوم انکدر اور علمائے ربانی کا نور اخلاص جاتا رہے گا یا یوں کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک دور کا زمانہ آنے کا جب کہ اصحاب کا وجود بھی نہ ہوگا۔ حدیث میں صحابہ کو نجوم کہا گیا ہے ان کے زمانہ سے بھی بہت دور جا کر ایک ایسا وقت آنے والا ہے۔ کہ پہاڑ اڑا دیئے جاویں گے۔ یعنی فی الواقعہ پہاڑ ڈکو کھود کر ہموار راستے بنا دیئے جا دیں گے اور یا یہ کہ سلطنت ہائے عظمہ میں جنگ شروع ہو کر بعض سلطنتیں کمزور اور تباہ ہو جائیں گی اور ادنیائیں بیکار ہو جائیں گی اور ان کا کچھ قدر و منزلت نہ رہے۔ یاد رہے کہ عشار دس ہفتے

سورۃ تکویر کی ابتدائی

آیات پیش گوئیاں ہیں

کی گان ادنیٰ کو کہتے ہیں۔ جو عربوں کی نگاہ میں بہت عزیز ہے یہ لفظ ظاہر ہے کہ ان آیات کا تعلق قرب قیامت کے زمانہ سے ہے اور اسی دنیا میں یہ واقعات ہونے والے ہیں کیونکہ قیامت میں حمل کہاں ہوگا؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس زمانہ میں ایسی سواریاں اور بار برداری کے سامان پیدا ہو جائیں گے کہ اونٹنیوں کی ضرورت نہیں رہے گی چنانچہ میل کی ایجاد نے اس پیش گوئی کو پورا کر دیا۔ اس کے موافق حدیث صحیح میں آیا ہے۔ **وَيَتْرُكُ الْقُلَاصَ فَلَا يَسْعَىٰ عَلَيْهَا**۔

غرض اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی اور ریل اور ٹی نیٹ کی قسم کی سواریاں پیدا ہوں گی اور اب ظاہر ہے کہ یہ پیش گوئی کیسی صفائی سے پوری ہو گئی۔ یہاں تک کہ حجاز ریلوے نے اور بھی خوبی سے اس کو پورا کر دیا۔ اور ایک یہ بھی معنی ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ اونٹوں کی زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ہوگا اور یہ بھی اس زمانہ میں پورا ہو گیا کیونکہ آجکل اونٹوں کی زکوٰۃ کسی ملک میں نہیں حالانکہ زیادہ آمدنی اسی سے تھی اور پھر ایک یہ بھی معنی ہے کہ وہ زمین عرب کی جن پر عشر لیا جاتا تھا معطل پڑی رہے گی۔ غرض یہ پیش گوئی ہر رنگ میں پوری ہو گئی ہے۔

اور پھر فرمایا۔ **وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ**۔ اور جس وقت وحشی آدمیوں کے ساتھ اکٹھے کئے جائیں گے اور یا جس وقت وحشی اکٹھے کئے جائیں گے دونوں صورتوں میں یہ پیش گوئی بھی پوری ہو گئی ہے۔ اول الذکر صورت میں یہ مطلب ہے کہ وحشی قومیں تہذیب کی طرف رجوع کریں گی۔ اور ان میں انسانیت اور تہذیب آ جاوے گی اور انزل دنیوی مراتب اور عزت سے ممتاز ہو جائیں گے اور باعث دنیوی علوم و فنون پھیلنے کے شریفوں اور رفیلوں میں کوئی فرق نہ رہے گا بلکہ کلید دولت اور عنان حکومت ان کے ہاتھ میں ہوگی یا یہ کہ جو آج وحشی سمجھے جاتے ہیں اس وقت جمعیت کا موجب سمجھے جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فتح قسطنطنیہ کے سات سال بعد دجال کا خروج ہوگا اس آیت کے وعدہ کے موافق ایسا ہی ہو گیا اور یہ مطلب بھی ایک واقعہ کے رنگ میں ہے کہ اس وقت چڑیا خانے وغیرہ قائم کئے جائیں گے ہر قسم کے جانوروں کو جمع کیا جائے گا۔ چنانچہ یہ واقعات بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر فرمایا۔ **وَإِذَا الْبُحَارُ سُجُوتٌ**۔ یعنی جس وقت دریا پیرے جائیں گے یہ پیش گوئی بھی پوری ہو گئی دریاؤں کو پیر کر ان سے نہریں نکالی جا چکی ہیں اور نکالی جا رہی ہیں۔ پھر فرمایا **إِذَا الْنُفُوسُ زُوِّجَتْ**۔ یعنی باہم نفوس ملا دیئے جائیں گے یہ تعلقات اقوام اور بلاد کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں آمد و رفت کے وسائل اور اسباب تعلقات ایسے پیدا ہو جائیں گے کہ گویا کل دنیا ایک شہر کا حکم رکھے گی۔ اب دیکھ لو۔ ریلوں۔ جہازوں اور ہوائی جہازوں کے علاوہ سواریوں کی مختلف صورتیں کیسی آسانیاں پیدا کر رہی ہیں اور ڈاکھانوں اور تار کے ذریعہ تعلقات میں کیسی سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ ہزاروں میل کے

کا سفر پر بھی گزشتہ لکھنؤ ہو چکی ہے۔ اور پھر ایک اور نشان اس زمانہ کا ہے کہ ناکردہ گناہ لڑکیوں کو مار دینے والوں سے مواخذہ ہوگا اور جبرم قابل سزا ہوگا اور پھر وہ زمانہ ایسا ہوگا۔ کہ **وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ**۔ ہر قسم کی کتابوں اور اخباروں کی اشاعت کا زمانہ ہوگا اس کے لئے پریس اور کانڈ اور مختلف قسم کی تحریروں کی ایجاد حیرت انگیز ہوگی آج اخبارات اور رسالجات اور دوسری کتب کی اشاعت کا اندازہ لگائیں تو حیرت ہوگی یہ قرآن مجید کا کتنا بڑا معجزہ ہے کہ ہر قسم کی ترقیاں جو آج اشاعت کتب و اخبارات کے متعلق ہیں ان سب کی پیش گوئی کی اور وہ پوری ہو رہی ہے اور پھر ایک اور نشان بتایا کہ **وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ**۔ وہ زمانہ کشف اسرار کا زمانہ ہوگا۔ آسمانی علوم حق کا بھی نزول ہوگا اور علوم نجوم اور سائنس کے متعلق بھی بال کی کھال اتاری جاوے گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ آسمانی اجرام و علوم نجوم کے متعلق باریک دربار ایک اسرار اور غوامض معلوم کرنے کی کوشش کی جاوے گی۔ اور اس فن میں عجیب عجیب ترقیاں ہوں گی۔ آج جو لوگ سائنس کے کرشموں سے واقفیت رکھتے ہیں اور اسٹرا لوجی کے متعلق تازہ تحقیقاتوں سے باخبر ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی یہ پیش گوئی نہایت عظمت و شان سے پوری ہوئی ہے۔

المختصر جب یہ نشانات پورے ہو جائیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا ابتلاء آئے گا کہ بہشت اور دوزخ قریب کئے جائیں گے اور ہر شخص کو اپنے اعمال پر نظر کرنے کا موقع ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام آیات و نشانات کو آخری زمانہ سے جو ہمارا زمانہ ہے وابستہ کر کے پھر کلام الہی کے نزول پر بحث کی اور اسکی ضرورت کو اجرام سماوی کے مشاہدہ کو برنگ قسم پیش کر کے بتایا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ **فَلَا اقْتِسَمَ بِالْخُنُفِ**۔ یاد رہے کہ پانچ ہتیارہ یعنی زحل۔ شتری۔ مریخ۔ زہرہ اور عطارد۔ ایسے ہیں جن کی عجیب حیرتناک چال ہے۔ یہ کبھی سیدھے چلتے ہیں اور اس لحاظ سے انہیں جوار کہتے ہیں جوار جمع ہے جاریہ کی۔ یعنی ایک انداز پر چلنے والے اور کبھی اُلٹے چلنے لگتے ہیں یعنی جدھر سے آئے تھے پھر لوٹ کر اُدھر ہی آ جاتے ہیں اس لحاظ سے انہیں خنس کہتے ہیں۔ خنس جمع ہے خاس اور خانہ کی۔ معنی پیچھے ہٹ آنے والی چیزیں۔ انہیں ستاروں کی تین یہ چالیں ہیں۔ ان کی چال ہمیشہ ایک طرح کی نہیں رہتی بلکہ بدلتی رہتی ہے۔ جیسے کوئی متحرک آدمی سیدھا جاتا ہے پھر لوٹ آتا ہے اسی لئے ان کو **خمسہ متحرکہ** کہتے ہیں یا تو مشرق سے مغرب بترتیب بروج چل رہے تھے کہ قمر سے زور اور زور سے جو زابرج کو طے کر رہے تھے یا یکایک حرکت بند ہو گئی اور پھر اُلٹے مشرق سے مغرب کو چلنے لگے۔ پہلی حالت کو استقامت۔ دوسری کو وقوف اور تیسری کو رجعت کہتے ہیں۔ غرض ان ستاروں کی اس طرح کی چالیں ان کے تغیرات صریحاً اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کا نظام ایک قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے۔ جو

خدا تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت کر دے۔ (ترجمہ القرآن)

آیت ۱۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔ شمس کے معنی ضیاء الشمس یعنی سورج کی دھوپ کے بھی ہیں۔ اور تکویر معنی پھیلنے کے ہیں۔ قرآن شریف سورۃ الفرقان رکوع ۵ میں ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسُ عَلِيًّا دَلِيلًا۔ میں کفر کی ظلمت کو مٹانے والی چیز۔ نبی کا وجود۔ قرآن شریف اور وحی الہی کو قرار دیا ہے۔ جو بطور شمس کے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

مے درخشم چوں قمر تا بم چو قمر ص آفتاب

کور چشم آناں کہ در انکار با افتادہ اند

آیت ۲۔ وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ۔ نجوم کی روشنی سورج ہی سے ہے جب ضیاء الشمس ہی نہ رہا تو نکتہ نجوم لازم ہے۔ نبی کے متبعین بھی نجوم ہی کی طرح ہوتے ہیں جن سے مسافروں کو راہ کا پتہ ملتا ہے۔

آیت ۳۔ وَاِذَا الْجِبَالُ سَوَّيَتْ۔ جبال سے مراد سلاطین وغیرہ بڑی بڑی قومیں بھی ہیں۔

آیت ۴۔ وَاِذَا الْعِشَادُ عْطَلَتْ۔ عشا یعنی گاہن اونٹنی کا معطل اور بیکار ہونا اس زمانہ کی موجودہ نواب و سواروں کی وجہ سے ظاہر ہے۔

آیت ۵۔ وَاِذَا الْوُجُوهٌ حُشِرَتْ۔ حاشورہ محرم کی تاریخوں میں لوگ انسان ہو کر شیر۔ چیتا۔ بچھو وغیرہ کا سوا انگ لیتے ہیں گویا عملی طور پر انسانیت سے منہ ہٹ کر وحشی بن جانے کا ثبوت دیتے ہیں۔

آیت ۶۔ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ۔ حضرت قتادہ سے سبوت کے معنی منقول ہیں کہ دریاؤں کا پانی خشک ہو جائے گا کیونکہ دیارِ مٹھ۔ نے بڑے بڑے دریاؤں سے نہر نکال کر انکو تقریباً ایسا ہی کر دیا گویا سوک گئی ہیں۔

آیت ۷۔ وَاِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ۔ حدیث شریف میں اس آیت کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر آدمی کا جوڑا اس کی نظیر کے ساتھ ملا دیا جاوے گا۔ آج کل گرجاؤں میں مرتدین کا جوڑ گاٹھ اسی پیمانہ سے عمدہ طور سے ہو جاتا ہے۔

آیت ۸۔ وَاِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ۔ موءودۃ کے معنی شی یا کسی وزن اور چپکے نیچے دبا دینا ہے۔ اسی قبیل سے ہے دلاؤدۃ حفظہما۔ اسقاط حمل بھی زندہ درگور کرتا ہے۔ آج کل دختر کشی بلکہ اسقاط حمل پر بھی قصاص کی سزائیں ملتی ہیں۔

آیت ۱۰۔ وَاِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ۔ جرائد۔ رسالہات۔ کتب وغیرہ کا انتشار فی زمانہ خوب ہو رہا ہے۔

آیت ۱۱۔ وَاِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ۔ سماء کے معنی بلندی کے ہیں جیسا کہ فرمایا فليمدد بسبب الى السماء اور اکشاط کے معنی اکشاف یعنی کھول کر ننگا کر دینے کے ہیں۔ اکشط عن ظهر الفرس کے معنی ہیں۔ گھوڑے کی پیٹھ پر سے زین اتار لو۔ معنی آیت کے یہ ہیں کہ آسمانی اجرام اور علم نجوم کے متعلق ہر ایک درباری ایک اسرار اور غوامض کھل پڑینگے گویا بال کی کھال نکالی جاوے گی۔

علیم و حکیم ہے اور ایسے تصرفات پر قادر ہے پھر قیامت کے تغیرات اس کے آگے کیوں ناممکن ہیں اور یہ نظیر کلام الہی کے نزدیک دل پر اس لئے گواہ ہے کہ ان سیاروں کا وجود انسان کی جسمانی ضروریات کے تہیہ اور تکفل کے لئے ایک بڑا ذریعہ ہے چنانچہ جو لوگ اسٹراوچی کے ماہر ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ سیاروں کا اثر زمین پر اور اہل زمین پر کس طرح پڑتا ہے اور وہ زمین کی پیداوار اور دوسری اشیاء پر خاص اثر ڈالتے ہیں تو جس خدا نے انسان کی فانی اور فانی ضرورتوں کے لئے اتنا بڑا سامان کیا ہے کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ابدی اور غیر فانی زندگی کے لئے کلام الہی کا سامان نہ ہو؟ پھر سفلی نظامِ شمس کے ہیں کہ رات کو دیکھو جب وہ جلنے لگتی ہے تو صبح صادق ضرور نمودار ہوتی ہے یہی رنگ دنیا میں کلام الہی کے آنے کا جببنا ظلمت فتن و فجور سے سیاہ ہوتی ہے اور بالکل تاریکی چھا جاتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی صبح نمودار ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ

کا کوئی برگزیدہ نور حق کی شمع لیکر آتا ہے۔ اسی طرح پر قرآن کریم آیا دنیا کی حالت بگڑ گئی تھی اور کوئی صداقت کی روشنی نہ تھی اب قرآن کریم کے ظہور سے

آفتاب صداقت طلوع ہوا ہے

پھر بتایا ہے کہ قرآن مجید کیا ہے وہ ایک مکرم فرشتہ کے ذریعہ پہنچایا گیا اس میں بشارت اور پیشگوئی ہے کہ اس کو ماننے والے بھی مکرم ہوں گے اور پھر وہی لانے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عالی پایے گاہ ہے اتنے بڑے محترم وجود کو اس کی پیام رسانی کے لئے مامور کیا تو اس سے اس کی عظمت کا اندازہ کرو وہ مسکین ہے۔ قرآن مجید کو بھی دنیا میں متمکین عطا ہوگی اور جس پر نازل ہوا۔ وہ بزرگ عالی شان ہو گا۔ مطاع ہو گا۔ آمین ہو گا۔ اب غور کرو کیا یہ پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں یا نہیں؟ اور قرآن مجید کے ماننے والوں کو عزت و وقار۔ تکریم۔ تمکین۔ مطاع اور آمین ہونا نصیب ہوا یا نہیں؟ ان واقعات کو دنیا کی تاریخ اپنی گود میں رکھتی ہے اور کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ پھر اس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب خلق عظیم ہیں۔ ان کو جو اجر دیا گیا وہ غیر منقطع ہے۔ اب دیکھ لو کہ یہ کیسی عظمت اور عزت ہے کہ ہر وقت دنیا کے ہر حصہ میں آپ پر اللہم صل علی محمد و آل محمد جاتا ہے۔

اللہم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم

پھر ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابیوں کی پیش گوئی اخق مبین کے لفظ میں فرمائی اور بتایا کہ قرآن مجید میں بہت سی پیشگوئیاں ہیں۔ بالآخر فرمایا۔ کہ اے اہل مکہ! قرآن مجید کو چھوڑ کر تم کو نسا راہ اختیار کرتے ہو۔ یہ تمہارے لئے اچھا نہیں دیکھو یہ قرآن مجید کل دنیا کا ہدایت نامہ ہے اور اپنے ماننے والوں کو دنیا میں تاریخی قوم بنادینے والا ہے۔ اسے مت چھوڑو۔ تم میں سے کون ہیں جو اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ لمن شاء منکم ان یستقیم۔ اور آخر میں بتایا کہ استقامت اور ہدایت حاصل کرنے کے لئے ایک ہی گراں اور اصل ہے کہ انسان اپنی مرضی کو

اسٹراٹومی کے علم والے جانتے ہیں کہ اس قرآنی پیشگوئی کا ظہور اس زمانہ میں کیسا کچھ ہو رہا ہے اور آئندہ کہاں تک اس علم کی ترقی کی امید ہے۔

آیت ۱۲ و ۱۳ - **وَإِذَا الْحُجُجُ سَعَرَتْ - وَإِذَا الْجَنَّةُ أَذْلَفَتْ - تَعِيرًا**
آگ روشن کرنا۔ اذلفت کے معنی ادنیٰ نزدیک کئے جانے کے ہیں جیسا کہ فرمایا۔ **لِيَقْرَبُنَا لَعْنَةُ اللَّهِ لُفًّا - فِي زَمَانٍ اسباب تنعم اور مصائب و شدائد دونوں بہت بڑھ گئے ہیں۔**

ابتداء سورۃ سے بارہ آیتوں میں کلام ذوالمعارف کئی کئی مضامین کو ساتھ لئے ہوئے بڑی بلاغت سے بیان ہوا ہے قیامت کے احوال اور مبادی قیامت دونوں کو نہایت خوبی سے ادا فرمایا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب قدس السیرۃ فرماتے ہیں کہ بعض اہل تائید کی یہ رائے ہے کہ بارہ حوادث موت کے وقت جسے قیامت صغریٰ کہتے ہیں پیش آتی ہیں۔ انسان کی روح بمنزلہ آفتاب کے ہے جس کی شمع سے اس کا بدن زندہ اور باقی رہتا ہے۔ روح کا نکلنا کیا ہے گویا تکویر شمس ہے ان کے حواس و قوئے کا موت کے وقت بے کار ہونا انکسار نجوم ہے۔ اعضائے رمیہ کا باطل ہونا ان پہاڑوں کی جنبش ہے۔ ہڈیوں کی چربی اور دودھ کا خشک ہونا غلٹ غشارہ ہے۔ افعال ہیمیہ و بسیعیہ کے نتائج کا ظہور ہونا حشر و حوش ہے۔ رطوبات بدن اور خون کا خشک ہونا دیراؤں کا سوک جانا ہے دکھی یہ دریا موت کے وقت سوک جاتے ہیں اور کبھی بہاؤ جاتے ہیں۔ سحرت کا لفظ دونوں معنوں پر مشتمل ہے اور ملکات مکسوبہ کا باہم اجتماع بعض ظلمانی کا ظلمانی سے اور نوری کا نوری سے نزوج نفور ہے۔ زندگی کے گراں قدر حصہ کو جو اس دارالمحن میں جو طرح کی مشقتوں کے نیچو رہا گیا ہے۔ موعودہ فرمایا کہ اس کو ثواب کے مصروف میں خرچ کیا یا گناہ کے۔ نامہ اعمال کا کھلنا نشر و صاف ہے۔ آخر کے جزا و سزا کا عیان ہو جانا روج پر اکشاط سماء یعنی سماوی امور کا اس پر کھس جانا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدًا (سورہ ق)
بعد الموت شدائد و مصائب کا دیکھنا سگتے ہوئی جہنم کا دیکھنا ہے۔ اور فرحت و نیک جزا کا دیکھنا جنت کا نزدیک ہونا ہے آگے فرمایا۔ **عَلِمْتَ نَفْسُ مَا أَحْصَرْتَ -**

حضرات صوفیہ نے بھی ان بارہ حالتوں کو مراتب سلوک کے طے کرنے پر عمل کیا غرض کہ اس قسم کے کلام ذوالمعارف جو پیشگوئیوں پر بھی مشتمل ہوں اور واقعات صحیحہ و حقہ پر بھی مشتمل ہوں کسی دیوانے کی زبان سے نہیں نکل سکتے جیسا کہ آگے اس کا ذکر آئیگا۔

آیت ۱۴ و ۱۵ - **فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُفِ - الْجَوَارِ الْكُنُفِ**
یہ کلام بھی کلام ذوالمعارف کے طور پر ہے۔ منجملہ اس کے معارف کے ایک یہ ہے کہ قسمیہ طور پر نہ فرمایا کہ کفر اب بنی طرح سے ٹوٹے گا۔ اول ترقی کفر کی تہم جاسیگی و بک جاسے گی۔ پسپا ہو جائے گی۔ دوم۔ کچھ لوگ رد براہ ہو کر اسلام میں نکل ہو جائیں گے۔ باقی رہے سب پر جھاڑو پھیر دیا جائے گی۔ آسمانی بلاؤں سے

زمینی بلاؤں سے۔ جنگوں سے کفر کا صفایا ہو جاوے گا یہی اس کے لئے تکس ہے۔ سورج کی روشنی سے ستاروں کا ماند پڑ جانا بھی غش ہے۔ آجوار کے معنی سیدھے ہو کر چلنا ہے اور کنس کے معنی ڈوب جانے اور غروب ہو جانے کے ہیں۔ لانا فیہ کی توجیہ سورۃ قیامہ میں دیکھو۔

آیت ۱۷ و ۱۸ - **دَالِيلٌ إِذَا عَصَى - وَاجْمَعُوا إِذَا تَنَفَّسَ - رَات**
گئی اور صبح نمودار ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں :-

وَفِيْنَا رَسُولُ اللَّهِ يَتْلُو صُتَابَهُ

إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَا طَع

عصص اضداد سے ہے جس کے معنی آنے اور جانے کے ہیں یعنی کفر گیا اور اس کی جگہ اسلام نے لے لی۔ عصص کے لفظ سے زمین کا گول ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک طرف سے ظلمت روشنی پر چڑھتی چلی آتی ہے تو ساتھ ہی دوسری طرف سے پیچھے سے روشنی ظلمت پر سوار ہو رہی ہے اور یہ ہونہیں سکتا جب تک کہ زمین گول نہ مانا جاوے۔

تِلْكَ الْيَّامُ نَذَا لَهَا بَيْنَ النَّاسِ *

کے معنی بھی ییل کے نقص اور صبح کے تقس کے قریب قریب ہیں یا عصص کے لفظ سے زمین کا گول ہونا بھی سمجھ لیجئے کہ جب رات ہماری طرف سے گئی اور ہم پر دن آیا تو زمین کے دوسری طرف والوں پر رات آئی اور اسی طرح سے اس کے بالکس

آیت ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ - **أَنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ - ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ - مَطَّحٍ ثَمَمٍ أَمِينٍ - وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ**
اس قدر کلام ذوالمعارف بیان فرمانے کے بعد رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے جنون کے الزام کو دفع کیا اور استشہاد کیا اس ذوالمعارف و پر از حقائق کلام سے کہ کیا مجنون ایسے مدلل اور پر معانی عبارات بیان کر سکتا ہے۔ مجنون تو بے تخی باتوں میں پکڑا جاتا ہے۔ مجنون کے ساتھ صاحب حکم کے لفظ کے لانے سے یہ غرض ہے کہ جنون کی پہچان چند ساعت یا چند روزہ مصائب سے خوب اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے۔ اور سورۃ ن والقلم میں یہ سمجھایا کہ تحریر میں مجنون ذرا بھی باغبارت سے نہیں چل سکتا۔ آیہ کریمہ **مَا بَصَا حَكْمٌ مِنْ جَنَّةٍ** ۲۲ میں بھی مصاحبت ہی سے جنون کو پہنچوایا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسی دنیا میں مکرم۔ ذی قوہ۔ مکین اور مطاع ہو جانا بھی بیان فرمایا ہے۔ یہ صفتیں جبرائیل کی بھی ہیں۔ اس سورت میں قول کے معنی قرأت جبرائیل کے ہیں۔

آیت ۲۴ - **وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ - ضَنِينٌ** کے معنی متہم اپنے پاس سے بات بنانے والا۔ آسمانی خبروں کے اور معاد کے احوال بنانے میں نکل فاین تذاہبون ایسے کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔

آیت ۲۵ - **وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ مَرَّتِ الْعَالَمِينَ - تَمَّ نَدَاجَا كَرُو**
مگر وہی جو رضاء آہی ہو یہ داؤد عالیہ ہے اس کے معنی ہوئے حالانکہ نہ چاہو گے تم :-

یہاں سورۃ التکویر کے نوٹ ختم ہوئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة الانفطار

پارہ تیسواں رکوع ۱

اذا السماء انفطرت - میں بھی آخری زمانہ کی پیشگوئی ہے کیونکہ قرآن مجید میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کا ظہور دنیا میں بھی ہونا چاہیئے۔ اگر آسمان پھٹ جائے اور سیارے گر پڑیں وغیرہ وغیرہ اور دنیا زیر و زبر ہو جاوے تو وہ وقت آسمانی ہدایت اور اصلاح کا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تو ہلاکت کا سماں ہو گا۔ ان سورتوں میں جو قیامت کے متعلق واقعات آئے ہیں۔ دراصل یہ آخری زمانے کے نشانات ہیں اور آسمان کے پھٹ جانے سے یہ مراد نہیں کہ نئے الواقعہ آسمان پھٹ جائیگا بلکہ مدعا یہ ہے کہ جیسے پھٹی ہوئی چیز بیکار ہوتی ہے۔ اسی طرح آسمان بھی بیکار ہوگا آسمان سے فیوض نازل نہ ہوں گے اور دنیا ظلمت و تاریکی سے بھر جائے گی علاوہ بریں اس آیت اور اس قسم کی دوسری آیتوں پر آجکل کے زمانہ کے حسب حال یا مسلمات کے رُوء سے اعتراض ہو سکتا ہے کہ آسمان تو مجرد پول ہے اس کا پھٹنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے آسمان کو مجرد پول قرار نہیں دیا بلکہ اُسے ایک لطیف وجود قرار دیا ہے اور اگر کہا جاوے کہ پھر اس کے پھٹنے سے کیا مراد ہے تو یہ یاد رہے کہ سماء سے مراد قرآن کریم میں جُملُ مافی السما بھی ہے علاوہ بریں کسی لطیف مادہ میں عدم خرق کس نے تسلیم کیا ہے بہر حال قرآن مجید نے یہ شہادت دی ہے کہ ایک وقت اُسے گا کہ ہر چیز اپنے مکان اور مرکز کو چھوڑ دے گی اور تجلیات الہیہ اُس کی جگہ لے لیں گے۔ اور علل ناقصہ کے فنا اور انعدام کے بعد علت تامہ کاملہ کا چہرہ نمودار ہو جائے گا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں کل من علیہا فان و یبقی وجہ دُبک ذوالجلال واکرام۔ اور ایسا ہی ایک دوسری آیت میں فرمایا۔ لمن المملک الیوم للہ والحق القہار۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے قہری تجلی سے ہر ایک چیز کو معدوم کر کے اپنی وحدانیت اور بگائیت کو دکھلائے گا۔ اس سورۃ شریفہ میں بھی آخر یہی فرمایا ہے واکامر یومئذ للہ۔ یہ اسی مفہوم کو ظاہر کرتا ہے جو لمن المملک الیوم للہ والحق القہار۔ میں ادا کیا گیا ہے۔ غرض خدا تعالیٰ کی قہری تجلی نمودار ہوگی۔ اور فنا کا زبردست ہاتھ اپنا اثر دکھائے گا۔ اور آسمانی اجرام میں ایک انقلاب واقع ہوگا ان آیات کو واقعات پر اگر مبنی قرار دیا جاوے تو بھی درست ہے کہ جب آسمان پھٹ جاوے گا تو ستاروں کا گرہ پڑنا یقینی امر ہے اور ستاروں اور سمندروں کے تعلقات میں جو کشش کام کر رہی ہے۔ جب اس میں فرق آجائیگا۔ تو سمندروں کا اپنی حدوں سے نکل جانا بھی مسلم امر ہے۔ آجکل کے سائنس دانوں نے تسلیم کیا ہے کہ زمین سکڑتی جاتی ہے اور سمندر اپنے کناروں سے بڑبڑا چلا آتا ہے یہ آثار ان آیات کے مضامین کی صداقت کی دلیل ہیں ۵

آیت ۱ و ۲ و ۳ و ۴ - اذا السماء انفطرت - و اذا الکواکب

انتثرت - و اذا البحار فجرت - و اذا القبور بعثرت - فطرت کو دوسری جگہ انشقت فرمایا ہے۔ جدید تحقیقات میں آسمان کو لطیف چیز قرار دیا ہے۔ لطیف ہی سہی۔ لطیف پر بھی شق کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جیسے بادل پھٹ گیا وغیرہ۔ بڑی بھاری مصیبت کے وقت بھی عرفا کہتے ہیں کہ آسمان پھٹ پڑا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے بڑی مصیبت اُمت کے لئے میری وفات ہے۔ کو اکب کے انتشار سے ظاہری معنی کے علاوہ بڑے بڑے اہل اللہ کا انتقال فرمانا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ بحار صرف کھارے سمندر ہی کو کہتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ فرمایا ہے۔ وما یستوی البحران ہذا عذاب خرات الایہ علیہم۔ دریاؤں سے نہیں چیر کر نکالنا جیسا کہ اس زمانہ میں ہوا ہے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ قرآن شریف کی پیشگوئی پوری ہو رہی ہے کوئی دوسری آسمانی کتاب ایسی اس وقت موجود نہیں جو ایسی صفائی سے پیش گوئی کا پورا ہونا دکھلاوے بعثت اور بعثت کے ایک معنی ہیں۔ بعثت اور بعثت سے مرکب ہیں۔ ان کے اصلی معنی پلٹ دینے کے کریدنے کے ہیں۔ اور اسفل کو اعلیٰ اور اعلیٰ کو اسفل کر دینے کے ہیں۔ عرب کا خاص محاورہ ہے کہ جب مٹی کو پلٹ دیتے ہیں تو بعثت۔ یعثرت بعثت سے تعبیر کرتے ہیں اور اسباب کو الٹ پلٹ کرنے کے وقت بعثت المتاع کہتے ہیں آجکل قبریں ایک جگہ سے اُٹھ کر دوسری جگہ دفن کئے جاتے ہیں کیا تعجب ہے کہ مسیح کی قبر بھی محلہ خانیار سری نگر کشمیر سے تحقیق کے لئے اُٹھ کر جی جی جاوے۔ اور پھر مدعواریوں کی قبروں کے تبرک لیا جائے جائیں۔ اذا بعثت مافی القبور۔ و محصل مافی الصدور۔ سے بھی کچھ اشارات ملتے ہیں۔

آیت ۵۔ علمت نفس ما قدمت و اخرت۔ جو کام نہ کرتے تھے وہ کئے اور جو کام کرنے لگے تھے وہ نہ کئے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جو کیا اور جو کچھ نہ کیا قطع نظر اس کے کہ اچھا کیا یا بُرا کیا۔ بات ایک ہی ہے۔

آیت ۶۔ ما غرک بریک الکریم۔ کریم کے کرم سے ناامید بھی نہ ہو اور صرف کرم ہی کی اُمید پر دھوکا نہ کھا بیٹھو۔ دوسری جگہ فرمایا ہے۔ نبی عبادی انی انا الغفور الرحیم۔ و ان عذاب الیوم العذاب الالیم۔

آیت ۷ و ۸۔ الذی خلقک فسواک فعداک۔ فی ائی صورۃ ما شاء رکبک۔ خلق۔ تسویہ۔ تعدیل۔ ترکیب و تناسب اعضاء۔

خداوند تعالیٰ کی ان چار نعمتوں پر ہی اگر انسان غور کرے تو جزا و سزا کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے اُس کو بہت کچھ مدد مل جاوے گی۔ خواہ مومن ہو یا کافر۔ ان میں سے ایک تیسری نعمت ہی پر انسان غور کرے لے کہ کس طرح اس کو حرارت۔ برودت اور رطوبت۔ یبوست۔ ان چار خلطوں سے معتدل المزاج رکھا ہے اگر ذرا بھی ان اخلاط میں افراط یا تفریط ہوتی ہے۔ تو فوراً جزا و سزا ملنے لگتی ہے

چار چیزیں مخالف درکش چنر روزے بوند باہم خوش
گریکے زین چہار شد غالب جان شیریں بر اید از غالب

انسان پیدا کیا انعام میں سے نہیں بنایا۔ تسویہ خلق ایسا عمدہ کیا کہ شیر باہمتی وغیرہ کو قابو کر لیتا ہے۔ بڑا ہی معتدل المزاج بنایا ہے۔ صورتوں اور آوازوں کی ترکیب

یہ مرض خصوصیت سے ہوگا مگر اس وقت قوبات حد سے بڑھ گئی ہے بلکہ مزید خصوصیت ایک اور یہ ہوگئی کہ مباحثات میں وہ اعتراض کئے جاتے ہیں۔ جو خود معترضین پر بھی وارد ہوتے ہیں جس پیمانہ سے خصم کو جواب دیتے ہیں۔ اسی پیمانے سے جواب لینا پسند نہیں کرتے۔ حدیث شریف میں ہے۔

کَلَّا يَوْمَ مَنْ أَحْدَاكُم حَتَّى يَحْتَبِ لَآخِيَهُ مَا يَحْبِبُ لِنَفْسِهِ
مباحثات کے وقت دیکھ لیا کریں کہ کیا یہی اعتراض پلٹ کر ہم پر تو نہیں پڑتا ہے۔
آیت ۷۔ ان کتاب الفجار لقی مجتہین۔ سچین سچن سے مشتق ہے۔ خواہ یہ سچن کہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو پیش گوئی مکی سورۃ میں بکے کسی اور بے درسامی کی حالت میں کی تھی۔ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتوحات اور کفار کے وار دیگر سے پوری ہوگئی۔ اور اس سچن نے آخر تک عذاب کو بھی ثابت کر دیا۔ سچین سے مراد قیام کا رجسٹر اور علیین سے مراد ابرار کا رجسٹر یعنی بھی عمدہ ہیں۔

آیت ۱۰۔ ویل یومئذ للْمُكَذِبِينَ۔ جیسا مطففین کے ساتھ دِل کا لفظ تھا یہاں مکذبین کے ساتھ بھی دِل کا لفظ ہی معلوم ہوا کہ کذب کسی صادق کا بڑا مطفف ہے۔

آیت ۱۲۔ کَلَّا بَلْ يَكْتُمُونَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ یہاں لفظ قیل کے بعد کہتے ہیں کہ انسان یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ما کا فایکسبون فرما کر صادق راست باز کے نہ پھلنے کی وجہ پھلی شامت اعمال قرار دی ہے وہ میرے کون سے عمل کی شامت ہے۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں اسی بات کو یوں ادا فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ اَدْكُسْهُمْ بِمَا كَسَبُوا ۝ کس کے معنی مرت ماری جانا نیک کو بد اور بد کو نیک سمجھنا۔ ان یروا سبیل الرشدا لا یُتَخَذُ ۝ سبیلان وان یروا سبیل النبی یُتَخَذُ ۝ سبیلان۔ یہی رکس ہے۔

آیت ۱۸۔ ان کتاب الابرار لقی علیین۔ سچین کے بالمقابل علیین خواہ کہیں ہو۔ اس سے بحث نہیں۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ اِذَا نُنْصَرُ دُسَلْنَا دَالِذِیْنَ اٰمَنُوا فِی الْحَیٰوةِ اَلَمْ نَیَاکِ مِثْلَیْکِیْ ہُوکِرَ عَلٰوْحَالِ ہُوَا یَا نَہِیْ۔ یہ علو کچھ جنات ہی موقوف نہیں۔ الا سلام یعلو ولا یُعْلٰ۔ اسلام بغیر خات کے بھی حجت و دبر بان سے اور خداوند کریم کے تأییدات سے۔ سماوی نشانات و دیگر فتوحات سے عالی رہتا ہے۔

آیت ۲۳۔ عَلٰی اَدْرَاٰثِکَ یَنْظُرُونَ۔ ار اناک جمع اریک کی ہم۔ اریک چھپر کھٹ کو کہتے ہیں۔ ایسا تخت جو اوپر سے مزین و مستقیم ہو اور ارد گرد سے بھی مزین ہو۔ ایسا درخت جو قبہ کی طرح اپنی شاخوں اور پتوں سے خوشنما ہو وہ بھی اریک ہے۔ پیلو کا درخت قریب قریب ایسا ہی ہوتا ہے۔

آیت ۲۴۔ نَضْرَةَ النِّعَمِ۔ نضرة اُس تازگی کو کہتے ہیں جو انتہائے سرور اور تنعم کے باعث چہرہ پر ظاہر ہوتی ہیں۔ کھانے کے گال اور ہنارے کے بال شہو ہے۔ فلاح تو میں عموماً دنیا میں خود برد ہوتی ہیں۔ آخرۃ کی سب سے بڑی نعمت رویت باری تعالیٰ و دیدار الہی ہے وہاں کی نضرة کا باعث یہی ہوگی۔ کما قال اللہ تعالیٰ دَجْوَةُ یَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلَیَّ دُجَّهَا نَاطِرَةٌ ۝

ایسی کہ لاکھوں کروڑوں انسانوں میں صورت اور آواز ایک دوسرے سے نہیں ملتی۔ یہ سلب اس کی ربوبیت اور کرم ہے۔

آیت ۱۱ و ۱۲۔ کَمَا مَا کَاتِبِیْنَ۔ یَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ۔ نامہ اعمال کے لکھے جانے اور اس کے محفوظ رہنے پر جن لوگوں کو استبعاد عقلی معلوم ہوتا ہے۔ انجیل کے ایک ذیجاو آلہ گراموفون ہی کو دیکھ لیں کہ کس طرح ریکارڈ اس میں محفوظ رہتا ہے اور دوبارہ چکر دینے سے کس طرح ذرا ذرا سی حرکات یہاں تک کہ کھنسی اور تنفس کی کمی زیادتی بھی اُس سے ظاہر ہونے لگتی ہے۔

آواز آرہی ہے یہ فوڈ گراف سے ڈھونڈ و خدا کو دل سے نہ لاف گزاتے

آیت ۱۵ و ۱۶۔ یصلو نھا یوم الدین۔ و ما ہم عنہا بغائبین۔ دوزخیوں کے ذکر میں و ما ہم عنہا بغائبین فرمایا۔ مگر جنتیوں کے ذکر میں و ما ہم منہا بخرجین فرمایا ۝

ان دونوں آیتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخی دوزخ میں گو احباب و احباب مدت تک رہیں۔ اور گو وہ اپنی مدت بربت میں ذرا سی دیر کے لئے بھی دوزخ سے غائب نہ ہو سکیں۔ مگر بالآخر وہ ماہم منہا بخرجین کے صدق نہیں ہیں۔ حضرت یحییٰ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر استدلال کے طور پر فرمایا کرتے تھے۔ یَا قِیُّ عَلَیْ جَهَنَّمَ ذَمَان لَیْسَ فِیْہَا اَحَدٌ وَ نَسِیْمُ الصَّبَا عَزَلَ ابْوَا بَہَا۔ غالباً یہ عبارت تفسیر معلوم میں ہے۔ عطاء غیر مجدّد ۝ اور فعال لم یزید۔ ۝ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ اور اس سورہ شریفہ کے دت کو یہیم کے لفظ سے بھی یہی پتہ لگتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ التَّطْفِیْفِ

پارہ تیسواں رکوع اول

آیت ۱۔ مطففین۔ کم دینے والے۔ تطفیف کے معنی وزن اور پیمائش ہیں کچھ چھوٹی سی چیز غصہ طور پر کم کر لینے کے ہیں۔

آیت ۲۔ اِذَا کُنَّا لَآءِیَ النَّاسِ یَسْتَوْفُونَ۔ اکتال کو من کے ساتھ سجدی نہیں کیا بلکہ علے کے ساتھ سجدی کیا اور اس میں دقیق رعایت یہ کہی کہ اکثر اوقات ناپ تول بہ رضا و رغبت جھکتی ڈنڈی سے لیا جاتا ہے۔ اور بنے والا بھی جھکتی تول خوشی سے دیتا ہے۔ ممنوع لینا جھکتی تول وہ ہے جو ضرر کے لئے سو کہ بلا رضا مندی دینے والے کے جھکتی تول لی جادے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب لوگ ناپ تول میں خیانت کرتے ہیں تو خداوند کریم بارشوں کو روک لیتا ہے۔ قحط شدید پڑتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں

جن کے متعلق پیش گوئیاں کی گئی تھیں۔ پورا ہو کر آخرت کے عذاب اور آرام جنت کے متعلق بھی تصدیق کر دی۔ بالآخر پھر یہ بتایا کہ اگرچہ آج یہ حالت ہے کہ خدا سے قطع تعلق کرنے والے مومنین پر بہتان اڑاتے ہیں اور ٹھٹھے مارتے ہیں۔ مگر وقت آنا ہو کہ مومنین کامیاب ہو جائیں گے اور یہ ہنستے والے خود ہنسی کا موجب ہو جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

غرض اس سورۃ شریف میں بھی یوم الدین کا ثبوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت ان واقعات سے دیا ہے جن کو قبل از وقت پیش گوئی کے رنگ میں بتایا گیا تھا :

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورۃ الانشقاق

پارہ ۳۰ رکوع ۱

آیت ۱۔ اذ السماء انشقت۔ آسمان میں جس قدر احمر دم فلکی ہیں وہ سب کے لفظ میں داخل ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انشقاق و سماء انفطار پر جو کچھ تحریر فرمایا ہے۔ وہ مختصر یہ ہے کہ سماء سے مراد کُل مافی السماء ہے۔ لطیف چیزیں بہ نسبت کثیف کے سریع الخرق ہوتی ہیں خواہ آسمان لطیف ہو یا کثیف۔ الہی کلام کا مدعا یہ ہے کہ اس عالم کو ان کے بعد فنا وہی لازم پڑا ہوا ہے ہر ایک جو بنایا گیا ہے توڑا جائے گا۔ قرآن کریم کے بہت سے مقامات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ انشقاق اور انفطار کے لفظ جو آسمانوں کی نسبت وارد ہیں ان سے ایسے معنی مراد نہیں جو کسی جسم صلیب یا کثیف کے حق میں مراد لئے جاتے ہیں جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اللہ جل شانہ فرماتا ہے :-

وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ

اگر شمس و السموات سے درحقیقت پھاڑنا ہی مراد لی جاوے۔ تو مَطْوِيَّات کا لفظ اس سے متاثر اور منافی پڑے گا۔ دوسری جگہ فرمایا ہے :-

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السَّجِلِ لَكُنْتُمْ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نَعِيدَاف۔

یعنی ہم آسمانوں اور زمین کو ایسا لپیٹ لیں گے جیسے ایک خط متفرق مضامین کو اپنے اندر لپیٹ لیتا ہے اور جس طرز سے ہم نے اس عالم کو وجود کی طرف حرکت دی تھی۔ انھیں قدموں پر پھر یہ عالم عدم کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اور جیسا کہ اب اسباب ظاہر اور سبب پوشیدہ ہے اس وقت سبب ظاہر اور اسباب زادیہ عدم میں چھپ چکے ہیں اور ہر ایک چیز اس کی طرف رجوع کر کے تجلیات قہریہ میں محض ہو جائے گی۔ اور ہر ایک چیز اپنے مکان اور مرکز کو چھوڑ دے گی۔ اور تجلیات الہیہ اس کی جگہ لے لیگی۔ یہی سموات کا انشقاق انفطار اور مطویات ہونا ہے۔ ح

آسمان بلند نشاں الوقت میگوئد زمین

یہ جملہ بھی حضرت صاحب کا ان آیات کی مختصر سی تفسیر ہے۔

آیت ۱۔ واذنت لربھا وحقت۔ اذنت۔ اذن سے مشتق ہے جس

آیت ۲۵۔ یسقون من دھیق مختوم۔ دھیق نام شراب کا ہے جسکی صفت قرآن شریف میں لافہا غول و کاهم عنہا ینفخون ہے۔ مختوم کے کئی معنی ہیں۔ ایک یہ کہ پینے کے بعد دیر تک اس کی خوشبو مسک کی آتی رہے گی۔ دوسرے یہ کہ اس کا تل چھٹ ایسا ہے جیسا مسک۔ تیسرے یہ کہ سربہ ہر کہ سوا ان مدارج والوں کے دوسروں کو نہ ملے گی اور جیسے یہاں ہر کے لاک ہوتی ہے وہ ہر مسک سے لگائی جاوے گی۔ ختامۃ مسک

آیت ۲۶۔ و فی ذلک فلیت منافس المتنافسون۔ منافس کے معنی تقابلی نفسی کرنے کے ہیں۔ جھگڑے کے بھی ہیں۔ یہ مبارک لفظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں بھی ہے۔ جو کتاب البریہ میں درج ہے۔

مخالفوں میں پھوٹ اور منافس سب دیوانہ پر پھٹکار۔ اس منافس کو جس کجی چاہے کتاب البریہ میں دیکھے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں فرمایا کہ تسابق و تنافس یعنی ایک دوسرے پر نعمت کے حاصل کرنے میں پیش دستی کرنا دنیا کی جاہ و شہم و صدر نشین یا نعمتوں پر کوئی پائدار چیز نہیں اگر کرتا ہے۔ تو فی ذلک یعنی ان رقیب مختوم وغیرہ پر کرو۔

آیت ۲۷۔ مزاجۃ من تسنیم۔ تسنیم کے لغوی معنی ارتفاع اور بلندی کے ہیں۔ اونٹ کی گوبان سنام البعیر کہتے ہیں۔ جہاد فی سبیل کو حدیث میں ذر وہ سنام الاسلام فرمایا ہے۔ تسنیم جنت میں وہ چشمہ ہے جو جنت کے تمام پائروں کے پشموں سے اشرف اور اعلیٰ ہے۔ جنتیوں کو اس چشمے سے بطور گلاب اور کیوڑے کے امتزاج کر کے دیا جاوے گا۔ مگر مقربین کے لئے خالص یہی شراب ہوگی۔ جیسا کہ عیناً شرب بھا المقربون سے واضح ہے۔

آیت ۳۰۔ واذ امروہم یتغامزون۔ غمز کے معنی پلکوں اور بھونکنے سے اشارہ کرنے کے ہیں اور عیب لگانے کے بھی ہیں۔

آیت ۳۱۔ الی اہلہم انقلبوا نکھین۔ ثعلبی کا قول ہے۔ کہ نکھین اور فاکھین بظاہر دو مختلف لفظ ہیں جیسے طامع اور طمع اور فارہ اور فرہ۔ مگر معنی دونوں کے ایک ہی ہیں۔ تبدیل ذائقہ کے لئے میوہ خوری۔ لذیذ کھانوں سے تلذذ۔ فرضی قصہ کہانیوں اور نادلوں سے دل بہلانا مزے لینا یہ سب نکھین میں داخل ہے۔

ایسے وقت میں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں کفار کو یہ بتا رہے ہیں کہ کون یقین کر سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اتباع ایسے کامیاب اور ہامد ہو جائیں گے کہ انھیں بڑے بڑے درجات ملیں گے۔ چنانچہ جب صحابہؓ نے عجم و شام کی فتوحات حاصل کیں تو یہ پیش گوئی کس شان سے پوری ہوئی۔

ہتے ہوئے چشمے اور دریا اور سبزہ زار اور ہر قسم کے مغازر ان کے لئے موجود تھے اور تختوں پر بیٹھنے کی پیشین گوئی تو صراحتاً بتا دیل موجود ہے انکو اللہ تعالیٰ نے تحت عیسیٰ عطا کی۔ یہ تمام انعامات جو انکی آیات میں بیان کئے ہوئے ہیں انہیں ملے اور ان کے متعلق تفسیری نوٹ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ غرض منکرین رسالت کی کامی اور نامرادی۔ اور آپ کے صادق مخلصین اور متبعین کی کامیابیوں نے

معنی کسی بات کے سننے کے لئے کان لگا کر رکھنا۔ حکم کی تعمیل کرنا ہے حقیقت کے معنی یہ ہیں کہ آسمان کا حق ہے کہ وہ ایسا کرے۔

آیت ۳ و ۴ - وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ - وَالْقَت مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ
آسمان کا پھٹنا۔ زمین کا کشادہ ہونا اور اپنے مافیہا کو اپنے اندر سے اگل دینا ان واقعات کو قرآن کریم میں بلفظ دیگر یوں فرمایا ہے۔

اولم یری الذین کفروا ان السملوات والارض کانتا رتقا ففتقناھما
یعنی زمینی اور آسمانی برکتیں بند تھیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے ساتھ ہی زمینی اور آسمانی برکتوں میں ترقیات ہونے لگیں۔ آپ کے عہد مبارک ان دونوں کا رقی ٹوٹا۔ اور زمینی و آسمانی ترقیات کا سمندر بہ نکلا۔ زمینی علوم و فنون جس قدر ترقی کر گئے اور کر رہے ہیں وہ محتج نہیں ہیں۔ جس طرح آسمان کا اثر زمینی اشیاء قبول کر رہے ہیں اسی طرح انسان بھی ذوجہتین ہے جیسا کہ آگے فرمایا۔

آیت ۶ - یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ اَنْتَ کَاِحْ - اِلَی سَابِکَ کَدْحًا الْ - اِنْسَانُ
معنی خدا سے بھی انس رکھنے والا۔ اور اہل دعیال بیوی بچوں سے بھی انس رکھنے والا۔ دوطرف کے تعلقات کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ انسان کا دسم ہو۔ کدح کے معنی کسی چیز میں نہایت مشقت کے ساتھ کوشش کرنے کے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ لیسو عبدا اللہ بمنعمین۔ خدا کے بندے تن آسائش و تن پرور نہیں ہوتے۔ اور خاص کر خدا کی رضا کو پالینا اور اس سے ملاقات کرنا دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرنے بغیر ممکن نہیں۔ اِنَّ سَلْعَةَ اللّٰهِ لَعَال - خدا کا سودا مہنگا ہے۔ اس زمانہ کی دشواریوں کا مختصر اُحدیث شریف میں ابن ماجہ باب شدۃ الزمان میں یوں فرمایا ہے۔

لا یرزاد الا مرالا شدۃ - ولا الدنیا الا ادا بدارا - ولا الناس الا شحاً - ولا المہدی الا عیسے ابن مریم۔

آیت ۷ - اِدْنِیْ کِتَابَہٗ بِیَمِیْنِہٖ الْاَیْہِ - یَمِیْنُہٗ کے معنی دایاں ہاتھ طافت۔ جناب الہی کی پروانگی۔ دعاؤں کے قبول ہونے کے راست بازی اگل حلال۔ قوت بازو کی کمائی۔ جناب الہی کی مرضیات کی روشنی۔ یہ ضروری امور ہیں۔ اگر یہ باتیں نہ ہوں تو حدیث شریف میں۔ اِذَا یَسْتَجَابُ لَہٗ اَیْہِہٖ - کیونکہ اس کی دعا قبول ہو۔

آیت ۸ - یُحَاسِبُ حَسَابًا یَسِیْرًا - حساب سیر صرف بندہ کے لئے اس کے اعمال کا اس کے سامنے پیش کر دیتا ہے اور اس کے خطاؤں کو چشم پوشی و درگزر کرتا ہے۔ امام احمد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ حَاسِبِیْ حَسْبًا یَسِیْرًا پوچھا کہ حساب سیر کیا ہے۔ فرمایا۔ صرف نامہ اعمال کا پیش کرنا اور درگزر فرماتا ہے۔ اور فرمایا۔ من توخش فی الحساب عذاب۔ جس کے حساب میں کرید کی گئی وہ معذب ہوگا۔ ابوہریرہ سے مروی ہے۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں خصلتیں ہیں کہ ان سے حساب سیر ہوگا۔ ایک یہ کہ جو اُسے محروم رکھے اور نہ دے اُس کو دیا کرے۔ دوسرے یہ کہ جو ظلم کرے

اس کو معاف کرے۔ تیسرے جو اُس سے قطع رحمی کرے وہ اس سے مل کرے (اِنَّ ذٰلَکَ مِنْ عَزَمِ الْاُمُوْر)

آیت ۱۳ - لَا تَلْہٰکُمْ فِیْ اَہْلِہِمْ مَسَاوِدًا - اِس آیت کے بالمقابل دوسری جگہ مومنوں کی صفت یوں فرمائی ہے۔ اَنَّا کُنَّا فِیْ اَہْلِہِمْ مَشْفِقِیْنَ (شعشعہ) مومن کو دنیا میں ہزار قسم تنعم ہو مگر آخرت کی فکر جانگداز رہتی ہے اور دنیا کی رحمت اپنی تلخ رہتی ہے۔

وَلَنَنْصِبَنَّ لَہٗ مَا قَلِیْلًا

مراد منزل جانان چہ امن و عیش چوں ہر دم
جس فریاد سیدارو کہ بر بندید محملھا
اور بھی کسی نے کہا ہے۔

عشرت امروز بے اندیشہ فردا خوش است۔

ذکر شب تلخ دارد جمیع اطفال را۔

آیت ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ - فَلَا اَقْسَمُ بِاللَّشْفِ - وَاللَّیْلِ وَمَا وَسَقَ
وَالْقَمَرِ اِذَا انْتَبَہَ - لَئِنْ کُنْتُ طَبَقًا مِّنْ طَبَقِیْ - لَا اَقْسَمُ کِیْ تَوْحِیہٗ سُوْرۃ الْقِیَاسِ
میں بیان ہو چکی ہے۔ شفق غروب آفتاب سے قبل اور بعد کی سُرخی۔ وسق کے معنی جمع کرنے اور اکٹھا کرنے کے ہیں۔ رات جامع المتفرقین ہے۔ چہند پرند حیوانات انسان سب رات کو اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اَنْتَقِیْ چاند کا بھر پورا ہونا ہے اور یہ تدریجاً ہوتا ہے۔ اسی کو لَئِنْ طَبَقًا مِّنْ طَبَقِیْ میں واضح فرمایا۔ سُوْرۃ التکویر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک سے آپ کے زمانہ میں جو ترقیاں ہونے والی تھیں۔ اُن کو وَالصُّبْحِ اِذَا انْتَفَسَ فَرَاکَ ذَکَرُ فَرَمَیَا۔ اور اِس جگہ ان آیات باب میں آپ کے خلیفوں کے ذریعہ سے جو ترقیات مقدر تھیں اُن کا ذکر فرمایا ہے۔ شفق نور نبوت کا دنیا سے رحلت فرماتا ہے۔ اور یہ زمانہ کسی قدر خوف آمیز بھی ہوتا ہے۔ شفق کے لفظ میں اور یُبَدِّلُ لَہُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِہُمْ اَمْنًا۔ میں ایک لطیف مناسبت ہے۔ صدیق اکبرؑ کے ابتداء زمانہ خلافت میں ارتداد عرب کے یہ شفق اور خوف و دُفول واقع ہو گئے۔ بعد اختلاف سیر کے ہماجرین و انصار کا اتفاق اور ایک خلیفہ کے ہاتھ پر اُن کا جمع ہو جانا اسی ظلمت کے وقت میں وَاللَّیْلِ وَمَا وَسَقَ کا ایک عجیب نظارہ تھا۔ اور اب تو خداوند کریم کے فضل سے آیام بعض دلیالی ہیں۔ جو والقمر کے اِذَا انْتَقِیْ کے بعد ہیں اور یہ جملہ ترقیات چونکہ تدریجاً ہیں اِس لئے لَئِنْ طَبَقًا مِّنْ طَبَقِیْ فرمایا زبان انگریزی میں ایک ضرب المثل ہے۔ جو لَئِنْ طَبَقًا مِّنْ طَبَقِیْ سے موافقت رکھتی ہے۔

فَوْرُ اِزْنَانِیْ یَلُتْ اِنْ اِیْہِہٖ

تمہاری تدریجی ترقی بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ہمارا بدر پہلے البدر تھا۔ اور اب خدا کے فضل سے بدلا ہو گیا۔

شَبَّہُہٗ بِالْبَدْرِ اِذَا ظَلَمْتَنِ ۖ یَا دُضْعِیْ وَاللّٰہُ ظَلَمَ ابْنِیْ

الْبَدْنِ یَنْقُصُ وَالْکَمَالُ فِیْ طَلْعَتِیْ ۖ فَلَا جَلَّیْ هٰذَا عَرُشُ مَنْہِجِیْ

آیت ۲۴ - وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ - یوحون دعا سے مشتق ہے جس کے معنی طرف میں کسی چیز کے پھرنے کے ہیں۔ فبداً باؤ عینہم۔ انہیں سنوں میں ہے۔ ادھیہ دعا کی جمع ہے۔ بات کو نہ محفوظ رکھنا۔ بھی دعا ہے لتیسہما اذن داعیہ۔ یہاں یوحون سے مطلب کفار کی اس منسوب بازی سے ہے۔ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی نسبت دل میں پھان پھیلتی تھی۔ جو آفتاب کے صبح کے نقش سے لے کر شفق تک اپنی تمامی منزلیں طے کرنا ہو اس کو درمیان میں کون روکے۔

آیت ۲۵ - لَہُم اَجْرٌ غَیْرُ مَسْنُونٍ - غیر ممنون غیر مقطوع۔ قرآن شریف کے کج تلاوت میں سے اس سورہ شریفہ میں تیرہاں سجدہ ہے۔

شق آسمان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تحریر فرمایا ہے۔ اس کا اندراج بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر یہ اعتراض پیش ہو۔ کہ قرآن کریم میں یہ بھی لکھا ہے کہ کسی وقت آسمان پھٹ جائیں گے۔ اور ان میں شگاف ہو جائیں گے۔ اگر وہ لطیف مادہ ہے۔ تو اس کے پھٹنے کے کیا معنی ہیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ اکثر قرآن کریم میں سماء سے مراد کل مافی السماء کو لیا ہے جس میں آفتاب اور ماہتاب اور تمام ستارے داخل ہیں۔ ماسوا اس کے ہر ایک جو لم لطیف ہو یا کثیف قابل تخریق ہے۔ بلکہ لطیف تو بہت زیادہ تخریق کو قبول کرتا ہے۔ پھر کیا تعجب ہے کہ آسمانوں کے مادہ میں حکم رب قدیر و حکیم ایک قسم کا تخریق پیدا ہو جائے۔ و ذلک علی اللہ یسیراً۔ بالآخر یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ قرآن کریم کے ہر ایک لفظ کو حقیقت پر حمل کرنا بھی بڑی غلطی ہے اور اللہ جل شانہ کا یہ پاک کلام بوجہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت کے استعلا لطیف سے بھرا ہوا ہے۔ سو ہمیں اس فکر میں پڑنا کہ انشقاق اور انفطار آسمانوں کا کیونکر ہوگا۔ و حقیقت ان الفاظ کے دلیع مفہوم میں ایک دخل بے جا ہے صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تمام الفاظ اور اس قسم کے اور بھی عالم مادی کے فناء کی طرف اشارہ ہے۔ الہی کلام کا مدعا یہ ہے۔ کہ اس عالم گون کے بعد خدا بھی لازم پڑا ہوا ہے۔ ہر ایک جو بنایا گیا توڑا جائے گا اور ہر ایک ترکیب پاش پاش ہو جائے گی اور ہر ایک جسم متفرق اور ذرہ ذرہ ہو جائے گا۔ ہر ایک جسم اور جسمانی پر عام فطارتا ہوگی۔ اور قرآن کریم کے بہت سے مقامات سے ثابت ہوتا ہے کہ انشقاق اور انفطار کے لفظ جو آسمانوں کی نسبت وارد ہیں ان سے ایسے معنی مراد نہیں ہیں۔ جیسا کہ جسم صلب اور کثیف کے حق میں مراد لئے جاتے ہیں جیسا کہ ایک دوسرے مقام میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔

وَالسَّمٰوٰتِ مَطْوٰیٰتٍ بِیَمِیْنِہٖ۔

یعنی دنیا کے فنا کرنے کے وقت خدا تعالیٰ آسمانوں کو اپنے دہنے ہاتھ سے لپیٹ لے گا۔ اب دیکھو کہ اگر شق السموات سے درحقیقت پھاڑنا مراد لیا جائے تو مطویات کا لفظ اس سے مغائر اور منافی پڑے گا۔ کیونکہ اس میں پھاڑنے کا کہیں ذکر نہیں۔ صرف لپیٹنے کا ذکر ہے پھر آیا۔ دوسری آیت ہے۔ جو سورۃ الانبیاء جز ۷ میں ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

یَوْمَ نَطْوِی السَّمٰوٰتِ عَطٰی السَّجَلِ لَکَلِّتَابٍ کَمَا بَدَاۤءُنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نَّعِیْدُہٗ وَعَدَاۤءُنَاۤ اِنَّا کُنَّا ذٰعِلِیْنَ۔

یعنی ہم اس دن آسمانوں کو ایسا لپیٹ لیں گے۔ جیسے ایک نہ متفق مضامین کو اپنے اندر لپیٹ لیتا ہے اور جس طرز سے ہم نے اس عالم کو وجود کی طرف حرکت دی تھی۔ انہیں قدموں پر پھر یہ عالم عدم کی طرف لوٹایا جائے گا یہ وعدہ ہمارے دہنے ہے جس کو ہم کرنے والے ہیں۔ بخاری نے بھی اس جگہ ایک حدیث لکھی ہے جس میں جائے غوریہ لفظ ہیں۔ و نکور السموات بیمیمنہ۔ یعنی لپیٹنے کے یہ معنی ہیں کہ خداوند تعالیٰ آسمانوں کو اپنے دہنے ہاتھ سے لپیٹ لے گا۔ اور جیسا کہ اباباب ظاہر اور مسبب پوشیدہ ہے۔ اس وقت مسبب ظاہر اور اسباب زاویہ عدم میں چھپ جائیں گے۔ اور ہر ایک چیز اس کی طرف رجوع کر کے تجلیات قمریہ میں مغمی ہو جائے گی۔ اور ہر ایک چیز اپنے مکان اور مرکز کو چھوڑ دے گی اور تجلیات اللہ اس کی جگہ لیں گی۔ اور علل ناقصہ کے فنا اور انعدام کے بعد علت تامہ کا ملکہ چھوڑ دے گا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال واکرام لمن ملک الیوم للہ واحد یعنی خدا تعالیٰ اپنی قمری تجلی سے ہر ایک چیز کو معدوم کر کے اپنی وحدانیت اور یگانگت دکھلائے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے وعدوں سے مراد یہ بات نہیں۔ کہ اتفاقاً کوئی بات منہ سے نکل گئی۔ اور پھر بہر حال گلے پڑا ڈھول بجانا پڑا۔ کیونکہ اس قسم کے وعدے خدائے حکیم و علیم کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ صرف یہ انسان ضعیف البنیان کا خاصہ ہے۔ جس کا کوئی وعدہ تکلف اور ضعف یا مجبوری اور لاچاری کے موانع سے ہمیشہ محفوظ نہیں رہ سکتا اور بااثر ہم تقریبات اتفاقیہ پر مبنی ہوتا ہے۔ نہ علم اور یقین اور حکمت قدیمہ پر۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدے اس کی صفات قدیمہ کے تقاضے کے موافق صادر ہوتے ہیں۔ اور اس کے وعید اس کی غیر متناہی حکمت کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ الْبُرُوجِ

پارہ ۳۰۔ رکوع ۱

یہ کمی سورۃ ہے اس میں بڑی بڑی پیش گوئیاں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی کامل اور خاتم النبیین ہونے اور مخالفین و منکرین کے ہلاک ہونے اور مومنین کے بالآخر کامیاب اور بامراد ہونے پر دلائل بیان۔ کئے گئے ہیں اور پھر ان پیشگوئیوں کے لئے فرعون اور قوم ثمود کی ہلاکت کے واقعات کو اور اصحاب الاخذ وود کے واقعہ کو برنگ تائید پیش کیا ہے۔ کہ مامورین اور مرسلین کے مخالف ہمیشہ ہلاک ہوتے۔ اور اسی طرح ائمہ الکفر کا حال ہوگا۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ العزیز)

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

بقیہ سورۃ البروج

پارہ تیسواں کوع ۱
(گذشتہ اشاعت سے آگے)

آخر میں قرآن مجید کی حفاظت کی زبردست پیش گوئی کی ہے۔ بل ہو قرآن مجید۔
فے لوح محفوظ۔ لوح محفوظ کے متعلق مسلمانوں نے جو کچھ مان رکھا ہے۔ اس کو
بجائے خود رکھ کر اس سے یہ بھی مراد ہے کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہمیشہ
کے لئے محفوظ تھیں رکھا ہوا ہے۔ یعنی کبھی زمانہ کا امتداد اسے انسانی
دستبرد کے نیچے نہیں آنے دیگا۔ اور اس میں کسی قسم کی تحریف و تبدیل نہ ہو سکیگی
چنانچہ دوسری جگہ اس کی تائید میں فرمایا :-

انا نحن نوحی الیک وانا لہ لحاظون

قرآن مجید کی حفاظت کے اسباب کی توضیح اور تشریح یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں
کہ کس کس طرح پر اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا انتظام فرمایا ہے بلکہ صرف اتنا ہی
کہدینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ پیش گوئی کے طور پر فرمادیا ہے کہ قرآن مجید فی
لوح محفوظ ہے اور واقعات ثابت کر دیا ہے کہ فے الواقع وہ محفوظ ہے۔ یہاں تک
کہ اس کا دسم خط تک ایک برابر محفوظ چلا آتا ہے۔ غرض یہ سورۃ بھی پیش گوئیوں
پر مشتمل ہے اور مختصر طور پر اسے درج کیا جاتا ہے۔

یوم الموعود سے مراد بدر کا دن ہے۔ جس دن بڑے بڑے اشرار اور
معاندان حق ابوجہل وغیرہ ہلاک ہوئے اس دن کا نام یوم الفرقان بھی ہے۔
(فصلہ کا دن) اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس دن کی آمد کو قسموں کے پیرا میں
بیان فرمایا ہے۔

والسماء ذات البروج والیوم الموعود و شاہدا و مشہود

یہ سورۃ اس وقت اُتری۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب مسلمان جو آپ پر
ایمان لائے تھے۔ مصائب اور تکالیف کا نشانہ بن رہے تھے۔ کفار مسلمانوں کو
سخت انداز میں پہنچاتے۔ انہیں طرح طرح کی دہمکیاں دی جاتیں۔ مسلمان ہونے کی وجہ
سے جلتی ریت پر لٹایا جاتا اور بت پرستی کے لئے مجبور کیا جاتا۔ کسی کو سولی پر لٹکا دیا
جاتا۔ کسی کو جان سے ہی مار دیا جاتا۔ مسلمانوں کے لئے یہ سخت مصیبت اور اتلار
کا وقت تھا۔ دنیا ان پر تنگ ہو رہی تھی۔ اسلام اور توحید کی خاطر جان و دنیا
گوارا کرتے مگر ایمان دینا گوارا نہ کرتے۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ
آل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمائی اور نظیراً اصحاب خندق کا واقعہ

فرما کر مسلمانوں کو تسلی دی۔ اور کفار کو تنبیہ کی۔ اور اس بات کی پیشین گوئی کی۔
کہ جس طرح کھائی والے کا خرابی کر تو توں کی وجہ سے آخر کار خود ہی طمع ناد ہوئے
اسی طرح کفار کہ بھی آخر کار یقیناً اور لاریب طمعنا حرب ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع
میں آیا۔ اور قیامت کے دن یہ بڑا خوفناک اور پر عبرت موقعہ ہو گا۔ جبکہ ہی خدا کے
مامور و مرسل جو دنیا میں ذلیل سمجھے جاتے ہیں۔ عزت کے تخت پر جلوہ افروز ہوں گے
اور انہی اُمت کے سرکش اور شریر لوگ جو دنیا میں بڑے بڑے معزز اور رئیس خیال
کئے جاتے ہیں اور تضحیک و استہزاء سے پیش آتے ہیں وہاں ذلت کے گرہے
میں گرائے جائیں گے۔ اور سخت نادم اور رسوا ہوں گے۔ پس ان کفار کو اس دن
کے مصائب اور تکالیف سے ڈرنا چاہیئے۔ جبکہ دنیا میں وہ انقلاب عظیم
واقع ہو۔ یوم الجزاء قائم ہو۔ سب کے سامنے مالک عرش بریں کے حضور کھڑے
ہوں اور اپنے اعمال کی جوابدہی کریں۔ پیغمبروں کو جھٹلانے والے ذلت اور رسوائی
کے گرہے میں گرائے جائیں گے۔ اور ان کے ماننے والے تخت عزت پر جلوہ افروز
ہوں گے۔ اس سورۃ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کا ثبوت دیا ہے۔
اور قسم کے پیرا میں قدرت الہی کا ایک زبردست نشان (تغیر و انقلاب موسموں کی)
پیش کر کے اس بڑے انقلاب (قیامت) کے وقوع پر استدلال فرمایا ہے
اللہ تعالیٰ نے آسمان کی اس جہت سے کہ اس میں بارہ برج تصور کئے گئے ہیں
جن کے اندر آفتاب سال بھر میں دورہ کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور ہر ایک برج میں
آفتاب کے داخل ہونے سے عالم اور اہل عالم پر ایک انقلاب جدید واقع ہو جاتا ہے
کبھی سردی ہے کبھی گرمی۔ کبھی برسات۔ کبھی خزاں۔ قسم کھا کر یہ ظاہر فرمایا ہے کہ
جس طرح ان برجوں کے اندر آفتاب کے داخل ہونے سے ایک نیا انقلاب زمانہ پر وارد
ہوتا رہتا ہے اور ان انقلابات کا نظارہ اور مختلف موسموں کی تبدیلی ہر سال
آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ اسی طرح قریب ہے کہ وہ انقلاب عظیم بھی دنیا میں واقع ہو۔
آفتاب یکا یک حکم الہی سے ٹھہر جاوے۔ نظام عالم کی کل درہم برہم ہو جاوے۔

۵۔ برج سے مراد کوئی گنبد یا عمارت نہیں ہے۔ بلکہ ستاروں کے اجتماع سے کوئی بیل کی شکل
ہو گئی ہے۔ اس کا نام برج ثور رکھ دیا گیا۔ کوئی شیر کی آسے برج اسد رکھ دیا گیا۔ غرضیکہ ستاروں کے
اجتماع سے اہل ہیئت نے ایسی شکلیں فرض کر لی ہیں۔ انہیں میں آفتاب کا ظاہری دورہ تصور کیا
گیا ہے اور آفتاب ہر برج میں داخل ہو کر ایک انقلاب جدید پیدا کرتا ہے۔ کتاب ایوب ۲۸
باب ۳۲ میں ہے۔ کیا تجھ میں قدرت ہے کہ منطقہ و برج کو ایک ایک اس کے موسم میں پیش کرے گا
کیا تو افلاک کے قانون کو جانتا یا انکا اقتدار زمین پر جاری کر سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں
وہی دلیل قسم کی صورت میں اسجگہ ذکر کی گئی ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ اپنے وقت اور اپنے
موسم پر ان کفار کو ہلاک کرے گا ہر ایک امر کا ایک وقت اور پیمانہ ہے۔ جب پیمانہ بھر جاوے پھر ایک منٹ
آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ ان اجل اللہ اذا جاء الاخر

لیکن آپؐ نے قطعیت اور وثوق کے ساتھ وعدہ فرمایا کہ ضرور ضرور کفار ہلاک ہوں گے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نصرت اور فیروزی عطا فرمائے گا۔ پس ایسا کلام بجز ملک العلام کے اور کسی کا نہیں ہو سکتا اور یہ بات دنیا کے تمام کفار۔ آریہ۔ برہمن اور عیسائی وغیرہ کے لئے حجت ہے (ترجمۃ القرآن)

آیت ۱ - والسماء ذات البروج -

آیت ۲ - والیوم الموعود -

آیت ۳ - و شاہد و مشہود -

بروج عربی زبان میں روشن ستاروں کو کہتے ہیں۔ برج کے لغوی معنی ظاہر کرنے کے ہیں۔ سماء ذات البروج سے مراد معروف بارہ برج۔ حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان وغیرہ لئے ہیں۔ مگر اسی قدر پر ہٹھ جانے سے آگے مطلب نہیں چلتا اور نہ آیا مابقی کی آیات ملحق سے کوئی مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ بالاتفاق یہ سورۃ کی ہے۔ اور اُس وقت نازل ہوئی ہے۔ جبکہ نو مسلم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کفار کا شکار ہو رہے تھے۔ کوئی گرم پتی ہوئی پتھروں پر لٹایا جاتا تھا۔ اور کوئی بڑی بڑی بے رحمیوں سے قتل کیا جاتا تھا کہ گویا کہ آسمانی سطوت و جبروت کا مقابلہ زمینی حکومت سے کیا جا رہا تھا۔ اور یہ جاننا چیزیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں درپیش تھی۔ جن سے آپ کو اور نو مسلم کمزور اصحاب کو صدمہ عظیم تھا۔ اس لئے ان مظالم کے جواب میں جو زمینی حکومت کے ذریعہ سے کی جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ملکوئی تین سطوت اور جبروت کو پیش کیا ہے۔ جو سماوات بروج۔ یوم موعود۔ شاہد و مشہود ہیں۔

سماوات ذات بروج سے سارا ملکوئی اقتدار ہے نہ صرف روشن ستارے یا سطران۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ وغیرہ بروج معروفہ یا یوں تصور فرمادیں کہ یہ دولت برطانیہ کہنے کو تو ایک لفظ ہے۔ مگر اس ایک لفظ کے مفہوم میں انگلینڈ۔ آئرلینڈ۔ سکاٹ لینڈ اور دلش اور ان کے تمامی مختلف ڈیپارٹمنٹ اور صوبے اور حکومتیں ہیں۔ جن پر سے رات اور دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے کسی ساعت میں بھی آفتاب کا زوال نہیں ہوتا۔ زمینی حکومت کے ذریعہ سے جو تعذیب کی جا رہی تھی۔ اس کے بالمقابل۔ سماوات ذات بروج۔ یوم موعود۔ شاہد و مشہود کو رکھا ہے۔

یوم موعود میں دس بارہ قول بیان ہوئے ہیں۔ اس توجیہ سے جو اوپر بیان ہوئی۔ سارے ہی قول صحیح ہو جاتے ہیں۔ علی ہذا القیاس۔

شاہد و مشہود بھی۔ یوم موعود کی نسبت کہا گیا ہے۔ کہ بدر کا دن۔ فتح مکہ کا دن۔ جمعہ کا دن۔ قیامت کا دن۔ عاشورہ کا دن۔ فرعون کے غرق ہونے کا دن۔ غرض کہ ہر جزائز کے ملنے کا دن۔ یہ سارے ہی دن ٹھیک اور درست ہیں اسی طور پر شاہد و مشہود یعنی عرفہ کا دن لیشہدا و منافع لہم۔ قیامت کا دن ذلک یوم مجموعہ الناس و ذلک یوم مشہود۔ کراما کا تبین اور مخلوق۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکی امت۔ تمامی انبیاء اور انکی امتیں۔ کل فرشتہ اور مخلوق۔ جماعت کل نفس معہ سائق و شہید تھے کہ کفہ باللہ شہید اسے

اور اس یوم موعود کا نظارہ آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہو۔ جو ذات انقلاب وجود پر قدرت رکھتی ہے اور ہر روز نیا انقلاب کرتی ہے۔ اس کے آگے وہ انقلاب عظیم بھی کوئی بڑی بات نہیں۔ قریب ہے کہ وہ یوم موعود یعنی قیامت کا دن بھی نمایاں ہو۔ اور تمام دنیا جی اٹھے۔ محاسبہ اعمال کے لئے سب خدا کے حضور میں حاضر ہو جائیں گے اور ہر ایک گواہی دینے والا۔ یعنی نبی اپنی امت کی حالت پر گواہی دے کہ انھوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ پینامات الہی کو کہاں تک مانا اور کیسے کیسے دکھ دے۔ برجون والے آسمان کی قسم قریب ہے کہ آفتاب دورہ کرتے ہوئے وہ دن بھی آجاوے۔ جب کہ کفار مکہ (اصحاب خندق کی طرح) ذلت اور ہلاکت کے گڑھے میں گرے ہوئے ہوں اور پھر اس یوم موعود کی قسم ہے۔ جس دن جلال الہی کا نظارہ لوگوں کی نظر میں جلوہ گر ہو۔ اور پھر اس شخص کی قسم ہے۔ جو اس روز شاہد (حاضر) ہو اور یہ نظارہ جلالت الہی کا اپنی نظر میں سے دیکھے۔ اور مشہود (یعنی حاضر کئے گئے) کی قسم جن لوگوں کا نظارہ اہل بصیرت اسی دن مشاہدہ کریں گے۔ یہ وہ دن ہو گا۔ کہ لوگ خدا تعالیٰ کی قدرہ کو سمجھیں گے۔ اور اس کے وعدوں کو سچا پائیں گے۔ کفار ناہنجار اسی طرح ہلاک ہو جائیں گے۔ جس طرح پر اصحاب اخذ و۔ یعنی کھائی والے ہلاک کئے گئے۔ اور خدا کی عجیب قدرت نمایاں ہو گئی۔ مختصر حال اصحاب خندق کا یہ ہے کہ ایک عیسائی لڑکا بڑا خدا پرست اور صاحب کرامت تھا۔ چنانچہ کئی آدمی اس کی کرامتیں دیکھ کر اور وعظ من کر ایمان لے آئے۔ اس وقت کا بادشاہ جو بہت بڑا بت پرست تھا لوگوں کو جبراً بت پرستی کرایا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے جب ان لوگوں کا حال سنا۔ تو سخت برا فرختہ ہوا۔ اور ان لوگوں کو زبرد توخی کے بعد بت پرستی کے لئے مجبور کیا۔ جب انھوں نے نہ مانا تو زمین میں ایک لمبا چوڑا گڑھا کھدوا دیا۔ اور اُسے آگ سے بھر دیا ان آدمیوں کو وہاں ڈلوا دیا۔ وہ یہ ظلم کر ہی رہا تھا کہ دفعۃً وہ آگ اس شدت سے مشتعل ہوئی۔ کہ اس کی لپٹ بادشاہ اور اُمراء تک جا پہنچی۔ سب کے سب قرآنی کی آگ میں بھسم ہو گئے۔ یہ قصہ ایک عبرتناک واقعہ اور زبردست پیشگوئی تھی کفار مکہ کے لئے جو مسلمانوں کو سخت دکھ دے رہے تھے۔ انہیں ایمان لانے سے روکتے اور طرح طرح کی ایذائیں دیتے۔ کئی کو صلیب پر چڑھا دیا۔ زندوں کو پتی ہوئی ریت میں ڈال دیتے تھے۔ کئی صحابہ کو جان سے مار ڈالا۔ خدا تعالیٰ نے ان کو اس مصیبت سے نجات دیدی اور ڈرایا کہ ان بطش دہات لشدیدا۔ (اے نبی) بے شک تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ چنانچہ انھوں کا اسد تعالیٰ ان کفار کو ایسا پکڑا کہ سب کے سب فنا و نیست و نابود ہو گئے۔ اور جس طرح اصحاب خندق اسی نار میں جل مرے۔ جل سے مومنوں کو جلا رہے تھے۔ اسی طرح کفار مکہ بھی اسی تلوار سے مارے گئے۔ جو مسلمانوں کی ایذا اور قتل کے لئے انھوں نے نکالی۔ خیال کرنا چاہیے کہ جس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی ہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی سامان بھٹا جس کے بھروسے پر آپ نے یہ پیشگوئی فرمائی۔ ہرگز نہیں۔ آپ بالکل بے زر۔ بے زور۔ بے سامان تھے۔ اور خود آذیت و ملیات کا نشانہ بن رہے تھے۔ اور سلامت بچنے کی امید نہیں تھی۔

مختون و مصنون رہے گا۔ فاللہ الحمد۔ کہ بیسا ہی ظہور میں آ رہا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پارہ ۳۰۔ سورۃ الطارق رکوع ۱

آیت ۱۔ والسماء والطارق۔ طرق کے لغوی معنی ٹھوکنے کے ہیں۔ اس سورۃ شریفہ میں عجم ثاقب کو اس لئے طارق فرمایا کہ وہ شیاطین کو ٹھوک پیٹ کر کھدیڑتے ہیں اور آسمان کے لئے محافظ ہیں۔ جب کہ ہر نفس کے محافظ ہیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضیافت و حفاظت بالاولیٰ ضروری ہے۔ راستہ ٹھوکنے پیٹنے سے اور اقدام کی رفتار سے مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس لئے طریق کہلاتا ہے۔ مسافر لوگوں کے رات کو سو رہنے کے بعد جو دروازہ کو کھٹکھٹا کے وہ بھی طارق ہے۔ ایک شاعر کا قول ہے۔

طرقۃ الباب حقاً کلمتہ فی۔ فلما کلمتہ فی۔ کلمتہ فی۔

نوع کہ سورۃ شریف کا موضوع پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضیانت اور حفاظت اور آپ کے اعداء کو آپ پر حملہ کرنے سے ٹھوک پیٹ کر دفع کرنا سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ حفاظت وذب و دفاع ظاہری اور باطنی دونوں طور سے متصور ہے۔

آیت ۲۔ النجم الثاقب۔ ثاقب دور کا ستارہ۔ نریا۔ اور تمامی ستارے بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ کل اصحاب رب آپ کی حفاظت کے لئے نجم ثاقب تھے۔ بعض ستاروں کے طلوع کے وقت بیماریوں کے اجرام ان ستاروں کی تاثیر سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ سب سے بڑا شیطانوں کو ٹھوک پیٹ کر کھدیڑنے والا وجود نبی ہی کا ہوتا ہے۔ ہمارے ایک دوست نے اس بات کو ایک شعر میں ادا کیا ہے۔

آسمان سے نجم ثاقب اس شب تاریک میں

سر پہ شیطانوں کے پڑنے کے لئے نازل ہوا

آیت ۶۔ خلق من ماءٍ دافق۔ دافق سیال پانی۔ یکے بعد دیگرے متواتر گرنے والے قطرے۔ دافق مدفوق کے معنوں میں ہے۔ عرب کی بولی میں فاعل مفعول کے معنوں میں کثرت سے بولا جاتا ہے۔ جیسے سراً کاتم ای مکثوم۔ دنی قول۔ فی عیشۃ راضیہ ای مرضیہ۔

حضرت صاحب کی ایک نظم میں دافق کا لفظ اس طرح آیا ہے۔

ہر کہ بردافق حکم مشغول است

برسر اجرت است مقبول است (برہین احمدیہ)

دافق کے معنی اس شعر میں حکم کے ساتھ ہی کو دتے پھاندتے فوراً چلے جانے کے ہیں۔ قرآن شریف کی مابقی آیات کا ربط آیات ملحق سے یہ ہے کہ کفار جنہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل اور ایذا اور مقابلہ کی ٹھان رکھی تھی انکو توجہ دلائی اس طرف کہ غور تکبر نبی کے مقابلہ میں چھوڑ دیں۔ اور اپنی پیدائش

ذات باری تعالیٰ اور تمامی مخلوق سالم بن عبد اللہ نے مراد لیا ہے۔ غرض کہ یہ تین آیتیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور آپ کے فوسلم اور مظلوم اصحاب کی تسلی و تشفی کے لئے نازل فرمائیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ کی سطوت اور جبروت اور ملکوتی اقتدار کا بیان ہے۔ جو کفار سے انتقام کے لئے کافی روانی ہیں۔ اس کے بعد نظیر اصحاب اخذ و د کے واقعہ کو تین ہی آیتوں میں بالمقابل بیان فرمایا ہے۔

آیت ۵ و ۶ و ۷۔ النار ذات الوقود۔

اذا هم علیہا قعود۔

وہم علیہا یفعلون بالموئنین شہود

زمینی حکومت کے ذریعہ سے آگ کی خندقوں کا تیار کرنا اور ان پر تماشاہ بینی کے لئے کرسیں بچھا کر بیٹھنا اور بالآخر اس وقت کے موئنین کو (جو غالباً عیسائی موحّد تھے) ان خندقوں میں جھونکنا یہ ایک ایسا نظارہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش کیا تھا کہ جس سے انہی اپنی تکلیفوں کا اندازہ مقابلتہ ان کو معلوم ہو گیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان آیات کو پڑھتے تو فرماتے۔

اللہم انی اعوذ بک من جعد البلاء ودرک الشقاء و سوء القضاء و

شماقت الاعداء۔

اصحاب الأخدود کے قصہ کو امام مسلم۔ احمد ترمذی نے حضرت صہیب رضی سے نقل کیا ہے۔

النار ذات الوقود۔ کے مقابلہ میں = سماء ذات البروج تھا

اذا هم علیہا قعود۔ کے مقابلہ میں = الیوم الموعود تھا

ما یفعلون بالموئنین شہود۔ کے مقابلہ میں = وشاہد مشہور تھا

آیت ۱۰۔ ان الذین فتنوا المؤمنین و المؤمنات ثم لم یتوبوا الالیہ سابق کلام میں چوں کہ خاص واقعات کا بیان تھا۔ اس لئے اس آیتہ شریفہ میں اسی قسم کے مظالم اور ان کے انتقام کو عام کر دیا۔ فتنہ کا لفظ ہر چھوٹے بڑے ابتلاء اور امتحان کے ہیں۔ آگ میں ڈالنا یہ بھی فتنہ ہے۔ یوم ہم علی النار یفتنون۔

آیت ۱۷ و ۱۸۔ هل اتاک حدیث الجنود۔ فرعون و ثمود۔

فرعون۔ ثمود اور ان کے علاوہ اور اور جنود کفار کے اپنے وقت کے پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ جو مظالم برت کر مورد انتقام ہوئے۔ اصحاب اخدود کے ساتھ میں انجو بھی بطور ضمیرہ کے یاد کرو۔

آیت ۲۰۔ واللہ من درأثم محیط۔ وراء۔ لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جسے کوئی پوشیدہ کرے یا کسی چیز کی اوٹ میں آ جاوے۔ اور اس کا اطلاق پس و پیش دونوں پر آتا ہے۔ اور اس آیت میں بطور اشتراک معنوی دونوں معنوں کو شامل ہے۔ معنی آیت کے یہ ہیں آگے پیچھے گھیر رہا ہے۔

آیت ۲۱ و ۲۲۔ بل هو قرآن مجید۔ فے لوح محفوظ۔

جو کوشش کہ قرآن شریف اور اسلام کے مٹانے کے لئے کی گئی تھی اس کا اثر۔ بل کے لفظ سے کیا۔ اور قرآن کے لفظ میں فرمایا کہ یہ ہمیشہ پڑھنے پڑھانے اور درس تدریس میں آتا رہے گا۔ تختیوں۔ کاغذوں پر لکھا جایا کہے گا اور

سوچیں کہ کس حقیر اور ناچیز قطرہ آب کے ہوئی ہے۔

آیت ۷۔ يخرج من بین الصّلب والترائب۔ ترائب کے معنی پستان کے صحیح نہیں ہیں۔ اگر پستان مراد ہوتے۔ تو کوئی صیغہ تنبیہ کا ہوتا۔ ترائب تربیہ کی جمع ہے۔ ترائب سینہ کے دائیں بائیں دونوں طرف کی پسلیوں کی ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ دل چوں کہ صلب اور ترائب کے درمیان واقع ہے اور دل سے شریانی عروق پیوستہ ہیں اور انھیں شریانی خون سے مٹی پیدا ہوتی ہے (گو ادعیت مٹی بھیجیں ہوں جو قطرہ کا کام دیتے ہیں مگر یہاں تو ذکر مخرج کا ہے نہ کہ فطر کا) اس لئے انسان کی حقیر پیدائش کا ذکر نہایت تہذیب کے ساتھ کیا۔

کلام الملوك ملوك الكلام

اس آیت قرآنی پر جس میں انسان کی فطرت کا بیان مشاہدے کے طور پر بتایا گیا ہے پادری صاحب اعتراض کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ لوگ کبھی قرآن مجید کے اصلی لہجے سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ عوام کی سنی سنائی باتوں کو دل میں رکھ کر اعتراض جانے لگتے ہیں کسی کتاب پر اعتراض کرنے سے پہلے اس کے اصلی ادب کے بلا واسطہ واقف ہونا فرض ہے۔

اعتراض۔ نیچر فلاسفی کے ڈاکٹر صاف صاف دکھلا سکتے ہیں کہ مٹی خُصّے میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ کہ مٹی باپ کی پیٹھ اور ماں کے سینے میں جیسے قرآن مجید میں ہے۔

جواب۔ ہم کو نہایت تعجب آتا ہے۔ جب ہم پادریوں کو نیچر فلاسفی وغیرہ سائنٹفک مصطلحات بولتے سنتے ہیں۔ انجیل اور فلاسفی انجیلی تعلیم سخت چمکاتی ہے کہ میدان میں نکل کر سائنس سے مقابلہ کرے۔ پادری ڈی ڈبلیو ٹامس دشریچ التکلیف صفحہ ۲۲) معما تثلیث کے حل سے عاجز کیسے بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں۔ ”خلقت (نیچر۔ قانون الہی) کے احوال سے استدلال اور عقلی دلائل اس میں چل نہیں سکتے۔ اس کا ثبوت ہمہ جہت کلام الہی پر موقوف ہے“ نیچر فلاسفی بڑا لفظ بولا۔ دوسرے مذہب پر اعتراض کرنے کے لئے تو بے اختیار یہ لفظ زبان سے نکلے گا۔ اندرون خانہ تو امید ہے۔ کم ہی استعمال کرنے کا موقع آتا ہوگا پادری صاحب! نیچر فلاسفی کے ڈاکٹر یوشع بن نون کی خاطر سورج کا کھڑا ہونا۔ مڑوں کا زندہ کرنا۔ مجسم شخص کا آسمان پر چڑھ جانا۔ بے باپ کے لڑکا پیدا ہونا کب تسلیم کرتے ہیں۔ پہلے انھیں ہی نیچر فلاسفی کی کسوٹی پر گھس لیا ہوتا۔ اب حقیقی جواب دینے سے پہلے ایک دو باتوں کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ قرآن مجید کی عظمت بخوبی واضح ہو جاوے۔

شیخ سعدی۔ ملک ایران میں پیدا ہوئے جس ملک کی نسبت مورخوں نے لکھا ہے۔ کہ یونان اور عرب کے علوم مصر سے اور مصر کے علوم ہندیا ایران سے اور بہتوں کا خیال ہے کہ ہند کے علوم بھی ایران سے لائے گئے۔ پھر اسلام کے ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ جبکہ مسلمانوں کے علوم اپنے اوج پر پہنچے ہوئے

تھے۔ مزید برآں حضرت شیخ نے اپنے علوم کو سیاحت اور تجربہ زمانہ سے اور بھی جلا دی تھی۔ بانیہم شیخ کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے ”زصلب اور نطفہ در شکم“ جس پر کج کل کی علمی نیاہنسی اڑاتی ہے۔ ملک عرب میں بھی بالخصوص صلب و اصلاب ہی کا محاذ و دائرہ ساڑھا تھا۔ اور یہیں تک ان کے محدود ذہن کی رسائی تھی۔ مگر قرآن کریم پر قربان جانیے۔ جو ہمیشہ ہر زمانہ میں اپنی راستی اور صداقت دکھانے کو تیار رہے اور ابد تک رہے گا۔ یہیں سے انسانی کلام اور الہی کلام کا تفرقہ معلوم ہوتا ہے۔ لیجئے ابا نبیہ کا مطلب سنئے۔

جواب حقیقی۔ فلینظر الانسان مم خلق۔ خلق من ماء وافیق یخرج من بین الصّلب والترائب۔ کیا معنی کہ نطفہ صلب اور ترائب کے بیچوں بیچ سے آتا ہے۔ صلب پیٹھ کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ ترائب جمع ہے تربیہ کی۔ سینے کی ہڈی۔

اب غور کرو کہ نطفہ اور مٹی شریانی خون سے بنتی ہے۔ اور وہ شریان دل سے نکلتا ہے۔ اور دل صلب و ترائب کے بیچوں بیچ ہے اور طرح پر اس کا مطلب یہ ہے کہ باری تعالیٰ متکبر انسان کی گردن عجب توڑنے کو اُسے اس کی خلقت جسمانی کے منبع کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور چوں کہ قرآن مجید کلام الہی ہے اور ہر مجلس میں جواؤں۔ بوڑھوں۔ عورتوں میں پڑھا جاتا ہے۔ اس لئے ضرور ہے۔ کہ انسانی اصلاح کے ہر قسم کے مطالب و اشارات اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اور تہذیب ادا کرے۔ یہاں دانا سمجھ گئے ہوں گے۔ اور حق شناس تو سمجھتے ہی ہیں کہ گردن کش انسان کو نصیحت کرنا قرآن کریم کو منظور ہے اور کس جگہ کی طرف اشارہ اُسے مقصود ہے۔ مگر اللہ اللہ کس خوبی اور لطافت سے اس مضمون کو نبھایا ہے۔ یہی اس کتاب کریم کا اصلی اور سچا معجزہ ہے۔

معترضو! خواہ مخواہ کی طعنہ زنی کے عاشقو! ترائب سے نیچے نگاہ کرتے جاؤ۔ اور صلب کی طرف چلے جاؤ۔ عین میں بیچوں بیچ میں تم کو وہ پمپ یا فوارہ نظر آدے گا۔ جس میں سے وہ اچھلتا پانی نکلتا ہے۔ جو انسان کی پیدائش کا منبع یا مبداء ہے۔ غور کرو۔ سوچو! ایمان اور انصاف سے کام لو۔ کیا مقصود تھا کیا مطلب تھا کس طرز پر ادا کیا۔ اس سے بڑھ کر فصیح اور پاک کلام کوئی دنیا میں ہے۔ علم ادب اور عربی سے آگاہی حاصل کرو۔ فصحاء عرب عضو تناسل کا نام جب بتقاضائے وقت لازم ہو ایسے ہی بیج سے لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ افصح العرب والجم ایک حدیث میں فرماتے ہیں۔

مَنْ یُضْمِنُ لِي مَا بَيْنَ لِحْيَتَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ فَاضْمِنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔ یعنی جو شخص اپنی زبان اور شرم گاہ کو فواش اور منکرات سے روکے۔ میں اُسے جنت دلوادونگا۔

الحمد لله على اذلك ان هو الا ما الهی بآء ربی۔

نو یعنی جو شخص مجھے ضمانت دے اس چیز کی جو اس کے دو جڑوں درمیان ہے یعنی زبان اور اس چیز کی جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے (عضو تناسل) میں اس کی واسطے جنت کا ضمان ہوگا۔

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پارہ ۳۰ - سورۃ الاعلا

رکوع پہلا

آیت ۱ - سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى - سب پاکی بیان کر۔ شرک وغیرہ کے عیوب سے اس کی تنزیہ کر۔ آیت شریف میں اللہ تعالیٰ کی تین صفات کا ذکر ہے سُبُوْحِیَّت - رُبُوبِیَّت اور عُلُوْ شَان - اس کے تحت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تین پیشگوئیاں تھیں۔ جو بڑی صفائی سے پوری ہوئیں۔ آپ جنوں افتراء وغیرہ عیوب سے پاک تسلیم کئے گئے۔ آپ کی ربوبیت کی زندگی کی اونے حالت کے تدبیراً یوناً فیوماً بطہستی گئی اور اعلیٰ ترین مقام پر یہاں تک پہنچائی گئی کہ :-

وَرَأَتْ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا اور اَتَمَّتْ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي كِي اَدَا زَا پَنے سُن لِي - روئے سخن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے مگر مفہوم کے اعتبار سے ہر صادق راست باز کے لئے عام مخاطبت ہے۔

آیت ۲ و ۳ - الَّذِي خَلَقَ فَسْوَی - وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدٰی - خَلَق - تسویہ - تقدیر ہدایت ان چار باتوں کو علی الترتیب قلت اور معلول کے سلسلہ میں بیان فرما کر حصول ترقی کے لئے راہ سمجھائی ہے۔ روئے سخن صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف ہے اور مفہوم کے اعتبار سے ہر ترقی کے خواہان کے لئے اس میں ہدایت ہے۔

آیت الَّذِي خَلَقَ فَسْوَی میں آریہ کا رد ہے جو خلق عالم کا منکر ہے اور سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا۔ اس مضمون کو بلفظ دیگر قرآن شریف میں یوں ادا فرمایا ہے۔ الَّذِي اَعْطٰی كُلَّ شَيْءٍ حَلَقًا ثُمَّ هَدٰی سَبِيْلًا

آیت ۴ و ۵ - وَالَّذِي اَخْرَجَ الْمَرْعٰی - فَجَعَلَهُ غُثَاآءً اَحْوٰی - مَرْعٰی - زمینی گھاس پات سبز - غُثَاآءً - خشک کوڑا کرکٹ - غُثَاآءُ جمع ہے اس کا واحد غُثَاآءُ آیا کرنا ہے۔ اَحْوٰی - حوہ سے مشتق ہے۔ سبزی کے بعد کسی چیز کا سیا ہو جانا حوہ ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے مقابلہ میں کفار کا جو انجام ہونیوالا تھا۔ ان دو آیتوں میں دکھلایا ہے۔ جو جس کم جہاں پاک کے مصداق ہو گئے۔ روئے سخن - ابوہل - عقبہ - ثقبہ - ربیعہ وغیرہ اس وقت کے کفار کی طرف ہے۔ مگر مفہوم کے اعتبار سے مصداق اس کے ہر صادق راست باز کے معاند ہیں۔ انھیں کا وجود ان کے کھیت کے لئے کھا دینا جاتا ہے۔

آیت ۷ - سَنَقِرُّ لَكَ فَلًا - قَسِيًّا - اَلَا مَا شَاءَ الَّذِي كُوْنِي - حَرِيًّا

بقیہ نوٹ سورۃ الطارق

پارہ تیسواں رکوع ۱

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

آیت ۸ - اِنَّكَ عَلٰی رَجَعٍ لِّقَادَرٍ - ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی مسئلہ مہتمم بالمشا ہوتا ہے۔ جیسے ہمارے اس زمانہ میں مسیح کی وفات کے مسئلہ پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اسی طرح سے شرک اور بت پرستی کے علاوہ بعث بعد الموت کا سخت انکار کیا گیا تھا۔ اس لئے قرآن شریف میں رجعت یعنی بعث بعد الموت کا ذکر بار بار کیا ہے۔ اور شریروں کو عقوبت اخروی سے ڈرایا ہے۔

آیت ۹ - یَوْمَ نَبْلُو السَّرَّاءَ - بَلْتَلْ بِمَعْنٰی تَطَهَّرْ ہے۔ سرائر - ستر کی جمع ہے۔ امتحان میں بھی مخفی استعداد ظاہر کی جاتی ہے۔ اس لئے بلاء امتحان کے معنی دیتا ہے۔ معنی آیت کے یہ ہیں کہ اس دن جو کچھ مخفی در مخفی طور پر کئے تھے وہ بھی ظاہر ہو جائیں گے۔

آیت ۱۱ - وَالسَّمَاءُ ذَاتَ الرَّجْعِ - سَمَاء - بادل - رَجْع - بارش چونکہ بخارات سمندروں سے اور زمین سے اوپر چڑھ کر بادلوں کی شکل میں مینہ بن کر واپس زمین ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس لئے بادلوں کا نام سماء اور بارش کا رَجْع ہے

آیت ۱۲ - وَالْاَرْضُ ذَاتَ الصَّدْعِ - صَدْع کے معنی پھٹنے کے ہیں قال اللہ تعالیٰ - یَوْمَئِذٍ یَصْدَعُ اِیْ یَتَفَرَّقُوْنَ - صَدْع کے لفظ سے ضرر اسی قدر توجہ دلانا مقصود نہیں ہے۔ کہ زمین کے پھٹنے سے کھیتیں اور درخت پیدا ہو ہیں۔ بلکہ آسمانی بارش سے جس طرح زمین سرسبز ہوتی ہے۔ اسی طرح پیغمبر کے آنے سے اور وحی آسمانی سے اہل زمین برگ و بار لاتے ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں :-

اِس چنیں کس چور و دھند بھان
برجہاں غطش کسند عیاں
چوں بیاید بہار باز آید
خور بہ نصف النہار باز آید
باز خند و ہنار لالہ و گل
باز خیزد و بلبلان غفل

آیت ۱۳ - اِنَّكَ لَقَوْلٌ فَصْلٌ - اِنَّ، کا مرجع قرآن شریف ہے یا آسمانی بارش کے ذریعہ زمینی سرسبز - دونوں ہی صحیح ہو سکتے ہیں۔

آیت ۱۷ - اَمَّحِلْہُمْ رُودِیْدًا - امحال کے معنی ہلت دینے ڈھیل دینے کے ہیں۔ رُودِیْدًا - رود کی تصغیر ہے۔ امر کے معنی میں آیا کرنا ہے۔ جیسے غوی ام فاعل بمعنی امر سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے رُودِیْدٌ ذِیْدًا اِیْ اُتْرَکْہُ وَدَعَا

یعنی شیطانی القاء کو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو مضبوط کرتا ہے۔ اور ایک اور جگہ فرمایا۔ یحیٰ اللہ الباطل و یحق الحق بکلمتہ۔ اللہ تعالیٰ باطل کو محو کر دیتا ہے اور اپنے کلمات حق کو حق ثابت کرتا ہے پس معلوم ہوا۔ لا ما شاء اللہ سے اگر کوئی مراد ہے تو وہ باطل اور ارادہ و تدبیر شیطانی ہیں۔ جو آپ کی مخالفت کے لئے کیجاتی تھیں یہ بھی یا عظیم الشان پیشگوئی ہے اسکو واقعات سے ملا کر دیکھو کہ کس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پڑھایا گیا وہ قائم رہا اور دنیا اس کو نہیں بھول سکتی۔ قرآن کریم کی وحی آج تک بھلی سی قوت و شوکت کے ساتھ زندہ اور محفوظ ہے پھر اس کو موگہ کرنے کے لئے فرمایا یا تہ یعلم الجحہ ما یخفی۔ یعنی یہ اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہے۔ جو ظاہر اور مخفی تمام امور کا پورا علیم و خیر ہے پس یہ بھی اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے۔ اس کے بعد ایک اور دلیل برنگ پیشگوئی فرمائی کہ دینسارک للیسائی یعنی تیرے ہر ایک کام میں سہولتیں اور آسانیاں پیدا کیجائیں گی۔ کئی زندگی جس عمر اور تنگی کی زندگی تھی وہ تاریخی اوراق سے عیاں ہے لیکن بعد میں آپ کے لئے جس قدر سہولتیں پیدا ہوئی ہیں وہ بھی ایک ظاہر امر ہے ہر کام میں سہولت اور آسانی پیدا ہو گئی۔ اور اس طرح پر یہ پیشگوئی پوری ہوئی اسکے بعد پھر ایک پیش گوئی فرمائی کہ آپ کا کام تذکرہ ہے آپ اس نصیحت کو لوگوں تک پہنچاتے جائیں یہ خالی از فائدہ نہ ہوگی۔ ضرور اپنا مفید نتیجہ پیدا کرے گی :

آیت ۸۔ دینسارک للیسائی۔ کئی زندگی آپ کی جس قسم کی عسرة کی تھی اسکو پیش نظر رکھ کر آپ کے عروج اور کمال تک نظر کیجاوے تو آیت کا مفہوم خوب سمجھ میں آتا ہے۔ علاوہ اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دین لائے ہیں اس کی تعریف آپ نے یوں فرمائی ہے۔ ما بعثت بالیہودیتہ ولا بالنصرانیۃ و لکن بعثت بالحنیفیۃ السمعیۃ۔ یعنی افراط و تفریط اور رہبانیت سے منزہ سہل اور آسان دین کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے۔ سفر میں قصر ہے۔ عذر ہو تو تیمم ہے۔ سجدہ ہو تو سب جگہ مسجد ہی مسجد ہے۔

آیت ۹۔ فذاک ان نفخت الذکوۃ۔ ان یعنی قد ہے۔ جیسے فرمایا۔ بھان دیناؤن کان وعدا ربنا لمفعولا۔ ۱۱۔ و ان کا ذامن قبل لفی ضلال مبین ۱۲۔ ان کے معنی ہر جگہ شرط نہیں ہوتے ان دو مقام کے علاوہ قرآن شریف میں کثرت کے ان قد کے معنوں میں آیا ہے۔ آف نصر بکم الذکر صفحہ ان کنتم قوماً مسرفین سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نے یا نہ سنے۔ وعظ و نصیحت کبھی ترک نہیں کرنا چاہیے۔ گوش زد وہ اثر ہے وارو۔

آیت ۱۴ و ۱۵ و ۱۶۔ قد اخل من ترکائی۔ و ذکر اسم ربہ فصلۃ۔ بل تو ثون الحیوۃ الدنیا۔ فلاح کے لئے ظاہری و باطنی طہارت پر آگندہ خیالات کے مجموعی۔ ذکر و نماز و بالاخر دین کو دنیا پر مقدم کرنا۔ یہ باطن ضروری ہیں حضرت مسیح موعود کا ایک الہام ہے۔ ”صفۃ قطرۃ باندہ کہ تاگو ہر شود پیدا“ ایک اگر صاحب ہے جو ایم لے ہیں۔ اعتراض کیا کہ موتی تو کیرے کے لعاب سے پیدا ہوتا ہے یہ حال کی تحقیقات کا شاہد ہے مگر جب انکو توجہ دلائی گئی کہ سیپ میں کیرا کس چیز سے پیدا ہوتا ہے تو چونکہ ڈاکٹر تھے خاموش ہو گئے ایک اور الہام حضرت صاحب کا ہے جس کو ترکیب نفس اور ذکر سے تعلق ہے وہ یہ ہے۔ ان هذا القرآن عرض علی اقوام فما دخل فیہم وما دخلوا فیہ ولا قوم منقطعون :

صدیق مشرفین میں آیا ہے کہ قرآن شریف جسے یاد ہے وہ اس کو پڑھتا پڑھتا رہتا ہے۔ اگر پڑھنے میں ٹھیس دے دیتی۔ تو وہ کھلے ہوئے اونٹ سے بھی یا تو تیزی سے ساتھ سینوں سے نکل جاتا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام سے ہر سال ایک بار دور کیا کرتے تھے۔ سال و فات آپ نے دو بار دور کیا۔ ”سہی“ کے معنی ضرور بالضرور کے ہیں۔ الا ما شاء اللہ کے تحت میں موجود قرآن شریف کے علاوہ جس قدر مختلف قرمتیں عرب کے لب لہجہ کی ذہ سے تھیں۔ سب نیا نسیا ہو گئیں۔ جو زیادہ تر مشہور قرأت تھی۔ وہی منور ہی۔ قرآن شریف کے جمع کے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہ کا فعل اللہ ہی کا فعل تھا۔ شیعہ مترضین اس پر غور فرمادیں :

ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے سلسلہ میں بتایا کہ ہم تجھے پڑھائیں گے۔ اور تو کبھی نہیں بھولے گا۔ جیسے پہلی آیتوں میں بتایا تھا کہ ہر شے کو اللہ تعالیٰ نے ایسے فطرتی قوے دیئے ہیں جو اس کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔ ایسا ہی اس کو اس کے کمال مطلوب تک پہنچنے کا طریق بتایا ہے۔ پس جس باوجود ہستی کو نور نبوت دیا جاتا ہے۔ ضرور ہے کہ اس کے قوی میں بھی وہی قوت اور طاقت ہو۔ اور اس بار نبوت کے اٹھانے کے لئے وہ ہمہ تن طیار ہو اور ہر قسم کی مشکلات جو اس راہ میں پیش آویں۔ اُن کے برداشت کرنے کا حوصلہ اور استقلال اس میں موجود ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بشارت دیجاتی ہے۔ کہ تیرے آنے کی جو غرض دنیا میں ہے اس کے حسب حال آپ کو قوے دیئے ہیں۔ اور اس کی تکمیل کی جواہر ہے۔ وہ آپکو بتا دیجاتی ہے۔ اگر یہ سوال ہو۔ کہ یہ علوم جو نبوت کے متعلق ہیں۔ وہ کس طرح محفوظ رہیں گے۔ اور آپ کس طرح پڑھ لیں گے۔ تو سنو! اُس کے متعلق ہم پیشگوئی کرتے ہیں۔ سنقراتک فلا تنسے۔ ہم تجھے کو پڑھا دیں گے اور تو کبھی نہیں بھولیگا اب جیسا کہ اللہ تعالیٰ وعدہ اور بشارت دی تھی کہ تو ہمارے پڑھاے ہوئے علوم کبھی نہیں بھولے گا۔ اس وعدہ کے موافق اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید پڑھایا۔ اور تمام اسرار و حقائق و معارف و دقائق آپ پر منکشف کئے۔ علوم اولین و آخرین عطا فرمائے۔ اور اس پر بھی دبت ہر دنی علمائے کی دعا سکھائی۔ اس آیت میں یہ بھی بتایا ہے کہ بھولیگا نہیں مگر الا ما شاء اللہ بھی اس کے ساتھ ہے۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیے۔ کہ ضروریات دین اور کلام ربانی جس کا دنیا کو پہنچانا مقصود ہے وہ تو کبھی آپ کو بھول ہی نہیں سکتا اور نہ ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر امان ہی اٹھ جاوے۔ قرآن مجید خود اسکی تشریح دوسری جگہ کرتا ہے۔ ایک جگہ فرماتا ہے۔ لئن شئنا لنذہبن بالذی اوحینا مکیث۔ یعنی اگر ہم چاہتے تو جو کچھ تیری طرف وحی کیا ہے۔ اے نے جانے مگر ایسا وقوع میں نہیں آیا اس لئے ان ما شاء اللہ یا لئن شئنا سے یہ مراد نہیں ہو سکتا کہ ایسا وقوع میں بھی آیا۔ اور اگر آیا بھی تو دیکھنا یہ ہے۔ کہ کیا کوئی قرآن کریم میں اس کا پتہ ہے اس لئے ایک جگہ فرمایا۔ فیسخ اللہ ما یلقى الشیطان ثم یحکم اللہ ایسہ۔

حضرت بلقیہ امیر مولا علی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے روزانہ درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق علی علیہ السلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پارہ ۳۰ - سورة الغاشية

آیت ۱ - هل انتك حديث الغاشية - حدیث الغاشیہ سے

اکثر اہل تفسیر نے قیامت کے حوادث مراد لئے ہیں۔ سہلنا۔ یہ صحیح بات ہے کہ قیامت کے حوادث اپنے ہولناک ہونے کی وجہ سے غاشیات ہی ہوں گے کہ انسانوں کے ہوش و حواس عقل و فکر سب کچھ مارے جائیں گے۔ مگر قرآن کریم کے اسلوب اور اس کے لٹریچر پر نظر کرنے سے یہ پتہ لگتا ہے کہ جہاں کہیں قرآن شریف میں هل انتك حدیث کذا و کذا آیا ہے۔ وہاں ذنبوی عقوبات آخری عقوبات کے ساتھ پوئے بلکہ مقدم رکھی گئی ہیں۔ جیسا کہ هل انتك حدیث الجحود و خزعون و شجود اور هل انتك حدیث موسیٰ وغیرہ آیات سے ثابت ہے۔ اسی طرح سے جیسا کہ انبیاء یقین اور ان کے امم کے ساتھ جو معاملات ہوئے ان کے ہر رنگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی کوئی عظیم الشان عقوبت آسانی آنے والی تھی۔ اس کو هل انتك حدیث الغاشیہ میں ذکر فرمایا۔ عقوبتیں تو کفار پر بہت سی آئیں۔ مگر الفاظ قرآنی کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیث الغاشیہ قحط شدید تھا جو سات سال تک بزمانہ نبوی واقع ہوا تھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اپنے اللہم اعنی علیہم بسیم کسبم یوسف۔ ان الفاظ سے دعا کی تھی اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ وہ قحط شدید پڑا جس کا ذکر سورہ دخان میں ان الفاظ سے ہے۔ یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس هذا عذاب الیم ۲۲ اس سورہ شریف کی پہلی آیت میں حدیث الغاشیہ ہے۔ اور سورہ الدخان میں یغشی الناس هذا عذاب الیم ۲۲

آیت ۲ - دجوة یومئذ خاشعة - عاملة ناصبة۔

جب قحط شدید ہوتا ہے تو فاقوں کی وجہ سے چہرے بگڑ جاتے ہیں ذلت اور مسکنت چہروں پر چھا جاتی ہے۔ عاملة ناصبة۔ لوگ بول ہو جاتے ہیں کہ کھیتیں زراعتوں کے پیچھے محنت کرتے تھک کر چور ہو جاتے ہیں مگر پیداوار کچھ نہیں ہوتی۔ محنت کرنا اور ٹھکانا ہی پتے پڑتا ہے۔

آیت ۱ و ۲ - تصل ناراً حامية - شقة من عین انیة - عذاب الجوع کی آگ سے شکم نور ہو جاتا ہے۔ سرد پانی کہاں جو پینے کو ملے۔ کہیں دور دراز جگہ سے یا عقیقہ در عین چاہ سے لایا جاوے گا۔ آنیہ لفظ انیا یعنی تاخیر سے مشتق ہے دوسری جگہ فرمایا ہے۔ یطوفون بینہا و بین حمیم ان۔ پاٹروں میں جہاں سے چٹے نکلے بعض چشموں کا پانی نہایت سخت گرم ہوتا ہے۔ پیاسے کے لئے جس کی جان جاتی ہو یہی گرم پانی غنیمت سمجھا جاتا ہے۔ ع

تشنہ راول نخواستہ آب زلال

آیت ۶ - لیس لهم طعام الا من ضایع - ضریح ایک قسم کی گھانسی ہے جب تک پانی کی وجہ سے ہری رہتی ہے۔ شبرق کہلاتی ہے مگر جب سوکھ جاتی ہو تو اسی کو ضریح کہتے ہیں۔ کانٹے دار اور بدبو دار تلخ ہوتی ہے تضرع اسی سے مشتق ہے۔ سورہ المؤمنون رکوع چارم (پارہ ۱۵) میں فرمایا ہے کہ قحط شدید میں ضریح کو کھا کر بھی تضرع نہیں کیا۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔

ولقد اخذنا ناهم بالعذاب فما استکانا لہم وما یتضرعون
اس آیت شریف کا نزول مفسرین نے قحط شدید کے وقوع کے بارے ہی میں لکھا ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں ہوا تھا۔

آیت ۷ - لایمنن ولا یغنی من جوع - قحط کے مارے ہوؤں میں مٹایا کہاں باقی رہتا ہے۔ جسم ایک پتھر کی طرح ڈراؤنی شکل کا ہو جاتا ہے۔

آیت ۸ - دجوة یومئذ ناعمة - آیت ۷ سے ۱۰ تک مومنوں کے خوش و غورم اور مستنعم رہنے کا بیان ہے۔ جن لوگوں کے شامل حال خداوند کریم کا فضل ہوتا ہے ان کے لئے ضرور کے سامان بھی ضرور رساں نہیں ہوتے۔ ہمارے ملک میں بڑے بڑے شدید قحط پڑے مگر جو فلاح قومیں تھیں۔ قحط میں بھی وہ مستنعم ہی رہیں۔ ۹

منعم بکود وشت و بیابان غریب نیست

ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

یہ ظاہر امر ہے کہ کہیں یہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہو رہی ہیں۔ اور اسی حالت میں اہل مکہ کو بتایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کو آج تم ایک کس اور بے بس انسان یقین کرتے ہو اور نے الواقع آج وہ ایسا ہی ہے ابھی کیونکہ کوئی جتھا او جمعیت اس کے ساتھ نہیں اور تم سمجھتے ہو کہ بہت جلد اسے نابود کر دو گے مگر یاد رکھو کہ ایک وقت آتا ہے کہ انکی قوت اور شوکت کا دائرہ وسیع ہوگا اور تم سب اس کے زیر اقتدار ہو گے اس وقت مخالفین عجیب گھبراہٹ کی حالت میں ہوں گے۔ اور وہ ذلیل ہوں گے ایک آگ میں وہ داخل کئے جائیں گے۔ آگ سے مراد نار الحوب بھی ہوتی ہے اور جہنم بھی۔ پس دنیا کی جنگ میں ان کی ناکامی اور نامرادی نار جہنم کے لئے دلیل ہے وہ اس مقابلہ میں مار جائیں گے۔ ان کو کھولتا ہوا پانی اور خاردار جھاڑیاں جن کو چھتر تھوہر کہتے ہیں کھلنے کو ملیں گی۔ اس کا ثبوت دنیا میں یوں ملتا ہے۔ کہ آشک کے مریض کے لئے تھوہر کے دودھ میں گولیاں بنا کر دی جاتی ہیں اور ادھر سے گرم گرم پانی پلا جاتا ہے رغوہ دنیا میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح پر آخرت میں بھی ہوگا۔ دینا اصرہ عذاب جہنم۔ آمین

اُنھے بالمقابل ایک گروہ خوش و غورم ہوگا اور اپنی تدابیر کے پورے ہونے اور مساعی میں خدا کے فضل سے کامیاب ہونے پر شاداں و فرحاں ہوگا ان کے لئے

دوسروں کا کثرت سے پڑھنا آپ کا ثابت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پارہ ۳۰ - سورۃ الفجر کو ع ۱

آیت ۱ و ۲ و ۳ و ۴ - والضحی - والیالی عشر - والشقم والوتر - دلیل
اذا الیسسا - صبح کا وقت - دس راتیں - جنت اور طاق اور رات جیکہ رواں ہو پڑی
ان پانچ اوقات متبرکہ و مخصوصہ کو واسطے اظہار ان کی عظمت کے بطور قسم کے یاد فرمایا
ہے۔ ان پانچ اوقات متبرکہ و مخصوصہ کی تعیین میں بہت سے قول بیان ہوئے
ہیں۔ جنت اور طاق کی تعیین میں وقت کے علاوہ کوئی اور دوسری شے بھی یاد
سمجھی گئی ہے۔ ان سب اقول میں زیادہ تر اقرب بفہم جو بات معلوم ہوتی ہے وہ
ہے کہ چونکہ ان آیات کے بعد ساتھ ہی ذکر بعض بڑی بڑی قوموں مثلاً عاد و ثمود وغیرہ
کی ہلاکتوں کا مضمون کے مقابلہ کی وجہ سے بیان ہوا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ سب
سے بڑا ہتھیار پیغمبروں کے ہاتھ میں دشمنوں کے مقابلہ کے وقت دیا ہی کا
ہوتا ہے۔ اور دعاؤں کی قبولیت کے لیے بعض اوقات مخصوصہ مقامات
متبرکہ خاص متناہت رکھتے ہیں۔ اس لئے ایک حق انیس سے جو اوقات مخصوصہ
ومتبرکہ کی ہے ذکر کی جاتی ہے۔ سب سے زیادہ متبرکہ ایام و لیالی عشرہ اور آخر
رمضان المبارک میں۔

(۱) صبح کو میسویں کی اعتکاف میں داخل ہوتے ہیں اور یہی سنون ہے۔ اگر چاہے
تیسویں کا ہو تو دس راتوں میں اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔ اور اگر چاند اُٹھنے کا
ہو تو دونوں کی تعداد جفت اور راتیں دس ہو جاتی ہیں۔ بعد ختم عشرہ آخر رمضان
المبارک کے شوال کی پہلی رات لیلة الجائزۃ کہلاتی ہے کہ اس رات میں تمامی
ماہ رمضان المبارک کا اجمود ثواب اللہ تبارک و تعالیٰ بندوں کو عطا فرماتے ہیں
پہلی شب شوال کی یہ اعتبار اس کے کہ سارے رمضان شریف کا ثواب اس میں
مرحمت کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں نہایت بابرکت رات بیان ہوئی۔ جو
والیل اذا الیسسا کی مصداق ہے۔
صبح کے اوقات کی نسبت خصوصیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرما
ہے کہ ۱۔ اللہم بادئ لا متی نے بکھڑھا۔ اولکما فال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اس کے علاوہ ان پانچ باتوں کی توجیہات اور بھی بیان ہوئی ہیں۔ محصل ان
سب کا یہی ہے کہ ان کے اکتفاء ہوں یا ازمنہ

دعا کے لئے

یہ بڑے زبردست ہتھیار ہیں جنہوں نے دشمنوں کی بڑی بڑی قوموں کو ہلاک کر دیا۔
والیل اذا الیسسا سے شب قدر بھی مراد ہو سکتی ہے کیونکہ بخلاف اور راتوں کے یہ
رات ساری کی ساری بابرکت ہوتی ہے۔

باغات عالی مرتبہ ہوں گے جن میں لغویات کو دخل نہیں اس میں بہتے ہوئے چٹے ہوئے
اور تخت ہوں گے۔ کوزے انجور سے قرینہ سے رکھے ہوں گے۔ قالین اور تکیے
لگے اور پنچھے ہوئے۔ عرض یہ تمام نعمات اس دنیا میں صحابہ کو ملے اور انہوں نے
ایسے باغات حاصل کیے۔ ان تمام امور پر پہلے مختلف جگہ ہم نے بحث کر دی ہے
اب تریا وہ تفصیل اور توضیح کی حاجت نہیں۔ المختصر کہ معظم میں منکرین کو عذاب کی آواز
سوا حقین و متعین کو کامیابی اور جنات عالیہ کی خوشخبری بزرگ پیشگوئی دی جاتی ہے اور
بتایا ہے کہ قیامت میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ دنیا میں اس طرح پرہیزگار اور یہ قیامت کا
ثبوت ٹھہرا۔

آیت ۱ - اخلا نیظرفن الی الا بل کیف خلقت۔ اس آیت شریفہ اور
اس کے مابعد کی اور تین آیتوں میں صبر اور استقلال اور مصائب کے وقت یکساںنگی
کا بیان ہے۔ سب سے پہلے آیت کا ذکر فرمایا کہ کس طرح وہ بارگش اور نافع الناس
وجود ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

برخاں اخلا نیظرفن تا قدرت الہی بیکرہ بشر بنکر تا صبح خدا بسنی

در خاد خوری قلع و ربار کشی لیلی : این وصف اگر جوئی در احوال صفائی

علی ہذا القیاس نزول بلا کے وقت اہل صفا آسمان کی طرح مرفوع الاحوال پہاڑوں
کی طرح مستقل المزاج اور زمین کی کشادگی کی طرح وسیع الخوصلہ ہوتے ہیں۔ بعض کوتاہ
نظر معترضوں نے۔ اہل۔ سما۔ جبال اور ارض ان چار مناظر کو ایک جگہ ذکر کرکے
کہ اعتراض کیا کہ کلام بے ربط ہے۔ کوئی بات آسمان کی ہے تو کوئی زمین کی ایک
جگہ ہے تو دوسرا پہاڑ۔ یہ اعتراض قلت تدبر اور سوء فہم کی وجہ سے ہے ورنہ
متناہت ایسی تام اور ابلغ ہے کہ نظارہ قدرت میں اس سے بڑھ کر جامع الصفات
چیزیں دوسری ہیں نہیں جو فائش کے لیے پیش کی جاتیں۔

آیت ۲۲ - لت علیہم بمصیطہ - مصیطہ - س اور ص دونوں سے
لکھا جاتا ہے۔ اس کے معنی جابر کے ہیں۔ نبی کا کام صرف تبلیغ کر دینا ہے۔ جو نہ
ان پر نبی جبر نہیں کیا کرتے۔

آیت ۲۴ - فیعدبہ اللہ العذاب الاکبر۔ اس آیت شریفہ
معلوم ہوتا ہے کہ قحط کے عذاب کے علاوہ کوئی اور بھی عذاب ہے جس کا نام عذاب
اکبر رکھا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ ولند یقننہم من العذاب الادی دون
العذاب الاکبر ۲۵ - سورہ دخان اور سورہ المؤمنوں میں پیغمبر صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم کے وقت کے قحط کی آیتوں سے سورۃ الغاشیہ کے الفاظ ملتے جلتے ہیں اس
لئے حدیث الغاشیہ سے مراد قحط شدید کی پیشگوئی ہم نے مراد لی ہے اور یہی سورۃ
الغاشیہ میں ایسے الفاظ لائے گئے ہیں۔ جیسے ضریح۔ لایسمج۔ عاملۃ۔ ناصبہ
وغیرہ قحط ہی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ حدیث الغاشیہ سے بطور معارف کوئی
اور بھی قسم عذاب کی مراد ہو تو ممکن ہے۔ کیونکہ کلام الہی خود المعارف ہوتا ہے
تا وقتیکہ تصدیق ہو۔ سارے ہی معارف صحیح سمجھے جاسکتے ہیں۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم سورۃ الاعلا اور سورۃ الغاشیہ کو اکثر نماز جمعہ اور عید میں ان سورتوں
کے ذوال معارف ہونے کی وجہ سے تلاوت فرماتے تھے۔ نماز عشاء میں بھی ان

آیت ۲۳ - یومئذ یتذکرکم الانسان وانی له الذکرى - اللہ تعالیٰ کا عذاب رویت عذاب سے پہلے توبہ اور استغفار سے مل جاتا ہے اور یہی سنت اللہ ہے مگر جب عذاب کی رویت ہو جاوے تو پھر توبہ استغفار و انابت اللہ بھی کام نہیں پڑنے جیسا کہ فرمایا۔

فلم یلک ینفعهم ایمانهم لما رزقنا منا - سنتہ اللہ الی قد اخلت عبادہ ۲۴
آیت ۲۴ - یالیتنی قد امت لِحیاتی - حیات موت کے بعد کی جاودانی زندگی کو کہا گیا ہے۔

آیت ۲۵ - یا یحیا النفس المطمئنة الی آخر السورة - ہر سورۃ کے ابتداء اسکے آخر سے لطیف مناسبت ہوتی ہے۔ سورۃ شریفہ کی ابتدائی آیات میں اوقات مخصوصہ منجھان کے عشرہ آخرہ رمضان المبارک اور ان کے شفع اور وتر کا ذکر تھا جنہیں اعتکاف کیا جاتا ہے۔ تخلیہ ہو اور اطمینان قلب نہ ہو۔ تو وہ اوقات بابرکت بھی مفید نہیں پڑتے۔

چو ہر ساعت از تو بجائے رود دل : بہ تنہائی اندر صفائی نہ منی
درت بال و جاہت و زرع و تجارۃ : چو دل با خداست خلوة نشینی
اطمینان قلب نہ حاصل ہونے کی ایک وجہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بیان فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

از طبع جنیم ہر چیز کے کہ آں بے کار بود
خود خیزد کردیم در نہ اندکے آزار بود

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

پارہ ۳۰ - سورۃ البلد کوع

پچھلی سورۃ میں بتایا تھا کہ اہل مکہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کے رہے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سنت اللہ کے موافق یہ بھی عذاب الہی میں گرفتار ہو کیونکہ مامورین و مرسلین کے مخالفین اور منکرین کا انجام یہی ہوا کہ وہ بالآخر تباہ و ہلاک ہو گئے۔ اس سورۃ میں اس شہر پر عذاب آنے اور اس میں تاخیر کی وجہ بتائی ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ وہ کیا اسباب ہیں۔ جو انسان کو بدی اور سرکشی پر دیر اور بے باک کر دیتے ہیں اور ایسا ہی یہ بھی بتایا کہ وہ ایک جوابہ ہستی ہے اور اشرف المخلوقات ہے اسلئے ضرور ہے کہ ایسی اعلیٰ اور اشرف ہستی پر کچھ فرائض اور حدود ہوں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوئے دیئے ہیں اور نیکی بدی کا راستہ بنا کر اس کی تمیز فطرت میں رکھ دی ہے۔ اس پر بھی اگر وہ اعمال صالحہ نہ کرے تو سخت افسوس ہے۔ اعمال صالحہ کی تصریح اور بالآخر بتایا کہ جو آیات اللہ کا انکار کرتے ہیں وہ طبعی نارہوں گے یہ خلاصہ ہے اس سورۃ کا۔

آیت ۱ - لا اقسیم بھذا البلد - مخاطب کے مافی الضمیر میں جو امور مستبعد معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی نفی کے لئے کلمہ لاتا ہے۔ بعض تفسیر میں اس کی نسبت لکھا

ان دس راتوں کے نظارے کو حشر کے قطارے سے بھی تشبیہ دی۔ اور اس سے یہ بتایا ہے کہ کس طرح پر مختلف حصص عالم سے لوگ اس بیت الحرام کی طرف چلے آتے ہیں۔ اور جو لوگ مکہ اور عرفات میں جمع ہوتے ہیں وہ ہر طرف ان قوموں کے آثار اور نشانات کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کا انکار کیا اور آخر عذاب الہی میں گرفتار ہوئے۔ جیسا کہ آگے کھول کر بیان کیا ہے۔ اللہ تو کیف فعل ربک بعاج آیت نمبر ۶ سے نمبر ۱۴ تک اس میں اہل مکہ کو یہی سمجھانا مقصود ہے کہ تم اس مبارک اور محترم شہر میں ایسے عظیم الشان رسول کی مخالفت کر رہے ہو۔ جو تمام انبیاء علیہم السلام کا سردار اور سر تاج ہے۔ اس کا انجام یہ ہوگا کہ تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ کیا عظیم الشان اعجاز ہے۔ کہ آنحضرت کے دشمنوں کا نام و نشان مٹا دیا گیا اور مکہ معظمہ میں ابد الابد کے لئے آنحضرت کا کوئی دشمن نہ رہنے دیا۔ مگر زندگی جن مصائب اور مشکلات سے بھری ہوئی ہے وہ تاریخ اسلام کا ایک زمرہ شگاف باب ہے۔ پھر انہیں ایام میں یہ پُر شوکت پیشگوئیاں اور جلالی تحریلات مخالفین رسالت کو سنائی جاتی ہیں۔ جل جلالہ جیسا کہ الفجر کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ خود کی قوم کے عذاب کے وقت کی طرف اس میں اشارہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ جیسے وہ فجر مامورین و مرسلین کی حقانیت پر مہر کرنے والی تھی۔ اسی طرح دلیال عشرہ سے ان راتوں کی طرف اشارہ ہے۔ جن میں قرعہ یوں کا خاتمہ ہوا۔ اور بنی اسرائیل نے ان کے ہاتھوں سے نجات پائی۔

آیت ۷ - ادم ذات المصا - ارم یا تو عاد کے دادا وحوص کے باپ کا نام ہے یا ارم ان کے شہر کا نام۔ دونوں مراد ہو سکتے ہیں یعنی اہل ارم۔ یہ لوگ سام بن نوح کی اولاد سے تھے ہوو علیہ السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ طویل القند بلند عمارتوں والے تھے۔

آیت ۱۰ - و فرعون ذی الادناد - کثرت لشکر اور ان کے خیموں اور خیموں کے لوازم کی وجہ سے ذی الادناد فرعون کی صفت بیان ہوئی یا سزا پونچھ اس کی عادت تھی۔

آیت ۱۳ - قصبت علیہم دبت سوط عذاب - ایسی سخت چابک جس سے خون بہنے لگے سوط کہلاتی۔ شاید ہماری زبان میں سونٹا اسی لفظ سے بگڑ کر بنا ہے آیت ۱۴ - ان دبت لبالمصا - مصاد - صید کے لئے گہات کی جگہ۔

اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ ہے اس کو گہات یا تاک اور نشانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ من کسب سیئۃ و احاطت بہ خطیئۃ فادلتک اصحاب النار اس کی تفصیل ہے۔ گناہوں کا حلقہ جب چاروں طرف سے پورا ہو جاتا ہے اور کسی مروب خدا کا تیر بھی کسی خاص وقت یا خاص جگہ سے نکل پڑتا ہے۔ تو یہ پیچر شکار ہو جاتا ہے۔

آیت ۱۵ - لا تکرہون الیتیم میں یتیم کے لفظ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔ عام یتیم بھی اس سے مراد ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ بہتر گھر وہ ہے جس میں یتیم کی عزت کی جاوے اور بدتر گھر وہ ہے جس میں یتیم کو دکھ دیا جاوے۔

لیتے ہیں اور خلقِ اللہ برہنہ کا اظہار کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جو اصحابِ الیمین ہیں اور جنہوں نے آیاتِ اللہ کا انکار کیا ہے۔ وہ آتشِ جہنم خانہ میں جائیں گے۔ یعنی منکرینِ رسالت و نبوت محمدیہ کے لئے ایک خطرناک عذاب میں ہے چنانچہ یہ سب باتیں پوری ہو گئیں اور جیسا کہ شروع میں کہا گیا ہے کہ وہ نبوت محمدیہ کی صداقت کے دلائل ٹھہریں۔ واللہ اعلم (ترجمہ القرآن)

آیت ۵۔ اَیْحَسِبُ اَنْ لَّنْ یُقَدَّرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ۔

لن نفی تاکیدِ زمانہ مستقبل کے لئے ہے۔ اور یقین کے ساتھ علی کا لفظ ہے جو ضرر کے لئے آتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کفار کو شکست ہوگی۔

آیت ۶۔ یَقُولُ اَھْلَکْتُ مَا لَآ لُبَآءَ۔ یَقُولُ۔ صیغہ مضارع کا ہے حال اور استقبال و دونوں پر شامل ہے۔ مگر واقعات کے لحاظ سے مستقبل زمانہ کی طرف زیادہ تر توجہ دلاتا ہے۔ کچھ تو مالِ مخالفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خرچ کر چکے ہیں اور زیادہ تر اور بھی خرچ کر کے ناکام رہیں گے۔ دوسری جگہ اسی مضمون کو یوں ادا فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَنْفَقُوْنَ اَمْوَالِہُمْ لِیَصُدَّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فِیَنْفَقُوْا۔ ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْہِمْ حَسْرَةٌ ثُمَّ یَغْلِبُوْنَ۔ ۹

آیت ۷۔ اَیْحَسِبُ اَنْ لَّمْ یَنْزِلْ اَحَدٌ۔ گذشتہ ایحسب کے ساتھ لن تھا۔ اور اس ایحسب کے ساتھ لم ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ کس کی کوششیں راہِ صواب پر ہیں۔ اور کس کی کوششیں راہِ خطا پر ہیں۔

آیت ۸ و ۹ و ۱۰۔ اَلَمْ یَجْعَلْ لَّہُمْ عَیْنِیْنَ۔ و لِسَانًا وَ شَفَتَیْنِ۔ وَ هُدًی مِّنْہُ الْبَحْرَیْنِ۔

مکہ غیر ذی زرع مقام تھا۔ اس کا بلد بن جانا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام والد۔ حضرت اسماعیل ولد کی صدق و صواب کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ انھوں سے دیکھو کہ یہ کعبہ باپ اور بیٹے دونوں کے ہاتھوں کا بنایا ہوا ہے۔ لسان اور شفقتین سے زمزم کو پی کر دیکھو کہ یہی ان کو من کے آبام میں اکل و شرب کا کام دیتا تھا۔ صفا اور مروہ کی دونوں ٹکڑیوں پر جا کر دیکھو کہ کس قدر پریشانی ان کو تھی یہاں والد اور ولد کے ساتھ والدہ بھی شامل ہے۔ یہ ایک تنگ اور دشوار گزار دروازہ تھا۔ جنہیں سے وہ تینوں علیہم الصلوٰۃ گذر گئے۔

عینین۔ شفقتین اور نجدین سے بچہ کی سمجھ اس کا دودھ چوسنا اور مالِ پستان بھی مراد سمجھے گئے ہیں۔ اس میں بھی کوئی خلافت نہیں۔ ۱۰

برگ درخان سبز در نظر ہوشیار

ہر درخت و درختیست معونت کردگار

آیت ۱۱۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَہ۔ اقحام کے معنی کسی خطرناک جگہ میں بغیر پس و پیش کو سوچے دھنسنے کے ہیں۔ لہذا قال اللہ تعالیٰ۔ ہَذَا خَوْجٌ مَّقْتَحَمٌ مَّعَكُمْ ۳۳۔ یہ آیت شریفہ دوزخیوں کے دھسان کے بارے میں ہو عرب بولا کرتے ہیں۔ قَحَمَ فِیْ اَمْرٍ مَّخْمًا اِیْ دَخَلَ بِنَفْسِہِ فِیْ اَمْرٍ یَّخْذِرُ مِنْہُ عَقَبَہ۔ پہاڑ کے درے اور گھاٹی کو کہتے ہیں کہ بسبب تنگ اور دشوار گزار ہونے کے پھسل کر اس میں سے نہیں گزر سکتے۔ (باقی آئندہ انشاء اللہ العزیز)

ہے۔ المراد ما الاثر کما دھما۔ یعنی جیسا انھوں نے خیال کیا ہے ویسا نہیں بلکہ ایسا در قسم کے ساتھ کہ معظہ کو بلد کے نام سے اس لئے ذکر فرمایا کہ توجہ دلائے کہ یہی بلد ایک وقت ایک مقام غیر آباد غیر ذی زرع تھا اور اب جس خدا نے اس کو بلد بنایا ہے۔ اسی خدا کا انشاء ہے کہ ایک یتیم بے سرو سامان کو بادشاہ بنادے آیت ۲۔ وَاَنْتَ حَلَّ بِهَذَا الْبَلَدِ۔ اور تو شانہ شان و شوکت کے ساتھ اس شہر میں محل ہونے والا ہے یعنی نزول کرنے والا ہے۔ آیت کریمہ اِنَّ الَّذِیْ فِیْہِ عَلِیْکَ الْقُرْآنُ لَوَ اَدْلٰکِ اِلٰی مَحَادٍ۔ کا بھی یہی مطلب ہے۔ صحیحین کی روایت سے ثابت ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت سے اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے محرم بنایا ہے اور قیامت تک اس کا محرم ہونا باقی رہے گا۔ صرف آپ کو فتح مکہ کے دن ایک ساعت کے لئے اجازت قتال کی دی گئی تھی۔ اور وہ بھی اسی لئے کہ وَاَنْتَ حَلَّ بِهَذَا الْبَلَدِ۔ یعنی قتل کے لئے اسی بلد محرم میں کفار نے آپ کی نسبت ارادہ کر لیا تھا۔ گویا الحرمات قصاص کا منشاء پورا ہوا۔

آیت ۳۔ وَاَلِیُّہٗ وَاُولٰٓئِکَ۔ مکہ کے اُمّ القریٰ ہونے کی وجہ سے اہل مکہ اپنے کو اوروں کا والد سمجھتے تھے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ گویا یوں فرماتے ہیں کہ ہم تو سب والدوں کے بھی والد ہیں۔ بہر نمونہ والد اور ولد کا حضرت ابراہیم اور اسماعیل ہیں۔

آیت ۴۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ۔ انسان اپنے دشمن کو دکھ پہنچانے میں تنگ دلی اور بے رحمی تو کرتا ہے اور یہ بے رحمی اور تنگ دلی جب اس پر الٹ پڑتی ہے۔ تو طرح طرح کی سختیوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ سورۃ کی ابتداء سے سات آیتوں تک غور کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ کی سات آیتوں کی طرح ان ابتدائی سات آیتوں میں مضمون نصفانصاف مشترک ہے اور اس جو پختی آیت

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ

میں یہ ظاہر فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو شانہ شان و شوکت ملی وہ آپ کی محنتوں اور جانفشانیوں کا نتیجہ ہے۔ اور کفار کو جو جان و مال کی تباہی دیکھنی پڑے گی وہ انہی انہی محنتوں اور کوششوں کا نتیجہ ہوگا۔ مکہ کی فتح اور کفار کی شکست پر آیت کریمہ ن لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَآ سَعٰی۔ وَاَنْتَ مَعِیَ سَوْفَ یَرْضٰی ۳۴

خوب چھی طرح سے روشنی ڈالتی ہے۔ اب بعد ان چار باساڑھے تین آیتوں کے روئے سخن کفار کی طرف ہے۔

یہ ثابت کر کے کہ انسان ایک مکلف اور جوابدہ مستی ہے۔ پیران اعمال صالح کی ہدایت کی جو انسان کو سعادت کی گھاٹیوں پر لے جانے میں اور وہ شفقت علی خلق اللہ شرف سے جوتے ہیں۔ ان آیات میں بھی کہ والوں کو ڈرایا ہے۔ کہ تمہارا انسانی اور اخلاقی فرض یہ تھا کہ یتیموں اور سکیونوں سے سلوک کرتے۔ مگر تم نے در یتیم کی قدر نہ کی۔ ہاں جنہوں نے قدر کی وہ مومن ہیں۔ اور انھوں نے ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی باوجودیکہ مکی زندگی میں ان کو طرح طرح کے مصائب اور مشکلات پیش آئے لیکن پھر بھی وہ صبر اور برداشت سے کام لے رہے ہیں اور نیکیوں پر دوام اور استقلال سے کام

حضرت سیدنا امیر المومنین نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق مغلّی مدظلہ

پارہ تیسواں - سورۃ البلد

گذشتہ اشاعت کے اگے

بلکہ ایک کے عقب میں دوسرے کو راستہ کی تنگی کی وجہ سے چلنا پڑتا ہے۔ اس اتمام عقوبہ کو ذیل کی چند آیات میں ایثار نفس وغیرہ سے تعبیر کیا ہے ایثار بھی ہو سکتا ہے جبکہ انسان اپنی تنگی کو قبول کر لے اور دوسرے کی راحت کو مقدم کر دے یہ ایک دشوار گزار گھاٹی ہے۔ دنیا کی مفتوح قومیں جب کبھی فتح بن گئی ہیں۔ تو اسی اتمام کیوجہ سے بن گئی ہیں۔ غیر آباد مقامات بلدان ہو گئے ہیں۔

آیت ۱۱ - فی یوم ذی مسغبة - مسغبہ مصدر مسمی ہے۔ سغب یسغب سغباً فهو مسغب و سغبان - ساغب اور سغبان بھوکے کو بولتے ہیں۔

آیت ۱۷ - ثم کان من الذین امنوا - الایہ - ثم واسطے تاخیر کے نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے ایثار نفسی کے کام کرنے سے جو مذکور ہوئے۔ انسان مؤمن بن جاتا ہے۔

آیت ۱۸ - اولئک اصحاب الیمینہ - یمینہ یمن سے مشتق ہے یہ لوگ بابرکت ہو جاتے ہیں بائیں سے یعنی راست باز۔ نامہ اعمال کو داہنے ہاتھ میں پائے والے۔

آیت ۱۹ - هم اصحاب المشئمہ - مشئمہ شامت اور بدبختی والے
آیت ۲۰ - علیہم نازل مؤصداہ - مؤصداہ کے معنی مطبقہ کے ہیں یعنی دوزخ کے دروازے اُپر بند کر دیئے جائیں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پارہ ۳۰ - سورۃ الشمس

سورۃ الشمس کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ تحریر فرمائی ہے اس کو بالاختصار آپ ہی کے الفاظ میں ہم یہاں درج کرتے ہیں۔
از کتاب توضیح المرام ص ۵۷ سے ص ۵۸ تک
خدا اے تعالیٰ نے سورۃ الشمس میں نہایت لطیف اشارات و استعارات میں انسان کامل کے مرتبہ کو زمین و آسمان کے تمام باشندوں سے اعلیٰ و برتر

بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے :-

آیت ۱ - والشمس وضحاہ - یعنی شمس ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی
آیت ۲ - والقمر اذا ظلمہا - اور قسم ہے چاند کی جب وہ سورج کی پیروی کرے
آیت ۳ - والنھار اذا جلتہا - اور قسم ہے دن کی جب اپنی روشنی کو ظاہر کرے
آیت ۴ - واللیل اذا غشیہا - اور قسم ہے رات کی جو بالکل تاریک ہو
آیت ۵ - والسماء و ما بینہا - اور قسم ہے رات کی اور اس کی جس نے اسے بنایا۔

آیت ۶ - والارض و ما علیہا - اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اسے بچھایا۔

آیت ۷ - ونفس و ما سوّاہا - اور قسم ہے انسان کے نفس کی اور اس کی جس نے اسے اعتدال کامل اور وضع استقامت کے جہت کمال متفرق عنایت کئے اور کسی کمال سے محروم نہ رکھا بلکہ سب کمال متفرق جو پہلی قسموں کے نیچے ذکر کئے گئے ہیں اس میں جمع کر دیئے اس طرح پر کہ انسان کامل کا نفس - آفتاب اور اس کی دھوپ کا بھی کمال اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور چاند کے خواص بھی اس میں پائے جاتے ہیں کہ وہ آفتاب فیض دے سکتا ہے۔ اور ایک نور سے بطور استفادہ اپنے اندر بھی نور لے سکتا ہے۔ اور اپنی نور سے نور کے بھی خواص موجود ہیں کہ جیسے محنت اور مزدوری کھڑے لے لوگ دن کی شہر میں

کما حقہ اپنے کاروبار کو انجام دے سکتے ہیں ایسا ہی حق کے طالب اور سلوک راہوں کو اختیار کرنے والے انسان کامل کے نمونہ پر چلکر بہت آسانی اور صفائی سے اپنے مہمات دینیہ کو انجام دیتے ہیں۔ سو وہ دن کی طرح اپنے تئیں بکمال صفائی ظاہر کر سکتا ہے۔ اور ساری خاصیتیں دن کی اپنے اندر رکھتا ہے اندھیری رات سے بھی انسان کامل کو ایک مشابہت ہے کہ وہ باوجود غایت درجہ کی قطع اور قتل کے جو اس کو منجانب اللہ حاصل ہے۔ حکمت و مصلحت الہی اپنے نفس کی ظلمانی خواہشوں کی طرف بھی کبھی متوجہ ہو جاتا ہے۔ یعنی جو نفس کے حقوق انسان پر رکھے گئے ہیں۔ جو بظاہر نوزائست کے مخالف اور مزاحم معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے کھانا پینا۔ سونا اور بیوی کے حقوق ادا کرنا یا بچوں کی طرف التفات کرنا یہ سب حقوق بجا لاتا ہے۔ اور کچھ تھوڑی دیر کے لئے اس تاریکی کو اپنے لئے پسند کر لیتا ہے نہ اسوجہ سے کہ اس کو حقیقی طور پر تاریکی کی طرف میلان ہے بلکہ اس وجہ سے کہ خود خداوند کریم و حکیم اس کو اس طرف توجہ بخشتا ہے تا روحانی تعب اور مشقت سے کسی قدر آرام پائے پھر ان مجاہدات شادہ کے اٹھانے کے لئے تیار ہو جاوے جیسا کہ کسی کا شعر ہے۔

چشم شہباز کاروان شکار از بہر کشادن اگر دوزخ اند

سو اسی طرح یہ کامل لوگ جب غایت درجہ کی کوفت خاطر اور گدازش اور ہمہ دغم کے غلبہ کے وقت کسی قدر حظوظ نفسانیہ سے تمتع حاصل کر لیتے ہیں تو پھر جسم ناقواں ان کا روح کی رفاقت کے لئے از سر نو قوی اور توانا ہو جاتا ہے۔ اور اس پھوڑی سی محبوبیت کی وجہ سے بڑے بڑے مراحل نورانی طے کر جاتے ہیں۔ اور سو اس کے نفس انسان میں رات کے اور دوسرے خواص دقیقہ بھی پائے جاتے ہیں جن کو علم ہیئت اور نجوم اور طبعی کی باریک نظر نے دریافت کیا ہے۔ ایسا ہی انسان کامل کو آسمان سے بھی مشابہت ہے۔ مثلاً جیسے آسمان کا پول اس قدر وسیع اور کشادہ ہے کہ کسی چیز سے پر نہیں ہو سکتا ایسا ہی ان بزرگوں کا نفس ناطقہ غایت درجہ کی وسعتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور باوجود ہزار ہا معارف و حقائق کے حاصل کرنے کے پھر بھی ماعرف ذلک حق معارفک کا نغہ مارتا ہی رہتا ہے اور جیسے آسمان کا پول روشن ستاروں سے پر ہے ایسا ہی نہایت روشن قوسے اس میں بھی رکھے گئے ہیں کہ جو آسمان کے ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں ایسا ہی انسان کامل کے نفس کو زمین سے بھی کامل مشابہت ہے یعنی جیسا کہ عمدہ اور اول درجہ کی زمین یہ خاصیت رکھتی ہے کہ جب اس میں تخم ریزی کی جائے اور پھر قلبہ رانی اور آبپاشی ہو اور تمام مراتب محنت کشا و ریزی کے اس پر پورے کر دیے جاویں۔ تو وہ دوسری زمینوں کی نسبت ہزار گنا زیادہ پھل لاتی ہے اور نیز اس کا پھل بہ نسبت اور پھلوں کے نہایت لطیف اور شیرین اور لذیذ اور اپنی کیفیت اور کیفیت میں اتنا درجہ تک بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کامل کے نفس کا حال ہے۔ کہ احکام الہی کی تخم ریزی سے عجیب سرسبزی لے کر اسکے اعمال صالحہ کے پودے نکلتے ہیں اور ایسے عمدہ اور غایت درجہ کے لذیذ اس کے پھل ہوتے ہیں کہ ہر ایک دیکھنے والے کو خدا کے تعالیٰ کی پاک قدرت یاد آ کر سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا پڑتا ہے۔ سو یہ آیت و نفس و ما سوکھا صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ انسان کامل اپنے معنی اور کیفیت کے رو سے ایک عالم صغیر ہے اور عالم کبیر کے تمام شیون و صفات و خواص اجمالی طور پر اپنے اندر جمع رکھتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے شمس کی صفات سے شروع کر کے زمین تک جو ہماری سکونت کی جگہ ہے۔ سب چیزوں کے خواص اشارہ کے طور پر بیان فرمائے یعنی بطور قسموں کے ان کا ذکر کیا۔ بعد اس کے انسان کامل کے نفس کا ذکر کیا تا معلوم ہو کہ انسان کامل کا نفس ان تمام کمالات متفرقہ کا جامع ہے جو پہلی چیزوں میں جن کی قسم کھائی گئی الگ الگ طور پر پائی جاتی ہیں۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے قرآن شریف کی قسموں کی حقیقت اور اس کے فلسفہ کو توضیح مرام طبع اول کے صفحہ ۵۶ سے ۶۱ صفحہ کے اخیر تک بیان فرمایا ہے۔ جس کو ہم طوالت کی وجہ سے چھوڑتے ہیں۔ جس کو دیکھنا ہو ان صفحات میں دیکھ لے

بقیہ تفسیر سورۃ الشمس از حضرت مسیح موعود

”اس جگہ یہ سوال پیدا ہو گا کہ جو نفس انسان کے موجود بالذات ہو سکے۔ لئے قسموں کے پیرائے میں شواہد پیش کئے گئے۔ ان شواہد کے خواص بدیہی طور پر نفس انسان میں کہاں

پائے جاتے ہیں اور اس کا ثبوت کیا ہے کہ پائے جاتے ہیں تو اس دہم کے رفع کرنے کے لئے اللہ جل شانہ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

آیت ۸۔ خالھما فجو دھا و تقوٰھا۔

آیت ۹۔ قد اخلھ من ذکھا۔

آیت ۱۰۔ و قد خاب من دسھا۔

یعنی خدا نے تعالیٰ نفس انسان کو پیدا کر کے ظلمت اور نورانیت۔ دیرانی اور

سرسبزی کی دونوں راہیں اس کے لئے کھول دی ہیں جو شخص ظلمت فجو یعنی بکری

کی راہیں اختیار کرے تو اس کو ان راہوں میں ترقی کے کمال درجہ تک پہنچایا جاتا ہے

یہاں تک کہ اندھیری رات سے اس کی سخت مشابہت ہو جاتی ہے اور بجز معصیت

اور بدکاری اور پر ظلمت خیالات کے اور کسی چیز میں اس کو مزہ نہیں آتا ایسے ہی

ہم صحبت اس کو اچھے معلوم ہوتے ہیں اور ایسے ہی شغل اس کے جی کو خوش کرتے

ہیں اور اس کی بد طبیعت کے مناسب حال بدکاری کے الہامات اس کو ہوتے

رہتے ہیں یعنی ہر وقت بد چلنی اور بد معاشی کے ہی خیالات اس کو سوجھتے ہیں۔

کبھی اچھے خیالات اس کے دل میں پیدا نہیں ہوتے۔ اور اگر پرہیز گاری کا نورانی

راستہ اختیار کرتا ہے تو اس نور کو مدد دینے والے الہام اس کو ہوتے ہیں یعنی

خدا کے تعالیٰ اس کے دلی نور کو جو تخم کی طرح اسکے دل میں موجود ہے اپنے خیالات

خاصہ سے کمال تک پہنچا دیتا ہے اور اس کے روشن مکاشفات کی آگ کو فروخت

کر دیتا ہے وہ اپنے چمکتے ہوئے نور کو دیکھ کر اور اس کے افاضہ اور استغاضہ

کی خاصیت کو آزمائے پورے یقین سے سمجھ لیتا ہے کہ آفتاب اور مہتاب کی نورانی

مجھ میں بھی موجود ہے اور آسمان کے بلند اور وسیع اور پُر کواکب ہونے کے

موافق میرے سینہ میں بھی انشراح صدر اور عالی ہمتی اور دل و دماغ میں ذخیرہ

روشن قوسے کا موجود ہے جو ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ تب اسے

اس بات کے سمجھنے کے لئے اور کسی خارجی ثبوت کی کچھ بھی ضرورت نہیں ہوتی

بلکہ اس کے اندر سے ہی ایک کامل ثبوت کا چشمہ ہر وقت جوش مارتا ہے اور اس

کے پیاسے دل کو سیراب کرتا رہتا ہے اور اگر یہ سوال پیش ہو کہ سلوک کے طور

پر کیوں کر ان نفسانی خواص کا مشاہدہ ہو سکے تو اس کے جواب میں اللہ جل شانہ فرماتا

قد اخلھ من ذکھا

و قد خاب من دسھا۔

یعنی جس شخص نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور بکلی رزائل اور اخلاقی ذمیرہ سے دست

ہو کر خدا کے تعالیٰ کے حکموں کے نیچے اپنے تئیں ڈال دیا۔ وہ اس مراد کو پہنچ

گیا اور اپنا نفس اس کو عالم صغیر کی طرح کمالات متفرقہ کا جامع نظر آئے گا۔ لیکن

جس شخص نے اپنے نفس کو پاک نہیں کیا بلکہ بے جا خواہشوں کے اندر گھاڑ دیا

وہ اس مطلب کے پانے سے نامراد رہے گا۔ ماحصل اس تقریر کا یہ ہے کہ

بالشبہ

نفس انسان میں وہ متفرق کمالات موجود ہیں جو تمام عالم میں پائے

صلی اللہ علیہ وسلم۔

پارہ ۳۰۔ سورۃ النیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت ۱۔ والنیل اذا یخضر۔

آیت ۲۔ والنہار اذا تجلیٰ

آیت ۳۔ وما خلق الذکر والانیث۔

آیت ۴۔ ان سعیکم لشیء۔

ماحصل ان چاروں آیتوں کا ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ نتائج ہر کام کے اسی قدر نکلیں گے جس قدر کہ غیر یا شر کے وہ کام کئے گئے ہیں۔ ع

گندم از گندم بر دید جوز جو۔ رات دن کا کام نہیں دیتی۔

دن رات کا کام نہیں دیتا۔ مرد جن کاموں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ عورتوں

سے وہ کام نہیں ہوتے۔ عورتیں مردوں کا کام نہیں دے سکتیں ہر ایک کے مختلف

کام اپنے حسب حال مختلف نتیجے پیدا کرتے ہیں یہ تمہید اس سورہ شریفہ کی

ہے۔ تفسیروں میں بیان ہوا ہے کہ سورہ شریفہ کا نزول حضرت ابوبکرؓ اور امیہ

بن خلف کا فہم کے متضاد مختلف کوششوں کے بارہ میں ہوا ہے۔ مضمون سے

اور واقعات کے لحاظ سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ مگر اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ

خصوص سبب کا۔ ہمارے اس وقت کے حسب حال صادق کو قبول کر نیوالے

اور وہی کاموں میں چندہ دینے والے اور ان کے مخالفوں کے لئے بھی

خصوصیت سے اس سورہ شریف میں عبرت ہے۔

آیت ۵۔ من اعطیٰ واقفا

آیت ۶۔ وصدق بالحق۔

آیت ۷۔ فسنیسرکاً للیسری۔

چندہ دینے والے متقی اور صادق کو قبول کرنے والے اس دنیا میں بھی مشکلات

سے امن میں رہے اور آخرت میں بھی امن سے رہیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ

نے اسلام میں سب سے پہلے یہ کام کیا تھا۔ خلافت کے ابتداء میں جو مشکلات

پیش آئے اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق ان سب سے بہ آسانی حل فرما دیے۔

اول کو عبور کرا دیا۔ اور ہر ایک کے لئے یہی وعدہ ہے۔

آیت ۸۔ واما من یخل واستغنیٰ۔

آیت ۹۔ وکذب بالحق۔

آیت ۱۰۔ فسنیسرکاً للیسری۔

جنہوں نے نہ مال خرچ کیا نہ تصدیق کی ان پر ایسی عسرت پڑی کہ جو خوشحالی پہلے

بھٹی وہ بھی جاتی رہی۔ جو رسائل اشاعت دین کے نام سے نکلتے تھے۔ وہ

بھی بند ہو گئے۔

جاتے ہیں۔ اور ان پر یقین لائے کہ یہ ایک سید ہی راہ ہے۔ کہ انسان حسب
نشاء قافون الہی تزکیۃ نفس کی طرف متوجہ ہو کیونکہ تزکیۃ نفس کی حالت میں نہ صرف
علم الیقین بلکہ حق الیقین کے طور پر ان کمالات مخفیہ کی سچائی کھل جائے گی۔ پھر
بعد اس کے اللہ جل شانہ ایک مثال کے طور پر خود کی قوم کا ذکر کر کے فرماتا ہے
کہ انہوں نے بیاعت اپنی جہلی سرکشی کے اپنے وقت کے نبی کو جھٹلایا اور اس
تکذیب کے لئے ایک بڑا بد بخت بن میں پیش قدم ہوا۔

آیت ۱۱۔ کذبت ثمود بطغوتھا۔ جھٹلایا قوم ثمود نے اپنے وقت کے
نبی صالح کو۔

آیت ۱۲۔ اذنبعت اشقیھا۔ تکذیب کے لئے ایک بڑا بد بخت پیش
قدم ہوا۔

آیت ۱۳۔ فقال لهم رسول اللہ ناقة اللہ وسقیھا۔ اس وقت
کے رسول نے نصیحت کے طور پر کہا کہ ناقة اللہ یعنی خدائے تعالیٰ کی

اونٹنی اور اس کے پانی پینے کی جگہ کا تعرض مت کرو۔ یہ ایک نہایت لطیف مثال
ہے جو خدائے تعالیٰ نے انسان کے نفس کو ناقة اللہ سے شہادت دینے

کے لئے اس جگہ لکھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کا نفس بھی درحقیقت اسی غرض
کے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تا وہ ناقة اللہ کا کام دیوے اور اس کے فتانی اللہ

ہونے کی حالت میں خدائے تعالیٰ اپنی پاک تجلی کے ساتھ اس پر سوار ہو جیسے
کوئی اونٹنی پر سوار ہوتا ہے۔ سو نفس پرست لوگوں کو جو حق سے منہ پھیر رہے

ہیں۔ تہدید اور انداز کے طور پر فرمایا کہ تم لوگ بھی قوم ثمود کی طرح ناقة اللہ کا سقیا
یعنی اس کے پانی پینے کی جگہ جو یاد الہی اور معارف الہی کا چشمہ ہے

جس پر اس ناقة کی زندگی موقوف ہے اُس پر بند کر رہے ہو۔ اور نہ صرف
بند بلکہ اس کے پیر کاٹنے کے فکر میں ہو۔ تا وہ خدائے تعالیٰ کی راہوں میں

چلنے سے بالکل رہ جائے جیسا کہ فرمایا۔

آیت ۱۴۔ فکلنا بواہ فحقر وھا۔ یعنی پیغمبر کی نصیحت کی تہذیب
کی اور صالحؑ کی اونٹنی کے پیر کیا کاٹے اپنے ہی نفسوں پر چھری پھیری۔ سواگر

تم اپنی خیر مانگتے ہو تو اس زندگی کا پانی اس پر بند مت کرو اور اپنی بے جا خواہشوں
کے تیغ و تبر سے اس کے پرست کاٹو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو وہ ناقة جو خدا تم

کی سواری کے لئے تم کو دی گئی ہے بھوجھ ہو کر مر جائے گی۔ تو تم
بالکل نکمے اور خشک لکڑی کی طرح متصور ہو کر کاٹ دئے جاؤ گے اور پھر

آگ میں ڈالے جاؤ گے۔

آیت ۱۵۔ فذمدم علیہم ربہم بذنبہم فسوھا۔

آیت ۱۶۔ ولا یخاف عقبا۔ مگر انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹے

سو اس جرم کی شامت سے اللہ تعالیٰ نے ان پر موت کی مار ڈالی اور انہیں خاک سے
ملا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ ان کے مرنے کے

بعد ان کی بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں اور بے کس عیال کا کیا حال ہو گا۔ تم کلام

پارہ ۳۰ - سورۃ الضحیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت ۱۷ - والضحیٰ - والیل اذا مہجی -

ضحیٰ کے معنی سخت روشنی کے ہیں اور لیل بجا کے معنی سخت اندھیرے کے ہیں یہ دونوں کلمے ایک دوسرے کے متقابل بیان ہوئے ہیں اسلئے کہ آئندہ آنے والی عبارت میں بھی یتیم بولے - حیل غنہ - اس قسم کے الفاظ اور ان کے معانی و مطالب ایک دوسرے کے متضاد آ پڑے ہیں اسلئے تمہیدی طور پر ان دو کلموں کو قسمیہ شہادت کے طور پر ذکر فرمایا۔

آیت ۱۸ - ما ودعک ربک وما قلی - ودع کے معنی دوستی کو وداع کرنے اور قطع محبت کر دینے کے ہیں - قلی بمعنی عداوت - دشمنی بیزاری کا قائل تھائے - انی لہمکم من القالین ۱۹ - وجہ اس سورہ شریفہ کے نزول کی یہ بیان ہوئی ہے کہ چند روزہ فترۃ وحی کی وجہ سے ابوسفیان کی بہن نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نفوذ باسدیوں کہا تھا کہ ما اری شیطانک الا قد ترکک - اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنج ہوا اور یہ آئیں تسلی بخش نازل ہوئیں - اس شان نزول کو پیش نظر رکھ کر آیت اگر یہ ما ودعک الخ کے ساتھ صحیح اور لیل بجا سے مراد چہرہ افراخضر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سیاہ گیسو مبارک عمدہ توفیق اور توجہ رکھتے ہیں - ۵

والضحیٰ رمزے زروے ہجواہ مصطفیٰ است

معنی وائل گیسو سے سیاہ مصطفیٰ است

مائیں اپنے بچوں کو پیار اور محبت کے وقت دیکھا گیا ہے کہ اسی قسم کے الفاظ سے خطاب کرتے ہیں۔

آیت ۴ - وللآخرۃ خیر لک من الاولی - آیت شریفہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یو یافوا - ساعت بعد ساعت ہر آن کی لانتہا ترقیات کا ذکر ہے ہر اگلا قدم آپ کا پچھلے قدم سے بڑھ کر رہا - امت کے جس قدر رحمت ہیں جس قدر درود شریف دنیا میں آپ پر پڑھا جا رہا ہے کسی دوسرے بانی مذہب کے لئے اس قدر دعائیں نہیں کی جاتی - اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم

آیت ۵ - ولہوف یعطیک ربک فترضی -

سورۃ الفتح اور سورۃ الکوثر سے بڑھ کر اور کوئی تفصیل اس آیت کی کیا ہو سکتی ہے اپنے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب تک ایک بھی امتی میرا دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

(۱۸)

آیت ۱۲ - ان علینا للہدیٰ

آیت ۱۳ - وان لنا للآخرۃ والاولی - شکات کے وقت آسانی کی راہیں متقیوں کے لئے بچھا دینا یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے - اولے - یعنی دنیوی فتوحات اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو عطا دیں - ان لنا سے اسی بات کی طرف اشارہ ہے اور یہ فتوحات دنیوی آخرت کے لئے گواہ ہیں۔

آیت ۱۴ - وسیعجنہا الاتقی - الا - آقا سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں - جن کی مالی خدمات کا ذکر اس طور پر ہے کہ قرآن شریف اور حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں آپ کی اس صفت کے بیان کرنے میں متفق اللفظ واللسان ہیں اور اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کسی خاص سبب کا - آگے فرمایا ہے۔

آیت ۱۸ - الذی یؤتی مالہ یتزکی - یوں تو صحابہ میں سے ہر ایک نے ہمدردی اپنی طاقت اور وسعت کے عشرت کے ایام میں خدمات کیں - مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مالی خدمات کی نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ما نفعتی مال احدا قط ما نفعتی مال ابی بکر یعنی جس قدر ابی بکر رضی اللہ عنہ کے مال نے مجھے نفع پہنچایا اس قدر کسی اور کے مال نے مجھے نفع نہیں پہنچایا اور یہ اتفاق فی سبیل اللہ آپ کا محض وجہ اللہ تھا کسی کے احسان بدلا اٹارنے کے طور پر نہیں تھا - ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح توفرمایا کرتے ہیں کہ میں اپنے مریدوں سے نہ تو ان کے سلام کا خواستگار ہوں اور نہ تعظیماً اپنے لئے ان کا اٹھنا پسند کرتا ہوں۔

آیت ۱۹ - وما لک عندنا من نفعۃ تجزیٰ -

آیت ۲۰ - الا ابتغاء وجہ ربہ الا علّا

آیت ۲۱ - ولہوف یوضی -

ان ہر آیت کے ترجمہ میں صرف اسی قدر کہدینا کافی ہے کہ فہما اشبہ الیل بالبارجۃ یعنی کل کی رات کو جو گزر گئی آج کی رات کے بہت شدید شائبہ تھیں - ربہ الا علّا کا جملہ بھی پوری موافقت و مناسبت رکھتا ہے - یوضی کا مرجع دہش اور اتقی دونوں کی طرف صحیح ہو سکتا ہے - فلفہ الحمد - آیت ۱۹ و ما لک عند الخ - بطور جملہ معترضہ کے درمیان میں آ پڑی ہے اسلئے ترجمہ کسی قدر پیچیدہ ہو گیا ہے - اس درمیان آیت کو تھوڑی دیر کے لئے الگ کر کے آیت ۱۸ سے بڑھی جاوے - تو عبارت سہل اور سیریح الفہم ہو جاتی ہے یعنی تقدیر عبارت کی یوں ہے۔

یؤتی مالہ یتزکی - لا ابتغاء وجہ ربہ الا علّا - یعنی وہ اتقی دیتا ہے - مال کو تزکیہ نفس کے لئے صرف اپنے رب کی رضا کی خاطر و ما لک عندنا من نفعۃ تجزیٰ -

اور نہ کسی کا اپرا احسان تھا - جس احسان کا بدلا اٹارنے کے لئے وہ اتقی اپنا مال سے رہا ہے۔

حضرت یسوع مسیح مولانا موسیٰ حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق عفی عنہ

پارہ تیسواں بقیہ سورۃ النحل

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

(۱۰۰)

- آیت ۶ - الم یجدک یتیمًا ذوی۔
 آیت ۷ - ووجدک ضالًا فهدی۔
 آیت ۸ - ووجدک عائلًا فاغنی۔
 آیت ۹ - فامّا الیتیم فلا تقہا۔
 آیت ۱۰ - واما السائل فلا تنہا۔
 آیت ۱۱ - حاتمًا بنعمۃ ربک فخذلک۔

اس سورہ شریف کے ابتداء سے اخیر تک ایک عجیب طور پر ہفت و نشر بیان ہوا، ایسا
 مسطور و معنی ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں اور آیات ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱
 دوسرے کے بالمقابل ہیں اور آیات ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ دوسرے کے بالمقابل
 ہیں۔ قتل کے مقابلہ میں یتیمًا ذوی اور یتیم فلا تقہا ہے۔ خیر و
 لک من الاولیٰ کی تشریح ضالًا فهدی سے اور سائل فلا تنہا
 سے کی اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ ضال کے معنی سائل یعنی سالک راہ طریقت
 کے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں دوسری جگہ اناک لفی ضلالک القدیم ۱۱
 فرمایا یعنی آپ تو یوسف کی محبت میں اپنے آپ کو گم گشتہ کئے ہوئے ہو بیطریق
 ربک فاتر ضا۔ کے مقابلہ میں اغنی اور بنعمۃ ربک فخذلک ہے یتیم
 کے ساتھ لا تقہا کی ہنی اور سائل کے ساتھ لا تنہا کی ہنی یوں مناسبت
 رکھتی ہے کہ سائل کا تعلق صرف ایک وقتی تعلق رکھتا ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ
 کے لئے اور لا تقہا کے معنی یہ ہیں کہ اس پر ہمیشہ دباؤ نہ ڈالنے رہو اس کے
 مال میں اسے مقصور نہ کرو۔ کھار۔ کھار کے معنی میں یہی آیا۔ کھار خفیف عباؤ
 قہار۔ سخت دباؤ۔

رات اور صبح کی قسم میں ایک عجیب تر ہے یاد رکھنا چاہئے
نکتہ معرفت کہ یہ ایک مقام ہے جو ان لوگوں کے لئے جو سلسلہ وحی سے
 افادہ حاصل کرتے ہیں آتا ہے۔ وحی کے سلسلہ سے شوق اور محبت بڑھتی ہے۔
 لیکن مفارقت میں بھی ایک کشش ہوتی ہے جو محبت کے مدارج عالیہ پر پہنچاتی ہے
 اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی ایک ذریعہ قرار دیا ہے کیونکہ اس سے قلق اور کرب میں
 ترقی ہوتی ہے اور روح میں ایک بے قراری اور اضطراب پیدا ہوتا ہے جس سے
 وہ دعاؤں کی روح اس میں نفع کی جاتی ہے کہ وہ استنانہ الوہیت پر یاد دہ

یاد دہ کہ کر اور بڑے جوش اور شوق اور جذبہ کے ساتھ دوڑتی ہے۔ جیسا کہ
 ایک بچہ جو تھوڑی دیر کے لئے ماں کی چھاتیوں سے الگ رکھا گیا ہو بے اختیار
 ہو ہو کر ماں کی طرف دوڑتا اور چلاتا ہے۔ اسی طرح پر لگے اس سے بھی بید اضطراب
 کے ساتھ روح اللہ کی طرف دوڑتی ہے۔ اور اس سے تھوڑا دھوپ اور قلق و کرب
 میں وہ لذت اور سرور ہوتا ہے جس کو ہم بیان نہیں کر سکتے۔ یاد رکھو روح میں
 جس قدر اضطراب اور بے قراری خداوند تعالیٰ کے لئے ہوگی اسی قدر دعاؤں کی
 کی توفیق ملے گی اور ان میں قبولیت کا نفع ہوگا۔ غرض یہ ایک زمانہ ماموروں اور
 مرسلوں اور ان لوگوں پر جن کے ساتھ مکالمات الہیہ کا ایک تعلق ہوتا ہے آتا ہے
 اور اس سے غرض اللہ تعالیٰ کی یہ ہوتی ہے کہ نا ادا کو محبت کی چاشنی اور
 قبولیت دعا کے ذوق سے حصہ دے اور ان کو اعلیٰ مدارج پر پہنچا دے۔ تو یہاں
 جو صبح اور لیل کی قسم کھائی ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مارج
 عالیہ اور مراتب محبت کا اظہار ہے اور آگے پیچھے خدا کا ابراہیم کا دیکھو دن اور رات
 جو خدا نے بنائے ہیں ان میں کس قدر وقفہ ایک دوسرے میں ڈال دیا ہے صبح
 کا وقت بھی دیکھو اور تاریکی کا وقت بھی خیال کرو۔ ما و دھک ربک۔ خدا تعالیٰ
 نے تجھے رخصت نہیں کر دیا اس نے تجھ سے کینہ نہیں کیا بلکہ ہمارا یہ ایک قانون
 ہے جیسے رات اور دن کو بنایا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی
 ایک قانون ہے کہ بعض وقت وحی کو بند کر دیا جاتا ہے تاکہ ان میں دعاؤں کے لئے
 زیادہ جوش پیدا ہو اور صبح اور لیل کو اس لئے بطور شاہد بیان فرمایا ہے تا
 آپ کی امید وسیع ہو اور تسلی اور اطمینان پیدا ہو (ترجمہ الغفران)

سورۃ الانشراح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آیت ۱ - اللّٰھ انشراح صدک۔ اس سے ماقبل کی سورۃ۔ سورۃ النحل
 میں ظاہری و جسمانی انعامات کا ذکر تھا اور اس سورہ شریف میں آپ پر اللہ تعالیٰ
 کی طرف سے جو روحانی نعمتیں ہوئیں ان کا ذکر ہے۔ شرح صدر ایک کشفی کیفیت
 تھی جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوئی تھی جبکہ آپ کی عمر شریف دس سال
 سے کچھ اوپر تھی اور بعد میں نبوت کے زمانہ میں بھی دوبارہ وہ کشفی اور روحانی
 معاملہ شرح صدر کا آپ سے کیا گیا۔ ظاہری اثر اس کا آپ پر یہ تھا کہ جو وسیع و
 آپکی تھی انکی نظیر اوروں میں تو کیا اللہ العزیز میں بھی پائی نہیں جاتی

کے قائم ہونے کے وقت پورا کرنے کی تسبیحیں اگر موجودہ زمانہ کے مرسل کو بھی قبول کر لینگے تو ان کا اجر ممنون یعنی منقطع نہ ہوگا بلکہ دوسرے مقام میں فرمایا ہے کہ یوتکمل کفایں من رحمۃ ربی یعنی دوسرے اجر میں گے اگلے بھی اور پچھلے بھی۔

آیت ۷۔ فمایدکذا بک بعدالدین۔ معنی دین کے جزا سزا کے ہیں بعدالدین سے یہ مطلب ہے کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ جس طرح کہا کرنے میں کہ کما تدین تدان۔ یعنی جس طرح تم ہمارے ساتھ معاملہ کرو گے اسی طرح ہم بھی تم سے کریں گے۔ سورہ شریفہ بہت چھوٹی ہے مگر ایک ایک لفظ سے اشارات یہاں جارہے ہیں کہ انتقال نبوت نبی اسرائیل سے بنی اسماعیل میں جو ہوا۔ تو حق اور حکمت کے ساتھ ہوا۔ بے وجہ نہیں ہوا۔ طیب نے نسخہ تبدیل کیا تو سوچ سمجھ کر ہی کیا۔ فمایدکذا بک۔ اب اسے بنی اسماعیل علیہ وآلہ وسلم تری تہذیب سے ان کو کیا فائدہ؟ جبکہ جزا سزا۔ یا یوں کہو کہ مرض کی دوا موافق طبیعت کے ملتی ہے۔ سورہ شریفہ کے مطلع میں تہذیب تین کو زیتون پر مقدم کر کے ذکر فرمایا تھا مؤخر کرنے میں۔

تین۔ سیدتین۔ بلد الامین۔ مقصد بھی ہو جاتا مگر نہ کیا وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ زیتون سے تشبیہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی ہے جو بعد میں آئیوالے تھے اور فوائد اور نفع رسانی کی رو سے بہ نسبت انجیر کے زیتون میں منافع بہت زیادہ ہیں۔ کھانے کے علاوہ روشنی کے کام میں بھی آتا ہے اور روشنی بھی ایسی کہ جس میں دھوئیں کا نام تک نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

اللہ نور السموات

والے رکوع میں ۱۱ زیتون سے مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار دے کر اس رکوع کی جو تفسیر بیان فرمائی ہے اسکو براہین احمدیہ صفحہ ۷۷ میں ملاحظہ کر لیں۔ مقام تو اس قسم کا تھا کہ سارے بیان کو براہین سے ہم نقل کر دیتے مگر چونکہ یہ صرف فوٹ ہی کے طور پر ہیں اسلئے طوالت کے خیال سے صرف حوالہ پر کفایت کیا گیا۔

آیت ۸۔ ایس اللہ با حکم الحاکمین۔ حاکموں پر جو حاکم ہوتا ہے اس کا یہی کام ہوتا ہے کہ حکمت اور مصلحت کی بناء پر مانت حکومتوں کو بدل دے۔ سورہ شریف کا کئی ہونا یا مدنی ہونا مختلف خیال ہے۔ حضرت عباس رضی فرماتے ہیں کہ مدینے میں نازل ہوئی ہے ممکن ہے کہ کچھ حصہ کئی اور کچھ مدنی ہو۔ حضرت براہین عازب رحمہ فرماتے ہیں کہ ایک رات نماز عشا میں سورۃ التین کو ایسی خوش الحانی اور سہانی آواز سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا کہ بخدا آپ کی اس قرآن سے زیادہ خوش الحانی میں نے کسی اور سے نہیں سنی۔ مسنون ہے۔ کہ اس سورہ شریف کے ختم پر جو ابابیلہ وانا علیہ ذلک من الشاہدین کہا جاوے۔

بلد الامین۔ یہ تمہارا شہر جو دارالامین ہے خدا کی زبردست طمانت کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ اس گھر کا بنانے والا ابراہیم علیہ السلام تھا۔ جو ابوالملت کہلاتا ہے اس کے دشمنوں نے ان کے ہاک کرنے کے لئے کیا کیا منصوبے کئے مگر بالآخر خدا کا ہاتھ اپنا کام کر گیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دشمنوں کا کوئی نام و نشان بھی نہیں جانتا اور آپ کی ذریت اس قدر ہے کہ اسے کوئی گن نہیں سکتا اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا حال ہوگا۔ یہ واقعات اہل مکہ کو برنگ پیشگوئی سنائے گئے اور پہلی آیتوں میں جو فوج مراد لی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح کے طوفان کے وقت جو کبوتری خشکی کی خبر لائی اس کے منہ میں زیتون کی شاخ تھی اور دوسری بیج پر اس سے مراد یہ لی گئی ہے کہ دراصل ان آیات میں حضرت مسیح اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو بتایا ہے اور ان بشارتوں کی طرف توجہ دلائی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمائی تھیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ان آیات میں ان عظیم الشان پیشگوئیوں کی طرف اشارہ ہے جو تو رات شریف میں مذکور ہیں۔ کتاب استثناء ۳ باب ۲ میں مسطور ہے۔ خداوند سیدنا سے آیا اور سحیر سے انیر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔

اور جقوق ۳ باب ۳ میں ہے: آئے گا اللہ جنوب (یعنی مکہ سے) اور قدوسیوں کی پہاڑ سے (جو مکہ کا پہاڑ ہے) اس کی ستائش سے زمین بھر گئی۔ چنانچہ سیدنا سے حضرت موسیٰ جیسا صاحب شریعت نکلا۔ ساعیر سے حضرت مسیح ظاہر ہوئے اور فاران سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ ان آیات میں حضرت مسیح کا پتہ تین اور زیتون سے دیا گیا ہے۔ وہ پہاڑ جس پر بروہم آباد ہے اس کے دو ٹکڑے ہیں ایک کو اب تک زیتون کی پہاڑی کہتے ہیں اور دوسرے کو تین کہتے ہیں اور ساعیر ان دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ سو تین اور زیتون کے ذکر سے حضرت مسیح کی جائے ظہور کا پتہ دینا منظور ہے کیونکہ زیتون پہاڑ کے پاس مسیح نے ایک گدھے کا بچہ منگوایا تھا اور اس کے ذریعہ سے اپنی نسبت ایک بڑی پیشینگوئی کو ظاہر کیا تھا (دیکھو لوقا ۱۹ باب ۳۰) متی ۲۱ باب ۱۱ متی ۲۱ باب ۱ اور تین پہاڑی کے پاس (جس کو تین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہاں انجیر کے درخت تھے) حضرت مسیح نے ایک معجزہ ظاہر کیا تھا (دیکھو مرقس ۱۱ باب ۱) اور انجیر کا نشان دینے پر ایک شخص ایمان لایا (یوحنا ۱۲ باب ۲۸)

۱۱ اور ایک جوڑی سواروں کی دیکھی ایک سوار گدھے کا اور ایک ارادٹ کا (یسعیاہ ۲۱ باب ۱) اس آیت سے حضرت یسعیاہ نے دو شخصوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو خدا کی سچی پرستش عمل توحید کو دنیا میں قائم کریں گے۔ جو سوار سے حضرت عیسیٰ مراد ہیں جو گدھے پر سوار ہو کر بروہم بہت المقدس میں داخل ہوئے اب رہا اونٹ سوار وہ صرف پیغمبر عرب ہیں کیونکہ اونٹ عرب کی خاص سواری ہے بچے سے بڑے تک جاہل سے علم تک واقف ہے اور جب سول خدا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ اونٹ پر سوار تھے ۶

سورۃ التین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آیت ۱۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ یہ پہلے الفاظ ہیں جو بغیر صلۃ اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غار حرا میں نازل ہوئے۔ ہر کام بسم اللہ سے شروع کرنا چاہیو خلق کے بعد ربوبیت لازمی اور ضروری ہے ظاہری جسمانی پرورش و پرورشِ روحانی مقدم ہے۔ رب کے لفظ میں یہ بھی سمجھایا کہ آپ کے روحانی نشوونما کا یہ پہلا اور ابتدائی قدم ہے۔ جو بتدریج ترقی کر کے آپ کو عظیم الشان بنا دیگا۔

آیت ۲۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ خلق بغیر ہڈی کے گوشت کے کیڑے کو کہتے ہیں۔ انسان کی پیدائش کی ابتدا اس باریک کیڑے سے ہوتی ہے۔ جو لطفہ مٹی میں ہوتا ہے۔ جس کو ڈاکٹری اصطلاح میں سپرموٹوزہ کہتے ہیں ربوبیت کی ابتدائی کیفیت اور خلق کی ابتدائی کیفیت مساوی الحال ہوتے ہیں۔

آیت ۳۔ اِقْرَأْ رَبِّكَ الْأَكْرَامَ۔ اکرم کے لفظ میں بیگوئی فرامی کہ آپ مکرم معظم ہو جاویں گے۔

آیت ۴۔ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عرب ایک ایسا جزیرہ تھا کہ اسلام سے پہلے کوئی تاریخ نہیں بنا سکتی۔ کہ وہاں سے کوئی کتاب تصنیف ہوئی ہو۔ ایسی عظیم الشان ربوبیت ہوئی کہ اسلام کی کتابوں کو اب کوئی گن بھی نہیں سکتا۔ ۵۔ یتیمہ کہ ناکردہ قرآن درست کتب خانہ چند ملت بشت

آیت ۶۔ اِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَافٍ۔

آیت ۷۔ اِنَّ رَأْسَهُ لَكَنَافٍ۔

اب یہاں سے ذکر مخالف کا چل پڑا۔ معلوم ہوا کہ نبی کے ساتھ مخالف کا ہونا بھی ضروری ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مخالفت کرنے والے بڑے اغنیاء ہی ہوتے ہیں دوسری جگہ فرمایا ہے۔

كَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مِّمَّا مِثْلُهَا۔

آیت ۹ سے آیت ۱۵ تک۔ اَدْوَيْتَ اَدْوَيْتَ فَرَاكَ اِيَّاهِ يَابِقِ سے اپنے نبی اور مخالف کو مخاطب فرمایا ہے۔

آیت ۱۵۔ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ۔ نسف کے معنی زور سے کھینچنے اور گھسیٹنے کے ہیں۔ ناصیہ۔ پیشانی اور مقدم راس کے بال۔ غیظ و غضب کے وقت پیشانی پر بل ڈالکر نہایت ڈراؤنی شکل سے انسان اس کو گھر کتا ہے۔ جس کو مغلوب کرنا چاہتا ہے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

طور سینا پر حضرت موسیٰ کو خدا کی طرف سے احکام ملے اور ان پر تجلی الہی ہوئی۔ امن والا شہس بیضے مکہ معظمہ دشت فاران میں ہے۔ کیونکہ حضرت اسماعیل اور یحییٰ باجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی سرزمین میں چھوڑ گئے تھے دیکھو پیدائش (باب ۲۱) اس دشت سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر ہوئے اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ فتح مکہ کے دن مکہ میں تشریف لائے اور ان کے ہاتھ میں آتش شریعت تھی یعنی مجرموں اور سنگاروں کو شمشیر تیز کی ناریں بھسم کرنے آئے تھے آپ ہی کے سبب سے بجزوب سے آیا اور دنیا اس کی ستائش سے بھر گئی۔

۱۔ پس تین و ذیتون۔ طور سینین۔ بلدا اکامین (یعنی شہر مکہ) تین عظیم الشان انسانوں کی یادگار ہیں جن کی ستائش ہزار ہا سال سے تمام عالم میں ہو رہی ہے۔ کیا امیر کیا غریب کیا بادشاہ کیا فقیر۔ ان مقدس النفاس کی مدح و ستائش کو موجب برکت سمجھتا اور ان کے فیوضات سے مستفیض ہو رہا ہے اور یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا ہے اور روحانی اور جسمانی دونوں حیثیتوں سے اس کو اعلیٰ سے اعلیٰ خلقت عطا ہوئی ہے جن کے نمونے یہ تینوں برگزیدہ انبیاء علیہم السلام ہیں اور جن کی تبلیغ سے ہر ایک انسان اپنی فطرت پر قائم اور فطری لقمے پر جا رہا ہے مگر بد عملی اور بد ایمانی کی وجہ سے یہی انسان ایسا خراب ایسا بد اور ایسا غلیظ ہو جاتا ہے کہ ارذل تہیں حیوانات سے بھی پرے جا رہتا ہے ہاں جو لوگ ایمان اور اعمال صالحہ پر قائم ہیں اور اس منزل اور فساد سے محفوظ رہتے ہیں وہ اجر غیر منقطع حاصل کرتے ہیں۔

پس ایسے ایسے الہی انتظامات۔ انسان کے احسن تقویم میں پیدا کرنے پر بھی جو شخص خدا کے مقصد اور مصلحت حقہ پر نظر نہ کرے اور آفرینش انسان کو بطور لہو و لعب سمجھے اور اس کو اعمال کے نتائج کے ملنے کا ذمہ دار اور جزا سزا کا مورد نہ سمجھے بڑا ہی بے وقوف ہے۔ جزا اور یوم الحجۃ کی تکذیب کرتا ہے حالانکہ وہ دنیا میں برابر مطیع اور غیر مطیع برے اور بھلوں کے انجام و عواقب کو دیکھتا ہے۔ جو دنیاوی حکام کی طرف سے ان کو ملنے رہتے ہیں۔ تو کیا خدا تعالیٰ جو احکم الحاکمین ہے وہ انسان کو شتر بے ہمار کی طرح چھوڑ دے گا۔ اور اس کے کاموں پر جا بچ پڑنا نہ کرے گا اور مطیع اور غیر مطیع میں امتیاز نہ کرے گا اور یہی بہاری دلیل ہے۔ جزا اور یوم الحجۃ کے قیام کی ففکر و یا ادلی البصار۔

(ترجمہ لہستان)

حضرت سیف المسیح مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف کے نوٹ۔

Digitized by Khilafat Library
(موتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ)

بقیہ نوٹ سورۃ العلق

(گذشتہ سے پیوستہ)

(بہار)

یہ حرکت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو جہل نے کعبہ میں کی تھی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھنے سے منع کیا تھا اس لئے یہ پیشینگوئی اس کے حق میں بدر کے دن پوری ہوئی کہ ناصیہ سے پکڑ کر گھسیٹ کر گڑھے میں اس کی لاش کو ڈال دیا گیا۔
آیت ۱۷ - قالیدع نادیه۔

آیت ۱۸ - سنداع الزبانیۃ۔

نادی سے اہل نادوی مراد ہیں اور نادوی کے معنی مجلس کے ہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ
فما توفن فی نادیکم المنکر بنی مکہ کے دار النورہ کو اس لئے نادوئے کہا کہ اس میں
مشورہ کرنے کے لئے لوگوں کو پکار کر بلایا جاتا تھا جی چاہتا ہے کہ ہمارے وطن کو
علماء جو قوم کے پیشوا کہلانے میں اپنے لئے بجائے ندوۃ العلماء کے قیادۃ
العلماء نام تجویز کر لیں تو بہتر ہے۔

تبللا مژدہ بہار بیار : خبر بد بہ بوم شوم گذار

کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن - اخذہا حیث وجدہا

ذیانیۃ - زبان سے مشتق ہے جس کے معنی دفع کے ہیں جن اور ان
میں سے ہر متمدن شخص کو ذہنیہ کہتے ہیں اکثر اہل لغت کا قول ہے کہ زبانہ ان جموں
میں سے ہے جن کا مفرد نہیں جیسے ابابیل وغیرہ۔ غرض کہ ذہن جس کے معنی
دفع کے ہیں۔ ابتداء ہی سے اسلام میں یہ قاعدہ رکھا گیا ہے کہ جنگ صرف
دفاعی طور پر کی جائے۔ آیت باب کے الفاظ کی ترتیب بھی یہی تعلیم دے رہی
ہے۔ پہلا مقابلہ نادیہ اور زبانہ کا اسلام میں بد کے دن ہوا۔ لکھا ہے کہ
مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ابو جہل نے ایک ایسا طعن
مارا تھا جس سے ان کا کان پھٹ گیا تھا بدر کے دن حضرت عبداللہ بن مسعود
ہی کو اللہ تعالیٰ نے ابو جہل کا سر کاٹنے کے لئے اس پر مسلط کیا۔ جب سر کاٹ
چکے تو اس کے کان میں رتہ پرو کر سر کو گھسیٹتے ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے حضور میں لایا گیا اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔
اذن باذن والرائس ہمارا مع الاذن۔

آیت ۱۹ - واسجدوا اقرب۔ قرآن کریم کے سجدات تلاوت میں سے
یہ آخری سجدہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بندہ سجدہ کی حالت میں خداوند تعالیٰ
سے بہت ہی نزدیک تر ہوتا۔ حدیث شریف کا اور اس آیت شریف کا مطلب

گویا کہ ایک ہی ہے وضو نہ ہو تو تیمم ہی کافی ہے گویا کہ وضو بھی جائز ہے مگر
کم از کم تیمم کر لیا جاوے تو بہتر ہے۔ دعا کے لئے سجدہ ایک ہی طریقہ مقرر ہے
جس کو زبان عربی نہ آتی ہو وہ اپنی مادری زبان ہی میں تسبیح کے ساتھ اپنے شکلات
کے لئے دعا بھی کر لے۔ سجدات کے وقت کی دعائیں خطا نہیں جاتیں یہ وقت
بہت ہی قرب الہی کا وقت ہوتا ہے جس قدر سجدات کی تعداد زیادہ ہوگی۔ اسی
قدر قرب کے مدارج بھی زیادہ ہوں گے جن کے لئے یہ نعمت مقدر ہے نہیں
وہ اس ادنیٰ اسی حرکت کی توفیق پانے سے محروم رہتے ہیں۔ اللہ اعلم
محض العبادۃ۔ دعا تمام عبادتوں کا مغز ہے اور سجدہ تمام منازل قرب کا
انتہائی مقام ہے۔ یہ دونوں باتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔

اس کلام الہی میں پانچ پیش گوئیاں ہیں اول دہلت الذی خلق۔ اس کا مطلب
یہ ہے کہ ربوبیت الہی نے جو تیری خاص پرورش فرمائی ہے اور اپنے اندازہ
خاص سے قوت و رحمت کئے اور خاص کلام کے لئے تجھے منتخب کیا ہے اور
اپنے ہاتھ سے تیرا پیر لگایا ہے اور تیرے مبارک پھلوں کے انتظار میں بیٹھی
ہے وہ تجھے ضرور کامیاب اور سرسبز کرے گی اور تیرے فوہال کو اعدا کے
تیر اور مخالف جھونکوں سے محفوظ رکھے گی۔ دوسری پیش گوئی خلق الانسان

من علق۔ یعنی اس منی کے کپڑے یا جونک کی طرف دھیان کر دو کہ وہ کیسا
حقیر اور ذلیل تھا۔ جس کا ایسا خوبصورت اور باکمال انسان بنا۔ جب ہماری ربوبیت
نے نظر عنایت سے ایک کپڑے کو اس صورت و شکل تک پہنچایا ہے اور ایک
مقصد اور غایت کے لئے جو ربوبیت کا اصلی تقاضا ہے یہ خلعت کمال رحمت
فرمایا ہے تو کیا اب ہماری ربوبیت اس کا ساتھ چھوڑ دے گی ہم اپنی ربوبیت
کا سایہ عاطفت اس پر رکھیں گے۔ جب تک وہ انسان اپنی خلقت کی علت غائی کو
پہنچ نہ جائے۔ قرآن کریم میں تدبیر کرنے والے جانتے ہیں کہ نبوت کی تربیت
اور اسے کمال مطلوب تک پہنچانا۔ خدا تعالیٰ کے اسم رب کا خاصہ ہے اور
جہاں جہاں خدا تعالیٰ نے ضرورت نبوت کی قرآن کریم میں بحث چھیڑی ہے
دلیل میں اپنے اسم رب کو مذکور فرمایا ہے۔ اس لئے کہ جیسے اس ربوبیت
نے انسان کے عالم اجسام کے لئے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی اشیاء
کو منظر کیا اور خدمت میں لگا دیا ہے ویسے ہی اس کی ربوبیت نے تقاضا کیا۔
کہ انسان کی روح کی تربیت کے لئے جو اصلی مقصود اور ابدی غیہ فانی شے ہے
اس کی تربیت کے مناسب حال سامان تیار کرے۔ سو اس کے لئے اس نے
نبوت کا سلسلہ اس جہان میں قائم کیا اور جہاں نبوت کے اعدا اور مخالفین کو مٹا
سے ڈرانا چاہا اور ان کے بارے میں خوفناک وعید بیان کرنے چاہے ہیں۔
وہاں نبوت کی حمایت و دفاع میں اسم اللہ کو جو جامع جمیع صفات کا لفظ ہے

آیت ۱۔ انا انزلناه فی لیلة القدر۔ لیل ظلت اور قدر وال کے سکون کے ساتھ بمعنی مرتبہ۔ یہ دونوں صفیں اس جگہ اکٹھی کی گئی ہیں لیلۃ القدر ایک خاص رات رمضان شریف کے اخیر دھاکہ میں ہے جس کا ذکر سورۃ الفجر میں دالیل اذ ایس میں بھی کیا گیا۔ ایک جگہ فرمایا۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ اور دوسری جگہ بیان فرمایا۔ انا انزلناه فی لیلة القدر ان دونوں آیتوں کے ملانے سے بھی معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر رمضان شریف میں ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور بھی زیادہ تشریح کر کے یہ پتہ دیا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان شریف کے اخیر دھاکہ کی طاق راتوں میں ہوا کرتی ہے کسی سال اکیسویں شب کو کسی سال ۲۳ یا ۲۵ یا ۲۶ یا ۲۹ ویں شب کو اس شب کے فضائل صحیح حدیثوں میں بے حد بیان فرمائے ہیں۔ انا انزلناه کا مرجع جس طرح قرآن شریف سمجھا گیا ہے۔ اسی طرح اس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک بھی مراد ہے اسی لئے انزلناه فرمایا تاکہ قرآن اور منزل علیہ القرآن دونوں ہی مرجع ٹھہریں۔ ورنہ انزلناه هذا القرآن فرمانا کوئی بعید بات نہ تھی۔ لیل وہ ظلت کا زمانہ ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت سے پہلے کا زمانہ تھا جس کو عام طور پر ایام جاہلیت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور قدر وال کی سکون کے ساتھ وہ قابل قدر زمانہ ہے جس زمانہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت شروع ہوئی اور اس کی مدت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں سے ۲۳ سال کی مدت تھی۔ جس میں ابتداء الی آخر سارے قرآن شریف کا نزول ہوا۔ ایک طرف ظلت کے ایام ختم ہوئے اور دوسری طرف قابل قدر زمانہ شروع ہوا اس لئے یہ متضاد صفات لیل اور قدر یہاں آ کر اکٹھے ہو گئے۔ شب قدر یا لیلۃ القدر وال کی حرکت کے ساتھ صحیح نہیں جو قرآن شریف میں بھی شہر اور فجر کی طرح قدر کی۔ وال منحک ہے۔

آیت ۳۔ لیلۃ القدر اخیر من الف شہرا۔ لیلۃ القدر کے اگر صرف اسی قدر معنی ہوتے کہ رمضان شریف کے آخری دھاکہ میں طاق راتوں میں سے ایک رات لیلۃ القدر ہے دس۔ اس کے علاوہ اور کوئی مطلب نہیں۔ تو اس صورت میں بارہ مہینے ہی بجائے ہزار مہینے کے کافی تھے۔ کیونکہ دوسرے رمضان شریف میں تو لیلۃ القدر پھر دوبارہ بالیقین موجود ہے۔ پھر اس سے آگے اور آئندہ رمضان شریف۔ فہلم جہلاً۔

ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ کسی سال رمضان شریف میں لیلۃ القدر ہوتی ہے اور کسی سال نہیں ہوتی۔ نہیں بلکہ بالیقین رمضان شریف میں ہر سال کسی نہ کسی طاق رات میں لیلۃ القدر ضرور ہوتی ہے خواہ ستائیسویں کو ہو یا اکیسویں کو مگر پہلی آیت میں اس سورہ شریف کے جیسا کہ بیان ہوا ہے۔ انزلناه کا مرجع منزل علیہ القرآن بھی ہے اور ایک اور مقام میں بھی اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف دونوں کو ایک ساتھ نازل شدہ فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا۔ قد انزلنا الیکم ذکرا وہ دسولاً یتلوا علیکم آیات اللہ

پیش کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نبوت کا اصلی مقصد توحید الوہیت کا قائم کرنا۔ اور اللہ یا طہ اور ہر قسم کی طواغیت کا ابطال کر کے خداوند تعالیٰ کے لئے مقبوض اور الوہیت کا یگانہ استحقاق اور لا شریک مضرب مخصوص کرنا ہوتا ہے۔ فوجب عداوت اور مخالفت اپنے ہتھیار پہن کر اس کا استیصال کرنے پر آمادہ ہوں۔ تب غیرت اور جوش بھی اسی کو آنا چاہیئے۔ جس کی خدمت کے لئے نبوت میدان میں نکلی ہے۔ بہر حال اس علق اور الانسان کے لفظ میں بڑی بھاری پیشگوئی ہے۔ تیسری پیشگوئی۔ اقرا و ذبک الاکرم۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ اس سلسلہ تبلیغ میں تیری سخت مخالفت ہوگی اور ایک عالم تجھے ذلیل و خوار کرنے پر آمادہ ہوگا اور حکمت الہیہ کے اقتضاء سے کچھ عرصہ تک بظاہر ایسا ہوگا۔ کہ تو مغلوب اور شکستہ نظر آئے گا اور کفر و شرک اپنی جیت پر ناز کرے گا مگر آخر کا غلبہ اور فتح تیرے حصہ میں آئے گی۔ اور تو اکرم اور عزیز ہوگا اس لئے تیرا رب جس نے تجھے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پرورش کیا ہے وہ اکرم ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اس کا مربوب بھی بطور ظل کے اکرم ہو۔

چوتھی پیشگوئی۔ الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب عجیب میں جو تجھے دی جاتی ہے اور جو بظاہر انسانی قلم سے لکھی جاتی ہے۔ وہ وہ علوم عالیہ ہوں گے کہ کل بنی آدم کے معلومات اس کے مقابلہ سے عاجز آجائیں گے۔ الانسان سے ما لم یعلم ملا کر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ فطرتاً اور کنسباً انسان کی بساط میں اور اس کے قوے کی رسائی میں وہ علوم عالیہ آہی نہیں سکتے جن پر قرآن مجید مشتمل ہے۔ لہذا یہ علوم لاریب خداوند علیم خالق انسان کی طرف سے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ذہینوں کے ذہن۔ عقلوں کی عقلیں اور عالموں کے علم اور محسوسوں کی قلیں ان سادہ علوم کے مقابلہ میں ٹوٹ جائیں گی۔

پانچویں پیشگوئی۔ کلاً لن لمریتہ لنسفعا بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ مخاطبۃ فالیدع نادیه سندع الزبانیہ کلاً لا تطعدوا مسجدوا اقرب دشمن کی عداوت کی پیش رفت نہ جائے گی اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی جھوٹی خطا کا چوٹی کو پکڑ کر زور سے کھینچیں گے اور یوں ذلت سے گھسیٹ کر باور میں گرائیں گے پھر وہ اپنی مجلس کو جن کے بل بوتے پر اسے ناز تھا بلائے اور ان کی دو ہائی سے ہم بھی سیاست کے پیادوں کو بلائیں گے وہ ہرگز اپنے منصوبوں میں کامیاب نہ ہوگا تو اپنے کام میں لگا رہے اور ان کے خلاف کی ذرہ بھی پروا نہ کرے اور کبھی ان کے ہاں میں ہاں ملا اس لئے کہ ان کے ہاتھ تیرا کوئی نفع اور ضرر نہیں اور ہماری فرمانبرداری میں لگا رہے اور جس قدر تو ہمارا فخر و بابر دار ہوگا۔ ہماری جناب میں تیرا قرب اور درجہ اتنا ہی بڑھے گا۔

سورۃ القدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس جگہ ذکراً کا بدل رسولاً واقع ہوا ہے یعنی ذکر بھی نازل ہوا اور رسول بھی نازل ہوا۔ قرآن شریف رسولؐ یتلو انہیں ہے۔ رسولاً ہے ۲۸۔ غرض کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور اور آپؐ کی بعثت کے انوار پوری آب و تاب کے ساتھ قرون ثلاثہ مشہود لہا بالآخر تک تھے۔ ہزار چھینے گزرنے تک دنیا نے ظلماتی حالت پھر اختیار کر لی اور پھر وعدہ الہی لیلۃ القدر خیر من الف شہر کا پورا ہوا۔ فہلم جہلاً۔ اسی طرح سے ہر ہزار چھینے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے اس قرآنی وعدہ بموجب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دین کی تجدید کے لئے ہر صدی پر جو تیرہ ہزار چھینے کے بعد آتی ہے مجددین کو نازل فرماتا رہا۔ ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علیہا اس کل مائۃ سنۃ من یجد دلہا دیہا۔ حدیث نبوی اور آیت قرآنی دونوں متفق ہو گئے۔ قرآن شریف میں پیغمبروں کی نسبت جبکہ منہم من قصصنا علیات ومنہم من لہم قصص علیک آیا ہے ۲۹۔ تو مجددین کی کفایت کہ کون کون تھے یہ بحث ہے۔ لوگ جن جن کو مجدد قرار دیئے گئے ہم ان کو مان لیں گے مگر دیکھنا تو یہ ضروری ہے کہ ہماری اس صدی چھار دہم میں یہ وعدہ قرآن شریف کا اور حدیث شریف کا وقوع میں آیا بھی نہیں۔ اگر اور صدیوں میں وقوع میں آتا رہا اور اس صدی میں وقوع میں نہیں آیا تو ہمارے جیسا بدبخت اور کوئی نہیں کہ ظلمت میں چھوڑ دیا گیا

آیت ۴۔ تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر اسلام من کل امر کے معنی لکل امر میں۔ ہر کام کی سلامتی سے یہ مراد ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی سے زمانہ نے اپنی دینی و دنیوی دونوں قسم کی ترقیات کا رنگ پکڑ لیا۔ سائنس کی زیت نئی تحقیقات اور انہی ایجادیں دنیوی اعتبار سے من کل امر اسلام کی طرف مصداق ہو رہی ہیں۔ تو دین اسلام کی اشاعت اور اس کی ترقی دوسرے پہلو پر من کل امر اسلام کو دکھلا رہی ہیں۔ ہر کارے دہر دے۔ رمضان شریف کی لیلۃ القدر میں جو نزول ملائکہ ہوتا ہے وہ بھی بجائے خود مسلم و متیقن ہے اور صدی کے اس پر جو نزول ملائکہ ہوتا ہے۔ وہ بھی اپنے تاثرات و شواہد کی رو سے مشہود و مرئی ہے۔

آیت ۵۔ ہی حتی مطلع الفجر۔ زبان خلق نقارۃ خدا۔ یہ... جملہ ایک حد تک بہت صحیح ہے۔ عام طور پر ہمارے اس موجودہ زمانہ کو روشنی کا زمانہ۔ روشنی کا زمانہ کہا جا رہا ہے۔ مگر غور سے اسے دیکھا جاوے۔ تو یہ روشنی کا زمانہ بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے ہی شروع ہو گیا ہے۔ اور اب تو ضحیٰ کا وقت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دابة الارض ضحیٰ یرجی الدابة علی الناس ضحیٰ کے وقت نکلے گا۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ضحیٰ کے وقت کیا نکلے گا۔ روشنی کے زمانہ میں نکلے گا۔ اب اگر کہو کہ دابة الارض نہیں نکلا تو کہنا پڑے گا کہ روشنی کا زمانہ اس زمانہ کو کہنا بھی غلط ہے۔ مگر نہیں زمانہ

ضرورت روشنی کا ہے اور دابة الارض۔ یعنی زمینی علوم اور سائنس کی ایجادوں میں بڑی ترقی کی ہے اور من کل امر اسلام کے وعدہ کے بموجب دنیوی ترقیات کے ایک حصہ کو پورا کیا ہے باقی رہا دوسرا حصہ من کل امر اسلام اور ہی حتی مطلع الفجر کا جو دینی ترقیات کا دوسرا پہلو ہے وہ اس شخص کی ذات بابرکات وایت ہے جس نے دنیا میں اگر بڑے زور سے جلا کر کہا کہ

مؤیدیکہ مسیح دوم است و مہدی وقت
بشان او دگرے کے ز اتقیا باشد۔
چو غنچہ بود جہانے خموش و سر بستہ
من آدم بقدمیکہ از صبا باشد

(تربیان القلوب)

سورة البیئۃ رکوع اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت ۱۔ لمریکن الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین منفکین حتی تاتیہم البیئۃ۔ لمریکن منفکین کے معنی یہ ہیں کہ اہل کتاب کے تمامی فرقے اور مشرکین کے تمامی فرقے شرک اور بت پرستی کے اغلال سے کبھی جدا ہونیوالے نہ تھے اگر بیئۃ نہ آتی۔ آگے بیئۃ کے معنی خود ہی بیان فرمادے۔ آیت شریفہ میں پتہ دیا گیا ہے اس بات کہ رسول کے آنے کا زمانہ کب ہوتا ہے۔ پہلے پارہ کے چودھویں رکوع میں بھی رسول کے آنے کے زمانہ کی خبر دی ہے جہاں فرمایا ہے۔

قالت اليهود لیست النصارى علی شئ وقالت النصارى

لیست اليهود علی شئ وہم یتلون الکتاب۔

اور مزہ یہ ہے کہ دونوں ہی فرقے آسمانی کتاب سے استدلال لے رہے ہیں دونوں فرقوں کے پاس آسمانی کتاب ہو اور پہرہ باہم استدلال میں ایک دوسرے کی مخالفت میں ٹل جائیں تو بالطبع ضروری اور لازمی ہو گا کہ کوئی تیسرا حکم اور عدل آوے اور خدا فی فیصلہ ان کو خدا کی طرف سے سناوے۔ یہی حال ہمارے وقت میں اندرون اسلام قرآن کریم ہی سے تمسک کرنے والے مسلمانوں کا ہو گیا تھا اہل حدیث غیر اہل حدیث کے اور ائمہ سلف کے متبعین باہم ایک دوسرے کے باوجود ایک ہی آسمانی کتاب کے تمسک ہونے کے سخت مخالف ہو گئے تھے۔ وقت بتلا رہا تھا کہ اب کوئی آسمانی حکم عدل آوے۔ سو خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے مقتضائے وقت حکم و عدل آیا۔ چاہیئے تو تھا کہ فیصلہ ہو جانا مگر نظیر موجود ہے کہ

آیت ۳۔ ما تفرق الذین ادوا الکتاب الا من بعد جاء تھم البیئۃ حکم و عدل کی بات کو بھی لوگ بغیاً بینہم کی وجہ سے نہیں مان لیا کرتے آیت شریفہ میں

دواگلی تفسیریں موجود ہیں۔ اہل کتاب نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر بھی بیہ آنے پر تفرقہ کیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کے تفرقہ کو تو نظری اگلے تفرقہ کی بتلایا ہے۔ اذاتثنیٰ فثالث۔ جو دو نظریں موجود ہیں تو تیسری نظیر کیوں نہ قائم ہو؟ یہ اختلاف نبی کی صداقت کی دلیل ہے۔ نبی مسلمات کو ماننے کے لئے نہیں آیا کرتے بلکہ کچھ اپنی منوائے کے لئے آئے ہیں۔ قرآن شریف میں ۱۱۴ کتب قیمہ ہیں۔

آیت ۵۔ مخلصین لہ الدین حنفاء حنیف کے معنی خود ہی اسجگہ مخلص موجود ہیں۔ دوسری جگہ حنیفاً و ما انا من المشاکین فرمایا ہے یہاں بھی عدم شرک جو اخلاص کے مترادف ہے۔ حنیف کی صفت بیان ہوئی ہے۔

آیت ۶۔ شرُّ البریۃ۔

آیت ۷۔ خیر البریۃ۔

بریۃ اور برآیا دونوں کے ایک معنی ہیں یعنی مخلوق۔ برآ خلق۔ باری خالق کے خداوند تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔

آیت ۸۔ خالدین فیہا ابدًا رضی اللہ عنہم ورضوانہ

جو وعدے صحابہ کو دیئے گئے تھے۔ وہ صرف آخرت ہی کے نہیں تھے بلکہ دنیا اور آخرت دونوں ہی کے تھے۔ دنیا کے انہار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے جیوں۔ سچوں۔ دجلہ اور فرات تھے۔ ابد کی شہادت اس وقت تک قبضہ سے موجود ہے۔ آیت ۷ میں امنوا و عملوا الصالحات فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ کی کمزوری جس قدر ہوگی۔ اسی قدر ان انہار و جنات وغیرہ کے قبضہ میں بھی کمزوری واقع ہوگی۔ اہل شیعہ پر بھی یہ آیت شریف حجت ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعمال اگر اعمال صالحہ نہ ہوتے۔ تو یہ انہار و جنات ان کو کس طرح ملو رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوانہ۔ آگے فرمایا کہ ذلک لمن خشی دینی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم غاصب نہیں تھے۔ خشیتہ اللہ انہیں سب سے بڑھ کر تھی۔

اس سورۃ کے ابتداء میں تو بتایا کہ مکہ اور مدینہ کے مشرکین اور اہل کتاب میں جو انقلاب مقدر تھا وہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت پر موقوف تھا چنانچہ یہ بات کسی مزید توضیح کی محتاج نہیں کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد عرب کی کایا ہی پلٹ گئی اور آپ سے پہلے ساری قومیں تمام فرقے اور اہل مذاہب اپنے مرکز توحید سے دور جا پڑے تھے۔ اور ہر قسم کی بد اعتقادیوں۔ بد اخلاقیوں اور بد اعمالیوں میں مبتلا تھے اسلئے قرآن کریم نے فرمایا۔

ظہر الفساد فی البر و البصرا۔

علاوہ ہمت پرست مشرکوں کے۔ اہل کتاب بھی مختلف قسم کے شرکوں اور عملی نجاستوں میں گرفتار تھے اور اس طرح پر روحانی نکتہ خیال سے دنیا مرعوب تھی اور یہ بگڑی ہوئی قومیں اصلاح پذیر نہیں ہو سکتی تھیں۔ جب تک البینہ نہ آوے۔ چنانچہ وہ موجود البینہ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آئے اور اپنے دنیا کو اس گند اور ناپاکی سے پاک

کیا۔ جس میں وہ مبتلا تھی۔ البینہ کے معنی خودت آن مجید نے کر دیئے ہیں۔ رسول من اللہ یتلوا صحفاً مطہرات یعنی وہ اللہ کا موعود رسول جو انہر پاک صحیفے پڑھتا ہے۔ کتب مقدسہ میں ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو پیشگوئی کی گئی تھی اس میں یہی لکھا تھا کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا کی تھی اس میں بھی یہی کہا گیا تھا کہ ایسا رسول مبعوث فرما۔ جو تیری آیتیں ان پر تلاوت کرے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میں بار بار آیا ہے۔ یتلوا علیہم آیتہ۔ غرض وہ کامل اور خاتم رسول آگیا۔ اور وہ پاک صحیفے انہر تلاوت کرنے لگا۔ مگر باوجود اسکے کہ زمانہ کی حالت طبعی اور قوموں کی عملی اور اعتقادی سخت تقاضا کر رہی تھی کہ ایک زبردست آئے اور خود اہل کتاب بھی تورات اور صحائف انبیاء اور عہد جدید کی پیشگوئیوں کے موافق منتظر تھے۔ کہ مشیل موسیٰ اور مبشر عیسیٰ (فار قلیط) آنے والا ہے مگر جب وہ آگیا۔ تو بغض و حسد سے انکار کر دیا۔ حالانکہ یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ ضرورت نبوت کے وہ قائل اور مشیل موسیٰ اور مبشر عیسیٰ کے وہ منتظر اور پھر آنے والے نے کوئی نئی تعلیم نیا مذہب پیش نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاک صحیفے انہر تلاوت کرتا ہے۔ اور تمام دنیا کی صداقتیں اس کی کتاب میں موجود ہیں۔ فیہا کتب قیمہ۔ یعنی قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے کہ تمام دنیا کی الہامی کتب کی جمیع محکم اور مستقل صداقتیں اس میں موجود ہیں آیت بتاتی ہے کہ قرآن مجید تمام کتب سابقہ پر شامل اور جامع اور حسین کتاب ہے اور ہر قسم کی تحریف و تبدیل۔ ترمیم۔ تفسیح سے پاک اور خاتم الانبیاء کی طرح خاتم الکتاب ہے ہر حال اس نبی نے کوئی نئی تعلیم پیش نہیں کی۔ اور کہا کہ ما کنتم بدعاً من الرسل اور وہی تعلیم دی جو سب نبی دیتے آئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اخلاص کے ساتھ اپنی عملی اور اعتقادی حالت کی اصلاح کرو۔ شرک چھوڑ دو۔ نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ دو کیونکہ یہی دین قیمہ ہے اس طرح پر انہر تمام حجت کیا۔

پارہ ۳۰۔ سورۃ الزلزال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آیت ۱۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَہَا۔

آیت ۲۔ وَاُخْرِجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَہَا۔

آیت ۳۔ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَہَا۔

زمینی زلزلہ اور اخراج اقبال کے معنی دو طرح پر ہیں ایک قیامت کو زمین کا سخت بھونچال ہونا اور تمامی مدفونوں کا باہر نکلنا اور دوسرے معنی یہ کہ الارض سے مراد اہل ارض ہیں جیسا کہ خلید ع نادیدہ میں نادہ سے اہل نادہ مراد ہیں (باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت خلیفۃ المسیح مولا مولوی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

بقیہ نوٹ سورۃ الزلزال

(گزشتہ اشاعت کے آگے)

زلزلت زلزالہا۔ سے مراد ہے کہ خوب زور شور کی جنبشیں اہل ارض میں پیدا ہو گئی۔ دراصل اس سورہ شریفہ کے الفاظ سورہ القدر کے بیان کے مفہم ہیں۔ سورۃ القدر میں فرمایا تھا کہ تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم یعنی قابل قدر زمانہ میں فرشتوں کا نزول کثرت سے ہو گا اور الروح جو فرشتوں کے سردار ہیں ان کا بھی نزول ہو گا۔ اس جگہ آیت ۴ میں اخراجت الارض اثقالہا فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ فرشتوں ہی کی تحریکات سے اہل ارض زمین سے ہر قسم کے اقبال باہر نکال دینگے

یہ اقبال معدنیات کے قسم سے بھی ہیں اور علوم و فنون کے قسم سے بھی ہیں۔ جس قدر معدنیات اس وقت میں نکلے اور نکل رہے ہیں اس کی نظیر اگلے زمانہ میں پائی نہیں جاتی اور جب قدر علوم و فنون اہل ارض کے ہاتھوں سے ملائکہ اللہ کی تحریکات سے اب ظاہر ہو رہے ہیں اس کی بھی نظیر سابقہ زمانہ میں پائی نہیں جاتی۔ تیسری آیت میں جو قال الانسان مالہا ہے اس سے زیادہ تر حجاب اسی بات کا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات قبل از قیام ساعت دنیا ہی میں ہو نیوالے ہیں۔ کیونکہ انسان کا استعجاب مالہا کہنا۔ ذیوی روز افزوں ترقیات و عجائبات کے ظہور کی وجہ سے ہو گا۔ آخرت میں بعث بعد الموت کے وقت تو تمامی امور سب پر غیبتیں کے طور پر کھل جاویں گے اس وقت انسان تعجب کا کلمہ نہیں کہے گا بلکہ یالیتنی قد مت لحیاتی کہے گا۔

آیت ۴۔ یومئذ یحدث اخبارہا۔

آیت ۵۔ بان ربک ادحیٰ لہا۔

اہل ارض جس قدر اپنے اخبار اس وقت شائع کر رہے ہیں وہ ظاہر ہے جب قدر باریک دربار یک علوم و فنون اہل ارض اس وقت ظاہر کر رہے ہیں یہ ملائکہ اللہ ہی کی تحریک کے نتائج ہیں یہ ایسی وحی ہے جیسے کہ شہد کی مکھی مچل کی وحی۔ وحی کے معنی صرف لطیف رموز و اشارات و کنایات کے ہیں۔ وحی کے تین مراتب سورۃ الشوریٰ میں ماکان لبشیر ان یکلّمہ اللہ الا وحباً الخ بیان ہوئے ہیں یہاں صرف لغوی معنی وحی کے مراد ہیں اور دوسری اور تیسری قسم وحی کی یہی مراد لیجاوے تو بھی صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ نزول ملائکہ کے ساتھ الروح کے بھی نزول کا ذکر ہے جو ملائکہ کے سردار ہیں اور سردار سرداروں سے ملا کرتے ہیں۔ مشہور قول ہے کہ "جیسی روح ویسے فرشتے۔"

آیت ۶۔ یومئذ یصدر الناس اثنائاً۔ لہو اعمالہم۔

صداد و ضد ہے و رد کا۔ ماحصل آیت کا بلفظ دیگر یہ ہے کہ کل اناء یاتر بما فیہ۔ ہر برتن سے وہی چیز ٹپکے گی جو اس ظرف میں ہوگی۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ اللہ کے ذریعہ سے وحی تو ہوئی مگر ہر چہ گیر و علتی علت شود کے قاعدہ کے بموجب دابة الارض یعنی زمینی کڑے سفلی علوم کی ترقی کی طرف جھک پڑے اور خداوند تعالیٰ کے پاک روحوں کو پاک روح کے نزول سے ایسے حقائق معارف کھلے کہ جو دین اور دار آخرتہ کے لئے مفید ہیں۔ صداد جس کے معنی لوٹنے کے ہیں اس سے مراد ملائکہ اللہ کے اثر سے متاثر ہو کر خفی استعدادوں کو کمن فوہ سے جز فعل میں لانے کے ہیں یہی لوگوں کا صدو اور ان کا لوٹنا ہے۔

آیت ۷۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یردہ۔

آیت ۸۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یثربہ۔

پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو ذیل آیتوں کو جامعۃ فاخذہ فرمایا ہے ہر نیکی بدی کے تولنے کے لئے یہ کانٹے کی میزان ہے۔ مثقال ترازو۔ کے جو کے وزن کا نام ہے اور ذرہ بہت ہی کم مقدار چیز ہے۔ جزا و سزا بھی انسان کو ہر وقت ملتی رہتی ہے اگر غور کرتا رہے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ فلاں عمل کی یہ جزا ملی اور فلاں کی یہ۔ نامہ اعمال کے جزا و سزا کا حال بھی آنکھ کے بند ہونے پر معلوم ہو جائے گا۔

بوقت صبح شود ہجور روز معلومت

کہ باکہ باختہ نرو در شب دیجور

پارہ ۳۔ سورۃ الحدیث

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس سورہ شریفہ کا مضمون شریف الطبع گھوڑے کی وفاداری اور اس کے بالمقابل انسان کی بے وفائی اور اس پر مردہ دلوں سے پروردگار کی طرف سے مناشہ ہے۔ ترتیب آیات میں وفاداری کی تدریجی ترقیات کو دکھایا ہے۔

آیت ۱۔ والحدیث ضحیٰ۔ عادیہ کی جمع عادیات ہے۔ عادیہ عدد سے مشتق ہے۔ عدو کے معنی دوڑنے کے ہیں۔ جمع میں دو۔ ہی سے بدل گئی۔

ضمیمہ گھوڑے کی اس آواز کو کہتے ہیں جو دوڑنے کے وقت اس کے حلق و سینه سے نکلتی ہے یہ وفاداری کا پہلا قدم ہے۔

آیت ۲۔ فالمریئ قدحاً۔ ایوا کے معنی آگ نکلنے کے ہیں۔

بیچارہ بے زبان محبت کی آگ کس ذریعہ سے نکالے؟ پتھر لی زمین میں ٹھوکریں کھا کر نعل وراثت ہو کر آگ جھاڑتا ہے اور اپنے سوار کو وفاداری دکھلاتا ہے۔ یہ وفاداری کا دوسرا قدم ہے۔

آیت ۳۔ فالغیرات صبحاً۔ مالک کے دشمن پر رات بھر کی دوڑ کا ٹھکانا ہوا صبح کے وقت جا پڑتا ہے یہ وفاداری کا تیسرا قدم ہے۔ غارہ جھاپا مارنے کو کہتے ہیں۔

آیت ۴۔ فاشرن بہ فقاً۔ فق کے معنی گرد و غبار کے ہیں اور اثر ان کا اڑنا ہے۔ یہ وفاداری کا چوتھا قدم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر یاد آگیا۔

اگرچہ در رہ جان چو خاک گردیدم
ولم تند کہ فدائش غبار خود بکنم

آیت ۵۔ فوسطن بہ جمعاً۔ عادیات موریات وغیرہ ہر فعل کو جمع کے صیغہ سے بیان فرما کر آخر میں بھی جمعاً فرمایا اس تاکید میں یہ اشارہ ہے کہ جس جماعت کا شیرازہ مکرور ہے وہ جماعت فاتح نہیں ہو سکتی۔ پانچواں قدم وفاداری کا یہ بیان ہوا ہے کہ میدان جنگ کے وسط میں تلواروں اور نیزوں کی زد کے نیچے یہ گھوڑے اپنے مالک کو پشت پر سوار ہوئے پیٹھ جاتے ہیں پھر آگے وفاداری و جان بازی کے جو کچھ حرکات اس شریف الطبع بے زبان جانور سے صادر ہوتی ہیں۔ انخوان کے سوار ہی غیب جانتے ہیں۔

آیت ۶۔ ان الانسان لربہ لکفور۔ یہ چھٹی آیت جواب قسم ہے۔ کتو کتہ سے ماخوذ ہے اور کتہ کے معنی قطع کرنے کے ہیں۔ رسی کے کاٹ دینے کو کتہ الجمل کہتے ہیں۔ گھوڑا اگھانس۔ توڑی۔ بھوسا کھاتا ہے اور وفاداری میں بڑا جاننا ہے۔ انسان ہزاروں قسم کی لذیذ سے لذیذ نعمتیں اپنے رب کی دی ہوئی کھاتا ہے اور وفاداری کے وقت اس رشتہ ربوبیت کو کاٹ دیتا ہے۔ بے وفانا پروردہ انسان جو بھیت کی طرح پھولا ہوا ہوتا ہے اس کی مثال اس شعر میں خوب بیان کی گئی ہے۔

اسپر لاغرمیاں بیکار آید + روز میدان نہ گاؤ پرورداری
گھوڑا میدان کے دن بڑھت ہوتا ہے۔ مگر بے وفا انسان کتہ ہوتا ہے
کنود میں اسی بات کو بیان فرمایا ہے۔

آیت ۸۔ وانہ لحب الخیر لشداید۔ شدید کے معنی تخیل اور مسک کے بھی ہیں۔ فلان شدیداً و تشدد۔ بولا کرتے ہیں۔ خیر معنی مال۔ جیسا کہ فرمایا۔ ان ترک خیر الوصیۃ۔ حب کے لغت کے معنی پُر ہونے اور بھر جانے کے ہیں۔ معنی آیت یہ ہیں کہ دل کے ہر گوشہ میں مال کی محبت جاگزین ہو گئی اور پُر ہو گئی ہے۔ کہ رب کی وفاداری کے لئے کوئی گوشہ خالی نہ رہا۔

آیت ۹۔ افلا یعلم اذا بعثتم فی القبور۔

آیت ۱۰۔ وحصل ما فی الصدور۔

آیت ۱۱۔ ان یتقن ہم یومئذ الخیر۔

بعث کے معنی اذا القبور بعثت ختم میں بیان ہو چکے ہیں۔ بعث اور بعثت کے ایک ہی معنی ہیں اور یہ دونوں بعث اور بعثت سے مرکب ہیں جن کے معنی کریدنے اور مناقشہ کرنے کے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ من فتن عذاب۔ جس کے حساب میں ذرا بھی کرید لیگی وہ عذاب کیا جائے گا۔ ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ مردہ دل بے وفا جو خیر قالب میں مقید ہیں ان کی وفاداری اور بے وفائی کی جب کرید ہوگی۔ تو ان کا پرورش کنندہ ان سے ان کی باغیانہ حرکتوں کی خوب خبر لیگا۔ لی تاکید کے لئے ہے۔ یہ کرید حساب کی دنیا میں بھی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی اقرب للناس حساب ہم میں دونوں حساب مراد ہیں بلکہ نبی کی معرفت و نبوی محاسبہ اقرب ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انا الحاشا الذی یحشر الناس علی اقدامی

(اس سورہ شریف کے متعلق عاجز پر یہ بھی کھولا گیا ہے کہ اس میں اس زمانہ کی سواری ریل کی پیش گوئی اور اس زمانہ میں ایک نبی کے آنے کی خبر ہے یہ تفسیر علیحدہ رسالہ میں چھاپی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ایڈیٹر)

سُورَةُ الْقَارِعَةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آیت ۱۔ القارعة۔ قارعة قرع سے مشتق ہے۔ قرع کے معنی کسی چیز کو سختی اور شدت سے بجانے اور مارنے کے ہیں۔ خوفناک حادثہ اور مصیبت کو بھی قارعة اسی لئے کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں دوسری جگہ فرمایا ہے۔ ولا یزال الذین کفروا تصیہم باصنعوا قارعة عظیم معلوم ہوا کہ دنیا کا عذاب بھی قارعة ہے اور آخرت کی مصیبت بھی قارعة ہے۔

آیت ۲۔ یوم یكون الناس کالفرأش المبثوث۔ فرأش۔ ٹڈیاں بلکہ کل پروار چھوٹے چھوٹے جانور جو چرانے کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ مبثوث۔ متفرق۔ بکھرے ہوئے۔

آیت ۵۔ وتكون الجبال کالفرأش المنفوش۔ عمن اؤن یا صوف مختلف رنگ کے۔ نفش کے معنی دھکنے کے ہیں۔ منفوش۔ دھکنے ہوئے۔ جبال کا اطلاق بڑے بڑے بادشاہوں پر بھی کیا جاتا ہے۔ آیت میں دونوں قسم کے عذاب اور تباہیوں کا ذکر ہے۔ جو جنگوں میں ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی ہوں گے۔ جیسا کہ قصیہم باصنعوا قارعة سے واضح ہے۔

آیت ۹۔ فامۃ ھاوینۃ۔ ہاویہ کو اُم کہتے ہیں۔ مطلب ہے کہ جب تک تربیت یافتہ نہ ہوئے عقلی رہتا ہے بعد تربیت پالینے کے

اس سے فائدہ اٹھالیا۔ وہ مزے میں رہا۔ عصر کے معنی پھوڑنے کے ہیں۔ اس صورت میں والعصر کے یہ معنی ہیں کہ اسلام سارے ادیان کے حقائق و معارف کا پھوڑ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

من استقرئ یوماً فہو مغبون۔

یعنی جس کے دو دن برابر رہے اور اس نے کوئی ترقی نہ کی یا ان دو دنوں میں کوئی کسبِ خیر نہ کیا وہ گھٹائے میں ہے۔ ابو مزینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عادت تھی کہ جب دو صحابی بھی آپس میں ملاقات کرتے تو تذکرہ کے طور پر یہ سورہ شریفہ ایک دوسرے کو سناتے۔ نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک کوئی فرض نماز نہیں۔ سنت الطواف کے سوائے بھی کوئی نفل نماز نہیں اس میں یہ اشارہ ہے کہ

یہ منبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور شریعت نہیں۔

آیت ۳۔ الا الذین امنوا و عملوا الصالحات

ایمان اور عمل صالحہ کے لئے بعض زمانہ بڑا ہی قابل قدر ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں ایک اور مقام میں فرمایا ہے۔

لا یتوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل۔ اولئک

اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا

حدیث شریف میں اسی آیت کی تفسیر یوں ہے۔ کہ سابقین اولین میں سے جو اصحاب پہلے ہل ایمان لائے اور اتفاق فی سبیل اللہ ایک سمٹھی بھرجو کے ساتھ کیا بعد میں ایمان لانے والے اور پہاڑ برابر سونا خرچ کرنے والے ان اگلوں کی برابری نہیں کر سکتے۔ وکلا وعد اللہ الحسنۃ ع۔ اور یوں تو اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے سب کو نیک وعدے دیے ہیں و تو اصوا بالحق کی نسبت بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو حق بات جانتا ہے اور بیان نہیں کرتا وہ گونگا شیطان ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ایسے کو بروز قیامت آگ کی لگام چڑھائی جائے گی ایمان۔ اعمال صالحہ۔ وصیت بالحق اور وصیت بالصبر جو اسلام کا پھوڑ ہے اس چھوٹی سی سورۃ میں بیان فرمادیا۔ اسی لئے صحابہ رضی اللہ عنہم بطور تذکرہ ملاقاتوں کے وقت ایک دوسرے کو سنا دیا کرتے۔ احباب بھی اس سنت صحابہ پر عمل کریں۔

گوشہ زدہ اثرے دارو۔ وصیت بالحق میں اتنا غلو نہ کرے۔ کہ ہنر اور لہز تک نوبت پہنچ جاوے۔

(بقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

ناگاہیک ہے۔ غرض میں اس کو چہ سے ذاتی واقفیت رکھتا ہوں۔ میں دور سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ایسا ضرور مرنے کے بعد ہی ہر ایک کو ایک جسم ملے گا خواہ نورانی ہو۔ خواہ ظلمانی۔ انسان کی یہ غلطی ہو گی کہ اگر وہ ان تنہا باریک معارف کو صرف عقل کے ذریعہ سے ثابت کرنا چاہے ایک اور بات یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدا نے ان لوگوں کو جو بدکاری اور گمراہی میں پڑ گئے اپنے کلام میں مردہ کے نام سے موسوم کیا ہے اور نیکو کاروں کو زندہ قرار دیا ہے اس میں بصیرت ہے کہ جو لوگ خدا سے غافل مرے۔ انہی زندگی کے اسباب جو کھانا پینا اور شہوتوں کی پیروی تھی۔ منقطع ہو گئے اور روحانی غذا میں ان کو کچھ حصہ نہ تھا پس وہ درحقیقت مر گئے۔ وہ صرف عذاب اٹھانے کے لئے زندہ ہوں گے مگر جو لوگ خدا کے محبت ہیں وہ موت سے نہیں مرتے۔ کیونکہ ان کا پانی اور ان کی روٹی ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ خدا کی کتاب میں نیک و بد کی جزا کے لئے دو مقام پائے جاتے ہیں ایک عالم برزخ جس میں مخفی طور پر ہر ایک شخص جزا پائیگا برے لوگ مرنے کے ساتھ ہی جہنم میں داخل ہوں گے۔ نیک لوگ مرنے کے بعد ہی جنت میں آرام پائیں گے جیسا کہ فرمایا ہے۔ قبل ادخل الجنة۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ القبر موضۃ من دیاض الجنة ادحضۃ من حفرا النیران۔ قبرا تو ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے یا ایک گڑھا ہے۔ دوزخ کے گڑھوں سے۔

آیت ۵۔ لو تعلمون علم یقین۔

آیت ۶۔ اترون الحجیم۔

آیت ۷۔ ثم لترونہا عین یقین۔

ان ہر آیت میں یقین کے تین مراتب کا ذکر فرمایا ہے ایک علم یقین۔ دوسرا عین یقین۔ تیسرا حق یقین۔ دنیا میں بعض اوقات جزا سزا کے ملنے پر آخرۃ کی جزا سزا کا یقین علمی پیرایہ میں ہو جاتا ہے۔

قبر اور برزخ کی جزا سزا۔ عین یقین کے طور پر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبر میں جنت یا دوزخ کی طرف سے کھڑکیں کھول دی جاتی ہیں۔ یوم الحشر کی جزا سزا حق یقین ہیں جو عین یقین ہیں

پارہ ۳۰۔ سورۃ العصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت ۱۔ والعصر

آیت ۲۔ ان الانسان لفی خسر۔

عصر کے معنی مطلقاً وقت کے ہیں۔ قسم کے طور پر وقت کو اس لئے یاد فرمایا کہ اس کی عظمت اس کا مفید ہونا انسان سوچے انسان کی عمر کا وقت برون کے تاجر کی طرح ہے کہ ہر لمحہ ہر دقیقہ معرض خسران میں پڑا ہوا ہے۔ جس نے چٹ پٹ

حضرت سیف المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فراموش ہوئے درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

(گزشتہ سے پوشتہ)

پارہ ۳۰ - نوٹ سورۃ المزمزۃ

بسم الرحمن الرحیم

آیت ۱ - دِلْ لَکُلْ هَمَزَةٌ لَمَزَةٌ -

ہمزمزہ میں تا مباغہ کے واسطے ہے جیسے علام علامہ ہمزا کے معنی توڑینکے ہیں اور لمزا کے معنی طعن مارنے کے ہیں۔ ہمزمزہ لمزہ کے معنی لوگوں کی آبروریزی۔ عزتوں میں طعن و تشنیع کے ذریعہ شکستگی پیدا کرنے کے ہیں۔ ہمزہ وہ شخص جو روبرو بدگوئی کرے یا آنحضرت اور ابرو وغیرہ کے اشارات سے کسی کی تخریب کرے۔ اور لازم جو پس پشت کسی کی بدگوئی کرے۔ کل کا لفظ جامع ہے۔ ہر قسم کے مزین و لامزین پر کسے باشد مسلم ہو یا کافر۔ انبیاء کے اخلاق میں کبھی یہ ضعف پایا نہیں جاتا۔

آیت ۲ - الَّذِي جَمَعَ مَا لَا دَعْدَ لَهُ + حَبَّ الدُّنْيَا دَامَ كُلَّ خَلْقٍ خَلْقِيَّةٍ -

مال کے جمع کرنے کی حرص کو ہر قسم گناہ سے شدید مناسبت ہے۔ منجملہ ان کے ایک ہمارے اور لمازی بھی ہے۔

آیت ۵ - وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْمَطْمُ - حطم کے لغوی معنی بھی توڑنے ہی کے ہیں۔ زراعت کا غلہ جو چورنے کے لئے جانوروں کے پیروں سے روندیا جاتا ہے وہ حطام کہلاتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حِطَامًا ۚ ہمز اور لمز کی جزا میں بھی سزا بالمثل کے طور پر اللہ تعالیٰ نے نارجہنم کے طبقہ کا نام حطم بیان فرمایا ہے۔

آیت ۷ - اَلَّتِي تَطْلُمُ عَلٰى الْاَفْئِدَةِ -

آیت ۸ - اِنْهَآ عَلَيْهِمْ مَّوْعِدَةٌ -

آیت ۹ - فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ -

جو شخص مال کے جمع کرنے کی فکر میں چور رہتا ہے اس کے دل پر ذرا ذرا سے نقصان کے وقت آگ کی لپٹ کی طرح صدمات شعلہ زن ہوتے رہتے ہیں۔ اسی دنیا میں ایسا شخص زندہ وراثت ہوتا ہے۔ اس دل کی کیفیت کے اعتبار سے آگ کی لپٹ کی نسبت دل کی طرف مناسبت کی آیت ۷ میں موعدا کے لفظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی راحتوں اور آسائشوں کے دروازے بھی باوجود مال و دولت کے ہونے کے ان لوگوں پر بند ہوتے ہیں۔ فی عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ لمبی لمبی امیڈوں میں مبتلا ہو کر اس عذاب کا مزہ دنیا میں بھی چکھتے رہتے ہیں اور یہی عذاب آگ کا دنیا سے وہ آخرت میں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

اس سورہ شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں اور

نکتہ چینوں کو جو کہ میں تھے آگاہ کیا ہے کہ ایک وقت آتا ہے کہ تمہارے مال و منال جو تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کے لئے جمع کئے ہوئے ہیں اور تم سمجھتے ہو کہ یہ تمہارے پاس ہمیشہ رہیں گے اور تم کا مباد ہو جاؤ گے۔ کام نہ آئیں گے اور تم ہلاک ہو کر خطرناک عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے اور عام طور پر دوسروں کی حقارت۔ نکتہ چینی اور عیب بینی سے منع کیا۔ کہ بالآخر یہ خصال بد انسان کو ہلاکت کے کنوئیں میں گرا دیتی ہیں۔ مخالفین مکہ آخر اس پیش گوئی کے موافق مبتلائے عذاب ہوئے اور ان کے اموال کام نہ آئے۔

پارہ ۳۱ - سورۃ الفیل

بسم الرحمن الرحیم

آیت ۱ - الْحَرَقُ - الم تر کے معنی الم تعلم کہ میں کیونکہ اصحاب فیل کا واقعہ متواتر بیان سے ایسا مقبرہ مشہور تھا کہ رویت اور علم کا حکم رکھتا تھا جس سال اصحاب فیل تباہ ہوئے اسی سال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے آپ کی ولادت ۲۰ - اپریل ۱۸۵۷ء کو ہوئی آپ کی ولادت باسعادت کیلئے اصحاب الفیل کا واقعہ بطور توطیہ و تمہید کے تھا کیف فحل دریا فرما کر ربوبیت کے لفظ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی فرمائی کہ آپ کی پیدائش سے پہلے ہی جبکہ آپ کے رب نے آپ کی خاطر اس قسم کی حسیا کی کہ ایک بادشاہ کے زبردست لشکر کو ہلاک کر دیا تو یہ ربوبیت جبکہ آپ پیدا ہو چکے ہیں تو آپ کے اب الگ ہو سکتی ہیں۔

آیت ۲ - اَلِهَ يَجْعَلُ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ - تضلیل کے معنی تدبیر کے اکارت ہونے ہیں کما قال تعالیٰ اضل اعمالہم علیہم سورۃ محمد کی اس آیت اور آیت تباہ و نوک ایک ہی مطلب ہے۔

آیت ۳ - وَاَرْسَلْ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيلَ - ابابیل کے معنی جھنڈ کے جھنڈ۔ یہ لفظ جمع ہے واحد اس کا نہیں ہوتا۔ بعضوں نے ابول۔ انیال اور ابالہ اس کا واحد قرار دیا، غرضیکہ ابابیل کے معنی پرے باندھ کر قطار در قطار آنوالے جانوروں کے ہیں عرب کہا کرتے ہیں جَاءَتِ الْخَيْلُ اَبَابِيلَ مِنْ هَهْنَادٍ مِنْ هَهْنَاءٍ یعنی گھوڑوں کا لشکر قطار باندھ کر اس طرف سے اور اس طرف سے آپہنچا۔

آیت ۴ - مِنْ بَحِيلٍ - بحیل کے معنی سخت کنکری کے ہیں سنگ اور گل سے اس لفظ کو مرکب جنھوں نے کہا ہے غلطی کی ہے عربی جیسے دیس اور بمعنی زبان کو اس طور پر مرکب کرنے کی کیا ضرورت جس مقام پر یہ لشکر ہلاک ہوا وہ مزدلفہ اور مینا کے درمیان کی جگہ ہے اب بھی حاجی لوگ رمی جمار کے لئے اسی میدان سے کنکریاں چن کر ساتھ لے آتے اور ان سے رمی جمار کرتے ہیں غالباً علاج فاسد بافندہ اس کا مطلب ہو بھیل احوال سے مشتق ہے احوال در ارسال ایک معنی ہیں بعضوں کی تحقیق ہے کہ جن کفار پر وہ کنکریاں گرتی تھیں انھیں چوپک نکل آتی تھی مفصل بیان کتاب نور الدین ص ۱۲۹ میں دیکھو۔

آیت ۵ - كَعَصِفٍ مَّاكُولٍ - عصف ماکول کے معنی خور و پس خوردہ ہیں چڑیاں انھی سے سوخت آگ کی تھی

اس سورہ شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں اور ان کے مال و منال کے تباہ ہونے کا بیان ہے۔ اس سورہ شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں اور ان کے مال و منال کے تباہ ہونے کا بیان ہے۔ اس سورہ شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں اور ان کے مال و منال کے تباہ ہونے کا بیان ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مِنَ اللّٰهِ

مُحَمَّدًا وَتَوَلَّی

سُورَةُ الْقُرْآنِ

بَدْرِ مُنَوَّر

درس قرآن شریف

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

سورة القمیش

بِسْمِ اللّٰهِ

مِنَ اللّٰهِ

ساتھ نام اللہ کے بخشنے والا مہربان

لَا يُلَاقِي قَرْيَشٍ ۝ الْفِهُمُ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ

واسطے الفت دلانے قریش کے ان کو الفت دلانا سفر جاڑے اور گرمی میں پس چاہیے کہ عبادت کریں پروردگار اس گھر کے جس نے کھانا دیا ان کو

مِنْ جُوعٍ ۝ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۝

بھوک سے اور امن دیا ان کو خوف سے

تفسیری - ترجمہ با محاورہ

اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کو شروع کیا جاتا ہے جس کی رحمت بلا مبادلہ سب کے واسطے عام ہے اور جو نیک عمل کرنے والوں کو انعام اور بدی کرنے والوں کو سزا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ پر حملہ کرنے والے اصحاب فیل کو ہلاک کیا اور اس گھر کی عزت کے واسطے کئی معجزات دکھائے تاکہ قریش اور ان کے ذریعہ سے پھر تمام دنیا الفت پکڑے ان کی الفت کے واسطے جاڑے اور گرمی کے سفر کے اسباب ہتیا ہوئے۔ خدا تعالیٰ کے اس قدر فضل اور انعام پر نگاہ کر کے چاہیے کہ اس رب کی عبادت کریں۔ جس نے اپنے اس عبادت گاہ کی عزت بے نظیر طور پر دنیا میں قائم کی اور جس نے اس کے اہل کو طعام کے سامان بہم پہنچا کر فقر و فاقہ سے بچایا اور ہر طرح کے خوف سے بے خوف کر کے اس جگہ کو دارالامن بنا دیا +

(مفصل تفسیر لکھنے سے پہلے اس جگہ سب سے اول حضرت مولوی نور الدین صاحب کی تصنیف کردہ قلمی عربی تفسیر کو بمعہ ترجمہ لکھا جاتا ہے اور چونکہ وہ مختصر ہے۔ اس واسطے عربی بھی ساتھ لکھی جاتی ہے اور ترجمہ اردو بھی کیا جاتا ہے (ایڈیٹر)

لام تعجب کے لئے ہے۔

اللام - لام التعجب - کمافی

کیا تجھے اس بات نے دھوکہ دیا ہے کہ لوگوں نے کہا کہ عہد بڑا شاعر ہے اس کے باپ پر تعجب ہے کہ اس کا بیٹا کیسا مبصر اور شاعر ہے +

اعزك ان قالوا العزة شاعر

خیال اباء من عریف وشاعرا

راغب اور ہر دی نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ الف ایسے طور پر اکٹھا کرنے کو کہتے ہیں کہ مجتمع اشیا میں پوری پیوستگی ہو۔ ایلات سے مراد وہ عہد اقرار ہیں۔ جو قریش اور اسوقت کے لوگ درمیان قرار

الاف اجتماع مع التاء قاله الراغب وقال الهري في الغريبين - ايلا ف عهد بينهم وبين الملوك -

پاچکے تھے۔ ہاشم کا عہد و پیمان بادشاہ شام کے ساتھ تھا اور مطلب کا کسرتے کے ساتھ تھا۔ اور عبد شمس اور نوفل کا عہد و پیمان مصر اور حبشہ کے بادشاہوں کے ساتھ تھا۔ الف کے معنی معاہدہ اور مصالحت کے ہیں +

قریش نصر بن کنانہ کا بیٹا تھا۔ حضرت معاویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا تھا کہ قریش کے لفظ کے کیا معنی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ قریش ایک سمندری چارپایہ کا نام ہے اور اس پر چمبی کے اشعار کو بطور ذیل کے پڑھا جیسے یہ معنی ہیں کہ قریش وہ جانور ہے جو سمندر میں رہتا ہے۔ اسی کے نام پر قبیلہ کا نام قریش ہوا وہ دبلے اور موٹے سب کو کھا جاتا ہے اور کسی پروں والے کے پر باقی نہیں چھوڑتا +

فراء کا قول ہے کہ لفظ قریش لفظ تفرش سے نکلا ہے اور تفرش کے معنی کسب کمائی ہے چونکہ یہ قبیلہ تجارت کرتا تھا اس واسطے اس کا نام یہ ہو گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ لفظ تفرش سے نکلا ہے جس کے معنی تفتیش کے ہیں۔ حرث بن حنترہ کا ایک شعر ان معنوں کی تائید کرتا ہے اس شعر کے معنی ہیں اے ہمارے دشمن عیب تلاش کرنے والے عمر کے پاس ہے کیا تو ہمارا بیچھا چھوڑے گا یا نہیں۔ قریش کا یہ نام اس واسطے ہوا کہ ان کے بزرگ اہل حاجات کو تلاش کرتے تھے کہ ان کی حاجتیں پوری کریں اور بھوکوں کو خوراک دینے کے واسطے تلاش کرتے تھے اور اس جگہ تصغیر تعظیم کے واسطے ہے۔

اس سورہ شریف میں جو یہ حکم ہوا ہے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو بھوک سے غنی کرنے کے لئے کھانا کھلایا یہ آیت شریف حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام والبرکات کی اس دعا کے مطابق ہے۔ کہ میرے پروردگار اس شہر کو امن کی جگہ بنا۔ اس دعا نے ابراہیم کی قبولیت کے سبب قریش بڑے عیش و آرام میں زندگی بسر کرتے تھے۔ حالانکہ ان کے گرد و نواح کی مخلوق ہلاکت میں پڑی ہوئی تھی۔ اسی مضمون کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کلام میں سورہ نمل میں بھی اشارہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک گاؤں کی مثال بیان فرمائی ہے۔ جس کے باشندے الہیمان کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ ہر طرف سے اس کو رزق با فراغت پہنچتا تھا۔ پھر ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ جس پر خدا نے ان پر بھوک اور خوف کا عذاب وار د کیا۔ جو ان کی اپنی بد عملیوں کا نتیجہ تھا +

نکان ہاشم یوالف ملک الشام والمطلب کسرتے و عبد شمس و نوفل یوالفان ملک مصر والحبشہ ویوالف معناه یعاهد ویصلح۔ الف یوالف الاقا۔ قریش ولدا نصر بن کنانہ۔ وسال معاویہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم فقال دابة البحر واستدل بقول الحمیری كما قال وقریش ہی التي تسکن البحر۔ وبها سمیت قریش قریشا تاكل الغث والسمین ولا تترك منها الا ذنبا حین قریشا وقال القراء ومن التقرش بمعنی التکسب هو التجار وقيل من التقریش هو التفتیش قال الحرث بن حنترہ

ایہا الشامت المقرش عنا

عند عمر وفهل لنا وإبقاء

لان اباہم کان یفتش عن ارباب الحوائج یتقاضی وعلی ذی الخلة لیسدوها والتصغیر للتعظیم۔ ایلافہم بدل۔ من ایلاف قریش۔

فلیعبدوا رب هذا البیت الذی اطعمہم من جوع كما قال ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام والبرکات۔ رب اجعل هذا البلد امنا۔ وکانوا فی ارغد عیش مع انه کان الناس یتخطفون من حولہم وإشار اللہ تعالیٰ ذکرہ الی هذا فی قوله وضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت امنة مطمئنة یاتیہا رزقہا رغداً من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذا قہا اللہ لیباس الجوع والخوف بما كانوا یصنعون (نمل)

شمار | اس سورہ شریف میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد چار آیتیں اور تیرہ کلمے اور تہتر حروف ہیں +

مقام نزول | یہ سورہ شریف جمہور کے نزدیک کی ہے۔ کہ معظمہ میں نازل ہوئی تھی۔ قریش کو خاص خطاب اور رب البیت کی عبادت کا حکم بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ سورہ شریف کی ہے بعض بزرگوں کا یہ قول بھی ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے اس اختلاف کی صورت میں وہی امر مد نظر رکھنا چاہیے۔ جو ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ کہ یہ ہوسکتا

ہے کہ بعض آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ایک بار بلکہ کئی بار نازل ہوئی ہوں اور کسی نے نزول اول کے مقام اور وقت کو یاد رکھا ہو اور کسی نے نزول دوم کے مقام اور وقت کا خیال رکھا ہو۔ اس کا نظارہ ہم اس تازہ وحی الہی میں بھی دیکھتے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوتی ہے۔ کہ ایک پیشگوئی وحی الہی میں ایک دفعہ نازل ہو کر مثلاً کتاب براہین احمدیہ میں چھپ چکی ہے۔ لیکن جب اس کے پورا ہونے کا وقت آگیا۔ تو نزول اول کے بیس بیس سال بعد پھر ہی

الفاظ الہام الہی میں وارد ہوئے۔ اور اخبار میں ایک تازہ تاریخ کے نیچے لکھے گئے +

اس جگہ شان نزول و مقام نزول کے اختلاف میں اس نکتہ کا دوبارہ لکھنا فائدے سے خالی نہ ہوگا۔ جو کہ ہم سورہ الماعون کی تفسیر میں لکھ چکے ہیں کہ یہ بھی حکمت الہی ہے کہ انجیل اور توریت کی طرح قرآن شریف میں ہر آیت کے ساتھ اس کا شان نزول درج نہیں۔ ابتداء سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کے درمیان کبھی شان نزول یا مقام نزول ساتھ ساتھ نہیں لکھا ہے۔ جیسا کہ توریت انجیل

میں اور دیگر صحف انبیاء میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰ با عیسیٰ یا کوئی اور نبی پھر اس مقام پر گیا اور اس آدمی کو ملا۔ اور اس وقت اس پر یہ وحی نازل ہوئی یا خود اس نے یہ کلام کیا۔ برخلاف اس کے قرآن شریف اول سے خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور ایک سمندر کی طرح اس کی روانی ہے جس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ بشر کے کلام کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ چونکہ یہ کلام نہ کسی خاص مکان کے واسطے تھا اور نہ کسی خاص قوم کے واسطے جیسا کہ توریت انجیل وغیرہ دیگر کتب سماوی ہیں۔ اس واسطے اس میں شان نزول ساتھ ساتھ نہ لکھے گئے بلکہ خدا تعالیٰ نے یہی چاہا کہ اس بات کی حفاظت بھی پورے طور سے نہ ہوئی۔ کہ یہ آیتیں کب اور کس کے حق میں نازل ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ ترتیب نزولی بھی خدا تعالیٰ نے قائم نہ رہنے دی۔ قرآن شریف کی ترتیب اور اس کے درمیان شان نزول اور مقام نزول کا نہ لکھا جانا خود اس بات کی ایک بڑی بھاری دلیل ہے کہ یہ کتاب برخلاف دیگر کتب سماوی کے تمام زمین کے واسطے اور قیامت تک سب زمانوں کے واسطے اور سب قوموں کے واسطے خدا تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔

نام اس سورہ شریف کا نام سورہ قریش ہے کیونکہ اس میں قریش کا خاص ذکر ہے اور اس سورہ کو اس کے پہلے لفظ کے سبب کا یلف بھی کہتے ہیں۔

ربط قبل اور مابعد کے ساتھ اس سورہ کے شریف میں سورہ الفیل ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ یمن کا بادشاہ ابرہہ جب بہت سے ہاتھی لیکر خانہ کعبہ کو گرانے کے واسطے مکہ معظمہ پر چلا اور ہوا تو اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس کے لشکر کو ہلاک کر کے اس گھر کی حفاظت کی۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک انعام تھا۔ جو بالخصوص قریش پر ہوا۔ کیونکہ قریش یمن اور شام کی طرف تجارت کے واسطے جایا کرتے تھے اور ابرہہ کی اس ہلاکت سے تمام قوموں پر خانہ کعبہ کی عظمت کا رعب چھا گیا اور وہ لوگ قریش کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ اسی انعام کو یاد دلایا کہ قریش کو اپنی عبادت کی طرف متوجہ کرتا ہے سورہ الفیل اور سورہ القریش کا ربط باہم ایسا ہے کہ ابی بن کعب

اور ایسا ہی بعض دیگر بزرگ بھی ان دونوں سورتوں کے درمیان ہم اندر نہیں لکھتے تھے گویا یہ دونوں ملا کر ایک ہی سورہ ہے۔ دو جدا سورتیں نہیں ہیں۔ سورہ مابعد یعنی سورہ الماعون کے ساتھ اس کا یہ ربط ہے۔ کہ جب اس سورہ شریف میں اللہ تعالیٰ نے قریش کو اپنے انعام یاد دلا کر اپنی عبادت کی طرف متوجہ کیا ہے تو سورہ الماعون میں ان رذائل سے بچنے کی طرف توجہ دلائی ہے جن سے خدا تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

تشریح ومعانی الفاظ

قریش قریش کا لفظ قریش سے نکلا ہے۔ قریش ایک سمندر کے جانور کا نام ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دوسرے جانوروں کو کھا جاتا ہے۔ گھر سے کوئی نہیں کھاتا یعنی بہت طاقتور جانور ہے۔ سب پر غالب رہتا ہے اسی سبب اس قوم کا نام قریش رکھا گیا تھا۔ عرب کا ایک شعر ہے

و قریش ہی التي تسكن البحر
بها سمیت قریش قریشتاً

ترجمہ۔ قریش وہ ہے جو سمندر میں رہتا ہے۔ اسی کے سبب قوم قریش کا یہ نام رکھا گیا ہے۔

قریش کے معنی کسب کے بھی ہیں چونکہ قریش اپنی تجارت میں کسب اور محنت کے ساتھ اپنی روٹی کماتے تھے اس واسطے بھی ان کا یہ نام ہوا۔

لیث کا قول ہے کہ قریش جمع ہونے کو کہتے ہیں پہلے یہ قوم مختلف مقامات پر پراگندہ پھرتی تھی۔ پھر قصی بن کلاب ان سب کو حرم میں جمع کیا اور ایک جگہ اکٹھے ہو کر رہنے لگے اس واسطے ان کا نام قریش رکھا گیا چنانچہ اس پر ایک شاعر نے کہا

ابوکم قصی کان يدعى جمعا
به جمع الله القبائل من فھر

تمہارے باپ قصی کا نام ہی ہو گیا تھا کہ وہ جمع کرنا والا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے فہر کے قبائل کو ایک جگہ جمع کر دیا تھا۔

قبیلہ قریش قریش۔ فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کا دور نام تھا۔ قبیلہ قریش حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام والبرکات کی اولاد میں سے تھا اور اسی قبیلہ کو یہ فخر حاصل ہوا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سے پیدا ہوئے جنہوں نے تمام جہان کو اپنے نور سے منور کیا اور بنی آدم کے واسطے روحانی کمالات کے دروازہ کھول دیئے اور تمام

دنیا کی متفرق قوموں کو اور ایک متفرق قومی مذاہب کو ایک ہی قوم اور ایک ہی مذہب میں جمع کر کے ایک ایسی توحید قائم کی کہ چار دانگ عالم میں

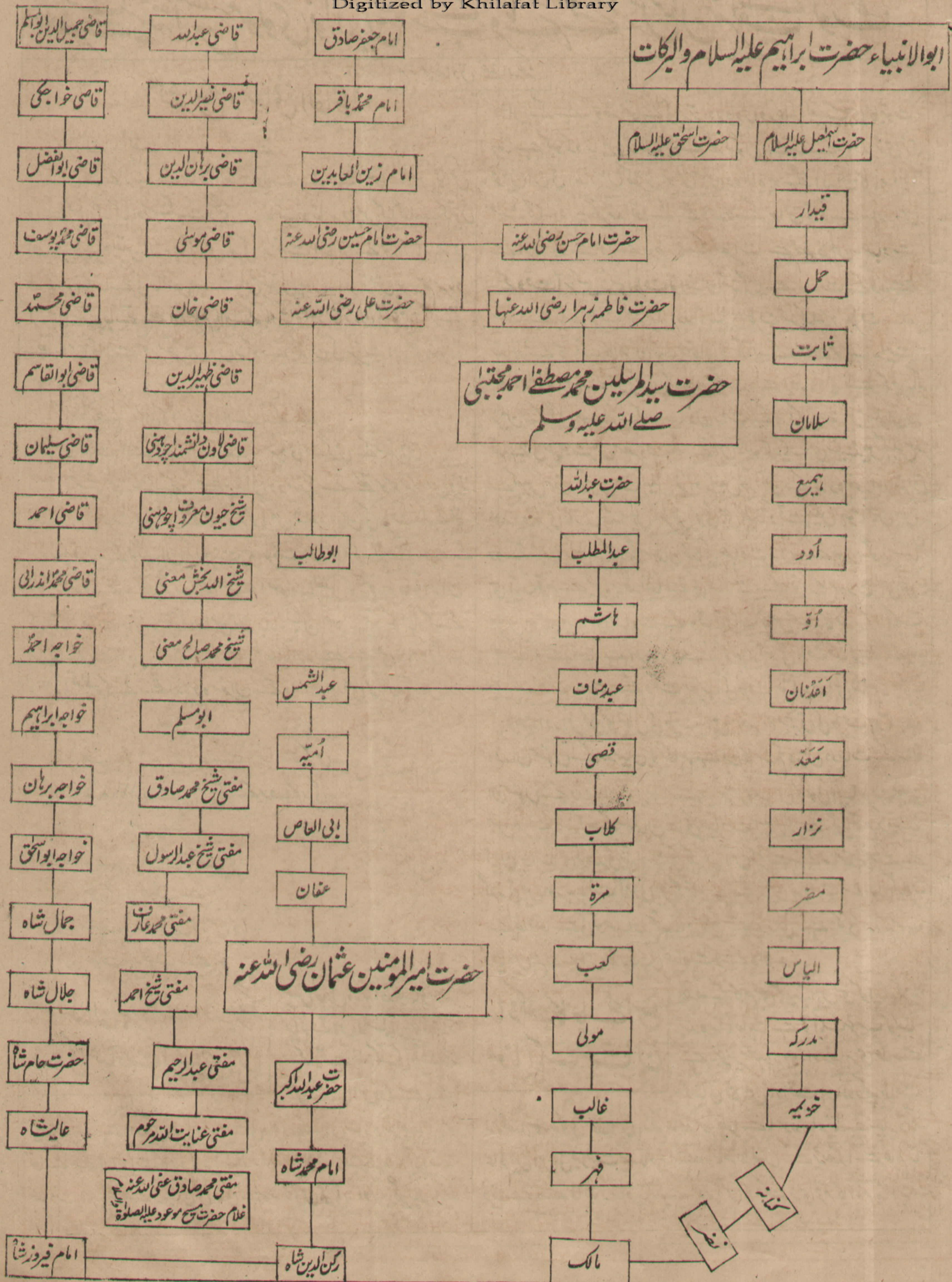
لا الہ الا اللہ

کا نعرہ گونج اٹھا۔ یہ توحید اس قلبی تعلق کا نتیجہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب اور خالق اور مالک کے ساتھ تھا۔ اگر محمدؐ دنیا میں نہ ہوتا تو انسانی روح کس منزل کے گڑھے میں اب تک گری ہوئی ہوتی۔ اسی واسطے وہ فخر عالم و عالمیان ہے اور اگر وہ جوں کا توں کیسے تعلق اپنی ترقی کے انتہائی نقطہ میں اس کمال تک پہنچنے والا ہوتا جو اس پیامبری نے پہنچایا تو پھر دنیا کی حالت زوال اس قابل ہی نہ تھی کہ خدا تعالیٰ اسے خلق کرتا اسی واسطے لو لاک لما خلقت الافلاك کا خطاب آپ کو عطا ہوا۔

نسب نامہ ابی میں قریش کا نسب نامہ حضرت ابراہیم علیہ السلام والبرکات سے لیکر حضرت خاتم النبیین تک اس جگہ درج کرتا ہوں۔ اس جگہ اس بات کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انساب عدنان تک بیان کئے ہیں اور اس سے اوپر بیان نہیں فرماتے جس سے بعض لوگوں کو (جنہیں مسیحا احمد خان صاحب بھی شامل ہیں) یہ غلطی لگی ہے کہ آنحضرت کو اس کے اوپر انساب کا نام نہ آتا تھا۔ یہ اس کے اوپر کا سلسلہ قابل اعتبار نہیں ہے۔ یہ بات صحیح نہیں اور اصل بات یہ ہے کہ یہود چونکہ اہل کتاب تھے اور لکھنے پڑھنے کا رواج انہیں عام تھا۔ وہ جہاں حضرت اسحق کا نسب نامہ محفوظ رکھتے تھے وہاں حضرت اسماعیل کا بھی بسبب قرب رشتہ داری کے محفوظ رکھا کرتے تھے۔ لیکن کچھ زمانے کے بعد جبکہ قوموں کی جدائی اور اختلاف بڑھ گیا تو یہودی علماء نے عدنان سے نیچے کا نسب نامہ لکھنا اور اس کی حفاظت کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدنان تک خود بیان کر دیا اور اس کے اوپر جو یہود کے پاس تھا وہ بہر حال محفوظ تھا۔

اس واسطے اسکے بیان کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔

یہ یہ نسب نامہ ایک پرانی قلمی کتاب سے نقل کرتا ہوں جس کے نسخے ہمارے خاندان میں محفوظ چلے آتے ہیں۔ اور سرسید احمد خان صاحب جو نسب نامہ اپنے خطبات میں عدنان تک لکھا ہے۔ اس کے ساتھ مقابلہ کر لیا گیا ہے وہاں تک ہر دو ایک ہی ہیں۔ یہ نسب نامہ ہمارے خاندان میں اس واسطے محفوظ چلا آتا ہے۔ کہ عاجز نہ بھی قریش میں سے ہے اس واسطے اس کے ساتھ ہی میں نے اپنا نسب بھی نقل کر دیا ہے جو کہ بواسطت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عید منافت سے جاملتا ہے۔



حضرت سلیفۃ المسیح مولوی نوالہ بن صاحب کے زمانے میں قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

تشریح و معانی الفاظ

کَلِیْلَف - اُلفت دلانے کے لئے۔

اس گھر کے رب کے ساتھ اُلفت دلانے کے لئے اصحاب القبیل کو اس واسطے قتل کیا گیا اور شکست دی گئی اور خائب و خاسر واپس کیا گیا ہے کہ قریش اور اہل عرب کا یقین تازہ ہو کہ اس گھر کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے اس طرح وہ خدا تعالیٰ کی خالص عبادت میں مشغول ہوں۔ اور قریش جو موسم سرما و گریا میں سفر پر جاتے تھے اور تمام بلاد کے بادشاہ اور تجار ان کی عزت کرتے تھے۔ اس تجارت اور سفر میں فرق نہ آوے بلکہ ان کی عزت اور بھی زیادہ ہو۔

الفِہِم - ان کو اُلفت دلانے کے لئے

رحلت الشتاء والصیف - سردی اور گرمی کے سفر میں۔

قریش تجارت کے واسطے ہر سال دو سفر کرتے تھے موسم سرما میں اوقیہ ہند۔ بین کی طرف جاتے تھے اور موسم گرما میں شام۔ ایران کی طرف جاتے تھے۔ ہر دو طرف کے لوگ ان کی بہت ہی عزت اور تکریم کرتے تھے اور ہدیے اور تحفے دیتے تھے اگر خدا نخواستہ اصحاب القبیل کو فتح ہو جاتی تو ان کی یہ تمام عزت جاتی رہتی اور امن اٹھ جاتا۔ لیکن اصحاب قبیل کو تباہ کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت کو اور بھی بڑھایا اور پہلے سے بھی زیادہ لوگ قریش کی تعظیم کرنے لگے اور وہ سفران کے واسطے اور بھی زیادہ آسان اور

فلیعبدوا - میں چاہیے کہ عبادت کریں۔

رب هذا البیت - اس گھر کے پروردگار کی۔

الذی - جس نے

اطعمہم - ان کو کھانا کھلایا۔

من جوع - بھوک سے

وامنہم - اور ان کو امن دیا۔

من خوف - خوف سے

مسلمان ہر وقت اور ہر جگہ خدا کی عبادت کر رہے ہیں

بعض جاہل آریہ اور عیسائی اور مشرک کیا کرتے ہیں کہ مسلمان چونکہ عبادت کے وقت خانہ کعبہ کی طرف منہ کرتے ہیں اس واسطے یہ بھی

ایک شرک ہے اور اس گھر کی عبادت کی جاتی ہے اس سورہ شریف میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا رد کر دیا ہے۔ فلیعبدوا رب هذا البیت عبادت اس گھر کے رب کی کی جاتی ہے نہ کہ اس گھر کی۔ اور یہ گھر بطور ایک

نشان کے ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی برتر اور قادر اور عالم الغیب ہستی کا ثبوت دیتا ہے کیونکہ دنیا میں بڑے بڑے گھر لوگوں نے بنائے۔ اور بڑی بڑی قومیں ان کی امداد میں کھڑی ہوئیں لیکن وہ تباہ ہو گئے اور ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ اور یہ گھر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق قائم ہے۔ اور اس کے ارد گرد رہنے والے ہر طرح کے خطرات سے محفوظ ہیں۔ عبادت کے وقت آخر کسی نہ کسی طرف تو انسان منہ کرتا ہے۔ وحدت کے واسطے سب نے ایک طرف منہ کیا۔ اور ایک ایسی طرف منہ کیا۔ جس طرف سے خدا تعالیٰ کا پاک کلام ان تک پہنچا۔ اور ان کے واسطے موجب ہدایت ہوا۔ علاوہ اس کے اس میں ایک اور حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسا کہ زمین کے گول ہونے کے سبب دن رات کے ہر ایک حصہ میں مسلمان خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایک ہی سیکنڈ میں کہیں عصر ہے کہیں مغرب کہیں عشا کہیں فجر اور کہیں ظہر۔ ان کے علاوہ تہجد اور اشراق اور دوسری نمازیں جدا ہیں۔ غرض کوئی بھی ایسا وقت نہیں ہوتا جس میں روئے زمین پر کسی نہ کسی جگہ مسلمان خدا کی عبادت نہ کر رہے ہوں گویا مسلمان ہی ایک قوم ہے جس پر خدا تعالیٰ کی عبادت کے انوار کا سورج بھی غروب نہیں ہوتا۔ ایسا ہی عبادت کے وقت ایک خاص سمت کا مقرر کرنا ایک عجیب حکمت رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کے سبب اہل ہند کا منہ عبادت کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے اہل شام کا جنوب کی طرف اور اہل یمن کا شمال کی طرف۔ اہل مصر کا مشرق کی طرف ہوتا ہے اور ان سمتوں کے درمیان جو مقام ہے ان کا منہ کم و بیش درجعات کے ساتھ ان سمتوں کے درمیان میں ہوتا ہے۔ غرض کہ پاس کا کوئی ایسا طرف نہیں جس طرف منہ کر کے مسلمان خدا کی عبادت نہیں کرتے۔ گویا تمام روئے زمین پر اسلامی توحید کی شہادت کی لکیریں اس کثرت کے ساتھ ہر سمت سے گذرتی ہیں اور ہر وقت گذرتی ہیں کہ تمام روئے زمین ہر وقت مسلمانوں کی طرف سے خدا تعالیٰ کی توحید اور تہجد اور تسبیح سے پر رہتی ہے۔ کوئی اور مذہب دنیا میں ہے۔ جو اس قدر خدا کی عبادت کرنے والا +

خانہ کعبہ کا جائے امن ہونا ایک نشان

خدا کے کام بھی عجیب ہیں کسی کو اپنا برگزیدہ بندہ بنانا چاہتا ہے تو ایک غریب کو لیتا ہے۔ جو غیر مشہور ہو۔ اور ظاہری علوم سے دنیا کی نظر میں ناواقف ہو۔ اور کچھ طاقت

نہ رکھتا ہو۔ نہ کوئی جھٹکا اس کے ساتھ ہو۔ پھر اسے مامور بنا دیتا ہے۔ پھر دانگ عالم میں اس کی قبولیت پھیلا دیتا ہے۔ تمام عالموں سے بڑھ کر اسے عالم بنا دیتا ہے اسے طاقتور بنا دیتا ہے۔ اور اس کو ایک بڑی قوم کا امام بنا دیتا ہے

ایسا ہی اس نے جب ایک گھر کو اپنی طاقتور ہستی کے ثبوت میں نشان بنانا چاہا۔ تو کہاں بنایا۔ عرب کے میدان میں جہاں پانی نہ ملے نہ چارہ نہ خوراک نہ سبزی۔ نہ کوئی بستی نہ کوئی آبادی نہ کوئی حفاظت کی جگہ۔ پھر اسے آباد کیا تو ایسا کہ ساری دنیا اس کی طرف دوڑی چلی جاتی ہے۔ تمام جہان کی دولت و ماں پہنچتی ہے۔ ہر ملک و ملت کا آدمی وہاں پایا جاتا ہے۔ ہر زبان و ہاں سمجھی جاتی ہے۔ طاقت کا یہ حال ہے۔ کہ فوجی لحاظ سے کوئی حفاظت کا سامان نہیں پھر بھی سکندر رومی یونان سے نکلا۔ ہند تک فتح کیا۔ واپسی پر عرب کی فتح کا ارادہ تھا۔ راستہ میں ہی ہلاک ہو گیا۔ خود اس زمانہ میں دجال یورپ سے نکلا۔ او ہند تک پہنچ گیا۔ مگر وہی بیت اللہ اس سے محفوظ رہا۔ نبی کریم نے دجال کو دیکھا تھا۔ کہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے وہ طواف بھی ایک تو یوں ہو گیا۔ کہ بحیرہ قلزم۔ بحیرہ عرب۔ عدن سے ہو کر خلیج فارس میں دجال گھوم رہا ہے۔ اور اس کے آگے جو ہوگا وہ بھی ظاہر ہو جائے گا۔

رحلت الشتاء والصيف۔ چونکہ اہل عرب کے واسطے مقدر تھا کہ جب نور محمدی ان کے درمیان سے طلوع کرے تو وہ اس سے متحد ہو کر مشرق و مغرب میں پھیلیں۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے وارث بنیں۔ ایران اور شام کو فتح کریں۔ مصر۔ الجزائر۔ مراکو کو مسلمان بناتے ہوئے ہسپانیہ میں گھسیں دوسری طرف ترکستان۔ افغانستان ہند کے فاتح بنیں۔ چین کے لوگوں کو جا کر مسلمان بنائیں اس واسطے پہلے سے اللہ تعالیٰ نے ان کے طبائع ایسے بنائے تھے کہ وہ سفر کو پسند کرتے تھے اور کیا گرمی اور کیا سردی ہر دو موسموں میں سفر کیا کرتے تھے پھر اس میں ایک شیگونی بھی مخفی ہے کہ اے قریش خدا تعالیٰ نے تمہارے واسطے بڑے بڑے سفر مقدر رکھے ہیں وہ سفر ایسے نہ ہونگے کہ تم جس موسم میں جاؤ۔ اسی میں تم واپس آ سکو بلکہ وہ بڑے سفر ہونگے جن میں تم کو سرباں بھی گذارنی پڑیگی اور گرمیاں بھی گذارنی ہونگی۔

خدا تعالیٰ کی قدرت اور طاقت کیا وسیع ہے کہ اس نے عرب کی قوم ہاں اس پتھر کو جسے معاروں نے رد کر دیا تھا۔ کہ یہ کام کا نہیں اُسے ہی کو نے پر لگایا۔ وہی قوم تمام دنیا کی سردار بنتی ہے وہی قوم تمام یورپ کو مہذب بنانے والی ہوئی۔ مشرق و مغرب میں اُس نے علوم کا چراغ روشن کر دیا۔ آج تک تمام اعلیٰ علوم انہیں کی کتابوں سے اخذ کئے جاتے ہیں۔ ایک ایک مسلمان نے وہ شاندار کتاب لکھی ہے جس کے برابر آج بڑی بڑی جامعتیں لگ کر اور لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر کے بھی نہیں لکھ سکتیں مکیٹنا طاقتور۔ قاور۔ توانا آئندہ کی خبروں سے واقف خدا اُس گھر کا ہے۔ جو تیرہ سو سال سے اس قدر عزت پار رہا ہے۔ وہ جسے ابراہیم علیہ السلام والبرکات نے جنگل میں بنایا جنگل بھی وہ جس کے گردا گرد سیکنڈوں کو سوں تک کوئی آبادی نہ تھی۔ اس گھر میں خدا کی عبادت کے واسطے اپنی بیوی اور بچے کو اپنا چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ کیا ہی وہ ایمان تھا۔ جو حضرت ابراہیم کے سینہ اور درود میں تھا۔ کیا ہی توکل اور ایمان والی وہ بیوی تھی جس نے اپنے خاوند کو کہا کہ جب یہ خدا کا حکم ہے۔ تو اب

تو جا۔ تیری اور نہ کسی اور کی ہم کو پروا ہے۔ کیا ہی پیارا وہ بچہ تھا۔ جس کی خاطر جنگل بیابان میں چشمہ جاری ہوا۔ اور ایسا جاری ہوا۔ کہ آج تک تمام جہان کے لوگ اس کا پانی پیتے ہیں۔ خدا کی ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں ہوں تجھ پر اے خدا کے خلیل۔ اے نبیوں کے باپ ابراہیم۔ اور ہزاروں ہزار برکتیں اور رحمتیں تجھ پر ہوں۔ اے عورتوں میں ایک بے نظیر عورت۔ مصر کی شاہزادی اور ابراہیم کی بیوی اور اسمعیل کی ماں۔ کیا ہی خدا رسیدہ تیرا دل تھا۔ کہ تو نے خدا کے حکم کی تابعداری میں اپنے بڑے بھاری امتحان کو اپنے سر پر قبول کیا۔ کہ اگر وہ امتحان پہاڑ پر پڑتا۔ تو پہاڑ اس کے بوجھ سے شق ہو جاتا۔ بے شک تو ہی اس قابل تھی کہ تیری اولاد میں سے نبیوں کا سردار پیدا ہوتا۔ تیری اس مضطرانہ دوڑ کی یادگار میں آج تک لاکھوں انسان مختلف بلاد سے آ کر تیرے قدم بقدم دوڑتے اور خدا کی حمد کرتے ہیں ایک ابراہیم کے اس گھرانے کی تاریخ خدا تعالیٰ کے دلدادہ اور مقبول بندوں کی مثال میں ایسی پرورد ہے۔ کہ دلوں کی کثافت کو دور کرتی اور انسان کو خدا کے نزدیک لادیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس طرح کی قربانی کتنے والے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا خوب فرمایا ہے

چوں شود بختیش حق بر کسے دل نغمے ماند بدنیایش بے
خوشترش آید بیابان تپاں تادرونالہ زہر و طست
پیش از مردن میرد حق شناس زینکہ حکم نیست دنیار اساس
ہوش کن اس جائیکہ جائی فاست باخداے باش چوں آخر خداست
زہر قاتل گرد بست خود خوری من چہاں دایم کہ تو دانشوری
ہیں کہ اس عبد اللطیف پاک مرد چوں پئے حق خویشتن برباد کرد
جاں بصدقاں ملتان را دادہ تاکوں در سنگھا افتادہ است
ایں بود رسم و رہ صدق و وفا ایں بود مردان حق را انتہا
از پئے آن زندہ از خود فانی اند جاں نشاں بر مسلک ربانی اند
فراغ افتادہ ز نام بے عہد و جاہ دل ز کف و ز فرق افتادہ کلاہ
دور تر از خود یہ یاد آمیختہ آبر و از بہر دوسے بختہ
ذکر شاں ہم مے دہد یاد از خدا صدق درزاں در جناب کبریا
گر بخوئی اس چہاں ایساں بود کار بر جویندگان آسان بود
لیک تو افتادہ در دنیا سیر تانیری کے رہی زیر ہمار و گیر
تانیری اے سگ دنیا پرست دامن آں یار کے آمد بدست
نیت شو تا بر توفیق ضائع نہ رسد جاں بقیشاں تا در گمانے رسد
تو گزاری عمر خود را کب سر کیں چشم بستہ از رو صدق و یقین
نیک دل بانیکو اں طار و سیر بر گھر تفسے زندہ بد گوہر سے
ہست دین تخم قنار اکاشتن و از سرستی قدم برداشتن
چوں بقیعتی یاد و صد در و نفیر کس ہے خیزد کہ گرو دستگیر

باخبر اہل دل تپد بر بے خبر رحم بر کورے کند اہل بصر۔

ہچنین قانون قدرت و اقتاد مضیغیاں را قوی آرد بیاد

اس گھر کے رب کی عبادت کرو۔ اس میں اس گھر کے متعلق رب ہذا البیت جو اللہ تعالیٰ کی خاص ربوبیت کے نشانات ہیں انکی طرف اشارہ ہے اس قسم کا محاورہ توریت میں بھی ہے۔ مثلاً ابراہیم کے خدا کی عبادت کرو۔ اسحق کے خدا کی عبادت کرو۔ تم اپنے باپ دادوں کے خدا کی عبادت کرو۔ جو کہ تمہیں ملک مصر میں سے نکال لایا۔ خانہ کعبہ کو بیت اللہ بھی کہتے اور بیت العقیق بھی کہتے ہیں۔ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک وقت یہ خطہ بھی سرسبز و شاداب و سیراب نہروں اور نباتات کے ساتھ ہو جائے گا چنانچہ اس پیشگوئی کا پورا ہونا آج ظاہر ہے خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے اور اسکی عبادت میں مصروف ہونے اور توکل سے فائدہ اٹھا کر دنیوی احتیاج سے محفوظ رہنے کی مثالیں فرداً تو جو ہیں سو ہیں۔ مگر مجموعی طور پر ملک عرب میں اس علاقہ نے اس کا نمونہ دکھایا ہے۔ کہ جب ایک زمین خدا کی عبادت کے واسطے خاص ہوئی۔ تو وہ باوجود بنجر بیاباں ہونے کے تمام دنیوی نعمتوں سے متمتع ہو گئی۔ حدیثوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو کوئی اپنی آخرت کے اہتمام میں ہو اللہ تعالیٰ اس کے نفس میں تونگری دیدیتا ہے اور دنیا کے ہجوم سے اسے کفایت کرتا ہے مگر جس نے غافل ہو کر دنیا کے اہتمام میں شغل کیا اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کے سامنے محتاجی کر دیتا ہے اور دنیوی ہجوم سے اسے کفایت نہیں کرتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا اس گھر کے واسطے کی تھی کہ رب اجعل هذا بلداً آمناً وارزق اہلہ من الثمرات۔ وہ دعا بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اور اس سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا اور انبیاء علیہم السلام کی صداقت کا ایک بین ثبوت ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرم کے متعلق قرآن شریف میں جو پیشگوئی کی ہے کہ اولم یروا انا جعلنا حرمنا آمناً ویتخطف الناس من حولہم۔ یہ پیشگوئی آج تک پوری ہو رہی ہے۔ ایک مفسر لکھتے ہیں۔ عرب پہلے جاہل کہے جاتے تھے۔ اسلام لانے سے وہ دنیا کے عالم کہلائے انہم بالاسلام فقد کافوا فی الکفر اطعمہم من جوع الجھل بطعام الوحی۔ کافر تھے۔ خدا نے ان کو مسلمان بنا دیا۔ جہالت میں بھوکے تھے خدا نے طعام وحی سے مالا مال کر دیا۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکہ پر چڑھائی کی تھی اور اس کو فتح کیا تھا اور آپ کے بعد بعض دیگر خلفاء کو بھی ایسا کرنا پڑا۔ اور سب کو فتح حاصل ہوئی اور اہل مکہ نے شکست کھائی۔ کیونکہ یہ صاحبان بیت اللہ کی تخریب کے واسطے ملے اور نہیں ہوئے تھے۔ مگر اس کی حرمت کو قائم کرنے کے واسطے اور فساد کو مٹانے کے واسطے انہیں ایسا کرنا پڑا تھا اس سے ایک نکتہ معرفت حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی خاص جگہ کسی خاص قوم کے ساتھ کوئی ایسا تعلق نہیں کہ وہ جو چاہیں سو کریں بہر حال انکی ہی رعایت ہوگی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کو اپنی توحید پیاری ہے اور وہ متقی اور صلح لوگوں سے پیار کرتا ہے خواہ وہ کہیں ہوں۔

اہل مکہ کے نام

اہل مکہ عرب والے اور گرد و نواح کے لوگ بسبب بیت اللہ کی عورت کے جیوان بیت اللہ کہلاتے تھے اور اسی سبب

ان کے نام سکان حرم خدا تعالیٰ کی حرم میں رہنے والے وکلاء الکعبۃ کعبہ کے والی اور اہل اللہ بھی تھے۔

تفسیر سورہ قریش ختم ہوئی۔ اور اب انشاء اللہ تفسیر سورہ فیل لکھی جائے گی۔

مشکلات تفسیر

جب سے اخبار بدر میں سلسلہ تفسیر القرآن آخری پارہ سے بالترتیب شروع ہوا ہے تب سے آج تک سورائے النبا

الفلق۔ الاخلاص۔ لقہب۔ نصر۔ کافرون۔ کوثر۔ ماعون۔ اور قریش کی نو سورتوں کی تفسیر درج اخبار بدر ہو چکی ہے۔ اور الحمد للہ قوم نے اس کو بہت قبول کی نگاہ سے دیکھا ہے یہاں تک کہ بعض دوست بسبب دوسرے اخباروں کے خریدار ہونے کے اور اتنی وسعت نہ رکھنے کے کہ دو اخباریں خرید کریں۔ تفسیر کی خاطر بدر کو خریدتے رہے ہیں اور اب تک کرتے ہیں۔ بمبئی سے بعض دوستوں نے حضرت کی خدمت میں خاص عرضی بھیج کر اجازت حاصل کی تھی۔ کہ بعض سورتوں کی اس تفسیر کو جو بدر میں چھپی ہے۔ دوبارہ بصورت رسالہ چھاپ کر کثرت سے شائع کریں۔ ایسا ہی شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم نے بعض سورتوں کی اس تفسیر کو اپنی کتاب حقیقت نماز میں درج فرمایا ہے میرا ان باتوں کو ذکر کرنا اس واسطے ہے کہ باوجود اس کم علمی اور کم علمی کے جو میرے شامل حال ہے تفسیر کے متعلق جو تھوڑی بہت محنت میں نے کی ہے اس کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بار آور فرمایا ہے اور اس کے رحم پر بھروسہ کر کے میں امید کرتا ہوں۔ کہ یہ ثواب بدر کے واسطے انشاء اللہ جاری رہے۔

تفسیر کا لکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ میں اپنے اندر کوئی لیاقت۔ کوئی علم۔ کوئی عمل۔ کوئی استعداد۔ اس قابل نہیں دیکھتا کہ میں تفسیر لکھوں۔ صرف اخبار بدر کی ایڈیٹری کے فرائض مجھے مجبور کرتے ہیں۔ کہ میں کچھ نہ کچھ تفسیر لکھوں کیونکہ جب سے یہ اخبار برادر محمد افضل صاحب مرحوم (اللہم اغفر وارحمہ) نے جاری کیا تھا اسکے اندر تفسیر کا سلسلہ کبھی کسی رنگ میں جاری رہا ہے۔ اس جگہ دس جنوری سنہ ۱۳۷۶ء کے اخبار سے اس عبارت کا نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ جو گزشتہ سال کے ابتداء میں یمنیہ سورہ کافرون کی تفسیر سے پہلے لکھی تھی اور وہ یہ ہے۔

اور پھر ایک یہ امر درپیش آیا کہ حضرت اقدس مسیح موعود کی مجلس سے بعض تحریکات نے مجھے خائف کیا۔ کہ تفسیر قرآن ایک اہم ذمہ داری کا کام ہے اور میں اپنے میں اس کام کے واسطے نہ علمی لیاقت رکھتا ہوں اور نہ علمی طاقت۔ مذکورہ بالا سورتوں کی جن قدر میں نے تفسیر لکھی ہے۔ اس کے واسطے معلومات کا ذخیرہ میں نے اسی طرح سے ہم پہنچایا۔ اول کتاب احادیث کے اس حصہ کو دیکھتا جس میں آیات قرآنی کی تفسیر ہو۔ دوم۔ پرانی عربی تفاسیر کو پڑھنا۔ مثلاً تفسیر کبیر فخر رازی۔ تفسیر روح المعانی۔ تفسیر کشاف۔ سوم۔ بعض اردو تفاسیر کا مطالعہ کرنا۔ جیسے کہ تفسیر لطائف البیان اور علم التفاسیر۔ چہارم۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے درس قرآن سے لکھی ہوئی اور سنی ہوئی یادداشتوں سے فائدہ حاصل کرنا۔ پنجم۔ خود حضرت مسیح علیہ السلام

نے اکران آیات کے متعلق کبھی کبھی لکھا یا فرمایا ہو اور معلوم ہو۔ تو اس کو مثال کرنا۔ اس کے علاوہ خود بہت دعا اور توبہ کے بعد میں یہ تفسیر لکھنا رہا ہوں اور لکھنے کے بعد سورہ الناس حضرت مولوی نور الدین صاحب کی دکھا بھی لی گئی تھی۔ مگر باقی صورتوں میں یہ التزام نہیں ہو سکا۔ باوجود اس قدر احتیاط کے میں بھی بہت ڈرا اور دعا کے بعد میں نے حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب سے اس معاملہ میں مشورہ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ تفسیر لکھنی چاہیئے۔ اور چھپنے سے پہلے مضمون مجھے دکھالیا کرو۔ اس کے بعد زیادہ تشفی کے واسطے میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں عریضہ لکھا جس میں اپنی علمی اور عملی کمزوریوں کا ذکر کیا اور تفسیر کے متعلق خریداروں کے شوق کا بھی اظہار کیا اور اس معاملہ میں حضور علیہ السلام کا حکم دریافت کیا۔ حضور نے اس عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا:-

السلام علیکم بہت بہتر ہے اس سے لوگوں کو نفع پہنچتا ہے مگر ضروری ہے کہ مولوی صاحب کو دکھلا لیا کریں تاکہ غلطی نہ ہو جاوے۔ والسلام

مرزا غلام احمد

اس طرح حضرت اقدس کی اجازت کے بعد میں نے پھر یہ سلسلہ شروع کیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہوں کو معاف فرمائے میری کمزوریوں کو دور کرے اور مجھے اپنے فضل و کرم سے اپنی پاک کلام کا فہم اور اس پر عمل عطا فرمائے اور اس تفسیر کو قبولیت عطا فرمائے اور اس کو لکھنے والے اور پڑھنے والوں کے واسطے اپنی رضامندیوں کے حصول کا ذریعہ بنائے اور ان کے علم اور معرفت اور عمل صالح میں ترقی عطا فرمائے آمین ثم آمین ہند میں ایڈیٹری کی گئی ہے وہ ناظرین کی امید سے بہت ہی تھوڑی

ہے۔ جسکی وجہ ایک تو وہی میری کم مائی ہے جس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ اس قدر تفسیروں کا پڑھنا۔ ان میں خلاصہ نکالنا۔ پھر اس کو زمانہ کی ضروریات کے مطابق کرنا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے درس کے فوائد کا اس میں درج کرنا۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال کا اس کے متعلق تلاش کرنا۔ پھر خود بھی تدبیر کرنا۔ دعا کرنا۔ یہ سب کچھ کوئی تھوڑا کام نہیں۔ بلکہ بیچ تو یہ ہے کہ اگر تفسیر کے لئے اس کا حق پورے طور سے ادا کرنا ہو۔ تو اس کام کے واسطے بدر کے ایڈیٹریل اسٹاف میں ایک ایڈیٹر صرف اس کام کے واسطے خاص ہونا چاہئے جسے اور کسی طرف فکر کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ لیکن ہندوستان میں ایڈیٹری کی قسمت ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے۔ کہ بجائے اس کے کہ کسی خاص مضمون کے واسطے ایک الگ ایڈیٹر رکھا جائے اکثر اخباروں کا یہ حال ہے کہ ایڈیٹر کو علاوہ اخبار کی ایڈیٹری کے اس کی منیجر بھی خود ہی کرنی پڑتی ہے۔ اب ایک جان۔ خریداروں سے خط و کتابت کرے۔ منے خریدار بنانے کی کوشش کرے۔ ان کی قیمتوں

کا حساب کتاب رکھے۔ روزانہ آمد و خرچ کو سمجھائے۔ اخبار کے فنڈ کی بڑھانے کی کوشش کرے اور فنڈ بھٹوڑا ہو جائے تو اس کی فکر کرے۔ اخبار کو وقت پر نکالنے کا انتظام کرے۔ پریس میں اور کل کشوں کے ساتھ مشہور سرکھپائی کو بچھگٹے یہ سارے دھندے بھی کرے۔ پھر اس کے ساتھ چالیس پچاس اخباریں پڑھے۔ خبروں کا انتخاب کرے۔ نامہ نگاروں کے مضمون پڑھے ان میں سے اچھے برے کا امتیاز کرے۔ ایڈیٹریل بھی لکھے۔ یہ سب کچھ کر کے پھر قرآن شریف کا مفسر بھی بنے۔ اب ناظرین خود ہی سوچیں۔ کہ وہ مفسر کی ذالیض کس عمدگی سے ادا کر سکے گا۔ خصوصاً جب کہ اس کا انسان ہونا۔ کھانے پینے سونے اور زندگی کے دیگر لوازمات کا اس کے لاحق حال ہونا۔ صاحب اہل و عیال ہونا بھی نگاہ میں رکھ لیا جاوے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی فرض کر لیا جائے۔ کہ وہ مسلمان بھی ہے۔ پنجوقتہ نماز بھی پڑھنا اس کے لئے ضروری ہے اور دیگر لوازمات اسلامی کا بجالانا بھی اس کے لئے ضروری ہے۔

غرض ایڈیٹری کے بہت مشکلات ہیں اور بالخصوص تفسیر نویسی میں اور بھی بڑھ کر یہ تمام وجوہات اس امر کی مانع ہوتی ہیں کہ اخبار بدر میں تفسیر باقاعدہ نکلتی رہے۔ لیکن اب چونکہ پریس صاحب نے اخبار کی حالت میں اصلاح کی خاطر یہ انتظام کیا کہ تمام انتظامی کام کو ایڈیٹری کے کام سے الگ کر دیا ہے۔ انہوں نے خود منیجر ہونا منظور فرمایا ہے۔ اور اپنے ماتحت ایک اسسٹنٹ منیجر رکھا ہے اور عاجز کو ایڈیٹری کے کام کے واسطے بالکل علیحدہ کر دیا ہے اس واسطے امید ہے کہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر کا کام متواتر ہوتا چلا جائے گا اور ہر ایک اخبار میں دو صفحے اخبار کے واسطے الگ ہوتے رہیں گے۔ و ما توفیقی الا باللہ العلی العظیم +

بالآخر اس بات کا اظہار بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ کہ اگرچہ اس تفسیر کے لکھنے میں غلج دوسری تفاسیر سے بھی مدد لیتا ہے مگر دراصل یہ سب کچھ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے

حضرت مولوی نور الدین صاحب
اور
درس قرآن شریف

درس قرآن شریف کی برکت اور فیض ہے کہ میں اتنا کچھ لکھ سکتا ہوں اور مجھے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ ذوق ہے کہ میں اس کام میں ہاتھ ڈالنے کی جرأت کرتا ہوں۔ درس قرآن شریف جو روزانہ حضرت مولوی صاحب موصوف مسجد قصبہ میں دیا کرتے ہیں۔ اسکی ابتداء کچھ قادیان میں نہیں ہوئی بلکہ مدت حضرت مولوی صاحب موصوف قرآن شریف کی اس خدمت میں لگے ہوئے ہیں میں چھوٹا سا تھا۔ جبکہ میں نے یہ درس جنوں و کشمیر میں سنا شروع کیا تھا اور یہی درس ہے جس نے مجھے مسلمان کیا۔ اور پھر یہی درس ہے جس نے مجھے احمدی بنایا۔ اور میں اس درس کو اس قدر تبرک پاتا ہوں کہ باوجود اتنا صبر سنانے کے پھر بھی میں ہمیشہ اس کو اپنے واسطے نئے برکات کا موجب پاتا ہوں حضرت مولوی صاحب کے درس میں ہی میں نے یہ خوبی دیکھی ہے۔ کہ کچھ بھی درس سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور جوان بھی اور بوڑھے بھی اور بے علم بھی کچھ نہ کچھ حاصل کر لیتا ہے اور عالم بھی اپنے علم میں ترقی کرتا ہے۔ قادیان کی ریش میں جو عظیم الشان نعمتیں ہم لوگوں کو حاصل ہیں ان میں سے ایک درس قرآن شریف بھی ہے اللہ تعالیٰ اسکو ہمیشہ قائم رکھے تاکہ ہم پر اسکی برکتیں اور رحمتیں اسکے ذریعہ سے نازل ہوتی رہیں۔ آمین ثم آمین +

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب کے ذیل موعودے دس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر

تفسیر سورۃ الماعون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ساتھ نام اللہ کے بے بدل دینے والا مہربان

اَرَعَيْتَ الَّذِي يَكْذِبُ بِالْاَدْيَانِ ۚ فَذٰلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيْمَ ۚ وَلَا يَحْضُ عَلٰى طَعَامِ الْمُسْكِيْنِ ۚ فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِِّيْنَ ۝

کیا تو نے دیکھا ہے اس کو جو جھٹلاتا ہے جزاء نہ کو۔ پس یہی ہے جو دکھ دیتا ہے یتیم کو۔ اور نہیں رغبت دیتا کہ مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔ پس افسوس ہے ان نمازیوں کے

الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُدْعَوْنَ ۚ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝

وہ جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں وہ جو دکھانے کو کام کرتے ہیں اور روکتے ہیں برتنے کی چیز سے

اس سورہ شریف میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد چھ آیتیں ہیں۔ جن میں پچیس کلمات اور ایک سو پچیس حروف ہیں

نوٹ۔ اگرچہ سورہ کو ترکی تفسیر میں یہ تجویز قرار دی گئی تھی کہ آئندہ حضرت مولوی نور الدین صاحب کی تصنیف شدہ عربی تفسیر کے اصل عربی الفاظ کو بمعہ ترجمہ نہ لکھا جاوے بلکہ اس کے مطلب کو دیگر مطالب اور معانی کے ساتھ صرف اردو میں بیان کیا جائے۔ مگر حضرت مولوی صاحب موصوف کی تحریر کردہ تفسیر سورہ ماعون کو جو پیش نے دیکھا تو وہ بہت ہی مختصر ہے اور چند سطروں میں ختم ہو جاتی ہے۔ اس واسطے مجھے یہ بات پسند آئی ہے کہ کم از کم اس تفسیر کو تمام عربی الفاظ میں پہلے کی طرح لکھ کر ساتھ ترجمہ کیا جائے اور اس کے بعد مفصل تحریر لکھی جائے۔

کیا تو نے اس شخص کا حال دیکھا ہے جو دین کو جھٹلاتا ہے۔ ایسے ہی ایک مکذب ابرہ نام شاہ حبش کا ذکر اس سورہ شریف سے پہلے سورہ فیل میں ہو چکا ہے اور اس کے بعد انجام کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس سورہ شریف کے ابتدا میں بطور استفہام کے لکھا گیا ہے کہ کیا تو اس مکذب کو جانتا ہے۔ یہ استفہام اس واسطے ہے کہ سننے والے کو اس مکذب کے معلوم کرنے کا خیال پیدا ہو۔ دین سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب اور عقاب ہے۔ جو کہ انسان کو اس کے اعمال پر ملتا ہے۔ مکذب وہ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم کی اطاعت نہ کرے اور اس کی منہائی سے پرہیز نہ کرے۔ اور ابن عباس نے لکھا ہے کہ مکذب وہ ہے جو خدا کے حکم کی تکذیب کرے اور ابن جریج اور مجاہد نے کہا ہے کہ مکذب وہ ہے جو وقت حساب انکار کرے آیت شریفہ فذٰلِكَ الَّذِيْ يَدْعُ الْيَتِيْمَ میں قَت سبب کے لئے ہے کسی کا یتیم کو دکھ دینے کا فعل اس کے لئے مکذب دین ہوئے کا سبب ہو جاتا ہے اور اس میں ذالک کا اشارہ تحقیر کے واسطے ہے اور علت حکم کے بتانے کے لئے اور موصول صلہ کے تحقیق کے لئے۔

یدع کے معنی ہیں دفع کرتا ہے۔ جیسا کہ ابوطالب کے شعر میں ہے جکے معنی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَرَعَيْتَ الَّذِيْ يَكْذِبُ بِالْاَدْيَانِ وَقَدْ سَمِعَ دِيْنَ اِبْرٰهَـۥمَ وَلَا اسْتَفْهَامَ لِتَشْوِيْقِ السَّمَاعِ اِلَى تَعْرِیْفِ الْمَكْذِبِ وَالِدِيْنِ ثَوَابِ اللّٰهِ وَعِقَابِهِ وَالْمَكْذِبِ لَا يَطِيْعُ فِیْ اَمْرٍ وَلَا يَجْتَنِبُ عَنْ نَّوَهِیْهِ اَوْ يَحْكُمُ اللّٰهُ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الْحَسَابِ قَالَهُ ابْنُ جَرِيْجٍ وَمَجَاهِدٌ ۚ

فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدْعُ الْيَتِيْمَ۔ الْفَاءُ لِلْسَّبَبِ وَمَا بَعْدَهَا سَبَبٌ وَالْاِشَارَةُ لِلتَّحْقِيْرِ وَالْاَشْعَارُ بَعْلَةُ الْحُكْمِ وَالْمَوْصُولُ لِلتَّحْقِيقِ الصَّلٰةِ

یدع۔ یدفع۔ قال ابوطالب

یقتسم حقاً الیتیم ولم یکن

یدع الذی یسارھن الا صاغر

ویدفع حق الیتیم۔ قال ابن عباس ویقہرہ

وینظلمہ عن تتادۃ وھذا فی مقابلۃ الطعام

وامنہم عجیب +

ولا یحض علی طعام المسکین یحض یحیث

غیرہ علی طعام المحتاج وقد اطعمہ اللہ +

قویل للمصلین الذین ہم۔ ویل۔ وادی الذی

یسبیل من صدید اھل جہنم +

عن صلاتھم ساھون۔ یؤخر نہا عن قحھا

عن ابن عباس مصعب بن سعد عن ابیہ و

تارکون قالوا ہم المنافقون فمن ھذا قالوا

نصف السورۃ مکی ونصفھا مدنی۔ وساہ لاہ +

الذین ہم یراؤن الناس۔ فی اعمالہم الفاضلۃ

ویمنعون الماعون۔ الماعون المنفعۃ

الماء الذی ینزل من السحاب ماعون

قال عبد الراعی

قوم علی الاسلام لئلا یمنعوا

ماعونہم ویضیعوا لتہلیلہ

اے الطاعۃ۔ والزکوۃ۔ وقال علی الماعون

الزکوۃ۔ والصدقۃ المفروضۃ۔ قال ابن مسعود

وابن عمر۔ والمتاع الذی یتعاطاہ الناس بینہم

کالقدر والدلو والفاص وشبہہ +

اس جگہ حضرت مولوی نور الدین صاحب کی تصنیف کردہ تفسیر عربی مع ترجمہ ختم ہوئی ہے اس کے بعد اگلے اخبار میں انشاء اللہ تعالیٰ

مفصل تفسیر اردو میں درج کی جاوے گی +

یتیم کو اس کا حق تقسیم کرتا ہے اور اُمرا کی خاطر

غربا کو دھکے نہیں دیتا۔

اور یتیم کا حق مارتا ہے۔ یہ ابن عباس کا قول ہے اور قتادہ کا قول ہے کہ یتیم پر قہر کرتا

ہے اور ظلم کرتا ہے۔ یہ اس شہریر کی بد اعمالی کیسی عجیب ہے۔ کہ کھانے کھلانے اور امن

دینے کے بدلہ دھکے دیتا ہے +

یحض کے معنی ہیں کہ دوسرے کو اس امر کی ترغیب دیتا ہے کہ محتاج کو کھلائے اور دراصل

سب کو خدا تعالیٰ کھانا کھلاتا ہے +

ویل۔ اس وادی کا نام ہے۔ جو دوزخیوں کی پیپ سے بہ کر نکلے

گی

ساھون کے لفظ میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔ جو نمازوں کے اوقات

میں تاخیر کرتے ہیں۔ اور ابن عباس اور مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ ساھون

سے وہ لوگ مراد ہیں جو نماز کے تارک ہیں اور وہ منافق ہیں اسی سبب سے کہا گیا۔ کہ

یہ سورۃ مکی ہے اور نصف مدنی ہے اور ساہ کے معنی ہیں لہو کیا +

ریا کر نیوالے وہ لوگ ہیں جو اپنے اچھے عمل لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہیں +

ماعون منفعۃ کو کہتے ہیں۔ پس اس پانی سے منع کرنا جو بادلوں سے آتا ہے

ماعون ہے +

عبد الراعی نے ایک شعر میں کہا ہے

وہ قوم جو اسلام پر ہے۔ انھوں نے کبھی ماعون سے منع نہیں

کیا اور نہ کبھی کلمہ لا الہ الا اللہ کو طالع کیا ہے +

یہاں ماعون سے مراد طاعت اور زکوۃ ہے اور حضرت علی نے فرمایا ہے کہ

ماعون سے مراد زکوۃ ہے اور صدقہ مفروضہ ہے۔ یہ ابن مسعود اور ابن عمر کی روایت

ہے۔ اور ماعون ایسی متاع کو بھی کہتے ہیں جو لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مانگنے پر

دے دیتے ہیں۔ جیسا کہ وچگی اور ڈول اور کلہاڑی اور ایسی اشیاء +

اس جگہ حضرت مولوی نور الدین صاحب کی تصنیف کردہ تفسیر عربی مع ترجمہ ختم ہوئی ہے اس کے بعد اگلے اخبار میں انشاء اللہ تعالیٰ

مفصل تفسیر اردو میں درج کی جاوے گی +

معدرت۔ مجھے افسوس ہے کہ بسبب بعض مشاغل کے گزشتہ چند ہفتوں میں تفسیر درج اخبار نہیں ہو سکی۔ تفسیر کے لکھنے پر بہت وقت

اور محنت درکار ہوتی ہے۔ اور مجھے کافی فرصت نہیں ہوتی رہی کہ اس قدر محنت کروں۔ امید ہے کہ ناظرین معاف کریں گے۔ اخبار کا طاق تا حال ایسا

وسیع نہیں کہ اگر ایڈیٹر اور منیجر کو کسی وجہ سے اخبار کی طرف پوری توجہ کرنے کی فرصت نہ ہو یا کسی پرائیویٹ ضرورت کے واسطے رخصت کی حاجت پڑے

تو اس کی جگہ مناسب انتظام اسی وقت ہو سکے۔ اگر احباب کو شش کر کے اخبار کے واسطے بہت سے خریدار بنا دیوں اور اخبار کی آمد معقول ہو جائے

تو امید ہے کہ ایسی وقتیں بڑھ ہو جائیں۔ امید ہے کہ دوست اس امر کی طرف توجہ کریں گے۔ کہ اخبار کے واسطے وقت پر قیمت ادا کرنے والے خریدار پیدا

کئے جاویں +

بشارت۔ اکثر احباب کی درخواست پر تفسیر القرآن جو سورۃ الناس سے اخبار بدر میں درج ہونی شروع ہوئی تھی دوبارہ چھپوانے کی تجویز کی گئی ہے کچھ حصہ

چھپ گیا ہے اور باقی کے واسطے انتظام ہو رہا ہے۔ جو صاحب اس کو جد کرنا چاہیں وہ اطلاع دیں۔ جو دوست نومبر ۱۳۵۶ء سے اخبار کے خریدار بننے

لگے۔ مگر اس وقت پچھلے پرچے ان کو نہ مل سکے تھے ان کو پچھلے پرچے تفسیر کے بلا قیمت دیئے جاویں گے۔ بشرطیکہ قیمت اخبار وہ ادا کر چکے ہوں +

سورت کے نام

اس سورہ شریف کو اس کے پہلے لفظ کے لحاظ سے سورہ ادریت بھی کہتے ہیں جیسا کہ اور بھی بعض سورتوں کے نام ان کے پہلے الفاظ کے لحاظ سے ہیں۔ مثلاً۔ والصفۃ۔ الرحمن۔ النجم۔ الطور۔ وغیرہ + دوسرا نام اس سورہ شریف کا الدین ہے۔ کیونکہ اس میں جزا و سزا کے ضروری اور اہم مسئلہ کی تکذیب کرنے والے کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ہے +

تیسرا نام اس سورہ شریف کا سورة الماعون ہے اور زیادہ مشہور ہی نام ہے۔ ماعون کے معنی مفصل آگے بیان ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ +

چوتھا نام اس سورہ شریف کا سورة الیتیم ہے۔ کیونکہ الیتیم کے ساتھ محبت کرنے اور اس پر دست شفقت رکھنے کی طرف خاص طور پر ترغیب دی گئی ہے +

مقام نزول

بعض روایات کے مطابق یہ سورہ شریف مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اور بعض کے نزدیک نصف اول مکہ میں نازل ہوا تھا۔ اور نصف دوم مدینہ میں نازل ہوا تھا اور چونکہ نصف آخر میں منافقین کی طرف اشارہ ہے اور مکہ معظمہ میں یہ سب تکالیف اور مصائب کے متوجہ صرف مخلص لوگ شامل تھے اور ایسے وقت میں ممکن نہ تھا کہ کوئی منافق کمزور شامل ہو سکے اس واسطے قیاس بھی کیا جا سکتا ہے کہ نصف آخر مدنی ہو۔ لیکن چونکہ اکثر آیات میں جو مکہ معظمہ میں نازل ہوئی تھیں آئندہ حالات کی بھی پیشگوئیاں ہیں اس لحاظ سے یہ قیاس بالکل صحیح نہیں ٹھہرتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ بعض آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ایک بار بلکہ کئی بار ہوئی ہوں۔ جیسا کہ ہم حضرت مسیح موعود کے تازہ حالات میں دیکھتے ہیں کہ ایک پیشگوئی وحی الہی میں ایک دفعہ نازل ہو کر مثلاً کتاب برائین احمدیہ میں چھپ چکی ہے لیکن جب اس کے پورا ہونے کا وقت آگیا تو نزول اول کے بیس پچیس سال بعد پھر وہی الہام الہی کلام میں دوبارہ نازل ہوئے +

شان نزول

ایسا ہی شان نزول کے متعلق بھی اختلاف ہے عطا و جابر کا قول حضرت ابن عباس سے ہے کہ یہ سورہ لکی ہے۔ اور دوسرے قول میں ہے۔ کہ یہ سورہ نصف اول عاص بن اہل کے حق میں ہے اور نصف ثانی عبداللہ بن ابی بن ابی سلول کے حق میں ہے سدی نے کہا ہے کہ ولید بن مقبرہ کے حق میں ہے۔ ضحاک نے کہا ہے کہ عمر بن عابد کے حق میں ہے۔ ابن حزم نے کہا ہے کہ ابوسفیان کے حق میں ہے۔ یتیم کے جھڑکنے کے متعلق ابو جہل کا ایک قصہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کی عادت تھی کہ جب کوئی دولت مند مکہ میں قریب لگ ہوتا تو اس کے پاس جا کر کہتا کہ تیرے بال بچے تیرے بعد اور وارثوں کے

سبب خراب حال ہو جائیں گے۔ بہتر ہے کہ تو اپنا مال متاع میرے سپرد کر دے۔ اس طرح یتیموں کا مال لے لیتا اور پھر جب وہ مر جاتا تو ان یتیم بچوں کو صاف جواب دے دیتا۔ اور جھڑک کر نکال دیتا۔ ذکر ہے کہ ایک یتیم جس کے ساتھ اس نے ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنا تمام قصہ عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ یتیموں پر بہت رحم کرنے لگے تھے اس کی خاطر ابو جہل کے پاس چلے گئے اور اُسے سمجھایا اور یتیم کی سفارش کی۔ مگر وہ نایکار اور بھی افروختہ ہوا اور یتیم کو مارنے اٹھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین کی۔ جس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ ایسا ہی بعض مفسرین نے ایک روایت یہ بھی لکھی ہے کہ ایک دن ابوسفیان یا ولید بن مقبرہ نے ایک اونٹ ذبح کیا تھا۔ اور ہنوز اس کے حصے ہی کر رہا تھا کہ ایک یتیم نے آکر سوال کیا۔ اس نے لاٹھی سے اس یتیم کو مارا۔ تب حق تعالیٰ نے اس کی مذمت میں یہ آیتیں نازل فرمائیں +

شان نزول و مقام نزول کے اختلافات میں ایک نکتہ

یہ بھی حکمت الہی ہے کہ انجیل اور توریت کی طرح قرآن شریف میں ہر آیت کے ساتھ اس کا شان نزول درج نہیں۔ ابتداء سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کے درمیان کبھی شان نزول یا مقام نزول ساتھ ساتھ نہیں لکھائے جیسا کہ توریت انجیل میں اور دیگر صحیف انبیاء میں آتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ یا عیسیٰ یا کوئی اور نبی پھر اس مقام پر گیا اور اس آدمی کو ملا اور اس وقت اس پر یہ وحی نازل ہوئی یا خود اس نے یہ کلام کیا۔ برخلاف اس کے قرآن شریف اول سے خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور ایک سمندر کی طرح اس کی روانی ہے جس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ بشر کے کلام کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور چونکہ یہ کلام نہ کسی خاص مکان کے واسطے تھا اور نہ کسی خاص قوم کے واسطے جیسا کہ توریت انجیل وغیرہ دیگر کتب سماوی ہیں اس واسطے اس میں شان نزول ساتھ ساتھ نہ لکھے گئے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے یہی چاہا۔ کہ اس بات کی حفاظت بھی پورے طور سے نہ ہوئی۔ کہ یہ آیتیں کب اور کس حق میں اول نازل ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ ترتیب نزولی بھی خدا تعالیٰ نے قائم نہ رہنے دی۔ قرآن شریف کی ترتیب اور اس کے درمیان شان نزول اور مقام نزول کا نہ لکھا جانا خود اس بات کی ایک بڑی بھاری دلیل ہے کہ یہ کتاب برخلاف دیگر کتب سماوی کے تمام زمین کے واسطے اور قیامت تک سب زمانوں کے واسطے اور سب قوموں کے واسطے خدا تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے +

سورہ ایلاف میں اللہ تعالیٰ نے قریش کو اپنے انعام پر دلائے ہیں۔ اس کے بعد ان کو یہ سمجھایا گیا کہ جب خدا تعالیٰ

ربط

کے اس قدر فضل تم پر ہوئے ہیں تو اب تمہیں چاہئے کہ ان رذائل اور بدیوں سے بچو جن سے خدا ناراض ہوتا ہے اور جن کا ذکر اس سورہ ماعون میں کیا گیا ہے ۔

تشریح و معانی الفاظ

اَلرَّعِيَّتُ - آیا دیدی - کیا دیکھا تو نے - اس میں بظاہر استفہام ہے اور دراصل مطلب تعجب سے ہے کہ کیا ایسے شخص کو بھی تم نے دیکھا ہے اس قسم کے طرز کلام میں ایک زور اور خوبصورتی ہے ۔
الذی - جو کہ - وہ جو - جو شخص کہ
یکذب - جھٹلاتا ہے - تکذیب کرتا ہے ۔

بالذین جزاء و سزاء کو کہتا ہے کہ نیکی پر انعام یا بدی کی سزایہ فرضی باتیں ہیں - اس دنیا میں انسان زندگی گزار کر مر جاتا ہے اور بس - پھر کچھ نہیں - ایسے لوگ اس زمانہ میں بھی پائے جاتے ہیں جو مادی لوگ یا میٹریلسٹ (کہلاتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے بڑے اور عظیم الشان کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ایمان بالآخرت پر قائم کریں - اخلاقی اور تمدنی حیثیت سے بھی یوم الدین پر ایمان کا قائم کرنا امن و امان کے قیام کے واسطے نہایت ضروری ہے - جو شخص اعمال کی جزاء سزا کا قائل نہیں - وہ بے دھڑک ہو کر جس کا مال چاہے گا - ناجائز طور پر کھائے گا - ظاہری سلطنتیں دلوں کے درست کرنے سے قاصر ہیں - دلوں کو راہ راست پر لانا صرف روحانی سلطنت کا کام ہے جو انبیاء اور اولیاء کے ذریعہ سے دنیا میں ہمیشہ قائم ہوتی ہیں ۔

مسیح موعود کا احسان تمدن پر | اسی پر حضرت مسیح موعود نے برطانیہ کی سلطنت کی حفاظت کے واسطے ایک تعویذ ہوں - کیونکہ آپ مخلوق کے دلوں میں تقویٰ اور راستی کی بنیاد ڈال رہے ہیں گو ٹرنٹ کے برخلاف جہادی خیالات جو اس ملک میں مشنری - عیسائی - پادری مسلمان ملاں اور آریہ لوگ پھیلا رہے ہیں - اس کو اعتقادی رنگ میں لوگوں کے دلوں سے نکال رہے ہیں - اور علاوہ اس کے اپنے مریدوں سے یہ اقرار لیتے ہیں کہ وہ ہمیشہ نیکی کو اختیار کریں - راستبازی پر چلیں بدی کو چھوڑ دیں - کسی قسم کی بغاوت میں ہرگز شامل نہ ہوں - جو لوگ جزاء و سزائے قائل نہیں وہ دنیوی مصائب سے گھبرا کر خودکشی کر لیتے ہیں تاکہ اس عذاب سے بچوٹ جاویں - اگر ان کو معلوم ہوتا اور یقین ہوتا کہ آگے ایک اور عذاب ان کے واسطے موجود ہے - تو وہ ایسا نہ کرنے یہ یوم الدین کے انکار کا سبب ہے کہ یورپ امریکہ میں اس کثرت کے ساتھ خودکشی

ہر سال ہوتی ہے - ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی خدمت میں خط لکھا کہ میں دنیوی مصائب سے تنگ ہوں - اور چاہتا ہوں کہ خودکشی کر لوں - حضرت نے اس کو جواب لکھا کہ خودکشی سے کیا فائدہ ہے - مرنے سے انسان کا خاتمہ نہیں ہو جاتا - بلکہ ایک نئی زندگی شروع ہوتی ہے خودکشی کرنا گناہ ہے اور اس کے واسطے عذاب ہے اس سے بچنا چاہیئے ۔

دین کے معنی مذہب کے بھی ہیں اس صورت میں اَرَعَيْتَ الذی یکذب بالذین کے یہ معنی ہیں کہ کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے اور آگے تشریح ہے کہ دین کے جھٹلانے سے اس جگہ کیا مراد ہے - یتیم کو جھڑکنا - مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہ دینا - نماز سے لاپرواہی کرنا - ریاکاری کرنا - ماعون سے روکنا - ایسا آدمی خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے ہے اور وہ دین کو جھٹلانے والا ہے کیونکہ ایسا کرنے والا درستگی اعتقاد یعنی ایمان متعلق جزاء سزاء سے بے بہرہ ہے اور تہذیب اخلاق سے بھی عاری ہے کیونکہ نہ وہ دفع شر کرتا ہے اور نہ طلب منفعت کرتا ہے اور نہ وہ تزکیہ نفس کی طرف توجہ رکھتا ہے کیونکہ ناز سے تساہل کرنے والا ہے اور اذیت چیزوں سے جو گھر کے اندر عام استعمال میں آتی - ہیں ایک دوسرے کو برتنے سے منع کرتا ہے - اور اخلاق کے اونٹنوں سے بھی گرا ہوا ہے ۔

(۱) ناز پڑھتا ہی نہیں -

(۲) یتیم کو دھکے دیتا ہے -

(۳) مسکین کو کھانا نہیں دیتا -

(۴) اذنی چیزوں کے باہمی استعمال سے مضائقہ کرتا ہے ۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں -

بخیل از بود زاهد و بہرہ ور
بہشتی نباشد بحکم خبر

منقول از ۵ - ستمبر ۱۹۰۶ء

فذلک - پس یہی ہے -

الذی - وہ جو -

ینع - دھکے دیتا ہے -

الیتیم - یتیم کو -

یتیم کی امانت کرنے والے اور اس پر سختی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے درمیان شمار فرمایا ہے جو کہ دین کے مذہب ہیں - یتیم سب ضعیفوں سے زیادہ ضعیف ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یتیم کا بہت خیال رکھتے تھے اور یتیمی کی بہت خبر گیری کرتے تھے - ہماری انجمن اشاعت اسلام نے بھی اپنے اخراجات میں ایک یتیمی کی رکھی ہے - اور بدرتہ تعلیم اسلام

میں بہت سے یتیم پرورش پادشہ ہیں جن کے ہر قسم کے اخراجات تعلیمی اور خوراک پوشاک وغیرہ کے انجمن برداشت کر رہی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب عموماً ایک نہ ایک یتیم اپنے گھر میں رکھتے ہیں جس کی مثل اپنے بچوں کے پرورش کرتے ہیں۔ غرض یتیم کی خبر گیری ایک بڑے ثواب کا کام ہے۔

ولا یحضر۔ اور نہیں رغبت دلاتا اور نہیں تاکید کرتا۔

علیٰ اطعام المسکین۔ مسکین کے کھانا کھلانے پر۔

یہ دوسری مذمت کذب کی ہے کہ وہ اول تو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور دوم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو اس امر کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ مسکین کو کھانا کھلایا کرے۔

اس جگہ مذمت کی دو بڑی نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور دوم یہ کہ مسکین کو کھانا نہیں دیتا۔ مسکین اور یتیم ہر دو عام لفظ ہیں اور ہر ایک شخص جو مسکین اور یتیم کے ساتھ بدسلوکی کرے گا وہ خدا تعالیٰ کے غضب کو اپنے اوپر وارد کر لے گا۔ لیکن اس میں ایک باریک اشارہ ایک خاص یتیم اور مسکین کی طرف بھی ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر دنیوی تعلقات کو قطع کر دیا ہے اور دنیوی اموال اور جاہ و حشم کو بالکل ترک کر دیا ہے اور وہ خدا کی خاطر ایک یتیم اور مسکین بن گیا ہے۔ تب خدا تعالیٰ نے اس کو اپنی ہستی کے ثبوت کے واسطے ایک جہت اور نشان مقرر کر کے دوبارہ دنیا میں داخل کر دیا ہے۔ خداوند تعالیٰ کے تمام انبیاء کا یہی حال ہوتا ہے اور وہ لوگ جو دنیا میں عام طور پر اپنی بے دینی کے باعث یتیمی اور مسکین پر ظلم روا رکھتے ہیں وہ اپنی عادت کے مطابق ان آیات اللہ کے ساتھ ٹکڑے کھا کر اپنی بد اعمالیوں کا آخری نتیجہ پالیتے ہیں۔ جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یتیم اور مسکین بے کس اور بے بس ایک اکیلا انسان سمجھا اور آپ کے ساتھیوں کو چند غبار و ضغفاء کے سوا اٹے نہ پایا۔ اور آپ کے قتل کے درپے ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے ان کے منصوبوں کو ایسا خاک میں ملایا اور ان کو ایسی ناکامی کا منہ آنحضرت کے سامنے ہی دکھایا۔ کہ اس کی نظیر تاریخ دنیا کے معرکے جنگ و جدال میں نظر نہیں آتی۔ ایسا ہی اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ کا ایک مرسل ہمارے درمیان موجود ہے جس نے آباؤی عزت و جاہ اور اموال و جاگیر کو اپنے خدا کی محبت کے آگے بیچ جان کر سب کچھ ترک کیا اور گوشہ میں بیٹھ کر گنہگار کے درمیان اپنے خدا کی یاد کو سب باتوں پر ترجیح دی۔ دنیا نے اس کو یتیم اور مسکین دیکھا اور دنیا کے فرزندوں نے چاہا کہ اس مسکین کو کوئی کھانا نہ دے اور نہ اس کو کوئی ملے۔ اور نہ اس کے ساتھ کوئی بات کرے اور اس کے حق میں سخت سے سخت کفر

کے فتوے لگائے لیکن خدا تعالیٰ کا غضب ایسے کفر بازوں پر نازل ہوا اور ان کے نوجوانوں کو کھا گیا اور ان کے بچوں کو یتیم کر گیا اور ان کے گھروں کو ویران کر گیا۔ پر وہ جس کے لئے کھا گیا تھا کہ کوئی اس کو کھانا نہ دے اس کا گھر خدا نے ہر قسم کی نعمتوں کے ساتھ بھروا دیا۔

پس بڑا بد نصیب ہے۔ جو خدا کے فرستادہ کو یتیم اور مسکین دیکھ کر دھکے دے اور دوسروں کو بھی اس کے پاس جانے سے روکے فویل۔ پس وائے ہے پس افسوس ہے پس ہلاکت ہے۔ للمصلین۔ واسطے نمازیوں کے۔

الذین۔ وہ جو

ہم۔ وہ

عن صلواتہم۔ اپنی نماز سے

ساحون۔ سہو کرنے والے ہیں۔ غفلت کرنے والے ہیں۔ تساہل کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے۔ جو نماز کے معاملہ میں سستی اور غفلت کرتے ہیں۔

مصلین۔ وہ لوگ جو نماز کے واسطے مکلف ہیں۔ نماز میں غفلت کئی طرح سے ہوتی ہے۔

(۱) بعض لوگ نماز پڑھتے ہی نہیں۔ رسمی طور پر مسلمان کہلاتے ہیں۔ مگر کبھی انکو یہ خیال نہیں آتا کہ نماز کا پڑھنا مسلمان کے واسطے فرض ہے۔ اور جب تک کہ وہ اپنے عین کاروبار کے درمیان وقت نماز کے آنے پر تمام دنیوی خیالات کو بالائے طاق رکھ کر خدا تعالیٰ کی طرف نہیں جھکتا۔ تب تک اس میں اسلامی نشان نہیں پایا جاتا۔ ہر ایک قوم والوں کے درمیان کوئی مذہبی نشان ہوتا ہے۔ عیسائی لوگوں نے وہ نشان صلیب کا رکھا ہے جس کو وہ لکڑی یا لہو یا چاندی سونے کی بنا کر اپنی چھاتی پر یا سر پر اور معبد خانوں کے اوپر لگا دیتے ہیں اس واسطے عیسوی مذہب کو صلیبی مذہب کہتے ہیں۔ اور عیسائیوں نے جو لڑائیاں اپنے مذہب کی خاطر مسلمانوں کے ساتھ کیں انکو صلیبی جنگ کہتے ہیں۔ ایسا ہی ہندو لوگ اپنے ہندو ہونے کی نشانی میں بدن پر ایک تانکہ رکھتے ہیں جسے زنا یا جینو کہتے ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان ان کے اسلام کی نشانی یہی ہے۔ کہ مسلمان ہر حالت رنج و راحت۔ صحت و بیماری امن و جنگ میں اپنے وقت پر اپنے خدا تعالیٰ کے حضور میں حاضری بھرنے کے واسطے چست ہو جاتا ہے۔ عین جنگ کے موقع پر جہاں دشمنوں کے ساتھ لڑائی ہو رہی ہوتی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ صف بندی کر کے نماز پڑھتے اور پڑھاتے تھے اس سے بڑھ کر نماز کے واسطے اور کیا تاکید ہو سکتی ہے۔

(۲) وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں مگر کبھی کبھی جسدن کپڑے بدلے یا صبح کی وقت

حضرت تلیفہ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے قرآن شریف کے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ
Digitized by Khilafat Library

سُورَةُ الْكَوْثَرِ

اللَّهُ

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ساتھ نام اللہ کے بخشنے والا مہربان

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝

تحقیق عطا کی ہم نے تجھے کوثر پس نماز پڑھ واسطے اپنے پالنے والے کے اور قربانی کر بے شک دشمن تیرا جو ہے وہ بے نسل ہے۔

تفسیری ترجمہ بامحاورہ
اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کو شروع کیا جاتا ہے جسکی رحمت بلا مبادلہ سب کے واسطے عام ہے اور جو نیک عمل کرنے والوں کے واسطے انعام اور بدی کرنے والوں کو سزا دیتا ہے اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے تجھے کوثر جیسی نعمت عطا کی ہے پس اپنے رب کی عبادت کر اور قربانی دے تیرا دشمن تو ضرور جڑھ سے کاٹا گیا ہے۔

یہ سورہ شریف مکی ہے۔ اس میں تین آیتیں اور بارہ الفاظ اور بیالیس حروف ہیں۔

سب سے اول میں اس جگہ حضرت مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب کی زیر تالیف عربی تفسیر کو بمعہ ترجمہ (بہ اجازت و بعد ملاحظہ صاحب مع صوف) درج کرتا ہوں

جیسا کہ کتاب درر المنثور میں لکھا ہے یہ سورہ شریف حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ اور حضرت ابن زبیر کے قول کے مطابق کی ہے اور تفسیر عینی اور روح المعانی میں لکھا ہے کہ بحر میں بھی یہ قول جہور کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا تو آپ نے سنایا کہ شب معراج میں میں نے ایک نہر دیکھی جس کے ارد گرد موتیوں کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ مگر خالی تھے پس میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ یہ کوثر ہے۔

مجاہد اور حسن اور قتادہ اور عکرمہ کے قول کے مطابق یہ سورہ شریف مدنی ہے اور کتاب اتقان میں اسی قول کو درست قرار دیا گیا ہے اور نووی نے مسلم کی شرح میں بھی اسی بات کو ترجیح دی ہے۔ احمد اور مسلم اور ابو داؤد اور نسائی اور بیہقی نے اپنی کتابوں میں اور ایسا ہی ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن مردویہ اور ابن ابی شیبہ نے ابن مالک سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر تک سر نیچے رکھا اور پھر سر اٹھا کر تبسم فرمایا اور کہا کہ ابھی مجھ پر ایک سورہ نازل ہوئی ہے۔ پھر سورہ کوثر پڑھی۔

سورۃ الکثر
مکتیہ۔ عند ابن عباس وعائشہ وابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم (الدرر المنثور) ونسب هذا القول في الجملة الى الجمهور (العين في روح المعاني)
عن انس رضي الله عنه لما عرج بالنبي صلى الله عليه وسلم الى السماء قال اتيت علي فخر حافاة قبا. اللؤلؤ. بحوف. فقلت ما هذا يا جبرائيل. قال هذا الكثر (البخاري)

ومداينة. عن مجاهد والحسن وقتادة وعكرمة وفي الاتقان انه الصواب ودرجته النووی نے شرح مسلم۔ اخرج احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی والبيهقي في سننه۔ وابن جرير وابن المنذر وابن مردويه وابن شيبه عن انس ابن مالك۔ اغضى رسول الله صلى الله عليه وسلم اعضاءه فرفع داسه مبتما فقال اني انزل الي انفا سورة فقرأ۔ بسم الله الرحمن الرحيم. انا اعطيتك الكثر

حتى ختمها۔ (الحديث)

اما الکثر - فاخرج البخاری والمحاکم وابن جریر
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم - هل تدرون
ما الکثر - قالوا الله ورسوله اعلم قال هو مخرج اعطانيه
ربي في الجنة عليه خير كثير ترد عليه امتي يوم
القيامة انيته عدد الكواكب يحتمل العبد منهم فاقول
يا رب اني من امتي فيقال انك لا تدري ما احدث
بعدك -

وعن ابن عباس رضي الله عنهما انه قال في الکثر
هو الخير الذي اعطاه الله اياه - قال ابو بشر قلت ليع
بن جبیر فان الناس يزعمون انه مخرج في الجنة فقال
سعيد المخرج الذي في الجنة من خير الذي اعلاه
اياه (البخاری)

في النسائي بطل في الجنة في بطنان الجنة معناه في وسطها
واخرج ابن ابی شيبه واحمد والترمذي وصححه
وابن ماجه وابن جرير وابن المنذر وابن مردويه
انه يجرى على الدواليقوت تربته اطيب من
المسك وماء اشد بياضاً من اللبن واحل من العسل
وسئل نافع ابن الادزق عن ابن عباس رضي الله
عنهما عن الکثر فقال مخرج بطنان الجنة حاقلاً قباب
الدار والياقوت فيها اذواجه وخدمه - قال هل تعرف
العرب ذلك قال نعم اما سمعت حسان بن ثابت يقول
وحياة الاله بالکثر - الاك -

- بر - فيه النعيم والخيرات
الکثر من الکثر - الشئ الكثير - كثرة مفرطة قال لکیت
وانت كثير يا ابن مردان طيب
وكان ابو ثابن الفضائل کثر

اخرج البزار وغيره بسند صحيح عن ابن عباس قال قال
کعب بن الاشرف مكة فقالت له قرأيت انت سيدهم
الا تری الى هذا المنصب المنبر من قوم يزعجهم الله
خير منا ونحن اهل الجحيم واهل السقاية واهل السه
قال انتم خير من - فنزلت ان شانك هو الابر

واما بقية التفسير بالاثار عن الصحابة والتابعين
رضوان الله عليهم اجمعين - واخرج ابن ابی حاتم عن
الحسن الکثر القرآن واخرج ابن جرير وابن ابی حاتم و
ابن عساکر عن عكرمة قال الکثر ما اعطاه الله من النبوة
والخير والقرآن

لفظ کثر - بخاری اور حاکم اور ابن جریر نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ایک دفعہ اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا - کیا تم جانتے ہو - کہ کثر کیا شے ہے - انہوں نے جواب دیا -
کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے - تب آپ نے فرمایا کہ کثر ایک نہر کا نام ہے جو میرے رب نے
مجھے عطا کی ہے وہ نہر جنت میں ہے - اس میں خیر کثیر ہے - قیامت کے روز میری امت اس پر
وارد ہوگی - اس کا برتن ستاروں جتنا وسیع ہے - ان میں سے ایک آدمی اس پر سے ہٹایا جاوے گا
تو میں کہوں گا کہ میرے رب یہ تو میری امت کا آدمی ہے اسے کیوں ہٹایا جاتا ہے تو جواب ملے گا کہ
تو نہیں جانتا کہ اس نے تیرے بعد کیسی نئی باتیں نکالی تھیں -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کثر اس خیر کا نام ہے - جو اللہ تعالیٰ نے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی ہے - ابو بشر لکھتا ہے کہ میں نے سعید بن جبیر کو کہا کہ لوگ
تو خیال کرتے ہیں کہ کثر جنت میں نہر کا نام ہے اور آپ کہتے ہیں وہ خیر ہے تو سعید نے کہا کہ جنت
میں جو نہر ہے - وہ بھی اسی خیر میں سے ہے - جو اللہ تعالیٰ نے رسول کو عطا کی ہے -

حدیث شریف کی کتاب نسائی میں فی الجنة کی بجائے فی بطنان الجنة آیا ہے بطنان الجنة کے معنی ہیں بہشت کے وسط
ابن ابی شیبہ اور احمد اور ترمذی نے یہ روایت بیان کی ہے اور اس کو صحیح بتلایا ہے - اور ابن
ماجہ اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن مردويه نے بھی یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ نہر موتیوں
پر اور یا قوت پر جاری ہے - اس کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے - اور اس کا پانی دودھ
سے بھی زیادہ سفید ہے اور شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہے -

اور نافع ابن ارزق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کثر کیا ہے - تو انہوں نے
فرمایا کہ کثر ایک نہر کا نام ہے جو کہ بہشت کے وسط میں ہے - اور اس کے ارد گرد موتیوں کے اور
یا قوت کے خیمے ہیں اس میں بیویاں اور خدام ہیں - نافع نے کہا کہ اہل عرب ان معنوں سے واقف
ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ہاں واقف ہیں کیا آپ نے حسان بن ثابت کا یہ شعر نہیں سنا -
ترجمہ شعر - اور خدا نے اُسے کثر عطا کیا ہے - بڑا کثر جس میں نعمتیں اور بھلائیاں

ہیں +
لفظ کثر - کثرت سے نکلا ہے اور اس کے معنی ہیں بہت ساری چیز بہت زیادہ - کیت شاعر کہتا ہے
اے ابن مردان تو کثیر ہے اور طیب ہے
اور تیرا باپ بہت بڑا ہی ہوئی فضیلتوں والا تھا

بزاز نے اور دوسروں نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کعب بن
اشرف ایک دفعہ مکہ میں آیا تو قریش نے اُسے کہا کہ تو ہمارا سردار ہے - کیا تو نہیں دیکھتا اس منصب بہتر
کی طرف وہ گمان کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے - حالانکہ ہم وہ ہیں جو لوگوں کو بچ کر اتے ہیں اور لوگوں کو
پانی پلاتے ہیں اور لوگوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں - کعب بن اشرف نے کہا کہ نہیں تم اس سے اچھے ہو
اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی - ان شانک هو الابر الخ

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار سے باقی تفسیر اس
طرح سے ہے کہ ابن ابی حاتم نے من سے روایت کی ہے کہ کثر کے معنی ہیں - قرآن شریف -
اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن عساکر نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ کثر اس کا نام ہے
جو اللہ تعالیٰ نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت اور خیر اور قرآن شریف عطا
کیا تھا -

واخرج ابن ابی حاتم والحاکم وابن مردويه والبيهقي في
سنة عن علي ابن ابی طالب قال لما نزلت هذه السورة على
النبي صلى الله عليه وسلم انا اعطيتك الكثرة قال
النبي صلى الله عليه وسلم لجبريل ما هذه النخيرة التي
امرني بها ربّي قال انها ليست بنخيرة ولكن يا مراك اذا تمّت
للملوة ان ترفع يديك اذا كبرت واذا ركعت واذا دفعت
راسك من الركوع فانها صلواتنا وصلوة الملائكة الذين هم
في السموات السبع وان لكل شئ ذينة وزينة الصلوة
رفع اليدين من الاستكانة التي قال الله فما استكانوا
لربهم وما يتضرعون - واخرج ابن ابی شيبة والبخاري
وابن جرير وابن المنذر وابن ابی حاتم والدارقطني و
ابو الشيخ والحاکم وابن مردويه والبيهقي عن علي ابن ابی
طالب رضي الله عنه في قوله فصل لربك واعخر قال
وضع يده اليمنى على وسط ساعده اليسرى ثم وضعها
على صدره في الصلوة واخرج ابو الشيخ والبيهقي في سنة
عن انس رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله
واخرج ابن ابی حاتم وابن مردويه والبيهقي عن
ابن عباس رضي الله عنه - فصل لربك واعخر - قال
اذا صليت فرافعت راسك من ركوع فارستوقائماً -
واخرج عن ابی الاحوص فصل لربك واعخر - استقبل
القبلة بخمسة

واخرج ابن جرير وابن المنذر عن ابن عباس فصل
لربك واعخر - الصلوة المكتوبة والذبح يوم الاضحية
واخرج ابن جرير عن قتادة صلوة الاضحية ونحو البدن

اور ابن ابی حاتم اور حاکم اور ابن مردويه اور بیہقی نے اپنی کتاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
یہ روایت کی ہے کہ جب سورہ کوثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی - تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے جبریل سے کہا کہ اس وحی الہی میں نخرہ سے کیا مراد ہے جس کا حکم خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے
حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے مراد کوئی قربانی نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے اس
میں آپ کو یہ حکم دیا ہے - کہ جب آپ نماز پڑھیں اور اسد اکر کہیں تو اس وقت اپنے ہاتھ اٹھایا
کریں اور جب رکوع کریں اور جب رکوع سے سر اٹھائیں تو اس وقت بھی ہاتھ اٹھایا کریں - یہ
ہماری نماز ہے اور یہی ان سب فرشتوں کی نماز ہے - جو کہ سات آسمانوں میں ہیں اور ہر ایک چیز کے
واسطے ایک زینت ہوتی ہے - پس نماز کی زینت یہ ہے کہ ہر ایک تکبیر کے وقت رفع یدین کی جاو
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رفع یدین کرنا وہ استکانت ہے - جس کا ذکر
قرآن شریف کی اس آیت میں ہے کہ فما استکانوا لربهم وما يتضرعون - اور ابن ابی شیبہ
سے روایت ہے اور بخاری اور ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور دارقطنی اور ابو الشیخ اور
حاکم اور ابن مردويه اور بیہقی نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فصل لربک واعخر
کے متعلق روایت کی ہے - کہ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں کلائی کے وسط پر رکھا -
اور پھر دونوں ہاتھوں کو نماز میں اپنے سینہ پر رکھا اور ابو الشیخ اور بیہقی نے اپنی
کتاب میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھی ایسا ہی کیا تھا -

اور ابن ابی حاتم اور ابن مردويه اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت
کی ہے کہ فصل لربک واعخر سے یہ مراد ہے کہ جب تو نماز پڑھے اور اپنا سر رکوع سے اوجھ
کرے تو سیدھا کھڑا ہو جا -
اور ابی الاحوص سے روایت ہے کہ فصل لربک واعخر سے یہ مراد ہے کہ اپنی قربانی لیکر
قبلہ کی طرف متوجہ ہو -

اور ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فصل لربک واعخر میں ملوۃ
سے مراد فرض نماز ہے اور قربانی سے مراد عید الاضحیٰ کی قربانی ہے اور ابن جریر نے قتادہ سے روایت کی
ہے کہ نماز سے مراد عید الاضحیٰ کی نماز ہے اور قربانی سے مراد بھی اس عید کی قربانی ہے -

اس تفسیر کو میں یہاں تک لکھ چکا تھا کہ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہماری تفسیر کو اس طرح لفظ بلفظ عربی عبارت میں لکھنا اور پھر
اس کا ترجمہ کرنا اخباری طرز کے مناسب حال نہیں ہے یہ بات درست ہے اور میرا خیال ہے کہ آئندہ حضرت مولوی صاحب کی تفسیر کو پڑھ
کر اس سے تمام تفسیر کے لکھنے میں فائدہ حاصل کیا جائے - ہاں اس تفسیر میں جو خاص لطائف ہیں اور مصنف موصوف پر اللہ تعالیٰ

نے کھولے ہیں اور دیگر تفاسیر میں وہ باتیں نہیں پائی جاتیں اس حصہ کو اصل عربی میں بمعہ ترجمہ کے لکھا جاوے

.. .. لیکن چونکہ اس سورہ شریف کا ایک بڑا حصہ اس طرح چھپ چکا ہے اس واسطے کہ کم از کم اس کو آخر تک انشاء اللہ اسی طرح لکھا جا
یگا

اس کے بعد عربی تفسیر میں صرف دو نحو کا وہ حصہ ہے جو عام فہم نہیں ہے۔ اس واسطے اس کو چھوڑا جاتا ہے لیکن اس میں سے چند باتیں بطور اختصار کے درج کی جاتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے عطا کوثر کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے اول حرف تاکید کا فرمایا ہے۔ پھر صیغہ ماضی میں بیان کیا ہے یہ بھی ایک تاکید ہے اور دیگر صرفی نحو کی تاکیدیں بھی ان الفاظ میں ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کا اظہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔ آپ کے واسطے کوثر کا ملنا ایک امر مقدس ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت سے آپ کو عطا ہوا ہے۔ ایسا لفظ اعطی کا استعمال بھی اسی فضل عظیم کی طرف اشارہ کرتا ہے ورنہ صرف دینے کے مفہوم کے واسطے عربی میں لفظ اتی بھی آ سکتا تھا۔ ایسا ہی اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خطاب فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے کوثر عطا کیا ہے اور ایسا نہیں فرمایا کہ ہم نے اپنے رسول یا نبی یا عبد کو کوثر عطا کیا ہے

لے حاشیہ۔ چکر الوی لوگ اس پر توجہ کریں۔

اس میں بھی رحمانیت کے خاص فضل اور عطاء کا تذکرہ ظاہر ہے۔ ایسا ہی ان شانمٹ ہوا لائق میں بھی دشمن کے بے نسل ہونے کو بہت سی لکڑیوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یہ بات ضرور ہو جانے

(بقیہ حاشیہ کالم اول) رسول کے لفظ کے معنی تو قرآن شریف کر دیتے ہیں۔ تو کیا یہاں بھی ان میں مخاطب قرآن شریف ہے اور قرآن شریف کو حکم ہوا ہے کہ اسے قرآن تو نماز پڑھا کر۔ اور اسے قرآن تو قربانی دیا کر۔ غور کرو کہ یہ خطاب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اور آپ کو کوثر عطا کیا گیا ہے۔ اور اس کوثر میں خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی پاک تفہیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی۔ کیا چکر الوی کو قرآن کی تفہیم ہوئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ نہ ہوئی تھی۔

(اٹریٹ)

والی ہے۔

مرکب

اس سورۃ کا پہلی سورۃ (الماعون) یہ تعلق ہے۔ کہ سورۃ ماعون میں ایسے شخص کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ مکذب بالین۔ بخیل۔ تارک صلوٰۃ۔ ریاکار۔ مانع زکوٰۃ اور مانع ماعون ہے اور اس سورۃ شریف میں ایسے آدمی کا ذکر ہے جو ان بُری عادات کے بالمقابل تمام نیک صفات سے متصف ہے۔ وہ مکذب تھا تو یہ اور المؤمنین اور مصدق۔ ہے۔ خدا کا طرف سے اسے کوثر عطا کیا گیا۔ وہ بخیل اور مانع زکوٰۃ اور مانع ماعون تھا تو یہ دآخر کے حکم پر چلنے والا ہے۔ وہ تارک صلوٰۃ اور ریاکار تھا تو یہ فضل کی پیروی کرنے والا ہے۔ اور وہ بھی لرباک۔ خاص خدا کے واسطے کسی انسان کے واسطے نہیں۔ کسی کو دکھانے کے واسطے نہیں۔

منقول از ۷۔ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ مطابق ۲۱۔ فروری ۱۹۰۷ء

کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے اور کوثر خیر کثیر کو کہتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ نہر بھی خیر کثیر میں سے ہے۔ اور خیر کثیر میں وہ بہت سی باتیں شامل ہیں جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین۔ رب العالمین کے رسول اور گنہ گاروں کے شفیع کو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائی ہیں۔

اس خیر کثیر میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کے اسمائے حسنی جس قدر قرآن شریف میں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی الہی بتلائے گئے ہیں۔ ان کی مثال کسی آسمانی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ اور اسی خیر کثیر میں سے وہ محامد الہی ہیں جو دین اسلام کے ذریعہ سے دنیا پر پھیلائے جا رہے ہیں۔ کیا آپ دیکھتے ہیں کہ کس طرح سے مسلمان آواز بلند کے ساتھ بلند مناروں اور اونچی جگہوں پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کرتے ہیں اور اللہ اکبر کا نعرہ

۱۔ اللوثر النہر فی الجنۃ۔ والخیر الکثیر ولا شک ان النہر من الخیر الکثیر ومن الخیر الکثیر الذی اعطى نبینا خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین۔

۲۔ کثرة الاسماء الحسنی للہ سبحانہ فما تری فی شیء من الکتاب المنسوبۃ الی اللہ سبحانہ مثل ماتری من الکتاب المنزل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وعطی الخیر الکثیر کثرة المحامد للہ تعالیٰ۔ فهل تری من احدت من المسلمین یمد صوتہ ویبکی باللہ اکبر علی المنا

والمرتفات۔ وهل یکن لفظ اکبر من الله اکبر اذ ماتری
فی الاسلام ادعیۃ الاکل والشرب والجماع والنوم والتقلید
فی النوم والانتباه منہ والدخول فی المساجد والقیام
والجلوس والخروج منہا والذهاب الی السوق والایاب
منہا والسفر والحفر وادعیۃ البأساء والضراء وحین
الباس وركوب الدبابات والحاجات والکوب والهم والحرمان
والفتن۔

ومحمد الله سبحانه وتعالى فی ابتداء الكتاب الخطب
والرسائل وختمها۔ ومنها قال صلے الله علیہ وسلم ان
صلواتی ونسکی ومحیای وسمائی لله رب العالمین ومن الخیر
الکثیر کثرة وعظ التوحید ونفی الشارک۔ اذ آیت
هذا البیان فی کتاب اودیوان۔ النظر کلمۃ التوحید لا
الا الله فهل البقی فی قلب احد من المؤمنین بهما ان
یشک احد فی النیۃ والقصد ان یدعوا احدا من
دون الله وان یطیع احدا ابدا وان امره وان یتخذ
احدا من دون الله رباً سواہ ولو کان من الاحبار والرهبا
ای العباد والعلماء فی معصیۃ الله وهل یکن من احد
ان یؤمن بها ان یحب الخلق کحب الله فلا یرجو المؤمن بها
من احد۔ ولا یخاف من احد۔ فلا یعتقد فی احد
ان له العلم التام والتصرف التام او لاحد سوی الله
عبادۃ ما فضلنا عن السجدة۔ والجماع والقرابین فلا
یستغفر الا الله ولا یتوب الا الیہ۔

ولا یعتقد احداً انہ الخالق لشیء کمثل خلق الله
او احد یحیی او یمیت کاحیاء الله واماتۃ الله ولا
یسوی بین الخالق والخلق ابداً۔ ومن الخیر الکثیر الذی
اعطاه الله تطہیرہ صلے الله ذیول الانبیاء وسألتهم
عن التهم والافتراءات علیہم

انظر حال اليهود بالنسبة الی الصدیقۃ المریم وقولہ
تعالی بکفرہم وقولہم علی المریم بھتاناً عظیماً وقولہم
علیہ علیہ السلام وقولہ تعالی ومطہرک من الذین کفروا
وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ
وقولہم مع النصاری فی داؤد وسلیمان علیہم السلام
وقولہ تعالی واذکر عبدنا داؤد..... الخ وقولہ
تعالی وما کفر سلیمان۔

لگاتے ہیں۔ کیا اللہ اکبر سے بڑھ کر کوئی بڑا لفظ خدا تعالیٰ کی کبریائی کے واسطے نہیں معلوم
ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور تسبیح سے بھری ہوئی
کس قدر دعائیں ہر ایک موقع پر کی جاتی ہیں۔ کھانے کے وقت کی دعائیں اور پینے کے وقت
کی دعائیں اور سو کر اٹھنے کے وقت کی دعائیں اور مسجد میں داخل ہونے کی دعا اور
مسجد سے نکلنے کے وقت کی دعا اور کھڑا ہونے کے وقت کی دعا اور بیٹھنے کے وقت
کی دعا اور بازار کو جانے کی دعا اور بازار سے لوٹنے کی دعا اور ایسا ہی سفر کی دعائیں اور حضر کی دعائیں اور
مکھ درو کے وقت کی دعائیں اور جنگ کے وقت کی دعائیں اور چار پائی پر لیٹنے کے وقت کی دعائیں اور چٹا
کے وقت کی دعا اور تکلیف اور غم اور حزن اور فتنوں کے وقت کی دعائیں۔ غرض اسلام میں ہر وقت انسان
اپنے رب کی حمد اور تسبیح میں مصروف ہے اور کسی وقت بھی اسکی تعریف غافل نہیں یہ ایک غیر کثیر ہے
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی عطا ہوئی ہے۔

پھر دیکھو کہ اسلامی لٹریچر میں ہر ایک کتاب کا ابتداء اور انتہا اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف ہوتا ہے اور ہر
ایک خطبہ اور ہر ایک رسالہ خدا کے نام کی تعریف سے شروع کیا جاتا ہے اور خدا کی تعریف کے ساتھ ہی
ختم کیا جاتا ہے اور یہ بھی کوثر کا نتیجہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نماز اور میری قربانی
اور میرا جینا اور میرا مرناسب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے اور یہ کثیر میں سے ہے کہ
اسلام میں اس کثرت کے ساتھ توحید کا وعظ کیا جاتا ہے اور شرک کی نفی پر تقریریں کی جاتی ہیں کیا تو نے ایسا
کوئی بیان کسی کتاب یا کسی دیوان میں دیکھا ہے پھر کلمہ توحید کو دیکھو لا الہ الا اللہ۔ کوئی معبود قابل پرستش
اللہ کے سوائے نہیں کیا اس کلمہ کے بعد کسی مؤمن کے دل میں کوئی شرک باقی رہ جاتا ہے کیا اسکی نیت
اور قصد کے درمیان کوئی ایسی بات باقی رہ جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی دوسرے کو پکارتے
اور اسکے حکم کے سوائے کسی دوسرے کی اطاعت پر قدم مارے اور اسکے سوائے کسی دوسرے کو اپنا رب
بنائے خواہ کوئی اور کیا ہی عالم فاضل ہو اور راہب ہو کیا وہ اپنے رب کو چھوڑ کر اور اسکی پیچھے بڑا کر معصیت
میں گر سکتا ہے کیا ممکن ہے کہ کوئی شخص اس کلمہ توحید پر ایمان رکھتا ہو اور پھر خلقت کے ساتھ ایسی محبت کرے جیسی
کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنی چاہیئے پس مؤمن اس کلمہ کو اپنے پاس رکھ کر اور اس پر ایمان لا کر نہ غیر اللہ سے کوئی
امید رکھتا ہے اور نہ غیر اللہ سے اس کو کچھ خوف باقی رہ جاتا ہے پس مؤمن کبھی یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ اللہ تعالیٰ
کے سوائے کسی دوسرے کو علم تام ہے یا کسی اور کے ہاتھ میں تصرف تام ہے یا اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی
کسی قسم کی بھی عبادت کے لائق ہے چہ جائیکہ کسی غیر کے آگے سجدہ کیا جاوے یا اسکے واسطے حج کیا جاوے یا اس کے
لئے قربانی کی جائے پس مؤمن اللہ کے سوائے کسی سے استغفار نہیں کرتا اور اس کے سوائے کسی کے آگے اپنے
گناہوں سے توبہ نہیں کرتا اور مؤمن کبھی ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ کوئی اللہ کے خلق کی طرح کسی چیز کا خلق
کر سکتا ہے یا اللہ کے ماننے اور جلانے کی طرح کوئی کسی کو ماریا جلا سکتا ہے۔ غرض مؤمن خالق اور مخلوق کو کبھی
برابر نہیں ٹھہراتا اور کثیر میں یہ بات بھی شامل ہے جو آنحضرت ص کو عطاء کی ہے کہ اپنے (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام
مقربان الہی کا دامن ان تہمتوں اور افتراءوں سے پاک کیا جو کہ انہی نے مخالف یا موافق لگاتے تھے۔
یہودی کی طرف دیکھو کہ مریم صدیقہ کی نسبت کیا الفاظ بولتے ہیں خود قرآن شریف سے ظاہر ہے جس میں خدا تعالیٰ فرماتا
ہے کہ انھوں نے مریم پر بڑا بہتان باندھنے کا کفر کیا اور ایسا ہی یہود حضرت عیسیٰ پر بھی اتھام باندھے تھے لیکن
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں کفار کی باتوں سے تیری تطہیر کر نیوالا ہوں اور تیرے متبعین کو تیرے منکرین پر نیامت
نک علیہ دوں گا اور ایسا ہی انکا اور عیسائیوں کی قول حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کے حصین تہمت
اور افتراء کا تھا اور خدا تعالیٰ نے ہر دو کا دامن اپنی پاک کتاب میں پاک کیا اور داؤد کو اپنا بندہ فرمایا اور سلیمان
کے حصین فرمایا کہ اس نے کوئی کفر نہیں کیا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائی ہوئے درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

(گڈ شیٹ سے پوسٹ)

منقول از ۲۱ - فروری ۱۹۱۲ء

چونکہ اس جگہ بہت سے موقوفوں کی دعاؤں کا ذکر ہوا ہے جن سب عام لوگ واقف نہیں ہوتے اس واسطے چند دعائیں بمعہ ترجمہ اس جگہ درج کی جاتی ہیں۔

مسجد میں داخل ہونے کے وقت کی دعا بسم اللہ والصلوة والسلام علی رسول اللہ رب اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک۔

مسجد میں سے نکلنے کے وقت کی دعا بسم اللہ والصلوة والسلام علی رسول اللہ رب اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک۔ شروع اللہ کے نام سے اور ورود اور سلام اللہ کے رسول پر اے میرے رب بخش میرے سب گناہ اور کھول میرے واسطے دروازے فضل کے۔

سونے کے وقت کی دعا اللہم اسلمت نفسی الیک ووجعت وجہی الیک وفوضت امری الیک والجات ظہری الیک رنجت ودهبت الیک لا ملجاء ولا منجاء منک الا الیک امنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت۔

اے اللہ تبارک کیا میں نے اپنی جان کو تیری طرف اور پھیرا میں نے اپنا منہ تیری طرف اور سونپا اپنا کام تیری طرف اور پناہ پکڑی اپنی پیٹھ کی تیری طرف امید اور ڈر سے تیری طرف نہیں کوئی پناہ اور نجات کی جگہ تجھ سے۔ مگر تیری طرف ایمان لایا۔ میں اس کتاب پر جو تو نے اتاری اور تیرے نبی پر جو تو نے بھیجا۔

منقول از ۲۱ - مارچ ۱۹۱۲ء

اور خیر کثیر میں سے وہ وعدہ ہے جو اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نصرت کا وعدہ عطا کیا تھا جیسا کہ خدا تعالیٰ کے قول پاک میں ہے۔ اے نبی تجھے اور تیری پیروی کرنے والے مومنوں کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس رسول کو حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کے شر سے بچائے گا اور خیر کثیر میں وہ عزت کا وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور اس کی امت کے مومنوں کو عطا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے اور خیر کثیر میں وہ عطا الہی ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی۔ کہ خدا نے آنحضرت کو یتیم پایا اور آپ کی پرورش کی اور آپ کو سائل پایا تو آپ کو ہدایت دی اور آپ کو فقیر پایا اور غنی کر دیا۔

کفار نے آپ کو کہا تھا کہ آہم تجھے مال دینگے اور تو سب لوگوں سے غنی ہو جائے گا اور تجھ سے زیادہ شریف عورت نکاح میں دینگے اور تجھے اپنا رئیس بنائیں گے۔ آپ نے کفار کی بات کا انکار کیا۔ تو خدا نے کیا کچھ دیا۔ کیا کفار عرب کے اختیار و قدرت میں تھا کہ تمام عرب آپ کے ماتحت کر دیتے اور عجم آپ کے خدام کے زیر حکومت ہو جاتا۔ ہرگز نہیں۔ قسم بخدا ہرگز نہیں۔

پھر خیر کثیر میں وہ عطا الہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب شریف کو اپنے ذکر کے ساتھ جاری کیا اور اپنی محبت کے ساتھ پُر کر دیا۔ یہ وہ عظیم الشان نعمت ہے۔ کہ اس کی قدر اور عظمت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ سوائے اس کے جس کو خدا تعالیٰ توفیق عطا کرے۔ یہ وہ نعمت ہے کہ اس کے مشابہ کوئی نعمت دنیا اور آخرت میں نہیں ہے۔

ومن الخیر الکثیر الذی وعد اللہ لصلی اللہ علیہ وسلم بالنصرة فی قولہ جل ذکرہ۔ یا ایہا النبی حبیب اللہ ومن اتبعک من المؤمنین وبان وعد اللہ للحفظ لکما قال واللہ یعصمک من الناس۔ وما وعدہ من العزة فی قولہ للؤمنین۔ لکما قال واللہ العزہ ولرسولہ وللؤمنین۔ ومن الخیر الکثیر الذی اعطاه صلی اللہ علیہ وسلم بان وجد یتیمًا قادی و سائلًا فهدی وعائلًا فاغنی۔

وقالوا انعطیات من الاموال ما تصیر بہا اغنی الناس وتزوجک اکرم نساء و نخلک رئیسنا علینا۔ فانظر ہل کان فی مقدرتہم ان یصیر جمیع العرب تحت یدہ والجمہ تحت علمانہ کلا۔ واللہ ومن الخیر الکثیر الذی اعطاه اللہ سبحانہ بان نعم قلبہ الشریف صلی اللہ علیہ وسلم والی الوبارک وسلم بن کر وحبہ وھذا نعمۃ لا یعلم قدرھا و عظمتھا الا من وفقہ اللہ بہا۔ نعمۃ لا تشبھا نعمۃ من نعم الدنیا والاخرۃ۔

ومن الخير الكثير الذي اعطاه الله سبحانه وتعالى الهدى والنصرة الخاصة وجعل قرعة عينه في الصلوة والشرع به صدقة -

ومن الخير الكثير يرزق الله الوسيلة والمقام المحمود وجعله اول من يفتح باب الجنة وجعل لواء الحمد بيلا اعطاه الله اللوح والنور -

ومن الخير الكثير الذي اعطاه الله صلى الله عليه وسلم بان جعل المؤمنين من امة اولاده ومن الخير الكثير الذي اعطاه الله تعالى صلى الله عليه وسلم اجر من عمل ائمة - لانه من عمل ونال بامره واتباعه صلى الله عليه وسلم لان الدال على الخير كفاعله فكل من امن وصلى وزكى وصام وحج وتاب وصبر وتوكل وعلم وعلم وقرأ وانا بصدق وجاهد واقفى واصلم واحسن وارضى ربه وجاهد درابط وما شهيد افي سبيله واتبع في هذه الامور واجتنب من الكفر والشرك والزنا وقتل النفس وعقوق الوالدين وقول الزور واكل مال اليتيم والتولي يوم الزحف وقذف المحضات المومنات الغافلات والكذب والعجز والكسل والجبن والخل وامثالها ينهي صلى الله عليه وسلم

فلا يدان قيل رسولنا وحبيبنا ونبينا مانال احد من ائمة صلى الله عليه وسلم فانظر الى علو درجاة عند الله كل ان -

فالله يعطيه بقدر اجور ائمة كلهم من غير ان ينقص من اجورهم فانه السبب في هدايتهم ونجاتهم فيا ايها الذين امنوا ان كنتم تحبون الله فاتبعوا يحبكم الله وجاهدوا في اتباعه ولا قتدا عبه وامتثلوا الاوامر واجتنبوا نواهي واكثر من اعمال الصالحة ليكون له صلى الله عليه وسلم مثل اجرهم وتدفوا فيمن يشفع فيه الرسول صلى الله عليه وسلم لكونه نبال مثل اجوركم ومن الخير الكثير الذي اعطاه الله صلى الله بان وعد لاصلاح ائمة الخلفاء والنواب له صلى الله وان يمكن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلهم من بعد خوفهم انما - كما قال وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات

پھر اور خیر کثیر میں یہ بات ہے۔ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خاص نصرت اور ہدایت عطاء فرمائی اور نماز میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کی۔ اور اس سے آپ کے سینے کو انشراح عطا فرمایا۔

پھر خیر کثیر میں سے یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسیلہ عطا فرمایا اور مقام محمود عطا کیا۔ اور آپ کو پہلا آدمی بنایا۔ جو جنت کا دروازہ کھولے گا اور حمد کا جھنڈا آپ کے ماتھے میں دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو عوض عطا فرمایا اور نہر عطا کی۔

اور خیر کثیر میں یہ بات شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مومنوں کو آپ کی اولاد بنایا اور پھر خیر کثیر میں آپ پر وہ عطا الہی ہے کہ آپ کی امت کے اعمال خیر پر بھی آپ کے واسطے اجر ہے۔ کیونکہ امت مرحومہ کے افراد نے اعمال نیک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور آپ کی اتباع سے حاصل کیا ہے اور نیکی کی راہ دکھانے والا بھی نیکی کرنے والے کی مانند ہے پس ہر ایک کے عمل خیر میں آنحضرت ص کے واسطے اجر ہے۔ ہر ایک جو ایمان لایا۔ اور جس نے نماز پڑھی اور جس نے روزہ رکھا اور جس نے فرائض حج کو ادا کیا اور جس نے توبہ کی اور صبر اور توکل سے کام لیا اور جس نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور جس نے کلام پاک کو پڑھا اور جو خدا کی طرف جھکا اور تصدیق کی اور جس نے مجاہدہ کیا یا جہاد کیا اور جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اپنی اور دوسروں کی اصلاح کی اور جس کسی نے نیکی کی اور اپنے رب کو راضی کیا اور رب کے راہ میں کوشش کی اور جہاد کیا اور رباط فی سبیل اللہ کیا اور ان باتوں میں انہی پیروی کی اور کفر اور شرک سے بچا اور زنا اور قتل نفس سے پرہیز کیا اور والدین کی نافرمانی نہ کی اور جھوٹ کے بولنے اور یتیم کا مال کھانے سے اجتناب کیا اور بے خبر نیک بخت مومن عورتوں پر عیب نہ لگایا اور جھوٹ اور عجز اور سستی اور بزدلی اور بخل اور اس قسم کے رذائل سے بچتا رہا جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تو ان سب کے اعمال خیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اجر ہے اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کچھ فرق نہیں۔

پس یہ ضروری بات ہے۔ کہ ہمارے رسول اور ہمارے حبیب اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر آن اس قدر درجہ بڑھتا ہے۔ کہ آپ کی امت میں سے کوئی آپ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تمام امت کے افراد کے اعمال خیر کے برابر درجہ دیا ہے اور امت کے درجات اور اعمال خیر کے اجر میں کچھ کمی نہیں واقع ہوتی اور یہ اس واسطے ہے کہ انہی ہدایت اور نجات کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوئے۔ پس اے مومنو! اگر تم اللہ سے پیار کرتے ہو۔ تو اس نبی کی پیروی کرو۔ خدا تم سے پیار کریگا۔ اور اس کی اتباع میں اور اس کی پیروی میں کوشش کرو۔ اس کے حکموں پر عمل کرو اور جن باتوں سے وہ منع کرے ان سے اجتناب کرو اور اعمال صالح کثرت سے بجالاؤ تاکہ تمہارے اجر کے برابر اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اجر ہو اور تم اس بات کے قریب ہو جاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری شفاعت کریں۔ یہ سبب اسکے کہ آپ کو تمہارے اعمال کے سبب سے اجر ملتا ہے اور خیر کثیر میں سے یہ عطاء الہی ہے۔ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وعدہ دیا گیا ہے کہ آپ کی امت کی اصلاح کے واسطے ہمیشہ آپ کے خلفاء اور نائب آتے رہینگے۔ جو انہیں ان کے دین میں قوت عطا کرے۔ وہ دین جو خدا نے ان کے واسطے پسند کیا ہے اور خوف کے بعد ان کے واسطے پھر امن پیدا کر دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے مومنوں کو جو عمل صالح کریں۔ یہ وعدہ دیا ہے۔ کہ انہیں

ليستقلّهم في الارض وليكن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلهم من بعد خوفهم امناً - ولا يزال من امته قوم ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم ثم انظر في ومانا هذا فتن الرجال - من كثرة الخمر والهي جماع الاثر - وتبرج النساء وابداهن الزينة والنساء حبائل الشيطان - واعانت المييعين لقطاع الطريق واللصوص وكل من يؤخذ في القضايا الضابطه والحقوق ان مال اليهم وتوجه الحكام اليهم - واعطاهم الاموال لطامع كسل ومفسد لا يلقى للملازمة وانما هم بمدارس ودار العلوم والدينية فقط والمارستانات ثم دعوة المرضى الى التثليث والكفارة - وارسال الفتاة في بيوت الشرفاء وبنات مفاسد الحجاب مصائب كثرة الانواج - ثم ارسال الدعاء في الحفر والسفر والقرى والبادي والاسواق وتباثهم انبياء رغبة للخطباء والوعاظ - ونشرهم الوف الوف الصحف والرسائل في بيان معائب من ادنى جوامع الكلام صلى الله عليه وسلم واعطاهم امه مساجد القرى والريف لتعليمهم اناجيلهم -

زمین میں اپنا خلیفہ بنا دے گا۔ اور ان کے واسطے وہ دین قوی کرے گا۔ جو ان کے لئے پسند کیا ہے اور ان کے خوف کو امن کے ساتھ بدل دے گا۔ اور اس کی امت میں ہمیشہ ایسے آدمی ہوتے رہیں گے جو حق کو ظاہر کرتے رہیں گے ان کا مخالف انہیں کچھ ضرر نہ دے سکے گا۔ پھر دیکھو کہ اس زمانہ میں دجال کا فتنہ کتنا بڑھا ہوا ہے کس کثرت سے شراب پی جاتی ہے۔ وہ شراب بے بدیوں کی جامع ہے اور دیکھو کس طرح عورتیں زینت کرتی ہیں اور پھر اپنی زینت کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرتی ہیں حالانکہ عورتیں شیطانوں کی برتیاں ہیں۔ پھر دیکھو کہ سچی لوگ کس طرح ڈاکوؤں اور چوروں کی اور ایسے لوگوں کی جو مقدمات میں پھنس جاتے ہیں اس واسطے مدد کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کو چھوڑ کر عیسائی ہو جاویں اور حکام کی توجہ بھی انہی طرف ہوتی ہے اور دیکھو کس طرح وہ طمع کرنے والے سست اور مفلس کو جو کہیں نوکر رکھا جانے کے قابل نہ ہو اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور مدرسے بناتے ہیں اور دارالعلوم دینی قائم کرتے ہیں اور شفا خانے بناتے ہیں اور ان میں اس بہانے سے بیماروں کو تلیث اور کفارے کی تعلیم دیتے ہیں اور توجہ ان مسوں کو شریفوں کے گھروں میں بھیجتے ہیں جہاں کہ پردہ کے خلاف باتیں کہتی ہیں اور کثرت ازدواج پر عیب لگاتی ہوئی اس کے معائب بیان کرتی ہیں۔ پھر دیکھو کہ عیسائی کس طرح اپنے واعظ سفر میں اور حضر میں اور گاؤں اور جنگلوں میں اور بازاروں میں ہر جگہ بھیجتے ہیں اور اپنے لکچراروں اور منادوں کے واسطے بڑے بڑے بلند مکان بناتے ہیں۔ پھر دیکھو کہ وہ ہزاروں ہزار کتابیں اور رسالے شائع کرتے ہیں جن میں وہ خدا کے اس برگزیدہ نبی پر معائب گہرتے ہیں۔ جسے کامل کلام عطاء کیا گیا تھا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پھر دیکھو کہ گاؤں کی مساجد کے اماموں کو یہ لوگ تنخواہیں دیتے ہیں۔ تاکہ وہ انجیلوں کی تعلیم لوگوں کو دیں۔

منقول از اخبار ۲ - پارچ ۱۹۰۷ء

فصل - اس میں تفصیل کے واسطے ہے۔ کیا معنی جب ہم نے تجھے کو زبانی نعمت عطاء فرمائی ہے تو اب بعد اس کے تجھے چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے سحر میں نماز پڑھے اور قربانی دے۔ یافت ترتیب اور سبب کے لئے ہے جیسا کہ ایک جگہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ فوکنہ موسیٰ فقضی علیہ۔ فائدہ - اس سورہ شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز اور قربانی کا حکم ہوا ہے مگر ذکوۃ کا حکم نہیں ہوا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس مال جمع نہیں کرتے تھے۔

تحقیق دشمن تیرا وہی اتر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی دشمنی یہ تھی جو آپکی وعظ و تحذیر کی تردید کی گئی اور آپکی رسالت جو تعظیم الہی اور شفقت علی خلق اللہ کے لئے تھی اس کا انکار کیا گیا۔ اور آپ پر جو کتاب ہدایت کے لئے نازل ہوئی اس کو رد کیا گیا۔ بلکہ آپ کو کہا گیا کہ یہ صرف کہانیاں ہیں۔ جو تم پیش کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تمام بیانات اس کے لئے بشارت اور اندازہ تھے اور بعض نے کہا کہ یہ الہام الہی نہیں بلکہ صرف ایک انسان کا قول ہے کسی نے کہا کہ یہ ایک شاعر ہے جو شعر گوئی کرتا ہے اور کسی نے کہا کہ یہ ایک گاہن ہے جو کہانت کا کام کرتا ہے۔ اور کوئی بولا کسی انسان نے اس کو تعلیم کی ہے۔ پس یہ ایک سیلاب تھا۔ جو بہت بڑھ گیا تھا اور اس سے دادی مکہ بھر گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں میں سے جو کوئی تاجر کے ساتھ بڑھا اس نے اپنی بدبختی کا حصہ لیا اور اس کا بدلہ پایا خواہ وہ مکہ تھا یا مدنی تھا۔ خواہ ان پڑھ تھا۔ اور خواہ اہل کتاب میں تھا۔ خواہ عوام میں سے ہوا۔ خواہ شرفاء میں سے ہوا۔ سب نے اپنا بدلہ کافی پایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے اور آپ کے ساتھ عداوت کرنے والوں میں سے ہر ایک نے اپنی

ان شائستہ ہوا الابر۔ ومن اعظم شائستہ ردلا والكفر به وبما جاء به وجعل ما جاء به من الاساطير الاولين وانه سحر يثر۔ وانه قول البشر۔ او شعرا وكماتة او يعلم البشر۔ فھن اسبیل بلغ الزبى۔ وبہ طم الوادی القرطی۔ فمن تولى الكبر من شائستہ مكيا كان او مدنيا اميا كان او كتابيا وضيعا كان او شرافيا حصل له نصيبه وحظ من شناء ولا اعتبار به على قدر شئته وعداوتہ۔ انظر من ادعى قرطی وعاد مكة وسادات الوادی۔ واركان مدينة الذين كان الناس ادادوا ان يتوجههم ومكروا حتى

قالوا لیخرجن الاغرنها الاول - فجعل الله سبحانه
الخیر کلہ لہ صلی اللہ علیہ وسلم - تی قال ان تستقوا
فقد جاءکم الفتح وقال فی اموالہم فسینفقوها
ثم تكون علیہم حسرة ثم یضربون - فہل دئت لہم
من باقیة فتشباتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بل شافی خلقا نہ دلوا بہ - تر من کل خیر و ہذا ظاہر
لاخفافہ - مال الیہ اریث ابی جہل و ابن ابی بن
مول و ابی عامر الراحب الذی اسر نباء علی شفا
جوف ہار فانہا ربیعہ ناریجہم - وینک طریدا
شرید اوحیداً و ما حصل لمن خالف الصدیق
من العرب و من خالف الفاروق من کسری و عمل
قیصری و ملوک مصر و من خالف عثمان من اهل
افریقہ و خراسان و من خالف علیاً
ثم من خالف فی زماننا المبارک عبد المائتہ
الواحد عشر و ذعیہا و المہدی المعہد المسیح الموعود
کما عی - الاریۃ لیکھرام و شیطان النصارى ثم
وامثالہما کل اخذ بذنبہ

و کذا من دونہم کل شافی محمد رسول ابتر و
شافی خلقا نہ ابتر من کل خیر فی بطل دفع ذکرہ بل
ذکرہ بالخیر و ابتر اھلہ و مالہ اخر الدنیا و الاخرۃ
و ابتر حیوۃ و صحتہ و فرصتہ فلا ینقذ ہل فی الدنیا
و یتزود ہا الاخرۃ فما بقیت اذ نہ داعیۃ الخیر -
و بصیرۃ و بصیرہ ناظرۃ الی السنن الالہیۃ
لاذیاد الایمان و المعرفۃ و محبتہ اللہ و ابتر من
الانصار و الاعوان للاعمال الصالحۃ و ابتر من
ذایقہ حلاۃ الایمان و ان باشر فقلب من الاول
و الشوارد - و ہذا اجزاء من ثنائیہ بعض ما جاء بہ
صلی اللہ علیہ وسلم لاجل ہواہ و متبوعہ و شیخہ و
امیر و کبیرہ - و قد قال اللہ تعالیٰ - قل ان کنتم
تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ

فاعطیناک الکر و مقدمۃ و تسلیۃ تفیل قرۃ
فی قلبہ صلی اللہ علیہ وسلم و قلبہ خلفا نہ و ینزل
المحبین عن انفسہم لیمکنہم الاشتغال بالاقادار
علی تکفیر من خالفہم من جمیع العالم من کان و اھلہ
البراءۃ عن معبوداتہم فانظر الھیۃ العظیمۃ

قدر کے مطابق اور اپنی عداوت کے درجہ کے موافق اپنا کیا اور بویا اٹھایا اور ابتر ہوا۔ سرداران قریش کی طرف
دیکھو اور عمائد مکہ کی طرف نظر کرو اور اس وادی کے سرداروں کی طرف نگاہ کرو اور شہر کے ارکان کا
حال دیکھو۔ جن کو لوگ اپنی سرداری کا تاج دیتے تھے اور انھوں نے تدابیر کیں اور کہا کہ اس شہر کے
شرقاء ذیل لوگوں کو یہاں سے نکال دیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمام خیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
لئے کر دی اور دشمن محروم رہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم فتح چاہتے ہو۔ تو اب فتح تمہارے لئے آ
گئی ہے۔ اور ان کے اموال کے متعلق فرمایا کہ قریب ہے کہ وہ اپنے مال خرچ کرینگے۔ پھر وہ خرچ بھی ان
کے لئے موجب حسرت ہوگا اور وہ مغلوب ہو جائیں گے۔ پس کیا تو دیکھتا ہے کہ ان دشمنوں میں سے
کوئی باقی ہے۔ سو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن بلکہ آپ کے خلفاء راشدین اور آپ
کے نائبوں کے دشمن بھی ہر ایک نیکی سے ابتر ہوئے اور یہ امر ظاہر ہے۔ کوئی مخفی بات نہیں دیکھو ابو جہل
کا کیا انجام ہوا اور ابن ابی بن سول نے کیا نتیجہ پایا اور پادریوں کے لارڈ بشپ ابو عامر کو دیکھو جس نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں سارا زور خرچ کیا اور آگ کے گڑھے کے کنارے پر بڑی بنیاد کھڑی کی
اور پھر اسی آگ میں گر آیا گیا اور اکیلا آوارہ بیس ویرانوں کے اندر ہلاک ہو گیا پھر دیکھو کہ ان لوگوں کا کیا حال
ہوا جنھوں نے اہل عرب میں سے خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی اور پھر ان کا کیا حال ہوا جنھوں
نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیا اگرچہ وہ بڑی سلطنتوں کے قیصر اور کسری تھے اور مصر کے ملک کاوشا
تھے اور پھر ان اہل افریقہ اور اہل خراسان کو کیا حاصل ہوا جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی تھی
اور پھر انھوں نے کیا پایا جنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی اور ان کا کیا حال ہوا جنھوں نے معاویہ و یزید بنو امیہ
کی تحقیر کی۔

پھر اسکی مثال زمانہ حال میں موجود ہو دیکھو کہ ان لوگوں کا حال ہو رہا، جنھوں نے ہمارے اس مبارک زمانہ میں چودھویں صدی
کے مجدد اور متکفل مہدی مہود اور مسیح موعود کی مخالفت کی مثال میں آریہ لیکھرام کو دیکھو اور نصاریٰ کے شیطان اہتم
کو دیکھو اور یو دیانہ کے سعد ابتر کو دیکھو ہر ایک اپنے گناہوں کے لئے میں پھڑک گیا اور اپنے بدلے کو بانہوا لہوا۔
اور انھیں سوا اور بھی سب دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ کے خلفاء کے ہر ایک چیز سے ابتر اور بے نصیب
ہیں اور ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہونا بند ہو جاتا ہے اور ان کا اہل اور مال سب ابتر ہو جاتا ہے اور دین و دنیا میں نقصان
پذیر ہوتا ہے انھی حیاتی اور انھی صحت اور انھی فرصت سب ابتر ہوتی ہیں وہ ان چیزوں سے نہ دنیا میں فائدہ اٹھا
سکے اور نہ دین میں۔ انھیں کان ایسے نہیں رہتے کہ وہ خیر کی بات سن سکیں۔ اور نہ انھیں ایسی بصیرت نصیب ہوتی ہے
کہ اللہ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی محبت معرفت اور ایمان میں ترقی کر سکیں اور وہ اس بات سے محروم رکھے جاتے ہیں کہ
ان کا کوئی ناصر اور مددگار انھیں اعمال صالح میں سے ہو اور اس بات سے محروم ہوتے ہیں کہ ایمان کی شیرینی کو چکھ سکیں اور
اگرچہ وہ لوگوں میں آمین باہم ان کا دل جنگل میں بھاگے ہوئے آوارہ کی طرح اکیلا ہوتا ہے ہی جزاء ان لوگوں کو ہمیشہ ملی۔
جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ وحی کے ساتھ عداوت کی اور اپنی حرص و ہوا کی پیروی کی سب
حال یہی ہوا خواہ وہ بڑا اٹھایا چھوٹا تھا امیر تھا یا غریب تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو کہہ دو کہ اگر تم
اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا تمہارے ساتھ محبت کریگا۔

پس ہم نے تجھے کوثر عطا کی ہے پہلے سے اور تسلی کے لئے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو اور آپ
کے خلفاء کے دل کو قوت ملی اور انھیں نفسوں سے کمزوری کو دور کیا گیا تاکہ انھیں اس امر پر قوت عطا کی جائے کہ اپنے
مخالفوں کی تحقیر کریں خواہ وہ دنیا جہان میں کوئی ہو اور کہیں ہو اور انھیں قصبوں سے بیزاری کا اظہار کریں
پس دیکھو کہ یہ کتنی بڑی بخشش ہے۔ جو بڑے صاحب بخشش کی طرف سے انھیں حصہ میں آئی۔ اور اس
میں شک نہیں کہ اس موبہبت کی عظمت اس ذات کی قدر کے مطابق ہے جو مہدی عظیم ہے

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے رس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

بقیۃ سورۃ الکواثر

(گدشتہ اشاعت سے آگے)

پس اللہ کی کتاب کے بعد تم کس کتاب کو چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی سنت کے بعد تم کس سنت کی پیروی کرتے ہو۔ ہم نے تمہارے دلائل اور تمہارے دلائل دیکھے ہیں۔

اور ہم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اور اس کے رسول کی سنت میں تدبر کیا ہے۔ پس ہم نے کوئی شے اس سے بہتر نہیں پائی۔ جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے وہ بڑی سے بڑی دعا نکالو۔ جس کے معنی تم جانتے ہو۔ مگر کوئی دعا تم فاتحہ کی مانند پاؤ گے اور نہ کوئی تعوذ تم معوذتیں کے برابر پاسکونگے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ میں قسم کھاتا ہوں کہ ہرگز نہ پاؤ گے۔

دلائل الخیرات تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی کتاب ہی ہے اور قطع کرنے والی تلوار اللہ تعالیٰ سبحانہ کی تلوار ہے اور غنی کرنے والی تو اللہ تعالیٰ ہی کی کلام مغنی ہے بلکہ تمہارے پاس تو اس کے قریب بھی نہیں جو کہ اب نے ایک قول گھڑا تھا اور کہا تھا ہم نے تجھے ہی عطاء کئے ہیں پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور ہجرت کر تیرا نبض تڑپ جائے گا۔ اس میں الفاظ اور ترتیب اسی سورت سے نقل کی گئی ہے اور بے موقع و محل الفاظ لگا کر ایک سورۃ بنالی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کیا ان کے واسطے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر ایک کتاب نازل کی ہو جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ اس میں مومنوں کے واسطے رحمت اور نصیحت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور مدد اور قوت اور احسان کے ساتھ تفسیر سورہ کوثر کا حصہ پورا ہوا۔ جو حضرت مولوی نور الدین صاحب کی قلمی مسودہ سے نقل کیا گیا اور ترجمہ کیا گیا ہے اور ترجمہ کر کے آپ کو دکھالیا گیا ہے۔

والحمد للہ رب العالمین

منقول از اخبار بدر - ۱۱ - اپریل ۱۹۰۷ء

من الواهب العظیم ولا شک ان لذة الحبۃ علی قدر المہدی العظیم۔ فای کتاب بعد اللہ تبخون دای سنت بعد سنن اللہ تقعدون۔ دآینا ولا تلکم واورادکم ووظائفکم۔

وتدبرنا کتاب اللہ وسنتہ ورسولہ فما وجدنا شئی فہما عندکم ینفد وما عند اللہ باق۔ فہل ادعیتکم ولو کان الدعاء الکبیر الذی تعرفون معاً ولا یعرف احد من ائمتکم کمثل الفاتحۃ او تعوذتکم کالتعوذ بالمعوذتین۔ لا دالہ بل کلا واللہ دلائل الخیرات کتاب اللہ جل وعظا شانہ والسیف القا

سیف اللہ سبحانہ والمغنی کلام اللہ المغنی بل ما عندکم لیس یقرب بقول الکذاب۔ انا اعطیناک الجاہر فصل لربک دہاجران مبغضک رجل کافران الالفاظ والترتیب فیہا اخذ من ہذہ السورۃ

قال اللہ تعالیٰ اولم یرکبہم انا انزلنا المیک الکتاب قتلتہ علیہم ان فی ذلک لرحمتہ وذکر لقریم یؤمنون تمت بحمد اللہ وحولہ وقوتہ ومنعہ احسانہ والحمد للہ رب العالمین۔

یہی ایک بڑی دلیل ان ادیان کے باطل ہونے کی ہے کہ ان کے درمیان کوئی ایسا شخص ہو ہی نہیں سکتا۔ جو اس درجہ پر پہنچ سکے۔ کہ خدا کی ہمکلامی کا شرف اس کو حاصل ہو۔ گویا وہ سب دین مردہ ہیں۔ جیسا کہ انجیل مذہبی زبان میں مردہ ہو چکی ہیں اور اب دنیا میں کہیں منکرت اور عجزانی نہیں بولی جاتی۔ ایسا ہی ان کے نزدیک خدا نے بھی اب بولنا چھوڑ دیا ہے غیر مذاہب

عیسائی اور آریہ اور برہمہ اور ہندو اور دیگر تمام مذاہب کے لوگ تو اس بات کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ الہام الہی کا سلسلہ اب منقطع ہو چکا ہے اور دنیا میں کوئی ایسا شخص ہو ہی نہیں سکتا۔ جس پر اب خدا تعالیٰ کی وحی نازل ہو سکے اور خدا تعالیٰ اس سے کلام کرے۔

حضرت مولوی نور الدین صاحب کی مؤلفہ عربی تفسیر سورہ کوثر بمعہ ترجمہ ساری لکھی جا چکی ہے۔ جو تفسیر کے تمام لوازمات کو اپنے اندر لئے ہوئے اور مفصل ہے اس واسطے تشریح الفاظ و معانی اور مطالب پر زیادہ تحریر کی ضرورت نہیں اور چند ایک باتیں جو اس سورہ شریف کے تحت میں مناسب حال معلوم ہوتی ہیں لکھ کر اس کو ختم کیا جاتا ہے۔

کے لوگوں کے عقائد میں تو یہ بات داخل ہی تھی مگر افسوس ہے کہ بہت سے نادان مسلمان بھی جو حقیقت اسلام سے ناواقف ہیں یہی عقیدہ رکھتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ایسے عقیدے کے ساتھ وہ اسلام کی سخت دشمنی کرتے ہیں یہ عقیدہ فاسدہ سورہ کوثر کے مفہوم کے بالکل برخلاف ہے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند ابراہیم جو حضرت ام المومنین ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھا فوت ہوا تو عرب کے کفار نے خوشی منائی اور کہا کہ یہ شخص اتر رہا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ شریف نازل فرمائی کہ اس نبی کو کوثر عطا کیا گیا ہے اور یہ کوثر کالفظ حاوی ہے۔ ان تمام باتوں پر جو دین و دنیا کے امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے تھے۔ اور انہی میں اولاد رحمتی ہے۔ جو کہ آپ سے فیضیاب ہو کر ہر زمانہ میں اس اعلیٰ کمال تک پہنچتی رہی ہے اور آئندہ پہنچتی رہے گی کہ اللہ تعالیٰ کے مکالمات سے بہرہ ور ہو رہی ہیں ہے جو دین اسلام کو ہمیشہ زندہ رکھتی ہے وہ دین ہی کیا ہے۔ جو پہلے ہی یہ کہہ کر انسان کی مکر و فریب سے اس کے ذریعہ سے کوئی شخص خدا رسیدہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔ اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ کی وفات کے بعد اس امت میں فساد اور فتنوں کے وقت میں ایسے مصلح آتے رہتے ہیں۔ جن کو انبیاء کے کئی کاموں میں سے یہ ایک کام سپرد ہوتا ہے کہ وہ دین حق کی طرف دعوت کریں اور ہر ایک بدعت جو دین سے مل گئی ہو۔ اسکو دور کریں اور آسمانی روشنی پا کر دین کی صداقت ہر ایک پہلو سے لوگوں کو دکھلا دیں اور اپنے پاک نمونہ سے لوگوں کو سچائی اور محبت اور پاکیزگی کی طرف کھینچیں۔

اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ

اس زمانہ میں

وآلہ وسلم کے دین کی عزت کو قائم کوثر کا ثبوت کرنے کے واسطے اور اس کوثر کا بین ثبوت دنیا کے سامنے پیش کرنے کے واسطے

جو آپ کو عطا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مسیح موعود کو پیدا کر دیا۔ جو متواتر نشانات اور کرامات اور خوارق و کھاکر تمام دنیا پر اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سچائی کے واسطے ایسی حجت قائم کر رہا ہے۔ جس کی نظیر پہلوں میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ اس کے ہاتھ پر جو معجزات دکھائے جا رہے ہیں وہ کسی خاص ملک تک محدود نہیں رہے بلکہ تمام دنیا پر وہ احاطہ کر رہے ہیں۔ کیا یورپ اور کیا امریکہ اور کیا ایشیاء اور کیا افریقہ کوئی اس کے دعوے اور اس کے دعوے کے دلائل کے سننے سے اور اس کے نشانات کے دیکھنے سے خالی نہیں رہا یہ سب اس واسطے ہے کہ حضرت سردار انبیاء خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو دنیا میں قائم کیا جائے اور آپ کے مخالفین ہلاکت کا منہ دیکھیں اس کوثر کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور ہر زمانہ میں ضرورت کے وقت ایسے آدمی ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے۔ جو دنیا کے سامنے اسلام کی صداقت کے ثبوت میں معجزات دکھاتے رہیں گے۔

بعض لوگ سبب نادانی کے یہ صحت صادقین کی ضرورت کہا کرتے ہیں کہ جب کہ قرآن اور احادیث ہمارے پاس موجود ہیں تو وہ کافی ہیں اور ان کے ہوتے کسی مصلح کی ضرورت نہیں سوائے ایسے لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ ایسا کہنا خود مخالفت تعلیم قرآن ہے کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔

”و کو ذامع الصادقین“

اور صادق وہ ہیں جنہوں نے صدق کو علی وجہ البصیرت شناخت کیا اور پھر اس پر دل و جان سے قائم ہو گئے اور یہ اعلیٰ درجہ بصیرت کا مجر اس کے ممکن نہیں کہ سماوی تائید شامل حال ہو کر اعلیٰ مرتبہ حق یقین تک پہنچا دیوے۔ پس ان معنوں کے صادق حقیقی انبیاء اور رسل اور محدث اور اولیاء کاملین مکملین ہیں جن پر آسمانی روشنی پڑی اور جنہوں نے خدا تعالیٰ کو اسی جہان میں یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیا اور

آیت موصوفہ بالا بطور اشارت ظاہر کر رہی ہے کہ دنیا صادقوں کے وجود سے کبھی خالی نہیں ہوتی۔ کیونکہ دوام حکم کو ذامع الصادقین دوام وجود صادقین کو مستلزم ہے علاوہ اس کے مشاہدہ صاف تبلا رہا ہے۔ کہ جو لوگ صادقوں کی صحبت سے لاپرواہ ہو کر عمر گزارتے ہیں۔ ان کے علوم و فنون جسمانی جذبات سے ان کو ہرگز صاف نہیں کر سکتے اور کم سے کم اتنا ہی مرتبہ سلام کا کہ دلی یقین اس بات پر ہو کہ خدا ہے انکو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا اور جس طرح وہ اپنی اس دولت پر یقین رکھتے ہیں جو ان کے صند و قوں میں بند ہو یا اپنے ان مکانات پر جو ان کے قبضہ میں ہوں ہرگز انکو ایسا یقین خدا تعالیٰ پر نہیں ہوتا وہ سم الفار کھانے سے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ وہ یقیناً جانتے ہیں کہ وہ ایک زہر مہلک ہے۔ لیکن گناہوں کی زہر سے نہیں ڈرتے حالانکہ ہر روز پڑھتے ہیں۔ انہ من یات ربہ بحر ما فان لہ جہنم لا یوت فیہا ولا یحیٰ۔ پس سچ تو یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کو نہیں پہچانتا وہ قرآن کو بھی نہیں پہچان سکتا ہاں یہ بات بھی درست ہے کہ قرآن ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے مگر قرآن کی ہدایتیں اس شخص کے وجود کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جس پر قرآن نازل ہوا یا وہ شخص جو منجانب اللہ اس کا قائم مقام ٹھہرایا گیا اگر قرآن اکیلا ہی کافی ہوتا تو خدا تعالیٰ قادر تھا کہ قدرتی طور پر درختوں کے پتوں پر قرآن لکھا جاتا یا لکھا لکھا یا آسمان سے نازل ہوتا مگر خدا تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ قرآن کو دنیا میں نہیں بھیجا۔ جب تک معلم القرآن دنیا میں نہیں بھیجا گیا تو انکیم کو کھول کر دیکھو کتنے مقام میں اس مضمون کی آیتیں ہیں کہ یعلمہم الکتاب والحکمۃ یعنی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن اور قرآنی حکمت لوگوں کو کھلا رہا ہے۔ اور ہر ایک جگہ اور فرماتا ہے۔ لا یحسبوا المطہرون۔ یعنی قرآن کے حقائق و دقائق ان ہی پر کھلتے ہیں جو پاک کئے گئے۔ پس ان آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے سمجھنے کے لئے ایک ایسے معلم کی ضرورت ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پاک کیا ہے اگر قرآن کے سمجھنے کے لئے معلم حاجت نہ ہوتی تو ابتدائی زمانہ میں بھی نہ ہوتی اور

یہ کہنا کہ ابتداء میں تو حل مشکلات قرآن کے لئے معلم کی ضرورت تھی لیکن جب حل ہو گئیں تو اب کیا ضرورت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حل شدہ بھی ایک مدت کے بعد پھر قابل حل ہو جاتے ہیں ماسوا اس کے امت کو ہر ایک زمانہ میں نئی مشکلات بھی تو پیش آتی ہیں۔ اور قرآن جامع جمیع علوم تو ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی زمانہ میں اس کے تمام علوم ظاہر ہو جائیں بلکہ جیسی جیسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے ویسے ویسے قرآنی علوم کھلتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کی مشکلات کے مناسب حال ان مشکلات کو حل کرنے والے روحانی معلم بھیجے جاتے ہیں جو وارث رسل ہوتے ہیں۔ اور ظلی طور پر رسولوں کے کمالات کو پاتے ہیں اور جس مجد کی کارروائیاں کسی ایک رسول کی منصبی کارروائیوں سے شدید مشابہت رکھتی ہوں وہ عند اللہ اسی رسل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

اور نئے معلموں کی وجہ سے بھی ضرورت پڑتی ہے کہ بعض حصے تعلیم قرآن شریف کے از قبل حال میں نہ از قبیل قلیل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پہلے معلم اور اصل وارث اس تخت کے ہیں حالی طور پر ان وقایق کو اپنے صحابہ کو سمجھایا ہے۔ مثلاً خداوند تعالیٰ کا یہ کہنا کہ میں عالم الغیب ہوں اور میں عجیب الدعوات ہوں اور میں قادر ہوں اور میں دعاؤں کو قبول کرتا ہوں اور طالبوں کو حقیقی روشنی تک پہنچاتا ہوں اور میں اپنے صادق بندوں کو الہام دیتا ہوں اور جس پر چاہتا ہوں اپنے بندوں میں سے اپنی روح ڈالتا ہوں۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ جب تک معلم خود ان کا نمونہ بن کر نہ دکھلاوے۔ تب تک یہ کسی طرح سمجھ میں ہی نہیں آ سکتیں۔ پس ظاہر ہے کہ صرف علماء جو خود اندھے ہیں ان تعلیمات کو سمجھا نہیں سکتے بلکہ وہ تو اپنے شاگردوں کو ہر وقت اسلام کی عظمت سے بدظن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ باتیں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں اور انہی ایسے بیانات سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ گویا اسلام اب زندہ مذہب نہیں اور اسکی حقیقی تعلیم پانے کے لئے اب

کوئی بھی راہ نہیں لیکن ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے لئے یہ ارادہ ہے کہ وہ ہمیشہ قرآن کریم کے چشمہ سے ان کو پانی پلا دے تو بے شک وہ اپنے ان قوانین قدیمہ کی رعایت کرے گا جو قدیم سے کرتا آیا ہے۔ اور اگر قرآن کی تعلیم صرف اسی حد تک محدود ہے جس حد تک ایک تجربہ کار اور لطیف الفکر فلاسفہ کی تعلیم محدود ہو سکتی ہے اور آسمانی تعلیم جو محض حال کے نمونہ سے سمجھائی جاتی ہے اس میں نہیں تو پھر نعوذ باللہ قرآن کا آنا لا حاصل ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اگر کوئی ایک دم کے واسطے بھی اس مسئلہ میں فکر کرے کہ انبیاء کی تعلیم اور حکیموں کی تعلیم میں بصورت فرض کرنے صحت ہر دو تعلیم کے مابہ الامتیاز کیا ہے تو بجز اس کے اور کوئی مابہ امتیاز قرار نہیں دے سکتا کہ انبیاء کی تعلیم کا بہت سا حصہ فوق العقل ہے۔ جو بجز حالی تعلیم اور تعلیم کے اور کسی سے سمجھ ہی نہیں آ سکتا اور اس حصہ کو وہی لوگ دل نشین کر سکتے ہیں جو صاحب حال ہوں۔ مثلاً ایسے ایسے مسائل کہ اس طرح پرفرشتہ جان نکالتے ہیں اور پھر یوں آسمانوں پر لے جاتے ہیں اور پھر قبر میں حساب اس طور سے ہوتا ہے اور ہیبت ایسا ہے اور دوزخ ایسا اور پکصراط ایسا اور عرش الہی کو چار فرشتے اٹھا رہے ہیں اور پھر قیامت کو آٹھ اٹھائیں گے اور اس طرح پر خدا اپنے بندوں پر وحی نازل کرتا ہے یا مکاشفات کا دروازہ انہیں کھولتا ہے یہ تمام حالی تعلیم ہے اور مجرد قیل و قال سے سمجھ نہیں آ سکتی اور جب کہ یہ حال ہے تو پھر میں دوبارہ کہتا ہوں کہ اگر اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کے لئے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس کی کتاب کا یہ حصہ تعلیم ابتدائی زمانہ تک محدود نہ رہے تو بے شک اس نے یہ بھی انتظام کیا ہو گا کہ اس حصہ تعلیم کے معلم بھی ہمیشہ آتے رہیں کیونکہ حصہ حالی تعلیم کا بغیر قسط ان معلموں کے جو مرتبہ حال پر پہنچ گئے ہوں ہرگز سمجھ نہیں آ سکتا اور دنیا ذرہ ذرہ پر بہت ٹھوکریں کھاتی ہے۔ پس اگر اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے معلم

نہیں آئے۔ جن میں ظلی طور پر نور نبوت تھا تو گویا خدا تعالیٰ نے عہد قرآن کو ظاہر کیا کہ اس کی حقیقی اور واقعی طور پر سمجھنے والے بہت جلد دنیا سے اٹھائے۔ مگر یہ بات اس کے وعدہ کے برخلاف ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون

یعنی ہم نے ہی قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے رہیں گے اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ اگر قرآن کے سمجھنے والے ہی باقی نہ رہے اور اس پر یقینی اور حالی طور پر ایمان لانے والے زاویہ عدم میں مخفی ہو گئے تو پھر قرآن کریم کی حفاظت کیا ہوئی۔ کیا حفاظت سے یہ مراد ہے کہ قرآن بہت سے خوشخط نسخوں میں تحریر ہو کر قیامت تک صندوقوں میں بند ہو گا جیسے بعض مدفون خزانے۔ گو کسی کے کام نہیں آتے مگر زمین کے نیچے محفوظ پڑے رہتے ہیں۔ کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت سے خدا تعالیٰ کا یہی نشا ہے۔ اگر یہی نشا ہے تو ایسی حفاظت کوئی کمال کی بات نہیں۔ بلکہ یہ تو ہنسی کی بات ہے۔ اور ایسی حفاظت کا موصوفہ پر لانا دشمنوں سے ٹھٹھا کرنا ہے کیونکہ جب کہ علت غائی مفقود ہو تو ظاہری حفاظت سے کیا فائدہ ممکن ہے کہ کسی گڑھے میں کوئی نچہ انجیل یا توریت کا بھی ایسا ہی محفوظ پڑا ہو اور دنیا میں تو ہزار ہا اس قسم کی کتابیں پائی جاتی ہیں کہ جو یقینی طور پر بغیر کسی کمی بیشی کے کسی مؤلف کی تالیف سمجھی گئی ہیں تو اس میں کمال کیا ہوا اور امت کو خصوصیت کے ساتھ فائدہ کیا ہو چکا گو اس سے انکار نہیں کہ قرآن کی حفاظت ظاہری بھی دنیا کی تمام کتابوں سے بڑھ کر ہے اور خارق عادت بھی۔ لیکن خدا جس کی روحانی امور پر نظر ہے ہرگز اس کی ذات کی نسبت بہ گمان نہیں کر سکتے کہ اتنی حفاظت سے مراد صرف الفاظ اور حروف کا محفوظ رکھنا ہی مراد لیا ہو حالانکہ ذکر کا لفظ بھی صریح گواہی دے رہا ہے کہ قرآن بحیثیت ذکر ہونے کے قیامت تک محفوظ رہے گا اس کے حقیقی ذکر ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے۔

درس قرآن شریف

اس سلسلہ میں پانچ سورتوں کی تفسیر اخبار بدرد میں چھپ چکی ہے۔ الناس - الفلق - الاخلاص - تبت - النصر - النصر کی تفسیر لکھنے کے بعد چند ہفتوں کے اخبار میں تفسیر نہیں چھپ سکی جس کا سبب کچھ تو اخبار کی مالی اور انتظامی حالت کے بعض مشکلات میں مصروفیت ہوا اور پھر ایک امر یہ درپیش آیا کہ حضرت اقدس ۴ ریح موعود کی مجلس سے بعض تحریکات نے مجھے خائف کیا کہ تفسیر قرآن ایک اہم ذمہ داری کا کام ہے اور میں اپنے میں اس کام کے واسطے نہ علمی لیاقت رکھتا ہوں اور نہ عملی طاقت۔ مذکورہ بالا سورتوں کی جس قدر میں نے تفسیر لکھی ہے اس کے واسطے معلومات کا ذخیرہ میں نے اس طرح سے ہم پہنچایا۔ اول کتب احادیث کے اس حصہ کو دیکھنا جس میں آیات قرآنی کی تفسیر ہو۔ دوم۔ پورانی عربی تفاسیر کو پڑھنا۔ مثلاً تفسیر کبیر۔ فخر رازی۔ تفسیر روح المعانی۔ تفسیر کشاف۔ سوم بعض اردو تفاسیر کا مطالعہ کرنا جیسا کہ تفسیر لطائف البیان اور اعظم التفاسیر۔ چہارم۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے درس قرآن سے لکھی ہوئی اور سنی ہوئی یادداشتوں سے فائدہ حاصل کرنا۔ پنجم۔ خود حضرت ریح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اگر ان آیات کے متعلق کبھی کبھی لکھا یا فرمایا ہوگا اور معلوم ہو تو اس کو شامل کرنا۔ اس کے علاوہ خود بہت دعا اور توبہ کے بعد میں یہ تفسیر لکھتا رہا ہوں اور لکھنے کے بعد سورۃ الناس حضرت مولوی نور الدین صاحب کو دکھا بھی لی گئی تھی مگر باقی سورتوں میں یہ التزام نہیں ہو سکا۔ باوجود اس قدر احتیاط کے میں پھر بھی بہت ڈرا اور دعا کی۔ بعد میں نے حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب سے اس معاملہ میں مشورہ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ تفسیر لکھنی چاہیے اور چھپنے سے پہلے مضمون مجھے دکھلا لیا کرو۔ اس کے بعد زیادہ تشفی کے واسطے میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض لکھا۔ جس میں اپنی علمی اور عملی کمزوریوں کا ذکر کیا اور تفسیر کے متعلق خریداروں کے عشق کا بھی اظہار کیا اور اس معاملہ میں حضور علیہ السلام کا حکم دریافت کیا۔ حضور نے اس عرض کے جواب میں تحریر فرمایا السلام علیکم۔ بہت بہتر ہے اس سے لوگوں کو نفع پہنچتا ہے مگر ضروری ہے کہ مولوی صاحب کو دکھلا لیا کریں تاکہ غلطی نہ ہو جاوے۔ والسلام۔ مرزا غلام احمد اس طرح حضرت اقدس کی اجازت کے بعد میں نے پھر یہ سلسلہ شروع کیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہوں کو معاف فرمائے میری کمزوریوں کو دور کرے اور مجھے اپنے فضل و کرم سے اپنی پاک کلام کا فہم اور اس پر عمل عطا فرمائے اور اس تفسیر کو قبولیت عطاء فرمائے اور اس کو لکھنے والے اور پڑھنے والوں کے واسطے اپنی رضا مندیوں کے حصول کا ذریعہ بنائے اور ان کے علم اور معرفت اور عمل صالح میں ترقی عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین

سورۃ کافرون

اللہ

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ساتھ نام اللہ کے بخشے والا مہربان

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبَادُونَ مَا أَعْبُدُ ۝

کہ اے کافرو! میں نہیں عبادت کرتا اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم عبادت کرو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں

وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عِبَادُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِينُكُمْ وَآلِي دِينِ ۝

اور نہ میں عبادت کرتا ہوں اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارا دین تمہارے لئے میرا

پیدا فٹ نوٹ۔ ال کے معنی میرے کافر۔ شکر۔

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے رس قرآن شریف نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ -

بقیہ سورہ کافرون

ترجمہ یا محاورہ تفسیری اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کو شروع کیا جاتا ہے۔ جس کی رحمت بلا مبادلہ سب کے واسطے عام ہے اور جو نیک عمل کرنے والوں کے واسطے انعام اور بدی کرنے والوں کو سزا دیتا ہے۔ کہہ دے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ سوائے میرے منکر و۔ میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم کرتے ہو اور جس معبود (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم نہیں کرتے اور مجھ سے تم یہ امید نہ رکھو کہ کبھی تمہارے معبودوں کی عبادت کروں اور تمہاری حالت ایسی ہے کہ تم میرے معبود کی عبادت کرنے والے نظر نہیں آتے اس قدر اختلاف کے بعد اب فیصلہ آسان ہے کہ تم اپنے دین پر ہو اور میں اپنے دین پر ہوں۔ نتیجہ خود ظاہر ہو جائے گا۔

یہ سورہ شریف مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس میں چھ آیتیں اور پچھتیس الفاظ اور ننانوے حروف ہیں۔

سب سے اول میں اس جگہ حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب کی تحریر فرمودہ عربی تفسیر زیر تالیف بمعہ ترجمہ اردو اس جگہ لکھتا ہوں جو کہ پینے صاحب موصوف کے عربی قلمی مسودہ سے نقل کی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سورہ کافرون۔ مکیہ۔ جبرانی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قریش نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ ہم آپ کو اتنا مال دیتے ہیں کہ آپ مکہ میں سب سے بڑے دولت مند ہو جائیں اور جس عورت کو آپ پسند کریں اسکے ساتھ آپ کا نکاح کر دیتے ہیں یہ سب کچھ آپ لیں اور ہمارے معبودوں کی برائی بیان کرنے سے رک جائیں اور انجو بدی کے ساتھ یاد کریں اور اگر آپ کو یہ بات منظور نہیں تو ہم ایک اور بات پیش کرتے ہیں اور اس میں آپ کی بہتری ہے آنحضرت نے فرمایا بتاؤ وہ کیا ہے تو کہنے لگے ایسا کرو کہ ایک سال آپ ہمارے بتوں کی پوجا کرو اور پھر ایک سال ہم آپ کے معبود کی پرستش کریں گے۔ حضرت نے فرمایا پھر جاؤ اس کا جواب میں خدا سے پا کر میں تم کو بتاؤں گا پس یہ وحی الہی نازل ہوئی کہ اے میرے منکر و الخ اور یہ آیت نازل ہوئی۔ قل افعی اللہ جس کا ترجمہ یہ ہو کہ انکو کہہ دو کہ اے جاہلو کیا تم مجھے یہ کہتے ہو کہ اللہ کے سوائے کسی اور کی عبادت کروں

اور تجھ پر اور تجھ سے پہلوں پر یہ وحی نازل ہو چکی ہے کہ اگر تو خدا کے ساتھ شرک کریگا تو تیری تمام محنت بیکار ہو جائے گی اور تو نقصان پائیوں میں ہو گا بلکہ ایک سال ہی معبود ہے اسی کی عبادت کر اور قدر دانوں میں سے بن۔

مسلم اور بیہقی نے اپنی کتاب میں حضرت ابی ہریرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فجر کی دو رکعتوں (سنتوں) میں قل یا ایہا الکفرون اور سورہ اخلاص پڑھی تھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سورہ الکفرون۔ مکیہ۔ اخراج الطبرانی وابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان قریشاً دعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ان یعطوہ ما لا ینکون اغنی رجل بمکہ ویزوجہ ما اراد من النساء فقالوا ہذا لک یا محمد وکف عن شتم الھتنا ولا تذکر الھتنا بسوء فان لم تفعل فانا نعرض علیک حصلاً واحداً و لک فیھا صلحہ۔ قال ما ہی قالوا تعبد الھتنا سنۃ و نعبد الھک سنۃ۔ قال حتی النظر ما یتنبی من ربی فناء الوحی من عند اللہ۔ قل یا ایہا الکفرون لا اعبد ما تعبدون۔

وانزل اللہ قل افعی اللہ تا مرقعہا الیہا الجاہلون ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک ان اشركت لیحبطن عملک و لتکونن من الخاسرین بل اللہ فاعبد و کن من الشاکرین و اخراج مسلم و البیہقی فی سننہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فی رکعتی والفجر۔ قل یا ایہا الکفرون

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دو رکعت سنت کے سوائے مغرب کی دو رکعت سنت میں بھی یہ سورہ شریف میں میں بار پڑھی ہے اس میں کفار اور ان کے کفر سے بے زاری پورے طور پر ظاہر کی گئی ہے۔ اڈیٹر

سورہ حضرت مولانا صاحب کی تالیف عربی میں ہے۔ ترجمہ پینے خود کیا ہے۔ لیکن مولانا صاحب موصوف کو دکھایا گیا ہے۔ اڈیٹر

منقول از اخبار بدر - ۲۴ جنوری ۱۹۳۷ء

(منقول از قلمی نسخہ تفسیر القرآن مؤلفہ حضرت مولوی نور الدین صاحب)

ایسے سے جو عبارت مثلاً نحوی مسائل کے متعلق عام فہم نہ تھی وہ چھوڑ دی گئی ہے

عام سنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ اپنی کتاب حکیم قرآن کریم میں جہاں کہیں کفار کا ذکر کرتا ہے تو الذین کفروا اور کفر کے فرماتا ہے لیکن اس کی بجائے اس سورہ شریف میں الذین کفروا نہیں فرمایا بلکہ یوں فرمایا کہ یا ایہا الکفرون۔ اے کافرو! اس کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ کفر واصیغہ ماضی میں ہے۔ اور انقطاع پر دلالت کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یا ایہا الکفرون۔ اے کافرو! فرما کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ بلکہ صاف تصریح کر دی ہے کہ یہ مخاطب ایسے کافر ہیں کہ صفت کفر ان کے لازم حال ہو گئی ہے۔ ایسی حالت سے خدا تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

لا اعب۔ میں تمہارے بتوں کی نہ اب پوچھا کرتا ہوں اور نہ آئندہ کرونگا اس جگہ بتوں کی عبادت کی نفی حرف لا کے ساتھ کی گئی ہے کیونکہ حرف لا کی نفی حال اور استقبال ہر دو پر مشتمل ہے نہ اب اور نہ آئندہ۔ مانتعبہ۔ جو کچھ تم عبادت کرتے ہو۔ ما۔ اسم مبہم ہے اور مشرکوں کے معبودوں کے ابہام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ مشرک اپنی خواہش بے جا کے سبب خود اپنے اندر ایک شک و شبہ میں پڑا ہوا ہے اور ہر روز نیابت اپنے لئے تراشتا ہے اور اس کا عقیدہ مگر ٹی کے جالے کی طرح بودہ اور کمزور ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات طیبہ اور مبارک کے متعلق غیر اللہ کی عبادت بڑی آری اس جگہ حال اور استقبال میں دوبارہ کر کے جو بیان کی گئی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے معصوم ہیں کہ ان کی حالت میں بھی اور اخلاف اور بدی کی طرف تبدیلی واقع ہو۔ پس ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معبود زمانہ گذشتہ میں بھی ایک خدا ہی تھا اور اب بھی وہی ہے اور آئندہ بھی وہی ایک ہو گا۔ برخلاف مشرکین کے یہ حالت ہے۔

لکم دینکم۔ تمہارے لئے پہلے اور نتیجہ ہے اس کا جو کچھ کہ تم عبادت کرتے ہو۔ شرک ایک قبیح رجز ہے پس پہلے کفار کے حصہ کا ذکر کیا گیا کہ کفار کو غیر اللہ کی پرستش کا حصہ مل رہے گا۔ توحید سے اخراجات اور بتوں کی پرستش کا انجام تم پر ظاہر ہو گا اور جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کے رجز پر اور رجز بڑھتا ہے اور وہ حالت کفر میں ہی مر جاتے ہیں۔

اور میرے لئے میرا دین۔ اس سورہ شریف کا اول اس کے آخر سے مطابق ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں واحد خدا کی پرستش کرتا ہوں اور تمہارے معبودوں کی پرستش نہ کی ہے نہ کرتا ہوں اور نہ کروں گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ توحید اور اخلاص کا دین مجھے حاصل ہوا اور صواب کا طریقہ مجھے ہی ملا اور ان لوگوں کا راستہ جن پر خدا تعالیٰ کا انعام ہوا مجھے ہی عطا ہوا۔ اور ایسا ہی تمہیں تمہارا حساب بھگتنا پڑے گا اور مجھے اپنا۔ پس میری نصرت کی جائے گی اور میری عزت کی جائے گی اور میں تمہارے شہروں کو فتح کروں گا اور اس کے ساتھ دوسرے شہروں کو بھی فتح کروں گا

اختار سبحانہ تعالیٰ هنا۔ الکفر من۔ بدل قولہ الذین کفروا وعامة سنة الله في القرآن الكريم والكتاب الحكيم۔ الذین کفروا فما قال یا ایہا الذین کفروا۔ لان کلمتہ کفروا تدل بصیغہا الماضی علی الانقطاع والمضی فامی ایماء بل صرح تصریحاً بان المخاطبین من الکفر وصف لازم لهم اعاذنا الله تعالى۔

لا اعب۔ نفی بحرف لا۔ الحال و الاستقبال۔

ما تعبہ۔ ما اسم مبہم۔ جاء لاہام معبوداتہم علی اختلافہم لان المشرک لہ کل یوم معبود۔ بسبب احوالہم وشہواتہم کشل العنکبوت اتخذت بیتاً۔

تکریر الفعل بلفظ الحال والاستقبال عند الاخبار عن ذاته الطیبۃ المبارکۃ ایماء الی عصمتہ صلی اللہ علیہ وسلم من الزیغ والاعوج والاسیء ال فمعبود صلی اللہ علیہ وسلم احد فی الماضی وکذا الحال والاستقبال بخلاف المشرکین۔

لکم دینکم۔ ثمرۃ ما تعبہ ونیجۃ لا انتہر عابد من ما اعب۔ الرجز القبیح الشرک فقد ام قمتہم۔ ای هذا ما حصل لکم من عبادتکم وعدم توحیدکم۔ قال اللہ تعالیٰ فاما الذین فی قلوبہم مرض فزادتهم رجساً الی رجسہم وما توادہم کافرون۔

ولی دین۔ طابق اول السورۃ آخرھا فخالی اللہ علیہ وسلم۔ لا اعبہ ما تعبہ ون فصل دین التوحیدہ والاخلاص وطریق الصواب صراط الذین انعم اللہ علیہم وایضاً لکم حسابکم ولی حسابی فأنصروا عز وافتخروا بلادکم مع بلاد

اور لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے اور تم میری مخالفت میں اپنے مال بھی خرچ کر دو گے اور پھر بھی مغلوب رہو گے۔ پس یہ دونوں دین بلحاظ اصول اور فروع اور نتیجہ کے یکساں نہیں رہیں گے۔

پس اس سورہ شریف میں کفر سے پوری بے زاری ظاہر کی گئی ہے۔

آخری۔ والناس یسئلون فی دین اللہ افاجاً۔ و
مستنفقون اموالکم لشم تغلبون۔ والہ دینان لا یتشاکا
اصولاً و فروعاً و نتیجۃ
فالسورۃ بملء فم

تشریح و معانی الفاظ

قل۔ کہہ دے۔ بول۔ مخاطب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
ہے اور آپ کی طفیل تمام لوگ

کو ہے کہ ایسے کفار کو جو کفر پر ایسے پختہ ہیں کہ نہ پہلے کبھی انھوں نے خالص اللہ کی عبادت کی۔ اور نہ آئندہ ان سے ایسی امید ہو سکتی ہے۔ ان کو کہہ دو کہ تم جو اپنے کفر پر ایسے پکے ہو اور مسلمانوں کو برا سمجھتے ہو۔ اسی سے حق اور باطل میں تمیز ہو جائے گی کہ تم اپنے دین پر پکے ہو اور ہم اپنے دین پر پکے ہیں۔ نتیجہ خود ظاہر کر دے گا کہ کون سچا اور منجانب اللہ ہے اور کون جھوٹا اور شیطانی راہ پر ہے۔

چوں کہ اس سورہ شریف میں کفار کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان کے مہربان کے بطلان کے واسطے ایک زبردست دلیل پیش کی گئی ہے اس واسطے یہ کلام بطور ایک چیلنج کے خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کو القاء کیا۔ اور اسی واسطے اس کے شروع میں لفظ قل آئے۔ تفاسیر میں قل پر بہت بحث کی گئی ہے۔ خلاصہ اس تمام تحریر کا یہ ہے۔ کہ یہ سورہ صریح الفاظ میں کفار کے ساتھ بے زاری کا اظہار کرتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ اس نیت سے کہ وہ سمجھ جاویں بہت نرمی کا سلوک کرتے تھے اور ان کی سختی سخت ایذا رسانی پر صبر کرتے تھے اور کسی کے ساتھ ذرا سی سخت کلامی بھی پسند نہ کرتے تھے اس واسطے یہ کلام خدا کی طرف سے نازل ہوا جس کا پہنچانا آپ پر فرض ہوا اور اس طرح اپنے صاف الفاظ میں صراحت کے ساتھ ان پر ظاہر کر دیا کہ ایسے کفار کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہ ہوا نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

یا ایہا الکافرون۔ سُنو۔ اے منکرو۔ اس میں تین حروف ایک جگہ جمع کئے گئے ہیں۔ یا (حرف ندا) ائی (تخصیص کے لئے ہے) اور ہا (تنبیہ کا حرف ہے خبردار کرنے کے لئے) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہایت تاکید کے ساتھ اچھی طرح منکروں کے کان کھول کھول کر ان کو یہ پیغام سنائی گئی تھی۔ کہ تم کو تمہارے اس طریقہ کا بدلہ ملنے والا ہے اور تم دیکھ لو گے کہ خداوند تعالیٰ توحید کے پرستاروں کو تمہارے مقابلہ میں کس طرح کامیابی عطا کرے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یا۔ نداء النفس ہے اور ائی نداء القلب ہے اور ہا نداء الروح ہے۔ گویا نفس روح اور قلب ہر سہ کو مخاطب کیا گیا ہے بعض نے لکھا ہے کہ یا حرف ندا غائب کے واسطے ہے اور ائی حرف ندا حاضر کے واسطے۔ اور ہا تنبیہ کے واسطے۔ کیا حاضر کیا

غائب۔ سب کو نہایت تاکید کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے۔ انبیاء کی دعوت ہمیشہ اسی طرح نہایت تاکید کے ساتھ بار بار لوگوں کو بلا کر اور مخاطب کر کے پہنچائی جاتی ہے۔ چنانچہ اس کی نظیر خود اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ہمارے واسطے پیدا کر دی ہے۔ خدا کا سیح کس فوت اور زور کے ساتھ دنیا کی تمام قوموں کے درمیان توحید کا دعوہ کر رہا ہے نہ ایک دفعہ کہہ کر وہ خاموش ہو جاتا ہے بلکہ بار بار ہر ایک ذریعہ سے خدا کا پیغام دنیا کو پہنچاتا ہے نہ صرف ایک زبان میں۔ بلکہ اردو۔ عربی۔ فارسی اور انگریزی۔ پشتو وغیرہ زبانوں میں اس کی تبلیغ کا آوازہ دنیا کے چار گوشوں تک پہنچ رہا ہے۔ رسالوں میں اخباروں میں اشتہاروں میں۔ زبانی تقریروں میں۔ قلمی تحریروں میں۔ غرض کوئی ذریعہ تبلیغ کا اٹھا نہیں رکھا گیا۔ اور آج دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں جہاں کے لوگ اس سیح کے نام سے اور اس کے دعوے سے ناواقف ہوں۔ خدا کے برگزیدوں کی ہمیشہ سے یہی سنت ہے کہ وہ کھول کھول کر اور پھاڑ پھاڑ کر خدا کا حکم دنیا جہان کو پہنچا دیتے ہیں اور اس کے حکم کے پہنچانے میں نہ وہ کسی دشمن کی دشمنی کی پروا کرتے اور نہ کسی مخالف کی مخالفت سے کبھی ڈرتے ہیں۔ نادان ان کے مقابلہ میں اٹھتے اور جوش دکھاتے ہیں۔ پھر تھک کر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر ناامید ہو کر ناکام مر جاتے ہیں۔ پر وہ خدا کے بند ہر روز اپنا قدم آگے بڑھاتے ہیں اور خدا کی تائید سے کامیاب ہو کر رہتے ہیں۔

منقول از اخبار بدر۔ ۱۳ جنوری ۱۳۹۰ء

سورہ کفر من

(گزشتہ سے پیوستہ)

شان نزول | یہ سورہ شریف بقول ابن مسعود و حسن دعلجہ مکتبی ہے اس زمانہ میں نازل ہوئی تھی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز مکہ معظمہ میں قیام رکھتے۔ تھے اس سورہ کی پیشین گوئی سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سورہ ایسے وقت میں نازل ہوئی تھی جب کہ کفار اپنے زور پر تھے اور اپنے بتوں کی حمایت اور انکی پرستش میں بڑے یقین کے ساتھ مصروف تھے اور گمان کرتے تھے کہ اسلامی سلسلہ ایک چند روزہ بات ہے۔ جو جلد ہی ہم

لوگ اپنی قوت و زور کے ساتھ نیست و نابود کر دینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے نبوت کی اصل کیفیت نہ سمجھ کر ان میں سے چند آدمی جیسا کہ ابو جہل عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ - اسود بن عبد یغوث وغیرہ آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے بتوں کی مذمت کرنا اور ان کو برائی سے یاد کرنا چھوڑ دو۔ اور اس کے عوض میں ہم آپ کو اس قدر مال دیں گے کہ میں آپ سے زیادہ بڑا کوئی مالدار نہ ہوں۔ یا اگر آپ چاہیں تو ہمارے قبائل میں سے سب سے زیادہ خوبصورت عورت جو آپ کو پسند ہو آپ لے لیں۔ اور اگر آپ کو ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات پسند نہ ہو تو پھر تیسری بات یہ ہے کہ آپ ہمارے ساتھ اس طرح سے صلح کر لیں کہ ایک سال آپ ہمارے بتوں کی پرستش کریں تو پھر دوسرے سال ہم آپ کے اللہ کی عبادت کریں گے۔ اس طرح برابر تقسیم ہوتی رہے گی اور کسی کو شکایت کا موقع نہ رہے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہ لوگ کیسے جاہل ہیں کہ نہیں سمجھتے کہ میں کس خوبیوں سے بھرے ہوئے اسلام کی طرف ان کو بلاتا ہوں۔ اور کس قادر توانا حی و قیوم معبود حقیقی کے قرب کے حصول کا ذریعہ ان کے آگے پیش کرتا ہوں اور کس دائمی خوشی اور ابدی راحت کا تحفہ ان کے واسطے تیار کرتا ہوں جس کے عوض یہ مجھے ناپائدار مال اور ایک عورت کے چند روزہ حق کا لالچ دیتے ہیں اور پتھروں کے آگے سر جھکا کر کہتے ہیں۔ جو انھوں نے خود اپنے ہاتھوں سے گھڑے اور بنا ئے ہیں۔ چوں کہ آپ کو ان لوگوں کی خیر خواہی کے واسطے بڑا درد تھا جس کو خدائے علیم نے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ کہ

فَلْعَلَّكَ بَاحِثُ نَفْسًا - کیا تو اس قسم میں کہ یہ ایمان کیوں نہیں لاتے اپنی جان کو ہلاک کر دے گا آپ نے کفار کے ایسے جاہلانہ سوال پر درد مند ہو کر یہی بہتر سمجھا کہ اس کے جواب کے واسطے اپنے معبود حقیقی کی طرف توجہ کریں اور یہی طریقہ ہمیشہ سے انبیاء کا چلا آیا ہے۔ چنانچہ آپ کی توجہ کے بعد خدا تعالیٰ سے کفار کے جواب میں یہ سورہ شریف نازل ہوئی جس سے کفار کی تمام امیدیں ٹوٹ گئیں۔ اس قسم کے

صلح کے شرائط عموماً کفار انبیاء کے سامنے بہ سبب اپنی جہالت کے پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ اس زمانہ میں بھی خدا کے مرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخالفوں نے یہ بات کہی کہ ان کے اتفاق اور علم اور عمل میں ہم کو کوئی شک نہیں ہے شک یہ ولی اللہ ہیں اور ہم ان کو ماننے کے واسطے طیار ہیں۔ صرف مسیح ہونے کا دعوے نہ کریں اور بس۔

تعبیر ہے کہ ان لوگوں کی عقل پر کیسے پتھر پڑ گئے کیا وہ شخص جو متقی اور عالم اور ولی اللہ مانا جاسکتا ہے اس کی نسبت یہ کلمہ بھی کسی عقل کی رُو سے کہنا جائز ہو سکتا ہے کہ اس نے دعوے نبوت اور مسیحیت کا از خود کر دیا ہے اور خدا پر افتراء باندھا ہے کیا مغتری علی اللہ متقی اور ولی اللہ ہو سکتا ہے ہاں کفار کے ساتھ ایک اور صورت صلح کی ہو سکتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کفار کے ساتھ کی تھی۔ جس کی شرط یہ تھی کہ کفار مسلمانوں پر حملہ نہ کریں اور نہ ان لوگوں کی امداد کریں جو مسلمانوں پر ناجائز حملہ کرتے رہتے ہیں اور ایسے ہی مسلمان نہ ان کو کسی قسم کی تکلیف دیں گے اور نہ ان کے تکلیف دہندوں کی کوئی حمایت کرے گا بلکہ ہر طرح سے ان کے بچاؤ کی کوشش کریں گے۔ اسی رنگ کی صلح حضرت مسیح موعود نے بھی مخالف عیسائیوں آریوں - ہندوؤں اور دیگر اقوام کے سامنے پیش کی تھی کہ چند سالوں تک جو معین کئے جاویں یہ قومیں مسلمانوں کے برخلاف کوئی کتاب نہ بنی یا پرانی کتاب نہ کریں اور ایسا ہی مسلمان اس عرصہ میں کوئی کتاب ان مذاہب کی تردید میں نہ لکھیں گے۔ ان ہر ایک مذہب کے عالم کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ صرف اپنے ہی مذہب کی خوبیاں بیان کرتے رہیں۔ کوئی کتاب لکھے جس میں یہ دکھائے کہ اس مذہب پر چلنے سے کیا کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں لیکن کسی دوسرے مذہب کا کچھ ذکر نہ کریں۔ مذہبی جنگوں کے خاتمہ کے واسطے اور آئندہ دن کے جھگڑوں اور تنازعوں کے مٹانے کے لئے یہ نہایت ہی احسن طریقہ تھا۔ مگر افسوس ہے کہ لوگوں نے اس طرف توجہ نہ کی۔ غرض

اس قسم کی صلح تو انبیاء کی سنت کے مطابق ہے لیکن یہ بات کہ مذاہب کے طور پر اور منافقت سے کچھ تم ہمارے عقائد کو مان لو اور کچھ ہم تمہارے عقائد کو مان لیں ایسا طریقہ خدا کے سپے رسول کبھی اختیار نہیں کر سکتے۔

نسخ بعض لوگ اس سورہ شریف کے یہ معنی سمجھ کر اس کو منسوخ سمجھتے ہیں کہ کفار کو ان کے دین پر رہنے کی اس میں اجازت دی گئی ہے۔ کہ وہ بے شک اپنے دین پر رہیں۔ اور مسلمان ان کے ساتھ کوئی تعرض نہیں رکھیں گے۔ لیکن جب جہاد کے متعلق آیات نازل ہوئیں تو پھر یہ سورہ منسوخ ہو گئی یہ بات بالکل غلط ہے۔ قرآن شریف کی کوئی سورہ اور سورہ کا کوئی حصہ منسوخ نہیں ہے۔ سب کا سب ہمیشہ کے واسطے بنی نوع کے عمل کے لئے عمل کرنے اور فائدہ اٹھانے کے واسطے ہے۔ قیامت تک آئینہ کا ایک نقطہ بھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ مذہب اسلام میں دینی اختلاف کی وجہ سے نہ کوئی لڑائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی اور نہ آپ کے بعد کبھی کسی کو اجازت ہے کہ دینی اختلاف کی وجہ سے کسی کو قتل کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کفار نے جب مسلمانوں کو سخت دکھ دیا اور طرح طرح کے ایذا کے ساتھ پہلے مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا اور بڑی بڑی فوجیں لے کر ان پر چڑھنا کیں تو بہت سے صبر اور تحمل کے بعد جب وہ کسی طرح بھی باز نہ آئے تو خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ ایسے شریروں سے اپنا بچاؤ کریں اور ان کو شرارت کی سزا دیں۔ جہاد کے واسطے جو کچھ حکم تھا یہی تھا اور اس زمانہ میں بہ سبب اسکے کہ مذہب کی خاطر مسلمان کسی ملک میں دکھ نہیں دئے جاتے۔ خود ان کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ سورہ کافرون میں تو خود جہاد کے کرنے یا نہ کرنے کا کوئی تذکرہ بھی نہیں۔ لیکن اگر بہر حال یہ سمجھا ہی جاوے کہ اس سورہ شریف میں جہاد کے متعلق کوئی حکم ہے تو وہ جہاد کے جواز کا ہو سکتا ہے نہ کہ اس کے نسخ کا۔ کیونکہ اس سورہ میں مخالفوں کو ایک چیلنج دیا گیا ہے۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا موسیٰ حکیم نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف کے نوٹ

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

Digitized by Khilafat Library

بقیہ سورۃ کفر من

(گزشتہ اشاعت کے اگے)

جو دوسروں کے واسطے موجب ازیا و ایمان ہوتا ہے ان کے لئے بجز ازیا و کفر اور کچھ نہیں ہو سکتا ایسے کفار کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ سو آئے علیہم اذ نذرتم امر لہم تنذہم لایؤمنون۔ وہ حالت کفر میں ایسے عق ہیں کہ آنے والے عذابوں سے تو انہیں ڈرائے یا نہ ڈرائے۔ سب برابر ہے۔ وہ کبھی ایمان نہیں لادینگے اور فرمایا ہے۔ ولینذرن کثیراً منہم ما انزل الیہا من دہبات طغیاناً و کفراً۔ تیرے رب کی طرف سے جو تجھ پر نازل ہوا یہ انہیں سے بہتوں کی کشتی اور کفر کو اور بھی بڑا دے گا ایسے کافروں کو کہا گیا ہے کہ دلنا اعمالنا و لکم اعمالکم۔ ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے اور ایسے ہی مکذوبوں کے متعلق فرمایا۔ فقل لی عملی و لکم عملکم انتہم بریون عما عمل وانا برئ مما یعملون۔ ان کو کہہ دو کہ میرے عمل میرے لئے ہیں اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہیں۔ تم میری کارکردگی کا ثواب نہیں پاسکتے اور میں تمہاری کارروائیوں سے بری ہوں۔

اس سورہ شریف کے الفاظ کو اپنے حفاظت قرآن قرآن شریف پر بغور دیکھتے ہوئے اس کی طرز تحریر میں ایک خاص بات مجھے نظر آئی اور وہ یہ ہے کہ اس میں عباد و ن کا لفظ دو جگہ اس طرح آیا ہے کہ سحر کے اوپر کھڑا الف لکھا گیا ہے تیسری جگہ عابد کا لفظ سحر کے بعد الف کے ساتھ آیا ہے حالانکہ دونوں الفاظ تمام تحریر میں ایک ہی طرح آسکتے ہیں لیکن میں نے بہت سے مختلف چھاپوں کے قرآن شریف کھو لکر دیکھے اور سب میں مذکورہ بالا طرز تحریر پایا اور تعجب کے ساتھ حضرت مولوی نور الدین صاحب کے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ابتداء میں جس طرح ایک دفعہ لکھا گیا ہے وہی طرز تحریر ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ قرآن شریف کی حفاظت کے واسطے

کہ تم اپنے دین کے ساتھ زور آزمائی کرو اور ہم اپنے دین کی قوت کے ساتھ تمہارا مقابلہ کرتے ہیں پھر دیکھو کہ خدا کس کو کامیاب کرتا ہے اور یاد رکھو کہ یہ کامیابی بہر حال اسلام کے واسطے ہے پس یہ سورہ کسی حالت میں منسوخ نہیں اور نہ کوئی اور حصہ قرآن شریف کا منسوخ ہوا یا ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے کہ یہ سورہ شریف مقام نزول مکی ہے مگر ایک قول یہ بھی ہے کہ مدنی ہے ایسا ہی بعض دوسری سورتوں کے متعلق بھی بظاہر اس قسم کا اختلاف روایات میں معلوم ہوتا ہے مگر ممکن ہے کہ بعض سورتیں اور آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ایک یا بلکہ کئی بار نازل ہوئی ہوں جیسا کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کے حالات میں دیکھتے ہیں کہ ایک پیشین گوئی وحی الہی میں ایک دفعہ نازل ہو کر مثلاً کتاب براہین احمدیہ میں چھپ چکی ہے لیکن جب اس کے پورا ہونے کا وقت قریب آگیا۔ تو نزول اول کے مینچیس سال بعد پھر وہی الفاظ الہام الہی میں وارد ہوئے۔

دین۔ جزا و سزا کے معنی میں بھی آتا ہے اور اس کا یہ مطلب ہے کہ تم لوگوں نے جس طریقہ کو اختیار کیا ہے اس کا بدلہ تم کو ہر حال میں کر رہے گا جو طریقہ ہم نے اختیار کر لیا ہے اس کا بدلہ خدا تعالیٰ ہم کو ضرور دیگا۔

الکافرون۔ اس جگہ اگرچہ اول مخاطب ہی کفار اور ان کے ساتھی تھے۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا تھا اور اس وجہ سے اس سورہ شریف کے نزول کے اصل محرک وہی تھے لیکن ان کے بعد تمام دنیا کے کفار جو مسلمانوں کے ساتھ اسی قسم کا سلوک کریں۔ اس سورہ میں مخاطب ہر قاعدہ ہے کہ زمانہ نزول انبیاء میں بعض منکرین ایسے سخت دل ہو جاتے ہیں کہ کوئی نصیحت ان کے واسطے کارگر نہیں ہو سکتی اور ہر ایک نشان الہی

یہ بھی ایک دلیل ہے کہ جب سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن شریف لکھا گیا اور جیسا کہ لکھا گیا اس میں کئی تغیر و تبدل نہ ہوا اور نہ ہونے کی کوئی گنجائش تھی برخلاف اسکے ہم انجیل اور توریت کو دیکھتے ہیں کہ اول تو انہی اصلیت کا کوئی پتہ ہی نہیں ملتا کہ اصل نسخے کیسے تھے اور کہاں غائب ہوئے اور جو کچھ نقلی یا فرضی کتابیں موجود ہیں ان کے متعلق بھی آجتک کیٹیاں ہو رہی ہیں جو ان امور کی تحقیقات کرتی ہیں کہ ان کتابوں میں سے کونسی عبارتیں ہنوز نکال دینی کے قابل ہیں جس قدر کتابیں اس وقت دنیا میں الہامی مانی گئی ہیں انہیں سے ایک بھی اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہیں ہو سکا قرآن شریف کے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف کے سوا اور کسی کتاب کی حفاظت کا ذمہ بار تعالیٰ نے نہیں لیا اور اس واسطے دوسری کتابیں عوام کے دستبرد سے محفوظ نہیں رہ سکیں۔

خواص سورۃ زید بن ارقم دفعتا کہتے ہیں جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات دو سورتیں ساتھ لیکر کی اس کو کوئی حساب کتاب نہیں لیا جائیگا وہ دو سورتیں کافرون اور قل ہو اللہ احد ہیں اس حدیث شریف کا مطلب ظاہر ہے کہ سورہ کافرون میں کفار اور ان کے کفر سے پوری بیزاری اور بے تعلقی ظاہر کی گئی ہے اور سورہ اخلاص میں خدا تعالیٰ کی توحید کا پورے طور سے اقرار کیا گیا ہے بدی کا ترک اور نیکی کا حصول شیطان دوری اور خدا کا قرب۔ یہی دو باتیں ہیں جو کسی مذہب کا آخری نتیجہ ہو سکتی ہیں جب وہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کسی کو حاصل ہو جاویں تو وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ گیا اور اسکے واسطے کوئی حساب باقی نہیں رہا ایک حدیث میں ابن عمر سے منقول ہے کہ یہ سورہ ربع قرآن کے برابر ہے۔ کیا معنی یہ قرآن شریف کا چوتھا حصہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام پاک کے مضامین کا چارم حصہ کفار اور ان کے کفر سے بیزاری اور خداوند تعالیٰ کی خالص عبادت کے بیان پر مشتمل ہے

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب کے قلم سے ہوئے درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدر

تفسیر سورۃ النصر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع ساتھ نام اللہ کے بخشنے والا مہربان

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاٰیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ

جب آئی مدد اللہ کی اور فتح اور تو نے دیکھا لوگوں کو کہ داخل ہوتے ہیں دین اللہ کے

اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

فوج در فوج پس تسبیح کر ساتھ تعریف رب اپنے کے اور اس سے استغفار کر تحقیق وہ ہے پھر آنے والا۔

ترجمہ با محاورہ تفسیری

جب اللہ تعالیٰ کی نصرت ظاہر ہوئی اور فتح ہو گیا اور تو نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج و فوج دین اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کی تسبیح کر اور اس کی تعریف کر۔ اور اُس سے مغفرت طلب کر وہ بہت ہی رجوع برحمت کرنے والا ہے +

یہ سورۃ شریف مدنی ہے یعنی مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس میں بسم اللہ شریف کے بعد تین آیتیں ہیں اور انیس کلمے اور انسانی حروف ہیں +

تشریح و معانی الفاظ | اِذَا کے معنی ہیں۔ جب کہ۔ جب یہ لفظ جب ماضی پر آوے تو معنی استقبال کے دیتا ہے۔ اس واسطے اِذَا آجاء کے معنی یہ بھی کہے گئے ہیں۔ ”کہ جب آوے گی“ کیونکہ یہ سورۃ بطور ایک پیشگوئی کے نازل ہوئی تھی کہ اس وقت تو اسلام منگی اور تکالیف کی حالت میں ہے اور سب صحابہ مہاجرین کے دل میں یہ خیال ہے کہ وہ اپنے وطنوں سے نکالے گئے اور اُن کی تعداد قلیل ہے اور ان کے دشمن شہر مکہ میں آرام سے ہیں۔ اور اُن پر ہنسی کرتے ہیں اور طعن کرتے ہیں کہ تم لوگوں نے اسلام میں داخل ہو کر کیا فائدہ حاصل کر لیا۔ دیکھو ہم نے تم کو شہر مکہ سے بھی نکال دیا ہے۔ لیکن عنقریب وہ وقت آنا ہے۔ کہ ان کی ساری شیخی کر کری ہو جاوے گی اور ان کے مشکے سب ہلاک ہو جائیں گے اور مکہ کا با عظمت گھر بتوں سے پاک کیا جاوے گا اور اُس کے میناروں پر لا الہ الا اللہ کانوہ بنڈ کیا جاوے گا۔ اور مکہ پر اور نادافٹ لوگ جو اس وقت بہ سبب حجاب کے دین الہی میں داخل نہیں ہیں۔ اُن کے واسطے وقت آجائے گا کہ تمام روکیں

دور ہو کر وہ ایک سیلاب کی طرح اسلام کی طرف دوڑ پڑیں گے اور فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہونے لگ جائیں گے + اگر اِذَا آجاء کے معنی استقبال کے نہ لئے جائیں اور اس کے یہ معنی کہے جاویں کہ ”جب فتح و نصرت الہی آگئی“ تب بھی یہ درست ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی کے جو پیشگوئیاں نازل ہوتی ہیں اور اُن میں خدا اپنے بندے کی نصرت اور فتح کی خوشخبری دیتا ہے چونکہ وہ بات یقینی ہوتی ہے اور ضرور ہو جانے والی ہے۔ کوئی اس کو طال نہیں سکتا۔ ہے اور آسمان پر مقدر ہو چکا ہے کہ یہ کام اس طرح سے ہو گا اس واسطے اس کو ایسے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے کہ گویا یہ کام ہو گیا ہے۔ کیونکہ کوئی کام زمین پر نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ پہلے آسمان پر نہ ہو لے۔ اس کی مثال دنیوی محاورات میں بھی موجود ہے جب کسی کو یقین ہو جاوے۔ کہ اس مقدمہ میں تمام امور میری مرضی کے مطابق طے ہو جائیں گے اور میں ضرور فتح پالوں گا۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں میں نے مقدمہ فتح کر لیا۔ حالانکہ ہنوز مقدمہ زیر بحث ہوتا ہے۔ اور عدالت

نے فیصلہ نہیں سنایا ہوتا۔ لیکن یہ سب یقین کے وہ ایسا ہی کہتا ہے۔ کہ مقدمہ فسخ ہو گیا۔ اس قسم کے الہامات اور پیشگوئیوں کی تازہ مثالیں خود اس زمانہ میں موجود ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بسا اوقات ایسے الہامات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ جو کہ اپنے اندر ایک پیشگوئی کا رنگ رکھتے ہیں۔ مثلاً ۱۲۔ اپریل ۱۸۷۶ء کو حضرت مسیح موعود پر خدا تعالیٰ کی وحی بدیں الفاظ ہوئی کہ۔ زلزلہ آیا۔ زلزلہ آیا۔ اور یہ خبر اس زلزلہ کے متعلق تھی۔ جو ۱۸ مئی ۱۸۷۶ء کو واقع ہوا لیکن چونکہ اس کا آنا متقدّر ہو چکا تھا۔ اس واسطے ایک ماہ پہلے ہی کہا گیا۔ کہ زلزلہ آیا۔ زلزلہ آیا +

جاء۔ کے معنی ہیں آیا۔ آمد۔ اس لفظ میں قابل توجہ یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فتح اور نصرت تیرے پاس آئی جسے خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کی تائید کے واسطے عین ضرورت کے وقت میں بھیجا + نصیب اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد + الفتنہ۔ وہ خاص فتح جس کے تم منتظر تھے۔ اور جس کے متعلق پہلے سے پیشگوئی کی جا چکی تھی اور تورات و انجیل میں جس کا ذکر کیا گیا تھا۔ یعنی فتح مکہ۔ وہی مکہ جس میں سے جان بچا کر بھاگنا پڑا تھا اور خفیہ طور پر رات کے وقت ہجرت کرنی پڑی تھی۔ اسی کی فتح کے دن آتے ہیں اور منظر و منصور ہو کر اس میں داخل ہونے کے ایام قریب ہیں + وراثت۔ اور تو نے دیکھ لیا۔ تو نے جان لیا۔ تو نے معلوم کر لیا + الناس۔ لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی رسول دنیا کی طرف مبعوث ہوتا ہے۔ تو اس کا ساتھ دینے والے لوگ اور اس کی پیروی کرنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اول اور سب سے اعلیٰ طبقہ کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو کسی معجزہ۔ نشان۔ کرامت یا خارق عادت کے دیکھنے کے محتاج نہیں ہوتے وہ اس نبی کی شکل دیکھتے ہی اور اس کا دعوے سنتے ہی آمنا و صدقنا کہہ اٹھتے ہیں۔ ان کو نبی کے ساتھ ایک انہی مناسبت حاصل ہوتی ہے اور وہ فوراً اس پر ایمان لاتے ہیں جیسا کہ حضرت صدیق اکبر ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ سفر میں تجارت کے واسطے باہر گئے ہوئے تھے اور عرب کو واپس آتے ہوئے ہنوز شہر سے دوڑ راستہ میں ان کو ایک آدمی ملا۔ اُس سے پوچھا کہ شہر کی کوئی تازہ خبر سناؤ۔ اُس نے کہا تازہ خبر یہ ہے کہ محمد نے نبی ہونے کا دعوے کیا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابو بکر نے کہا کہ اگر محمد نے نبوت کا دعوے کیا ہے تو بیشک سچا دعویٰ کیا ہے اسی جگہ ایمان لائے۔ اور صدیق اکبر کہلائے۔ رضی اللہ عنہ۔ یہ اعلیٰ طبقہ کے آدمیوں کا نمونہ ہے۔ اس سے کم دوسرے درجہ کے لوگ وہ ہیں جو کچھ تھوڑا بہت دلائل سننے اور نشان دیکھنے کے بعد ایمان لے

آتے ہیں اور مخالفت کی طرف نہیں دوڑتے اور رفتہ رفتہ محبت اور اخلاص میں بہت بڑی ترقی کر جاتے ہیں۔ اس کے بعد تیسرے درجہ کے لوگ وہ ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کے قہری عذاب نازل ہوتے ہیں۔ اور ہر طرف سے فتوحات اور نصرت کے نشانات نمودار ہوتے ہیں۔ تو ان کے واسطے سوائے اس کے چارہ نہیں ہوتا۔ کہ وہ بھی مومنوں کے درمیان شامل ہو جائیں۔ اول اور دوم درجہ کے لوگوں کی خدا تعالیٰ نے بہت تعریف کی ہے۔ اور ان کو رضی اللہ عنہم و رضوانہ کا خطاب دیا ہے۔ مگر تیسرے طبقہ کے لوگوں کا ذکر قرآن شریف میں صرف اتنا ہے کہ رأیت الناس تو نے لوگوں کو دیکھا ہے۔ کیونکہ وہ عوام ہیں۔ خواص میں ان کا ذکر نہیں۔ پھر بھی خوش قسمت ہیں۔ کہ قرآن شریف میں ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا گیا۔ کہ وہ دین اللہ میں داخل ہونے والے لوگ ہیں +

اس زمانہ میں خدا کے فرستادہ رسول حضرت مہدی مہود کے پیر و انہیں تین قسم کے لوگوں میں مشتمل ہیں۔ بعض تو وہ اولین سابقین میں سے ہیں۔ جو حضرت کے دعویٰ میجائی سے بھی پہلے آپ کے ساتھ خلوص محبت رکھتے تھے اور دنیا میں کوئی بات ایسی نہ ہوئی۔ جو ان کے خلوص اور محبت کو ایک قدم پیچھے ہٹانے والی ہو۔ حضرت کا دعویٰ ان کے واسطے کوئی نئی بات نہ تھی ہر ابتلاء کے وقت انہوں نے قدم آگے بڑھایا۔ ان کی مثال حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب ہیں۔ ایسے لوگوں کو خدا تعالیٰ نے ازل سے ایک فطرتی مناسبت اپنے رسول کے ساتھ عطا کی ہے کہ وہ اس سے علیحدہ رہ ہی نہیں سکتے دوسرے وہ لوگ ہیں جو کچھ کتا ہیں پڑھ کر اور کچھ نشانات دیکھ کر اور کچھ دیکھ بھال کر اس مقدس سلسلہ میں داخل ہوئے اور دن رات انہوں نے اس میں ترقی کی۔ اور خدا تعالیٰ کی اس نعمت کے شکر گزار ہوئے اور اپنے مال اس راہ میں خرچ کئے تیسرے قسم کے وہ لوگ ہیں جن کو طاعون نے یا زلزلے نے خوف دہاکر کے اس طرف کھینچا۔ پھر بہر حال وہ بھی خوش قسمت ہیں۔ کیونکہ پاس شد و نبی فہرست میں ان کا نام درج ہو گیا۔ اور فیل شدوں کا نام تو کسی فہرست میں لکھا ہی نہیں جاتا۔ سوائے ان فیل شدوں کے جو اپنے پرچوں میں شرارت کے ساتھ ناجائز باتیں لکھ دیتے ہیں۔ تو خواہ مخواہ متحسّن کو انکی رپورٹ کرنی پڑتی ہے۔ کہ فلاں اسیدوار نے اپنے پرچہ میں ایسی شرارت کی ہے۔ پس وہ فقط فیل ہی نہیں ہوتے بلکہ آئندہ کے واسطے مدارس سے خارج کئے جاتے ہیں اور سخت نامرادی کے گڑھے میں پھینکے جاتے ہیں جہاں سوائے رونے اور دانت پیسنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا +

یدخلون۔ داخل ہوتے ہیں + فی دین اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے دین میں + افواجاً۔ فوج در فوج۔ پہلے تو کوئی ایک آدمی مسلمان ہوتا تھا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف فرما تھے۔ بعد میں جب ہجرت مکہ کے پیر منورہ میں سکونت اختیار کی۔ تو زیادہ تعداد ہونے لگی۔ لیکن پھر بھی ترقی زور کے

کے ساتھ نہ تھی۔ یہاں تک کہ جب مکہ فتح ہو گیا۔ تو گروہوں کے گروہ اور جماعتوں کی جماعتیں دین الہی میں داخل ہونے لگیں کیونکہ تمام مشکلات درمیان میں سے اٹھ گئی تھیں۔ اور حجاب دور ہو چکے تھے۔ اور اکابر مجرم ہلاک ہو چکے تھے۔

فصل پنجم - پس تسبیح کر۔ پس پاکی بیان کر۔

التسبیح هو التطہیر۔ تسبیح پاکیزگی اور طہارت کو کہتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد خانہ کعبہ کی تطہیر ہے۔ کیونکہ کفار نے اس میں بت رکھے ہوئے تھے اور فتح مکہ کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ تمام بت وہاں سے نکال دیئے گئے اور اس گھر کو خدا تعالیٰ کی اس عبادت کے واسطے خاص کیا گیا۔ جسکے لئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل نے اپنے کاندھوں پر انیشیں اٹھا کر اس کی بناء کی تھی۔ خدا تعالیٰ کے برگزیدے جب اپنے رب کے حضور میں کوئی اخلاص کا کام کرتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ اس کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام والبرکات نے جنگل بیابان کے درمیان جہاں آدمی چھوڑ چرند پرند بھی نہ ملتا تھا۔ جب خدا کے حکم کے مطابق اپنی بیوی اور بچے کو چھوڑا۔ اور بعد میں خدا تعالیٰ کی عبادت کے واسطے اس جگہ گھر بنایا۔ تو خدا تعالیٰ نے اس جگہ ایک شہر آباد کر دیا۔ اور بالآخر جب کفار نے اس گھر میں بتوں کا ٹھکانا بنادیا۔ تو محمد جیسے پاک دل کو اس گھر کے مٹہر کرنے کا جوش عطاء کیا۔ اور خدا تعالیٰ کے اس برگزیدہ نے وہ گھر ایسا پاک کیا۔ کہ اس کے بعد کوئی مشرک نزدیک بھی نہیں جاسکتا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر ایک بین اور زندہ دلیل ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں خدا تعالیٰ کی توحید کے قائم کرنے میں ایسی کامیابی دیکھی۔ کہ اس کی نظیر پہلے کسی نبی کے حالات میں پائی نہیں جاتی۔

بھمد رباک۔ ساتھ تعریف پروردگار اپنے کے۔ بہ سنایش پروردگار تو۔ یعنی اپنے رب کی تعریف کر۔ کہ اس نے اپنی خاص ربوبیت کے ذریعہ سے تجھے ہر معاملہ میں کامیاب کیا اور فتح اور نصرت عطاء کی ہے۔ یہ اسی قادر توانا کا کام ہے۔ کہ ایک یتیم کو دنیا کا بادشاہ بنا دے۔ اور ایسی فتح عطا کرے۔ جسکی نظیر دنیا بھر کی تاریخ میں موجود نہ ہو۔

واستغفرہ۔ اور اس سے مغفرت طلب کر۔

غفر کے معنی ہیں ڈھانکنا۔ وانا۔ تمام انبیاء خدا تعالیٰ سے مغفرت مانگا کرتے تھے۔ اور مغفرت مانگنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ انسان چونکہ کمزور ہے اس کو معلوم نہیں کہ کونسا کام اس کے واسطے بہتری کا ہے۔ اور کونسا نقصان کا کام ہے اور تکلیف کا راستہ ہے۔ پس مغفرت ایک دعا ہے کہ انسان اپنے خدا سے یہ دعا مانگتا ہے۔ کہ وہ اس کے واسطے نیکی کے راہ پر چلنے کے اسباب مہیا کرے۔ جن سے وہ بدی سے بچا رہے اور کسی طرح کے حرج اور تکلیف میں پڑنے سے محفوظ رہے۔ خدا تعالیٰ کے انعام کے حاصل کرنے کے واسطے مغفرت کا طلب کرنا نہایت ضروری ہے۔ استغفار کے معنی اور تشریح میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ حضرت قادر

مسیح موعود کی تحریر نقل کر دی جاوے۔ اور وہ یہ ہے۔

” استغفار کے حقیقی اور اصلی معنی یہ ہیں۔ کہ خدا سے درخواست کرنا۔ کہ بشریت کی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہو۔ اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نصرت کے حلقہ کے اندر لے لے یہ لفظ غفر سے لیا گیا ہے۔ جو ڈھانکنے کو کہتے ہیں۔ سو اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخص مستغفر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے لیکن بعد اس کے عام لوگوں کے لئے اس لفظ کے معنی اور بھی وسیع کئے گئے اور یہ بھی مراد ہے کہ خدا گناہ کو جو صادر ہو چکا ہے۔ ڈھانک لے لیکن اصل اور حقیقی معنی یہی ہیں۔ کہ خدا اپنی خدائی کی طاقت کے ساتھ مستغفر کو جو استغفار کرتا ہے۔ فطرتی کمزوری سے بچا دے اور اپنی طاقت سے طاقت بخشے۔ اور اپنے علم سے علم عطا کرے اور روشنی سے روشنی دے۔ کیونکہ خدا انسان کو پیدا کر کے اس سے الگ نہیں ہوا۔ بلکہ وہ جیسا کہ انسان کا خالق ہے اور اس کے تمام قوے اندرونی اور بیرونی کا پیدا کرنے والا ہے۔ ویسا ہی وہ انسان کا قیوم بھی ہے۔ یعنی جو کچھ بنایا ہے۔ اس کو خاص اپنے سہارے سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ پس جبکہ خدا کا نام قیوم بھی ہے یعنی اپنے سہارے سے مخلوق کو قائم رکھنے والا۔ اس لئے انسان کیلئے لازم ہے۔ کہ جیسا کہ وہ خدا کی خالقیت سے پیدا ہوا ہے۔ ایسا ہی وہ اپنی پیدائش کے نقش کو خدا کی قیومیت کے ذریعہ سے بگڑنے سے بچا دے۔ کیونکہ خدا کی خالقیت نے انسان پر یہ احسان کیا کہ اس کو خدا کی صورت پر بنایا پس اسی طرح خدا کی قیومیت نے تقاضا کیا کہ وہ اس پاک نفس انسانی کو جو خدا کے دونوں ہاتھوں سے بنایا گیا ہے۔ پلید اور خراب نہ ہونے دے۔ لہذا انسان کو تعلیم دی گئی۔ کہ وہ استغفار کے ذریعہ سے قوت طلب کرے۔ پس اگر دنیا میں گناہ کا وجود بھی نہ ہوتا۔ تب بھی استغفار ہوتا۔ کیونکہ دراصل استغفار اس لئے ہے کہ جو خدا کی خالقیت نے بشریت کی عمارت بنائی ہے۔ وہ عمارت مسمار نہ ہو۔ اور قائم رہے اور بغیر خدا کے سہارے کے کسی چیز کا قائم رہنا ممکن نہیں۔

پس انسان کے لئے یہ ایک طبعی ضرورت تھی۔ جس کے لئے استغفار کی ہدایت ہے۔ اسی کی طرف قرآن شریف میں یہ اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اللہ لا الہ الا هو المحی القیوم یعنی خدا ہی ہے جو قابل پرستش ہے۔ کیونکہ وہی زندہ کرنے والا ہے اور اسی کے سہارے سے انسان زندہ رہ سکتا ہے یعنی انسان کا طور ایک خالق کو چاہتا تھا اور ایک قیوم کو۔ تا خالق اس کو پیدا کرے۔ اور قیوم اس کو بگڑنے سے محفوظ رکھے سو وہ خالق بھی ہے اور قیوم بھی۔ اور جب انسان پیدا ہو گیا۔ تو خالقیت کا کام تو پورا ہو گیا مگر قیومیت کا کام ہمیشہ کے لئے ہے۔ اسی لئے دائمی استغفار کی ضرورت پیش آئی۔ غرض خدا کی ہر ایک صفت کے لئے ایک فیض ہے اور استغفار صفت قیومیت کا فیض حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اسی کی طرف اشارہ

سورہ فاتحہ کی اس آیت میں ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے اس بات کی مدد چاہتے ہیں۔ کہ تیری قیومیت اور ربوبیت ہمیں مدد دے۔ اور ہمیں ٹھوکر سے بچا دے۔ تا ایسا نہ ہو۔ کہ کمزوری ظہور میں آوے۔ اور ہم عبادت نہ کر سکیں۔

اس تمام تفصیل سے ظاہر ہے۔ کہ استغفار کی درخواست کے اصل معنی یہی ہیں۔ کہ وہ اس لئے نہیں کہتی۔ کہ کوئی حق فوت ہو گیا ہے بلکہ اس خواہش سے ہوتی ہے کہ کوئی حق فوت نہ ہو اور انسانی فطرت اپنے تئیں کمزور دیکھ کر طبعاً خدا سے طاقت طلب کرتی ہے۔ جیسا کہ بچہ ماں سے دوڑ طلب کرتا ہے۔ پس جیسا کہ خدا نے ابتداء سے انسان کو زبان آئکھ دل کان وغیرہ عطا کئے ہیں۔ ایسا ہی استغفار کی خواہش بھی ابتداء سے ہی عطا کی ہو اور اس کو محسوس کرایا ہے کہ وہ اپنے وجود کے ساتھ خدا سے مدد پانے کا محتاج ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ واستغفرا

لذنبک و للمؤمنین و المؤمنات۔ یعنی خدا سے درخواست کر کہ تیری فطرت کو بشریت کی کمزوری سے محفوظ رکھے اور اپنی طرف سے فطرت کو ایسی قوت دے۔ کہ وہ کمزوری ظاہر نہ ہونے پاوے اور ایسا ہی ان مردوں اور ان عورتوں کے لئے جو تیرے پر ایمان لاتے ہیں بطور شفاعت کے دعا کرتا رہے۔ کہ تا جو فطرتی کمزوری سے ان سے خطائیں ہوتی ہیں۔ ان کی سزا سے وہ محفوظ رہیں اور آئندہ زندگی ان کی گناہوں سے بھی محفوظ ہو جاوے۔ یہ آیت معصوم اور شفاعت کے اعلیٰ درجہ کی فلسفی پر مشتمل ہے۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کہ انسان اعلیٰ درجہ کے مقام عصمت پر اور مرتبہ شفاعت پر تب ہی پہنچ سکتا ہے۔ کہ جب اپنی کمزوری کے روکنے کے لئے اور نیز دوسروں کو گناہ کی زہر سے نجات دینے کے لئے ہر دم اور ہر آن دعا مانگتا رہے اور

تضرعات سے خدا تعالیٰ کی طاقت اپنی طرف کھینچتا رہے اور پھر چاہتا ہے کہ اس طاقت سے دوسروں کو بھی حصہ ملے۔ جو بوسیلہ ایمان اس سے پیوند پیدا کرتے ہیں۔ معصوم انسان کو خدا سے طاقت طلب کرنے کی اس لئے ضرورت ہے۔ کہ انسانی فطرت اپنی ذات میں تو کوئی کمال نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے کمال پاتی ہے۔ اور اپنی ذات میں کوئی قوت نہیں رکھتی۔ بلکہ ہر دم خدا سے قوت پاتی ہے اور اپنی ذات میں کوئی کمال روشنی نہیں رکھتی۔ بلکہ خدا سے اس پر روشنی اترتی ہے۔ اس میں اصل راز یہ ہے کہ کمال فطرت کو صرف ایک شمش دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ طاقت بالا کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ مگر طاقت کا خزانہ محض خدا کی ذات ہے۔ اسی خزانہ سے فرشتے بھی اپنے لئے طاقت کھینچتے ہیں۔ اور ایسا ہی انسان کمال بھی اسی سرچشمہ طاقت سے عبودیت کی نالی کے ذریعہ سے عصمت اور فضل کی طاقت کھینچتا ہے۔ لہذا انسانوں میں سے وہی معصوم کمال ہے۔ جو استغفار سے الہی طاقت کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کشش کے لئے تضرع اور خشوع کا ہر دم سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ تا اس پر روشنی اترتی رہے اور ایسے دلوں

اس گھر سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ جس کے شرق اور غرب اور ہر ایک طرف سے تمام دروازے آفتاب کے سامنے ہیں۔ پس ہر وقت آفتاب کی روشنی اس میں پڑتی ہے۔ لیکن جو شخص خدا سے طاقت نہیں مانگتا وہ اس کو کھڑی کی مانند ہے جس کے چاروں طرف سے دروازے بند ہیں اور جس میں ایک ذرہ روشنی نہیں پڑ سکتی۔ پس استغفار کیا چیز ہے یہ اس آلہ کی مانند ہے۔ جس کی راہ سے طاقت اترتی ہے۔ تمام راز توحید اسی اصول سے وابستہ ہے۔ کہ صفت عصمت کو انسان کی ایک مستقل جائیداد قرار نہ دیا جاوے بلکہ اس کے حصول کے لئے محض خدا کو سرچشمہ سمجھا جاوے۔ ذات باری تعالیٰ کو تمثیل کے طور پر دل سے مشابہت ہے۔ جس میں مصفا خون کا ذخیرہ جمع رہتا ہے اور انسان کمال کا استغفار ان شرایین اور عروق کی مانند ہے جو دل کے ساتھ پیوستہ ہیں اور خون صافی اس میں سے کھینچتی ہیں اور تمام اعضاء پر تقسیم کرتی ہیں۔ جو خون کے محتاج ہیں۔

انک کان تو اباً۔ تحقیق وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ ہر آئینہ خدا بہت برحمت رجوع کنندہ۔ تو اب کے معنی ہیں بہت توبہ کر نیوالا بہت رجوع کرنے والا۔ جبکہ انسان خدا تعالیٰ کی طرف رجوع لاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس سے زیادہ اس کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اسی پر حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر انسان چل کر خدا تعالیٰ کی طرف جاوے۔ تو خدا اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہے۔

اس سورہ کا ایک نام تو النص ہے۔ کیونکہ اس میں ایک نصرت کی بشارت ہے اور اس کا نام فتنہ بھی ہے۔ کیونکہ ایک ایسی عظیم شان فتح کی اس میں پیشگوئی درج ہے جس سے اسلامی سلطنت اور فتوحات کی بنیاد رکھی گئی تھی یعنی فتح مکہ۔ ان کے علاوہ ایک نام اس سورہ کا سورہ تودیع بھی ہے کیونکہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لغیت الی نفسی اور آپ نے سمجھ لیا۔ کہ ہمارا کام تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ اور اب وقت آگیا۔ کہ ہم اپنے خدا کے پاس چلے جاویں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ جو آپ کا کام تھا وہ پورا ہو گیا ہے اور اب آپ کو اس دار فانی کو چھوڑنے کا وقت قریب آگیا ہے تو آپ نے ظاہر فرمایا کہ اب میں عالم باقی میں انتقال کر ڈنگا۔ اس بات کو سنا کہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ آپ نے فرمایا تم کیوں روتی ہو۔ اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھ سے تم ہی ملو گی۔ یہ سن کر وہ مسکرانے لگیں۔ اس میں بھی ایک پیشگوئی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد جلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے۔ اور آپ کے بعد اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ نے وفات پائی۔ وہ حضرت فاطمہ ہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا یہ عجیب نمونہ ہے۔ کہ حضرت فاطمہ کو آنحضرت کی وفات کی خبر نے رلا دیا۔ لیکن پھر اپنی وفات کی خبر نے اس واسطے ہنس دیا۔ کہ اس میں آنحضرت کے ساتھ دوسرے عالم میں ملاقات کی جلد صورت پیدا ہو گئی تھی۔ اپنے مرنے کا خوف نہیں اور آنحضرت کے ساتھ ملاقات

حضرت سیدنا مسیح مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدر

مثلاً ایک بادشاہ ایک محل کے لیبار کرنے کے واسطے

حکم کرتا ہے تو خدام اور ملازمین اس حکم کی تعمیل میں دل و جان سے مصروف ہو جاتے ہیں اور وہ محل طیار ہو جاتا ہے گو ظاہری نظر سے دیکھنے والا ناانان یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ محل فلاں معمار یا فلاں مزدور نے بنوایا ہے۔ تاہم دانا لوگ جانتے ہیں کہ اس محل کا اصل بانی بادشاہ کے منہ کا حکم ہے۔ ورنہ کسی کی کیا طاقت تھی کہ کوئی ایسا محل طیار کر دیتا۔ گو یہ مثال ادنیٰ درجہ کی ہے۔ تاہم اس سے ایک فہم سمجھ سکتا ہے کہ جس طرح انجنیر بادشاہ کا حکم پا کر یقین کر لیتا ہے کہ اب مجھے اس محل کے تیار کرنے کے تمام سامان مہیا ہو جائیں گے اور کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے گی اور میں کامیاب ہو جاؤں گا اور اس یقین کو ساتھ لیکر وہ کام شروع کر دیتا ہے ورنہ اس کے واسطے تمام اسباب بامراد ہونے کے بنتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک مامو من اللہ خدا کے حکم پر پورا یقین اور ایمان رکھ کر اس کو پورا کرنے کے واسطے ہو جاتا ہے۔ اس کا خود پیشگوئی کے پورے کرنے میں مصروف ہو جانا اس کے اعلا ایمان اور یقین اور صداقت کی ایک بین دلیل ہوتی ہے اگر اسے اس السام کی سچائی پر یقین نہ ہوتا۔ اور اس میں کچھ وہم اور وسوسہ ہوتا تو وہ ہرگز اسی طرف متوجہ نہ ہوتا کسی کو اللہ تعالیٰ فرماوے کہ تجھے پیچہ دیونگے اور تیری نسل سے ہوگا تو کیا وہ شک نہ کرے ؟

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عازم بیت اللہ شریف ہوئے لیکن جب آپ مقام حدیبیہ پہنچے جو مکہ سے نو کوس کے فاصلہ پر ہے۔ تو آپ کو معلوم ہوا کہ کفار مکہ جنگ کے لئے آمادہ ہیں۔ اور آپ کو زیارت کعبہ سے روکتے ہیں آپ کی عادت تھی کہ باوجود مشرکین کی سختی کے ہمیشہ ان پر نرمی کرتے تھے اور کبھی کسی معاملہ میں جس میں کسی کو ضرر ہو پیش دستی نہ فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مبعوث کیا اور اصحاب کے اہل مکہ کی طرف بھیجا کہ میں جنگ کے واسطے نہیں آیا صرف زیارت کعبہ کے لئے آیا ہوں۔ اور بعد زیارت کعبہ واپس مدینہ منورہ کو چلا جاؤں گا۔ حضرت عثمان جب کفار کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت عثمان کو کہا کہ تم کعبہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو کرو اور واپس چلے جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا میں اکیلا طواف نہیں کروں گا۔ جب حضرت رسول کریم کریمؐ کرینگے۔ تو میں بھی کروں گا اس قسم کی گفتگو میں قریش نے روک رکھا اور یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان کو کفار مکہ نے قتل کر دیا اور ممکن ہے کہ انکی نیت قتل کر دینے کی ہو کیونکہ اسی وقت انکی کفار مسلمانوں پر اگر شیخون کرنے لگے۔ مگر گرفتار ہو گئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی اس شرارت اور فساد کی خبر ملی۔ تو آپ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور ایک کیکر کے درخت کے نیچے ان سے سعیت لی۔ رب اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کے قربان کرنے کا صدق دل سے اقرار کیا۔ اتنے میں حضرت عثمان جتہ کفار کے ساتھ جو صلح کی شرائط کا فیصلہ کرنے آئے تھے پہنچ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کفار کی شرارتوں کے اور فساد کی ہمتوں اور سخت شرایط پیش کر نیے انہیں کی

سورة النصر

(گزشتہ سے آگے)

فتح مکہ

اس سورہ شریف میں اذاجاء نصر اللہ والفتح میں لفظ فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ فتح مکہ کو فتح الفتوح بھی کہتے ہیں کیونکہ مکہ کی فتح تمام اسلامی فتوحات کی ابتداء تھی فتح مکہ کا واقع اس طرح سے ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک رویا دیکھا کہ آپ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم مکہ معظمہ کو گئے ہیں اور وہاں مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہوئے ہیں۔ اور کمر بند اتنے ہیں اور بال کترو اتنے ہیں جیسا کہ مکہ معظمہ سے احرام کھولنے کے بعد کیا جاتا ہے۔ چونکہ اس وقت مسلمان کفار کے ہاتھوں سے بہت تکلیف اٹھا رہے تھے اور مکہ میں کفار کا غلبہ تھا اور مسلمانوں کو زیارت کعبہ اللہ کے حصول میں بہت مشکلات کا سامنا ہوتا تھا۔ اس واسطے اس پیشمرکا شہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر پورا ایمان لاکر اور خدا کی فرمودہ باتوں کے پورا ہو جانے پر یقین کر کے ان کے واسطے ہر طرح کے سامان مہیا کرتے ہیں اسی طرح حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رویا کی سچائی پر یقین کر کے سفر مکہ کی تیاری کی اور چودہ سو اصحاب کے ساتھ شہر مکہ کی طرف آئے ۔

بعض نادان لوگ ایسے موقع پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ پیشگوئی کو پورا کرنے کے واسطے کوشش کیوں کی جاتی ہے۔ وہ تو خدا کا وعدہ ہے ہر حال پورا ہوگا۔ ایسے اعتراضات تمام انبیاء پر کفار نے کئے اور اس زمانہ کے بدقسمت لوگوں نے بھی یہ اعتراض خدا کے مرسل حضرت مسیح موعود پر کئے۔ کہ مثلاً مقدمہ کے وقت آپ نے پیڑ کیوں کھڑا کیا۔ اور شادی کے موقع پر اپنے خط و کتابت وغیرہ کوششوں میں کیوں حصہ لیا۔ تعجب ہے کہ یہ اعتراض خود مسلمان اور دوسرے اہل کتاب عیسائی بھی کرتے ہیں۔ جنگی کتب میں انبیاء کی اس سنت کی بہت سی نظیریں موجود ہیں۔ مسلمانوں کے واسطے تو خود یہی ایک قصہ کافی ہے جو اس سورہ شریف کے متعلق بیان ہوتا ہے اور عیسائیوں کے واسطے خود یسوع کی لائف میں بہت سے ایسے واقعات موجود ہیں۔ یسوع پچہ اسی تھا کہ اسکی جان بچانے کے واسطے اسے خفیہ طور پر ملک مصر میں لے گئے۔ اور پھر عین نبوت کے زمانہ میں جب دشمنوں سے خوف بڑھا۔ تو اپنے شاگردوں کو حکم کیا کہ کسو سے نہ کہنا کہ میں یسوع مسیح ہوں پھر یسوع مسیح کی توریث کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے واسطے خود گدھی کا بچہ منگوا یا تاکہ اس پر سوار ہو۔ غرض ایسے طریق پر اعتراض کرنا ایک جاہل متعصب کا کام ہے۔ خود دنیا کے اندر ہم دیکھتے ہیں کہ جب

پیش کردہ سب باتیں مانکر صلح کر لی۔ جو انہی آدمی کفار کے حملہ کرتے ہوئے پکڑے گئے تھے وہ بھی چھوڑ دیئے اور ایسی شرطیں مان لیں۔ جس سے کفار کا بڑا غلبہ اور رعب بظاہر معلوم ہوتا تھا۔ اور مسلمان بہت کمزور اور نیچے دکھائی دیتے تھے چنانچہ ایک شرط یہ تھی کہ اس سال بغیر زیارت کعبہ واپس چلے جائیں۔

پھر یہ کہ دوسرے سال آویں۔ دوتین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ اور مسلمانوں کے ہتھیار بند ہوں۔ پھر ایک شرط یہ بھی کی تھی۔ کہ اگر کوئی مسلمان مکہ سے بھاگ کر مدینہ میں چلا آئے تو اہل مکہ کو واپس کیا جائے۔ لیکن اگر کوئی شخص مدینہ بھاگ کر مکہ میں آ جاوے تو اہل مکہ واپس نہ دینگے۔ ایک شرط یہ بھی تھی کہ اہل مکہ میں سے جس قوم کی مرضی ہو۔ اس وقت مسلمانوں کی طرف ہو جائے اور جس کی مرضی ہو اہل مکہ کے ساتھ ہے اور آئندہ اس کے مطابق قوموں کی باہمی تقسیم رہے۔ چنانچہ ایک قبیلہ جس کا نام وائل تھا قریش کے عقد و عہد میں ہوا۔ اور خزاعہ اسلامیوں کے طرفدار بن گئے۔

ان شرائط کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بدوں ادائے رجم مدینہ کو واپس چلے آئے اور اسی مقام حدیبیہ پر قربانی ذبح کر دی۔ اس صلح کا نام صلح حدیبیہ ہوا۔ حدیبیہ سے واپس ہوتے وقت سورۃ فتح نازل ہوئی۔

جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے بعد واپس مدینہ کو تشریف فرما ہوئے تو کچھ عرصہ کے بعد کفار مکہ نے عہد و پیمان کو توڑ دیا۔

مکہ کے قبائل میں سے بنو بکر اس صلح کے شرائط کے مطابق قریش کے عقد و عہد میں ہوا تھا اور خزاعہ اسلامیوں کے طرفدار بن گئے تھے۔ بنو بکر اور خزاعہ میں باہم مدت سے جنگ و جدال چلا آتا تھا اس وقت اسلام کے پھیلنے اور اسلامیوں کے مقابل کے نئے شغل نے ان دونوں قوموں کو باہمی جنگ کرنے سے روک رکھا ہوا تھا اب جبکہ اہل مکہ اور اہل اسلام کے درمیان صلح ہو گئی۔ تو اس جنگجو قوم کو نچلا بیٹھنا محال ہو گیا لگے کوئی بہانہ لڑائی کا تلاش کرنے۔

نوفل بن معاویہ بن نفاثہ الدیلی بنو بکر میں سے ایک نامور سپاہی تھا۔ اس نے خزاعہ قوم پر شیخون مارا۔ خزاعہ کے لوگ اس وقت بے خوف و خطر و قید و نام چپے پر غافل پڑے تھے۔ نوفل کے حملے سے چونک اٹھے۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ وہاں کفار مکہ نے پہلے تو انکی امداد ہتھیاروں سے کی اور جب اندھیرا ہو گیا۔ تو بنو بکر کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جب بنو بکر کو اہل مکہ کی مدد ہو گئی تو خزاعہ قوم کمزور ہو گئی اور قبیل بن رقعہ خزاعی اور رافع کے گھر میں پناہ گزین ہوئے۔ مگر خزاعہ بیچارے صبح تک بہت مارے گئے۔ صبح کے ہوتے ہی اپنی تباہ حالت کو دیکھ کر وہ بھاگ گئے۔ اور انہوں نے اپنے یامن کو پہنچ کر عمرو بن سالم خزاعی کو چالیس آدمی کے ساتھ مدینہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خدمت میں روانہ کیا۔ عمرو بن سالم نے عرب کے طریق و رواج کے مطابق اشعار میں اپنا حال حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ خاتمہ صلحنامہ کے مطابق اسلامیوں کی طرفدار قوم تھی اور تمام کفار مکہ کا انکے برخلاف سازش کرنا اور ان کو اس طرح سے قتل کرنا اور اصل اسی سبب تھا ان واقعات اور سچے اقوال کو سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نصرت یا عمر بن

سالم۔ اوصرف کفار مکہ کو اپنی کرتوت کا جیسے ہر ایک گناہ کا نتیجہ افسوس ہوتا ہے۔

افسوس ہوا۔ اور پشیمان ہوئے اور ابوسفیان اپنے رئیس کو اس بدافعالی کے ثمرات سے بچ رہنے کی تدابیر کے واسطے مدینہ روانہ کیا۔ ابوسفیان کو یقین تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری اس عہد شکنی کی ابتک خبر نہیں۔ اس خیال پر اس نے اپنے دل میں ایک چالاک کی بات سوچی اور آنحضرت سے کہا کہ صلح حدیبیہ کے وقت میں موجود نہ تھا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ عہد سابق کی تجدید کریں۔ اس عہدنامہ کی تاریخ آج سے شروع ہو اور صلح کی مدت بڑھا دیجائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بد عہدیوں کو بار بار دیکھ چکے تھے اور خزاعہ کے مقابلہ میں بنو بکر کی امداد خلاف عہد حدیبیہ کی خبر عمرو بن سالم کے ذریعہ پہنچ چکی تھی۔ آپ نے ابوسفیان کو جواب دیا۔ کہ کیا تم نے کوئی عہد شکنی کی ہے جو تم عہد کی تجدید چاہتے ہو۔ ابوسفیان نے کہا۔ معاذ اللہ ایسا نہ ہو۔ کیا ہم ایسے ہیں۔ کہ عہد توڑ ڈالینگے۔ تب آپ نے فرمایا۔ الحال سابق عہد پیمان کو رہنے دو۔ آخر ابوسفیان واپس مکہ کو چلا گیا۔

ابوسفیان کے جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفیر مکہ کو بھیجا۔ اور حب و ستور ملک بلکہ حسب قانون اخلاق کہلا بھیجا کہ یا تو خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دیدو۔ یا بنو بکر کی حمایت اور جانب داری سے الگ ہو جاؤ۔ یا حدیبیہ کی صلح کا عہد جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے اسے پھیر دو۔ اہل مکہ نے خیال کیا۔ کہ اہل اسلام ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں اور اس نصرت الہی اور امداد خداوندی کو بھول گئے جو اسلام ہاں سچے اسلام کی ہمیشہ حامی و مددگار ہے۔ انہوں نے صلح کا عہد پھیر دیا۔ قطع عہد اور انکی بے ایمانی اور خزاعہ کا بدلہ لینے کے لئے آپ نے مکہ پر چڑھائی کی۔ چنانچہ مکہ فتح ہوا اور اس حملے میں وہ ترمی اور اخلاقی شریعت کی آپ نے پابندی کی جسکی نظیر دنیا میں منفقود ہے۔ فرمایا جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں گھس جائے اسے امان۔ جو کوئی مسجد میں چلا جائے اسے امان۔ غرض مطابق پیشگوئی مکہ فتح ہوا۔ اور کچھ بڑی خونریزی نہ ہوئی اور کوئی کافر مجبر مسلمان نہ کیا گیا۔ اس جگہ سارہ والے واقعہ کا بیان کر دینا بھی لکھنی سے خالی نہ ہوگا۔ اور وہ اس طرح سے ہے کہ سارہ نام ایک عورت جو مکہ میں رہتی تھی اور خاندان بنی ہاشم کے زیر سایہ پرورش پایا کرتی تھی ان آیام میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے واسطے کوچ کی طیاری کی آپ کے پاس مہینہ میں آئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا تو مسلمان ہو کر مکہ سے بھاگ آئی ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں میں مسلمان ہو کر نہیں آئی بلکہ بات یہ ہے کہ میں اس وقت محتاج ہوں اور آپ کا خاندان ہمیشہ میری پرورش کیا کرتا ہے اس واسطے میں آپ کے پاس آئی ہوں تاکہ مجھے کچھ مالی امداد ملجائے۔ اسپر آنحضرت نے بعض لوگوں کو فرمایا اور انہوں نے اسکو کچھ کپڑا اور روپیہ وغیرہ دیا جسکے بعد وہ واپس اپنے وطن کو روانہ ہو گئی جب روانہ ہونے لگی تو حاطب نے جو کہ اصحاب میں سے تھا اسکو دس درہم دیئے اور کہا کہ میں تجھے ایک خط دیتا ہوں۔ یہ خط اہل مکہ کو دیدینا۔ اس بات کو اس نے قبول کیا اور وہ خط بھی لے گئی۔ اس خط میں حاطب نے اہل مکہ کو خبر کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا ہے۔ تم ہوشیار ہو جاؤ۔ وہ عورت ہنوز مدینہ روانہ ہی ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی الہی خبر مل گئی کہ وہ ایک خط لیکر گئی ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہمہ عمار اور ایک کشت

کے روانہ کر دیا کہ اسکو پکڑ کر اس سے خط لے لیں اور اگر نہ دے تو اسے ماریں چنانچہ اس جماعت نے اسکو راہ میں جا پکڑا۔ اس نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں جسپر حضرت علی نے تلوار بھیج لی اور کہا کہ ہم کو جھوٹ نہیں کہا گیا بذریعہ وحی الہی کے خبر ملی ہے خط ضرور تیرے پاس ہے۔ تلوار کے ڈر سے اس نے خط اپنے سر کے بالوں میں سے نکال دیا۔ جب خط آگیا اور معلوم ہوا کہ وہ حاطب کی طرف سے ہے تو حاطب بلایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ یہ تو نے کیا کیا اس نے کہا مجھے خدا کی قسم ہے کہ جب سی میں ایمان لایا ہوں کبھی کافر نہیں ہوا۔ بات صرف اتنی ہے کہ مکہ میں میرے قبائل کا کوئی حامی اور خبر گیر نہیں۔ میں نے اس خط سے صرف یہ فائدہ حاصل کرنا چاہا تھا کہ کفار میرے قبائل کو دکھ نہ دیں۔ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ حاطب کو قتل کر دیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ اصحاب بدر پر خوشنودی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ جو چاہو میں نے تمہیں بخش دیا۔

اس سورہ شریف کی تفسیر میں کئی ایک روایات اس قسم کی ہیں جن سے ظاہر ہوتا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعض صحابہ کرام نے اس سورہ کے نزول کو مستحکم کیا کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کام اس دنیا پر جو تھا وہ ختم ہو چکا ہے اور وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کے ساتھ وصال دائمی حاصل فرماویں۔ چنانچہ ایک حدیث جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رونے اور پھر ہنسنے کا ذکر ہے۔ گزشتہ پرچوں میں بیان کی جا چکی ہے۔ رونے کی وجہ یہ تھی کہ بیوی فاطمہ کو آنحضرت نے بتلایا کہ اب میری وفات کا وقت قریب ہے۔ پھر ہنسنے کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ بتلایا کہ میرے بعد میرے اہل بیت میں سے جس پہلے میرے ساتھ ملنے والی تو ہے چنانچہ آنحضرت کی وفات کے صرف چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ نے وفات پائی تھی۔ ایک روایت سے جو حضرت ام حبیبہ سے ہے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس سورہ شریف کے نازل ہونے پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی تھی کہ آپ کی عمر حضرت عیسیٰ کی عمر سے نصف ہے اور حضرت عیسیٰ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس سورہ شریف کے وقت اس امر کے اشارہ کو سمجھ لیا تھا کہ آنحضرت کا وقت وفات قریب آگیا ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ میں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ابھی بچہ ہی تھا مگر جب کوئی مجلس شوری قائم ہوتی اور بڑے بڑے اصحاب جو اس بدر تھے جمع کئے جاتے۔ تو حضرت عمر مجھے بھی اس مجلس میں بلاتے۔ میری عمر کے لڑکے کا ایسی اہم مجلس میں بلایا جانا شاید کسی کو ناپسند ہوا ہو کہ کسی نے کہا کہ یہ لڑکا ہمارے بیٹوں کی عمر کے برابر ہے اور ہمارے ساتھ مجلس شوری میں بیٹھا ہے مگر حضرت عمر نے جواب دیا کہ تم کیا جانتے ہو کہ یہ کون ہے۔ اس کے بعد جب پھر ایسا ہی کسی مجلس کا موقع ہوا۔ اور سب بلائے گئے۔ تو حضرت عمر نے مجھے بھی بلایا اور میں دل میں سمجھ گیا کہ آج کچھ بات ضرور ہے چنانچہ جب سب جمع ہو گئے تو حضرت

عمر نے اول دوسروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سورہ اذ جاء نصر اللہ والفتح کے متعلق تم کیا کہتے ہو۔ بعض نے کہا کہ اس میں ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ حمد و استغفار کریں بعض نے کہا کہ اس میں فتح و نصرت ہم کو دی گئی ہے اور بعض خاموش رہے۔ تب حضرت عمر نے مجھ سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو کیا یہی صحیح ہے۔ میں نے کہا نہیں بلکہ میں یہ جانتا ہوں کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا ہے کہ اب آپ کی وفات کا وقت قریب ہے۔ اب حمد و استغفار کرو۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ مجھے بھی یہی معلوم ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ اس سورہ شریف کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود میں یہ دعا بہت پڑھتے تھے۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے بیٹھتے آتے جاتے ہر وقت سبحان اللہ و بحمدہ کہتے اور فرماتے۔ کہ مجھے ایسا کہنے کے واسطے حکم دیا گیا ہے اور اس سورہ کو پڑھتے۔ غرض بہت سی روایات سے یہ امر ظاہر ہے کہ اس سورہ شریف کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعض اصحاب نے اس بات کو بخوبی سمجھ لیا تھا کہ چونکہ تبلیغ کا کام اپنے کمال کو پہنچ چکا ہے اور فتح و نصرت کا وقت آگیا ہے اور اب قومیں فوج در فوج داخل ہونیوالی ہیں۔ تو اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی کو چھوڑ کر اصل باللہ ہو جاویں۔

افواج

جس سال یہ سورہ نازل ہوئی اس سال بہت سی قومیں فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئیں۔ کیونکہ مکہ فتح ہو گیا تھا اور کفار کے سرغنہ بربلاک ہو چکے تھے اور کوئی رکاوٹ اب باقی نہ رہی تھی اور اسلام کی سچی اور راحت بخش تعلیم نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا ہوا تھا۔ صرف چند شریری لوگوں کی شرارت کا خوف درمیان میں تھا۔ کیونکہ وہ زمانہ امن کا نہ تھا اور ہر ایک کو اپنی جان اور مال کا خطرہ رہتا تھا بالخصوص غریب امراء کے بہت ہی زیر اثر تھے اور ان سے خوف تھا۔ جب بڑے بڑے کفار ہلاک ہو گئے اور ان کے زور اور طاقت کی چار دیواری خا میں لگئی۔ تو لوگوں کے دل سیلاب کی طرح اسلام کی طرف جھکے اور قبائل کے قبائل یکدفعہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ بنی راسد اور قریظہ اور بنی حمرہ اور بنی النکاح اور بنی الکنازہ اور بنی ہلال اور بلخا اور نجب اور دارم اور دوسرے قبائل تمیم اور قبائل عبد القیس اور بنی طے اور اہل یمن و شام و عراق وغیرہ کے اطراف و اکناف سے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور بہت جلد تمام جزیرہ نمائے عرب اسلام میں داخل ہو گیا۔ اور جملہ قبائل عرب میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہ رہا۔ جس نے اظہار اسلام نہ کیا ہو۔

اہل یمن

ایک روایت میں ہے کہ اس سورہ شریف میں الناس سے مراد اہل یمن ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ اکبر جاء نصر اللہ والفتح وجاء اهل الیمن قوم رقیقہ قلوبہم الايمان

ایمان والفقہ ایمان والحکمة ایمانیۃ وذلہ اجد نفس ربکم من قبل الیمین۔ اللہ اکبر۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فتح آئی۔ اور اہل یمن آئے۔ اہل یمن ایک قوم ہے جن کے دل نرم ہیں۔ اور اہل یمن اہل ایمان اور اہل فقه اور اہل حکمت ہیں اور فرمایا کہ مجھے یمن کی طرف سے تمہارے رب کی خوشبو آتی ہے۔ یعنی اہل یمن اہل اللہ ہیں اہل یمن اس سورہ شریف کے نزول کے بعد ایمان لائے تھے۔

تسبیح - تحمید و استغفار | اس میں اول تسبیح کا حکم ہے پھر تحمید کا۔ اور پھر استغفار کا۔ اس ترتیب میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات و قوتیں ہیں۔ ایک صفات سلبیہ اور دوم صفات ثبویہ صفات سلبیہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا تمام نقائص سے پاک اور منزہ ہوتا اور علیٰ دبر تر ہونا ظاہر کرتی ہیں۔ سلبیہ کے معنی ہیں سلب کرنے والی۔ کھینچنے والی۔ اور صفات ثبویہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اکرام اور عزت اور بلندی کا اظہار کرتی ہیں۔ اس ترتیب میں صفات سلبیہ کا پہلے ذکر کیا گیا ہے اور صفات ثبویہ کو ان کے بعد لیا گیا ہے۔ تسبیح اللہ تعالیٰ کی جلالی صفات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ وہ تمام بدیوں سے منزہ اور بے عیب اور پاک ذات ہے۔ تم بھی اسکی تسبیح کرو یعنی اس کا مقدس اور پاک ہونا بیان کرو۔ اور اسکی تحمید کرو کہ وہ تمام حمد کا مالک ہے اور سچی تعریف اُسی کے لائق ہے۔ اس کے بعد استغفار ہے۔ جو کہ انسان کو اپنے قصور نفس اور کمزوری کی طرف توجہ دلاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی بخشش کی طرف انسان کو کھینچتا ہے کہ اس کے سوائے انسان کا گذارہ نہیں۔ اور انسان کے نفس کامل کرنے والی وہی ذات پاک ہے جس کے ساتھ سچے اور خالص تعلق کے ذریعہ سے انسان بدیوں سے نجات پاسکتا ہے اور نیکیوں کے حصول کی اس کو توفیق ملتی ہے۔

دین اللہ | اور آیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً اور تو نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ دین اللہ میں فوج در فوج داخل ہوتے۔ اس جگہ دین اللہ سے مراد دین اسلام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لائے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا منشاء ہی تھا کہ مخلوق الہی دین اللہ میں داخل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور قرآن شریف کے کلام الہی ہونے پر ایمان لادے اور شعار اسلامی نماز روزہ حج زکوٰۃ کی پابندی ہو۔ چنانچہ جب تک یہ سب کچھ نہ ہو نہ لیا۔ لوگوں کا دین ملت میں داخل ہونا تسلیم نہ کیا گیا۔ قرآن شریف میں اور جگہ دین کے معنوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ فرمایا ہے۔ ان الدین عند اللہ الا سلام۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں مقبول دین تو صرف اسلام ہی ہے اور فرمایا۔ ومن یدتغ غیر الا سلام دیناً فلن یقبل منہ۔ اور جو شخص اسلام کے سوائے اور کوئی دین چاہیگا وہ ہرگز قبول نہ ہوگا۔ تعجب ہے کہ باوجود ایسی صریح آیات کے ہونے اس زمانہ میں ڈاکٹر عبدالحکیم خاں حبیبی کی عقل ایسی ماری گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت پر ایمان لانا اور قرآن شریف پر عمل کرنا کچھ ضروری نہیں۔ اور زمانہ روزہ۔ حج۔

زکوٰۃ وغیرہ کی پابندی کی کوئی حاجت نہیں۔ اور اسلام میں داخل ہونا ایک بیخیاہ امر ہے۔ صرف اللہ کو مان لو کہ وہ ہے اور اچھے اچھے کام کرو۔ جو تمہاری نگاہ میں اچھے ہوں (خواہ بیوگ ہی کیوں نہ ہو) تو میں نجات پا جاؤ گے۔ لفظ دین کے واسطے اور الفاظ بھی قرآن شریف میں آئے ہیں۔ جیسا کہ ایمان۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فاخرجنا من کان فیہا من المومنین فما وجدنا فیہا غیر بیت من المسلمین ہم نے وقت عذاب مومنوں کو وہاں سے نکال دیا۔ اور اس میں مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھر ملا۔ اور صراط جیسا کہ فرمایا ہے۔ صراط اللہ الذی لا مافی السموات وما فی الارض۔ راہ اللہ کی وہ اللہ کے آسمان و زمین جو کچھ ہے۔ سب کی ہے اور ایسا ہی دین کے واسطے اور بھی نام ہیں۔ جیسا کہ کلمۃ اللہ اور نور اور ہدے اور عروہ اور حبل اور صبغة اللہ اور فطرۃ اللہ۔

فضائل سورۃ النصر | حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ سب آخر سورۃ بتام وکمال اور پوری اُتری وہ یہی سورۃ النصر ہے۔ اس کے بعد کوئی پوری سورۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہیں ہوئی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ یہ سورہ ربیع القرآن ہے۔ یعنی قرآن شریف کی چوتھائی کے برابر ہے۔ فضیلت بلحاظ اس شاندار پیشگوئی کے معلوم ہوتی ہے جس پر وہ مثل ہے اور بلحاظ ان احکام تسبیح اور تحمید اور استغفار کے ہے جو کہ انسان کو اپنے کمال پر پہنچانے کے واسطے کمال درجہ کے ہتھیار ہیں اسی سورۃ شریف نے کفار مکہ کو باوجود ایسی سخت بغاوتوں اور سرکشیوں کے اور اذیت رسانیوں کے فتح تک کے وقت ہر طرح کے عذاب سے بچالیا اور آنحضرت نے اپنے خلق عظیم کے ساتھ سب کو معاف کر دیا اور فرمایا لا تتذیب علیکم الیوم۔ بلکہ ان کے گناہوں کے واسطے خدا تعالیٰ کے حضور میں معافی چاہی کیونکہ استغفر اللہ کا لفظ اسی امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے حضور میں گناہ گاروں کے واسطے شفاعت کریں اور ان کو عذاب میں گرنے سے بچادیں۔

نسی فوجیں | یہ اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت کا وعدہ اور قوموں کے فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے کی پیشگوئی جو اس سورۃ شریف میں لکھی ہے اگرچہ اسکے پورا ہونے کا ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔ تاہم چونکہ مذہب اسلام ہمیشہ کے واسطے ہے اس واسطے ظلی طور پر جب کبھی ضرورت ہو۔ یہ وعدہ پورا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی جبکہ اسلام بہت ضعیف ہے خدا تعالیٰ نے اپنے ایک فرستادہ کے ذریعہ سے یہ خوشخبری دوبارہ سنائی ہے کہ اس کی طرف سے اسلام کے واسطے فتح و نصرت کا وقت پھر آگیا ہے اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونگے اور پھر اسلامیوں میں وہی روحانیت پھونکی جائے گی۔ مبارک ہیں وہ جو تکبر نہ کریں اور خدا کے کام کی عزت کریں تاکہ انکے واسطے بھی عزت ہو۔ اے خدا ہمارے گناہوں کو بخش اور اپنے وعدوں کو پورا کر کہ تو سچے وعدوں والا ہے۔ اسلام کی عزت کو دنیا میں قائم کر دے اور اسلام کے دشمنوں کو ذلیل اور پست اور ہلاک کر دے خواہ وہ اندرونی ہوں یا بیرونی کیونکہ اب تیری قدرت نامی کا وقت ہے اور تو بڑی طاقتوں والا خدا ہے۔ آمین ثم آمین

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نوالہ رحمان صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدر

سورۃ تبت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
شروع ساتھ نام اللہ کے بخشنے والا مہربان

تَبَّتْ يَدَا ابْنِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ

ہلاک ہوویں ہر دو ہاتھ ابی لہب کے اور ہلاک ہوا وہ نہ کفایت کیا اس سے اسکے مال اور اسکی کمائی نے وہ جلد داخل ہوگا آگ میں جو شعلہ والی ہے

لَهَبٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۝

اور اس کی جوڑو اٹھانے والی لکڑیوں کی اس کی گردن میں رسی ہے بٹی ہوئی

بامحاورہ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس سورۃ شریف کو شروع کیا ہے جاتا ہے۔ وہ اللہ جو سب کی پرورش کرتا ہے اور محنت کرنے والے کو اس کی محنت کا پھل دیتا ہے۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں جن کے ساتھ وہ بدی کے کام کرتا ہے اور وہ تو ہلاک شدہ انسان ہے۔ کیونکہ ایسے بد عمل کب تک جہنت دینگے۔ وہ سب مال جو اسکے پاس ہے اور سب کچھ جو اُس نے کمایا ہے ان میں سے کوئی شے وقت عذاب کام نہ آئے گی۔ وقت قریب آتا ہے کہ وہ آگ میں ڈالا جائے گا اور یہی حال اسکی عورت کا ہوگا جو لکڑیوں کے گٹھے اٹھایا کرتی ہے اس کی گردن میں بٹی ہوئی رسی ہے۔

اس سورۃ شریف کا نام سورۃ تبت ہے اور اس کو سورۃ ابی لہب بھی کہتے ہیں۔ یہ سورۃ مکہ معظمہ میں اتری ہے۔ اس سورۃ میں بسم اللہ کے بعد پانچ آیتیں اور سبیل کلمات اور کیا لشی حروف ہیں۔

تشریح و معانی الفاظ
تَبَّتْ۔ ہلاک باد۔ نابود بود۔ نابود ہو جائیں
یہ لفظ تباب سے مشتق ہے۔ تباب کے معنی
ہیں ہلاکت۔ عرب میں ایک محاورہ ہے شاید اُمّ تَابَة اسی معنی میں یہ لفظ قرآن شریف
میں اور جگہ بھی آیا ہے قال اللہ تعالیٰ۔ وما کید الکافرین الا فی تباب۔
کفار کی تدابیر کا نتیجہ اُن کے حق میں سوائے ہلاکت کے اور کچھ نہیں۔ کافر کبھی کامیاب
نہیں ہوتا۔ اسکی تمام تدابیر ضائع جاتی ہیں۔ تَبَّتْ کے دوسرے معنی نقصان اور
اور گھٹائے ہیں۔ فتح البیان میں تَبَّتْ کے معنی خَسَرَتْ و خَابَتْ و ضَلَّتْ
لکھا ہے یعنی گھٹائے میں پڑا۔ اور نامراد ہوا اور گمراہ ہوا۔ قرآن شریف میں کفار کے حق
میں ہے۔ وما زادوہم غیر تبتیب۔ ان کو کچھ زیادہ نہ ملا یعنی کچھ فائدہ نہیں ضر
نقصان ہی ہوا۔ غرض تبت کے دو معنی ہیں۔ ہلاکت اور نقصان اور گھٹا مال
ہر دو معنوں کا ایک ہی ہے۔ تنہا ہی ناکامی اور نامرادی۔ یَدَا۔ ہر دو دست۔ دونوں ہاتھ
یَدَا کا تشبیہ ہے۔ یَدَا کے معنی ایک ہاتھ۔ یَدَا کے معنی دو ہاتھ۔ ایدی کے معنی
بہت ہاتھ۔ تَبَّتْ یَدَا کے معنی دونوں ہاتھ ہلاک ہوں۔ ابی لہب کفار مکہ کے اکابر
میں سے ایک شخص تھا۔ رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ ابی لہب اسکی
کنیت تھی۔ اور اس کا اصل نام عبد العزیٰ تھا۔ عرب میں ہر شخص کو یہ سبب عزت
کے کنیت سے بلاتے تھے۔ اور اصل نام کی بجائے اکثر لوگ کنیت کے ساتھ زیادہ معرو
ہوتے تھے۔ لہب کے معنی ہیں شعلہ اور اب کے معنی باپ۔ ابی لہب کے معنی

ہوئے شعلہ کا باپ۔ بعض کا قول ہے کہ اُس نے تکبر کے طور پر اپنے لئے یہ کنیت پسند
کی تھی۔ ابولہب اسوا سبط بھی اُسے کہتے تھے کہ اس کا چہرہ بہت سرخ تھا۔ یہ شخص
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت عداوت رکھتا تھا۔ اور عداوت کی وجہ
سوائے اس کے نہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم توحید کا وعظ فرماتے تھے اور یہ بت
پرست تھا۔ رات دن حضرت کو تکلیف دینے کے درپے رہتا تھا۔ جو لوگ باہر سے آئے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنا چاہتے ان کو آگے جا کر راستہ ہی میں ملتا۔ اور بڑے
تکلف اور تکبر کے ساتھ باتیں ہوا ان کو سمجھاتا کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون ہے
ہم اسکے چچا ہیں۔ وہ ہمارا بیٹا ہی ہے۔ ہم اُس کا علاج کر رہے ہیں۔ تم اسکے پاس رت
جاؤ۔ بعض کو کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کسی نے جادو کیا ہوا ہے۔ ایسے جادو
زادہ شخص کے پاس جا کر تم کیا لو گے۔ بہتر ہے کہ یہیں سے واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ اس
طرح کی باتیں بنا بنا کر لوگوں کو واپس کرنیکی کوشش کرتا رہتا۔ بعض بد قسمت اس کا کہنا
مان لیتے اور واپس چلے جاتے اور جو لوگ زیادہ ہوشیار ہوتے وہ تو کہتے کہ تم تو لوگو
ملنے کے واسطے آئے ہیں۔ کچھ ہی ہو۔ اب تو ملاقات کر کے ہی واپس جائینگے۔ ایسے
لوگوں پر خفا ہوتا اور پھر جھنجھلا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا اور بعض کے
کانوں میں روئی ڈالتا کہ اچھا تم ضرور جانا چاہتے ہو تو جاؤ۔ مگر اسکی باتیں نہ سننا کون
اسکی باتوں میں ایک جادو ہے وہ تم پر اثر کر جائے گا تو تم بھی اسکے ساتھ شامل ہو جاؤ گے
چنانچہ ایک صحابی کے ساتھ ایسا ہی کیا اور اسکے ساتھ ایک آدمی بھی لگایا کہ جلد اُس کو

میرے قریبی ہو۔ تم یاد رکھو کہ میں نہ دنیا میں تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہوں اور نہ آخرت سے تمہیں کچھ حصہ دلا سکتا ہوں۔ جب تک کہ تم اس بات پر ایمان نہ لاؤ کہ معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔ اگر تم میرا یہ کہنا مان لو۔ تو اللہ تعالیٰ کے حضور اس معاملہ میں میں تمہارے حق میں شہادت دوں گا۔ ابولہب نے یہ کلمہ سن کر کہا تَبَالُکَ الْہٰذِ اَدْعُوْنَا۔ تجھ پر ہلاکت ہو گیا اسی واسطے تو نے ہم کو پکارا تھا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورہ نازل ہوئی۔ اور وہی ہلاکت کی بددعا جو ابولہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی تھی۔ اُلٹ کر خود اسی پر پڑی یہ ایک مباہلہ تھا جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کافر نے کیا تھا اور اس قسم کے مباہلوں کی مثالیں خود اس زمانہ میں بھی قائم ہو چکی ہیں جن میں سے ایک مولوی غلام دستگیر قصوری کا مباہلہ ہے۔ کہ اس نے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ مباہلہ کیا تھا۔ اور ایک کتاب میں لکھا تھا کہ اگر وہ جھوٹے ہیں۔ تو وہ ہلاک ہو جائیں۔ اور اگر ان کو جھوٹا کہنے میں میں جھوٹا ہوں۔ تو میں ہلاک ہو جاؤں۔ چنانچہ اس کے بعد بہت جلد وہ ہلاک ہو گیا۔ ایک ہی علیگڑھ۔ کا مولوی اسماعیل مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں مباہلہ کر کے ہلاک ہوا۔ اور ایسا ہی جموں والا چراغ دین عیسائیوں کا دوست اور خود مسیح ہوئے کا مدعی وہ بھی مباہلہ کے بعد واصل جہنم ہوا۔ پھر آجکل ڈاکٹر عبدالحکیم نے اس مباہلہ میں پیش دستی کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے حق میں تین سال کے اندر مرجانے کی پیشگوئی کی ہے۔ دُنیا عنقریب دیکھ لے گی کہ اس کا یہ کلمہ کس کو جھوٹا اور کس کو سچا ثابت کر کے دکھا دیتا ہے۔ مگر جن بدقسمتوں نے پہلے اس قدر واقعات سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ وہ اب کیا نفع حاصل کر سکتے ہیں وَتَبَّ۔ اور ہلاک ہو گیا وہ۔

یہاں تک اس سورہ شریف کی اول آیت کے الفاظ کے معانی اور تشریح ہو چکی +

تَبَّتْ یَدَا ابی لہب و تَبَّ۔ ہلاک ہوں ہر دو ہاتھ ابی لہب کے اور ہلاک ہوا وہ۔ ہر دو ہاتھ سے مراد اُس کا سارا وجود ہے یا اس کا دین اور دُنیا۔ یا اس کی اولاد ہے۔ کیونکہ اس کو نہ دُنیا میں کوئی آرام پہنچا۔ اور نہ دین کے معاملہ میں اس کو کوئی کامیابی حاصل ہوئی۔ ہر طرف سے وہ خائب و خاسر ہی رہا۔ ابن وقاف نے لکھا ہے۔ کہ تَبَّتْ کے معنی صفرت ہیں یعنی خالی رہے۔ ہاتھوں کی طرف اشارہ اس واسطے بھی ہے کہ اس کا خیال تھا کہ میرا ہاتھ غالب رہے گا۔ اور میں رسول کے مقابلہ میں فتح مند رہوں گا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس کو عذاب کے ساتھ جلد موت دی۔ بعض نے لکھا ہے۔ کہ تَبَّتْ سے اشارہ اس کے بیٹے عتبہ کی طرف ہے۔ اگر بیٹے کی طرف اشارہ ہو تو بیٹے کی ہلاکت بھی باپ کی ہلاکت ہے اور واقعات یہ ہیں۔ کہ دونوں ہلاک ہوئے تھے۔ اس کے بیٹے عتبہ کا ذکر ہے کہ وہ تجارت کے واسطے شام کو گیا ہوا تھا۔ وہاں سے اہل قافلہ کے ذریعہ سے آنحضرت

واپس لے آنا۔ زیادہ دیر تک وہاں بیٹھنے نہ دینا۔ ورنہ (نحوہ باللہ) خراب ہو جائے مگر وہ خدا کا بندہ ہوشیار آدمی تھا۔ اُس نے تھوڑی دیر جا کر اُس آدمی کو واپس کر دیا کہ تم جاؤ۔ میں خود اپنا راستہ تلاش کر لوں گا۔ اور روٹی کو کافوں میں سے نکال کر پھینک دیا۔ ربیعہ بن عباد سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میں نے ایک دفعہ ... حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے زمانہ رسالت میں دیکھا۔ کہ آپ سوق ذی المجاز میں کہہ رہے تھے اے لوگو! اِنَّمَا اللہُ الْہٰکَا اللہُ کہو تو تم اپنی مراد کو پہنچ جاؤ گے۔ بہت سے لوگ آپ کے پاس جمع تھے اور آپ کا وعظ سن رہے تھے آپ کے پیچھے ایک شخص سرخ چہرے والا اور احوال کوٹو کو بہکاتا تھا۔ کہ یہ شخص صابی ہے۔ اور جھوٹ بولتا ہے۔ جدھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاتے وہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے جاتا اور لوگوں کو بہکاتا کہ یہ شخص تم کو لات اور عزت کی عبادت سے منع کرتا ہے۔ اس کے پیچھے مت جاؤ۔ اور اس کی پیروی نہ کرو۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو تبلیغ کی تو اُس نے سختی سے انکار کیا۔ تب آپ نے خیال کیا کہ یہ متکبر آدمی ہے۔ لوگوں کے سامنے اس کو سمجھانا مفید نہیں پڑتا۔ شاید کہ اس کو علیحدگی میں سمجھایا جاوے۔ تو ہدایت کی راہ پر آ جاوے اور جہنم میں گرنے سے بچ رہے اس واسطے آپ رات کے وقت اس کے مکان پر گئے۔ اور ایسا کرنے میں آپ نے حضرت نوح علیہ السلام کی سنت کو ادا کیا۔ کیونکہ حضرت نوح نے کہا تھا۔ اِنِّیْ دَعَوْتُہُمْ لِبِلَآءٍ وَنہَارَآءِ مِیْنِ رَّاتٍ کے وقت بھی انہیں تبلیغ کی اور حق کی طرف بلایا اور دن کو بھی بلایا۔ جب آنحضرتؐ اس کے مکان پر پہنچے۔ تو کہنے لگا کہ شاید آپ نے دن کے وقت جو کچھ کہا تھا۔ اس کے متعلق عذر کرنے کے لئے اس وقت آئے ہیں۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سامنے ادب سے بیٹھ رہے۔ اور اسے اسلام کی طرف بہت تبلیغ کی۔ پر اُس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے زمانہ بعثت میں تبلیغ عام طور پر نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ وَانذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ اپنے قریبی قبائل کو آنے والے عذاب سے ڈر اُتو تب آپ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور پکارا اے آل غالب۔ تب قبیلہ غالب کے لوگ جمع ہو گئے۔ اور ابولہب نے کہا اے آل غالب آ گئے۔ اب بتاؤ میرے پاس کیا ہے۔ تب آپ نے پکارا۔ یا آل لوی۔ اس وقت قبیلہ لوی جمع ہوا۔ پھر ابولہب نے وہی کلمات کہے تب آپ نے آل مرہ کو پکارا۔ اسی طرح پھر آل کلاب اور آل قصی کو پکارا۔ ہر دفعہ ابولہب ایسا ہی کہتا رہا۔ جب سب جمع ہو گئے۔ تب آپ نے فرمایا۔ اِنَّ اللہَ امرنیْ اَنْ اَنْذِرَ عَشِیْرَتِیْ الْاَقْرَبِیْنَ وَانْتُمْ الْاَقْرَبُونَ اَعْمٰوِا اِنِّیْ لَا اَمْلٰکَ لَکُمْ مِنَ الدُّنْیَا حِظًّا وَلَا مِنَ الْاٰخِرَةِ نَصِیْبًا اَلَا اَنْ تَقُوْا اَلَا اللہَ فَاَشْہِدْہُمْ اَلَا لَکُمْ عِنْدَ رَبِّکُمْ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی قبائل کو ڈراؤں۔ سو تم

کو کہلا بھیجا کہ تم محمد کو جا کر کہدینا کہ میں اسی وحی کا کافر ہوں جو تم پر اتری ہے اور شرارت میں ہمیشہ مبالغہ کیا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں بددعا کی تھی کہ اللہم سلط علیہ کلبا من کلابک چنانچہ ایک جنگل میں شیر نے اسے پھاڑ کھایا +

الغرض ابولہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سخت دشمن سمجھا۔ ہمیشہ ایذا دہی کے درپے رہتا تھا۔ اور آپ کے حق میں ہلاکت کی بددعا کیا کرتا تھا۔ وہی بددعا بالآخر اٹل کر اس کے اپنے سر پہ جا پڑی اور وہ دین و دنیا میں خائب و خاسر ہو کر ہلاک ہو گیا +

ما اغنی عنہ۔ نہ کفایت کیا اس سے۔ اس کے کسی کام نہ آیا۔ بیچ دفع نہ کر دیا +

مالہ وما کسب۔ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا۔ ما کسب جو کچھ اگلی کمائی ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس سے مراد اس کی اولاد ہے۔ ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کوئی چیز اس کے کام نہ آئی۔ خدا کے عذاب سے نہ اس کو اپنا مال چھڑا سکا۔ اور نہ اس کی اولاد اس کے کسی کام آئی۔ اس میں ایک پیشگوئی بھی ہے کہ باوجود مادر ہونے کے اور صاحب اولاد ہونے کے اور قوم کے درمیان محترم ہونے کے اس کی تمام کوششیں جو کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں کر رہا ہے۔ سب کی سب اکارت جائیں گی۔ وہ اپنی کسی کوشش میں کامیاب نہ ہوگا۔ بلکہ ایک نامرادی کی موت مرے گا۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک بڑا بھاری نشان ہے کیونکہ یہ آیات ایسے وقت نازل ہوئی تھیں۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز مکہ شریف میں رہتے تھے۔ اور صرف چند آدمی آپ کے ساتھ تھے اور بظاہر کوئی رعب آپ کا لوگوں پر نہ تھا۔ بلکہ سب لوگ ہنسی ٹھٹھا کرتے اور ایذا دیتے اور تمام قوم آپ کی دشمن تھی اور اپنے کیا بیگانے سب بگڑے ہوئے تھے۔ کوئی شخص مسلمانوں میں داخل ہونے کی جرأت بمشکل تمام کر سکتا تھا۔ جو مسلمان ہو جاتا۔ وہ بھی اپنے آپ کو خفیہ رکھتا۔ غرض ایسے وقت میں جب کہ دنیا دار نظریہ ظاہر حالات کر کے یہ خیال کرتے تھے کہ یہ سلسلہ ایسا کمزور ہے کہ آج ٹوٹا یا کل۔ ایسے وقت میں یہ پیشگوئی کی گئی۔ کہ خدا تعالیٰ ہم کو کامیاب کرے گا۔ اور یہ اشد دشمن ابولہب جیسا قوم کا سردار نامرادی کے گڑھے میں گر جائے گا۔ یہ خدا تعالیٰ کے عجائبات کے نمونے ہیں جن کے ذریعہ سے وہ اپنے بندوں کی سچائی دنیا پر روشن کر دیتا ہے۔ اور وہ دکھا دیتا ہے کہ بیشک یہ اس کی طرف سے مبعوث ہے۔ ورنہ ایک انسان عاجز کا یہ حوصلہ نہیں کہ ایسی بیکیسی اور بے بسی کے وقت میں اتنا بڑا دعویٰ کرے خدا تعالیٰ ظاہر میں لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا۔ پر وہ اپنے عجائب و عجائب کاموں سے پہچانا جاتا ہے۔ جس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب قادیان کے گاؤں میں ایک گوشہ نشین شخص تھے۔ اور ایک مہمان بھی آپ کے پاس

آتا تھا۔ اور رات دن تنہائی میں خدا کی عبادت کرتے ہوئے گزرتی تھی۔ اس وقت خدا نے یہ الہام کیا کہ تیرے پاس دور دور سے لوگ آئینگے۔ اور دور دور سے تحایف اور ہدایا بھی تیرے لئے لائینگے۔ اس وقت ممکن ہے۔ کہ خود ملہم کو بھی اس پر تعجب ہوا ہو۔ کہ مجھے تو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی جانے۔ اور میں تو اس کو دوست رکھتا ہوں کہ خلوت میں بیٹھا رہوں اور اپنے خدا کی عبادت میں مصروف رہوں۔ یہ کیا بات ہے کہ دور دور سے لوگ آئینگے اور تحفے تحائف بھی لائینگے۔ مگر قدرت خداوندی اسی طرح سے ہے کہ جو دنیا کو خدا کے واسطے لات مارتا ہے۔ دنیا اسی کی خادمہ بنی جاتی ہے اور جو اس کے پیچھے دوڑتا ہے وہ اس کے آگے سے بھاگتی ہے۔ اور اس کو ہمیشہ حسرت اور ناکامی کی حالت میں رکھتی ہے +

سید صلی نارا۔ جلد داخل ہوگا آگ میں۔ زود باشد۔ کہ در آید باتش عنقریب آگ میں ڈالا جائے گا۔ نار سے مراد دو طرح کی آگ ہے۔ اول اسی دنیا میں نامرادی اور ناکامی کے ساتھ ہلاکت کی آگ کہ باوجود رات دن کی جان توڑ کوششوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ دن بدن ترقی پکڑتا گیا۔ اور وہ ترقی ہر وقت اس کے دل کو ایک سوزش اور غلن میں ڈالتی تھی اور آخر اس کی موت بھی طاعون سے ہوئی۔ جو ایک عذاب کی موت ہے اور اس دنیا کے عذاب کے ساتھ آخرت کے عذاب کی جو پیشگوئی کی گئی ہے اس سچا ہونا امر اول کے پورا ہو جانے سے ثابت ہوتا ہے +

ذات لہب۔ شعلوں والی۔ وہ آگ جس سے شعلے نکلتے ہیں۔ اس جگہ لہب کے لفظ میں وہ خوبی ہے کہ خود اس کا نام بھی ابولہب تھا جو کہ اس نے تکبر اور غرور کے سبب اپنے لئے پسند کیا ہوا تھا +

اس آیت شریف پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلی اور دوسری آیت تو صیغہ ماضی میں بیان کی گئی ہیں کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ اور اس آیت شریف میں صیغہ استقبال استعمال کیا گیا ہے کہ وہ آگ میں داخل ہوگا۔ اس میں کیا حکمت ہے سو واضح ہو کہ دراصل یہ ایک پیشگوئی ہے اور حقیقت سنائی گئی۔ اس وقت ابولہب چنگا بھلا تھا اور بڑے زور میں تھا۔ اور قوم میں معزز تھا۔ اور آنحضرت ایک بیکیسی اور بے بسی کی حالت میں تھے۔ لیکن اللہ کے رسول کی تکالیف کو دیکھ کر آسمان پر فیصلہ ہو چکا تھا کہ ان تکالیف کا اب خاتمہ ہو جاوے اور ابولہب ہلاک ہو جاوے چونکہ کوئی کام زمین پر نہیں ہوتا۔ جنتک کہ پہلے آسمان پر نہ ہوئے۔ اس واسطے جس امر کا فیصلہ آسمان پر ہو جاوے۔ اس کو ہو گیا ہوا بتایا جاتا ہے کیونکہ وہ خدا کا حکم ہے اور یقینی پیشگوئی ہے اور حتمی وعدہ ہے اس واسطے پہلے سے منادی کی گئی کہ ابولہب ہلاک ہوگا حضرت ابو رافع فرماتے ہیں کہ میں عباس بن عبد المطلب کا غلام تھا۔ اور ہمارے گھر میں اسلام داخل ہو چکا تھا۔ کیونکہ حضرت عباس مسلمان ہو چکے تھے اور ام الفضل بھی اسلام میں داخل ہو گئی تھی۔ اور میں بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن ہم لوگ قوم سے ڈرتے تھے اور عام طور پر اپنے اسلام کو ظاہر نہ کرتے تھے کہ زمانہ ابتدائی تھا اور لوگ سخت ڈکھ دیتے تھے۔ جنگ بدر کے موقع پر ابولہب خود نہ گیا تھا۔ بلکہ

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف کوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدینہ

کہ سب قافلہ یہاں سے ہے جانیوالا | ڈرو اس سے جو وقت ہے آئیوالا

لغیہ سورہ تبَّت

(گزشتہ سے پیوستہ)

اس سورہ شریف میں ابولہب اور اس کے تمام کنبے کے متعلق پیشگوئی اس کے متعلق۔ اس کے بیٹے کے متعلق اسکی بیوی کے متعلق اس کے مال و اسباب کے متعلق۔ قدرت خدا یہ سب پیشگوئیاں اپنے اپنے وقت پر ایسی پوری ہوئیں۔ کہ آج تک ایک زبردست نشان کے رنگ میں دنیا کے سنے ایک نقشہ عبرت کھینچ رہی ہیں۔ کج اس زمانہ میں ہی خدا تعالیٰ نے اس قسم کے قہری نشانات کی بہت سی مثالیں قائم کر دی ہیں۔ جن میں سے ایک لیکچر کا نشان ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بہت ہی نالائق اور ناپاک کلمات بولا کرتا تھا۔ اور حضرت مرزا صاحب کے حق میں پیشگوئی کی تھی۔ کہ یہ تین سال کے اندر ہیضہ سے مر جائیگے۔ اور بدگوئی میں اور گالیاں دینے میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ان تمام گالیوں اور بدگوئیوں کو ایک خنجر کی شکل میں واپس اس کے پیٹ میں جھونک دیا۔ جہاں سے کہ وہ نکلی تھیں +

اس آیت شریف کے شان نزول میں یہ اتفاق ہے۔ کہ وہ ابولہب کی گالیوں اور ایذا کے مقابلہ میں نازل ہوئی تھی۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہلاکت کی بددعا کیا کرتا تھا۔ گو اس امر میں کسی قدر اختلاف ہے۔ کہ آیا یہ آیت اس بات پر نازل ہوئی۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبائل کو جمع کیا اور انہیں خدا کے عذاب سے ڈرایا۔ تو اس وقت ابولہب نے جھنجھلا کر کہا کہ تجھ پر ہلاکت ہو۔ کیا اسی واسطے تو نے ہمارا سارا دن خراب کیا ہے کہ وہ صفا کے نظارے کو اس زمانہ کے شاعر خواجہ الطاف حسین حالی صاحب نے اچھے پیرایہ میں ادا کیا ہے۔ خدا انہیں جزا خیر دے وہ لکھتے ہیں :-

وہ فخر عرب زبیر محراب و منبر | تمام اہل مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حب فرمان داور | سوئے دشت اور چڑھ کے کوہ صفا پر
یہ فرمایا سب سے کہ اے آل غالب | سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب

کہا سب نے قول آجتک کوئی تیرا | کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا اگر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا | تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا
کہ فوج گران پشت کوہ صفا پر | پڑی ہے کہ لوٹے تمہیں گھات پاک

کہا ”تیری ہر بات کا بیان یقیناً ہے | کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امین ہے
کہا ”گرمی بات یہ دل نشیں ہے | تو سن لو خلاف اس میں اصلاً نہیں ہے

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت مادی | عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی
نتی اک لگن دل میں سب کے لگا دی | اک آواز میں سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے | کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق

بعض کا قول ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام اعمام کو جمع کیا اور انکی ضیافت کی۔ اور انکے سامنے کھانا رکھا۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم میں سے تو ہر ایک ایک پوری بکری کا گوشت کھانے والا ہے۔ یہ تو نے کیا ہمارے سامنے رکھا ہے عرب میں قاعدہ تھا۔ کہ دعوت کے وقت ہر شخص کے سامنے بہت سا کھانا رکھا جاتا تھا۔ اور اس میں ایک عورت بھی جاتی تھی۔ اسکے مطابق انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر اعتراض کیا۔ کیونکہ آنحضرت ہر امر میں سادگی پسند بھی تھے۔ اس واسطے انکو کہا گیا کہ تم کھانا تو شروع کرو جب انھوں نے کھانا شروع کیا۔ تو خدا تعالیٰ نے اس حقوڑے سے کھانے میں ایسی برکت ڈالی۔ کہ وہ سب سیر ہو گئے اور کھانا بہت سا بچ بھی رہا۔ جبکہ وہ کھانے سے فارغ ہوئے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کیطوف دعوت کی۔ تب انہیں سے ابولہب بولا کہ اچھا اگر میں مسلمان ہو جاؤں۔ تو میرے لئے کیا ہوگا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ جو کچھ دوسرے مسلمانوں کیلئے ہوگا۔ وہی تیرے لئے ہوگا۔ تب اس نے کہا۔ کیا مجھے دوسروں پر فضیلت نہیں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فضیلت کس بات کی۔ تب اس نے جواب دیا۔ ۱۔ نبی اللہ الذین یستوی فیہ انا وغیری۔ خراب ہو وہ دین جس میں دوسرے میرے برابر ہو جاویں۔ ایسا ہی ایک دفعہ چند لوگ باہر سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سنا کر آپکی زیارت کے واسطے مکہ معظمہ میں آئے۔ تو ابولہب انکو راستہ میں مل پڑا اور کہنے لگا کہ تم اسکے پاس کیا جاتے ہو۔ وہ تو ساخر ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ کچھ ہی ہو ہم تو اب ضرور اُن سے ملکر جاوینگے جب وہ لوگ باوجود اسکی بڑی کوشش کے آنحضرت کے پاس چلے گئے اور اسکی بات نہ مانی۔ تو وہ کہنے لگا۔ انا لم نزل نعالجہ من الجنون فتباً لہ و تحسناً۔ ہم تو ہمیشہ اس کا علاج کرتے ہیں۔ کہ اس کا جنون دور ہو جاوے۔ اس پر ہلاکت اور افسوس ہو۔ ان لوگوں نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ وسلم کو جا کر سنا دی۔ جسکے سبب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حزن پہنچا۔ الغرض کوئی ہی موقعہ ابولہب کی شرارت اور شوخی کا ہوا ہو۔ بہر حال یہ سورہ شریف اسی کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ حضرت مسیح علیہ السلام بار بار فرمایا کرتے تھے۔ کہ کفار کا وجود بھی بہت فائدہ دیتا ہے۔ کیونکہ کفار جب خدا تعالیٰ کے نبی کو دکھ دیتے ہیں اور اُس کو ہر طرح ستانے پر مکر باندھتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کوئی نہ کوئی نشان دکھا دیتا ہے۔ اور قرآن شریف کے اکثر حصے کے نزول کے باعث بھی کفار ہی تھو در نہ سارے لوگ حضرت ابوبکر رضی ہی کی طرح امانا و صدقاً کہنے والے ہوتے۔ تو اس قدر آیات اور نشانات کہاں نازل ہوتے +

اس سورہ شریف میں کفار کے سرداروں میں سے ایک کو لیا گیا ہے اور نام ذکر کیا گیا ہے۔ مگر دراصل اس میں تمام کفار کے سرداروں کی طاقت کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کھڑے ہوئے تھے۔ اور آپ کی۔

مخالفت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہاتھ بڑھاتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کیا اور دین و دنیا میں خائب و خاسر کر دیا۔
فالحمد للہ علی ذلک

انعام

تفسیر سورہ اخلاص

Digitized by Khilafat Library

مِثْلُ الْخَمْرِ الرَّحِيمِ

اللَّهُ

شروع ساتھ نام اللہ کے بخشے والا مہربان

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ① اللَّهُ الصَّمَدُ ② لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ③ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ④

کہو وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے اختیار ہے۔ نہیں جناس نے اور نہ وہ جنایا۔ اور نہیں اس کے لئے برابری کرنے والا کوئی۔

تفسیری ترجمہ اے رسول اس طرح کہو اور اقرار کرو اور یقین کرو اور لوگوں کو وعظ کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ واحد اور یگانہ ہے۔ اللہ بے اختیار ہے۔ کسی کا محتاج نہیں بے نیاز ہے۔ کسی کی اسے کوئی پروا نہیں۔ اس نے کوئی بیٹا بیٹی نہیں جنما۔ اور نہ خود اس کو کسی نے جنما تھا۔ اور نہ اس کا کوئی کنبہ قبیلہ شریک برادری والا اور برابری کرنے والا ہے۔
یہ سورہ شریف مکی ہے۔ یعنی مکہ معظمہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس میں بسم اللہ شریف کے بعد چار آیتیں ہیں۔ اس کے الفاظ پندرہ ہیں اور حروف سینتالیس ہیں۔

أَحَدٌ - احد کے معنی ہیں ایک۔ اکیلا۔ ایک ہی۔ عربی زبان میں واحد کے معنی بھی ایک ہیں اور احد کے معنی بھی ایک ہیں۔ لیکن یہ اس پاک زبان کے عجائبات میں سے ہے کہ لفظ احد صرف اللہ تعالیٰ کے صفات میں بیان ہوتا ہے۔ اور خدا کے سوائے دوسرے کی صفت میں کبھی بولا نہیں جاتا۔ پھر ایک فرق واحد اور احد میں یہ ہے کہ جہاں واحد کا لفظ بولا جاوے۔ وہاں سمجھا جاتا ہے کہ ایک کے بعد دوسرا اور تیسرا بھی ہے۔ لیکن احد کے بعد دوسرا کوئی نہیں سمجھا جاسکتا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ جب کہیں لایقاومہ واحد۔ ایک آدمی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ تو خیال میں آسکتا ہے کہ وہ آدمی مقابلہ کر سکتے ہیں لیکن جب کہا جائے کہ لایقاومہ احد۔ تو اس کے معنی ہیں۔ کہ اس کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کرسکتا۔

اللہ۔ یہ نام خدا کے واسطے عربی زبان میں اسم ذات ہے۔ خدا تعالیٰ کا خاص نام ہے۔ جو صرف اسی کی ذات پر بولا جاتا ہے۔ دوسری کسی زبان میں خدا تعالیٰ کے واسطے کوئی ایسا خاص نام نہیں۔ جو صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے بولا جاتا ہو اور ایک مفرد لفظ ہو اور کسی دوسرے کے واسطے کبھی استعمال نہ ہوتا ہو۔ مثلاً انگریزی زبان میں اللہ تعالیٰ کے واسطے وہ لفظ بہت بولے جاتے ہیں۔

ہو۔ ہو بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے تو ریت میں زیادہ تر یہی نام خدا تعالیٰ کا آتا ہے۔ عبرانی میں اس کا ترجمہ لفظ یہوواہ سے کیا جاتا ہے مگر عبرانی زبان کے ایک مژدہ زبان ہونے کے سبب ٹھیک تلفظ اور صلیت کے متعلق بہت اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ عبرانی حروف میں اس کو اس طرح سے لکھا جاتا ہے

י ה ו ה

چونکہ ابتدائی طرز تحریر زبان عبرانی میں حروف پر حرکات دینے کا رواج نہ تھا۔ اس واسطے ٹھیک طور پر معلوم نہیں رہا۔ کہ تو ریت میں یہ لفظ کس طرح سے پڑھا جاتا تھا بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ یاواہ ہے بعض کہتے ہیں یاھوہ ہے۔ بعض کے نزدیک یہوواہ ہے۔ آج کل کے یہودی اس لفظ کو خدا تعالیٰ کا ایک خاص مقدس نام مانتے ہیں اور بغیر خاص اوقات نماز اور روزہ کے اس لفظ کا منہ پر لانا گناہ جانتے ہیں۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ عبرانی زبان عربی زبان سے بگڑ کر بنی ہے۔ اس واسطے یہ لفظ دراصل یاھوہ تھا۔ ہو اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور یا حرف منادی ہے۔ جیسا کہ دعا میں کہا جاتا ہے اے خدا۔ یا اللہ۔ اسی سے بدل کر انگریزی میں چھوواہ Jc h o v a h بن گیا ہے۔ الغرض ہو اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

ایک گاڈ God اور دوسرا لارڈ Lord سے ظاہر ہے کہ گاڈ God کا لفظ انگریزی زبان میں تمام رومی اور یونانی اور ہندی بتوں پر بولا جاتا ہے اور دیوتاؤں کے واسطے بھی استعمال ہوتا ہے اور لارڈ کا لفظ تو ایسا عام ہے کہ ایک معمولی فوج کا افسر بھی لارڈ ہوتا ہے اور ایک صوبے کا حاکم بھی لارڈ ہوتا ہے۔ بلکہ ولایت میں پارلیمنٹ کے اعلیٰ حصے کے تمام ممبر لارڈ ہی ہوتے ہیں۔ ایسا ہی فارسی زبان میں اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی خاص لفظ نہیں۔ جو لفظ زیادہ تر اللہ تعالیٰ کے واسطے بولا جاتا ہے۔ وہ خدا یا خداوند ہے۔ خدا ایک مرکب لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں۔ خود آ۔ جو خود بخود ہے اور کسی نے اس کو جتنا نہیں اور فارسی لٹریچر میں یہ الفاظ ادروں کے واسطے بھی استعمال میں آتے ہیں ایسا ہی سنسکرت زبان میں جس قدر اللہ تعالیٰ کے نام ہیں وہ سب صفاتی نام ہیں۔ کوئی اسم ذات نہیں۔

یہاں تک اس سورہ شریف کی پہلی آیت کے الفاظ کے معانی کی ہم نے تشریح کر دی ہے قل هو اللہ احد ۱ کہہ دے اے محمد اور تمام جہان میں منادی کر دے کہ وہ اللہ ایک ہے نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ اس کی صفات میں کوئی اس کی مانند ہے نہ یسوع اللہ تھا۔ نہ رام۔ نہ کرشن۔ نہ بدھ۔ اور نہ کوئی اور ہمیشہ سے ایک ہی اللہ ہے اور ہمیشہ تک ایک ہی اللہ ہوگا۔ ایک ازلی ابدی خدا۔ اللہ الصمد۔ صمد وہ ہے جس کے سامنے لوگ اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں۔ اس صورت میں صمد بمعنی مسمود ہے۔ جیسا کہ قبض بمعنی مقبوض آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں وہ سردار جس کے لوگ محتاج ہیں یہ لفظ ان مضمون میں عربی زبان کے لٹریچر میں متعل ہے۔ چنانچہ دو شعر بطور مثال کے اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں۔

الابکر ناعی بخیر بنی اسد بعمر بن مسعود بالسید الصمد
خیر واربع موت کی خبر دینے والے نے۔ بنو اسد کے اچھے آدمیوں سے جس کا نام عمر بن مسعود اور بڑے سردار کی خلقت محتاج ہے۔
ایسا ہی ایک اور شعر کا قول ہے۔

علونا بحساحی ثم قلت لہ خذها خذیف فانت السید الصمد
میں اپنی تلوار لے کر اس پر چڑھ گیا پھر اسکو کہا لے اسکو لے خذیفہ کیونکہ تو بڑا سردار اور حاجت روا ہے۔

پس صمد اس سردار کو کہتے ہیں جسکی طرف وقت حاجت قصد کیا جاوے چونکہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو سب حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے قدرت تمام رکھتا ہے۔ اس واسطے اسکی صفت میں یہ لفظ استعمال کیا گیا۔ اسی لحاظ سے سید سردار کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ تمام قوم اپنے سردار کی محتاج ہوتی ہے حضرت ابن عباس کی حدیث سے بھی ان معنوں کی تصدیق ہوتی ہے جس میں لکھا ہے کہ جب یہ سورہ شریف نازل ہوئی۔ تو اصحاب نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم صمد کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ هو السید الصمد الذی یصمد الیہ فی الحوائج۔ وہ سردار ہے جسکی طرف لوگ احتیاج کے وقت قصد کرتے ہیں پھر لغت عربی میں صمد اس کو کہتے ہیں جس کا جوہ نہ ہو۔ یعنی اس کے اندر کوئی چیز نہ جاسکے۔ نہ اس میں سے کوئی چیز نکلے۔ ایسا ہی صمد اس شرافت پرست کو بھی کہتے ہیں جس پر گردوغبار نہ پڑ سکے۔ مفسرین نے مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے لفظ صمد کی تفسیر کئی طرح سے کی ہے۔ جن میں سے بعض کو اسکا نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) صمد وہ عالم ہے جس کو تمام اشیاء کا علم ہو اور وہ بجز ذات الہی کے دوسرا نہیں۔

(۲) صمد حلیم کو کہتے ہیں کیونکہ سید وہی ہو سکتا ہے جو علم اور کرم کی صفات اپنے اندر رکھتا ہو۔

(۳) صمد وہ سردار ہے جسکی سرداری اور سیادت انتہائی اعلیٰ درجہ تک ہو۔ (ابن سعد وضحاک)

(۴) صمد خالق الاشیاء ہے (اصم)

(۵) صمد وہ ذات ہے جو چاہے سو کرے اور حکم کرتا ہے۔ جو چاہتا ہے اس کے حکم کو کوئی پیچھے نہیں کر سکتا اور اس کی قضاء کو کوئی ٹال نہیں سکتا (حسین بن فضل)

(۶) صمد وہ شخص ہے جس کی طرف لوگ حاجت کے وقت رغبت کرتے ہیں اور مصیبت کے وقت اس کے پاس اپنی فریاد لے جاتے ہیں۔ (سدی)

(۷) سید المعظم کو صمد کہتے ہیں۔

(۸) صمد غنی کو کہتے ہیں۔

(۹) صمد وہ ہے جس کے اوپر اور کوئی نہ ہو جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے وهو القاهر فوق عباده۔

(۱۰) صمد وہ ہے جو نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے۔ پر دوسروں کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے (قنادہ)

(۱۱) حسن بصری کا قول ہے کہ صمد وہ ہے جو لم یزل ہے اور لایزال ہے اور اس کے لئے زوال نہیں۔

(۱۲) صمد وہ ہے جسپر موت نہیں اور نہ اُس کا کوئی وارث ہوگا۔ اور اسکا وزین کی میراث اُسی کی ہے (ابن ابی کعب)

(۱۳) صمد وہ ہے جسپر نیند کا غلبہ نہیں اور نہ اُس سے پہو صا در ہوتا ہے (یمان و ابوالمالک)

(۱۴) صمد وہ ہے کہ جن صفات سے وہ متصف ہوتا ہے۔ دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔ (ابن کیسان)

(۱۵) صمد وہ ہے جس میں کوئی عیب نہ ہو۔ (مقابل ابن خبان)

(۱۶) صمد وہ ہے جسپر کوئی آفت نہیں پڑ سکتی۔ (ربیع بن انس)

(۱۷) صمد وہ ہے جو تمام صفات میں اور تمام افعال میں کامل ہو (سید بن جبیر)

(۱۸) صمد وہ ہے جو غالب ہو اور مغلوب نہ ہو (جعفر صادق)

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدر اور جگہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا

تفسیر نوٹ سورہ اخلاص

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۱۹) صمد وہ ہے جو سب سے مستغنی ہو۔ (ابو ہریرہ)

(۲۰) صمد وہ ہے کہ خلقت اس کی کیفیت پر مطلع ہونے سے ناامید ہو

(۲۱) صمد وہ ہے جو نہ جنتا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا۔ کیونکہ جو جنتا

ہے لا محالہ اس کا وارث ہوتا ہے اور جو خود جنا گیا ہے وہ ضرور مرتا ہے

گویا صمد کے بعد کلمہ لم یلد ولم یولد۔ اس کا بیان۔ معنی اور تشریح

ہے۔ (ابو العالیہ)

(۲۲) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ اِنَّهٗ الکبیر الذی لیس فحقہ

احدٌ۔ صمد وہ کبیر ہے جس کے اوپر اور کوئی نہیں

تفاسیر میں صمد کے معنی اور تشریح اور بھی بیان ہوئی ہے۔ بخوف

طوالت اتنے پر اکتفا کیا گیا۔ اس سورۃ شریف کی دوسری آیت ختم ہوئی

اللہ الصمد۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں سب اس

کے محتاج ہیں۔ وہ کسی کا مخلوق نہیں۔ سب اس کی مخلوق ہیں۔ سب کی

حاجتوں کو پورا کرتا ہے وہ سب کی کیفیت جانتا ہے۔ کوئی اس کی کیفیت

کا عالم نہیں۔ وہ سب پر احاطہ کئے ہوئے ہے کسی کا احاطہ اس پر نہیں

سب کا مالک ہے اور سب اس کے ملوک ہیں

لم یلد ولم یولد۔ نہ وہ جنتا ہے اور نہ جنا گیا ہے۔ نہ اس کا کوئی

ولد ہے اور نہ وہ کسی کا ولد ہے۔ اس آیت شریفہ میں ان تمام مذاہب

باطلہ کا بالخصوص رد ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اولاد مانی جاتی

ہے۔ جیسا کہ اس زمانہ کے عیسائی یسوع مسیح کو ولد اللہ اور ابن اللہ کہتے

ہیں۔ اس پر ایک سوال ہوا ہے۔ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لم یلد بیلے

کیوں رکھا۔ اور لم یولد پیچھے کیوں رکھا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر مشرکین کا

یہ مذہب ہوتا ہے کہ فلاں شخص خدا کا بیٹا تھا یا فلاں عورت خدا کی بیٹی تھی۔

مگر یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص خدا کا باپ تھا یا فلاں عورت خدا کی ماں

تھی۔ گو عیسائیوں کے جاہل فرقہ نے اس شرک میں کمال پیدا کیا ہے۔ کیونکہ

انکے درمیان مریم کو خدا کی ماں کہا جاتا ہے اور ایک بڑا فرقہ عیسائیوں کا

اب تک مریم کی پرستش کرتا ہے

ولم یکن لہ کفو احد۔ اور نہ اس کے واسطے کوئی کفو ہے۔ کفو

کے لغوی معنی ہیں نظیر اور مثل۔ عرب میں بولا کرتے ہیں ہذا کفوک اے

نظیرک یہ تیری کفو ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ لیس لہ کفو ولا

مثل۔ مجاہد کا قول ہے۔ کہ کفو سے مراد صاحبہ یعنی جو رو ہے۔ جیسا کہ ایک

بدیع السموات والارض انی یکون لہ ولد اولد تکن لہ

صاحبہ وخلق کل شئ۔ وہ آسمانوں کا اور زمین کا بنانے والا ہے

اس کا ولد کہاں سے آگیا۔ جبکہ کوئی اسکی جو رو نہیں اور اس نے ہر شے

پیدا کی ہے اور ہر شے اس کی مخلوق ہے نہ کہ اولاد

یہاں تک ہم نے اس سورۃ شریفہ کے الفاظ کے معانی اور انکی تشریح

مفصل بیان کر دی ہے۔ اب اس سورہ کے مضمون پر اور اس کے

فوائد اور عجائبات پر کچھ بیان کیا جاتا ہے

یہ سورۃ شریفہ باوجود مختصر ہونے کے بڑے عظیم الشان مطالب اور

مضامین پر مشتمل ہے۔ لکھا ہے کہ سورۃ الحمد سائے قرآن شریف کا خلاصہ

ہے اور آخری دو سورتیں معوذتین آخری دعائیں ہیں۔ اور قرآن شریف

کا متن سورۃ بقرہ سے شروع ہوتا ہے اور سورۃ اخلاص پر ختم ہوتا ہے اس

صورت میں یہ سورۃ قرآن شریف کی سب سے آخری سورۃ ہے اور لطف یہ

کہ یہ سورۃ آخری زمانہ کے عظیم الشان فقہ عیسائیت سے بچنے کے واسطے

ایک بڑا انتہیاء ہے۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر بالخصوص زور

دیا گیا ہے۔ کہ وہ ایک خدا ہے اس کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ اس کا کتبہ قبیلہ

ہے اس میں عیسوی مذہب کی تردید کی گئی ہے۔ کیونکہ دین عیسوی تمام دارالدار

تثلیث پر ہے کہ ایک خدا باپ ہے اور ایک خدا بیٹا ہے۔ اور ایک خدا

روح القدس ہے۔ عیسائیوں نے ایک کتبہ خدا کہاں مقرر کیا ہے۔ کوئی باپ

ہے کوئی بیٹا ہے۔ کوئی روح القدس ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان سب کی تردید

کی ہے کہ خدا وہ ہے جو لم یلد ہے۔ کسی کا باپ نہیں اور لم یولد ہے

کسی کا بیٹا نہیں اور لم یکن لہ کفو احد ہے نہ اس کے برابر کوئی روح

قدس وغیرہ ہے۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفو احد

ان ہر سہ کلمات کے ساتھ تثلیث کو رد کر دیا گیا ہے۔ اور اس رد کی دلیل

الفاظ احد اور صمد میں بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ جو ایک ہے۔ وہ تین کس طرح ہو

سکتا ہے اور جو یگانہ ہے اسکے ساتھ دوسرا تیسرا اسکی مانند کیونکر بن سکتا ہے

اور وہ صمد ہے کسی کا محتاج نہیں۔ یسوع تو کھانے پینے کا محتاج تھا بھوک

سے ایسا لاچار ہو جاتا تھا کہ جیسا کہ انجیلوں میں لکھا ہے جس درخت پر سے پھل

نہ ملے۔ اس درخت کو بھی دیوانوں کی طرح گالیاں دینے لگ جاتا تھا۔ طوطا

کا یہ حال تھا کہ کہتے لگا کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ قیامت کب ہوگی۔ باوجود بڑی

خواہش اور دعا کے صلیب سے اپنے آپ کو بچا نہ سکا۔ وہ جو محتاج ہے

وہ صمد نہیں ہو سکتا اور جو صمد نہیں وہ خدا نہیں۔ وہ احد ہے اس نے

اپنی ہستی کو ثابت کرنے کے واسطے اور اپنی قدرت تمام دکھانے کے واسطے

آخری زمانہ میں اس فتنہ کے بالمقابل ایک سلسلہ قائم کیا ہے۔ جو احد اور صمد خدا کی پرستش کو دنیا میں قائم کرتا ہے۔ اور بالخصوص اس مذہب اور فرقہ کو دنیا سے اکھڑتا ہے جس کا یہ دعوے ہے کہ خدا باپ ہے اور خدا بیٹا ہے اور خدا روح القدس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اس سورہ شریف کو قرآن شریف کے آخر میں رکھ کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ آخری زمانہ کا فتنہ یہ ہوگا کہ نین خدا ماننے جاویں گے۔ ایک خدا کا باپ بنایا جاوے گا۔ ایک خدا کا بیٹا بنایا جاوے گا۔ ایک تیسرا بھی ہوگا جو انکی مانند اور مثل ہوگا۔ ایک روایت میں ہے عیسائیوں ہی نے سوال کیا تھا کہ آپ کے خدا کے کیا صفات ہیں اور انکے سوال کے جواب میں یہ سورہ نازل ہوئی تھی (اس فتنہ کو مٹانے والا وہ شخص ہوگا۔ جو خدا کو احد اور صمد ماننا ہوگا۔ اور اس امر کو دنیا کے آگے ثابت کر دے گا کہ خدا صمد ہے۔ اپنے بندوں کی حاجات کو پوری کرتا ہے۔ بندے اپنی ضرورتوں کے وقت اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور وہ انکی دعائیں قبول کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے اور خوارق میں سے آپکی دعاؤں کی قبولیت ہے جس میں مقابلہ کے واسطے تمام جہان کے عیسائیوں آریوں وغیرہ کو بارہا چیلنج دیا جا چکا ہے مگر کسی کی طاقت نہیں کہ اس مقابلہ میں کھڑا ہو سکے۔

چونکہ تمام شرائع اور عبادات کا اعلیٰ مقصد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور افعال کی معرفت حاصل ہو۔ اور اس سورہ شریف سے اسکی ذات کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس واسطے اسکو حدیث شریف میں ثلث القرآن یعنی قرآن شریف کا تیسرا حصہ کہا گیا ہے۔ بلحاظ ان عجائبات اور فوائد کے جو کہ اس سورہ شریف سے مستنبط ہوتے ہیں۔ اور اس پر ایمان لانے سے جو راہ سلوک کی ملے ہوتی ہے۔ اُن کے لحاظ سے اس سورہ شریف کے بہت سے نام رکھے گئے ہیں۔ عرف بھی اس بات کا شاہد ہے۔ کہ اچھے ناموں کی زیادتی تعداد کسی کے شرف اور مزید فضیلت پر دلیل ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ کچھ نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) سورۃ التفسیر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ایک فرد ہونے اور ثلث وغیرہ کی تردید میں ہے۔

(۲) سورۃ التجرید۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ایک اور لاثانی ہونے کا اس میں بیان ہے۔

(۳) سورۃ التوحید۔ کیونکہ توحید کا ایسا واضح بیان کسی دوسری کتاب میں نہیں ہے۔

(۴) سورہ اخلاص۔ اور یہ نام زیادہ تر مشہور ہے۔ کیونکہ اس صورت میں خالص اللہ تعالیٰ کی توحید کا اور صفات اضافیہ اور سلبیہ کا ذکر ہے۔

اور سوائے خدائے تعالیٰ کے جلال کے بیان کے اور کسی امر کا اس سورہ شریف میں ذکر نہیں ہے جو کوئی اس کے بیان پر پورا ایمان رکھے۔ وہ اللہ کے دین میں مخلص ہے۔

(۵) سورۃ النجاة۔ کیونکہ اس پر پورا ایمان لانے سے۔۔۔ اور اسی یقین پر مرنے سے کہ خدا ایک ہے۔ انسان نجات پاتا ہے اور دوزخ سے بچتا ہے برخلاف اسکے عیسائیوں نے نجات اس میں سمجھی ہے کہ خدا تین بنائے جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا ہے کہ نجات اس میں ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کو ایک مانا جاوے۔

(۶) سورۃ الوکایۃ۔ کیونکہ یہ سورہ پورے علم اور عمل اور معرفت کا ذریعہ ہو کر انسان کو درجہ ولایت تک پہنچا دیتی ہے۔

(۷) سورۃ التسمیۃ۔ کیونکہ اس سورہ کے شان نزول میں ذکر ہے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا۔ کہ آپ کے معبود کا نسب نامہ کیا ہے۔ تب یہ سورہ نازل ہوئی۔

(۸) سورۃ المعصرۃ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اسی کلام کی معرفت کے ساتھ کامل ہوتی ہے۔ جابر کی روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے نماز پڑھی۔ اور نماز میں قل ھو اللہ احد کی سورہ پڑھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان ھذا اعرف ربہ بیشک اس شخص نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اس سے سورہ کا نام سورۃ المعصرۃ ہو گیا۔

(۹) سورۃ الجہال۔ حدیث شریف میں آیا ہے ان اللہ جمیل و مجیب الجہال۔ اللہ تعالیٰ کے جمال کے متعلق جب سوال کیا گیا تو جواب ملا کہ وہ احد صمد لم یلد ولم یولد ہے۔

(۱۰) سورۃ المقتشقشۃ۔ مقتشۃ کے معنی ہیں بری کرنا والا۔ جب کوئی بیمار شفا پاتا ہے تو اہل عرب کہتے ہیں۔ تقشۃ قشۃ المریض عیالہ بیمار نے اُس سے نجات پائی۔ جس میں وہ گرفتار تھا۔ چونکہ یہ سورہ شرک اور نفاق سے انسان کو بری کر کے خدا تعالیٰ کا خالص بندہ بنا دیتی ہے اس واسطے اس کا نام مقتشۃ رکھا گیا ہے۔

(۱۱) سورۃ المعوذۃ۔ کیونکہ ایک دن حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عثمان بن مظعون کے پاس تشریف لے گئے۔ تو آپ نے اس سورہ کو اور سورتوں کے ساتھ ملا کر قنود فرمایا۔

(۱۲) سورۃ الصمد۔ کیونکہ اس میں صمد کا ذکر خصوصیت کے ساتھ ہے۔

(۱۳) سورۃ الاسما۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات آسمانوں اور سات زمینوں کی بنیاد قل ھو اللہ احد پر بنائی گئی ہے۔ اس بات کی سمجھ قرآن شریف کے اس مقام سے بخوبی آسکتی ہے

جہاں اللہ تعالیٰ نے تلیث اور ایک انسان کو خدا بنانے اور خدا کا بیٹا بنانے کی بھاری خرابی اور نہایت شرارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

یہ عقیدہ ایسا ناپاک ہے کہ تکاد السموات ینفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑیں۔ اور زمین بھٹ جائے اور پہاڑ گرجاویں۔ پس جب تلیث کا باطل عقیدہ دنیا و مافیہا کی خرابی اور بربادی کا موجب ہے تو اسکے بالمقابل توحید اسکی عمدگی اور آبادی کا

باعث ہے ایسا ہی قرآن شریف میں ایک اور جگہ آیا ہے کہ لو کان فیہما
الہة الا اللہ لفسدتا۔ اگر زمین و آسمان کے اندر اللہ کے سوائے
کوئی اور معبود ہوتا۔ تو ان میں فساد مچ جاتا۔ فساد کی دوری اس سے ہے کہ
انہیں توحید قائم کیجاوے۔

(۱۴) سورۃ المائدۃ۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ شب
معراج میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ
میں نے تجھے سورۃ اخلاص عطا کی ہے۔ جو کہ عرش کے خزانوں کے ذخیروں میں
سے ہے اور عذاب قبر سے روکتی ہے۔

(۱۵) سورۃ المہض۔ کیونکہ اس کے پڑھنے کے وقت رشتے کے سنے کیلئے
حاضر ہوتے ہیں۔

(۱۶) سورۃ المنفقہ۔ کیونکہ شیطان اسے شکر بھاگ جاتا ہے۔

(۱۷) سورۃ البراءۃ۔ کیونکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
شخص کو جو یہ سورۃ پڑھتا تھا فرمایا کہ تو آگ سے بری ہو گیا۔

(۱۸) سورۃ المذکرۃ۔ کیونکہ یہ سورت انسان کو خدا تعالیٰ کی توحید یاد
دلانی ہے اور غفلت سے نکالتی ہے۔

(۱۹) سورۃ النور۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
ہر ایک شے کے لئے ایک نور ہوتا ہے۔ اور قرآن شریف کا نور قل ہو اللہ
احد ہے۔

(۲۰) سورۃ الامان۔ حدیث شریف میں آیا ہے جس کسی نے کہا۔ لا الہ
الا اللہ۔ وہ اللہ کے قلعہ میں داخل ہوا۔ جو قلعہ میں داخل ہوا۔ اس نے
امان پائی۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ انی احب هذه السورۃ۔ میں اس
سورہ (اخلاص) سے محبت رکھتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
حبیب ایاھا ادخلک الجنة۔ اس کی محبت تجھے بہشت میں داخل کر دیگی۔

ایسا ہی اور بہت سی حدیثوں میں اس سورہ شریفہ کی تعریف آتی ہے کہ یہ
قرآن شریف کے تیسرے حصہ کے برابر ہے اور اس کے پڑھنے کے بڑے بڑے
فوائد ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سورہ شریفہ میں خالصۃ اللہ تعالیٰ کی توحید

کا ذکر ہے اور تمام انبیاء اور رسول جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے
ہیں انکی بعثت کا اصل منشا یہی ہوتا ہے کہ توحید الہی کو دنیا میں قائم کریں کہ
ایک خدا کی عبادت میں مخلوق کو لگاویں اور غیر اللہ کی محبت اور خوف کو دور

نکال کر انسان کو خدا کا بندہ بنادیں۔ کیونکہ دراصل تمام بدیاں اور گناہ اسی
سے شروع ہوتے ہیں کہ انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کے سوائے کسی دوسرے
چیز کی محبت یا اسکا خوف غالب آجاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بار بار فرمایا کرتے تھے کہ کیا سبب ہے کہ ایک انسان جب جانتا ہو کہ سورخ کے
اندر ایک زہریلا سانپ ہے تو وہ ہرگز اس سورخ میں اپنی انگلی نہیں ڈالتا۔

اور جب جانتا ہے کہ اس زہر کے کھانے سے میں مر جاؤنگا۔ تو خواہ کتنا ہی
کوئی زور لگائے اس زہر کو ہرگز منہ پر نہیں لاسکتا۔ تو پھر کیا سبب ہے کہ
انسان باوجود اس اقرار کے کہ خدا ہے اور ایک واحد خدا سب کا مالک اور
خالق ہے پھر گناہ کرتا ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ معرفت الہی اس کو پورے
طور سے حاصل نہیں۔ جب معرفت پورے طور سے حاصل ہو جائے تو پھر ممکن
ہی نہیں کہ انسان گناہ کے نزدیک جاکے۔

بخاری شریف میں ایک حدیث آئی ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے
کہ ایک مرد انصاری مسجد قبا میں امامت نماز کی کرتا تھا۔ نماز پڑھانے کے وقت
جب وہ کوئی حصہ قرآن شریف کا پڑھتا تو اس کو سورہ اخلاص کے ساتھ شروع
یعنی پہلے سورہ اخلاص پڑھتا اور بعد اس کے کوئی اور سورہ یا کوئی حصہ قرآن

شریف کا پڑھتا۔ ہر رکعت میں وہ ایسا ہی کرتا۔ دوسرے اصحاب اس معاملہ میں
اسپر اعتراض کرتے اور کہتے کہ کیا تو دوسری سورتوں کو کافی نہیں سمجھتا۔ کہ اس
سورہ کو ہر حال ساتھ ملا ہی دیتا ہے۔ اور بسا اوقات اُسے کہتے کہ تو اس سورہ

کا بار بار ہر رکعت میں پڑھنا چھوڑ دے۔ وہ ہمیشہ یہی جواب دیتا کہ تمہارا اختیار
ہے کہ مجھے امام بناؤ یا نہ بناؤ میں تمہاری امامت چھوڑ دیتا ہوں لیکن اس سورہ
شریفہ کا پڑھنا ترک نہیں کرتا۔ لوگ اس کو دوسروں سے افضل جانتے تھے

اور ہر حال اسکو ہی امام بنانا پسند کرتے تھے۔ اس واسطے یہ جھگڑا اسی طرح
رہا۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک بات پہنچائی گئی
آنحضرت نے اسکو بلایا اور فرمایا کہ اے فلاں تجھے کوئی بات اس سے مانع ہے

کہ تو اپنے ساتھیوں کا کہنا مانے اور ہر رکعت نماز کے اندر تو نے سورہ اخلاص
کا پڑھنا گسو اسطے اختیار کیا ہے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ انی احبھا
مجھے ہی سورہ پیاری لگتی ہے۔ تب آنحضرت نے فرمایا حبیب ایاھا ادخلک الجنة

اس کا پیار کرنا تجھے جنت میں داخل کر دے گا۔ فقط اسکی وجہ یہی ہے کہ اس سورہ
شریفہ کے ساتھ محبت کرنا خدا تعالیٰ کی توحید کے ساتھ محبت کرنا ہے اور اپنے
آپ کو محتاج جان کر ایک خدا کی طرف اپنی احتیاج کو لیجانا۔ جو شخص تمام دنیا کو چھوڑ

کر خدا کی طرف بھٹکتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسکو دنیا و مافیہا سے بے احتیاج
کر دیتا ہے اور اپنے فضل سے اسے سارے کام پورے کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
کی توحید کے عقیدہ میں کمال پیدا کرنا انسان کو تمام مشکلات سے بآسانی نکال کر

یجاتا ہے۔ لیکن اس میں بعض ناواقف لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے اور وحدت وجود
کی طرف جھک گئے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہر ایک چیز جو ہم کو نظر آتی ہے خدا
ہے۔ ہر ایک آدمی خدا ہے اور صرف خدا ہی ہے باقی اور کچھ نہیں۔

حضرت اقدس مرزا صاحب مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ یہ عقیدہ بالکل غلط
ہے۔ یہ لوگ خود خدا تعالیٰ کے خالق بنتے ہیں۔ اور اپنی عقل سے خدا تعالیٰ
کی کیفیت پر ایک احاطہ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ گویا انھوں نے مانند ایک

جراح کے خدا کو نعوذ باللہ چیر بچاڑ کر دیکھ لیا ہے۔ اور اسکی تمام حالت پر
آگاہ ہو گئے ہیں۔

یہ بہت بڑا عقیدہ ہے۔ ہاں وسوسہ شہود کا عقیدہ درست ہے جسکے یہ معنی ہیں کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمت ایسی بیٹھ جائے کہ کسی دوسرے کی اسکو پرواہی نہ رہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ عشق اور محبت کا ایسا درجہ حاصل ہو جائے کہ بغیر خدا تعالیٰ کے ہر شے اسکو ہنج نظر آئے اور خدا تعالیٰ کی وحدت پر اسکو پورا یقین ہو کہ وہی ایک اس قابل ہی جسکی عبادت کیجاوے اور جسکی اطاعت کے واسطے اپنی جان کو قربان کر دیا جائے۔ دراصل تمام بدیوں کی جڑ شرک ہے جلی ہو یا خفی۔ جب انسان کسی دوسرے انسان کو اپنا حاجت روا یقین کرتا ہے۔ اور اس کی طرف اس طرح جھکتا ہے کہ گویا اُسکے بغیر کوئی اُس کا کام کرنے والا نہیں تو وہ توحید کے برخلاف اپنا قدم رکھتا ہے اور ایک شرک میں گرتا ہے۔ صاف وہ ہے جو ہر حال میں اپنے خدا پر اپنے یقین کو قائم رکھتا ہے۔ اور اسی پر اس کا بھروسہ ہوتا ہے۔

حسبیت ایمان وحدہ پنداشتن و کار حق را با خدا بگذاشتن

یہاں سورہ اخلاص کے نوٹ ختم ہوئے

سورہ الفلق

اس سورہ شریفہ کی تفسیر سے پہلے اس امر کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سورہ کے شان نزول میں بعض مفسروں نے یہ بیان کیا ہے کہ کسی یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا اور اس قسم کے جادو گروں کے شر سے محفوظ رکھنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ دُعا سکھلائی۔

اس واقعہ کو اگر احادیث میں دیکھا جائے اول تو اس حدیث کا راوی صرف ایک شخص ہے یعنی ہشام۔ حالانکہ اتنے بڑے واقعہ کے واسطے ضرور تھا کہ کوئی اور صاحب بھی اس کا ذکر کرتے۔ دوم اگر یہ واقعہ صحیح بھی ہو تو اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت پر اس جادو کا کچھ اثر ہو گیا تھا یا آنحضرت نے ان جادو کرنے والے لوگوں کا کچھ پیچھا کیا تھا۔ یا ان کو گرفتار کیا تھا۔

ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں اس قسم کے آدمی ہوا کرتے ہیں جن کا یہ پیشہ ہو ا کرتا ہے کہ وہ لوگوں پر جادو کیا کریں۔ اور یہ لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو خفیہ سازشوں اور شرارتوں کے ذریعہ سے لوگوں کو سزا دیتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص ان کے پاس گیا ہے اور وہ ایک دوسرے شخص کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے۔ اسوا ان کے پاس اپنی یہ خواہش لاتا ہے کہ میرا دشمن مر جائے یا کسی سخت بیماری

میں مبتلا ہو جائے یا مجنون ہو جائے۔ تو وہ اس شخص کو ویسے ہی کوئی تعویذ سنا دینگے یا کوئی تاگہ گرہیں ڈالکر دیدینگے۔ اور کہہ دینگے کہ یہی طرح اپنے دشمن کو کھلاؤ یا اسکے گھر ڈال دو۔ یا اور کوئی بات اس قسم کی بتلا دیں گے۔ لیکن دراصل یہ صرف ایک ظاہری بات اس شخص کو دھوکا دینے والی ہوگی اور خفیہ طور پر وہ اس کے دشمن کو کسی دوائی کے ذریعہ سے بیمار کرنے یا مجنون کرنے یا ہلاک کرنے پر کمر باندھیں گے۔ اور کسی نہ کسی حیلہ سے اس کام کو پورا کر کے اپنے جادوگر ہونے کا لوگوں کو یقین دلایینگے۔

دوسرے قسم کے وہ لوگ ہوتے ہیں جو توجہ کے ذریعہ سے اس معاملہ میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور دوسروں کو دھوکہ دینے کے درپے رہتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ بھی ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہے ہیں۔ اور اچل اس گروہ کی ایک بڑی جماعت امریکہ میں موجود ہے۔ ان کا مطلب بھی سوائے شرارت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے پیشہ کو مخفی رکھتے ہیں۔ ورنہ گورنمنٹ ایسے لوگوں کو ہر جگہ گرفتار کر کے سزا دیتی ہے۔ ایسے لوگوں کی شرارتوں سے بچنے کے واسطے انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ ہوشیار رہے اور ہوشیاری کا سب سے عمدہ اور اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں انکی شرارت سے پناہ مانگی جائے۔

اس سورہ شریفہ سے پہلے سورہ اخلاص ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا تذکرہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ان دو سورتوں میں اس فیضان کا تذکرہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان پر وارد ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر نہ ہونے کی ایک ظاہر دلیل یہ ہے کہ آنحضرت کو مسو رکھنا تو قرآن شریف میں کفار کا قول کہا ہے جو کہ جھوٹا قول ہے اور نیز خدا تعالیٰ کا کلام ہے واللہ یعصمک من الناس پھر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ کسی یہودی کا جادو آنحضرت پر چل جاتا۔

اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بیماری کے وقت بیمار کے حق میں دُعا کرتے ہوئے خدا تعالیٰ سے استغاثہ کرنا طریقی سنت ہے۔ دُعا کرنا بھی ضروری ہے مگر اس کے ساتھ دُعا بھی چاہیئے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ قال ابن عباس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا من الاوجاع کلھا والحمی هذا الدعاء بسم اللہ الکبریٰ عوذ باللہ العظیم من شت کل عرق لثعار و شجر النار۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تمام درد اور بخار کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو یہ دُعا سکھایا کرتے تھے۔ اللہ کے نام کے ساتھ جو کریم ہے خدا عظیم کی پناہ مانگتا ہوں کبر کے شر سے اور آگ کی گرمی کے شر سے۔

اس طرح خدا تعالیٰ کے حضور میں پناہ مانگنے کی دُعائیں بہت سی احادیث میں وارد ہیں جن میں سے بعض بمعہ ترجمہ اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔

اعوذ بعترۃ اللہ وقد رتبہ من شت ما اجد و احاذر سبعاً پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی عزت اور قدرت کی اس چیز کی بدی جو پاتا ہوں اور

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب کے فرائض و س قرآن شریف کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

بقیہ سورۃ الفلق

(گزشتہ سے پڑھتے)

مرتبہ محمد صادق ایڈیٹر بدر

انت رب الطیبین انزل رحمۃ من

تو ہے صاحب پاکوں کا آثار رحمت اپنی میں سے

رحمتك وشفاء من شفاءك على هذا الوجع اللهم

رحمت اور شفا اپنی شفا میں سے اس بیماری پر اے اللہ

اشف عبدك ينكالك عدوا ويمشي لك الى جنازة

شفا دے اپنے بندے کو کہ زخمی کرے تیری راہ میں دشمن کو اور چلتے ہوئے

اللهم احيني ما كانت الحیوة خیرا لی

واسطے ساتھ کسی جنازہ کے اے اللہ جانا تو مجھ کو کہ جنت کے ہو زندگی بہتر میرے واسطے

وتوفني اذا كانت الوفاة خیرا لی + اللهم انی اعوذ بك

اور مار مجھ کو جس وقت ہو موت بہتر واسطے میرے اے اللہ تیری پناہ

من جهد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء

مانگتا ہوں بلاء کی مشقت سے اور بد بختی کے ملنے سے اور برے فیصلہ

وشماتۃ الاعداء + اللهم انی اعوذ بك من الهم

سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے اے اللہ تحقیق میں پناہ چاہتا

والحزن والكسل والجبن والبخل

ہوں فکر اور غم سے اور ناتوانی اور سستی سے اور نامردی اور بخل سے

وضلع الدين وغلبة الرجال +

اور قرض کے بوجھ سے اور لوگوں کے غلبہ سے +

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شرع ساتھ نام لکھ کے غنکے والا ہر زبان

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ۝

کہ پناہ پڑتا ہوں ساتھ رب صبح کے اُس چیز کے شر سے جو پیدا کیا ہے اور شر اندھیرا کرنے والے کے سے جبکہ چھپ جائے

وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ۝

و شر پھونکنے والیوں کے سے مگر ہوں میں اور شر حسد کرنے والے کے سے جبکہ حسد کرے۔

اس طرح سے دُعا مانگ میں اپنے اُس پروردگار کے حضور میں پناہ گیر ہوتا ہوں۔ جو اندھیرے کو دور کر کے صبح کی روشنی پیدا کرتا ہے۔ اُس کے حضور میں پناہ گیر ہوتا ہوں ان تمام چیزوں کی بدی سے جو پیدا ہوئی ہیں اور اندھیرا کرنے والے کی شرارت سے۔ جبکہ وہ چھپ جاوے۔ اور ان کی شرارت سے جو گم ہوں میں پھونکیں دے کر مخلوق الہی کو دکھ دینے کے لیے رہتے ہیں۔ اور حاسد کے شر سے جبکہ وہ حسد پر مکر باندھے۔

یہ سورہ شریفہ مدنی ہے۔ یعنی مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی۔ اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد پانچ آیتیں ہیں۔ اور تیسرے کلمے ہیں اور تتر حروف ہیں +

فلق۔ اُس چیز کو کہتے ہیں جو کہ بھٹ کر پیدا ہو۔ جیسا کہ دانہ جو زمین میں بویا جاتا ہے اور جب اُس کو نمی پہنچتی ہے تو وہ بھٹ جاتا ہے اور اُس میں سے ایک بڑا درخت پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہی فلُق صبح کو بھی کہتے ہیں۔ کہ رات کی تاریکی بھٹ جاتی ہے اور اس میں سے صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔ ترجمان کا قول ہے الفلق الصبح۔ لان اللیل یفلق عنہ الصبح ویفقر فعل بمعنی مفعول۔ فلُق صبح کو کہتے ہیں کیونکہ رات سے صبح نکلتی ہے اور جدا ہوتی ہے۔ اس جگہ فعل مفعول کے معنوں میں آیا ہے۔ اسکی مثال ہے ہوا بین من فلُق الصبح۔ ایسا ہی قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کی صفات میں بیان ہوا ہے کہ وہ خالق الاصباح ہے رات کے وقت جب تمام دنیا پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ تو بادشاہ اور سپاہی امیر اور غریب سب برابر ہو جاتے ہیں۔ تاریکی میں شناخت نہیں ہو سکتی کہ دشمن کون ہے اور دوست کون ہے کوئی چیز مفید ہے اور کوئی چیز ضرر دینے والی ہے۔ لیکن جب صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے تو انسان پہچان لیتا ہے کہ یہ میرا دوست ہے اور یہ دشمن ہے اور اس چیز سے مجھے فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور اس سے نقصان کا احتمال ہو سکتا ہے گویا اُس انسان اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہے کہ اے پروردگار اگرچہ ہم اپنی نادانی اور بے علمی اور گناہ گاری کے سبب ایک ظلمت اور تاریکی در تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن تیری وہ ذات ہے کہ تمام تاریکیوں کو دور کر دیتی ہے اور روشنی اور نور پیدا کر کے دکھ دینے والی چیزوں سے انسان کو بچانے والا تو ہی ہے۔ پس تو ہی ہم پر رحم فرما کیونکہ تیرے حضور میں ہم تمام تاریکیوں سے پناہ گزیں ہوتے ہیں قلل العرب فی لغات القرآن۔ الفلق شق الشئ او ابانت بعضہ عن بعض یقال فلقتہ فانفلق۔ قال تعالیٰ فلق الاصباح وقال فلق الحب والنوی وقال فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک الحجر فانفلق وقولہ تعالیٰ قل اعوذ برب الفلق الفلق بالتعین یک قیل ہو ضوء الصبح وانا رتہ والمعنی قل یا مخاطب اعتصم وامتنع برب الصبح وخالفہ ومدبرہ ومطلعه متى شاء علی ما یرى من الصلاح فیه ویقال هو الخلق کلہ لانہم ینفلقون بالخروج من اصلااب الالباء وراحام الامہات کما ینفلق الحب من النبات ویقال الفلق ما ینفلق عن الشئ وهو یجمع جمیع المسکنات لانہ جل شانہ فلق ظلمۃ عدمہا بنور ایجادہا + ترجمہ۔ فلق۔ کسی شے کے پھٹنے کو۔ یا بعض سے بعض کو جدا کرنے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ عربی میں کہتے ہیں۔ فلقتہ فانفلق مینے اُسے پھاڑا پس وہ بھٹ گیا۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے فلق الاصباح۔ صبح کا پھاڑنے والا۔ ظاہر کرنے والا۔ نمودار کرنے والا۔ اور ایسا ہی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے فلق الحب والنوی دانے اور گٹھلی کے پھاڑنے والا۔ اور اُن سے درخت بنانے والا۔ اور ایسا ہی قرآن شریف میں آیا ہے فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک الحجر فانفلق۔ پس ہم نے موسیٰ کو وحی کی۔ کہ اپنی جماعت کو دریا میں لے چل پس وہ

دریا بھٹ گیا اور جماعت کے واسطے راستہ ہو گیا اور لشکر صاف نکل گیا اور ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے قل اعوذ برب الفلق کہ میں پناہ پکڑتا ہوں ساتھ پروردگار فلق کے اس جگہ لفظ فلق حرف ال کی زبر کے ساتھ ہے اور اس کے معنی ہیں صبح کی روشنی اور اس کا چمکنا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اُسے مخاطب حفاظت طلب کر۔ اور پناہ مانگ اس رب کے حضور میں جو صبح کا رب اور خالق اور مدبر ہے اور اس کے چڑھانے والا ہے جب چاہے اور جس کے لئے اس میں صلاحیت دیکھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس جگہ فلق سے مراد تمام مخلوقات ہے کیونکہ وہ سب کے سب مذکر کے اصلااب سے اور مؤنث کے ارحام سے نکلتے ہیں۔ ایسا ہی دانہ پھٹتا ہے تو اس سے بنری نکلتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ فلق وہ ہے جو کسی شے سے بھٹ کر جدا ہوتی ہے اور یہ عام ہے تمام مخلوقات پر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے عدم کی ظلمت کو پھاڑ کر اسکو وجود کی روشنی میں لاتا ہے +

اور فلق کے ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو ذات صفحہ عالم ان ظلمات اور تاریکیوں کو محو کرنے اور مٹا دینے پر تمام قدرت رکھتی ہے اسے یہ بھی طاقت اور قدرت ہے کہ جو شخص عاجزی کے ساتھ اسکی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے پناہ جو ہوتا ہے وہ اس کے تمام خوف اور دہشت کو دور کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں صبح کا طلوع ہونا آغاز فرحت و سرور کی مثال ہے کہ جس طرح آدمی تمام رات طلوع فجر کا انتظار کرتا ہے۔ اسی طرح خائف و غائب نخل و فلاح کے طلوع صبح کا انتظار کرتے ہیں۔ بہر تقدیر خدا تعالیٰ کے حضور پناہ مانگنی چاہیئے تمام مخلوق کی برائی سے۔ موزی آدمی۔ جن درندے وحشی جانور سانپ بچھو وغیرہ سے +

حضرت مولوی نور الدین صاحب اس سورہ شریفہ کے عجائب فوائد میں بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لاہور میں ایک شخص نے مجھے کہا کہ آپ میرے ساتھ چلیں کچھ کام ہیں۔ چنانچہ وہ مجھے مسجد چینیاں والی میں لے گیا اور مسجد میں داخل ہونے سے پہلے بیان کیا کہ چند لوگ جمع ہیں کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ جب میں مسجد کے اندر داخل ہوا تو مینے دیکھا کہ وہاں ایک غیر معمولی مجمع ہے اور مباحثہ کے واسطے اکھاڑ لگایا گیا ہے۔ قبل ازیں مجھے ہرگز خبر نہ تھی کہ اس کام کے واسطے میں اس جگہ لایا گیا ہوں۔ مینے ہنوز نماز پڑھنی تھی۔ مینے ان لوگوں کو کہا کہ یہ گفتگو کا موقع ہے معلوم نہیں کہ اس میں کتنی دیر ہو جائے آپ لوگ نماز پڑھ چکے ہو اور مینے ہنوز پڑھنی ہے۔ اس واسطے بہتر ہے کہ میں پہلے نماز پڑھ لوں۔ اس سے میرا یہ منشا تھا کہ میں پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کروں اور پھر انکے ساتھ گفتگو کروں۔ کیونکہ بغیر امداد الہی کچھ کام نہیں بن سکتا۔ چنانچہ وضو کے میں نماز میں کھڑا ہوا اور یہی سورہ فلق مینے شروع کی۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی سے دعا کی۔ کہ اے خداوند کریم تو رب الفلق ہے ایک بڑے دانے کو جو ناکو بھٹ کر پھینک دیا جاتا ہے اور بیکار جانا جاتا ہے اور کوئی اسکی طرف توجہ نہیں کرتا اگر تو چاہتا ہے تو وہی دانہ ایک بڑا درخت بن جاتا ہے اور

ابراہیم واسحق و یعقوب۔ الرحمہ صغریٰ وضعف لکن
ابراہیم واسحق اور یعقوب کے معبود۔ میری چھوٹی عمر پر رحم فرما اور میرے ضعف
و قلة حیلتي یا خیا یا قیوم یا ذوالجلال واکرام۔
رکن پر رحم فرما۔ اور میرے حیل کے کم ہونے پر رحم کر۔ اے جی اے قیوم اے صاحب
جلال اور اکرام۔

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ جو کچھ خدا نے پیدا کیا۔ اس کے شر سے۔ یعنی تمام
پیدائش الہی میں جو اشیاء انسان کے واسطے مضر اور خراب اور تکلیف دہ ہیں ان
سب سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پناہ چاہتا ہے۔

بعض کا قول ہے کہ شر ما خلق سے مراد شیطان ہے کیونکہ اس سے بڑھ
کر کوئی شے انسان کے واسطے موجب شر اور دکھ اور تکلیف نہیں ہے۔ ایک
قول یہ ہے کہ شر ما خلق سے مراد جہنم ہے گویا کہ انسان خدا تعالیٰ کے حضور جہنم سے
پناہ چاہتا ہے۔ بہر حال اس میں تمام موزی اور دکھ دینے والے اور خدا سے
دور رکھنے والے اشیاء سے خدا کے حضور پناہ مانگی گئی ہے خواہ وہ شیطان
ہو یا جن یا موزی حیوان مثل بھوسا پ شیر وغیرہ۔

غاسق۔ اندھیرا کرنے والا۔ ہر ایک چیز جو تاریکی اور ظلمت پیدا کرے۔
غاسق رات کو کہتے ہیں اور غسق تاریکی کو کہتے ہیں کیونکہ رات تاریکی پیدا کرتی ہے
اس واسطے وہ غاسق ہے۔ اور غسق برد کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ رات پر نسبت دن
کے ٹھنڈی ہوتی ہے۔ غاسق شریا کو بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کا گناہ عموماً مایا اور
بیاریوں کا پیش خمیہ ہوتا ہے اور غاسق سورج کو بھی کہتے ہیں جبکہ غروب ہو جائے
اور چاند کو بھی کہتے ہیں جبکہ اسکو گھٹنے لگے۔ غاسق نکاح کو بھی کہتے ہیں۔ جبکہ وہ
کاٹ کھائے اور ہر ایک ناگہاں آنی والی چیز جو ضرر پہنچائے۔ یا بھیک مانگنے والا
جبکہ وہ تنگ کرے تو اسکو بھی غاسق کہتے ہیں۔ غرض ہر ایک چیز جو انسان کو ظلمت
روحانی یا جسمانی میں ڈالے اسکو غاسق کہتے ہیں۔ جب رات بہت تاریک ہو تو غروب
کے محاورہ میں کہتے ہیں غسق اللیل اور جب آنکھیں آنسوؤں سے بھر جائیں
تو کہتے ہیں غسقت العین اور جب زخم پیک بھر جائے تو کہتے ہیں غسقت
الجرحۃ۔

وقب۔ کے معنی ہیں چھپ گیا۔ وقب کے اصل معنی ہیں کسی شے میں
داخل ہونا۔ ایسا کہ وہ نظر سے غائب ہو جاوے۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ رزی الوسمۃ عن عائشة انہ اخذ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدھا و اشار الی القمر وقال استعذی باللہ
من شر هذا فانہ الخاسق اذا وقب۔ ابو سلمہ نے حضرت عائشہ سے روایت
کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کا ہاتھ پکڑا اور چاند کی طرف
جیکہ وہ کوفت میں تھا اشارہ کر کے فرمایا کہ اے شر سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں
پناہ مانگ کہ یہ اندھیرا کرنے والا ہے جیکہ چھپ جائے۔

النفس فی العقد۔ گروہوں میں پھونکنے والیاں۔ النفس فی العقد و
مع رقیق۔ نفث کے معنی ہیں پھونکنا۔ جن میں تھوک بھی ہو۔ گرہ میں پھونکنا

اکم شاخیں زمین پر پھیلتی ہیں اور ہزاروں لوگ اُسے سایہ کے تہہ آرام کر سکتے
ہیں۔ اے خدا اگر میں ناکارہ گھٹلی کی طرح ہوں تو تو رب الفلق ہے۔ تو مجھ پر رحم
فرما۔ اور میری پرورش کر۔ غرض اسی طرح بہت دعا کر کے اور نماز کو ختم کر کے میں
ان لوگوں میں آ بیٹھا۔ تب خدا تعالیٰ کے عجائب کاموں کا اظہار اس طرح سے
ہوا کہ وہ شخص جو میرے ساتھ مباحثہ کے لئے طیار کیا گیا تھا۔ اس نے بجائے
اُسکے کہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق کسی مسئلہ کا ذکر شروع کرتا۔ ایک اور حدیث
جو ان معاملات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی تھی پیش کر دی اور کہا کہ آپ اس کا
مطلب مجھے سمجھا دیں۔ مینے ان تمام لوگوں کو جمع کئے تھے سنا دیا کہ دیکھو یہ حدیث حضرت
مرزا صاحب کے دعاوی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ اور یہ ایک علیحدہ بات ہے
جو اس شخص نے پوچھی ہے۔ اس شخص نے بھی کہہ دیا کہ ہاں یہ جدا امر ہے۔ مباحثہ
بعد میں دیکھا جائے گا۔ سر درست ہیں اس حدیث کا مطلب مولوی صاحب سے سمجھ
لوں۔ سامعین اسپر برا بیگنہ ہوئے اور اس شخص پر خفا ہو کر جلد بیٹے۔ اور اس طرح
خدا تعالیٰ نے ہم کو ان کے شرانگیز منصوبہ سے محفوظ رکھا۔

کعب بن لہیا فرماتے ہیں کہ دوزخ میں ایک قی قوق جھنگل ہے اس کا نام فلق
ہے جب وہ کھولا جاتا ہے تو سارے دوزخی اس کی شدت گرمی کی وجہ سے چیخنے
لگتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ دوزخ کی تہ میں ایک کنواں ہے جسے فلق کہتے ہیں۔ اس پر
ایک پردہ پڑا ہوا ہے جب وہ اٹھا دیا جاتا ہے تو اس میں ایک ایسی سخت آگ لگتی
ہے جس سے خود جہنم جھپتی ہے علاوہ اُسکے اور بھی بہت سے اقوال ہیں مگر سب سے
صحیح تر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فلق صبح کو کہتے ہیں یا دانہ اور گھٹلی کے پھوٹنے اور
اُگنے کا نام ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ یوسف علیہ السلام جب کنوئیں میں ڈالے گئے تھے تو
آپ کے گھٹنے میں سخت درد ہوا (شائد گرنے کے سبب چوٹ لگی ہو) ایسا سخت
درد ہوا کہ تمام رات جاگتے ہوئے گزری۔ یہاں تک کہ طلوع صبح کا وقت ہو
گیا۔ تب ایک فرشتہ نازل ہوا جس نے آپ کو تسلی دی اور کہا کہ خدا تعالیٰ سے
دُعا مانگو وہ اس درد کو دور کر دے گا۔ حضرت یوسف نے اُس فرشتے کو کہا کہ تو
دُعا کریں آمین کہوں گا۔ چنانچہ اس فرشتے نے دُعا کی اور حضرت یوسف نے آمین
کہی تب خدا تعالیٰ نے اس دُعا کو قبول فرمایا اور وہ درد ختم گیا اور ان کو آرام
ہو گیا تب حضرت یوسف نے دُعا کی کہ اس وقت جس قدر بیمار ہیں اور تکلیف میں
ہیں ان سب کو آرام دیا جائے فرشتے نے اس دُعا پر بھی آمین کہی اور کہتے ہیں
یہی سبب ہے کہ صبح کے وقت ہر بیمار کو کھڑا بہت آفاہ ہو جاتا ہے وہ دُعا حضرت
یوسف کی مفصلہ ذیل الفاظ میں تھی۔

یا عذتی فی شدتی و یا مونس فی وحشتی و رحمہ غریبتی
اے میرے ہتھیار میرے مصائب میں اور میرے مونس میری وحشت کے وقت اور اے رحم
و کاشف کسرتی و یا عجیب دعوتی و یا الہی و اللہ ابائی
کر نیوالے میری غربت پر۔ اور اے میری گھبراہٹ کے دور کر نیوالے۔ اور اے میری دُعا
کے قبول کرنے والے۔ اور اے میرے معبود اور میرے باپ دادوں کے معبود

جیسا کہ جادوگر لوگ تاگوں میں گرہیں ڈال کر پھونکتے ہیں اور لوگوں کو یقین دلاتے ہیں کہ اس کا اثر ہوتا ہے۔ گرہ میں پھونکنا اور گرہ دینا یہ ایک محاورہ ہے جس کے معنی ہیں کسی کام میں رکاوٹ ڈالنے کے واسطے کوشش کرنا جیسا کہ وہ لوگ جو جادوگری کا پیشہ رکھتے ہیں۔ اپنی جھوٹی جادوگری میں کامیابی حاصل کرنے کے واسطے خفیہ تدابیر کرتے ہیں۔ ظاہر تو یہ کرتے ہیں کہ فلاں آدمی کو ہم نے جادو کے ذریعہ سے بیمار کر دیا ہے اور دراصل کسی خفیہ ذریعہ سے اس قسم کی دوائیاں اس شخص کو کھلا دیتے ہیں۔ جن سے وہ بیمار ہو جائے۔ پس ایسے خفیہ شہیر لوگوں کی شرارت سے بچا رہنے کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہیے۔

حاسد۔ وہ ہے جو یہ خواہش کرے کہ دوسرے کے پاس جو عمدہ شے ہے وہ اس کو مل جاوے۔ بسا اوقات اس حسد میں اس شخص کو نقصان پہنچانے کی بھی خواہش اور کوشش کرتا ہے جسکو اس نعمت کا مالک دیکھتا ہے۔

لفظ حاسد کو اس جگہ نہ رکھا ہے معرکہ نہیں لکھا۔ اس میں حکمت ہے کہ حسد ہمیشہ بُرا نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر نیکیوں کے حصول کے واسطے حسد کیا جائے تو وہ حسد محمود ہے۔

اس سورۃ میں انسان کے جسمانی فوائد کے واسطے دعا ہے اور اگلی سورۃ میں روحانی فوائد کی باتیں مندرج ہیں۔

یہ سورۃ بھی بجائے خود ایک جامع دعا ہے جن میں چار چیزوں سے اللہ کے حضور میں پناہ مانگی گئی ہے۔

- (۱) تمام مخلوقات کے شر سے
- (۲) تاریکی کرنے والی اشیاء کے شر سے
- (۳) مخالفانہ حقیقی تدابیر کرنے والوں کے شر سے
- (۴) حاسد کے شر سے

فقہ اول میں دراصل سب شامل ہیں۔ اور فقرہ دوم و سوم و چہارم اس کی تشریح ہیں یعنی وہ تمام چیزیں جو خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ ان میں جو امر اس قسم کا ہے کہ کسی انسان کے واسطے موجب تکلیف اور دکھ اور ضرر ہو سکتا ہے۔ ان سب سے خدا تعالیٰ ہم کو بچائے اور محفوظ رکھے۔

دنیا میں جقدر مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ وہ یا تو بہ سبب تاریکی اور ظلمت کے پھیل جانے کے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دنیا میں ایک تاریکی پھیلی ہوئی تھی لوگ اوجانیت کی باتوں سے بے خبر تھے۔ نصاریٰ، عیسائی اور یسوع اور حواریوں کے بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ایرانی آتش پرستی میں مصروف تھے کئی کر وڑ دیوی دیوتاؤں کے آگے پیشانی رگڑنے میں مصروف ہو رہے تھے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور دنیا میں چمکا اور مخلوق الہی کے واسطے موجب ہدایت کا ہوا۔ یا تو مفاسد خود تاریکی کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں اور یا مخالف دشمن لوگ شرارت کے ساتھ تاریکی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور فاسد لوگ ان کے

اس سورۃ شریفہ میں جو قرآن شریف کی آخری سورتوں میں سے ہے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آخری زمانہ میں ایک بڑا فتنہ ہوگا ایک بہت بڑا شر اٹھے گا۔ اور وہ ایسے وقت میں ہوگا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ زمانہ میں سے تاریکی کو دور کرنے کے واسطے ایک صبح کو نمودار کرے گا کیونکہ وہ رب العلق ہے اور رات کے بعد دن کو لاتا ہے۔ اور تاریکی کے بعد نور پیدا کرتا ہے۔ اسی شر سے بچنے کے واسطے تمام مسلمانوں کو ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ وہ بڑا بھاری شر ہے۔ اس شر کا پیدا کرنے والا خفیہ کارروائیاں بہت کرے گا اور چھپ چھپ کر اپنی ساتھیوں دین حق کے برخلاف نہایت جدوجہد کے ساتھ کرے گا۔

چنانچہ ظاہر ہے کہ جب قدر خفیہ کارروائیاں مشن کا دجال اسلام کے برخلاف کرتا ہے۔ ایسی کارروائیاں پہلے کسی نے نہیں کیں۔ ایسے ایسے راہوں سے اسلام پر حملہ کرنے کے واسطے کوشش کی جاتی ہے کہ عوام تو سمجھ بھی نہیں سکتے کہ اس معاملہ میں کیا درپردہ شرارت ہے لیکن خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں ایک ایسا نور پیدا کیا ہے جس نے نمودار ہو کر ان تمام پردوں کو پھاڑ دیا ہے اور دجال کا دجل کھول کر لوگوں کو دکھا دیا ہے تاکہ مخلوق الہی اس کے شر سے بچی رہے اور اس کے پھندے میں نہ آئے۔

افسوس ہے کہ لوگوں پر جو خدا تعالیٰ کے اس نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بھانا چاہتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ یہ نور الہی ضرور غالب آئے گا اور اس کے مخالف سب نامراد اور ناکام مرینگے۔

یہاں سورہ فلق کے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

ختم ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے فرمائے ہوئے درس قرآن شریف سے نوٹ

Digitized by Khilafat Library

مرتبہ محمد صادق عفی اللہ عنہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝

کہہ پناہ پکڑتا ہوں ساتھ پروردگار لوگوں کے بادشاہ لوگوں کے معبود لوگوں کے بُرائی و سوسہ ڈالنے والے

الَّذِي يُوسِّسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

نیچے ہٹ جاتا ہوائے کی سے جو سوسہ ڈالتا ہے بیچ سینوں لوگوں جتوں میں سے اور آدمیوں میں سے

یامحاورہ تفسیری ترجمہ
اس طرح دعا کرتے ہیں جو آدمی ہو۔ جو کوئی انسانوں کے سینوں میں سوسہ ڈالتا ہے اور انسان کی ترقی کو روک کر اُسے پیچھے ڈال دیتا ہے۔ اس کے سوسہ کی بدی سے اس خدا کے حضور میں پناہ گیر ہوتا ہوں۔ جو انسانوں کا پرورش کنندہ اور ان کا بادشاہ اور ان کا معبود ہے۔

اس سورہ شریف میں اللہ تعالیٰ کی تین صفتوں کا بیان کیا گیا ہے۔ دبت۔ ملک۔ الہ۔ اور پھر ان ہر صفت کے اُس پر توہ کی طرف بالخصوص اشارہ کیا گیا ہے جو کہ انسان کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ کیا معنی وہ خدا جس نے انسان کو پیدا کیا اس کو تمام قوی ظاہری اور باطنی عطا فرمائے اور ان قوتوں کی تربیت کے واسطے ہر قسم کے سامان تمہارا کئے جنہیں تمہارے ماں کے پیٹ کے اندر ہی اُسے غذا پہنچائی۔ پیدا ہوا تو ساتھ ہی ماں کی چھاتیوں میں اپنی غذا کا ذخیرہ موجود پایا اُسے چھوڑا تو ماں باپ اور اقربا کو اپنے سامان خوردنی پوشیدنی کے تمہارا کرنے میں مصروف پایا بڑا ہوا تو محنت مزدوری کی اور خدا نے اس میں برکت ڈالی۔ اس لفظ میں اپنے اصلی مرقی کے بے انتہا احسان کو یاد کرنے کے بعد اس دعا میں انسان اپنے اس خدا کو یاد کرتا ہے جو اس کا حقیقی بادشاہ ہے اُسی کے قبضہ قدرت میں تمام زمین اور آسمان کی کل ہے۔ چاہے تو ایک آن میں زلزلہ سے یا بجلی سے یا اور جس طرح چاہے سب کو مٹا کر دے یا خفا شدوں کو پھر پیدا کر دے تمام انسانوں کے دل بھی اسی کے قابو میں ہیں وہ بادشاہ حقیقی ہے ہر ایک انسان کے خیالات اس کی نگاہ میں

ہیں بغیر اس کے اذن کے نہ کوئی کسی کو نفع دے سکتا ہو اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے وہ ملک الناس ہے پس وہ جو ہمارا رب ہے اور وہ جو ہمارا ملک ہے اور سلطان ہے وہی اس لائق ہے کہ ہمارا الہ ہو اور معبود ہو اسی کی عبادت کجاوے اسی سے اپنی جائیں مانگی جائیں اور اسی کی تعریف کرتے ہوئے سراسر کے آگے جھکنا یا جاوے۔ پتھر کے بت تو ہمارے اپنی مخلوق ہیں اور ہم خود انہی تربیت کرتے ہیں اور انہی حکومت کرتے ہیں جس طرح چاہیں انکو گھڑ کر بناتے ہیں اور چاہیں انکو رکھتے ہیں۔ برہمن کے قابو میں آیا۔ تو اُس نے زری کے کپڑے پہنا دئے اور سونے کے زیوروں سے مزین کر دیا اور محمود کے ہاتھ لگا تو اُس نے کاٹ کر جوئی رکھنے کے واسطے دلہن کے باہر گاڑ دیا۔ زون پادری نے اُس پر سونے کا گلٹ کیا اور گرجے میں سجایا۔ تو اُس کے پرائسٹنٹ بھائی نے اپنے باپ دادا کی بے وقوفی پر مضحکہ اڑانے کے واسطے اُسے عجائب گھر میں رکھ دیا۔ سو بتوں کا تو ذکر ہی کیا جب کہ خود بت پرست بھی بتوں کو چھوڑتے جانتے ہیں۔ باقی رہے عناصر اور حیوان اور انسان جن کی بعض بے وقوف لوگ بچا کرتے سب کے سب خود محتاج تھے اور اپنی عمر گزار

کر مر گئے نہ انہیں سے کسی نے ہماری ربوبیت کی اور نہ کوئی ہمارا مالک اور ملک تھا اور نہ کوئی ہمارا معبود ہو سکتا ہے۔ ظاہری بادشاہوں کی حکومت ظاہر حالات پر ہے۔ چور چوری پر سے پکڑا گیا تو اس کو سزا مل گئی۔ لیکن چور جب چوری کی نیت کرتا ہے اور کسی کی عمدہ شے دیکھ کر دل میں ارادہ کرتا ہے کہ موقع برائے اٹھا لے اس وقت اس کی نیت اور ارادے کو بخیر خدا کے کون دیکھ رہا ہے۔ پس حقیقی بادشاہ وہی ہے۔

اس دعا میں انسان اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو کر اپنے خدا کے ساتھ اس تعلق کو یاد کرتا ہے کہ اُسے خدا تو ہی میرا پرورش کنندہ ہے اور تو ہی میرا بادشاہ ہے اور تو ہی میرا معبود ہے پس میں تیرے ہی حضور میں اپنی بدورتواست پیش کرتا ہوں کہ نیکی کے حصول کے بعد جو انسان کے دل میں ایسے بُرے خیالات آتے ہیں کہ اس کو نیکی سے پیچھے ہٹانا چاہتے ہیں ان خیالات کے شر سے بچے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سوسوں پیدا ہونا ضروری ہے چوب تک انسان ان کے شر سے بچا رہے یعنی انکو اپنے دل میں جگہ نہ دے اور ان پر قائم نہ ہو تب تک کوئی حرج نہیں۔ ایک خدا ایک شخص نے حضرت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی کہ میرے دل میں بڑے بڑے خیالات پیدا ہوتے ہیں کیا میں ان کے سب سے گنہگار ہوں۔ فرمایا: فقط بڑے خیال کا اٹھنا اور گذر جانا تم کو گنہگار نہیں کرتا یہ شیطان کا ایک دوسرا حربہ ہے جیسا کہ بعض انسان جو شیطان کی طرح ہوتے ہیں لوگوں کے دلوں میں بڑے خیالات ڈالتے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس فقط انکی بات سننے سے اور رد کر دینے سے کوئی گنہگار نہیں ہو سکتا۔ ہاں وہ گنہگار ہوتا ہے جو انکی بات کو مان لیتا اور اس پر عمل کر لیتا ہے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب حدیث کی بنا پر فرمایا کرتے ہیں اور اپنا تجربہ بیان کیا کرتے ہیں کہ خیال بد کے وقت اگر انسان بائیں طرف تھوک دے اور لا حول پڑھے تو وہ دوسرا فوراً دور ہو جاتا ہے عاجز و راقم نے بھی اس کا تجربہ کیا ہے اور درست پایا ہے۔

ایک شیکھ کی

سورۃ الناس قرآن شریف کی سب سے آخری سورۃ ہے اور اس کا مضمون آخری زمانہ میں ایک بڑے فتنے سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا حکم دیتا ہے وہ فتنہ خناس کا ہے۔ جو کہ لوگوں کے دلوں میں قسما قسم کے دسادس ڈالکر ان کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ یسوع کو خدا بنانے اور اسکی پوجا کرنے کا فتنہ زمانہ نبوی سے پہلے دنیا میں پھیل چکا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے اس کی خرابیوں کو دنیا پر ظاہر کر کے اس کا زور مٹا دیا تھا جہاں تک کہ خود نور اسلام کی چمک سے جھلاک پکڑ گیا تھا۔ قوم میں اس قسم کے ریفارم پیدا ہو گئے تھے جنہوں نے اپنی قوم میں سے یسوع اور مریم کے بت بناتے اور بتوں کی پوجا کرنے کی رسم کو مٹانے کی کوشش کی اور اس کوشش میں بہت کچھ کامیابی بھی حاصل کی۔ دوسری طرف لاکھوں عیسائی اپنے مذہب کی خرابیوں سے آگاہ ہو کر اور اس سے بیزار ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ غرض اسلام وہ مذہب تھا جس نے دیگر باطل ادیان کے ساتھ دین عیسوی کو بھی پست دیا تھا لیکن آخری زمانہ میں وہی عیسائیت کا فتنہ ایک نئے رنگ میں مخلوق کے سامنے آکر موجود ہوا ہے اور چلتا ہے کہ مسلمانوں کو قرآن شریف اور اسلام سے پیچھے ہٹا کر پھر اسی پرانی گمراہی میں ڈال دے۔ یہ خناس تعلیم

ہے کہ ہمارا رب یسوع مسیح ہے۔ چنانچہ عیسائیوں کی کتابوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ دینا المسیح۔ اور یسوع کا نام عیسائی کتب میں بادشاہ یعنی ملک بھی ہے اور اس کی عبادت بھی کی جاتی ہے۔ گویا کہ وہ الہ یعنی معبود ہے ان عقائد کی ٹھیک ٹھیک کے واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رب الناس اور ملک الناس اور الہ الناس۔ وہی ایک خدا ہے جس کی صفات حمیدہ کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے اور جس کی وحدانیت کے بارے میں اس سورۃ سے اور ایک سورۃ چھوڑ کر اس طرح بیان کیا گیا ہے قل هو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له كفوا احد۔

کہ وہ اللہ ایک ہے وہ بے احتیاج ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ اس کا کوئی کثیر قبیلہ ہے اس سورۃ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آخری زمانہ جنگ کا زمانہ نہ ہوگا اور اسلام سے لوگوں کو روگردانی کرانے کے واسطے کوئی لڑائی اور ظاہری جنگ کی کارروائی نہ ہوگی جیسا کہ پہلے کیا جاتا تھا بلکہ صد و دہا الناس پر بذریعہ دسادس ہوگا اور وہ دسوسہ ڈالنے والے خناس دو قسم کے ہونگے ایک تو پادری لوگ جن کے دسویں موٹے رنگ کے ہر طرح کے کذب اور بہتان کے ساتھ ہیں یہ خناس تو ناس میں سے ہے۔ لیکن ایک بڑا خناس جو شر میں اس سے زیادہ خست ہے لیکن اپنی شرارت میں کسی قدر مخفی ہے اس واسطے اس کو جن کہا گیا ہے وہ اس زمانہ کے جھوٹے فلسفی اور جھڑوی سائنس دان ہیں۔ جو حقیقی فلسفہ اور سائنس سے بے خبر ہیں اور تعلیم یافتہ گروہ کو خفیہ رنگ میں دہریت کی طرف لکھنے کر لے جا رہے ہیں۔ حالانکہ بظاہر ہر مذہب کے اپنے آپکو بے تعلق ظاہر کرتے ہیں مگر باطن میں مذہب کے سچے اصول کو اکھاڑنے کے درپے ہیں۔

اس سورۃ شریف سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آخری زمانہ کا فتنہ محض دُعا کے ذریعہ سے دور ہوگا چنانچہ اس کی تائید میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ کفار مسیح موعود کے دم سے مرینگے اور حضرت مرزا صاحب سے مینے بار مائسا ہے آپ فرمایا کرتے ہیں کہ اس قدر فتنہ کا مٹانا ظاہری اسباب کے ذریعہ سے نہیں ہو سکتا۔ ہمارا بھروسہ صرف ان دعاؤں پر ہے جو

ہم اللہ تعالیٰ کے حضور میں کرتے ہیں خداوند تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے گا اور وہ خود ہی ایسے سامان ہتیا کرے گا کہ کفر فیل ہو جائے گا اور اسلام کے واسطے غلبہ اور عزت کے دن آجائیں گے۔

کسی نے کہا ہے کہ قرآن شریف کا ابتداء حرف لطیفہ اب سے ہوا ہے اور آخر حرف من کے ساتھ ہوا ہے یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن شریف انسان کے واسطے پس ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ما خطنافہ الکتاب من شیء۔ اس کتاب میں کسی شے کی کمی نہیں رہی اس مضمون کو کسی نے فارسی میں اس طرح ادا کیا ہے۔

اولی و آخر قرآن زچہ با آمد و سین

یعنی اتر دو جہاں رہبر باقران ہیں

نسفی کہتا ہے کہ اس سورۃ شریف میں سب سے پہلے جو لفظ ناس آیا ہے اس سے مراد اطفال ہیں اور ناس ثانی سے مراد نوجوان لوگ ہیں اور ثالث سے مراد بوڑھے ہیں اور چہارم سے مراد صاحبین ہیں اور پنجم سے مراد مفسدین ہیں۔ کیا معنی۔ کہ میں اس خدا کے حضور پناہ گزین ہوتا ہوں جو رب الناس ہے۔ چھوٹے ناتوان بچوں کے واسطے بھی تمام سامان پرورش کرتا ہے اور ملک الناس ہے نوجوان جو شیلے لوگ سب اس کے قابو میں ہیں۔ اللہ الناس ہے۔ جب آدمی بڑا ہوتا ہے اور چالیس سال سے زیادہ عمر پاتا ہے۔ تب اس کے عقائد اور معرفت کمال کو پہنچتے ہیں اور عادتیں نیکی پر پختہ ہو جاتی ہیں۔ اور آخر خدا کی عبادت میں پکا ہو جاتا ہے ایسے لوگوں کا معبود وہی خدا ہے اس خدا کے حضور میں خناس کے دسادس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔ جو یوسوس فی صدور الناس۔ نیک لوگوں کے دلوں میں دسوسے ڈال دیتا ہے۔ من الجنة والناس۔ وہ خناس کچھ جن میں اور کچھ مفسد انسان ہیں۔

یہ ایک عجیب دُعا ہے جو خدا تعالیٰ نے خود ہم کو سکھائی ہے۔ اس کے کسی قدر ہم معنی وہ دُعا ہے جو دوسری جگہ قرآن شریف میں آتی ہے اور وہ اس طرح ہے۔

دبتا لا تنزع قلوبنا بعد اذ هدیتنا

اسے ہمارے رب بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت کی تو فیق عطاء فرمائی ہمارے دلوں کو کج نہ کر لیجئے ایک دفعہ جس نیکی کو ہم حاصل کریں وہ استقامت کے ساتھ ہمارے اندر قائم رہے۔

یہ سورہ شریفہ قرآن شریف میں سب سے آخری ہے کہ اے اللہ تعالیٰ یہ قرآن جس کے پڑھنے کی تو نے ہم کو توفیق دی ہے۔ اب ایسا کر ہمارے دل اس پر ایمان کے واسطے ایسے پختہ رہیں کہ اس کلام کے متعلق کوئی دوسرا اور بخیاں کبھی ہمارے دل میں نہ آنے پاوے اور ہم اس پر عمل کریں اور تیرے نیک بندوں میں شامل ہو جاویں قرآن شریف کے ذریعہ سے رحمت خدا کے کس قدر رحمت دنیا پر نازل فرمائی۔ تمام احکام شرعیہ۔ گذشتہ بزرگوں کی نیک مثالیں طریق و فاعل غرض ہر شے ضروری کی تعلیم دی گئی ہے اس سورہ شریفہ کے شروع میں انسان کا نام تین بار لیا گیا ہے اور ہر بار اللہ تعالیٰ کا ایک جدا نام اس پر رکھا گیا ہے۔ یعنی پہلی دفعہ رب الناس کہا گیا ہے۔ دوسری بار ملک الناس فرمایا ہے اور تیسری بار اللہ الناس مذکور ہوا ہے۔ یہ ہر صفت الہیہ انسان کی تین مختلف حالتوں کی طرف اور اللہ تعالیٰ کے تین فیضانوں کی طرف جو انسان کی ان حالتوں پر وارد ہوتے ہیں اشارہ کرتی ہیں۔

انسان بلحاظ اپنی روحانی ترقی یا تنزل کے تین درجے رکھتا ہے۔ سب سے اونچے درجہ کا انسان وہ ہے جسے کچھ خبر نہیں کہ حصول نیکی اور حصول معرفت الہی کیا شے ہے اور وہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ ایسے شخص کے واسطے نیکی بدی سب برابر ہے۔ اگر وہ بدی کرتا ہے تو اُسے کبھی کچھ فکر نہیں ہوتا کہ میں بدی کرتا ہوں۔ اس کا نفس افسوس صرف غالب ہے بلکہ پوری طرح اس پر حکمران ہے وہ نہیں جانتا کہ دین اور دینداری کیا لطف اپنے اندر رکھتی ہے اور نہ دیندار کو بھی محبت اختیار کرتا ہے اور نہ اس کو کبھی یہ خواہش ہی پیدا ہوتی ہے کہ دیندار بنے وہ اپنی حالتیں مثل ایک بے تجربہ کے پڑا ہے جس نے معرفت کا کبھی نام بھی نہیں سنا یہ شخص نفس امارہ کے ماتحت ہے پر خدا تعالیٰ ان سب کے واسطے رب الناس ہے۔ یعنی وہ سب کی پرورش کرتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کو نہیں تہ اور وہ یہ ہیں ان سب کی پرورش کرتا ہے۔ گویا ایسے لوگوں

کے واسطے ایک وقت غراب کا بھی بالآخر آجاتا ہے مگر دوست وہ سب اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اس لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ الناس ہے جو لوگ نیکی کرتے ہیں انکی پرورش ہوتی ہے جو بدی کرتے ہیں انکی پرورش ہوتی ہے۔ بارش اتنی ہے۔ تو نیک و بد کے کمیت کو سیراب کر جاتی ہے اور سورج نکلتا ہے تو کافر اور مومن سب کو روشنی دیدیتا ہے۔ ہوا چلتی ہے تو مسلم اور غیر مسلم سب کو اپنا فائدہ پہنچا دیتی ہے اس لحاظ سے خدا تعالیٰ کی ربوبیت عام ہے وہ تمام جہاں کے لوگوں کا رب ہے۔ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا ہو۔ امیر ہو یا غریب دانا ہو یا بے وقوف ہو۔ عالم ہو یا جاہل ہو۔ بادشاہ ہو یا رعایا ہو۔ ہر ایک کو اس کی ربوبیت عامہ سے حصہ دیا جاتا ہے اس لحاظ سے وہ رب الناس ہے۔

درمیانہ درجہ کے لوگ جو درجہ اونچے سے اوپر کے درجہ میں ہیں وہ ہیں جن کو معرفت الہی کا شوق پیدا ہو گیا ہے انھوں نے جان لیا ہے کہ نیکی عمدہ شے ہے اور وہ خواہش رکھتے ہیں کہ اپنی موجودہ حالت سے نکلیں اور ترقی کریں اور اُس کے قدم رکھیں۔ بدی کو چھوڑ دیں۔ اور نیکیوں کو اختیار کریں۔ لیکن ان کا نفس ہنوز ان پر غالب ہے وہ بدی سے پرہیز کرتے ہیں مگر بسبب کمزوری پھر بھی کسی نہ کسی وقت بدی میں گر جاتے ہیں۔ اُٹھتے ہیں اور پھر گر جاتے ہیں۔ پھر اُٹھتے ہیں اور پھر گر جاتے ہیں۔ یہی حالت انکی ہوتی رہتی ہے۔ وہ دل سے سچی توبہ کرتا ہے۔ کہ اب آئندہ یہ کام نہ کروں گا۔ لیکن نفس کے جذبہ کی وقت پھر کر بیٹھتا ہے اور خدا تعالیٰ کی غفاری اور تساری کی نظر پھر جھکت ہے اور اسکی رحمت کے حضور میں فریادی ہوتا ہے اور اپنی کمزوری کے سبب نالاں رہتا ہے اور شب و روز اس فکر میں سرگرداں رہتا ہے کہ کب وہ وقت آئے گا۔ کہ پھر بدی اس کے قریب کبھی نہ آئے گی وہ اقرار کرتا ہے کہ میں ایک بادشاہ حقیقی (ملک الناس) کی حکومت کے ماتحت ہوں اور اس کے قوانین کی فرمانبرداری مجھ پر واجب ہے اس واسطے وہ قواعد شرعیہ کی پابندی کیواسطے ہر وقت سعی کرتا رہتا ہے لیکن اپنی کمزوری اور اپنے ضعف کے سبب غلطی کر بیٹھتا ہے اور اپنے بادشاہ سے معافی کا طلبگار ہوتا ہے ایسے شخص کا نفس لوازم ہے۔ وہ غلطی کر بیٹھتا ہے لیکن اس غلطی پر ماضی نہیں رہتا بلکہ اپنے

انگوں کو ملتا ہے اور نگین ہوتا ہے اور افسوس کرتا ہے کہ میں نے کیوں ایسا کام کیا اور پھر توبہ کرتا ہے اور ہر دفعہ اس کی توبہ سچے دل کے ساتھ ہوتی ہے اور توبہ کے وقت وہ کبھی وہم نہیں رکھتا کہ دوبارہ یہ کام کر جاؤں اسی واسطے خدا تعالیٰ اس پر رحم کرتا ہے اور اس کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

اس سے بڑھ کر درجہ اولے وہ لوگ ہیں جو ہر طرح تمام گناہوں کو چھوڑ چکے ہیں اور انکے نفسانی جذبات ٹھنڈے ہو چکے ہیں اور اب کوئی بدی ان کو دکھ نہیں دیتی بلکہ وہ آرام اور اطمینان کے ساتھ اپنے خدا کی بندگی میں مصروف ہیں وہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرا چکے ہیں اور اس کی عبادت اور محبت اور خوف اور رجائیں کوئی دوسرا شریک انکے دل میں باقی نہیں رہا اور انھوں نے اس واحد خدا کی تقدیس اور تسبیح اور عبادت اور تمام عبودیت کے آداب اور احکام اور اوامر اور حدود اور آسمانی قضاء کے امور کو بدل و جان قبول کر لیا ہے۔ اور نہایت نیک منتی اور تامل سے ان سب محکموں اور حدود اور قانون اور تقدیر کو بارادت تمام سر پر اٹھالیا اور نیز وہ تمام صداقتیں اور پاک معارف جو اس کی وسیع قدرتوں کی معرفت کا ذریعہ اور اس کی ملکوت اور سلطنت کے علوم تہ کو معلوم کرنے کے لئے ایک واسطہ اور اس کے الاء اور نعماء پہنچانے کے ایک قوی رہبر ہیں۔ بخوبی معلوم کر لیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو نفس مطمئنہ رکھتے ہیں۔ اور بسبب اس کے ان کے افعال اقوال و حرکات خیالات عبادات وغیرہ میں ان کا مقصود محبوب اور معبود صرف اللہ ہی ہے۔ جو کہ اللہ الناس ہے انسان کے ان ہر درجہ اور حالات کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے ان ہر حالات کو صوفیائے سننے اپنی تجربہ کردہ باتوں کے ذکر کے ساتھ عجیب عجیب پیرایوں میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ حافظ شیرازی نے نفس لوازم کی مشکلات پر نگاہ کی کہ اس مضمون کو اس شعر میں ادا کیا ہے۔

شب تاریک بیم موج و گردابے چنین خائل
کجا دانند حال ما سبکساران سا حلہا
حافظ شیرازی نے اس شعر میں انسان کی ان تین حالتوں کو ظاہر کیا ہے اور انکی تمثیل کے واسطے دریا اور اسکے دو کناروں کے نظارہ کو لیا ہے۔ کچھ لوگ دریا کے اس کنارے پر ہیں

کچھ اس کفارہ پر پہنچ گئے کچھ کشتی میں بیٹھے ہوئے
ہنوز اس فکر میں ہیں کہ اس کفارہ تک پہنچ جائیں ایک کفارہ
ویران سلسلے آئیں نہ کوئی شہر نہ مکان ہے اور نہ پھل
پھول ہیں اور اس میں رہنے والے جاہل لوگ ہیں جو
دوسرے گناہوں کی نعمتوں اور عمدہ اشیاء سے بے خبر ہیں
اور وہ نہیں جانتے کہ دوسرے کفارہ پر کیا کیا آرام کے ذرائع
ہیں۔ پس یہ اپنی حالتیں غافل ہیں اور انکو یہ خواہش بھی نہیں
کہ دوسرے کفارہ میں اور ان لوگوں میں جا کر شامل ہوں
جو دوسرے کفارہ پر رہتے ہیں بلکہ وہ اپنے موجودہ
حالت میں ویسے ہی چپ چاپ بیٹھے ہیں۔ دوسرے
گناہ پر وہ لوگ ہیں جو دریا اور اسکی تمام نکالیت اور
مصائب کو بھیل کر اپنے منزل مقصود تک پہنچ چکے ہیں
اور اب آرام کے ساتھ بیٹھے ہیں انکو کوئی دکھ اور مصیبت
نہیں ہے اور نہ انکے لئے وہ بے امنی اور غفلت کی حالت ہے جو کفارہ
کفارے والوں کے لئے ہے اور نہ انکے واسطے وہ خطرات اور
وقت کا خوف ہے جو کشتی والوں کے لاحق حال ہوتا ہے بلکہ وہ
تمام مشکلات میں سے گزر چکے ہیں اور تمام مصائب کو عبور کر
چکے ہیں اور ان کا نفس مطمئن ہے اور پہلے لوگ نہ تھے
جن کا نفس امارہ تباہ تھا پس دریا کے دو کناروں پر دو قسم کے
لوگ آباد ہیں ایک کفارے پر وہ ہیں جو نفس امارہ رکھتے ہیں
اور دوسرے کفارے پر وہ ہیں جو نفس مطمئن رکھتے ہیں حافظہ اثر
نے ان ہر دو کو اپنے شعور میں سبکسار کیا ہے۔ کیونکہ ایک کو تو
محنت کی ہی خبر ہی نہیں اور دوسرے کو موقت حاصل ہو چکی
ہے پس وہ دونوں سبکسار ہیں کیونکہ یہ اپنے بوجھ آ کر چکا ہو
اور اس نے ہنوز بوجھ اٹھایا ہی نہیں لیکن مشکلات وہ نفس
سے جو درمیان میں ہے۔ کیونکہ اس نے رذیل حالتیں رہنا پسند
نہیں کیا اور اسکی حالت کی طرف جانا چاہا لیکن راستہ میں مشکلات کا
دریا ایسا آگیا ہے جس میں ہر طرف سے موجیں ہیں اور رات آتی ہی
ہے اور گرداب گھیرے ہوئے ہیں اور ہر وقت خطرہ ہے کہ
اب ڈوبے اب ڈوبے یہ درمیانی حالت نفس امارہ کی ہے
اسکو معلوم ہو گیا ہے کہ نفس مطمئن ایک عظیم الشان نعمت ہے
ان لوگوں کی صحبت سے جو نفس مطمئن حاصل کر چکے ہیں یا ان کے
حالات عجیبہ کے سننے سے اسکو رغبت پیدا ہوئی ہے کہ
میں بھی نیک بن جاؤں اور ان لوگوں کے درمیان شامل
ہو جاؤں اور بظاہر پہلی نظر اس کو بہت ہی آسان سمجھتا ہوں
اور خیال کرتا ہوں کہ میں منزل کو آسانی کے ساتھ طے کر لوں گا
اور ایسا ہی بن جاؤں گا جیسے کہ وہ لوگ ہیں لیکن تھوڑے ہی

دنوں میں معلوم ہو جاتا ہے کہ اس راہ میں بہت مشکلات ہیں اور
بدلوں کا ترک کرنا اور نیک بن جانا آسان بات نہیں ہے
ایسے وقت میں چلا اٹھتا ہے۔ رح
کہ عشق آسان نمود اول دے افقہ مشکلیا
اور جب چاروں طرف سے اپنے انکو تکلیف میں دیکھتا ہے
تب معلوم ہوتا ہے کہ اس اعلیٰ حالت کا حصول کوئی آسان
امر نہیں ہے۔ ظاہر کہدینے کو تو ایک فقرہ ہے اور وہ بھی
ایک چھوٹا سا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ لیکن جب
اسپر عمل شروع ہوتا ہے تب اسکی حقیقت معلوم ہوتی ہے جیسا
کہ ایک ملازم کسی دفتر کا اس اقرار کے بعد اپنے دفتر میں
جاتا ہے اور ایک طرف افسر زور دیتے ہیں کہ یہ کام تو آگے
اور دوسرے طرف نماز کا وقت آجاتا ہے اسوقت معلوم ہو جاتا
ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کر لینے کیا معنی ہیں یا ایک عہد دار
سکری جس کے خراج بہت ہیں اور خواہ تھوڑی ہے وہ
جب اس اقرار کے بعد اپنے کام پر جاتا ہے اور آمدنی کو
کم پاتا ہے اور خرچ زیادہ ہے اور رشوت کے وسائل کھلے
ہیں اور کوئی منہ کر نیوالا نہیں اسوقت اسکو معلوم ہوتا ہے
کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی کیا کیفیت ہوتی ہے بات
کے وقت جب سروی کا موسم ہوتا اور گرم بستر کے اندر دبی
لیٹا ہوا ہو اور ہر ایک سامان تیار ہو اور تہجد کا وقت اور
خدا کے یاد کرنا کا وقت آجائے اور دل نہ چاہے کہ بستر
سے اٹھے اسوقت انسان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ میرا دین
مقدم ہے یا دنیا مقدم ہے۔
غرض سلوک کی راہ میں سب سے مشکل مرحلہ وہی ہے جو نفس
کو طے کرنا پڑتا ہے کیونکہ اسکو شیطان سکتے ساتھ اور اسکی
کے ساتھ ایک جنگ درپیش ہے شیطان چاہتا ہے کہ
وہ اس کو واپس اپنی حالت اتوی پر لیجائے کیونکہ وہ جیسا
کہ اس سورۃ میں بیان کیا ہے۔ خناس ہے یعنی انسان کو
نیچے ہٹانا چاہتا ہے اور اس کو رذیل حالتیں ڈالنا چاہتا
ہے یہ شیطان بعض انسان تو بخوبی صورت میں ہیں اور بعض بد
نرد میں ہیں۔ جو کہ انسان کو خراب حالتیں ڈالنے کی واسطے
اسکے دلیس طرح طرح کے وساوس ڈالتے ہیں جس کا ذکر اس
سورۃ شریف میں اسطر حصہ ہے۔ الذی یوسوس فی
صدور الناس۔ یعنی لوگوں کے سینوں میں دوسرے ڈالتے
ہیں ان سے پناہ مانگئے کیواسطے خدا نے یہ سورۃ بطور
کلمات دعا کیے کے نازل فرمائی ہے تاکہ انکو بڑھ کر اور
خدا تعالیٰ سے پناہ مانگ کر انسان بد حالتیں پڑنے سے

بچ جاوے۔ ایندرا تو اپنے فضل و کرم سے ہماری تنگدستی
فرما اور اس جماعت کے ممبروں کو نفس مطمئن فرما اور جو لوگ ہنوز
اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوئے۔ انکی بھی انھیں کھول تاکہ وہ کھلا
پاک راہ کو پہچان کر اسکی صداقت کا فائدہ حاصل کریں اور خدا
کی برگزیدہ جماعتیں داخل ہو کر رحمت الہی سے حصہ وافر
حاصل کریں۔ آمین ثم آمین

امراض سینہ کا علاج مثلاً سل۔ کھانسی وغیرہ کے
واسطے اس سورۃ شریف میں ایک دعا ہے کیونکہ آجکل ڈاکٹر
نے یہ تحقیقات کی ہے کہ پھیپھڑے میں ایک بار یک کڑے
ہوتے ہیں جنکو جراثیم کہتے ہیں۔ جب وہ پیدا ہو جاتے
ہیں تب پھیپھڑا زخمی ہو کر سل کی بیماری اور کھانسی پیدا
ہو جاتی ہے۔ جن بھی ایک بار ایک اور مضمحل شے کو کہتے
ہیں اس سورۃ میں ان اشیاء کے شر سے پناہ چاہی گئی ہے
جو سینے کے اندر ایک خرابی پیدا کرتے ہیں۔ ناظرین اس
کا تجربہ کریں لیکن صرف ختم منتر کی طرح ایک ٹاکا کا پڑھنا اور
پھونک دینا بیفائدہ ہے۔ سچے دل کے ساتھ مطلب اور
معنی کو یہ سورۃ بطور دعا کے مریض اور اسکے معالج اور
تیار دار پر ہیں اور مریض کے حقیر دعا کریں۔ تو اللہ تعالیٰ
عفو رحیم ہے اور بخشنے والا ہے میں امید کرتا ہوں کہ
ایسے بیمار و نکو اس کلام پاک کے ذریعہ شفا حاصل ہوں۔ اللہ
اعلم بالصواب۔

اس سورۃ شریف کے شان نزول کے بار میں حدیث شریف
میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ
اچکی رات مجھے اس قسم کی آیات نازل ہوئیں کہ ان جیسی ہیں
نے کبھی نہیں دیکھیں وہ معوذتین ہیں۔ البورعہ و خدری
کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جن و انس کی نظر
بد سے پناہ مانگا کرتے تھے مگر جب معوذتین نازل ہوئیں
تو اپنے اور طرح اس امر کے متعلق دعا کرنا چھوڑ دیا اور
ہمیشہ ان الفاظ میں دعا مانگتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوا کرتے
تو ان دونوں توں کو پڑھ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے

یہاں سورۃ الناس کے نوٹ ختم

Digitized by Khilafat Library

ہوئے کر

(تمت بالخیر۔ فللہ الحمد)